حجۃ الاسلام، شہزادۂ اعلیٰ حضرت، جانشین امام اہل سنت
حضرت علامہ مولانا مفتی الحاج الشاہ محمد حامد رضا خان قدس سرہ کی
حیات وخدمات پر مشتمل
سہ ماہی
رضا بک ریویو پٹنہ
کا عظیم الشان تاریخی اور دستاویزی
حُجّۃ الاسلام نمبر
القلم فاؤنڈیشن
AL-QALAM FOUNDATION
زیر اہتمام:
القلم فاؤنڈیشن سلطان گنج، پٹنہ ۶ بہار
چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر محمد امجد رضا امجدؔ

علم وادب کی دنیا میں اپنی منفرد شناخت بنانے والے عالم دین، دیار غیر میں حق وصداقت کا پرچم لہرانے والے معمار خطیب اور مسلک اعلی حضرت کے بے باک ترجمان ونقیب

حضرت علامہ سید اولادرسول قدسی

کی چند علمی کتابیں جو طبع مشتاق کی تسکین کے لئے منظر عام پہ آگئیں

سیرت سرور دوجہاں

اردو دنیا کی منفرد منظوم کتاب جو ''شاہنامہ اسلام'' کے بعد وجود میں آئی اور ارباب علم وادب کو متاثر کیا

قلم آشنا

علامہ سید اولادرسول قدسی کے علمی مقالوں کا مجموعہ، جس سے مقالہ نگار کے علم اور جذبہ خدمت دین کا پہلو واضح ہے

فکر مسلسل

عہد حاضر کے ممتاز نعت گو شاعر کا آٹھواں مجموعہ نعت، جس سے نعتوں کی دنیا میں ان کی قابل رشک خدمت مترشح ہے

بس یہی ہے راہ جنت

مسلک اعلی حضرت پہ مقالوں کے مجموعہ کے ساتھ ایک منفرد اور انقلابی کام، جس میں مسلک اعلیٰ حضرت پہ انقلابی نظمیں شامل ہیں

ترتیب وتقدیم وتزئین

مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی

(گولڈ میڈلسٹ)

ناشر:

رضا دارالمطالعہ پوکھریرا سیتامڑھی بہار

رابطہ کا پتہ:

محمد معین رضا عاکف

نیو مہاڈا بلڈنگ ۱۰۸ روم نمبر ۴۰۴، پی ایم جی کالونی، مان خورد ممبئی ۴۳

موبائل نمبر: ۷۰۲۱۷۰۸۶۹۰

رضویات و متعلقات رضویات پر علمی ادبی تحقیقی و تنقیدی رسالہ

سہ ماہی **رضا بک ریویو** پٹنہ

جلد ۸ ــــ شمارہ ۲۹

اکتوبر، نومبر، دسمبر ۲۰۱۶ اور

جنوری، تا ستمبر ۲۰۱۷

کا عظیم الشان تاریخی اور دستاویزی نمبر بنام

حجۃ الاسلام نمبر

چیف ایڈیٹر

ڈاکٹر محمد امجد رضا امجدؔ

ایڈیٹر

مولانا غلام سرور قادری

کمپوزنگ و تزئین

مولانا عبد المتین ضیائی

زیر اہتمام

القلم فاؤنڈیشن سلطان گنج پٹنہ ۶

خط و کتابت کا پتہ

القلم فاؤنڈیشن، سلطان گنج ۸۰۰۰۰۶ پٹنہ بہار

موبائل

9835423434

9006428686

Email:

amjadrazaamjad@gmail.com

web:

www,alqalam,in

قیمت فی شمارہ

25روپے (ہندوستانی)

اس شمارہ کی قیمت

400/روپے

سالانہ خریداری:

150/روپے ہندوستانی

15/ڈالر بیرون ملک

تاحیات خریداری

5000روپے ہندوستانی

250روپے بیرون ملک

چیک یا ڈرافٹ اس نام سے بنوائیں

MD AMJAD RAZA KHAN

CBI: 3503380262

PATNA 6

امجد رضا امجدؔ نے احمد پبلیکیشنز سبزی باغ پٹنہ سے طبع کرا کر القلم فاؤنڈیشن سلطان گنج پٹنہ سے شائع کیا

فہرست مشمولات حجۃ الاسلام نمبر

کلمات تبریک

...{باب اول}...

خانوادۂ امام احمد رضا

...{باب دوم}...

حیات و خدمات

...{باب سوم}...

فضائل وکمالات

...{باب چہارم}...

فقہ وافتا

...{باب پنجم}...

معرفت وتصوف

...{باب سوم}...

فضائل وکمالات

...{باب چہارم}...

فقہ و افتا

...{باب پنجم}...

معرفت و تصوف

...{باب ششم}...

تعارف وتجزیہ

...{باب هفتم}...

زبان وادب

...{باب ہشتم}...

مکتوبات حجۃ الاسلام

...{باب نہم}...

اسفار حجۃ الاسلام

...{باب دہم}...

حجۃ الاسلام اور منظر اسلام

...{باب یازدہم}...

مناقب حجۃ الاسلام

...{باب یازدھم}...

آثار و تبرکات

صفحہ 794--تا--816

Mohammed
Akhtar Raza Khan Qadri Azhari
President: All India Sunni Jamiatul Ulema
Head Mufti: Central Darul Ifta - Bareilly.
82, Raza Nagar, Saudagran, Bareilly Sharif
U.P. 243003, (INDIA)- Tel: 0581- 2472166, 2458543

Ref No. ______ حوالہ   Date ______ تاریخ

دعائیہ کلمات

میرے جد کریم شیخ الانام، حجۃ الاسلام حضرت علامہ شاہ مفتی حامد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ العزیز سیدی اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت کے پہلے جانشین اور ان کے علم وفضل کا عکس جمیل تھے، اکابر سے اصاغر تک آپ کی سحر انگیز شخصیت کے گرویدہ تھے، آپ نے تاحیات اپنے مجاہدانہ کردار وعمل سے قوم وملت کے ایمان واسلام کی حفاظت کا فریضہ انجام دیا، یہ جان کر روحانی مسرت ہوئی کہ عزیزی ڈاکٹر امجد رضا امجد سلمہ "رضا بک ریویو" کا "حجۃ الاسلام نمبر" شائع کر رہے ہیں جو تقریباً سات سو صفحات پر مشتمل ہے، یقیناً یہ ایک اہم اور بروقت کارنامہ ہے، اس سے قبل انھوں نے "کنز الایمان نمبر" اور "رضویات کا اشاریہ نمبر" بھی شائع کیا تھا، دوماہی الرضا پٹنہ کے ذریعہ بھی مسلک اعلیٰ حضرت کے تحفظ اور اس کے فروغ کے لئے کوشاں ہیں، ان کارناموں سے سرکار اعلیٰ حضرت اور حضور حجۃ الاسلام سے ان کی والہانہ عقیدت ومحبت ظاہر ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی اس محبت اور خدمت کو قبول فرمائے۔

فقیر دعا گو ہے کہ اللہ رب العزت ان کو اور ان سبھی علما ومشائخ کو جو اپنی اپنی بساط بھر دین وسنت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی خدمت میں مصروف ہیں، اپنے حفظ وامان میں رکھے اور دنیا وآخرت میں انھیں اس کا بہتر صلہ عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین۔

فقیر محمد اختر رضا قادری غفرلہ

کلمات تحسین

نبیرہ اعلیٰ حضرت شہزادہ مفسر اعظم ہند علامہ شاہ منان رضا خان منانی میاں قبلہ

یہ جان کر بڑی مسرت ہوئی کہ سلسلہ برکاتیہ رضویہ کے جواں سال محقق ڈاکٹر محمد امجد رضا امجد صاحب حجۃ الاسلام حضرت علامہ شاہ حامد رضا خاں علیہ الرحمہ والرضوان پہ تحقیقی علمی عظیم الشان ''حجۃ الاسلام نمبر'' منظر عام پہ لارہے ہیں۔ عزیز گرامی کی یہ کوشش لائق تحسین اور قابل مبارک باد ہے، فی الواقع حجۃ الاسلام پہ جو کام ہونا چاہئے تھا وہ نہیں ہوا، ہم نے ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی صاحب سے ایک کتاب لکھنے کی فرمائش کی تھی انہوں نے ''حیات حجۃ الاسلام'' کے نام سے ایک کتاب مرتب کی جسے سن میں نے اپنے مکتبہ سے شائع کیا۔ مگر اس عظیم شخصیت پہ جو شایان شان کام ہونا چاہئے تھا اہل فکر ونظر نے عملاً اس سے انصاف نہیں کیا، مگر اب حالات بدل رہے ہیں جس کی ایک عمدہ مثال یہ ''حجۃ الاسلام نمبر ہے۔

ساڑھے سات سو صفحات پر مشتمل رضا بک ریویو کا یہ نمبر ایک تاریخی دستاویز ہے۔ ہم محسوس کر سکتے ہیں کہ عزیزی گرامی نے اسے کتنی مشقت سے مرتب کیا ہوگا۔ سچی بات یہ ہے کہ جب تک جذبہ خلوص اور لگن محرک نہ ہو ایسا کام نہیں ہوسکتا ڈاکٹر صاحب کا پورا خانوادہ چوں کہ سلسلہ رضویہ سے وابستہ ہے یہی جذبہ ان کا محرک بنا اور اتنا عظیم الشان نمبر وہ تیار کر پائے۔

اللہ تعالیٰ ان کی یہ کوشش قبول فرمائے ان کے والدین کی مغفرت فرمائے اور اس خدمت کا بہترین اجر خدائے پاک انہیں دونوں جہاں میں عطا فرمائے

کلمات تحسین

خلیفہ مفسر اعظم ہند امین شریعت بہار۔ حضرت مفتی عبدالواجد قادری مدظلہ العالی

مُبَسمِلاً وَّ حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا: شہری لوازماتِ زندگی سے دور۔ پیچ وتاب کھاتی ہوئی ایک کوہستانی ندی کے عین نشانے پر ایک گاؤں آباد ہے۔جس میں جیدار اور باہمت مسلمانوں کی ایک پُرسکون آبادی ہے۔ جسے تاجدار روہیلکھنڈ کے شہزادوں نے اپنے قدوم برکت لزوم سے نوازا نہ ایک بار بلکہ نسلاً بعد نسلٍ اپنے شمالی ہند کے اسفار کے درمیان نہ صرف اپنا ویٹنگ روم بلکہ سکون وقرار گاہ بنایا۔جس کی وجہ سے یہ دُور اُفتادہ دیہات بجائے گنگٹی کے "رضاباغ" میں بتدیل ہوگیا۔ بہت دنوں تک یہ بات سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ جن حضرات کی ضیافت ومیز بانی کے لئے شہر وقصبات کے جاں نثاران اپنی پلکیں بچھائے رہتے تھے انہیں میزبانی کا شرف عطا نہ فرما کر چند گھروں کی آبادی کو اپنا تبلیغی مستقر بنانے میں کیا حکمت پوشیدہ ہے۔

جب کچھ دنوں کے بعد درجنوں علماء اہلسنت اور متصلب جوانوں کی ٹیم اس آبادی سے نکل کر قرب وجوار بلکہ دور ودراز علاقوں کے مدارس ومکاتب اور جوامع میں سنیت ورضویت کی تعلیمات سے عوام کو فیضیاب کرنے لگے تو خاندانِ رضا کے انتخاب سکونت کا مطلب کچھ کچھ سمجھ میں آنے لگا۔

مگر خانوادۂ رضویت کی امتیازی شان، حضور حجۃ الاسلام مرشد الانام کی ایمانی وعلمی آن بان، حضور مفسر قرآن کا روحانی فیضان، ریحان ملت کی قائدانہ شاندار اُڑان، تاج الشریعۃ کی عبقری پہچان، پیر طریقت کا عرفان، اور معمارِ ملت کا تصلّب ایمان وایقان، جب قرطاس وقلم کے حوالہ ہونے لگا تو اس جواں سال ادب ساز سخن نواز کا سراپا اذہان وافکار پر چھانے لگا جیسے علم وادب کا شاہکار نور دیدۂ علماء بہار، مرکزی دار القضاء کا قاضی باوقار، اور احوالِ زمانہ سے باخبر مفتی با اختیار کہا جاتا ہے جو علوم قدیمہ وجدیدہ کا سنگم اور اس شخصیت کا چراغ ہے جس نے اپنے تمام بھائیوں کے ساتھ اپنے پیرو مرشد حجۃ الاسلام علیہ رحمۃ السلام کی خدمت کرنا تاحین حیات اپنے رب تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ جانا۔

جب سے اس جواں سال مجاہد نے مسلک رضویت کی حمایت اور رضویت سے جلنے والوں کی سرکوبی کے لئے اپنے اشہب قلم کو مہمیز کیا ہے۔ متصلب اہل سنت کے دل کی دھڑکن اور آنکھوں کا تارہ بن گیا ہے۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ اس کی تابناک کو روز وشب بڑھاتا رہے۔ وہ ہیں مرکزی ادارہ شرعیہ کے مفتی اور نائب قاضی امجد رضا امجد۔۔ علامہ ڈاکٹر امجد رضا امجد زید مجدہٗ کی کئی قلمی کاوشیں میری نظر سے گذریں جن کے مطالعہ سے میری معلومات میں خوشگوار اضافہ ہوا۔ اور اب جب کہ ایک اہم ترین کوشش جسے ہم بجاطور پر تاریخی واساسی سرمایہ قرار دیں۔ اور جو عنقریب احباب اہلسنت کے زیب نگاہ ہونے والی ہے۔ اس کی ترتیب واشاعت پر ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں جس قدر ہدیہ تبریک پیش کریں ان کی محنت وجانفشانی کے مقابلہ میں کچھ نہیں ہے ہاں میں جواد حقیقی سے ملتجی ہوں کہ وہ اپنے حبیب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے طفیل حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ کے نام نامی اسم گرامی (امجد علی) کے زیر سایہ میرے امجدؔ کے مجد کو پکا فرمائے اور ان سے سنیت ورضویت کی بیش بہا خدمات جلیلہ لیتا رہے۔ آمین یارب العالمین

فقیر عبدالواجد قادری غفرلہ

۱۱ر صفر المظفر ۱۴۳۹ھ، ۳۱ر اکتوبر ۲۰۱۷ء

تاثر گرامی

خیر الاذکیا حضرت علامہ ومولانا محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ
ناظم تعلیمات الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

باسمہ وحمدہٖ تعالیٰ وتقدس

پٹنہ سے ڈاکٹر امجد رضا امجدؔ نے فون کے ذریعہ اطلاع دی کہ حجۃ الاسلام (علامہ حامد رضا خاں خلف اکبر امام احمد رضا قادری بریلوی قدس اسرارھما) کی حیات وخدمات پر "رضا بک ریویو" کا "حجۃ الاسلام نمبر" تقریباً آٹھ سو صفحات پر مشتمل منظر عام پر آنے والا ہے۔ آپ کے تاثرات مطلوب ہیں۔

میں نے مندرجات کی تفصیل جاننے کی کوشش نہ کی، کیوں کہ میری مسرت کے لیے یہی کافی ہے کہ موصوف نے اپنی محنت وجاں فشانی سے ایک ضخیم مجموعہ تیار کرلیا۔ اندازہ ہے کہ حجۃ الاسلام کے سلسلے میں منتشر طور پر ماضی وحال میں جو وقیع اور مستند رشحات قلم ملے ہوں گے وہ انہوں نے سلیقے کے ساتھ یکجا کردیئے ہوں گے اور خود حضرت کے بھی کچھ قلمی نقوش شامل ہوں گے۔

محنت، لگن اور جفاکشی کے کرشمے حیرت انگیز ہوتے ہیں۔ حضرت کے وصال کو ایک طویل عرصہ گزر گیا، اب تلامذہ، مریدین، مستفیدین اور زائرین بھی نہیں ملتے اس لیے ان کی حیات وخدمات پر زیادہ مواد ملنے کی توقع کم ہی ہوتی ہے۔ مگر "جوئندہ یابندہ" کی مثل صادق ہے۔

امید ہے کہ موصوف کی کاوشوں سے یہ نمبر صحتِ کتابت، حسن ترتیب، کمالِ تحقیق اور اپنی معنویت وافادیت کے اعتبار سے ایک قابل قدر مرجع اور دستاویز کی حیثیت حاصل کرے گا۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔ آمین

محمد احمد مصباحی

ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ

۲؍صفر ۱۴۳۹ھ/ ۲۳؍اکتوبر ۲۰۱۷ء روز دوشنبہ

تقریظ سعید

نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ منانی میاں حضرت علامہ عمران رضا خان سمنانی میاں صاحب قبلہ

جد امجد حجۃ الاسلام علامہ شاہ حامد رضا قدس سرہ کی خدمات جلیلہ اور حیات مقدسہ پر ایک تازہ کتاب دیکھ کر جی خوش ہو گیا۔ دادا حضور علیہ الرحمہ والرضوان نے سرکار اعلیٰ حضرت کی زندگی سے لے کر ان کی وفات کے بعد کے بعد ۲۲ رسال دین متین کی جو خدمت کی ہے اسے تاریخ تو نہیں بھول سکی، مگر ہم نے انہیں ضرور فراموش کر دیا ہے۔

دو سال قبل خانوادۂ رضا کی علمی فقہی ادبی مذہبی خدمات پر تحقیق واشاعت کا فریضہ انجام دینے والے ہمارے عزیز دوست ڈاکٹر مفتی محمد امجد رضا امجدؔ قاضی شریعت ادارہ شرعیہ پٹنہ بہار نے بتایا کہ وہ حضور حجۃ الاسلام پہ اپنے سہ ماہی رسالہ ''رضا بک ریویو'' کا حجۃ الاسلام نمبر'' لانا چاہ رہے ہیں، اس سلسلہ میں انہیں مواد کی تلاش وجستجو ہے، میرے پاس اس سلسلہ میں جو مواد تھا وہ میں نے انہیں فراہم کر دیا، اب دو سال بعد انہوں نے یہ مسرت افزا خبر دی کہ الحمد للہ! ساڑھے سات سو صفحات پر مشتمل یہ نمبر تیار ہے۔ یہ خبر سن کر ان کے لئے دل سے دعائیں نکلیں اور حجۃ الاسلام سے لے کر اب تک بزرگان بریلی کا ان کے گاؤں ''رضا باغ گنگٹی'' سے جو تعلق رہا ہے وہ نگاہوں میں گھوم گیا اور یہ بھی خیال آیا کہ حجۃ الاسلام اور مفسر اعظم ہند نے ڈاکٹر امجد صاحب کے والد گرامی گماشتہ عبد الغفور خاں پر جو شفقت ونوازشات کیں، ان کے گھر پہ ہفتہ اور مہینہ روز قیام فرمایا وہ بلا وجہ نہیں تھا، نگاہ ولایت دیکھ رہی تھی، کہ اسی گھر کا ایک فرد رضویات کو اپنی تحقیق کا موضوع بنائے گا، مسلک اعلیٰ حضرت کا جانباز سپاہی ہوگا اور مسلک کے خلاف صلح کلیت کا علم بلند کرنے والوں پہ برق خاطف بن کر گرے گا۔ آج امجد صاحب واقعی اسی خدمت کو انجام دے رہے ہیں۔

حجۃ الاسلام نمبر کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ ڈاکٹر امجد رضا امجدؔ نے یہ عظیم الشان نمبر نکال کر جماعت کا بہت بڑا قرض ادا کیا ہے، ہم اس عظیم خدمت پہ ان کے لئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ رب العزت اس کام کا انہیں بھرپور صلہ عطا فرمائے اور مزید کام کرنے کے لئے انہیں وسائل اور ان کے والدین کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

محمد عمران رضا سمنانی رضوی قادری غفرلہ

انتساب

مرجع الانام امام الاولیا جانشین اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام

علامہ شاہ حامد رضا خان

علیہ الرحمہ والرضوان کے

عابد زاہد متقی پرہیز گار وفا شعار و جاں نثار مرید

گماشتہ عبدالغفور خاں حامدی علیہ الرحمہ

کے نام

جن پر حجۃ الاسلام کا فیضان جھوم جھوم کر برسا، عدیم الفرصتی کے باوجود ہفتہ روز تک جنہیں حجۃ الاسلام نے اپنا میزبان بننے کا شرف بخشا، حضور مفسر اعظم نے برسہا برس تک جن کی بستی اور گھر کو علاقائی تبلیغ کے دوران اپنا مرکز بنایا، جنہیں حضرت مفسر اعظم ہند سے مرید ہونے کے لئے حجاز مقدس سے آئے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دو عربی مہمان کی خدمت وغلامی کی سعادت مرحمت ہوئی اور جن کی آغوش تربیت کے سبب مجھے اعلیٰ حضرت کا عشق، حجۃ الاسلام کی محبت، مفتی اعظم ہند سے روحانی وابستگی، مفسر اعظم ہند سے جذباتی لگاؤ، ریحان ملت سے قلبی تعلق، قمر ملت سے علاقۂ دل، منانی میاں سے مودت وعقیدت اور قطب زمانہ حضور تاج الشریعہ کی غلامی کا شرف حاصل ہوا۔

اللہ عزوجل میرے والدین کو ان اللہ والوں کے صدقے جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور مجھے یونہی سفیر رضویات بنا کر خدمت دین کی توفیق مرحمت فرمائے۔

محمد امجد رضا امجد

صدر القلم فاؤنڈیشن سلطان گنج پٹنہ

قطعہ تاریخ اشاعت حجۃ الاسلام نمبر

بہ شکل گلدستۂ مناقب

امام الاولیا حجۃ الاسلام کے حضور

عرض گزار

محمد امجد رضا امجدؔ

ابن

گماشتہ عبد الغفور خاں حامدی

شمع بزم اصفیا حامد رضا — لمع جذب اتقیا حامد رضا

نازش اہل صفا حامد رضا — تابش روئے صفا حامد رضا

حامدِ حمدِ خدا حامد رضا — ساجد رب العلیٰ حامد رضا

شاغل ذکر خدا حامد رضا — ناعت خیر الوریٰ حامد رضا

نیچی نظروں کی ادا حامد رضا — بے ریا و باحیا حامد رضا

لازم و ملزوم ہیں جو بھی کہیں — حجۃ الاسلام یا حامد رضا

حق نما حق آئینہ حق کی اذاں — حق صفت حق کی صدا حامد رضا

کائنات حسن میں چرچا ترا — ایسا تیرا حسن تھا حامد رضا

من رأنی قد رأی الحق کے طفیل — دیدنی جلوہ ترا حامد رضا

اہل بدعت اہل سنت ہو گئے — دیکھ کر چہرا ترا حامد رضا

تیرے دشمن خائب و خاسر رہے — تو مگر قائم رہا حامد رضا

عمر بھر مارا ترا تڑپا کرے — وہ ترا تیرِ قضا حامد رضا

قادیانی رافضی ندوی فگن — یہ ترا شہرہ رہا حامد رضا

حق نگہ حق آئینہ حامد رضا واصل حق، حق نما حامد رضا
ساقی جام ھدیٰ حامد رضا شامل حق ہو صدا حامد رضا
بادۂ حب رضا میں مست ہوں تو مرا ساقی بنا حامد رضا
میرے والد حضرت عبد الغفور جن پہ تجھ کو ناز تھا حامد رضا
تیری نسبت پر سدا نازاں رہے حامدی تھا سلسلہ حامد رضا
اور جیلانی میاں کے فیض سے والدہ تھیں عابدہ حامد رضا
جن کی رحلت ان کے مرشد کے طفیل باوضو وقت عشا حامد رضا
اور میں تاج الشریعہ کا غلام جو ترا پرتو ہوا حامد رضا
جن کا ثانی اس زمانہ میں نہیں ایسا تیرا لاڈلا حامد رضا
اصفیا واتقیا ان کے اسیر جلنے والے اشقیا، حامد رضا
ہر نظر مشتاق ان کے دید کا جیسا تیرا ماجرا حامد رضا
ان کے دیکھے سے خدا کی یاد آئے ان میں ہے جلوہ ترا حامد رضا
ہے قلم رو میں انہیں کے اک جہاں اب بھی ہے سکہ ترا حامد رضا
اخترؔ وجیلانی حامد اور رضا اپنے گھر کا سلسلہ حامد رضا
حامدی جیلانی رضوی جام سے دل مُصفّیٰ ہوگیا حامد رضا
مفتی اعظم کی نسبت مل گئی واسطہ تو ہی بنا حامد رضا
اعلیٰ حضرت بھی ملے تیرے طفیل واسطہ تو ہی بنا حامد رضا
''نورِ جان ونورِ ایماں'' مل گئے واسطہ تو ہی بنا حامد رضا
ہوگئے ہم ''خادم آل رسول'' واسطہ تو ہی بنا حامد رضا
غوث اعظم تک رسائی ہوگئی واسطہ تو ہی بنا حامد رضا
دامن مشکل کشا ہے ہاتھ میں واسطہ تو ہی بنا حامد رضا
میں در محبوب رب تک آگیا واسطہ تو ہی بنا حامد رضا
اللہ اللہ مجھ کو منزل مل گئی واسطہ تو ہی بنا حامد رضا

میں زمیں سے آسماں تک آگیا
اس سے بڑھ کر اور کیا حامد رضا
تجھ سے مل کر ہم سبھی سے مل گئے
مرحبا ملنا ترا حامد رضا

طالب مولا رہا حامد رضا
حب دنیا سے رہا حامد رضا
مجھ کو بھی وہ مے پلا حامد رضا
جام تو نے جو پیا حامد رضا
مست ہیں رضوی مئے برکات سے
بوالحسینی میکدہ حامد رضا
تجھ پہ ہیں سایہ فگن آل رسول
سب پہ ہے سایہ ترا حامد رضا
بوالحسینی رنگ ہے تجھ پر چڑھا
قرب حق کا تو پتہ حامد رضا
میں ترا طالب رہوں مطلوب تو
مجھ پہ رنگ ایسا چڑھا حامد رضا
میں ترا مادح رہوں ممدوح تو
مجھ پہ رنگ ایسا چڑھا حامد رضا
میں محب تیرا رہوں محبوب تو
مجھ پہ رنگ ایسا چڑھا حامد رضا
تیری الفت ہی مری پہچان ہو
مجھ پہ رنگ ایسا چڑھا حامد رضا
مسلک احمد رضا پر جان دوں
مجھ پہ رنگ ایسا چڑھا حامد رضا
عشق میں سود و زیاں کی بات کیا؟
جان و دل تم پر فدا حامد رضا

تذکرہ برلب شدہ حامد رضا
روز و شب صبح و مسا حامد رضا
معدن جود و سخا حامد رضا
مصدر لطف و عطا سخا حامد رضا
در نگاہ شیخ خود منظور باد
مژدہ ''نوری لقا'' حامد رضا
جلوات تابد کنوں در ہند و پاک
کو بہ کو جلوہ نما حامد رضا
جانشین اعلیٰ حضرت جز تو نیست
تو شدی احمد رضا حامد رضا
مامن و ملجائے من دانی کہ کیست
آں امام الاولیا حامد رضا
ہر رگ من تار شد در عشق تو
تو شدی ایمان ما حامد رضا

هستی ما نیست کن از یک نگہ — خاک پا کن نفس را حامد رضا
گر بگور من رسد منکر نکیر — دست گیری کن مرا حامد رضا
نسبتے دارم ز تو نازم باو — از پئے اختر رضا، حامد رضا
حامدی برکاتی رضوی من شدم — از پئے اختر رضا حامد رضا
قادریم نعرہ حق ہو زنم — از پئے اختر رضا حامد رضا
حُبُّك اِعطِ لنا یا ربّنا — از پئے اختر رضا حامد رضا
ربنا اعط لنا حُبَّ الحبیب — از پئے اختر رضا حامد رضا
ربنا فاغفر لسیّأتنا — از پئے اختر رضا حامد رضا
اشف یا شافی لنا من کل داء — از پئے اختر رضا حامد رضا
یا رسول اللہ ارحم دائما — از پئے اختر رضا حامد رضا
انتَ ذُخری انت کنزی یا حبیب — از پئے اختر رضا حامد رضا
از غمِ دنیا بدہ ما را نجات — از پئے اختر رضا حامد رضا
رحم کن بر حال ما احباب ما — از پئے اختر رضا حامد رضا
در حضور تو ست کردہ التجا — ننگ خَلق امجد رضا، حامد رضا
پیش تو آوردہ است ایں لخت دل — ایں ترا امجد رضا حامد رضا
گر قبول افتد زہے عز و شرف — ایں صدائے درد ما حامد رضا
حجۃ الاسلام نمبر نذر ہے — اے سبحان اللہ یا حامد رضا

1830 — 2017=187+

اداریہ

ڈاکٹر محمد امجد رضا امجدؔ

بن گئی بات ان کا کرم ہو گیا

انتظار بسیار کے بعد اعلان کے مطابق رضا بک ریویو کا حجۃ الاسلام نمبر حاضر ہے۔ یہ اعتراف ہے کہ یہ نمبر نہ ہمارے جذبہ وحوصلہ کا عکاس ہے اور نہ اس عظیم المرتبت اور علوم ومعارف کے بحر ذخار کے شایان شان نہیں جنہیں ان کے ہمعصر مقتدر شخصیات نے اعلیٰ حضرت کا حقیقی جانشین کہا مگر جو بھی ہے وہ میرے لیے توشۂ آخرت ہے اور اس نسبت کا پاکیزہ اظہار ہے، جو حجۃ الاسلام کے حوالے سے میرے خانوادہ بالخصوص والد گرامی گماشتہ عبد الغفور خاں علیہ الرحمہ کو تھا۔ آج جب سات سو صفحات پر مشتمل اس نمبر کی تکمیل کے بعد بنام اداریہ اپنے جذبات سمیٹنے بیٹھا ہوں تو دل کو اک اطمینان سا ہے کہ یہ دستاویزی کام میرے نامۂ اعمال میں آیا ؏

شادم از زندگی خویش کہ کار کردم

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی طرح حجۃ الاسلام علامہ شاہ حامد رضا علیہ الرحمہ والرضوان کی شخصیت بھی مظلوم ہے گویا جانشینی میں اعلیٰ حضرت کے علم وحکمت فضل وکمال زہد وورع اور فکر وتدبر کی طرح مظلومیت بھی آپ کے حصہ میں آئی۔ ان کے ساتھ شعوری یا غیر شعوری طور پر اس طرح کا برتاؤ ہوا کہ رفتہ رفتہ ان کی شخصیت پردۂ خفا میں چلی گئی اور نئی نسل کے نوجوان ان کا نام سننے سے بھی محروم ہو گئے۔ خانوادۂ رضا کے تذکرے میں اعلیٰ حضرت مفتی اعظم کی صدائے دلنواز تو بار بار سننے میں آتی ہے، مگر حجۃ الاسلام کا نہیں، ان ائمۂ ثلاثہ میں ان کا نام چھوڑ دینا نہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو پسند ہوگا اور نہ سرکار مفتی اعظم ہند کو۔ اور جو عمل ان سرکاروں کو پسند نہ ہو اس روش کی تحسین نہیں کی جا سکتی۔

یہ المیہ نہیں تو اور کیا ہے؟ کہ وہ شخصیت جس نے شعور کی منزل پر قدم رکھتے ہی خدمت دین کے لیے خود کو وقف کر دیا، الدولۃ المکیہ کی تبییض و تمہید جس کی مرہون منت ہو، علمائے عرب کی تصدیقات جن کی محنت شاقہ کی شاہد ہو، تصنیفات رضا کے تراجم میں جن کا خون جگر شامل ہو ''کفل الفقیہ الفاہم''، ''الاجازاۃ المتنیہ''، ''الوظیفۃ الکریمہ'' کی تمہید جن کے علم و عرفاں کی گواہی دے رہی ہو۔ تحریک رندوہ اور مسئلہ اذان ثانی میں جن کے علمی کردار نے والد گرامی کے مشن کو تقویت پہنچائی ہو، جنہیں والد گرامی نے ''اودھ میں جن کا ثانی نہیں'' فرما کر صاحب فضل و کمال بتایا ہو۔ جنہیں اپنا جانشین بنا کر بھیجتے ہوئے ''انہیں حامد رضا نہیں احمد رضا سمجھا جائے'' فرمایا ہو اور جن سے مرید ہونے والے کو اپنا مرید بتایا ہو ایسی عبقری اور صاحب علم معرفت شخصیت کو کشتہ تاریخ بنا دینا یقیناً اخلاقی جرم اور احسان ناشناسی ہے۔

حجۃ الاسلام کی حیات و خدمات پر اکلوتی کتاب ''تذکرۂ جمیل'' ہے، جو ۱۴۱۲ھ میں سنی رضوی اکادمی ماریشش کے ذریعے منظر عام پہ آئی۔ اس کتاب سے چھ سال قبل ۱۴۰۶ھ میں ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی صاحب نے ''حیات حجۃ الاسلام'' کے نام سے ایک مقالہ لکھ کر کتابچہ کی صورت میں بریلی شریف سے کیا، پھر علامہ خوشتر کی کتاب ''تذکرۂ جمیل'' سولہ سال بعد اس مقالہ میں اضافہ کیا اور حضرت مولانا عمران رضا خاں سمنانی میاں کے والد گرامی شہزادہ مفسر اعظم ہند حضرت مولانا منان رضا خاں منانی میاں قبلہ دامت برکاتہ العالیہ کے قائم کردہ مکتبہ سے ۱۴۲۸ھ میں شائع کیا، ان دونوں کتابوں کو بھی ایک بار کے بعد دوبارہ شائع ہونا نصیب نہ ہوا۔ مگر خدا بھلا کرے علامہ ابراہیم خوشتر فریدی کا کہ انہوں نے حجۃ الاسلام کی حیات و خدمات پہ ''تذکرہ جمیل'' لکھ کر ان کے حوالہ سے ضروری معلومات کو ضائع ہونے سے بچا لیا۔ ان دونوں کتابوں کے بعد کوئی تیسری کوئی مطبوعہ کتاب کا نام سننے میں نہیں آیا۔ ہاں یہ مسرت افزا خبر ہے کہ مفتی عابد حسین قادری اور مولانا مفتی عبد الرحیم نشترؔ فاروقی نے بھی حضرت حجۃ الاسلام پہ کتابیں لکھی ہیں خدا کرے وہ بھی جلد منظر عام پہ آجائیں۔

جنوری فروی مارچ 2012 میں جب میں نے اپنے رسالہ ''رضا بک ریویو'' کا ''رضویات کا اشاریہ نمبر'' شائع کیا تو اس میں سنی رسائل کا اشاریہ بھی شامل ہوا، اس دوران پہلی بار یہ احساس ہوا کہ حجۃ الاسلام پہ مضامین و مقالے بھی بہت کم لکھے گئے اسی دن میری دیوانگی

نے ''صحرانوردی اور کوہ پیمائی'' کی ٹھان لی اور یہ عزم کرلیا کہ رضویات کے اس محجوب باب کو ضرور عالم آشکار کرنا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم نے اپنے اکابر سے رابطہ کیا اور ان سے تعاون کی درخواست کی، بڑوں کی بڑی باتیں ہوتی ہیں ان سے گفتگو کر کے مجھے حوصلہ ملا اور عزم میں پختگی آگئی، پھر اس نمبر کے لئے ہم نے ۱۲/ابواب پر مشتمل ایک خاکہ بنایا اور مضامین کے لئے رابطہ کا کام شروع کردیا اس کام میں دوسال کا عرصہ گزر گیا مگر کامیابی نہیں مل پائی۔ اسی صحرانوردی میں جماعت اہل سنت کے جید عالم و محقق حضرت مفتی محمود احمد رفاقتی سے تبادلہ خیال ہوا انہوں نے میرے جذبہ کی ستائش کرتے ہوئے تعاون کا یقین دلایا بلکہ اس کام کی تاخیر پہ اس نسبت کے حوالہ سے جو میرے والد گرامی گماشتہ عبدالغفور خاں حامدی کو حجۃ الاسلام سے تھا، میرے جذبات کو اور انگیخت کیا اور میں نے رضا بک ریویو کے اپریل مئی جون ۲۰۱۴ کے شمارہ میں اداریہ لکھ کر باضابطہ اس نمبر کا اعلان کردیا اداریہ کا یہ حصہ کس درجہ ہمارے درد کا غماز تھا قارئین ایک بار پھر اسے تازہ کریں:

> رضویاتی ادب کا ایک محجوب گوشہ حضور حجۃ الاسلام سے متعلق ہے جواب تک ہماری مسلسل خاموشی اور عدم توجہی کا شکار ہے۔ ہماری اس علمی چشم پوشی نے ان کی علمی اور روحانی شخصیت کو ہم سے اوجھل کر رکھا ہے جو یقیناً ہمارا علمی اور جماعتی المیہ ہے۔ وہ بادہ خوار تو دنیا سے اٹھ گئے جنہیں ان کی شخصیت کا عرفان حاصل تھا، جنہوں نے انہیں دیکھا تھا، ان کی صحبت پُر سعادت پائی تھیں اور جی بھر کر ان سے اکتساب علم و فیض کیا تھا۔ ہم نے نہ انہیں پڑھا ہے نہ ان کی صحبتیں پائی ہیں اور نہ اب ان کا تذکرہ یا ان کی کتابیں ہمارے مطالعہ کا حصہ ہیں۔ ظاہر ہے اس صورت میں کمی کا احساس تو رہے گا۔ یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ ان کی وفات سے لے کر اب تک ان کی حیات و خدمات پر ۱۰/۱۵ سے زیادہ مقالے نہیں لکھے گئے جو قابل شمار ہوں۔ مولانا ابراہیم خوشتر کی نوشتہ ایک کتاب ''تذکرہ جمیل'' کے علاوہ کوئی قابل ذکر کتاب نہیں لکھی گئی، ہندو پاک کے کسی رسالہ کا کوئی نمبر شائع نہیں ہوا اور رفتہ رفتہ وہ منظر سے اوجھل ہو گئے۔
>
> رضا بک ریویو کی ٹیم نے اس علمی خلا کو پُر کرنے عزم سعید کیا ہے۔ رابطہ کی مہم جاری ہے۔ ابواب مرتب ہو چکے ہیں جسے تحقیقات کے کالم میں دیکھا

جاسکتا ہے۔توقع ہے کہ ہندوپاک اور دیگر ممالک کے افراد اس موضوع پر اپنی نگارشات ضرور عنایت کریں گے اور ایک علمی خلا کو پر کرنے میں ہماری بھرپور مدد فرمائیں گے۔

یہاں یہ عرض کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کی اس موضوع پر کام کی تحریک جامع علم وفضل حضرت مفتی محمود احمد رفاقتی مدظلہ سے ہمیں ملی۔انہوں نے اس حوالے سے ہماری عدم توجہی کی اتنی بار سرزنش کی مجھے اس ذکر میں لطف آنے لگا اور یہ احساس شدید ہوگیا کہ واقعی اس کام کو عبادت سمجھ کر انجام دینا چاہئے۔حضور حجۃ الاسلام کے حوالے سے ''رضویات کا ایک محجوب باب'' انہیں کا درد میں ڈوبا ایک عنوان ہے جس میں درد ہے، تڑپ ہے ،سوز ہے، ساز ہے اور ایک انوکھی لذت ہے۔مجھے یہ بھی یقین ہے ان کی ماتحتی میں مکمل ہونے والا یہ کام انتہائی معیاری اور علم وعرفان سے مملو ہوگا۔خدائے تعالیٰ انہیں سلامت رکھے اور ہمیں ان سے فیضیاب ہونے کے مواقع عطا فرماتا رہے۔

مگر افسوس ہے کہ ان کی طرف سے بھی مجھے ''غریب دل رہا پیاسا بھرے سمندر میں'' کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آیا تاہم میری ہمت نے میرا ساتھ نہیں چھوڑا اور ''عشق صادق ہو تو پتھر بھی پگھل جاتے ہیں'' کی طرح واقعی اس راہ کے پتھر پگھل گئے،حضور حجۃ الاسلام نے میرے دل کی سن لی اور ایسے راستہ ہموار کیا کہ ع ترے قرباں مری بگڑی بنانے والے

سوشل میڈیا کے بعض احباب نے صلح کلیت کے بڑھتے سیلاب کو روکنے کے لئے پٹنہ سے دوماہی الرضا انٹرنیشنل نکالنے کا فیصلہ کیا جنوری ۲۰۱۶ سے اس کا اجرا عمل میں آیا اور اس کی ادارت خاکسار کے ذمہ آئی،اسی رسالہ کے توسط سے دنیا بھر کے علم دوست مخلص اور خدمت کا جذبہ رکھنے والے افراد سے تعلقات استوار ہوئے الرضا کے چند اداریوں نے انہیں مجھ سے قریب کر دیا جن میں میثم عباس لاہور، سید شاہ منور حسین امریکہ جناب ابرار احمد صاحب پاکستان اور ثاقب صاحب لاہور پاکستان خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ان حضرات نے حجۃ الاسلام کے چند نایاب رسائل اور ان پر لکھے گئے کچھ قدیم مضامین کے عکوس عنایت کئے، گجرانوالہ پاکستان سے شائع ہونے والے ہفت روزہ ''رضائے مصطفےٰ'' کا بڑے سائز کے ۸ رصفحات

پر مشتمل ''حجۃ الاسلام نمبر کی فوٹو کا بھی فراہم کی۔ ان مضامین کو دیکھنے سے یہ اندازہ ضرور ہوا کہ پاکستان میں حجۃ الاسلام کے خلفا و تلامذہ بالخصوص تلمیذ حجۃ الاسلام محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد قدس سرہٗ نے اپنے تلامذہ و متعلقین کے دلوں میں حجۃ الاسلام کی محبت کا ایسا چراغ روشن کر دیا تھا جس نے ان کی یادوں کی شمع کو ہمیشہ فروزاں رکھا یہ اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اگر ان پاک دل احباب نے تعاون نہیں کیا ہوتا نہ مجھے ہفت روزہ رضائے مصطفٰے گجرانوالہ کے ''حجۃ الاسلام نمبر'' کی زیارت ہوتی، نہ ان کے تلامذہ و خلفا کے قیمتی مضامین ہمارے نمبر کی زینت اور افزائش معیار کا ذریعہ بنتے۔ یہ حقیقت ہے کہ ان احباب کی نوازشات نے ہمارے حوصلوں کو جلا بخشی، پھر نئے عنوانات پہ لکھنے والے احباب بھی دستیاب ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھے یہ تاریخ ساز اور دستاویزی نمبر تیار ہو گیا۔

''رضا بک ریویو'' کا یہ نمبر ۱۲/ابواب پر مشتمل ہے۔ یہ کوشش کی گئی ہے کہ ان مختلف ابواب کے ذریعے حجۃ الاسلام کی زندگی کا متنوع جہتوں سے احاطہ کر لیا جائے۔ ابواب کے آغاز سے قبل اس خاکسار کی ایک منقبت بھی ہے جو ۲۷/اشعار پر مشتمل ہے اور آخر کے شعر سے تاریخ طبع بھی نکل آتی ہے۔ یہ منقبت بھی حضور حجۃ الاسلام قدس سرہ کی منقبت ''ذریعہ التجا'' کے مطالعہ پاکیزہ نتیجہ ہے، طبیعت چاہی کہ حجۃ الاسلام نے خاتم الاکابر حضور سیدنا آل رسول احمدی مارہروی کی بارگاہ میں یہ نذر پیش کی ہے میں حجۃ الاسلام کی بارگاہ میں اپنی عقیدت کا خراج پیش کروں، پھر وضو کر کے اس کام کا آغاز کیا اور الحمد للہ ''آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں'' کی طرح مجھ پر ورد کی برسات ہونے لگی اور ایک کے بعد کرتے کرتے ۲۷/اشعار ہو گئے جن میں عربی فارسی اردو تینوں زبان کے اشعار اور مصرعے شامل ہیں۔ مجھے یقین ہے حضور حجۃ الاسلام کی بارگاہ میں میرے یہ جذبات قبول فرمائیں گے۔

باب اول: خانوادۂ امام احمد رضا کے عنوان سے ہے۔ جس کا آغاز حجۃ الاسلام کے پہلے سوانح نگار علامہ ابراھیم خوشتر صدیقی کی مرتبہ تقویم سے ہے۔ جس میں بعض ضروری اضافے ادارے کی طرف سے کر دیئے گئے ہیں اور صرف ایک قدیم مضمون صاحب سجادہ خانقاہ رضویہ علامہ سبحان رضا خان سبحانی میاں کا شامل کیا گیا ہے۔ صاحب البیت ادریٰ بما فیہ کے مطابق اس باب کے لیے یہی دستیاب مضمون زیادہ مناسب معلوم ہوا۔ امید ہے قارئین اس سے مستفیض ہوں گے۔

باب دوم: حیات وخدمات ہے جس میں سترہ (۱۷) مضامین ومقالے شامل ہیں۔ مشمولات کی اہمیت اس لئے وقیع ہے کہ اکثر مضمون نگار حجۃ الاسلام کے خلفاء تلامذہ اور اکابر میں شامل ہوتے ہیں۔ ممکن ہے قارئین کو اس باب کے مضامین میں مکررات کا احساس ہو۔ مگر مکررات کی نسبت چونکہ اکابر علماء ومشائخ سے ہے اس لیے اس کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔

باب سوم: فضائل وکمالات ہیں۔ اس میں سولہ (۱۶) مضامین ومقالات شامل ہیں جس میں حجۃ الاسلام کی تبحر علمی، فضائل وخصائل، اوصاف وکمالات، مدبرانہ لائحہ عمل، صحافتی مصروفیات اور حجۃ الاسلام کے حوالے سے ارباب علم ودانش کے تاثرات کو سمیٹا گیا ہے۔ ایک پہلے مضمون کے علاوہ سارے مضامین نئے ہیں جن سے حجۃ الاسلام کے فضائل وکمالات چھن کر سامنے آجاتے ہیں۔

باب چہارم: کاعنوان فقہ وافتا ہے جس میں چار مضامین شامل ہیں تحقیق سے یہ بات سامنے آئی کہ حجۃ الاسلام کے فتاویٰ حالات کی ناسازگاری کے بنا پر محفوظ نہیں رہ پائے اور ایک بہت بڑا علمی خزانہ دست برد زمانہ کی نذر ہوگیا۔ فتاویٰ حامدیہ کے نام سے صرف ایک مجموعہ دستیاب ہے، جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ اور حجۃ الاسلام کی فتویٰ نویسی میں اسلوب، استدلال، تنقید، تحقیق اور زبان وبیان کے اعتبار سے حد درجہ یکسانیت ہے۔ اس میں شامل چاروں مضامین سے اس کی تصدیق ہوجاتی ہے۔

باب پنجم: معرفت وتصوف کے لیے مختص ہے۔ اس میں نو ۹ ر مضامین شامل ہیں۔ جن سے حجۃ الاسلام کی عارفانہ زندگی آئینہ ہوکر ہمارے سامنے آتی ہے۔ آج کل تصوف کی حقیقی روح مجروح ہوتی جارہی ہے۔ ''برعکس نہند نام زنگی کافور'' کے مطابق ایسے ایسے لوگ تصوف کے دعویدار ہیں جنہیں تصوف سے عملاً دور کا بھی علاقہ نہیں، مگر حجۃ الاسلام کی زندگی کا مطالعہ تصوف قولی وعملی دونوں اعتبار سے شجر سایہ دار معلوم ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کو دیکھنے سننے حتیٰ کہ ان کے جنازے کو بھی دیکھنے سے گمراہوں کو ہدایت، بددینوں کو دین اور کافروں کو اسلام نصیب ہوتا ہے۔ خدائے پاک ان سے وابستگان کو بھی ان کے میکدۂ عرفان کا جام عطا فرمائے۔

باب ششم: تصنیفات وتالیفات کے حوالے سے ہے۔ جس میں حجۃ الاسلام کے تصنیفات وتالیفات کا تعارف وتجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ حجۃ الاسلام کے تصنیفات کے حوالے سے متعدد آرا ملتی ہیں۔ مگر تحقیق سے اب تک جو تعداد سامنے آئی ہے وہ ۲۲ ر ہے۔ مگر اس باب

میں ان کی بعض کتابوں کے حوالے سے کہیں اجمالاً اور کہیں تفصیلاً تعارف وتجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ بعض کتابوں پہ مختلف قلمکاروں کے تجزیاتی وتشریحاتی مضامین شامل ہیں۔ اور سب کا اپنا الگ الگ رنگ اور اپنا الگ الگ اسلوب ہے۔ قارئین اس تنوع سے یقیناً مستفیض ہوں گے۔

باب ہفتم: کو زبان وادب کا نام دیا گیا ہے۔ جس میں گیارہ ۱۱؍ مضامین شامل ہیں۔ یہ کوشش کی گئی ہے کہ عربی فارسی اردو نظم ونثر ان کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے ممکن حد تک تمام پہلوؤں کا احاطہ ہو جائے۔ مگر سچی بات یہ ہے کہ ہم اس میں کامیاب نہیں ہیں۔ مگر جو بھی ہے وہ پیاس مارنے کے لائق ضرور ہے۔ قارئین تشنگی کے احساس کے باوجود ان سے محظوظ ہوں گے۔

باب ہشتم: مکتوبات حجۃ الاسلام ہے۔ جس میں تین مضامین شامل ہیں۔ جن کے مطالعے سے حجۃ الاسلام کے مکتوب کا اسلوب، علما وخواص اہل سنت سے روابط، دینی حمیت اور جذبۂ اعلان حق واضح طور پہ سامنے آتا ہے۔ مجھے اعتراف ہے کہ عنوان کے مطابق زیادہ کچھ میں یہاں جمع نہ کر سکا مگر یہ تین مضامین، عنوان کی وضاحت وتشریح کے لیے کم نہیں۔

باب نہم: حجۃ الاسلام کے اسفار کے متعلق ہے۔ جس میں چار مضامین کو جگہ ملی ہے۔ اس باب میں سفر حج، سفر راجستھان، بنارس، پٹنہ اور لاہور کے سفر کی روداد کہیں اجمالاً اور کہیں تفصیلاً بیان کی گئی ہے۔ یہ باب اپنی وسعت کے اعتبار سے یہاں کوتاہی داماں کا شکار ہے۔ اہل نظر اور اہل علم اس عنوان کو ضرور پھیلا سکتے ہیں۔ بلکہ انہیں اس طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ کہ ان کے سفر کی روداد میں فرد نہیں پوری جماعت کی تاریخ پوشیدہ ہے۔

باب دہم: حجۃ الاسلام اور منظر اسلام کے عنوان سے ہے۔ منظر اسلام سے حجۃ الاسلام کا جو ربط وتعلق اور ایثار پسندانہ نسبت ہے وہ تاریخ کا گمنام حصہ ہے۔ منظر اسلام کے جشن صد سالہ میں ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے نمبرات میں اس حوالے سے کئی مضامین شائع ہوئے۔ ہم یہاں انہیں منتشر مضامین کو مدیر رسالہ کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔ قارئین اس سے بخوبی اندازہ لگا لیں گے کہ منظر اسلام کے حوالے سے حجۃ الاسلام کی کیا قربانیاں رہی ہیں اور منظر اسلام کی زندہ وتابندگی میں ان کی خدمات کا کتنا گہرا رنگ شامل ہے۔

باب یازدہم: حجۃ الاسلام کی بارگاہ میں ہدیۂ مناقب کے لیے وقف ہے۔ جس میں گیارہ مناقب اور چھ ۶؍ قطعات شامل ہیں۔ جن کے مطالعے سے منقبت نگاروں کے جذبات، محبت اور وارفتگی عشق کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان منقبت نگاروں میں بعض ان کے تلامذہ ہیں، بعض

مریدین، بعض معتقدین۔ قارئین ان قدیم مناقب میں محسوس کریں گے کہ ان کے خلفا و تلامذ
نے حجۃ الاسلام کے علم و معرفت کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ کتنا پر کیف اور جذبات و روحانیت سے کتن
لب ریز ہے۔

باب دوازدہم: حجۃ الاسلام کے آثار و تبرکات سے مملو ہے۔ اس میں بیاض حامدی
کے عکوس، دعائے حزب البحر قلمی کا عکس، حجۃ الاسلام کے مکتوبات، ہفتہ روزہ رضائے مصطفےٰ
گجرانوالہ کے حجۃ الاسلام نمبر کا عکس اور حجۃ الاسلام کی تصنیفات کا سرورق شامل ہے۔ یہ عکوس
جیسا کہ پہلے عرض کیا اہل پاک علم دوست حضرات اور ان کے علاوہ مولانا فیضان الرحمٰن سبحانی
جامعہ واجدیہ دربھنگہ اور علامہ سید شاہ علقمہ شبلی خانقاہ ابوالعلائیہ منعمیہ کراپ شریف کی عنایت کردہ
ہیں، اللہ رب العزت ہمارے سارے کرم فرما اور دوست احباب ان کی خدمت کا بھرپور صلہ
عطا فرمائے۔

اس نمبر میں ہمارے جن اکابر علماء مشائخ کی تحریریں شامل ہیں، وہ سب اپنی جگہ
آفتاب و ماہتاب اور جماعت اہل سنت کے لعل و گہر ہیں۔ آج کی مصروف ترین زندگی میں ایک
ایسے عنوان پہ لکھنے کے لئے قلم اٹھانا جن پہ مواد عنقا ہو جماعتی درد اور اکابر سے محبت ہی کی علامت
ہے اور یہ علامت دراصل ہماری جماعتی زندگی کا سرورق ہے۔ ہم شکریہ کے دو بول سے ان کی
محبت عقیدت محنت کا صلہ تو نہیں دے سکتے، مگر بے پناہ اجر دینے والی بارگاہ میں دعا ضرور کر سکتے
ہیں کہ خدائے عزوجل ان کی خدمات جلیلہ قبول فرمائے اور اپنی بارگاہ سے انہیں بے پناہ حصے عطا
فرمائے۔ ہم نے اپنے سارے قلمکاروں کا تفصیلی ذکر اگلے صفحہ میں کر دیا ہے تا کہ ہمارے
قارئین ان کی مصروفیت اہمیت اور ضرورت سے آشنا ہو سکیں

علمی اعتبار سے اس نمبر کو وقیع بنانے میں ہمارے جن احباب اور عزیزوں نے جس
طرح کے جذبے اور محبت و محنت کا مظاہرہ کیا ہے خدائے پاک ان تمام پر اپنی رحمتیں نازل
فرمائے اور دونوں جہان میں ان کے لیے بھلائی اور سعادت مقرر فرما دے۔ بالخصوص القلم سے
اپنی جذباتی وابستگی رکھنے والے مولانا غلام سرور قادری، ڈاکٹر ممتاز احمد رضوی، مولانا عبدالمتین
ضیائی، ہمارے استاذ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری عزیز دوست مولانا قمر الزماں مصباحی کو جنہوں
نے کمپوزنگ پروف ریڈنگ اور حسن ترتیب میں ہمارا بھرپور تعاون کیا، قارئین اپنی جلوت
وخلوت کی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

یہ نمبر یقیناً میری زندگی کی ایک انمول پونجی ہے۔ مجھے یقین ہے یہ میرے لئے توشۂ آخرت ثابت ہوگا۔ قارئین اس کی قبولیت کے لیے دعا فرمائیں اور رضا بک ریویو کے لیے بھی بھی دعا فرمائیں کہ وہ یونہی تاریخ کے گمشدہ اوراق کو یکجا کر کے حیات تازہ کا سامان کرتا رہے۔ اور قارئین اس کی زیارت سے شادکام ہوتے رہیں۔

اس شمارہ کے قلم کار

علامہ ابراہیم خوشتر	موریشش
علامہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں	سجادہ نشیں خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ بریلی شریف
مفتی محمد اعجاز ولی خاں رضوی	پاکستان
مولانا محمد ابراہیم فریدی	پاکستان
مولانا سید ریاض الحسن نیر جودھپوری	جودھپور
پروفیسر مسعود احمد مظہری	پاکستان
مفتی عبدالواجد قادری (مفتی اعظم ہالینڈ)	امین شریعت ادارۂ شرعیہ پٹنہ (بہار)
مفتی محمود احمد رفاقتی	سجادہ نشیں خانقاہ رفاقتیہ، مظفر پور
حفیظ نیازی	پاکستان
علامہ حسن علی رضوی	پاکستان
علامہ صدیق ہزاروی	پاکستان
علامہ ابوداؤد محمد صادق رضوی	پاکستان
مولانا محمد مرید احمد چشتی	پاکستان
مولانا محمد حنیف خان رضوی	پرنسپل جامعہ نوریہ، بریلی شریف
ڈاکٹر مجید اللہ قادری رمولانا محمد صادق قصوری	پاکستان
ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری	مہتمم الجامعۃ الرضویہ پٹنہ
مفتی محمد سلیم رضوی بریلوی	ایڈیٹر ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف
مفتی ذوالفقار خاں نعیمی ککرالوی	ککرال
مولانا انوار احمد بغدادی	شیخ الادب دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، بستی
عفان رضا خان امجدی	ماؤنٹ ایس ایس سی اسکول سلطان گنج، پٹنہ
مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی	پاکستان
ڈاکٹر محمد امجد رضا امجد	القلم فاؤنڈیشن سلطان گنج، پٹنہ
مفتی محمد شمشاد حسین رضوی	صدر مدرس مدرسہ شمس العلوم، بدایوں شریف
مفتی عابد حسین قادری نوری	شیخ الحدیث مدرسہ فیض العلوم جمشید پور
ڈاکٹر سید شاہ مظفر الدین بلخی	سجادہ نشیں خانقاہ بلخیہ فتوحا، پٹنہ
مفتی محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی	ایڈیٹر ماہنامہ "سنی دنیا" بریلی شریف
مولانا غلام سرور قادری	القلم فاؤنڈیشن سلطان گنج، پٹنہ

نام	مقام
مفتی عبدالمالک مصباحی	ایڈیٹر ماہنامہ ''رضائے مدینہ'' جمشید پور
ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی	ممبئی
مولانا محمد اسلم رضا قادری اشفاقی	ناگور
مفتی محمد حسن رضا نوری	صدر مفتی مرکزی ادارۂ شرعیہ، پٹنہ
مفتی محمد راحت خان قادری	مہتمم دارالعلوم تاج الشریعہ بریلی شریف
مولانا محمد فیضان سرور مصباحی	مبارکپور
مولانا محمد اسلم آزاد	مبارکپور
مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی	بنارس
مولانا محمد افضال نقشبندی	پاکستان
مولانا ادریس رضوی	کلیان
مولانا کوثر امام قادری	مہاراج گنج
مولانا عبدالسلام رضوی	مدرس دارالعلوم منظر اسلام، بریلی شریف
مفتی محمد جمیل احمد رضوی	بانی: مدرسہ جامع رضا نو عظیم آباد، پٹنہ
ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی	بریلی شریف
مولانا صابر رضا محب القادری	القلم فاؤنڈیشن، سلطان، پٹنہ
مولانا عبدالباسط رضوی	کنگٹی، سیتامڑھی
مولانا محمد طفیل احمد مصباحی	نائب ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور
مولانا عیسیٰ رضوی	قنوج
مولانا محمد قمرالزماں مصباحی	بانی: ادارہ لوح وقلم، مظفر پور
مولانا توفیق احسن برکاتی	ممبئی
مولانا عبدالرزاق پیکر رضوی	مدرس الجامعۃ الرضویہ پٹنہ سیٹی
محمد حماد رضا قادری	مدرسہ جمیلیہ رضویہ، کلیر، ارول (بہار)
پروفیسر مختار الدین احمد آرزو	علی گڑھ
مولانا ملک الظفر رضوی	سربراہ اعلیٰ دارالعلوم خیریہ نظامیہ، سہسرام
شاہ فصیح الدین نظامی	حیدرآباد
ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی پورنوی	ممبئی
مولانا ڈاکٹر شفیق اجمل قادری	بنارس
انوار احمد عظیم آبادی	ایڈیٹر ماہنامہ زبان وادب، پٹنہ
مولانا ریاض حیدر حنفی	پیلی بھیت

مناقب نگار

مولانا حبیب احمد صاحب مدنی تلہری	تلہر، شاہجہان پور
مولانا منشی ہدایت یار خان	صدر جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی شریف
خواجہ معین الدین عارف	حیدر آباد، دکن
نواب حسنین احمد خاں عارف رضوی	ہری پور، ہزارہ
مولانا ظفر احمد قادری حامدی	پوکھریرا، سیتا مڑھی
سید محمد مرغوب اختر الحامدی	پاکستان
اختر الحامدی	پاکستان
علامہ سید اولاد رسول قدسی	امریکہ
سید ایوب علی صاحب رضوی	پاکستان
علامہ ابراہیم خوشتر صدیقی	خطیب، منٹگمری
مولانا احمد حسین قاسم الحیدری	پاکستان
مولانا محبوب گوہر	اسلام پور، سیتا مڑھی
مشتاق احمد سیوانی	غریب نواز کالونی، پٹنہ

□□□

باب اول

خانوادہ رضا

تقویم

حیات عالی قدر حجۃ الاسلام

۱۴۰۸ھ

■- مولانا ابراہیم خوشتر حامدی قادری

ولادت (بریلی شریف)	۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء
مرشد المرشد سید آل رسول مارہروی کا وصال	۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء
جد امجد (مولانا نقی علی خاں) کا وصال	۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء
تعلیم و تربیت کا آغاز	۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء
نانا صاحب شیخ محمد فضل حسین کا رامپور میں وصال	۱۳۲۰ھ/۱۸۸۵ء
مولانا حسنین رضا خان (چچازاد بھائی) کی ولادت	۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء
برادر اصغر مفتی اعظم ہند مولانا شاہ محمد مصطفیٰ رضا کی ولادت،	۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء
تکمیل وفراغت	۱۳۱۱ھ/۱۸۹۴ء
مسند افتاء کی ذمہ داری	۱۳۱۲ھ/۱۸۹۵ء
اجلاس ندوۃ العلماء بریلی میں شرکت	۱۳۱۳ھ/۱۸۹۶ء
امام احمد رضا کی تصنیفات پر تصدیقات کا آغاز	۱۳۱۵ھ/۱۸۹۸ء
الصارم الربانی رد قادیانی پر پہلی تصنیف	۱۳۱۵ھ/۱۸۹۸ء
جلسہ دربار حق وہدایت عظیم آباد پٹنہ سیٹی میں شرکت	۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء
امام احمد رضا کی نیابت میں پوکھریرا ضلع مظفر پور بہار کا پہلا سفر	۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء
حج وزیارت	۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء
رمی قبل زوال کے عدم جواز پر	
مولانا سید اسمٰعیل مکی محافظ کتب حرم سے مکہ میں گفتگو	۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء
مولانا سردار احمد کی آپ کی خدمت میں پہلی بار لاہور میں حاضری	۱۳۴۴ھ/۱۹۲۶ء

نجدیوں کی مذمت کے جلسے کی بریلی میں صدارت سنہ ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۶ء

فرنگی محل لکھنؤ میں نزول سنہ ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۶ء

شاہزادہ اکبر جیلانی میاں کی دستار فضیلت اور نیابت وخلافت کا اعلان سنہ ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۶ء

خانقاہ قادریہ رضویہ نوریہ بریلی شریف کی تاریخ بنیاد ''خانقاہ قادریہ مبارکہ'' (۱۳۴۵ھ) ۱۹۲۷ء

جیلانی میاں (شہزادۂ اکبر) کی شادی خانہ آبادی سنہ ۱۳۴۷ھ/۱۹۲۸ء

مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمن کو دھام نگر اڈیشہ میں

تمام سلاسل طریقت کی اجازت وخلافت سنہ ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۲ء

جئے پور اور میرٹھ کا سفر سنہ ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء

آخری فیصلہ کن مناظرہ لاہور کی صدارت سنہ ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء

ڈاکٹر اقبال سے لاہور میں ملاقات سنہ ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء

دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور میں تشریف آوری سنہ ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء

یوم مسجد شہید گنج کے جلسہ وجلوس والاہور میں شرکت سنہ ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء

لاہور میں مولانا سید دیدار علی شاہ الوری کے چہلم میں شرکت سنہ ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء

خانقاہ عالیہ قادریہ نوریہ رضویہ کی تعمیر کا آغاز سنہ ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء

نبیرۂ اکبر رحمانی کو ماذون مجاز فرمایا سنہ ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء

اودے پور مارواڑ کا سفر سنہ ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء

علالت کا آغاز سنہ ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء

مدن پورہ بنارس کا سفر سنہ ۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء

جودھپور کا سفر سنہ ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء

آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد میں محدث اعظم ہند کی تعزیتی قرارداد سنہ ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء

الدولۃ المکیہ کی تبییض وتمہید سنہ ۱۳۲۳ھ - ۱۳۲۴ھ/سنہ ۱۹۰۵ء - سنہ ۱۹۰۶ء

کفل الفقیہ الفاہم کی تمہید سنہ ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء

الاجازۃ المتینۃ کی تمہید سنہ ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء

شیخ عبدالقادر طرابلسی مدرس کو امام احمد رضا کی موجودگی میں لاجواب کردیا ۱۳۲۴ھ/سنہ ۱۹۰۶ء

شاہ ابوالحسین احمد نوری (پیرومرشد) کا وصال سنہ ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء

جیلانی میاں (صاحبزادہ اکبر) کی ولادت (رحلت سنہ ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء) ۱۳۲۵ھ/سنہ ۱۹۰۷ء

استاد زمن حضرت حسن بریلوی (عم محترم) کا وصال	سنہ ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء
دار العلوم منظر اسلام کا اہتمام وانصرام	سنہ ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء
سند مسند نشینی	سنہ ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء
مولانا حماد رضا خاں نعمانی میاں کی ولادت	سنہ ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء
مولانا حماد رضا خاں نعمانی میاں	رحلت ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء
حضرت محدث سورتی کے نماز جنازہ میں امامت	سنہ ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء
اجمیر مقدس کی حاضری	سنہ ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء
عید کلاں جبل پور میں خطاب عام	سنہ ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء
مفتی برہان الحق کے جلسہ دستار فضیلت میں شرکت	سنہ ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء
جلسہ 'جمیعۃ العلماء میں ابوالکلام آزاد سے توبہ کا مطالبہ	سنہ ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء
تحریک خلافت کے زمانے میں عیدگاہ بریلی میں نماز عید کی امامت	سنہ ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء
امام احمد رضا والد ماجد کا وصال اور نماز جنازہ کی امامت	سنہ ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء
خرقۂ خلافت اور جانشینی کی تقریب	سنہ ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء
جامعہ نعمانیہ لاہور میں ورود مسعود	سنہ ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۳ء
تحریک شدھی کی پوری پوری مزاحمت	سنہ ۱۳۴۲ھ/ ۱۹۲۳ء
صدارت مجلس استقبالیہ آل انڈیا سنی کانفرنس مرادآباد	سنہ ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۵ء
حزب الاحناف لاہور کے پہلے جلسہ میں شرکت	سنہ ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۶ء
وصال پر ملال (انا للہ وانا الیہ راجعون)	سنہ ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء

■■■

خانوادۂ امام احمد رضا

■ نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں
سجادہ نشین خانقاہ عالیہ رضویہ و مہتمم مرکز اہلسنت منظر اسلام بریلی شریف

نحمدہٗ ونصلی علی حبیبہ الکریم

امام احمد رضا اور ان کا خاندان علم و فضل، عشق و محبت، استقامت علی الدین اور تبلیغ دین نیز رداعدائے دین میں ایسا شہرۂ آفاق ہے جس کے اظہار کی قطعاً ضرورت نہیں۔ آج عرب و عجم میں امام احمد رضا اور ان کی بدولت اُن کا خاندان آفتاب و ماہتاب کی طرح چمک رہا ہے۔ آپ کے فرزندان ارجمند اور نبیرگان دلبند میں جس کسی کی زندگی پر نظر کیجئے۔ اس کی زندگی ہمہ وقت اشاعت دین میں مصروف اور خدمت اسلام کے لئے وقف نظر آتی ہے جس کے وجود کو دیکھئے حامیٔ سنت و قاطع کفر و بدعت کا آئینہ دار نظر آتا ہے۔

حجۃ الاسلام علامہ شاہ حامد رضا قدس سرہٗ:

امام احمد رضا کے بعد ان کے فرزند اکبر حضور حجۃ الاسلام حضرت علامہ شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ نے جو خدمت دین اور تردید اعدائے دین فرمائی وہ دُنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں۔ آپ کا علم و فضل و حسن سیرت و جمال صورت شہرۂ آفاق ہے۔ آپ صرف اُسی وجہ سے لائق تعظیم و شہرت یافتہ نہیں ہیں کہ آپ ایک مجدد دین و ملت و امام برحق کے نور نظر ہیں۔ آپ کا یہ شرف بے شک اپنی جگہ اہم شرف ہے لیکن آپ اپنی خداداد علمی صلاحیتوں، علمی قابلیتوں کی بدولت (حجۃ الاسلام) کے لقب سے ملقب اور منصب عظیم پر فائز ہیں۔

امام احمد رضا سیدنا اعلیٰ حضرت نے از خود آپ کی تربیت فرمائی۔ اور جملہ علوم وفنون سے فیضیاب فرمایا۔ علم ادب میں آپ کا پایہ بہت بلند تھا۔ وقت کے عظیم ترین علماء نے آپ کی علمی استعداد اور عملی قابلیت کا لوہا مانا ہے۔ اور فرمایا کہ ہم نے آپ کی طرح عربی ادب داں نہیں دیکھا۔ آپ بہت ہی فصیح وبلیغ عربی اشعار ومضامین تحریر فرماتے تھے۔ کتاب ''الدولة المكية بالمادة الغيبية'' کا بہترین ترجمہ آپ ہی نے فرمایا۔ عربی زبان پر آپ کو زبردست دسترس حاصل تھی۔ عربی ادب کے علاوہ، دیگر علوم وفنون تفسیر وحدیث، فقہ واصول فقہ، علم کلام وعلم منطق، فلسفہ وریاضی، معانی وعروض میں بھی آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپ کا درس بیضاوی، شرح عقائد اور شرح چغمنی بہت مشہور ہے۔ فتویٰ لکھنے میں بھی آپ کو منفرد مقام حاصل تھا۔ آپ نے مرکز اہل سنت منظر اسلام میں برس ہا برس درس دیا اور ہر علم وفن کی کتاب کو پڑھایا۔ آپ کی تقریر بھی نہایت دل پذیر اور عشق ومحبت سے لبریز ہوتی تھی۔ اہل عقیدت ومحبت کی دعوت پر جب سیدنا اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت قدس سرہ جبلپور تشریف لے گئے تو حضرت حجة الاسلام بھی آپ کے ساتھ تھے۔ اہل جبلپور نے اس موقع پر ایک عظیم الشان جلسہ کا اہتمام کیا۔ جس جلسہ میں پہلی اور نہایت مدلل تقریر حضرت حجة الاسلام کی ہوئی۔ جس کا سامعین پر بہت اثر ہوا۔ تقریر کے دوران سیدنا اعلیٰ حضرت بھی جلسہ گاہ میں تشریف لے گئے اور آپ کی تقریر سن کر بہت مسرور ہوئے اور داد وتحسین عطا فرمائے۔ آپ نے فرقہائے باطلہ سے مناظرے بھی فرمائے اور بفضلہ تعالیٰ ہر باطل فرقے پر ہمیشہ فتح پائی۔ مولوی اشرف علی تھانوی کو تازیست آپ کے سامنے آنے کی ہمت نہ ہوسکی۔ حزب الاحناف (لاہور) کی جانب سے دعوت پر آپ کا (لاہور) تشریف لے جانا اور اشرف علی کا دعوت دینے کے باوجود وہاں نہ پہنچنا اُس بات کی کھلی دلیل ہے کہ اشرف علی اور ان کے حاشیہ نشین علماء سوء کو حجة الاسلام کے سامنے آنے کی ہمت نہیں تھی۔ آپ حسن صورت کے اعتبار سے بھی نہایت حسین تھے۔ ہزاروں کے مجمع میں الگ چمکتے تھے۔ غیر مسلم آپ کو حیرت سے تکتے تھے۔ بہت سے غیر مسلموں کا آپ کی حسین شکل دیکھ کر۔ ایمان لانا مشہور ہے، آپ کا فیض عام۔ عام سے عام تر تھا۔ آپ کی بارگاہ میں سیکڑوں بلکہ ہزاروں مرادیں لے کر حاضر ہوتے اور خدا کے فضل وکرم سے اُن کی مرادیں پوری ہوتیں۔ آپ کے تعویذات ونقوش نہایت کامیاب وزوداثر ہوتے۔ آپ طلب کرنے پر ہر جائز وحلال کام کے لیے نقش عطا فرماتے اور جس کو نقش عطا فرماتے، بفضلہ تعالیٰ اس کا کام ہو ہی جاتا تھا۔ بہت سے گھر آپ کے صدقے سے آباد ہوگئے اور بہت سوں نے آپ کے نقوش وتعویذات کی بدولت اور اُن کی برکت سے

بکرمہ تعالیٰ اولاد نرینہ پائی۔

حضور حجۃ الاسلام نہایت متواضع، منکسر المزاج اور وسیع اخلاق کے مالک تھے۔ سب کے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آتے۔ دینی طالب علموں، فقیروں اور حاجت مندوں پر بہت شفقت فرماتے۔ علمائے اہل سنت کا بہت احترام فرماتے تھے۔ دین کی خدمت کا کوئی کام دیکھ کر اور اہل سنت کی کوئی انجمن دیکھ کر یا اس کے قیام کی خبر سن کر بہت خوش ہوتے تھے۔ شب برات آتی تو ظہر سے لے کر شام تک سب سے معافی مانگتے حتی کہ چھوٹوں سے بھی فرماتے کہ اگر میری طرف سے کوئی بات ہوگئی ہو، تو مجھے معاف کردو۔ آپ کے اخلاق سے بڑے بڑے علماء بھی متاثر ہوتے تھے اور آپ سے بڑی محبت فرماتے۔ حضرت حجۃ الاسلام بڑے صابر اور مستقیم المزاج تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں کوئی قدم ایسا نہیں اُٹھایا جو سنت کے خلاف ہو۔ علالت کے زمانے کے دو واقعہ بہت مشہور ہیں۔ ایک مرتبہ آپ کے ہاتھ میں کسی زہریلے کیڑے نے کاٹ لیا زخم خطرناک ہوگیا، ڈاکٹروںؑ نے کہا کہ آپریشن بے ہوش کرنے کے بعد کیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ میں کوئی ایسی چیز نہیں سونگھوں گا کہ جس سے بیہوشی طاری ہو۔ اسی طرح آپریشن کرنا ہو تو کرو۔ ڈاکٹروں نے بغیر بے ہوش کئے آپریشن کرنے کو منع کردیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ کرنا ہو تو کرو اور نہ کرنا ہو تو نہ کرو۔ مگر میں بیہوشی کی کوئی چیز نہیں سونگھونگا۔ بہر حال آپریشن ہوا۔ ہڈی کاٹی گئی اور آپ بالکل خاموش بیٹھے رہے۔ ڈاکٹر بھی آپ کا معتقد ہوگیا اور کہنے لگا کہ کتنا باہمت شیخ ہے۔ صحت یابی کے بعد۔ جب حضرت صدرالشریعہ ملاقات کے لیے تشریف لائے، تو قاری محبوب رضا خاں بھی ہمراہ تھے۔ سلام و مصافحہ ہوا۔ حضرت حجۃ الاسلام نے تمام حال سنایا اور فرمایا کہ میں نے سوچا کہ کچھ بھی ہوجائے سیدنا اعلیٰ حضرت کے نام کو بٹہ نہیں لگنے دونگا۔ میں نے ہمت کی اور اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی۔ آپ کا دوسرا واقعہ اس طرح ہے کہ آپ کو شوگر کی بیماری میں آپ کی پُشت میں سرطان ہوگیا اور تقریبا ۸۔۹، انچ لمبا زخم ہوگیا۔ آپریشن کی بات آئی تو ڈاکٹر نے بے ہوش کرنے کے لیے کہا۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں بے ہوش نہ کیا جائے کیونکہ یہ بات تو شراب میں ہوتی ہے یا اور کسی نشیلی چیز میں ہوتی ہے۔ آخر کار ڈاکٹر مان گیا اور بغیر بے ہوش کئے گھنٹوں آپریشن کیا۔ حضرت حجۃ الاسلام، وقفہ وقفہ سے اللہ اللہ کہتے رہے علاوہ اس کے ایک حرف بھی زبان پر نہ لائے۔ ہسپتال میں داخل ہونے سے قبل شرائط رکھیں کہ میرے کمرے میں کوئی نرس نہیں آئے گی اور دوا مجھے دی جائے پہلے میرا ڈاکٹر اُسے چیک کرے گا کہ اس میں شراب تو نہیں ہے۔ آپ کے لیے ڈاکٹر ایسی دوائیں تلاش کرتے تھے کہ جن میں شراب نہ ہو۔ حضرت حجۃ الاسلام کا یہی وہ تقویٰ وصبر و تحمل تھا کہ جس کی وجہ سے آپ اپنے معاصرین میں ممتاز

سمجھے جاتے تھے۔ ۱۳۶۲ھ میں بعمر ستر برس بتاریخ ۱۷ جمادی الاولیٰ آپ کا وصال شریف ہوا اور اس انداز سے کہ۔

حضور روضہ ہوا جو حاضر تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامدؔ

خمیدہ سر، بند آنکھیں، لب پر مرے درود و سلام ہوگا

ایک بہت بڑے میدان میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ نماز حضرت مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث پاکستان نے پڑھائی۔ اور سیدنا امام احمد رضا یعنی اپنے والد ماجد قدس سرہٗ کے قریب ہی آپ کو دفن کیا گیا۔ بعد وصال بھی تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا۔ اور ہسپتال کی ایک نرس اسی وقت آپ کا جنازہ دیکھ کر مشرف بہ اسلام ہوگئی۔ اور کئی مذبذب قسم کے لوگوں نے وہ نورانی سما اور آپ کی مقبولیت دیکھ کر توبہ کر لی اور صحیح العقیدہ سنی بن گئے علیہ الرحمۃ والرضوان۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ:

حضور حجۃ الاسلام کے بعد سیدنا امام احمد رضا کے دوسرے نامور فرزند دلبند، سرکار مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ مصطفیٰ رضا خاں قدس سرہٗ کی ذات ستودہ صفات بھی محتاج تعارف نہیں آپ ایک طرف آفتاب شریعت تھے تو دوسری طرف ماہتاب طریقت تھے۔ اس آفتاب شریعت و ماہتاب طریقت کی ضیا باریاں صرف بریلی تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ پوری دنیائے اسلام آپ کے علم شریعت اور فیضان طریقت کے نور سے مستفیض ہوئی۔ آفتاب نبوت و رسالت سیدنا محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور سے بھیک مانگنے والے سیدی امام احمد رضا کو اُس سخی داتا کے فیض بار دربار سے ایسی نور کی خیرات ملی کہ وہ خود بھی چمکے اور اُن کی اولاد بھی چمکی۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے

میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

ماہ مدینہ سے چمک دمک کی بھیک مانگنے والے اپنے آپ چمک کر دوسروں کو چمکانے لگے اور ایسا چمکا یا کہ جوان کی چمک دمک میں گم ہوگیا۔ وہ بھی چمک کر آفتاب شریعت و ماہتاب طریقت بن گیا مہر مارہرہ کی نظر مہر۔ سیدی مفتی اعظم کے والد بزرگوار سیدنا امام احمد رضا ہمیشہ کی طرح جب ایک بار اپنے آقا شیخ کامل سیدنا شاہ آل رسول رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مارہرہ مطہرہ حاضر ہوئے۔ ظہر کی نماز سے فراغت کے بعد مسجد شریف کے زینے سے اُترتے ہوئے حضور سیدی

صاحب سجادہ حضرت ابوالحسین نوری میاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے فرمایا مولانا صاحب آپ اپنے گھر بریلی تشریف لے جایئے آپ کے دولت کدہ میں ایک فرزند ارجمند کی ولادت باسعادت ہوئی ہے۔ یہ فرزند اپنے دور کا ولی کامل اور عالم باعمل ہوگا اور اپنے معاصرین میں ممتاز حیثیت کا مالک ہوگا۔ اس کے فیضان علم وفضل سے دنیا سیراب ہوگی۔

جب میں بریلی آؤں گا تو اُس بچہ کو ضرور دیکھونگا سیدی صاحب سجادہ مارہرہ مطہرہ نے اُسی وقت حضرت مفتی اعظم کا اسم شریف (آل رحمٰن ابوالبرکات محی الدین جیلانی) تجویز فرمایا۔ اور چھ مہینے کے بعد آپ جب بریلی تشریف لائے تو حضور مفتی اعظم کو اپنی آغوش نوری میں لے کر۔ نوری دعاؤں سے نوازا۔ اور چھ ماہ کی عمر میں اپنا مرید فرما کر اپنی خلافت نوری سے فیضیاب فرمایا۔ یہ اسی نوری درگاہ کا نوری فیض تھا اور رکھتے ہوئے نوری نام پاک کی برکت اور سیدی امام احمد رضا کی تربیت کا فیضان تھا کہ مفتی اعظم دنیا بھر میں چمکے اور تازیست دُنیائے سنیت کو چمکاتے رہے آپ پر آپ کے رب کریم کا خاص فضل اور حضور رؤف رحیم کا خاص احسان اور سرکار غوث الوریٰ نیز امام احمد رضا کی خاص عنایتیں تھیں کہ آپ سے تازیست کوئی خلاف شرع فعل صادر نہ ہوا۔ آپ عشق ومحبت رسول میں ایسے سرشار رہتے کہ اپنے آقا کی سیرت کے خلاف ایک بات بھی دیکھنا گوارہ نہ فرماتے تھے۔

سلسلۂ تعلیم حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ جب شعور وآگہی کی حدود میں داخل ہوئے تو سنت اسلاف کرام کے تحت آپ کو مرکز اہل سنت منظر اسلام میں داخل کر دیا گیا۔ آپ نے اپنے مشفق بھائی سیدی حجۃ الاسلام اور حضرت مولانا رحم الٰہی وغیرہم کے علوم وفنون کی تکمیل فرمائی۔ علوم دینیہ کی تکمیل وفراغت کے بعد آپ دارالعلوم منظر اسلام ہی میں مسند تدریس پر فائز ہوئے۔ آپ کے قابل ترین تلامذہ کی خاصی تعداد ہے، جو دُنیا بھر میں خدمات دین میں مصروف منہمک ہے۔

دور طالب علمی سے ہی آپ کو فقہ سے طبعی دلچسپی تھی۔ آپ اپنے مطالعہ اور سیدنا امام احمد رضا قدس سرہٗ کی بافیض محبت میں حاضر ہو کر اوائل عمر ہی میں فقہ پر کافی عبور حاصل کر چکے تھے۔

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہ فی الدین۔ اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ دارالعلوم منظر اسلام کے دارالافتاء میں حضور مفتی اعظم تشریف لے گئے۔ دارالافتاء میں حضرت ملک العلماء مولانا شاہ ظفر الدین

صاحب بہاری علیہ الرحمہ فتویٰ لکھ رہے تھے۔ حضرت ملک العلماء نے فتویٰ لکھتے لکھتے اچانک الماری سے فتاویٰ رضویہ نکالا اور اس میں کچھ تلاش فرمانے لگے۔ حضرت مفتی اعظم نے فرمایا کہ کیا آپ فتاویٰ رضویہ دیکھ کر فتاویٰ لکھتے ہیں۔ حضرت ملک العلماء نے فرمایا کہ آپ بغیر دیکھے لکھ دیجئے۔ حضرت مفتی اعظم نے اسی وقت قلم برداشتہ سوال کا جواب لکھ دیا۔ آپ کا جواب برائے اصلاح امام احمد رضا قدس سرہٗ کی بارگاہ میں پہنچا۔ جواب حرف بہ حرف صحیح تھا۔ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے صح الجواب بعون الملک الوہاب لکھ کر تصدیق فرمائی اور حضور مفتی اعظم کو۔ ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل رحمٰن۔ عرف مصطفیٰ رضا خان کی مہر بنوا کر عطا فرمائی۔ آپ کی فتویٰ نویسی کی ابتدا اسی وقت سے ہوگئی اور آخر عمر شریف تک آپ فتویٰ نویسی و اصلاح فتاویٰ میں مصروف رہے۔ آپ کی فقاہیت بے مثال تھی۔ آپ کے معاصرین علماء عظام فقہ میں آپ ہی کی جانب رجوع فرماتے تھے کسی مسئلے کے اندر اختلاف کی صورت میں آپ کا حکم۔ حکم آخر کی حیثیت رکھتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کے ایک فتویٰ کی تصدیق فرماتے ہوئے۔ حضور محدث اعظم کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے یہ جملہ تحریر فرمایا۔

ھذا حکم العالم المطاع وما علینا الا الاتباع یہ حکم ایک ایسے عالم کا ہے کہ جس کی اطاعت کی جائے۔ اور ہم پر بجز اتباع کے دوسری کوئی گنجائش نہیں۔ آپ کی فقہی بصیرت کو دیکھتے ہوئے دنیائے اسلام نے اور دنیائے اسلام کے عظیم و جید علماء نے مفتی اعظم کی حیثیت سے تسلیم کیا۔ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے یہ وہ شہزادے ہیں کہ جنہوں نے دارالعلوم منظر اسلام میں دوران تعلیم ہی پہلا فتویٰ تحریر فرمایا اور امام احمد رضا کی حیات ظاہری ہی میں منصب افتاء پر فائز ہوئے اور اپنے والد بزرگوار مجدد وقت امام احمد رضا سے داد تحسین لی۔ اس کے بعد آپ کی فقہی بصیرت و مہارت اُجاگر ہوتی چلی گئی اور آپ نے ایسے ایسے سوالات کے جوابات عنایت فرمائے کہ جن سوالوں کے سے علمائے اسلام دریائے فکر و تردد میں مستغرق تھے۔

این سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(مزاج مبارک) حضور مفتی اعظم، سادگی کے مرجع تھے۔ آپ ہر بات بے بناوٹ ہر ادا سادگی سے پر تھی۔ آپ کا لباس، آپ کا کھانا پینا، آپ کی نشست و برخاست، انداز تکلم، مہمان نوازی، محافل دینی میں شرکت، غرض کہ آپ کا ہر عمل۔ سادگی کے ساتھ سنت نبوی کا آئینہ دار

تھا۔آپ کے در دولت پر اہل حاجات کی ہر وقت بھر مار رہتی۔اور آپ ہر حاجت مند کی حاجت رفع فرما کر اس کو مسرور فرماتے۔آپ کے تعویذات اس درجہ موثر ہوتے کہ آپ نے جس کسی کو جس جائز کام کے لیے نقش عنایت فرمادیا اس کو اُس کام کے لیے دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی ضرورت نہ رہی۔حضور مفتی اعظم اس گھر میں داخل نہ ہوئے تھے کہ جس میں تصویر آویزاں ہوتی تھی۔اور ہر مسلمان کو شریعت کے مطابق عمل کرنے کی تاکید فرماتے کسی کو بے عمل دیکھتے تو آپ کو بہت تکلیف ہوتی اور آپ اس کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی بھر پور کوشش فرماتے۔اُسی وقت توبہ کراتے اور آئندہ اسلام وسنت پر کاربند رہنے کا عہد لیتے۔آپ نے ہزارہا بندگان خدا کی تاریک زندگی کو نوری زندگی بنادیا۔آپ کو کسی مسلمان کا کوئی عمل یا کسی مسلمان کی کوئی بات شریعت مصطفیٰ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے خلاف معلوم ہوتی تو فوراً بے جھجک ٹوک دیتے اور قانون شریعت بتا کر اس پر عمل پیرا ہونے کا حتمی وعدہ لیتے۔حکم شریعت بتانے میں شخصیت پرستی آڑے نہ آتی اور آپ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قانون بتانے میں کسی سے مرعوب نہیں ہوتے۔البتہ جو ہستیاں نسبتاً لائق تعظیم ہوتیں اُن کی حیثیت کا لحاظ فرماتے ہوئے مسئلہ بیان فرماتے۔قوانین شریعت کے نفاذ میں کبھی کسی ظالم وجابر کے جبر وظلم کی پردہ نہیں کی۔وجہ یہ تھی کہ آپ پر آپ کے رب کریم کا فضل خاص تھا۔آپ پر اللہ رب العزت کی مخصوص نوازشات کا یہ عالم تھا کہ آپ کے والد بزرگوار سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ہیں۔آپ کے شیخ شیخ المشائخ از سرتاپا نوری آپ کے برادر لائق وفائق حضرت حجۃ الاسلام، سبحان اللہ آپ کے پیر نوری۔جنہوں نے اپنی نوری نوازشات سے آپ کو بھی نوری بنادیا۔بہر حال ہمارے مفتی اعظم اللہ رب العزت کی قدرت کاملہ کا شاندار نمونہ اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے شمار معجزات میں سے ایک عظیم معجزہ اور سرکار غوث الوریٰ امام التقیٰ والنقیٰ وحضور امام احمد رضا کی عظیم کرامتوں میں سے ایک عظیم کرامت تھے۔

وصال پر ملال ۱۴ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ کا وہ دن دنیائے اسلام کے لیے ہمیشہ بطور یادگار قائم رہے گا۔کہ جس کی شب میں اُس شیخ المشائخ نور الانوار (نوری) کے نوری نے اور امام احمد رضا کے نور نظر فرزند ارجمند نے وصال حق فرمایا۔قبل وصال آپ کے خاندانی افراد مثلاً اس فقیر قادری کے والد محترم حضرت مفکر اعظم ریحان ملت قدس سرہٗ ودیگر حضرات حاضر بارگاہ تھے۔لب ہائے مبارک کو برابر جنبش تھی۔کان لگا کر سنا گیا تو الحمد للہ اور کلمۂ طیبہ کا ورد جاری تھا دیکھتے ہی دیکھتے اُس

پیکرِ نوری نے اپنی جان عزیز اپنے خالق حقیقی کے سپُرد کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

وصال کی خبر آناً فاناً تمام شہر اور اطراف و جوانب میں پھیل گئی۔ اُسی وقت سے زیارت کرنے والوں کے غول کے غول آنا شروع ہو گئے۔ جب حاضرین و زائرین کی کثرت ہوئی تو بلیاں باندھی گئیں اور بلیوں کے سہارے مجمع کو کنٹرول کیا گیا۔ اور حاضرین کو زیارت کا موقع ملا۔ غسل کے وقت تک مجمع ہزاروں سے لاکھوں میں تبدیل ہو گیا۔ شہر کی کوئی گلی، کوئی راستہ ایسا نہ تھا کہ جس میں حاضرین کی آمد و رفت نہ ہو۔ حکام وقت نے بھی مجمع کو کنٹرول کرنے میں اپنا تعاون دیا۔ آپ کے غسل کے وقت اس فقیر قادری کے والد محترم۔ نیز خاندانی بزرگ وافراد اور کئی جلیل القدر سامعین سادات کرام ومحدثین ومشائخ وعلماء واساتذہ موجود تھے۔ آپ کے چہرۂ پُرانوار سے نور کی کرنیں لگاتار نکل رہی تھیں۔ مقتدر سادات کرام وعلماء اعلام نے سنت کے مطابق غسل وکفن دے کر۔ آپ کے جنازۂ مبارکہ کو چارپائی کی زینت کیا۔ بعدہٗ جو کثیر تعداد زیارت سے رہ گئی تھی، اُن حاضرین کو زیارت کا موقع دیا گیا۔ لیکن اس کے باوجود نماز جنازہ و وقت دفن تک حاضرین وناظرین کا ایک تانتا بندھا رہا۔

اللہ ربُّ العزت نے اپنے اس بندۂ خاص اور اپنے محبوب کے عاشق صادق نیز اپنے اولیاء کے فداکار اور پکے مبلغ دین وبے لوث ناشر اسلام وسنیت کو وہ مقبولیت وشہرت عطا فرمائی کہ جو آج تک باقی اور ان شاء اللہ باقی رہے گی۔ تقریباً دس بجے دن آپ کا جنازۂ مبارکہ لاکھوں عشاق کی اشک بار و مغموم آنکھوں سے خراج محبت وصول کرتے ہوئے کلمہ طیبہ اور درود وسلام کے ایمانی ونوارنی ماحول میں آپ کے دولت کدہ سے باہر لایا گیا۔ ہر دل غمگین، ہر آنکھ اشک بار، ہر وجود پژمردہ، ہر عاشق اپنے روحانی تاجدار و پیشوا کو کاندھا دینے کی حسرت وسعادت حاصل کرنے کے لیے بے چین تھا۔ جنازہ مبارکہ کی چارپائی میں کافی لمبے لمبے بانس باندھ دیئے گئے تھے۔ حضور والد گرامی ریحان ملت نے کاندھا دینے والوں کی سعادت کافی حد تک انتظام فرما دیا تھا۔ تاکہ کاندھا دینے کی حسرت وسعادت سے کوئی محروم نہ رہ سکے۔ لیکن عقیدت مندوں محبت کیشوں پر جذبات کا عجیب عالم تھا۔ مگر الحمد للہ ہر ایک کے جوش پر ہوش غالب تھا۔ ہر موڑ پر شریعت مطہرہ کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا۔ عاشقوں کے جم غفیر کے سبب جنازہ مبارکہ آگے نہیں بڑھ رہا تھا۔ حضور والد محترم کی حکمت علمی نیز دوسرے ارباب عقل وشعور کی معاتدبیر نے ایک موٹر کا

رکا انتظام کیا۔ اور آپ کا جنازہ مبارکہ اس پر رکھ دیا گیا۔ اس کے باوجود بھی عشاق بانسوں کو سہارا دے کر چلتے گئے اور اُس موٹر کار کے ذریعہ لاکھوں کے ہجوم میں جنازہ مبارکہ اسلامیہ انٹر کالج گراؤنڈ پہنچا۔ اسلامیہ کالج کا گراؤنڈ عشاق سے ایسا بھر گیا کہ ہر چہار جانب سر ہی سر نظر آتے تھے۔ بہت سے طاقتور اور باہمت لوگوں کی مدد سے صفوں کی ترتیب ہوئی۔ اور حضور مفتی اعظم کی خواہش کے مطابق نماز جنازہ پڑھائی گئی۔ بعدہٗ اُسی انداز سے جنازہ مبارکہ خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ واقع محلہ سوداگران لایا گیا۔ اور لاکھوں سوگواروں کی بھیڑ میں سادات کرام و رضوی خاندان کے بزرگ حضرات نیز اساتذۂ دارُ العلوم منظر اسلام نے اپنے اس روحانی پیشوا تاجدار اہلسنت کو قبر انور میں اُتارا اور مالک حقیقی کے سپرد کردیا۔ معطر پتھروں کو لگا کر مٹی دی گئی۔

قبر انور کو سنت کے مطابق کر کے سورۂ بقرہ شریف کا اول و آخر حصہ پڑھا۔ حضرت والد گرامی مقتدائے اعظم ریحان ملت قدس سرہٗ کے حکم سے دارُ الافتاء کے مفتی مولانا محمد فاروق صاحب نوری رضوی نے اذان دی۔ فاتحہ خوانی وصلوٰۃ وسلام و ایصال ثواب کے بعد لاکھوں غمزدوں و غمگین اپنی سوگوار آنکھیں اور اندوہگیں قلوب لئے رخصت ہوئے۔ مولیٰ تعالیٰ حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کے فیوض و برکات سے ہر سنی مسلمان کو ہمیشہ فیض یاب فرمائے۔ آمین!

حضور مفسر اعظم ہند قدس سرہٗ:

امام احمد رضا ہی کے گلستاں کا ایک پھول اور آپ ہی کے خانوادے کے ایک فرد کامل حضور مفسر اعظم حضرت علامہ شاہ الحاج محمد ابراہیم رضا خاں ہیں۔ حضور مفسر اعظم کی فضیلت میں کیا کم ہے کہ آپ امام احمد رضا کے دولت کدہ میں آپ کے نبیرہ کی یہ پہلی ولادت باسعادت تھی۔ بایں وجہ خانوادے کے ہر فرد کو بے انتہا مسرت تھی۔ آپ کی ولادت کے بعد سنت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مطابق داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر پڑھی گئی سیدنا احمد رضا قدس سرہٗ نے تھوڑا سا چھوہارا چبا کر دولت خانے میں بھیجا جو آپ کے منہ میں رکھ دیا گیا۔ آپ کی ولادت کی خبر سن کر سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے چھوٹے بھائی استاذ زمن حضرت علامہ شاہ الحاج حسن رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ نے فی البدیہہ مصرعہ ارشاد فرمایا۔

علم و عمر اقبال و طالع دے خدا

۱۴۰×۳۱۶۔ ۱۳۴۔ ۱۱۶۔ ۶۱۹۔ سنہ ۱۳۲۵ھ

خدا کی شان کہ یہی مصرعہ تاریخ ولادت ہوگیا۔ سیدنا مجدد اعظم امام احمد رضا نے خود آپ کے عقیقہ کا انتظام فرمایا۔ جس میں جملہ عزیز واقارب اور منظر اسلام کے تمام اساتذہ اور طلباء کی پُروقار دعوت فرمائی۔

حضور مفسر اعظم قدس سرہٗ کا نام (محمد) رکھا گیا۔ مشہور ہے کہ یہ مبارک نام خود سیدنا امام احمد رضا ہی نے رکھا تھا۔ پھر آپ کے والد محترم سیدنا حجۃ الاسلام نے دین حنیف کی طرف نسبت کرتے ہوئے اُس نام کے آگے ابراہیم رضا تجویز فرمایا اور آپ کے جد محترم نے پکارنے کا نام جیلانی میاں رکھا۔

حضور مفسر اعظم علیہ الرحمۃ کی شیر خوارگی کا زمانہ تھا اور آپ ایک دن سیدنا امام احمد رضا کی مبارک گود میں تھے۔ جد محترم بھی اپنے مبارک نبیرہ سے بے حد محبت وشفقت فرما رہے تھے۔ مجدد وقت قطب زماں امام احمد رضا کی زبان ولایت نے انگڑائی لی اور زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا۔

حامد منی انا من حامد

حمد سے حمد کماتے یہ ہیں

کون جانتا تھا کہ امام احمد رضا کے دو عظیم المرتبت صاحبزادوں میں سے صرف بڑے صاحبزادے ہی سے اولاد ذکور حیات رہے گی اور اسی اولاد ذکور سے یہ گلستان رضا سر سبز وشاداب رہے گا۔ امام احمد رضا کا فرمایا ہوا آج حرف بحرف صادق آرہا ہے اور دُنیا دیکھ رہی ہے کہ انا من حامد کی سچی تفسیر حضور مفسر اعظم سیدی جد الکریم محمد ابراہیم رضا خاں قدس سرہٗ کی ذات گرامی ثابت ہوئی جن کے نامور صاحبزادوں سے خاندان امام احمد رضا پُر بہار ہے۔

بزرگان سلف کے دستور اور خاندانی اصول کے مطابق جب حضور مفسر اعظم کی عمر شریف چار سال چار ماہ چار دن کی ہوئی تو امام احمد رضا نے خاندان اور شہر کے اہل علم معززین کی موجودگی میں آپ کی بسم اللہ خوانی کرائی اور حاضرین کو مٹھائی سے نوازا۔ آپ کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ سیدنا امام احمد رضا نے آپ کو اسی وقت یہ بھی فرمایا کہ میرا یہ پوتا میری زبان ہوگا۔ بسم اللہ خوانی کے بعد باقاعدہ گھر ہی میں آپ کی تعلیم کا آغاز ہوگیا اور آپ نے اپنی والدہ محترمہ نیز جدہٗ معظمہ سے گھر ہی میں قرآن عظیم اور چند اردو کی کتابیں پڑھ لیں۔ ساتھ ساتھ لکھائی کی مشق بھی جاری رہی جس سے آپ بچپن میں ہی نہایت خوش خط ہوگئے تھے۔

تقریباً ۶۔ ۷ سال کی عمر میں آپ کو دارالعلوم منظر اسلام کے لائق وفائق اساتذہ منظر اسلام کے علاوہ آپ کے والد محترم حضور حجۃ الاسلام نے بھی آپ کو حدیث وفقہ کی کتب

پڑھائیں۔ آپ تحصیل علوم فرما ہی رہے تھے کہ آپ کے جد کریم مجدد اعظم سیدنا امام احمد رضا قدس سرہٗ کا سایۂ رحمت سر سے اُٹھ گیا۔ دارُالعلوم منظر اسلام کی جملہ ذمہ داریوں کے ساتھ اب خانقاہ رضویہ کی بھی عظیم ذمہ داری آپ کے والد محترم حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ پر آ گئی، جب حضور مفسر اعظم ہند انیس سال کے ہوئے تو آپ کے والد محترم حجۃ الاسلام نے آپ کی دستار فضیلت کی جس میں عظیم المرتبت علمائے کرام و مشائخ عظام نے شرکت فرمائی۔ اور حضور حجۃ الاسلام نے اپنی نیابت وخلافت سے بھی نوازا۔ آپ کو اپنے گاؤں کی زمین کا کاشت سے از حد دلچسپی تھی۔ اور باغوں کی دیکھ ریکھ سے بے حد لگاؤ تھا۔ نیز سیر و تفریح سے بھی ایک گونا کیف حاصل کرتے تھے۔ سیدنا حجۃ الاسلام کے وصال کے بعد اچانک آپ کے دل کی کیفیت بدلی اور اپنے مدرسہ منظر اسلام کا اہتمام و خانقاہ عالیہ رضویہ نیز تدریسی کام سے قدرتی لگاؤ پیدا ہو گیا۔ آپ نے دارُالعلوم کو بام عروج پر پہنچانے میں سر دھڑ کی بازی لگا دی اور اس انتہا کی سے اس کے ترقیاتی کاموں میں لگ گئے کہ ملک و بیرون ملک کے لمبے لمبے اسفار فرمائے اور اساتذہ دارُالعلوم نیز طلباء کے قلوب میں اپنی محبت کا سکہ بٹھا دیا۔ دارُالعلوم کی ترقی میں ہر قسم کی تکلیف برداشت فرمائی۔ اپنی صحت کو خیر باد کہا اپنے اسا سے کو قربان کیا۔ یونہی خانقاہ عالیہ رضویہ کی ظاہری تحسین کاری میں جان و دل سے مصروف ہوئے۔ آپ کے اہتمام و سجادگی میں دارُالعلوم و خانقاہ نے محیر العقول ترقی کی۔ آپ تا زیست دارُالعلوم کے مہتمم اور خانقاہ شریف کے سجادہ رہے اور دونوں ترقیاتی کاموں کو بحسن و خوبی انجام دیا۔ آپ کا روزانہ کا معمول تھا کہ بعد نماز فجر اوراد و وظائف میں مشغول ہو جاتے۔ اس کے بعد ناشتہ فرماتے۔ ناشتہ کے بعد دارُ العلوم منظر اسلام میں تشریف لاتے۔ دارُالعلوم کے دفتر کا جائزہ لیتے اور اپنی درسگاہ میں تشریف فرما ہو جاتے۔ درس شروع ہوتا آپ کو حدیث و تفسیر و فقہ کی کتابیں پڑھانے سے بہت دلچسپی تھی اور سیر کی بعض کتابیں بہت ذوق و شوق سے پڑھاتے۔ شفاء شریف اور مواہب لدنیہ نیز مدارج النبوۃ، اشعۃ اللمعات، نہایت عالم مستی میں پڑھاتے۔ وقتاً فوقتاً آپ کو دیگر علوم و فنون کی کتابیں پڑھانی پڑتی تو کبھی دل برداشتہ نہیں ہوتے اور بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ اُن علوم و فنون کی کتابوں کو پڑھا دیتے۔ کسی علم و فن کی کتاب پڑھانے میں کبھی آپ نے تکان محسوس نہیں فرمائی۔ طلباء کے اسباقی اعتراضات پر مسرور ہوتے اور نہایت ٹھوس اور مدلل جواب عنایت فرماتے کہ طلبا بڑی آسانی سے سمجھ کر مطمئن ہو جاتے۔ آپ نے اپنے اساتذہ کی موجودگی میں کئی سال ہر قسم کے علم و فن کی کتابوں کو پڑھایا۔ اور اپنے اساتذہ سے داد تحسین لی۔ آپ

کے درس میں کیف و مستی کا سماں بندھا رہتا اور انوار و تجلیات کی بارش ہوتی۔ علمی نکات سے بھرپور ماحول میں ایمانی و ایقانی شریعت وطریقت حقیقت و معرفت کے رموز سمجھاتے جاتے اور آپ کی درس گاہ ظاہری و باطنی علوم کی جلوہ گاہ بن جاتی۔ آپ نہایت شاندار نکات سے لبریز، عشق و محبت میں ڈوبی ہوئی تقریر فرماتے آپ کی خطابت کا آج تک ہر جانب شہرہ ہے۔ آپ کی تقریر میں قرآن کریم کی مقبول ترین تفاسیر سے تفسیری نکات ہو اور آیات قرآنیہ کی ایسی تفسیر فرماتے کہ علماء و عوام بھی جھوم جاتی۔ اختیارات نبوت، علوم غیبیہ، اقتدار اولیاء اللہ پر نہایت جامع تقاریر فرماتے اور اہل سنت کی حقانیت پر ایسے دلائل قائم فرماتے کہ مجمع جھوم جاتا۔ اور مسلک اہل سنت کی حقانیت آفتاب نیم روز سے زیادہ ظاہر ہو جاتی آپ نے دین حنیف کی تقریر و تحریر کے ذریعے جو خدمت فرمائی وہ دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں۔ آپ کی خطابت سے عوام تو عوام جید علماء کرام بہت محظوظ ہوتے۔ ملک کے طول و عرض میں بڑی بڑی دینی کانفرنسوں اہم دینی جلسوں میں ضرور مدعو کئے جاتے۔ حضور محدث اعظم کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے متعلق بہت مشہور ہے کہ حضور محدث اعظم حضرت مفسر اعظم کی تقریر کو بڑی محبت اور غور وخوض سے سماعت فرماتے۔ حضور محدث اعظم نے بنگال و بہار نیز یوپی کے بہت سے بڑے بڑے دینی جلسوں نیز اسلامی کانفرنسوں میں حضور مفسر اعظم حضرت علامہ شاہ الحاج محمد ابراہیم رضا خاں صاحب قدس سرہٗ کو جہاں دیگر منفرد خطابات سے نوازا۔ آپ کو لاکھوں کے مجمعوں میں اور سیکڑوں جید علماء کی موجودگی میں پورے وثوق کے ساتھ (مفسر اعظم) فرمایا۔ آپ کا یہ لقب ملک و بیرون ملک میں ایسا مشہور ہوا کہ مسلمان ہر خطہ ہر پوسٹر نیز علمائے کرام آپ کا تعارف کراتے ہوئے (مفسر اعظم) کے لقب سے یاد کرتے۔ آپ کا (حسن و جمال) آپ نہایت حسین و جمیل تھے۔ رنگ نہایت صاف سرخی لیے ہوئے، قد مبارک میانہ آپ کی رفتار و گفتار، نشست و برخاست بڑی جاذب نظر تھی۔ کسی بھی مجمع میں آپ کا وجود حاضرین کا مرکز نظر بن جاتا۔ آپ نہایت ذہین و مدبر تھے۔ ہر کام نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیتے آپ کے زیر اہتمام منظر اسلام و نیز زیر سجادگی خانقاہ شریف نے بہت ترقی کی آپ کا حلقہ ارادت کافی وسیع ہے۔ ملک و بیرون ملک میں آپ کے مریدین کی تعداد کثیر تر ہے۔

جد الکریم حضور مفسر اعظم قدس سرہٗ کو عوام و علمائے کرام نے بہت عزت دی۔ یہاں تک کہ جب آپ حج بیت اللہ کے لیے عرب شریف پہنچے تو سیدنا اعلیٰ حضرت کے خلیفہ حضرت قطب

مدینہ مولانا شاہ ضیاء الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے آپ کی علمی قابلیت کو دیکھ کر نیز اپنا مخدوم زادہ ہونے کے لحاظ سے بہت قدر و منزلت فرمائی یہاں تک کہ جب حضور مفسر اعظم قدس سرہٗ نے اُن سے دعاء فیض کی درخواست کی تو حضرت قطب مدینہ علیہ الرحمہ نے نہایت مودبانہ انداز میں فرمایا کہ حضور میرے پاس جو کچھ ہے وہ سب آپ کے جد کریم میرے آقا مجدد اعظم امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عطیہ ہے۔ وہ سب آپ ہی کا ہے اور میں وہ سب کچھ آپ کے حوالے کرتا ہوں۔ جد الکریم (مفسر اعظم) کا یہ لقب (مفسر اعظم) مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں بھی مشہور ہوا۔ ہندوستان کے علمائے کرام جہاں کہیں بھی تشریف لے جاتے آپ کے تذکرے پر آپ کو مفسر اعظم کہتے اور اپنی تحریروں میں مفسر اعظم لکھتے۔

حضرت شیخ الاسلام علامہ سید شاہ محمد مدنی میاں صاحب قبلہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"حضور مفتی اعظم کی ذات گرامی ہے کہ جس کا باپ امام احمد رضا ہو۔ وہ امام احمد رضا جسے عارفین غوث اعظم کی روشن کرامت، رسول اعظم کا عظیم معجزہ اور قادر مطلق کی قدرت کی بہترین نشانی قرار دیتے ہوں۔ جس کا بھائی حسن صورت و جمال سیرت اور کمال علم و فضل کا پیکر نور ہو کہ (دنیا اُسے حجۃ الاسلام کہہ کر بھی شرمندہ رہی کہ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ اور جس کا بھتیجہ آج بھی (مفسر اعظم ہند) کے نام سے جانا جاتا ہے"

اسی طرح نیر اعظم اشرفیت، حضرت علامہ شاہ سید محمد اظہار اشرف صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

"کہ حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کے بڑے بھائی حضرت حجۃ الاسلام اپنے کمال سیرت اور جمال صورت دونوں لحاظ سے امین نکہت و نور تھے۔ چند سطر بعد تحریر فرماتے ہیں کہ حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کے وہ صاحب زادۂ والاشان جن کو دُنیا (مفسر اعظم) کے نام سے یاد کرتی ہے۔ حضرت مفسر اعظم کے ساتھ ایک مرتبہ بنگال کے علاقہ میں ایک ہفتہ رہنے اور انہیں قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔ باوجود کمال علم و فضل کے، نسبت رسالت کے احترام کے جو نمونے انہوں نے پیش فرمائے اُس سے بخوبی اندازہ لگ گیا کہ آپ عشق و محبت رسالت

میں بڑے ہی اونچے مقام کے مالک تھے"۔

یہ تو اس خاندان کا طرۂ امتیاز ہے کہ اولادِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ جو ادب واحترام پیش کرتا ہے اُس ادب واحترام کو یہ خانوادہ اپنی سعادت وفیروز بختی سمجھتا ہے۔ اور سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اسی کی تعلیم بھی فرمائی۔ اور خود بھی سادات کرام کا حد درجہ ادب ملحوظ رکھا۔

آج بھی یہ خانوادہ اور اس خانوادے کا ہر ارادت مند سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا فرمودہ شجرۂ عالیہ قادریہ رضویہ کا یہ شعر پڑھنے کو دارین کی سعادت مندی یقین کرتا ہے۔

حب اہل بیت دے آل محمد کے لیے
کر شہید عشق حمزہ پیشوا کے واسطے

بہر حال حقیقت یہ ہے کہ اس فقیر قادری کے جد الکریم (حضور مفسر اعظم ہند) علیہ الرحمۃ مقبول خواص وعوام تھے اور آپ کی محبوبیت عالم آشکار ہے۔ آپ کے خلفاء وتلامذہ کی تعداد ملک وبیرون ملک میں کثیر تعداد میں ہے جو علوم دینیہ کی خدمت اور مسلک اہل سنت کی اشاعت میں بطیب خاطر مصروف ہے۔ (حضور مفسر اعظم) کی تصانیف بھی بہت مفید اور عشق رسالت ومحبت اولیاء سے لبریز ہیں۔ خانوادہ رضویہ کا یہ فرد کامل اور مسلم الثبوت ولی۔ اپنے دور کا علامہ ومفسر اعظم، تازیست علم وفضل کی بارشیں کرتا رہا اور اشاعت دین وسنت میں منہمک رہا۔ اس فقیر قادری کے یہ جد محترم اپنے دور کے شریعت وطریقت کے آفتاب وماہتاب تھے۔ آپ کو شوگر کا مرض تھا اور بلڈ پریشر کی بھی شکایت تھی۔ کافی علاج ومعالجہ کے باوجود کبھی افاقہ اور کبھی مرض میں زیادتی ہوتی رہی۔ یوں تو ہر وقت درود اسم اعظم کا ورد جاری رکھتے۔ مگر ایام مرض میں اس کے ورد میں مزید زیادتی ہوگئی۔

وصال پر ملال:

گیارہ صفر المظفر ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۱ر مئی ۱۹۶۵ء روز شنبہ کو درود اسم اعظم اور کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے آپ نے اپنی جان عزیز اپنے خالق حقیقی کے سپرد کردی (اناللہ وانا الیہ راجعون) سنت کے مطابق تجہیز وتکفین عمل میں آئی کثیر تعداد میں مسلمانان اہل سنت نے نماز جنازہ ادا کی۔ اور آپ کو آپ کے جد کریم سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے قریب خانقاہ عالیہ رضویہ میں آپ کی قبر انور کے سپرد کیا گیا۔ مولیٰ تعالیٰ حضور مفسر اعظم کے فیضان کو جملہ

اہل سنت پر ابد الآباد تک جاری رکھے آمین

والد گرامی حضور مفکر اعظم ریحان ملت:

اس فقیر قادری کے جد الکریم حضور مفسر اعظم قدس سرہٗ کے بعد حضور والد محترم سیدی مفکر اعظم ریحان ملت علیہ الرحمہ نے دار العلوم منظر اسلام و خانقاہ عالیہ رضویہ کا اہتمام سنبھالا۔ اور اس کو بام عروج تک پہنچانے کی انتھک کوشش وسعی فرمائی۔ حضرت والد ماجد سیدی ریحان ملت کی ولادت باسعادت ۱۸ر ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۴ء کو مرکز عقیدت بریلی شریف محلہ خواجہ قطب میں ہوئی۔ آپ کی ولادت باسعادت سے پورے خاندان میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ خاندان کے ہر فرد کا چہرہ یاسمین ونسرین کی طرح کھل گیا۔ ہر طرف سے مبارکبادیوں کی سوغاتیں آئیں اور دُعائے ترقی علم وعمر کے نغمے ہر طرف گونجنے لگے۔

آپ کے جد امجد سیدی حجۃ الاسلام نیز نانا محترم حضور مفتی اعظم کو اس ولادت سے بے حد مسرت ہوئی۔ قانون شریعت کے مطابق آپ کے کانوں میں اذان وتکبیر پڑھی گئی۔ حضور حجۃ الاسلام نے اپنا دہنی تبرک عطا فرمایا جو آپ کے منہ میں رکھ دیا گیا اور حضور حجۃ الاسلام آپ کے دادا محترم نے خاندانی، ایمانی روایات کے مطابق حجت آپ کا اسم شریف (محمد) رکھا۔ بعدہٗ پکارنے کا نام ریحان رضا تجویز فرمایا۔ آپ بچپن ہی سے اپنے جد کریم کے بہت چہیتے اور اپنی ننہال میں بھی ہر دل عزیز تھے۔

اسی واقعہ کی طرف نشان دہی کراتے ہوئے آپ اپنے نعتیہ کلام میں تحریر فرمائے ہیں۔

نام یہ جس نے دیا اس کو خبر تھی شاید
ان کا ریحان کبھی دنیا میں چمکتا ہوگا

سراپا چہرہ:

رنگ گندمی، پیشانی کشادہ، چہرہ نورانی، قد لمبا، آنکھیں سرمگیں آپ کے چہرے کو دیکھ کر لوگ متاثر ہوجاتے تھے۔ آپ کے چہرے سے جلال دینی عیاں تھا۔ کافر ومرتد ومشرک وغیرہم بد مذہب وبددین آپ کا پُرجلال بارعب چہرہ دیکھ کر خوف زدہ ہوجاتے تھے۔ آپ اپنوں میں ہمیشہ مسکراتے رہتے تھے۔

حصول تعلیم:

پیدائش کے بعد آپ نے طفولیت کے ایام علم وحکمت معرفت وطریقت کے خوشگوار ماحول میں گذارے۔ بچپن ہی سے آپ علم وادب کے دلدادہ تھے۔ اعلیٰ ذہانت وفطانت رکھتے تھے۔ آپ کی ذہانت وفطانت فراست ودانائی کو دیکھ کر آپ کے جدامجد حضور حجۃ الاسلام نے صرف تین سال کی عمر میں آپ کو وصیت نامہ میں ولی عہد سجادہ نشین خانقاہ عالیہ رضویہ کا متولی نیز مدرسہ منظر اسلام کا مہتمم نامزد فرمایا تھا۔ اسی سے آپ کی بلند اقبالی اور خداداد صلاحیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ وصیت کرنے والا ایک خدا رسیدہ بزرگ تھا، جس کی بزرگی کی دنیا معترف ہے۔ ان کی نگاہ بصیرت دور تک دیکھ رہی تھی کہ یہ بچہ کل ملک وملت کا راز دار، شریعت وطریقت کا علم بردار ہوگا۔ نیز اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا سچا جانشین ہوگا۔ آپ کی ذات

بالائے سرش زہوش مندی

می تافت ستارۂ بلندی

کے مصداق تھی۔ غالباً اسی کی منظر کشی کرتے ہوئے آپ نے لکھا ہے۔

رضا وحامد ونوری کا گلشن ہے بہاروں پر

شگفتہ اس چمن میں خیر سے ریحان رضا تم ہو

آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی پھر والد ماجد حضور مفسر اعظم ہند کے حکم کے مطابق آپ لائیلپور پاکستان تشریف لے گئے۔ وہاں پر جامعہ رضویہ منظر اسلام کے سابق شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا سردار احمد صاحب قبلہ کی خدمت میں تین سال رہے۔ اور معیاری کتابوں کا درس حاصل کیا۔ پھر وہاں سے واپسی کے بعد جامعہ رضویہ منظر اسلام سے آپ کی باقاعدہ دستار بندی ہوئی اور آپ نے مسند فراغت حاصل کی۔

اساتذہ:

آپ کے اساتذۂ کرام میں ان حضرات کا نام خصوصیت کے ساتھ درج ہے کہ جنہوں نے آپ کو شب وروز شفقت ومحبت کے ساتھ علم دین پڑھایا اور معرفت وحکمت کی تشنگی دور فرما کر مستند عالم دین بنایا۔ حضور حجۃ الاسلام حضور مفسر اعظم ہند، حضور مفتی اعظم ہند، محدث اعظم پاکستان، حضرت علامہ سردار احمد صاحب حضرت مولانا غلام جیلانی میرٹھی

صاحب، حضرت مولانا احسان علی صاحب مظفر پوری، حضرت مولانا مفتی جہانگیر احمد صاحب، حضرت مولانا سید افضل حسین صاحب مونگیری۔

تدریسی صلاحیت:

سند فراغت حاصل کرنے کے بعد آپ جامعہ رضویہ منظر اسلام میں بحیثیت مدرس بارہ سال تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔اور زبان فیض ترجمان سے گوہر فشانی کرتے رہے۔ اس دوران آپ نے درس نظامی کی مختلف کتابیں پڑھائیں۔ تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ و ادب سے آپ کو زیادہ دلچسپی تھی۔ یہ بات بھی واضح رہے کہ جامعہ کی نظامت کا بار جب آپ کے باہمت کاندھے پر آیا تو آپ اس کے فرائض کی انجام دہی اور سماجی وسیاسی امور میں منہمک ہونے کی وجہ سے کافی عرصہ تک درس و تدریس سے علیحدہ رہے۔ ایک طویل مدت کے بعد مدرسین کی کمی کی وجہ سے آپ نے دوبارہ ۱۹۸۲ء سے لے کر ۱۹۸۵ء تک جامعہ میں شیخ الحدیث کے عہدہ پر بخاری شریف و مسلم شریف اور دیگر کتابوں کا درس دیا۔ جامعہ کے طلبہ آپ کی قابلیت کے معترف تھے۔ حالانکہ سلسلہ درس و تدریس کافی دنوں تک موقوف تھا۔ بخاری شریف کے اسباق جب آپ پڑھاتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو علم حدیث پر مکمل عبور ہے۔ آج کل اساتذہ بخاری شریف کا ترجمہ اردو زبان میں کرتے ہوئے دشواری محسوس کرتے ہیں لیکن آپ نے اکثر عربی زبان میں بخاری و مسلم کا درس دیا ہے کچھ طلبہ ایسے تھے جو عربی زبان جانتے تھے انہیں اردو بالکل نہیں آتی تھی، آپ نے ان کو عربی زبان میں بخاری شریف کئی ماہ تک پڑھائی۔ ان لوگوں نے بھی آپ کی بہت زیادہ تعریف کی۔

فقہی صلاحیت:

آپ کی فقہی صلاحیت دیکھ کر علماء کرام و مفتیان عظام حیرت کرتے تھے۔ آپ نے مختلف فتاوے لکھے ہیں۔ حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے وصال شریف کے بعد آپ فتاویٰ نویسی کے کام میں زیادہ مشغول ہو گئے تھے۔ منظر اسلام کا دار الافتاء آپ ہی کی زیر نگرانی تھا۔ آپ کا فتویٰ نہایت ہی مفصل و مدلل ہوتا تھا۔ وصال سے کچھ ایام پہلے آپ نے جو فتویٰ تحریر کیا تھا وہ کتابی شکل میں چھپ کر شائع ہو چکا ہے جو ویڈیو کیسٹ اور ٹیلی ویژن کا شرعی حکم کے نام سے موسوم ہے۔

تلامذہ:

بارہ سالہ دور تدریس میں آپ نے سیکڑوں نامور ذہین طلبہ پیدا کئے جنہوں نے ملک وبیرون ملک اپنی کارکردگی اور شہرت کے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ کاش آپ کچھ اور مدت تک درس وتدریس کی خدمت انجام دیتے تو نہ جانے کتنے علم وفن کے ماہ ونجوم چمکتے لیکن معاشی پریشانی ار دیگر وجوہات کے سبب آپ درس وتدریس سے مستعفی ہوگئے۔ آپ کے پروردہ نامور ومشہور تلامذہ جن کا نام درج ذیل ہے۔ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری مدظلہ العالی، حضرت علامہ مولانا سید عارف صاحب شیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام، حضرت علامہ مولانا مفتی قاضی عبدالرحیم صاحب، حضرت مولانا راشد القادری صاحب، حضرت مولانا برکت اللہ صاحب، حضرت مولانا راحت علی صاحب، حضرت مولانا نورالدین صاحب، حضرت مولانا داؤد صاحب، حضرت مولانا عبدالصمد صاحب، حضرت مولانا بدرالدین صاحب، حضرت مولانا نعمت مخدوم صاحب۔

تقریر:

آپ ایک بہترین مقرر تھے، آپ نے کبھی بھی تقریر کرنے سے قبل ذہن میں مضامین کی ترتیب نہیں دی اور نہ ہی کبھی تقریر کو لکھ کر یاد کیا۔ بلکہ جس وقت آپ اسٹیج پر جاتے اسی وقت آپ سے کہہ دیا جاتا کہ فلاں موضوع پر آپ کو بولنا ہے۔ پھر جس وقت آپ تقریر فرماتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ علم کا دریا موجزن ہے۔ آپ مدلل تقریر فرماتے تھے آپ کی تقریر میں شراب معرفت کا اثر تھا سامعین سنتے ہی متاثر ہوجایا کرتے تھے۔

ابتدائی تقریر کا ایک واقعہ آپ نے اس طرح کے بیان فرمایا ہے جو قابل توجہ ہے۔

''والد ماجد حضرت مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد جب میری دستار بندی ہوئی اور مجھے تقریر کے لیے پکارا گیا تو میں اس وقت تقریر نہیں کیا کرتا تھا، مگر تقریر کے لیے میرا اعلان کردیا گیا۔ یہ اعلان سن کر میں دنگ رہ گیا اور سب سے پہلے جد امجد سرکار سیدنا اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت پیکر کرامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پُرانوار پر حاضر ہوکر عرض کیا حضور اگر آج میری تقریر کامیاب نہیں ہوئی تو میں زندگی بھر کبھی تقریر نہیں کرونگا۔ سیدنا مجدد اعظم قدس سرہٗ سے استعانت طلب کی، حضور اعلیٰ حضرت کے روحانی تصرف سے یہ تقریر بہت کامیاب رہی۔

اس کے بعد سے معیاری تقریریں ہوتی رہیں جو لوگوں کے لیے دل پزیر ہو گئیں"

بیعت وخلافت:

آپ سرکار مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ سے بیعت تھے۔ یہ بات بھی قابل ذکر اور لائق صد ستائش ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند جیسا تقویٰ شعار زہد و وریٰ کا پیکر معرفت وحکمت کی ناپید کنار ہستی نے خاندان میں سب سے پہلے کسی کو اپنا نائب اور خلیفہ مقرر کیا تو وہ حضرت ریحان ملت علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات تھی۔ حضور مفتی اعظم ہند کا حضرت والد محترم کو اپنا خلیفہ بنانا اور بیعت وارشاد کی اجازت مرحمت فرمانا یہی ان کی معرفت وحکمت، رفعت وعظمت، تقویٰ وطہارت کا بین ثبوت ہے، جس پر مزید خامہ فرسائی کرنے کی حاجت نہیں اخلاص فی العمل کے آپ پیکر تھے۔ آپ جس طرح کے اپنے گھر میں رہتے تھے اور اپنے محلہ میں رہتے تھے اسی طرح سادگی کے ساتھ اپنے مریدوں میں بھی رہتے تھے ان پیروں کی طرح نہیں تھے کہ جو گھر میں بے نمازی ہوں اور مریدوں میں تہجد گذار شب زندہ دار ہوں۔ آپ کے ہر کام میں اخلاص تھا توکل علی اللہ آپ میں بہت زیادہ پایا جاتا تھا۔

خلفاء:

آپ کے خلفاء کثیر تعداد میں ہیں اور آپ نے ملک وغیر ملک میں مریدین کا حلقہ وسیع تر کر دیا تھا۔ آپ اپنے مریدوں کو سلسلہ عالیہ رضویہ میں داخل فرمایا کرتے تھے۔ علماء کرام کو داخل سلسلہ کرنے کے بعد بہت سے علماء کو آپ نے خلافت سے بھی نوازا ہے۔ لیکن صد حیف کہ اس کا کوئی ریکارڈ دستیاب نہ ہو سکا، جس وجہ سے ہر ایک کا نام شمار کرنا میرے احاطۂ علم سے باہر ہے۔ البتہ جن لوگوں کا نام مجھے معلوم ہے وہ میں سپرد قلم کر رہا ہوں۔ حضرت مولانا کلیم ہزاروی صاحب، حضرت مولانا عبد الرحمٰن ریحانی گلشن آبادی، حضرت مولانا سید ضیاء الحسن جیلانی صاحب پاکستانی، حضرت مولانا اسد علی صاحب پاکستانی، حضرت مولانا اسد علی صاحب مرادآبادی، حضرت مولانا مختار احمد بہیڑوی۔

کرامات:

وصال سے چند یوم قبل مزار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اور حضور حجۃ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ کے

درمیان جوجگہ خالی تھی آپ نے اسی جگہ بیٹھ کر قرآن شریف کے اکیس پارے تلاوت کیئے جس جگہ ابھی آپ مدفون ہیں صوفی حاجی اقبال احمد صاحب کو بلا کر آپ نے حکم فرمایا کہ میری قبر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اور حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کے درمیان جو جگہ خالی ہے اسی جگہ میری قبر تیار کرانا۔ حاجی اقبال صاحب سُن کر غمزدہ ہوئے اور چلے گئے تین یوم بعد حاجی صاحب کو پھر بلوایا اور آپ نے دریافت کیا کہ میری قبر کا کیا ہوا؟ اسی وقت آپ نے انہیں سولہ سو روپے نقد دیئے اور حکم فرمایا کہ میری قبر بہت جلد تیار کرادو۔ ایسا حکم تو وہی دے سکتا ہے جسے اپنی موت کا پتہ ہو کہ میں فلاں دن وصال حقیقی کی لذتوں سے آشنا ہو رہا ہوں۔ جس دن آپ نے حکم دیا اس کے دوسرے دن آپ کا وصال ہو گیا۔ یہ آپ کی کھلی ہوئی کرامت ہے۔ حضرت مولانا کلیم ہزاروی اپنے ایک مضمون میں آپ کی کرامت بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

میرے محترم ڈاکٹر غازی امان صاحب سلطان ناگپوری نے فرمایا کہ جب میں حضور رحمانی میاں کی حضوری میں تھا اس وقت سنی عالمی کانفرنس بمبئی میں مفتی شاہ تراب الحق صاحب خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ (ممبر آف پارلیمنٹ پاکستان) بھی تشریف لائے ہوئے تھے، انہوں نے برسرعام حضرت رحمانی میاں کی یہ کرامت بیان فرمائی کہ جب میں قید پاکستان میں تھا اس وقت میں نے پریشان ہو کر ایک رات اپنے پیرومرشد حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ اور اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کو اپنی مدد کے لیے پکارا تو خواب میں آکر ان دونوں بزرگوں نے فرمایا ہم سے کیوں کہتے ہو رحمانی میاں سے کہو وہی اس وقت ہماری طرف سے حاکم اعلیٰ و مددگار اہلسنت ہمارے جانشین خاص ہیں۔ اتنے میں حضور رحمانی میاں، کہیں سے تشریف لائے اور آتے ہی فرمایا آپ اتنے پریشان کیوں ہو رہے ہیں ان شاء اللہ کل صبح گیارہ بجے آپ کے رفقاء رہا ہو جائیں گے اور بخدا ایسا ہی ہوا۔ جب سے حضرت رحمانی میاں کی قدرومنزلت میرے دل میں حد سے زیادہ ہے۔

مولانا سید ضیاء الحسن جیلانی پاکستانی اپنے مضمون میں آپ کی کرامت تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ۱۸؍رمضان المبارک کے دن عبدالجبار رحمانی کو فون کے ذریعہ اطلاع ملی کہ ریحان ملت اس جہان فانی کو چھوڑ گئے اور بارگاہ خداوندی میں حاضر ہو گئے ہیں ان دنوں میں بہت علیل تھا۔ عبدالجبار رحمانی نے مجھے یہ خبر انتہائی دُکھ کے ساتھ سنائی میں نے اسی دن صبح کا واقعہ عبدالجبار رحمانی اور قاری شریف الدین سیف القادری کو سنائی کہ میں اپنے والد کے عرس جو

۲۸ رمضان المبارک کو ہوتا ہے اس پوسٹر کو تحریر کر رہا تھا کہ جب میں اپنے نام کے ساتھ خلیفہ مجاز حضور ریحان ملت لکھ رہا تھا بار ہا مدظلہ العالی کے بجائے علیہ الرحمہ لکھ گیا۔ بعد میں تصحیح کی اور اس تصحیح شدہ پوسٹر کو بھی دکھایا تو عبدالجبار رحمانی نے دریافت کیا کہ یہ کس وقت کا واقعہ ہے تو میں نے بتایا آج صبح کا تو عبدالجبار رحمانی نے کہا اسی وقت تو حضور ہم کو چھوڑ گئے ہیں۔

حالات زندگی کے اہم گوشے:

جامعہ رضویہ منظر اسلام کی تدریسی خدمات سے بر بنائے معاشی پریشانی آپ مستعفی ہو گئے یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ ۱۹۵۸ء اور ۶۰ء کے درمیان جامعہ پر شدید مالی کمی واقع ہوئی تھی۔ تمام مدرسین وملازمین کی تنخواہیں باقی رہنے لگی تھیں۔ حضور مفسر اعظم ہند حضرت جیلانی میاں علیہ الرحمہ بہت متفکر اور پریشان حال تھے۔ حتی کہ انہوں نے اپنی اہلیہ محترمہ کا زیور بیچ کر مدرسین کی تنخواہیں پوری فرمائی تھیں۔ عسرت وتنگی کی وجہ سے آپ جامعہ سے مستعفی ہونے کے بعد ربڑ فیکٹری فتح گنج بریلی میں اسٹینو گرافر کے عہدہ پر مقرر ہو گئے۔ یہاں پر یہ بھی جان لینا ضروری ہے کہ حضرت رحمانی میاں علیہ الرحمہ جہاں دینی ومذہبی علم سے آراستہ وپیراستہ تھے وہیں پر دُنیاوی علوم وفنون سے بھی آشنا تھے۔ آپ نے اسکول وکالج کے بہت سارے امتحانات بھی دیتے تھے۔ انگلش ہندی میں کمال دسترس دکھتے تھے، شارٹ ہینڈ جو ایک مختصر نویسی کا فن ہے اپ نے اسے بھی سیکھا تھا۔ جس بنا پر آپ کی ملازمت اسٹینو گرافر کی جگہ پر لگی۔ کچھ عرصہ تک آپ نے اس پوسٹ پر کام کیا لیکن رجحان قلبی اس سے ہمیشہ متنفر رہا کرتا تھا، پھر آپ اس سے بہت جلد دست بردار ہو گئے۔

والد گرامی حضور مفسر اعظم ہند کے وصال کے بعد آپ جامعہ کے مہتمم وناظم اعلیٰ بنے۔ مہتمم ہونے کے بعد آپ نے جامعہ منظر اسلام کی طرف اپنی تمام تر توجہ مبذول کردی۔ جامعہ کی تمام کمیوں کو دور فرمایا اور اپنی صلاحیت وطاقت سے چند سال کے عرصے میں کچھ سے کچھ کردیا۔ جامعہ کی بوسیدہ عمارت کو منہدم کر کے سہ منزلہ عمارت کی بنیاد ڈالی اس کی تعمیر مکمل ہو جانے کے بعد رضوی افریقی ہاسٹل طلبہ کے قیام کے لیے تیار کرایا۔ رضا مسجد کی تعمیر جدید کرائی۔ مدرسین وملازمین میں اضافہ کیا۔ نشر واشاعت کے لئے آپ نے رضا برقی پریس لگوایا۔ اس طرح کی غیر معمولی ترقیاں دن بہ دن ہوتی رہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے پورا نقشہ بدل

گیا۔ آپ کے حسن نظامت اور قابل قدر تدبیروں سے لوگ حیرت زدہ رہ گئے اور عش عش کرنے لگے۔ یہ سچ ہے کہ شیر کے بچے کو فن شکاری سکھایا نہیں جاتا۔

سیاسی سرگرمیاں ۱۹۶۸ء میں عوام وخواص بالخصوص علماء کرام کے ایک انبوہ کثیر نے آپ کی ذہانت وفطانت عقلمندی ودانش مندی بالغ نظری ودور اندیشی دیکھ کر یہ کوشش آپ کو میدان سیاست میں آزاد امیدوار کی حیثیت سے کھڑا کیا بقول سید قمر علی بریلوی، کیونکہ اس وقت ہندوستان ایک بحرانی دور سے گذر رہا تھا، پارلیمنٹ اور اسمبلی میں کوئی حق بات کہنے والا نہیں تھا۔ کوئی نمائندہ ایسا نہیں تھا جو مسلمانوں کی صحیح قیادت کر سکے۔ اس وقت مسلمانوں کو خاص کر سنی عوام کو بہت سارے دینی وملی معاملات ومشکلات سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔ انہیں حالات کے پیش نظر مقتدر علماء کرام جیسے حضرت علامہ مولانا غلام جیلانی میرٹھی صاحب، حضرت مولانا مفتی جہانگیر احمد رضا صاحب، حضرت مولانا مفتی شریف الحق صاحب، حضرت مولانا خواجہ مظفر حسین صاحب وغیرہم جیسا کہ سید قمر علی بریلوی کا بیان ہے کہ ان کے علاوہ دیگر معزز ہستیوں نے نہایت ہی اصرار کے ساتھ آپ کو راضی کر کے کامیابی کی راہ پر گامزن کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ایسی کامیابی حاصل ہوئی کہ دوسرے حضرات دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے۔

میدان سیاست میں رہ کر آپ نے ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے جو اپنی مثال آپ ہیں۔ آپ کی کارکردگی اور جوہر سیاست دیکھ کر حکومت کے کارندے جناب اکبر علی خاں گورنر اتر پردیش نے جنوری ۱۹۷۵ء کو یوپی قانون ساز کونسل کا ممبر نامزد کیا۔ اسی کا نام ہے کامیابی کہیں تو لوگ حکومت کی نظر میں محبوب ہونے کے لیے طرح طرح کی مکاری وعیاری کرتے ہیں اور کرسی کی خاطر آیت الکرسی کا سودا کر لیتے ہیں مگر آپ نے ایسا کبھی نہیں کیا۔ ہر وقت وہر لمحہ حق گوئی سے کام لیتے رہے۔ آپ کی نمایاں خوبی اور کامیابی دیکھ کر دوبارہ ۱۹۸۱ء میں آپ کو ایم، ایل، سی نیز (یوپی) کانگریس آئی کا نائب صدر منتخب کیا۔ مشاہدات وتجربات سے اس بات کا اندازہ ہوگا کہ جو بھی شخص میان سیاست میں قدم رکھتا ہے، تو اس کا قدم ڈگمگا جاتا ہے اور دامن داغ دار ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہم آج کل دیکھتے ہیں کہ بہت سارے علماء اس دلدل میں پھنسے ہیں جنہیں گلوخلاصی کی راہ نہیں ملتی۔ مگر حضرت ریحان ملت کی زندگی اس کے برعکس ہے۔ کبھی بھی آپ نے بددین، بدمذہب کی تعظیم نہیں کی۔ اس سلسلے میں آپ حیلہ ومصلحت کے بھی قائل نہ تھے، آپ نے کبھی بھی

کسی فاسق وفاجر کی تعظیم وتوقیر نہیں کی۔ جبکہ اس میدان میں بڑے بڑوں کے قدم لغزش کھا جاتے ہیں جیسا کہ میں نے عرض کیا۔ آپ نے اٹھارہ سالہ طویل عرصہ میدان سیاست میں گذارا۔ کہیں پر بھی کسی قسم کا لوچ یا دامن میں بدنمائی کا داغ لگنے نہیں دیا۔ بلکہ کونسل اور اسمبلی میں ایسی بے باکی اور دلیری سے تقریر کی ہے کہ خود کانگریس آئی کے ممبروں کے دانت کھٹے ہو گئے اور ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ کسی کو لب کشائی تک کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

آئینِ جہاں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

آپ یوپی کونسل میں بر سرِ عام یہ اشعار پڑھتے ہوئے نظر آتے ہیں جیسا کہ راوی کا بیان ہے۔

نظر یہ لگ گئی کسی کی جلی فصل بہار اپنی
گلستاں کا یہ عالم دیکھ کر حالت ہے زار اپنی
ہمیں یہ سنگ دل کیوں چین سے جینے نہیں دیتے
بھلا کس جرم میں خواری ہوئی پروردگار اپنی
نہ مسلموں ظالموں کلیاں، چمن کے پھول مت توڑو
یہ اپنا ہی گلستاں ہے یہ ہے فصل بہار اپنی
ستم یہ ہے کہ سب کچھ جان کر انجان بنتے ہیں
وہ جن کے غم میں آنکھیں نم ہوئی ہیں بار بار اپنی
ستمگر بے وفا و سنگ دل میں نے تجھے چاہا
خطا اپنی سہی لیکن ادائیں کر شمار اپنی
مناسب ہے یہی ریحان عنادل فیصلہ کر لیں
کہ اب ہم خود ہی دیکھیں گے چمن اپنا بہار اپنی

اس طرح کے اشعار حکومت کے نرغے میں پڑھنا کوئی آسان کام نہیں ہے یہ کسی مرد مومن اور دل گردے والے ہی کا کام ہے، جسے زندگی کے ہر موڑ پر تائید ربانی حاصل ہو۔

غالباً لوگوں کو اچھی طرح سے یاد ہوگا کہ جب حکومت نے نسبندی کا اعلان کیا تھا، اسی وقت تمام لوگ حالات دیکھ کر خاموش تھے۔ دیوبند کے چہیتے بے حکومت ہند کے ہاتھ بک چکے تھے۔ ایمرجنسی کا خطرناک دور تھا۔ جگہ جگہ اور قدم قدم پر حکومت کا پہرہ بٹھا دیا گیا تھا،

حکومت کے خلافت کوئی آواز نہیں نکال سکتا تھا۔ اس وقت بستر علالت پر آپ کے نانا محترم عاشق مصطفیٰ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے اپنے دست اقدس سے تاریخ ساز فتویٰ تحریر فرمایا۔ لیکن اسے اشتہار کی شکل میں لانا بہت ہی دُشوار اور امر مشکل تھا، کسی کو اس کی اشاعت کی جرأت نہیں ہو رہی تھی، آخرکار اسی مرد مجاہد نے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سہارا لے کر شریعت مصطفیٰ کی حفاظت کے لیے میدان عمل میں قدم رکھا اور فتویٰ کو اشتہار کی شکل میں چھاپ کر مشتہر کر دیا، حتیٰ کہ حکومت وقت تک پہنچا دیا۔ اللہ کے فضل سے کوئی بھی آپ کا کچھ بگاڑ نہ سکا۔ اسے کہتے ہیں دلیری اور بہادری، آپ نے سنیت کی ایسی تبلیغ فرمائی اور اپنی سیاست سے لوگوں کی ایسی مدد کی جسے بیان کرنے سے میرا قلم قاصر ہے۔

جلوس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بنا:

ہندوستان کی آزادی سے پہلے جلوس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بریلی شریف میں نہایت ہی تزک واحتشام کے ساتھ نکالا جاتا تھا اور لوگ شان وشوکت کے ساتھ جلوس میں شریک ہوتے تھے، لیکن ۱۹۴۷ء سے جلوس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جلوس نکلنا بند ہو گیا تھا، لوگ سعی پیہم کرنے کے بعد بھی ناکام رہے۔ تھک ہار کر بیٹھ گئے کچھ لوگوں نے آپ کو اس بات کی ترغیب دلائی۔ آپ نے بغیر سوچے سمجھے آناً فاناً ۱۹۸۰ء میں ۱۲ ربیع الاول کو جلوس نکالنے کا اعلان کر دیا۔ پولیس والوں نے انتھک کوشش کی کہ جلوس نہ نکالا جائے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں جلوس ضرور نکلے گا۔ آج ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یوم ولادت ہے، ہم اسی خوشی میں جلوس نکالتے ہیں اور نکالتے رہیں گے، چاہے ہمیں اس کے لیے جیل بھی جانا پڑے۔ آخرکار پولیس کے حکام کو اجازت دینی پڑی آپ نے بنفس نفیس جلوس میں شرکت کی اور پیدل چل کر جلوس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ آج بھی آپ کی وجہ سے سال بہ سال جلوس نہایت ہی شاندار طریقے سے نکلتا رہتا ہے۔ بریلی کی عوام آپ کے اس عظیم کارنامے کو ہرگز نہیں فراموش کر سکتے۔

غیر ممالک دورے کی ایک جھلک:

آپ نے مختلف ممالک کے دورے بھی کئے جیسے عرب، افریقہ، جنوبی افریقہ، ہالینڈ، برطانیہ، سرنیکم، امریکہ، مانچسٹر، نیوجرمنی، مارشش، مشرقی لنکا، نیپال، پاکستان۔

جنوبی افریقہ کے تبلیغی دورے میں آپ نے ردوہابیہ اس طرح کیا کہ وہاں کے لوگ دنگ

رہ گئے۔ بڑے بڑے سرمایہ داروں نے آپ کو خریدنے کی کوشش کی۔ لاکھوں روپئے کا لالچ دیا۔ لیکن قربان جایئے آپ کی ذات اقدس پر کہ آپ نے فرمایا احمد رضا کا یہ نبیرہ جنوبی افریقہ میں دین اسلام بیچنے نہیں آیا ہے، بلکہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں کے قلوب کو جگمگانے آیا ہے۔ چنانچہ سرمایہ داروں نے آپ کے بھرپور مخالفت کی آپ نے اس کی کوئی پروانہیں کی، جنوبی افریقہ سے گرچہ آپ کو دولت وثروت نہیں ملی لیکن اعلیٰ حضرت کا نام اور مسلک اعلیٰ حضرت کا سکہ لوگوں کے دلوں میں رائج ہوگیا جس کا چرچا اب تک ہو رہا ہے۔

پاکستانی دورے کا ذکر کرتے ہوئے مولانا حسن علی ملیسی رقم طراز ہیں کہ: جب حضرت علامہ رحمانی میاں فقیر کی دعوت پر پاکستان رونق افروز ہوئے تو حضرت موصوف کا لاہور میں زبردست استقبال کیا گیا۔ یہ استقبال یادگار تھا عوام وخواص اپنے پرائے علماء مشائخ شہزادۂ رضوی کی ایک جھلک دیکھنے کو بے قرار تھے۔ موٹروں کاروں کا بہت لمبا جلوس تھا۔ حضرت موصوف نے قیام لاہور کے درمیان جہاں بھی نماز ادا فرمائی بوقت نماز لاؤڈ اسپیکر بند کرادیا۔ تصویر اتارنے والوں کو سختی سے منع فرمایا۔ حضرت کی تشریف آوری سے قبل لاہور، گوجرانوالہ، فیصل آباد، لائیل پور، ملتان، سکھر، حیدرآباد، کراچی، راولپنڈی وغیرہ کی سیکڑوں سنی انجمنوں اور اداروں نے اشتہارات و پوسٹر شائع کیے تھے۔ آپ جدھر سے گذرجاتے جلوس بن جاتا، جہاں قیام فرماتے جلسہ کی صورت بن جاتی۔

اس قسم کے کثیر واقعات ہیں جو تاریخ کے اوراق میں بکھرے پڑے ہیں۔ مضمون کی طوالت کی وجہ سے میں اسی پر اختصار کرتا ہوں۔ اگر اللہ نے چاہا تو مستقبل قریب میں تمام واقعات کو یکجا کر کے کتابی شکل میں جمع کردوں گا۔

ہندوستانی دورے:

ہندوستان کا کوئی صوبہ ایسا نہیں جہاں پر آپ کا قدم ناز نہ پہنچا ہو۔ صوبہ کا دائرہ تو بہت وسیع ہوتا ہے بلکہ آپ اکثر ضلعوں میں تبلیغی دورے پر تشریف لے گئے ہیں۔ ہر جگہ ہر مقام پر آپ نے رشد و ہدایت کی باتیں کی ہیں اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کا خوب خوب چرچہ کیا ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ آپ کے دست حق پرست پر بیعت بھی ہوئے۔ آپ نے بمبئی، گجرات، احمدآباد، حیدرآباد دکن، کلکتہ، مدراس، مہاراشٹر، کرناٹک، جے پور، جودھپور، بہار،

بنگال اوران سے متعلق علاقوں کا خصوصیت کے ساتھ سفر کیا۔

وفات حسرت آیات:

ان تمام کوششوں اور کامیابی کے بعد اپنی تمام تر خوبیوں اور رعنائیوں کو لے کر رمضان المبارک کی ۱۸ر تاریخ ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء کو اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر کے ہمیں داغ مفارقت دے کر ہمیشگی کی نیند سو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

آپ کے وصال کی خبر شہر اور اطراف شہر میں پھیل گئی اور زائرین ومحبین کا تانتا بندھ گیا۔ کثیر تعداد میں لوگ آتے رہے اور اپنے قائد کا آخری دیدار کرتے رہے۔ اعلان کے مطابق تجہیز وتکفین عمل میں آئی۔ اسلامیہ انٹر کالج گراؤنڈ میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ حضور صاحب سجادہ مارہرہ مطہرہ سید سرکار علامہ الحاج حسن میاں صاحب قبلہ دام ظلہ نے امامت فرمائی اور آپ کو سنت کے مطابق آپ کے جد کریم حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بیچ میں، جہاں آپ نے اسی رمضان المبارک میں ۲۱ر پارے قرآن کریم کے تلاوت فرمائے تھے۔ آپ کی قبر انور کے سپرد کر دیا۔ قبر انور درست کر کے سورۃ بقرہ شریف کا اول وآخر تلاوت کیا گیا۔ دارالافتاء کے مفتی مولانا محمد فاروق صاحب رضوی نوری نے اذان قبر پڑھی۔ فاتحہ وصلوٰۃ وسلام کے بعد ایصال ثواب کر کے جملہ غمزدہ رخصت ہوئے۔

☆☆☆

باب دوم

حیات وخدمات

امام الاولیا حجۃ الاسلام

حضرت مولانا مفتی محمد اعجاز ولی خاں رضوی بریلوی
خلیفہ حضور حجۃ الاسلام قدس سرہ

اَنَا مِنْ حَامِدٌ حَامِدٌ رَضَا مِنِّیْ کے جلووں سے
بحمد اللہ رضا حامد ہیں اور حامد رضا تم ہو

آج میں ایک ایسے تذکار کے لیے اپنے قلم کو جنبش دے رہا ہوں جو آفتاب علم و فضل، ماہتاب تقویٰ و عمل، امام الاولیاء، حجۃ الاسلام، مرجع الخواص والعوام، جمال الانام، علامہ شاہ محمد حامد رضا خان صاحب (قدس اللہ سرہٗ العزیز) کی حیات طیبہ سے تعلق رکھتا ہے اور بجا طور پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ:

سر گذشت ''عہد گل'' از نظیری نشنوید
عندلیب آشفتہ ترمی گوید ایں افسانہ را

میرے ممدوح سرکار امام اہلسنت، غوث زماں، قطب دوراں، سراج الہند، مجدد و محدث اکرم اعلیٰ حضرت (قدس سرہٗ العزیز) کے فرزند اکبر و جانشین ہیں۔ سیدنا امام اہلسنت مجدد دین وملت رضی اللہ عنہ نے اپنے اس جلیل القدر فرزند کی ولادت باسعادت پر (جو ربیع الاول ۱۲۹۲ھ کو ہوئی) اپنے اس عظیم الشان لخت جگر کا نام نامی ''محمد'' رکھا۔ اور عرف میں استعمال کے لیے ''حامد رضا'' تجویز کیا جو عمر و وفات پر لطیف اشارہ تھا گویا حق بین وحق نظر نگاہ نے یوم ولادت پر ہی سب کچھ ظاہر کر دیا کہ محمد کے عدد ''۹۲'' یہ سنہ ولادت پر دال اور حامد رضا کے عدد ۱۳۶۲ سنہ وفات پر دال، اور عمر پاک ستر (۷۰) سال پر مشعر بلکہ یہی نہیں مدت جانشینی پر بھی اپنی وفات کی تاریخ بتا کر ارشاد فرمایا کہ سنہ ۱۳۴۰ھ میں ان سے ہمارے جانشین کی حیثیت سے سجادہ علیہ کی زیب وزینت میسر و حاصل ہوگی۔ اور ۴۰ھ سے ۱۳۶۲ھ تک پورے تیس سال سجادہ نشینی

فرمائیں گے جیسے حضور سرور کائنات فخر موجودات سرور عالم، آقائے دوجہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام منا ومن الرحمٰن نے اپنی عمر مبارک کے پچھلے تیس (۲۳) سال تبلیغ وہدایت میں صرف فرمادیئے (از ۴۰ ھ ولادت اقدس تا ۶۲ ھ وصال شریف)

اسی طرح حضور سرور عالم ﷺ کی اتباع میں یہ بھی دین مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی خدمت میں پورے تیس ۲۳ سال بحیثیت نائب اعلیٰ حضرت وخلیفہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما معروف ومشغول رہیں گے فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

یہ آفتاب علم وفضل ربیع الاول ۱۲۹۲ھ کو طلوع ہوا۔ اور اپنی نورانی تابشوں سے عالم کو جگمگا کر ۱۷ر جمادی الاول ۱۳۶۲ ھ پونے گیارہ بجے شب عین حالت تشہد میں السلام علیک ایھا النبی کہتا ہوا غروب ہوا۔

کتنے مقدس ہیں وہ لمحات جو ذکر وفکر مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء میں گزریں اور کتنی مبارک ہے وہ ہستی جس کی عمر کا آخری لمحہ بھی صلوٰۃ وسلام میں ہی گزرا۔ حضرت مولانا جامی (علیہ الرحمۃ السامی) تو یوں فرمائیں۔

خوشا مسجد و مدرسہ خانقاہے
کہ دروے بود قیل وقال محمد ﷺ

اردو میں یوں عرض کروں۔

خوشا لمحہ و نفس ودم ساعتے
کہ دروے بود وصف ونعت محمد ﷺ

حق یہ ہے کہ حضرات اولیاء کرام کو اپنی حیات ظاہری وحیات باطنی وقرب ووصال کے تمام ادوار وازمنہ کا علم ہوتا ہے سیدنا امام حجۃ الاسلام (ادخلہ السلام فی دار السلام) نے ایک سال پیشتر سے اپنی وفات کی خبریں دینا شروع فرمادی تھیں اور انہیں اخبار میں آپ نے صاف صاف بتادیا کہ وقت وصال کیفیت وصال کا مشاہدہ یوں ہوگا کہ زبان ذکر صلوٰۃ وسلام میں مصروف ہوگی اور روح قرب ووصال کے چھلکتے ہوئے کیف وسرور کے جام پی رہی ہوگی چنانچہ ارشاد فرمایا۔

حضور روضہ ہوا جو حاضر تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامد
خمیدہ سر، بند آنکھ، لب پر مرے درود وسلام ہوگا

سب نے دیکھا کہ تیمم کیا نماز کا تحریمہ باندھنے کے لیے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا اور نماز میں مشغول ہو گئے۔ جب دیر ہوئی لوگوں نے ہاتھ ہٹانا چاہا بقوت ہاتھ کو روک لیا یہاں تک کہ نماز تشہد تک پڑھی اور جب روح نے پرواز فرمائی تو بعینہٖ یہی حال تھا۔

خمیدہ سر، بند آنکھیں اور لب پر صلوٰۃ وسلام سبحان اللہ! ان کی وفات بھی حیات اور حیات تو پھر حیات اور کیوں نہ ہو جب ان کا رب انہیں پیغام فلنحیینہٗ حیاۃ طیبۃ دے تو کون اُن کی اس حیات طیبہ سے انکار کر سکے۔

علم و فضل:

حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کو علم و فضل و ادب و تفقہ میں وہ ملکہ تام حاصل تھا کہ علماء عش عش کرتے تھے فی البدیہہ عربی میں قصائد و نظم کی تدوین تو معمولی بات تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ۱۳۴۶ھ میں حجاز مقدس کے وزیر دفاع حضرت سید حسین دباغ رحمۃ اللہ علیہ ان مظالم کا ذکر کر رہے تھے، جو اہل حرمین و مقابر مطہرہ پر کئے جا رہے تھے اور حضرت امام حجۃ الاسلام قدس سرہٗ ان کے ساتھ برجستگی سے عربی میں گفتگو فرما رہے تھے۔ چنانچہ خود حضرت سید حسین دباغ نے فرمایا کہ میں نے اکناف و اطراف ہند میں دورہ کیا مگر ایسی تیز اور نفیس و سلیس عربی بولنے والا دوسرا کوئی نظر نہ آیا، اسی طرح ایک مرتبہ ترکی سے سید محمد مالکی تشریف لائے گفتگوئیں ہوئیں۔ بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور یہی فرمایا کہ طول و عرض ہند میں ان (حجۃ الاسلام) جیسا کوئی عربی بولنے والا نہ ملا۔

تالیف و تصنیف، تبلیغ و ہدایت میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ الدولۃ المکیہ شریف کی تالیف اور تصدیقات میں آپ کا بڑا حصہ شامل ہے۔ دوسرے سفر حج میں۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ علیل تھے اور دوران علالت مسئلہ علم غیب پر سوال ہوا۔ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے املا فرمایا اور امام حجۃ الاسلام قدس سرہٗ نے کتابت فرمائی۔ آٹھ گھنٹے کی املاء و انشاء ساڑھے چار سو صفحات پر مشتمل تھی۔ پھر اُس کی کئی نقلیں بھی خود فرمائیں ان پر اعاظم علمائے حجاز و شام و مصر و عراق سے تصدیقات کرائیں۔ بعض حضرات علمائے کرام کو پوری کتاب سنائی بعض جگہ معاندین و مکابرین نے شورشیں کیں۔ اُنہیں مسکت جواب دیے اور حرمین طیبین میں ایسی نمایاں کامیابی حاصل فرمائی کہ اجلہ افاضل حرمین نے سندیں عطا فرمائیں۔ چنانچہ آپ کو حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی چاروں فقہائے کرام و مجتہدین عظام کے سلسلہ سے سند حدیث حاصل ہے۔

سند:

آپ کی سندوں میں ایک خوبی یہ ہے کہ آپ کو حضرت برکۃ المصطفیٰ ''فی الھند'' شیخ محقق محدث دہلوی رضی اللہ عنہ سے سند حاصل ہے۔

الامام حجۃ الاسلام رضی اللہ عنہ عن السید السند المولیٰ الکریم مولانا الشاہ ابی الحسین احمد النوری عن جدہ الکریم المولیٰ الکریم مولانا السید اٰل الرسول المارھروی عن عمہ العارف الکامل مولانا الشاہ السید احمد المارھروی عن استاذہ الکریم مولانا السید التقی النقی الشاہ حمزہ ابن السید السند الشاہ آل محمد المارھروی عن البارع الکامل السید طفیل محمد عن الاستاذ الکامل البارع الاورع السید فخر الدین البلجرامی عن الستادہ الشیخ الافخم عدیم العدیل فی عصرہ مولانا الشیخ نور الحق عن ابیہ الکامل المحقق المحدث مولانا الشیخ عبد الحق الدھلوی (قدس اللہ اسرارھم)

مجھے بھی بطور تحدیث نعمت عرض کرنا ہے کہ بحمدہٖ الٰہ ایسی ہی سند مجھے بھی آقائے نعمت امام حجۃ الاسلام رضی اللہ عنہ سے حاصل ہے۔ علاوہ ازیں اپ کو اجازت وخلافت چاروں سلاسل طریقت میں سیدنا امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ وسیدنا ابوالحسین احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہے۔ اپ کی خلافت واجازت سے پاکستان میں حضرت علامہ ابو الحسنات مدظلہ، حضرت علامہ ابوالفضل محدث لائلپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ مفتی تقدس علی خانصاحب قادری صدر المدرسین جامعہ راشدیہ پیر گوٹ سندھ، یہ فقیر قادری غفرلہ اور چند دیگر مقتدر علماء کرام مشرف ہیں۔

فضل وکمال:

آپ کے اخلاق وخصائل اور صورت وسیرت ایسی پاکیزہ تھی کہ کتنے ہی غیر مسلم محض جمال جہاں آرا دیکھ کر مشرف باسلام ہو گئے۔ آپ کی تصانیف وتالیفات میں سے بعض پاکستان میں مل جاتی ہیں بالخصوص ''الصارم الربانی'' الدولۃ المکیہ شریف کا ترجمہ بھی آپ ہی کا کیا ہوا ہے۔ جو بحمدہٖ تعالیٰ چھپ گیا ہے۔ اور پاکستان میں اہل سنت کے ہر مکتبہ سے مل سکتا ہے نعتیہ دیوان کا

کچھ حصہ طبع ہوا اور اب نایاب ہے نعت گوئی خاص مشغلہ تھا۔ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کرم پر ناز فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

ایک نبی کے ہاتھ سے ایک علی کے ہاتھ سے
کوثر و سلسبیل کے ہم کو ملیں گے جام دو
ہاتھ سے چار یار کے ہم کو ملیں گے چار جام
دست حسن حسین سے اور پئیں گے جام دو

علم وادب:

عربی میں آپ کا آج تک کوئی نظیر نظر نہ آیا۔ اس مختصر تذکرہ کو حضرت امام حجۃ الاسلام ادخلہ السلام فی دار السلام کے ایک عربی شہ پارہ پر ختم کرتا ہوں آپ لغات تلاش فرماتے رہیے۔

''سقاہ ربہ من نمبر منہل کومہ المروی وحماہ عن حدشر غروی'' امام الاولیاء حجۃ الاسلام، حجۃ الاسلام امام الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆☆☆

حجۃ الاسلام
کی زندگی کے غیر فانوسی نقوش

تلمیذ حجۃ الاسلام مفتی شاہ محمد ابراہیم فریدی علیہ الرحمہ

روہیل کھنڈ کے صدر مقام بریلی میں افغانی النسل روہیلہ بھڑیچ قبیلہ کے علماء خاندان میں ۱۲۹۲ھ میں آفتاب علم وعمل کے گھر میں عطارد عقل ودانش کا ظہور ہوا، جس کا نام سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم گرامی پر ''محمد'' رکھا گیا۔ پدر بزرگوار کے اسم گرامی کے مناسبت سے ''حامد رضا'' بڑھا دیا گیا۔ پورا نام ''محمد حامد رضا'' ہوا۔ یہی نام کتابت میں رہا اور یہی مجموعہ اصلی نام قرار پایا اگر چہ عوام کی زبان حامد میاں کہتی تھی۔ تربیت وتعلیم اپنے نامور والد کے زیر سرپرستی ہوئی فارسی درسیات، عربی کا درس نظامیہ، مستند اساتذہ اور صاحب تدریس علماء سے حاصل کیا۔ حدیث شریف اپنے والد ماجد سے پڑھی مکہ معظمہ میں بھی درس حدیث لیا، قسطلانی، شرح بخاری سبقاً سبقاً پڑھی اور مکہ مکرمہ کے مشاہیر علماء صاحب درس وافتاء سے استفادہ کیا۔ ''دولۃ مکیہ'' کے تالیف کے وقت اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے پیش خدمت رہے۔

آپ کی وجاہت وشباہت، حسین شکل، دراز قد، پرنور چہرہ دیکھ کر صاحب علم وفضل آپ ہی کو اعلیٰ حضرت بریلوی تصور کر لیتے اور اسی انداز سے مصروف تکلم ہو جاتے۔ مکہ مکرمہ کے کتب خانہ میں ایک جید عالم کو اشتباہ ہوا انہوں نے آپ ہی کو اعلیٰ حضرت بریلوی جانا اور آپ سے تخاطب کرنے لگے آپ کی زبان عربی کی ادبی زبان تھی گفتگو میں اکثر عربی الفاظ زبان مبارک پر جاری ہو جاتے، کبھی عربی کے وہ الفاظ زبان سے نکلتے جو کان آشنا نہ ہوتے، طلباء ان کو سن کر حیران وششدر ہو جاتے اور اس کے معنیٰ کے تلاش میں لغت کے اوراق گردانے لگتے ہیں۔

گفتار میں سنجیدگی اور متانت ہوتی، کلام ٹھہر ٹھہر کے کرتے جس سے سامعین پر خاصہ اثر پڑتا کبھی خوش طبعی وظرافت کے لہجہ میں سخن فرما ہوتے جس کو سن کر حاضرین تبسم ریز ہو جاتے۔

قرآن مجید کی تلاوت کا لہجہ عربی ہوتا اور حضرت حفص علیہ الرحمہ کی قرأت پر تھا۔ امامت کے فرائض محلہ سوداگران بریلی کی مسجد میں خود انجام دیتے۔ جمعہ کی نماز حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے موجب دوسرے مثل میں ہوتی۔ آپ امامت کرتے بعد ادائے سنن صلوٰۃ وسلام بہ آواز پڑھتے، پھر اعلیٰ حضرت کے مزار پر جا کر فاتحہ خوانی کرتے۔ ہم لوگ اپنی اپنی مسجدوں میں نماز جمعہ پڑھ کر آپ کی قرأت سننے کے لیے محلہ سوداگران میں آجاتے۔ اور آپ کی قرأت سنتے اور صلوٰۃ وسلام ساتھ پڑھتے۔ زیب تن نفیس لباس اور عمدہ عبا ہوتا، سر پر بڑھیا صافہ زرد مائل، گلے میں قیمتی سبز رنگ خوبصورت تسبیح ہوتی ہاتھ میں عصا ہوتا۔ لباس معطر بہترین عطر میں بسا ہوتا جس کی خوشبو سے پاس بیٹھنے والے کے دماغ شگفتہ ہو جاتے۔ چال ڈھال عالمانہ شان کی مظہر تھی، چہرہ علم ودانش کا ترجمان تھا۔ بدایوں میں مسجد شہید گنج لاہور کے سلسلہ میں عظیم الشان جلسہ ہوا جس کی صدارت پیر جماعت علی شاہ نقشبندی محدث علی پوری نے کی جس میں مختلف بلاد، متعدد صوبہ جات کے علماء ومشائخ کا رفیع الشان اجتماع ہوا۔ احقر غفرلہ کی پیہم سعی کی بدولت آپ کانفرنس میں شرکت کے لیے بدایوں آئے اور اجلاس کے ڈائس پر رونق افروز ہوئے۔ سبجیکٹ کمیٹی میں بھی تشریف فرما ہوئے۔ حاضرین آپ کے چہرہ کو دیکھ کر اس خاک نشیں سے آپ کی بابت پوچھنے لگتے، حتی کے محترمی حکیم عبدالناصر عثمانی مرحوم نے مجھ سے خصوصی طور پر دریافت کیا، تعارف کرانے پر حکیم صاحب نے کہا "وہ میرے ساتھ کھیلے ہوئے ہیں، افسوس میں نہیں پہچان سکا"۔

عربی کے اسباق اور درسی کتب مولانا حاجی مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی جو بریلی ملوک پور حضرت معشوق اللہ میاں کی مسجد کے پاس رہا کرتے تھے، صاحب تقویٰ صاحب تدریس عالم تھے۔ مرحوم مولانا نور الحسن رامپوری نے احقر کو ایک تحریر آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی دکھائی جس میں اپنے استاد مولانا مظہر اللہ شاہ کی مدحت میں القاب عظیمہ لکھے تھے۔ اعلیٰ حضرت کے عہد میں آپ نے باقاعدہ مدرسہ منظر اسلام میں درس دیا۔ پھر ۱۳۵۰ھ کے وسط میں مدرسہ مذکور کا درس حدیث لیا، چونکہ مولانا رحم الٰہی علیہ الرحمہ وسط سال میں شیخ الحدیثی سے مستعفی ہو کر چلے گئے تھے۔ اسی وسط سال میں درج حدیث شریف کا ایک طالب علم مولوی عبدالغفور ہزاروی مرحوم تھے جو

شعبان ۱۳۵۰ھ میں سند لے کر وطن چلے گئے۔ آغاز سال ماہ شوال بحکم والد حضرت عارف باللہ مولوی جعفر علی فریدی قطب سہرسہ رحمۃ اللہ علیہ احقر غفرلہٗ بریلی آیا اور درجہ حدیث میں اس کا داخلہ ہوا۔ دورہ کی کتابوں میں آپ کے زیر تدریس صحیح بخاری اور سنن ترمذی آئیں جن کے اسباق تین مہینے جاری رہے پھر یہ درس بھی حضرت مولانا عبد العزیز خاں محدث قدس سرہٗ کے ذمہ کر دیا گیا چونکہ آپ کو رشد وہدایت کے سلسلہ میں دور دراز مشرق و مغرب جانا تھا۔

آپ باضابطہ تدریس کے لیے تیاری کرتے کتب کا مطالعہ فرماتے، علامہ بدر الدین عینی کی عمدۃ القاری شرح بخاری جو طلباء کی زبان پر عینی کے نام سے مشہور ہے مطالعہ فرمایا کرتے تھے اور ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میں نے مکہ مکرمہ میں صحیح بخاری مع قسطلانی پڑھی ہے، وہاں درس میں بخاری شریف مع قسطلانی داخل نصاب تھی۔ عمدۃ القاری کے مطالعہ میں جو اہم اور مفید تر امور ہوتے ان کو حاشیہ پر درج کر لیتے اور اس کا مفہوم طلباء کے سامنے واضح کر دیتے، یہ درج اس لیے تھا کہ آئندہ پڑھانے والے اساتذہ مستفید ہوسکیں۔ درس میں لفظ کے لغوی معنیٰ اور وحدت وجمع کو بھی بیان فرما دیتے اور اپنی تحقیق کو ظاہر کرتے۔ فقہ حنفیہ کے مسائل کی وضاحت کر دیتے، مشکل حدیث کا ترجمہ کر دیا کرتے، صحیح بخاری اور جامع ترمذی کی ابتدا کرتے وقت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی سند بیان کر کے فرماتے جن میں صرف دو واسطوں سے سلسلہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ تک وصل ہوتا ہے۔ وہ دو واسطہ یہ ہیں:

(۱) اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان

(۲) حضرت شاہ آل رسول مارہروی۔

حضرت مارہروی مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے حدیث پڑھی تھی اور حدیث شریف دلائل الخیرات وغیرہ اوراد وادعیہ کی اجازت حضرت شاہ محدث دہلوی سے پائی تھی۔

سنہ ۱۳۵۱ھ کے شروع میں کہنہ بریلی مرزائی مسجد میں انجمن حزب الاحناف بریلی کی جانب سے عربی درس نظامیہ کا مدرسہ قائم کیا گیا جس کے مہتمم مولانا حسنین رضا خاں صاحب مدظلہٗ منتخب ہوئے۔ مرزائی مسجد میں عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ کا فاضلانہ خطاب اور پر مغز تقریر ہوئی آپ نے بخاری شریف کے درس سے مدرسہ کا افتتاح فرمایا۔ آپ اور مفتی اعظم ہند مدظلہٗ مدرسہ کے سرپرست قرار دیئے گئے، مولوی عبد الغفور ہزاروی کو مدرس مقرر کیا گیا۔

آپ طبعاً نہ مقرر تھے اور نہ واعظ لیکن بوقت ضرورت تبلیغی وعظ اور پند فرما دیا کرتے تھے۔ جمعرات کے دن مدرسہ منظر اسلام کے درجہ میں تشریف لے آتے مختلف علمی اور دینی موضوعات پر طلباء کو مخاطب کرتے مسئلہ علم غیب پر روشنی ڈالتے ،فوقانیہ کے درجہ کے طلباء کو" دولۃ المکیہ" کے مطالعہ کرنے کی طرف توجہ دلاتے اور وسطانیہ کو" انباء المصطفیٰ" دیکھنے کو کہتے۔

طبیعت میں نفاست اور زندہ دلی تھی، مزاح کا مذاق داخل تھا، کبھی کبھار ظرافت اور خوش طبعی کے پیرائے میں گفتگو کرتے اور مخاطب کو اسی عنوان سے تخاطب فرماتے جس کو سامعین سن کر مسکرا پڑتے لیکن یہ خوش دلی شرع کی حدود میں رہتی کبھی سرمو تجاوز نہیں کرتے۔ نہ کبھی قہقہہ لگایا اور نہ ہنستے صرف تبسم فرمایا کرتے تھے۔ خط پاکیزہ خوشخط اور پختہ تھا۔ اردو خط خط نستعلیق میں لکھتے ،اور عربی خط خط نسخ میں۔ یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ ان دونوں خطوں کی خوبیاں کس خطاط اور استاذ کی توجہ کا فیض تھا۔ آپ دستخط بہ خط طغریٰ ہوا کرتا تھا۔ جب انگشت ابہام ڈاکٹر کی تجویز سے قطع کردی گئی تو دستخط کی مہر بن گئی تھی۔ جس کا ٹھپہ بمنزل دستخط شمار ہوتا تھا۔

فطرتاً شاعری سے زیادہ لگاؤ نہ تھا، پھر بھی نعت شریف کہہ لیا کرتے تھے اور نعتیہ کلام پر نقد وتبصرہ فرما لیا کرتے تھے۔ آپ کی تصنیف کردہ نعتیہ اشعار تعداد سے ہونگے دیگر تصنیفات علمی اور فقہی ہیں جن میں بعض طبع ہوکر شائع ہوچکی ہیں کچھ تراجم بھی ہیں۔

حضرت میاں صاحب مارہروی کو شاہ ابوالحسین احمدی نوری قدس سرہٗ سے شرف بیعت وخلافت حاصل تھا۔ نیز اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے طریقت کے خانوادوں اور علمی سلاسل کی اجازت پائی تھی، مزید برآں شیخ طریقت حضرت شاہ علی حسین جیلانی کچھوچھوی (اشرفی میاں) نے بھی اپنے خانوادہ کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔

۲۵ رصفر ۱۳۴۰ھ میں اعلیٰ حضرت کے وصال پر جانشیں ہوئے اور رسم سجادگی ادا کی گئی اس وقت سے پورے ۲۲ رسال ۲۲ ردن صاحب سجادہ رہے۔ ۱۸ رجمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء کی رات میں ۷۰ رسال کے قریب عمر پاکر واصل بحق ہوئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ۱۸ رجمادی الاولیٰ کو اعلیٰ حضرت کے پہلو میں دفن کئے گئے۔ سوم (تیجہ) کے دن قرآن خوانی اور فاتحہ میں احقر غفرلہٗ مع فرزند مولوی عبدالقادر فریدی شریک ہوا۔ اسی دن دادوں ضلع علی گڈھ سے مولانا حکیم امجد علی اعظمی تشریف لائے۔

استاذی مولانا حاجی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قادری بریلوی علیہ الرحمہ کی وفات پر احقر غفرلہ، نے ذیل کی نظم فارسی تصنیف کی تھی جن کے اشعار میں سال ولادت، سال وفات، صوری اور معنوی ہجری، تاریخ وماہ وفات اور محاسن مذکور ہیں، اس نظم میں گیارہ شعر ہیں مقطع کا آخری مصرعہ بھی سال وفات کی خبر دے رہا ہے۔

سوئے زبزم جہاں رفت بہ بزم جناں		مفتی دین متین مولوی حامد رضا
صاحب زہد وورع عالم با اتقیاں		پیش روئے اہل دیں ہادی راہ خدا
عابد شب زندہ دار صوفی وصافی منش		رہرو راہ سلوک، صاحب رشد وہدیٰ
برسر عرش ہدیٰ، ماہ شرف ذات او		نجم صداقت پئے، مطلع صدق وصفا
داغ فراق رضا، بازبدل تازہ شد		وارث فضل رضا، رفتہ بقرب رضا
مرگ گزین عالمے، مرگ جہاں ہم بود		ماتم او ماتم دہر بود برملا
غیر رضا بالقضاء چارۂ دل ہیچ نیست		شیوہ ایماں بود، صبر دم ابتلا
بسکہ بسر بردہ بود عمر بخیر العمل		رحمت رب بہرہ اش، ساختہ خیر الجزا
اسم محمد شدہ عہد ولادت نگر		سیزدہ صد شصت ودو دیدہ گزید آنسرا
۱۲۹۲		۱۳۶۲
شب زمہ پنج بیں ہیزدہ ہم آمدہ		چوز فنائے بکاں رفتہ بدار بقا
کلک فریدی نوشت از پئے سال وصال		بین جناں آمدہ مولوی حامد رضا
		۱۳۶۲

نویں شعر کے پہلے مصرع میں سال ولادت (۱۲۹۲ھ) اور دوسرے مصرعہ میں سال وفات (۱۳۶۲ھ) صورۃً ومعناً ہیں۔ مصرع سال وصال سن ہجری ہے۔

حجۃ الاسلام کا حسن صورت و حسن سیرت

مولانا سید ریاض الحسن نیر جودھپوری

شہزادۂ اعلیٰ حضرت، استاذ العلماء، امام الاولیاء فی عصرہ ،مرجع الانام، حجۃ الاسلام مولانا مولوی مفتی شاہ الحاج حضرت اقدس محمد حامد رضا خاں صاحب قبلہ قادری برکاتی نوری بریلوی نور اللہ مرقدہٗ کی ذات گرامی دنیائے سنیت میں محتاج تعارف نہیں۔ ماہ جمادی الاولیٰ کی ۱۷ ر تاریخ کو حضور نے محبوب حقیقی سے وصال فرمایا اشتداد امراض کے باعث قیام کی طاقت نہ تھی۔ لیٹے ہوئے اشارے سے نماز ادا فرماتے تھے۔ اسی طرح نماز عشاء کی نیت باندھی اور ہاتھ باندھے ہوئے اپنے رب کریم کے حضور حاضر ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

بیعت: میری آنکھوں کے سامنے وہ منظر پھر رہا ہے۔ جب حضور ۱۳۶۱ھ میں ہم غلاموں کی استدعا پر دوسری مرتبہ رونق افروز جودھپور ہوئے۔ غریب کدہ پر مشتاقان دید کا ہجوم تھا ۔اہل عقیدت بیعت ہو رہے تھے۔ مردوں کے بعد عورتوں کا نمبر تھا۔ بالا خانے کے دو حصے تھے۔ جن کے درمیان فقط ایک دروازہ تھا۔ ایک حصہ میں حضور جلوہ فرما تھے۔ دوسری طرف عورتوں کی نشست کا انتظام تھا۔ بیعت کے لیے ایک صافہ دروازہ سے گزار کر دروازہ بند کر دیا تھا جس کا ایک سرا حضور کے دست اقدس میں تھا اور دوسرا مستورات کے ہاتھوں میں حضور نے بیعت فرمانا شروع کیا اور الفاظ بیعت زبان فیض ترجمان سے ادا فرمائے۔ دفعتاً جلال بھرے الفاظ میں ارشاد فرمایا ''مؤدب بیٹھو جیسے نماز میں بیٹھتے ہیں'' ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا قلب میں ایک عجیب قسم کا اضطراب تھا۔ آخر دوسری سمت جا کر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ محلے کی ایک عورت جو بیعت ہونے والیوں کے زمرے میں تھی اور جسے دوزانو بیٹھنے کی

ہدایت کی گئی تھی۔ وہ چارزانو ہو کر بیٹھ گئی تھی۔ اور اس طرز سے بیٹھتے ہی معاً حضور نے وہ الفاظ گرامی استعمال فرمائے۔ سچ ہے۔ اللہ والوں سے کوئی شیئے حجاب میں نہیں ہوتی۔ ع۔ قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید۔

تسبیح: اسی زمانے میں حضور نے اس سگ بارگاہ سے ایک بار ارشاد فرمایا کہ میری تسبیح (مبارکہ) کا ڈورا کمزور ہو چکا ہے۔ اسے بدلوا دیا جائے میں نے جی حضور کہہ کر تسبیح لے لی، لیکن رعب وجلال کے باعث تفصیل دریافت نہ کر سکا۔ بازار جا کر ایک دکاندار کو تسبیح دکھائی اور کہا کہ جیسی یہ ہے ویسی ہی اسے بنا دو پھندنے کے لیے اس نے زرد رنگ تجویز کیا۔ لیکن میں نے کہہ دیا کہ نہیں سبز رنگ کا پھندنا ہی لگاؤ جیسا کہ اس میں لگا ہوا تھا۔ غرض تسبیح تیار ہو گئی اور میں لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ بہت ستائش فرمائی اور مسکرا کر فرمایا ''زرد رنگ بہتر تھا کہ صوفیانہ تھا'' اللہ اکبر کہاں بازار کی بات چیت اور کہاں حضور کا اپنے مقام پر تشریف رکھتے ہوئے مشاہدہ۔

خواب: میری ایک عزیزہ تھیں، جنہیں بیعت کے لیے کہا گیا۔ لیکن ان کی توجہ کسی اور جانب تھی۔ اس لیے انہوں نے معذرت ظاہر کی حضور کی روانگی کے بعد ان بی بی نے خواب میں دیکھا کہ حجۃ الاسلام تشریف لائے اور انہیں بیعت فرمالیا۔ صبح اٹھیں تو قلب کی حالت بدلی ہوئی تھی۔ مجھ سے کہا کہ اب مجھے تحریری بیعت ہی کرادو۔ چنانچہ حضور کی خدمت میں عریضہ لکھا گیا۔ میرے دوست محمد خاں کا ایک مقدمہ چل رہا تھا حضور نے ان سے تعویذ مرحمت فرمانے کا وعدہ فرمایا تھا۔ لیکن پرواز ہائے جمال نے اتنی مہلت نہ دی کہ تعویذ تیار ہو پاتا مراجعت فرمائی گئی۔ اور مقدمہ کی تاریخ آ گئی بیچارہ محمد خاں پریشان۔ یا اللہ کل کیا ہوگا۔ صبح صادق کا وقت ہے ابھی یہ بستر استراحت ہی پر ہیں۔ کہ دروازہ پر دستک ہوئی ہے۔ باہر جا کر دیکھتے ہیں تو غلام فرید صاحب (جو آج کل کراچی میں ہیں) سلام علیک کے بعد انہوں نے تعویذ نکال کر پیش کیا۔ محمد خاں نے حیرت واستعجاب سے پوچھا یہ کیا انہوں نے بتایا کہ آج رات حضور سیدنا حجۃ الاسلام قدس سرہٗ العزیز نے مجھے خواب میں تشریف لا کر حکم فرمایا کہ میں نے تمہیں جو تعویذ دیا ہے۔ وہ علی الصبح محمد خاں کو پہنچا دو۔ اللہ اللہ یہ کرم فرمائی تھی غلاموں پر جبھی لوگ پروانہ وار اس شمع جمال پر نثار ہوتے اور حلقۂ غلامی گلے میں ڈالتے تھے۔

چنانچہ وصال اقدس کے بعد شمار کیا گیا تو حضور کے دست حق پرست پر بیعت ہونے والوں کی

تعداد دو لاکھ سے زائد تھی۔ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

علم وفضل: حضور کا علمی فضل وکمال مہر منیر کی طرح درخشاں وتاباں ہے مدینہ طیبہ میں شیخ عبد القادر طرابلسی سے مباحثہ اور شیعی مجتہد سے گفتگو کے دو عظیم گواہ موجود ہیں۔ علاوہ ازیں مجھ سے مولانا محمد اسلام صاحب سنبھلی نے بیان فرمایا کہ حضرت صدر الافاضل استاد العلماء مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضور جب اجمیر اقدس تشریف لے گئے تو جناب مولانا معین الدین صاحب اجمیری نے زبان عربی میں حضرت سے کچھ سوالات کئے جن کا حضور نے برجستہ عربی اشعار میں جواب دیا۔ اس کے بعد حضرت صدر الافاضل جیسی شخصیت نے اعتراف فرمایا کہ زبان عربی کا ماہر میں نے حضرت جیسا کسی کو نہ دیکھا۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسائل مبارکہ ''الدولۃ المکیہ'' اور ''کفل الفقیہ الفاہم'' کی تمہیدات بزبان عربی حضور نے قلم برداشتہ تحریر فرمائیں۔ جو خود اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت پسند آئیں۔ ستائش فرمائی اور داخل رسائل فرمانے کا اذن دیا۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال اقدس سے ایک ہفتہ قبل جو لوگ بیعت کے لیے حاضر ہوئے ان سے خود اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ ''حامد رضا خاں کا ہاتھ میرا ہاتھ ان کی بیعت میری بیعت اور ان کا مرید میرا مرید ہے۔ سند خلافت میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صاف صاف تحریر فرمایا کہ یہ جانشینی وخلافت قیصر وکسریٰ کی طرز پر نہیں بلکہ خلافت حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی نہج پر ہے علماء کرام کے مشورے اور استخارہ وفرمان حضور سیدنا ابو الحسین احمد نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد مسند خلافت پر متمکن فرمایا تو جن کی خلافت نہج خلافت راشدہ پر ان کے فضل وکمال کا اللہ اکبر کیا کہنا۔''

حجۃ الاسلام: جانشین اعلیٰ حضرت

پروفیسر مسعود احمد مظہری

حجۃ الاسلام علامہ محمد حامد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء میں بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کے جد اعلیٰ افغانستان سے آئے اور ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کے زمانے میں اعلیٰ مناصب پر فائز ہوئے۔ آپ کے پردادا مولانا رضا علی خاں علیہ الرحمہ عالم معارف تھے۔ انقلاب ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف عملاً جہاد کیا۔ یوپی گزیٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ انگریز جنرل ہڈسن نے آپ کا سر لانے کے لیے انعام مقرر کیا۔ مگر وہ سر کس کو ملے جو در حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر جھک چکا ہو۔

آستاں پہ تیرے سر ہو، اجل آئی ہو

پھر اے جان جہاں تو بھی تماشائی ہو

حجۃ الاسلام کے بدن میں عظیم مجاہدوں کا خون دوڑ رہا تھا، اسی لیے انہوں نے گھڑسواری میں کمال پیدا کیا، سرکش سے سرکش گھوڑے کو وہ رام کرلیا کرتے تھے۔۔۔۔ حجۃ الاسلام نے معقولات ومنقولات کی تمام درسی کتابیں اپنے والد ماجد احمد رضا علیہ الرحمہ سے پڑھیں اور اس شان سے پڑھیں کہ ان کے درسی سوالات کو امام احمد رضا نے یہ وقار بخشا کہ جب فرزند دل بند کا حوالہ دیتے ہیں تو فرماتے ہیں "قال الولد الاعز" ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں جب وہ حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین شریفین کے لیے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو وہاں علما کے درس میں شریک ہوئے اور سندیں حاصل کیں۔ حجۃ الاسلام ۱۹ رسال کی عمر میں ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۴ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ یہ سعادت بہت کم طلباء کو حاصل ہوتی ہے کہ اتنی چھوٹی عمر میں معقولات ومنقولات سے فارغ ہو جائیں۔ فقیر کے برادر بزرگ مولانا محمد منظور احمد علیہ الرحمہ

(ابن مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ نقشبندی مجددی دہلوی) بھی ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۷ء میں مدرسہ عالیہ فتح پوری، دہلی سے ۱۹ر سال کی عمر میں فارغ ہوئے اور پورے مدرسے میں اول رہے، ان کے اساتذہ کا کہنا تھا کہ مرحوم کی حیات وفا کرتی تو اپنے دور کے شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ہوتے مگر ان کی عمر نے وفا نہ کی اور ۱۳۶۹ھ/ ۱۹۴۷ء میں حیدر آباد، سندھ میں انتقال کر گئے۔ تو عرض یہ کر رہا تھا کہ ۱۹ر سال کی عمر میں شاذ و نادر ہی طلباء فارغ التحصیل ہوتے ہیں اور امام احمد رضا کی کیا بات کی جائے انہوں نے تو تیرہ سال دس ماہ پانچ دن میں فارغ ہو کر دنیا کو حیران کر دیا۔ حجۃ الاسلام، اسی جلیل القدر استاد کے بیٹے اور شاگرد تھے۔

۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء سے ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء تک امام احمد رضا کی خدمت میں رہ کر تربیت کے مراحل طے کئے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد ۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۵ء میں کار افتاء کے لیے تیار کر دیا تھا۔ امام احمد رضا کے لیے فتوؤں میں حوالوں کی کتابیں نکالنا، سندوں کی عبارتیں تلاش کرنا آپ کے ذمے تھا، اس طرح فتویٰ نویسی کے لیے خود آپ بھی تیار ہو رہے تھے۔ ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء میں دار العلوم منظر اسلام، بریلی شریف کے آپ مہتمم ہوئے تو پھر یہ ذمہ داری حضرت مفتی اعظم مصطفےٰ رضا خاں علیہ الرحمہ نے سنبھالی جو آپ کے چھوٹے بھائی تھے، عمر میں آپ سے اٹھارہ سال چھوٹے تھے۔ حجۃ الاسلام علم و فضل میں یگانہ روزگار تھے، مولانا حسنین رضا خاں صاحب نے سچ فرمایا:

"اعلیٰ حضرت کے بعد اگر واقعی کوئی عالم اور ادیب تھا تو وہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں تھے۔" (تذکرہ جمیل، ص ۱۲۶)

حجۃ الاسلام کا یہی تبحر علمی تھا کہ وہ بڑے سے بڑے عالم سے اعتماد سے گفتگو کرتے اور بحث و مباحثہ میں اپنی بات منوالیا کرتے تھے۔ مفتی شافعیہ کے شاگرد عبد القادر طرابلسی شبلی کو بعض مسائل میں اختلاف تھا، حجۃ الاسلام نے ان کو قیام حرمین کے زمانے ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۵ء میں مسکت جواب دیا اور وہ خاموش ہو گئے۔ عرصہ دراز کے بعد سندھ کے مشہور عالم و عارف حضرت پیر محمد ابراہیم جان سرہندی کی عبد القادر شبلی سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے امام احمد رضا کا ذکر فرمایا۔ یہ بات انہوں نے ۲۷ر رجب المرجب ۱۴۱۳ھ/ ۲۰ر جنوری ۱۹۹۳ء کو پیر جو گوٹھ (سندھ) میں ایک ملاقات کے دوران بتائی۔

حجۃ الاسلام امام احمد رضا کے مرشد شاہ آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ کے پوتے شاہ ابو

الحسنین نوری علیہ الرحمہ (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) سے بیعت تھے اور انہیں کے ارشاد کے مطابق امام احمد رضا نے تقریباً ۱۳/سلاسل طریقت میں اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ حجۃ الاسلام کو سند حدیث بھی کئی واسطوں سے حاصل تھی۔ شاہ ابوالحسن نوری امام احمد رضا کے استاد بھی تھے اور شاہ آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ نے اما احمد رضا کو بھی تربیت کے لیے آپ کے سپرد کیا تھا۔ حجۃ الاسلام نے بیعت کا آغاز امام احمد رضا کے وصال سے چند روز قبل فرمایا، بیعت کے لیے آنے والوں سے امام احمد رضا نے فرمایا:

"ان کی بیعت میری بیعت ہے ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے، جو ان کا مرید ہوا، میرا مرید ہوا، ان سے بیعت کرو۔" (تذکرہ جمیل، ص ۱۰۹)

حجۃ الاسلام کے لاکھوں مرید ہیں، جو پاک وہند اور دوسرے ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ امام احمد رضا کو حجۃ الاسلام سے بڑی محبت والفت تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ امام احمد رضا کو دعوت دی گئی، خود نہ جا سکے، اپنی جگہ حجۃ الاسلام کو بھیجا اور دعوت دینے والے کو تحریر فرمایا:

"حامد رضا کو بھیج رہا ہوں، یہ میرے قائم مقام ہیں، ان کو حامد رضا نہیں، احمد رضا ہی سمجھنا۔" (تذکرہ جمیل، ص ۱۲۲)

اسی عینیت اور اقربیت کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ایک شعر میں یوں فرماتے ہیں:

حامد منی وانا من حامد

"میں حامد سے ہوں اور حامد مجھ سے ہے"۔۔۔یعنی

ع۔۔۔تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اور خود حجۃ الاسلام اس نسبت خاص پر شکر ادا کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

انا من حامد و حامد رضا منی کے جلوؤں سے

بحمد اللہ رضا حامد ہے اور حامد رضا تم ہو

حجۃ الاسلام کے عم محترم مولانا حسن رضا خاں صاحب حسن بریلوی ایک قصیدے میں فرماتے ہیں:

حامد رضا، عالم علم ھدیٰ
نو گل، گل زار جناب رضا
حسن بہارش زخزاں دور باد
چوں اب وجد ناصر ومنصور باد

کس دل سے دعا دی تھی کہ آج تک ان کی بہار میں خزاں نہیں آئی اور ان کی مساعی نے نامرادیوں کا منہ نہیں دیکھا۔

حجۃ الاسلام ۳۱؍سال کی عمر میں ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۵ء میں اپنی والدہ اور چچا مولانا محمد رضا خاں کی معیت میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین شریفین کے لیے روانہ ہوئے۔ لکھنو تک امام احمد رضا چھوڑنے گئے، واپسی پر دل بیقرار رہا، چین نہ آیا، خود بھی تیاری کی، بمبئی پہنچ گئے پھر حجۃ الاسلام اپنے والد جلیل کے ساتھ حج پر روانہ ہوئے۔ یہ حج وسیلہ ظفر بنا، اور امام احمد رضا کو وہ فتوحات حاصل ہوئیں جن کے بیان کے لیے ایک دفتر چاہیے۔ اسی سفر میں امام احمد رضا نے فصیح عربی میں اپنی شہرہ آفاق کتاب ''الدولۃ المکیہ'' لکھی اور اسی سفر میں یگانہ روزگار کتاب۔ ''کفل الفقیہ الفاھم'' لکھی۔ حجۃ الاسلام نے بعد میں ''الدولۃ المکیۃ'' کا اردو میں شاندار ترجمہ کیا۔

الغرض حجۃ الاسلام کو امام احمد رضا کی معیت میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل ہوئی۔

امام احمد رضا کو تصنیف و تالیف اور فتویٰ نویسی سے فرصت نہ ملتی تھی۔ ادھر احباب کا اصرار تھا کہ کوئی دارالعلوم قائم کیا جائے۔ احباب کے اصرار پر دارالعلوم منظر الاسلام ۱۹۰۴ء میں قائم کیا گیا۔ بنیاد امام احمد رضا نے ڈالی مگر اصل بانی حجۃ الاسلام قرار پائے۔ علامہ سلامت اللہ نقشبندی مجددی نے ۱۳۳۸/ ۱۹۱۹ء میں منظر اسلام کے معائنہ کے وقت جو تاثرات قلمبند فرمائے اس میں حجۃ الاسلام کو دارالعلوم کا بانی لکھا ہے اور دارالعلوم کے لیے لکھا ہے:

''جس کی نظیر اقلیم ہند میں کہیں نہیں''

حجۃ الاسلام دارالعلوم کے مہتمم تو تھے ہی ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۶ء میں شیخ الحدیث اور صدر المدرسین بھی ہو گئے، تفسیر و حدیث کا بڑا دلنشین درس دیتے تھے، دور دور سے طلباء، علماء کھنچے چلے آتے تھے۔ حجۃ الاسلام نے اپنے چھوٹے بھائی مفتی اعظم ہند محمد مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ کو بھی پڑھایا اور برادر عم زاد مولانا حسنین رضا خاں صاحب کو بھی پڑھایا، ان کے تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے۔ وہ بہترین معلم تھے، طلبا پر بہت رحیم و کریم۔ منظر اسلام کے تقسیم اسناد کے سالانہ اجلاس بھی تزک و احتشام سے ہوتے تھے، جس میں تمام سلاسل کے اکابر شریک ہوتے تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ کے پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری اور سلسلہ چشتیہ کے دیوان سید آل رسول علی خاں اجمیری وغیرہ بھی شریک ہوتے تھے۔

حجۃ الاسلام کے خاص خاص رفقا میں یہ نام ممتاز نظر آتے ہیں:
منشی فدا یار خاں رضوی۔ نائب مہتمم جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی شریف
مولانا تقدس علی خاں۔ مہتمم جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی
مفتی ابرار حسن صدیقی۔ مدیر "یادگار رضا" بریلی
علامہ شمس الحسن شمس بریلوی۔ صدر شعبہ فارسی، منظر اسلام، بریلی

حجۃ الاسلام بلند پایہ خطیب، مایۂ ناز ادیب اور یگانہ روزگار عالم و فاضل تھے۔ تدریس میں تو اپنی مثال آپ تھے ہی مگر تقریر میں ان کو بڑا ملکہ حاصل تھا۔ پاک و ہند کے بہت سے شہروں میں آپ نے تقریر فرمائی، عقائد کی اصلاح اور ایمان کی حرارت پیدا کرنے کی بھرپور سعی فرمائی۔ آپ کی پہلی مدلل تقریر ۲۹/مارچ 1919ء/ ۱۳۳۷ھ کو جبل پور میں ہوئی۔ امام احمد رضا شریک محفل تھے اور شاداں و فرحاں۔

آپ انجمن حزب الاحناف، لاہور اور جامعہ نعمانیہ، لاہور کے جلسوں میں لاہور بھی تشریف لائے۔ جب لاہور آتے تو شاہ محمد غوث قادری کے مزار مبارک میں قیام فرماتے۔ شاہ محمد غوث قادری اپنے عہد کے جلیل القدر محدث تھے۔ شیخ الحدیث حضرت محمد امیر شاہ صاحب گیلانی قادری مدظلہ العالی کی صاحبزادی ام سلمیٰ نے حضرت شاہ محمد غوث محدث لاہوری پر بڑا فاضلانہ مقالہ ڈاکٹریٹ لکھا ہے۔ جس پر پنجاب یونیورسٹی سے ان کو پی ایچ، ڈی کی ڈگری مل گئی ہے۔ حجۃ الاسلام کا حضرت شاہ محمد غوث محدث لاہور کے مزار پر انوار پر قیام فرمانا کچھ معنیٰ رکھتا ہے۔ ایک محدث محدث ہی کے جوار میں کشش محسوس کرتا ہے اور سکون پاتا ہے۔

حجۃ الاسلام سندھ بھی تشریف لائے۔ علامہ عبدالکریم درس سے گہرے مراسم تھے، وہ امام احمد رضا کے بھی مخلصین میں تھے۔ انہوں نے امام احمد رضا کا قطعہ تاریخ وفات لکھا ہے اور حجۃ الاسلام نے ان کا قطعہ تاریخ وفات لکھا ہے جو "تذکرہ جمیل" میں موجود ہے۔ سندھ میں حجۃ الاسلام کے داماد مفتی تقدس علی خاں صاحب پیر صاحب پگارا کے جامعہ راشدہ کے شیخ الحدیث ہوئے، جس کے تحت ۷۰/مدارس پورے سندھ میں کام کررہے ہیں۔ مفتی صاحب نے پیر صاحب کی تربیت فرمائی اور دین و مسلک کی برسوں خدمت کی، اور پیر جو گوٹھ ہی میں ۱۹۸۸ء میں انہوں نے وصال فرمایا۔

حجۃ الاسلام، دہلی بھی تشریف لے گئے فقیر نے بچپن میں اپنے ہاں ان کی زیارت کی ہے

اوران کے حسن وجمال کا نظارہ کیا ہے۔ حضرت والد ماجد مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ سے خانوادہ امام احمد رضا کو خاص نسبت وتعلق رہا ہے۔ بات ہو رہی تھی حجۃ الاسلام جس طرح تدریس وتقریر میں کمال رکھتے تھے، تحریر پر بھی ان کو اتنا ہی کمال حاصل تھا۔ ان کی سرپرستی میں ماہنامہ ''یادگار رضا'' نکلتا تھا جو ہر اعتبار سے ایک معیاری رسالہ تھا۔ حجۃ الاسلام کے انتقال کے بعد یہ رسالہ بند ہو گیا۔ حجۃ الاسلام، اردو، فارسی اور عربی پر حیرت انگیز قدرت رکھتے تھے، رواں نثر ونظم لکھ کر اہل عرب کو حیران کر دیا۔ قلم برداشتہ لکھتے، سرعت تحریر میں جواب نہ تھا۔ امام احمد رضا کی تصانیف پر ان کی تمہیدات قلم برداشتہ لکھی گئی ہیں۔ مثلاً ''الدولۃ المکیۃ''، ''الاجازۃ المتینۃ''، ''کفل الفقیہ الفاہم'' وغیرہ پر عربی تمہیدات۔ دارالعلوم معینیہ اجمیر شریف کا معائنہ کر کے عربی میں قلم برداشتہ تاثرات لکھ کر علامہ معین الدین اجمیری کو حیران کر دیا۔ مدارس عربیہ میں بالعموم بڑے بڑے ماہر استاد بھی بولنے اور لکھنے پر قادر نہیں ہوتے گو وہ بحیثیت استاد کامل ہوتے ہیں۔ منظر اسلام کو ہندوستان بھر میں یہ امتیاز حاصل تھا کہ اس کا بانی امام احمد رضا ایک بحر العلوم ایک ماہر عربی داں اور اس کا مہتمم منبع العلوم حجۃ الاسلام محمد حامد رضا خاں ایک ماہر عربی داں تھے۔ غالباً یہ ان امتیازات میں سے ایک ہے جس کی طرف علامہ سلامت اللہ نقشبندی مجددی رام پورنے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

''جس کی نظیر اقلیم ہند میں کہیں نہیں''

حجۃ الاسلام، اردو، فارسی، عربی نثر کے علاوہ نظم پر بھی کمال رکھتے تھے، ذرا ان کے یہ اردو اشعار ملاحظہ ہوں:

آنکھوں سے لگ گئی جھڑی، بحر میں موج آ گئی
سیل سرشک اہل پڑا، نالۂ قلب زار میں
شوق کی چیرہ دستیاں، دل کی اڑاتی دھجیاں
وحشت عشق کا سماں، دامن تار تار میں
شوق کی ناشکیبیاں، سوز کی دل گدازیاں
وصل کی نامرادیاں، عاشق دل فگار میں

مجھ کو در در پھراتی رہی جستجو
ٹوٹے پائے طلب، تھک رہی آرزو

ڈھونڈتا میں پھرا، کو بہ کو، چار سو
تھا رگ جاں سے نزدیک تر، دل میں تو
اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو

تمہارے حسن رنگیں کی جھلک ہے سب حسینوں میں
بہاروں کی بہاروں میں، بہار جاں فزا تم ہو

حجۃ الاسلام کو تاریخ گوئی میں بھی بڑا کمال تھا۔ انہوں نے اردو، فارسی، عربی میں کئی تاریخیں کہی ہیں۔ مسجد جنکشن بریلی جب تیار ہوئی تو ۵/عربی اشعار پر مشتمل فی البدیہہ قطعۂ تاریخ تعمیر ارشاد فرمایا (تذکرہ جمیل، ص ۱۷۰)۔ ۴/ستمبر ۱۹۹۲ء کو فقیر نے بھی اس مسجد کی زیارت کی، مفتی مظہر الاسلام اور اس مسجد شریف کے امام و خطیب علامہ مفتی محمد اعظم مدظلہ العالی نے چائے سے ضیافت کی، مفتی منظر اسلام، علامہ محمد عارف رضوی اور جناب سرتاج حسین ایڈووکیٹ اور دیگر احباب بھی موجود تھے۔ حجۃ الاسلام نے علامہ محمد عبدالکریم سندھی کے وصال پر بھی چھ فارسی اشعار کا قطعہ تاریخ وفات قلم بند فرمایا تھا۔ "تذکرہ جمیل" میں ایسے بہت سے مقامات پیش کیے گئے ہیں۔ (ص ۱۶۹۔۱۷۲)

حجۃ الاسلام پیکر جمال و کمال تھے۔ حسن دل افروز ایسا تھا جو دیکھے، بے ساختہ کہے "فتبارك الله احسن الخالقين۔ ولقد خلقنا الانسان في احسن التقويم" کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ ان کے دیدار سے ہی لوگ مسلمان ہو جاتے تھے۔ اور انصاف پسند پکار اٹھتے تھے کہ سچوں کا چہرہ ایسا ہی ہوتا ہے۔

سبحان اللہ! حسین صورت بلند اخلاق، متواضع و منکسر المزاج، ہر ایک چاہنے والے پر مہربان، سادات سے والہانہ محبت، معاصرین علما سے الفت۔ خدا کے دوستوں کے دوست، خدا کے دشمنوں کے دشمن۔ تقویٰ و صبر بے مثال۔ پشت پر پھوڑا نکل آیا، آپریشن کی نوبت آئی، بے ہوشی کے لیے دوا نہ کھائی کہ شراب ہے۔ درود شریف پڑھتے میں آپریشن ہوتا رہا۔ ٹس سے مس نہ ہوئے، اف تک نہ کی، دیکھنے والے حیران تھے۔

آئی جو ان کی یاد تو آتی چلی گئی
ہر نقش ماسوا کو مٹاتی چلی گئی

میز بانی میں پیش پیش، مخدوم ہوتے ہوئے خادموں کے خادم

اللہ رے کوئے دوست کی روشن جمالیاں
ہر ذرہ ہے تجلی ایمن لیے ہوئے

فقیر یکم دسمبر ۱۹۹۲ کو آستانہ عالیہ رضویہ، بریلی شریف حاضر ہوا تو صاحب سجادہ حجۃ الاسلام کے پوتے علامہ سبحان رضا خاں سبحانی میاں نے چائے سے تواضع کی، پھر ان کے چچا علامہ محمد منان رضا خاں منانی میاں نے تواضع کی۔ پھر تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری میاں کے یہاں تواضع ہوئی۔ دوسرے تیسرے دن ازہری میاں، منانی میاں اور مولانا جمال رضا خاں صاحب کے ہاں کھانے اور چائے سے تواضع ہوئی۔ انواع واقسام کے ماکولات، سبحان اللہ ، ماشاء اللہ! بریلی شریف میں جہاں جانا ہوا، دستر خوان اللہ کی نعمتوں سے بھرا ہوا نظر آیا۔ کھانے والا کھاتے کھاتے تھک جائے، مگر کھلانے والے کھلاتے نہ تھکیں۔ سبحان اللہ! میز بانوں کا شہر ہے کہ شہر خوباں!

حجۃ الاسلام اپنے عہد کے عظیم مفکر و مدبر اور مصلح و مبلغ تھے۔ انہوں نے "الصارم الربانی" لکھ کر ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۸ء میں قادیانی تحریک کے خلاف اپنی مہم کا آغاز کیا جس کا اختتام ۳۰/جون ۱۹۷۷ء کو ہوا جب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ افسوس جس خاندان نے قادیانی تحریک کے خلاف جہاد کیا، اس پر احسان الٰہی ظہیر نے قادیانیت کا الزام لگایا۔ ۲۰/ جنوری ۱۹۹۳ء کو ایک عظیم اجتماع میں پیر جو گوٹھ، سندھ جانا ہوا۔ وہاں ایک نابینا فاضل نے بتایا کہ مکہ معظمہ میں جامعہ ازہر کے ایک طالب علم نے بتایا کہ شیخ الجامعہ کو بعض فتنہ پرور یہ باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ امام احمد رضا خاں ایک ایسے شخص کا نام ہے جو مسلمانوں کو حج سے روکتا تھا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

علمائے اہلسنت میں ایک نیا رجحان جنم لے رہا ہے نہ جانے کیوں؟ وہ رجحان یہ ہے کہ امام احمد رضا کی ہر بات کو حرف آخر نہ سمجھا جائے، تنقید کی چھوٹ دی جائے۔ بے شک دی جانی چاہیے مگر امام احمد رضا سے کوئی بلند تو ہو، بلند نہ سہی برابر تو ہو۔ برابر نہ ہی سہی اس قابل تو ہو کہ انکی بات سمجھ سکے اور ان کے فیصلے کے تمام پہلوؤں پر نظر ڈال سکے۔ ان کی شان تو یہ تھی کہ علمائے عرب وعجم ان کے در پر سوالی بن کر آئے۔ علماء کی کثیر جماعت نے ان کے سامنے اپنے اپنے استفتاء پیش کئے اور سیر حاصل جواب پا کر شاد ہوئے ہم میں کون ایسا ہے؟ امام احمد رضا کا عظیم احسان ہے کہ انہوں نے "فتاویٰ رضویہ" کی صورت میں علماء اہل سنت کے لیے علم و دانش کا ایک عظیم ذخیرہ فراہم فرمایا، ہم نے اب تک اسی کو نہیں پڑھا، پھر غیر ضروری مسائل پر غیر ضروری مباحث کی ضرورت؟

امام احمد رضا کے زمانے میں ان سے بڑا نہ سہی مگر ایک سے ایک بڑا عالم موجود تھا، علمائے اہل سنت کی اکثریت امام احمد رضا کی بات کو حرف آخر سمجھتی تھی اور اب بھی سمجھتی ہے۔ امام احمد رضا کو ہدف تنقید بنانا، ان کی علمیت اور مجددیت کو موضوع سخن بنانا، رہے سہے فکری اتحاد کو پارہ پارہ کرنا ہے۔ یہ بڑی غیر دانشمندانہ بات ہوگی، اس رجحان سے جتنا بچا جائے، اتنا ہی ہمارے لیے مفید ہوگا۔ اس رجحان کے محرکات علاقائی اور خانقاہی عصبیت بھی ہوسکتی ہے، خودنمائی کی خواہش اور خود پسندی کا جذبہ بھی ہوسکتا ہے۔ امام احمد رضا اتنے عظیم ہیں، ان سے اختلاف کرنے والا نیک نام نہیں بدنام ہوگا۔ دنیا و آخرت کا فائدہ اسی میں ہے کہ ہم اپنے اکابر کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ادب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں اور امام احمد رضا کی فکر و دانش سے بھرپور استفادہ کر کے دنیا و آخرت میں سرخرو ہوں۔ مولیٰ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اہل سنت کے خلاف ایک عالمی سازش پوری قوت کے ساتھ برسر پیکار ہے، اہل بصیرت علماء و دانشوروں کو اس طرف توجہ دینی چاہیے۔ تبلیغ کے نام پر قرآن پڑھنے سے روکا جارہا ہے، تبلیغی نصاب کو قرآن کے قائم مقام بتایا جارہا ہے۔ تبلیغی مراکز کو حرمین شریفین سے تشبیہ دی جاری ہے۔ تبلیغ کے لیے جانے والوں کو مسجد حرام اور مسجد نبوی شریف سے کہیں زیادہ ثواب کی بشارتیں دی جارہی ہیں۔ دن کی روشنی میں یہ کیا جارہا ہے؟

جو فرقے ملت اسلامیہ کو شدید نقصان پہنچا رہے ہیں، ان کا ظاہر اتنا حسین ہے کہ کسی کو یقین نہیں آتا کہ یہ اندر سے اتنے خراب ہوں گے۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال مرحوم فرقوں کے اکابرین سے حسن ظن رکھتے تھے لیکن حجۃ الاسلام نے لاہور میں ایک ملاقات کے دوران ان کی گستاخانہ عبارات سنائیں وہ حیران رہ گئے اور فرمایا:

> "مولانا یہ ایسی عبارات گستاخانہ ہیں کہ ان لوگوں پر آسمان کیوں نہ ٹوٹ پڑا۔ ان پر تو آسمان کو ٹوٹ پڑنا چاہیے۔"

حجۃ الاسلام نے عقائد فاسدہ کا رد کیا، مذہبی اور سیاسی تحریکات میں حصہ لیا تحریک رضائے مصطفیٰ، تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، تحریک شدھی سنگھٹن تحریک مسجد شہید گنج اور اس قسم کی بہت سی تحریکوں میں ملت کی رہنمائی کی، ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء میں مراد آباد کی ایک کانفرنس میں جو خطبہ ارشاد فرمایا، اس سے آپ کے تدبر اور سیاسی بصیرت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ خطبہ آج بھی کسی بھی مسلم سلطنت کا لائحہ عمل بن سکتا ہے۔

حجۃ الاسلام علامہ محمد حامد رضا خاں علیہ الرحمہ کا وصال ۱۷ر جمادی الاول

۱۳۶۲ھ/ ۲۳ مئی ۱۹۴۳ء کو بریلی شریف میں عشاء کی نماز کے دوران تشہد پڑھتے ہوئے ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

دل تو جاتا ہے اس کے کوچے میں
جا مری جاں، جا، خدا حافظ

نماز جنازہ محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب نے پڑھائی، محدث اعظم حجۃ الاسلام کی تعلیم وتربیت کا شہ کار تھے جنہوں نے پاکستان میں فکری انقلاب برپا کیا اور سواد اعظم اہل سنت کے مشن کو فروغ بخشا۔ مزار مبارک محلہ سوداگران، بریلی شریف میں روضہ امام احمد رضا کے اندر ہے۔

حجۃ الاسلام کے بعد مفسر قرآن علامہ محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں علیہ الرحمہ آپ کے جانشین ہوئے۔ آپ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۴ء کو بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ امام احمد رضا نے اس پوتے کی خوشی میں منظر اسلام کے طلباء کو من بھاتے کھانے کھلائے، مخصوص طلبا کے جوڑے بھی بنوائے۔ ۱۴ شعبان المعظم ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۰۸ء کو رسم بسم اللہ کے ساتھ ساتھ بیعت وخلافت سے نوازا۔ فرمایا:

''میرا پوتا میری زبان ہوگا''

حامد منی وانا من حامد، کی بازگشت پھر سنائی دی۔ جیلانی میاں نے منظر اسلام کی آبیاری کی، درس وتدریس کے ذریعہ مسلک اہل سنت وجماعت کی اشاعت کی ''یادگار رضا'' کا اہتمام بھی آپ ہی کے سپرد تھا۔ ۱۱ صفر ۱۳۸۵ھ/ ۱۲ جون ۱۹۶۵ء کو بریلی شریف میں جیلانی میاں کا وصال ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ جس ماہ مبارک میں حجۃ الاسلام پیدا ہوئے اسی ماہ مبارک میں جیلانی میاں پیدا ہوئے اور جس ماہ مبارک میں امام احمد رضا کا وصال ہوا اسی ماہ مبارک میں جیلانی میاں کا وصال ہوا۔

جیلانی میاں کے صاحبزادگان میں مولانا ریحان رضا خاں ریحانی میاں، تنویر رضا خاں، مولانا اختر رضا خاں ازہری میاں، مولانا ڈاکٹر قمر رضا خاں قمر میاں، مولانا منان رضا خاں منانی میاں پانچ لڑکے ہوئے۔ ریحانی میاں، سجادہ نشین ہوئے، ان کا وصال ہوا تو ان کے پانچ صاحبزادگان علامہ سبحان رضا خاں، مولانا عثمان رضا خاں، مولانا توقیر رضا خاں، علامہ توصیف رضا خاں، مولانا تسلیم رضا خاں، میں سے علامہ سبحان رضا خاں سبحانی میاں سجادہ نشین ہوئے اور بحمد اللہ رونق افروز سجادہ ہیں۔ جیلانی میاں کے دوسرے صاحبزادے علامہ اختر رضا خاں اس وقت مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا خاں کے قائم مقام اور مفتی اہل سنت ہیں۔ ان کا علمی وروحانی فیض

دوورونزدیک جاری ہے۔ان کے ایک صاحبزادے مولانا عسجد رضا خاں ہیں۔

جیلانی میاں کے چھوٹے بھائی حماد رضا خاں نعمانی میاں ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء میں بریلی میں پیدا ہوئے۔ ۱۳۲۷ھ/۱۹۵۶ء میں کراچی میں انتقال ہوا۔ان کے صاحبزادگان یزدانی میاں، رحمانی میاں اور نورانی میاں کراچی میں ہیں۔

حضرت حجۃ الاسلام کے خانوادہ عالی کی فقیر پر بہت شفقت ہے، حضرت علامہ ریحان رضا خاں ریحانی میاں جب پاکستان تشریف لائے، فقیر کے غریب خانے پر بھی تشریف لائے۔ حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری میاں بھی جب پاکستان تشریف لائے، فقیر کے غریب خانے پر تشریف لائے۔ علامہ قمر رضا خاں اور علامہ منان رضا خاں بھی جب پاکستان تشریف لائے فقیر سے ملاقات کی۔

☆☆☆

حجۃ الاسلام مرشد الانام، مرجع العلماء الاعلام، استاذ الاساتذہ نائب مجدد
دین وملت، جانشین حضور اعلیٰ حضرت، امام طریقت، حضرۃ العلام مولٰینا الحاج
شاہ محمد حامد رضا خان صاحب المعروف بہ

حجۃ الاسلام: حیات وخدمات

امین شریعت مفتی عبد الواجد قادری
مرکزی ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ

اَنَامِنْ حَامِدٌ وحامد رضا مِنِّی کے جلووں سے
بحمد اللہ رضا حامد ہیں اور حامد رضا تم ہو

نسب نامہ حجۃ الاسلام:

مرشدِ اعظم، شبیہ غوث اعظم، استاذِ مفتی اعظم، حجۃ الاسلام حضرۃ العلام مولٰینا الحاج مفتی شاہ حامد رضا خان رضی عنہ الرحمن الحنان۔ ابن اعلیحضرت، امام اہلسنت، مجدّ دِ دین وملت، مجمع البحرین شریعت وطریقت، امام العلماء رأس الفقہاء، وحید العصر، فرید الدہر، الشیخ المحقق، السید السند، احسان المنان۔ اکمل الزماں۔ امام احمد رضا خان رضی عنہ الرحمن۔ ابن عارف باللہ آیۃ من آیات اللہ۔ رئیس الاتقیا۔ شیخ الاصفیا۔ شمس العارفین۔ قمر المقربین۔ خاتم المحققین۔ صاحبِ تصانیف کثیرہ۔ حامی السنۃ السنیہ ماحی البدعۃ الضالۃ۔ علامہ مفتی شاہ محمد نقی علی خان رضی عنہ الرحمن المنان۔ ابن بقیۃ السلف۔ سند الخلف، زبدۃ السالکین۔ امام العارفین۔ راز دارِ شریعت۔ کاشفِ اسرار طریقت وحقیقت استاذ الاساتذہ۔ مربّی التلامذہ۔ حضرۃ العلامۃ الشاہ مولانا مفتی رضا علی خان علیہ رحمۃ الرحمن والرضوان۔

ابن حضرت العلام مولٰینا حافظ کاظم علی خاں، سیٹی مجسٹریٹ بدایوں، ونگراں حکومت روہیل کھنڈ۔ ابن صاحب سطوت وعظمت، دیندار وباکرامت، وارث عزت وجاہت، حضرت اعظم علی خاں صاحب بریلی المعروف بہ شہزادہٗ نامدار علیہ رحمۃ الغفار۔

ابن فاتح بریلی، گورنر آف صوبہ روہیل کھنڈ، شجاعت جنگ بہادر، مالک عہدۂ شش

ہزاری، جاگیردار شیش محل لاہور، وزیر مالیات شاہ دہلی محمد شاہ، عالی جناب معلیٰ القاب حضرت سعادت یار خان صاحب قندھاری ثم لاہوری ثم دہلوی، ثم بریلوی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابن سردار نامدار از علاقہ قندھار، شمشیر زن، صف شکن، جواں سال وجواں مرد، بہادر جنگجو قبیلۂ بڑہیچ کی آبرو۔ سعادت آثار، نادر شاہی قافلہ کا سردار، جوہر شباب معلیٰ القاب عالی جناب سعید اللہ خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

حضور حجۃ الاسلام علیہ رحمۃ السلام کا شجرۂ نسب آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ اسی سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کس سایہ دار، بار آور درخت کے پھل ہیں۔

زندگی کا اجمال خاکہ:

اب اُن کی مصروف زندگی کا اجمالی خاکہ پیش خدمت ہے جس سے آپ اندازہ لگا سکیں گے کہ حضرتِ والا نے اعلیٰ حضرت۔ مجددِ دین وملت، علوم اسلامیہ کے پیکر، علماء راسخین کے سرور، جماعتِ اہلسنّت کے رہبر حضور امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی۔ کی نیابت و خلافت کو کس احسن طریقہ سے انجام دیا ہے۔ اُن کی حیاتِ مبارکہ کا یہ خاکہ میں نے ''حیات مفسر اعظم'' سے نقل کیا ہے۔ وہ مفسر اعظم جو حضور حجۃ الاسلام رحمۃ السلام کے بڑے شہزادے اور حضور اختر الاسلام تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خان ازہری مدظلہ العالی کے والد نامدار تھے۔

ولادت حجۃ الاسلام:

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت کی شادی خانہ آبادی ساڑھے اٹھارہ سال کی عمر شریف میں جناب افضل حسین صاحب (شیخ عثمانی) کی بڑی شہزادی ''ارشاد بیگم'' طاب ثراہا سے ہوئی۔ گیارہ مہینے کے بعد امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے گھر میں آپ کے بڑے صاحبزادے محمد حامد رضا کی ولادت مبارکہ ہوئی۔ آپ کی ولادت ماہِ سرور ربیع النور ۱۲۹۲ھ کی کسی ابتدائی تاریخ میں ہوئی آپ کے جد امجد راس الاتقیاء حضرت مفتی نقی علی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور آپ کی جدّہ محترمہ دونوں اس وقت بقید حیات تھے۔ پوتے کی ولادت کی خوشی جس قدر دادا دادی کو ہوتی ہے وہ ظاہر و باہر ہے

حسبِ روایت خاندانی نومولود کا نام محمد رکھا گیا جو ہجری اعتبار سے آپ کا سنِ ولادت بھی ٹھہرا۔ آپ کے والد ماجد (امام احمد رضا) نے آپ کا عرفی نام حامد رضا رکھ دیا۔ جوز بروبینہ میں آپ کا سال وفات ہے یعنی عقیقہ کا نام ''محمد'' سے سالِ پیدائش اور عرفی نام

"حامد رضا" سے سالِ وفات کا علم ہوتا ہے۔

عدد ابجدی کی مثال: م ۔ ح ۔ م ۔ د

۴۰+ ۸ + ۴۰+ ۴ =۹۲ ہجری

زبر و بینہ کی مثال: حا۔ الف۔ میم۔ دال۔ را۔ ضاد۔ الف

۹+ ۱۱۱ + ۹۰ +۳۵ +۲۰۱ +۸۰۵ +۱۱۱ = ۱۳۶۲ھ

امام المکاشفین حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیضان نے امام العلماء اعلیٰ حضرت کی بصیرت کو کس قدر صاف و شفاف بنا دیا تھا کہ ایک ہی نام سے پیدائش و وفات دونوں کی وضاحت فرما دی۔ سبحان اللہ و بحمدہٖ ساتواں دِن مولود (محمد حامد رضا) کا خیر و خوبی کے ساتھ گذر گیا تو سنت کے مطابق آپ کا بابرکت نام رکھا گیا اور عقیقہ کیا گیا۔ عزیز و اقارب کے علاوہ خصوصی طور پر علماء کرام اور مشائخ عظام کی دعائیں لینے کے لئے پر تکلف دعوت کا انتظام کیا گیا۔

آپ اپنے برادر عزیز (حضور مفتی اعظم) اور پانچوں بہنوں سے بڑے تھے۔ جس قدر خاندانی لاڈ پیار آپ کو ملا اس کے اظہار کی ضرورت ہی نہیں۔ خصوصاً جدہ محترمہ نے بسم اللہ خوانی کے رسم سے پہلے ہی بنیادی کلمات اسلام آپ کو ازبر کرا دیا تھا بزرگوں کے طور طریقے اٹھنے بیٹھنے کھانے پینے اور گفتگو کرنے کے انداز سے بھی واقف کرا دیا تھا۔

بسم اللہ خوانی:

خاندانی روایت کے مطابق چار سال چار ماہ، چار دن پر آپ کی بسم اللہ خوانی ہوئی جدِ محترم کے علاوہ علماء اسلام اور مفتیانِ اسلام کی موجودگی میں خود امام اہلسنّت مجددِ ملت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے بسم اللہ کی رسم کو پوری فرمایا۔

ناظرہ قرآن مجید تجوید کے ساتھ اپنی والدۂ معظمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا سے ختم کیا۔ ابتدائی قواعدِ عربیہ اور فارسی اپنی جدہ مکرمہ سے پڑھا نحو میر، ہدایۃ النحو، کافیہ اور پنج گنج و علم الصیغہ کے بعد جدہ کریمہ نے آپ کو امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کر دیا۔ جن کی خدمت فیض درجت میں آپ نے درسیات نظامیہ کی تکمیل فرمائی اور مختلف علوم و فنون میں کامل مہارت حاصل کی۔ قوتِ حافظہ اور یادداشت آپ کو وراثتاً اپنے ہی خاندان سے ملی تھی جس کتاب کو ایک بار دیکھ لیتے ہمیشہ کے لئے وہ ذہن میں نقش ہو جاتی۔ خوشخطی

اور سرعتِ تحریر تو ایسی تھی کہ تقریباً چار سو صفحات بزبانِ عربی ''الدولۃ المکیۃ'' کو ایک ہی رات میں نقل فرمایا وہ بھی ایسے رسم الخط میں کہ اہل عرب دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

نوٹ: یہاں اس بات کو واضح کر دینا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ خاندانِ رضا میں علوم وفنون کی دولت بے بہا نسلاً بعد نسل چلتی آ رہی ہے۔ مثلاً اس خاندانِ عالی شان میں فن سپہ سالاری، کلید وزارت، مشیر شاہی اور دنیاوی عہدہ عُلیا کو خیر باد کہہ دینے کے بعد دین حنیف کی سرمستیوں نے اس خاندان کی عبقری شخصیتوں کو سرمست و بے خود کیا تو واہبِ حقیقی جل مجدہٗ نے دینی علوم وفنون کی ایسی بارش فرمائی جس سے یہ آج تک شرابور ہو رہے ہیں چنانچہ اس خاندان ذی شان کی ایک عظیم شخصیت حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب کی ہے جو ۱۲۲۴ھ میں یعنی آج سے دو سو آٹھ سال پہلے بریلی کے اندر پیدا ہوئے جس وقت ہندوستان میں کسی دینی جامعہ کا وجود نہیں تھا البتہ انفرادی طور پر علماء ربانی علوم ربانیہ کی تقسیم فرما رہے تھے۔ اور طالبانِ علوم دینیہ اپنی اپنی پیاس بجھا رہے تھے حضرت مولانا رضا علی خان صاحب نے اپنے والد محترم حضرت مولانا حافظ کاظم علی خان صاحب سے از اول تا آخر کتب درسیات کے ذریعہ علوم دینیہ میں کمال حاصل کیا اس کے بعد کچھ دنوں کے لئے مزید کمال حاصل کرنے کے لئے ٹونک راجستھان پہنچ کر حضرت مولانا خلیل الرحمن صاحب ٹونکوی کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے۔ پھر اپنے وطن مالوف لوٹ آئے۔ یعنی علوم نقلیہ تو اپنے والد ماجد سے اور علوم عقلیہ حضرت مولانا خلیل الرحمن صاحب ٹونکی سے حاصل فرما کر تیئس سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔

حضرت مولانا مفتی رضا علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا علم وفن مع کرامات وبزرگی کے اپنے صاحبزادے رأس الاتقیاء مرجع العلماء مولانا مفتی نقی علی خاں صاحب کو منتقل کیا۔ اور انہوں نے اپنا علم وفضل مع اپنے تجربات علومیہ، فنونیہ کے اپنے صاحبزادۂ نامدار اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام اہلسنّت حضرت مولانا الحافظ مفتی الحاج شاہ مفتی احمد رضا خان صاحب کے سینے میں انڈیل دیا۔ (روایت میں آیا کہ اعلیٰ حضرت نے اکیس علوم وفنون اپنے والد ماجد سے حاصل کیا)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے سبقاً سبقاً وہی علوم وفنون اپنے صاحبزادے حجۃ الاسلام مولانا الحاج مفتی شاہ محمد حامد رضا خان کو دیدیا۔ اور حجۃ الاسلام مرشد الانام حضرت مولانا الحاج المفتی شاہ محمد حامد رضا خان صاحب علیہ الرحمہ نے والد ماجد سے حاصل کردہ علوم وفنون کو حضور مفتی اعظم ہند کے سپرد فرما دیا۔ آج جن کے نائب مطلق حضرت علامہ الحاج مفتی شاہ محمد اختر رضا

خان صاحب ''تاج الشریعہ'' کی ذات گرامی ہے۔

اگر آپ غور کیجئے تو علم و معرفت کا فیضان اسی خاندان عالی شان میں آپ کو نسلاً بعد نسل نظر آجائے گا۔ ہاں بعض علوم و معارف اِس خاندان میں اپنے خاندانی بزرگوں کے علاوہ ناشر العلوم حضرت مولانا عبد العلی صاحب رامپوری، شمع خاندانِ برکات حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری، استاذ الفقہاء حضرت علامہ زینی دحلان مفتی مکہ مکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے واسطے سے بھی آئے۔

فراغت علمی:

حضور حجۃ الاسلام علیہ رحمۃ السلام نے مسلسل آٹھ برسوں تک امام علم و فن، بادشاہ سخن، محقق زمن حضرت فاضل بریلوی کی بارگاہِ درس میں زانوئے تلمذتہ فرمایا۔ پھر چار سال تک تربیت افتا اور ردِّ وہابیہ کے فن میں مہارت حاصل کی۔ جب بارہ سال کا عرصہ گذر گیا تو ۱۳۱۲ھ میں دستار فضیلت کے بعد افتاء و ارشاد کی ذمہ داری امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے سپرد فرمائی۔ آپ جو بھی فتاوے تحریر فرماتے اعلحضرت عظیم البرکتہ کی تصدیق کے بغیر جاری نہیں فرماتے اور اعلیحضرت کے مہتم بالشان فتاوے اور سالوں کی تصدیق معہ تمہیدات کے آپ فرمایا کرتے۔ آپ کے فتاوے بنام ''فتاویٰ حامدیہ'' طبع ہو کر مقبول عام ہو چکے ہیں۔

لقب حجۃ الاسلام:

آپ عوام مسلمین کے درمیان بریلی شریف کی سرزمین پر بڑے مولانا صاحب یا بڑے حضرت کے لقب سے مشہور تھے اور علماء اہلسنّت آپ کو آپ کی علمی وجاہت اور خاندانی شکل و شباہت کی بنا پر حجۃ الاسلام کے مہتم بالشان لقب سے یاد فرماتے تھے۔

۱۳۵۲ھ (۱۹۳۴ء) میں لاہور شہر کے اندر مسجد وزیر خاں میں بریلوی (اہلسنت وجماعت) دیوبندی کے درمیان فیصلہ کن مناظرہ ہونا طے پایا اس سلسلہ میں فریقین نے ایک دوسرے کو اپنی اپنی تحریریں دستخطوں کے ساتھ دینی تھیں۔ اس مناظرہ کی صدارت باتفاق رائے آپ کی سپرد کی گئی۔ آپ تاریخ مقررہ سے ایک روز قبل لاہور پہنچ گئے۔ لاہور سٹیشن سے قیام گاہ تک کھلی ہوئی بگھی پر تشریف لے گئے جس کو چھ گھوڑے کھینچ رہے تھے استقبال

کرنے والوں کی قطاریں دورویہ کھڑی تھیں۔ استقبال کرنے والوں میں ایک دو نہیں سینکڑوں علماء کبار و مشائخ اہلسنّت موجود تھے۔ دینداروں کے علاوہ دنیاداروں کی بھی بھیڑ جمی ہوئی تھی۔

بریلوی (اہلسنت و جماعت) کی جانب سے متحدہ ہندوستان (انڈیا، پاکستان، بنگلہ دیش، لنکا وغیرہم) کے علماء مناظرین لاہور پہنچ گئے۔ سب کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ یہ مناظرہ فیصلہ کن مناظرہ ہوگا۔ اور بریلوی و دیوبندی کے درمیان انگریز بہادروں نے اپنی چالاکیوں سے جو خلیج و دوری پیدا کردی ہے وہ پٹ جائے گی اور دوری دور ہو جائے گی۔

دیوبندی گروہ کی جانب سے اس کے سرغنہ مولوی اشرف علی تھانوی کا نام بحیثیت مناظر کے تمام دیوبندیوں کی اتفاق رائے سے نامزد ہو چکا تھا۔ لاہور میں ایک ایک پل اُن کے آنے کا شدت سے انتظار ہو رہا تھا۔ دلّی سے لاہور آنے والی ہر ٹرین کی ہر بوگی کو تلاش کیا جا رہا تھا حالانکہ لاہور ایکسپریس میں ایک خاص بوگی مولوی اشرف علی کے لئے ریزرو کرائی گئی ہے لیکن امکان تھا کہ شاید کسی دوسری ٹرین سے آ جائیں۔ لیکن تھانوی صاحب کو نہ آنا تھا نہ آئے۔ دیوبندی افکار کے متوالوں کو اس وجہ سے مزید دھچکا لگا کہ اگر اُن کو نہیں آنا تھا تو نہ آنے کی اطلاع دے دیئے ہوتے تاکہ کوئی دوسرا انتظام کیا جا سکتا تھا۔

وقت معینہ پر جلسہ کی کاروائی شروع ہو گئی مناظر اہلسنّت نے مولوی اشرف علی تھانوی کی چہارورقی کتابچہ "حفظ الایمان" کی غلیظ و توہین آمیز عبارت کو پڑھ کر سنایا جس سے سامعین و ناظرین مسلمانوں کا ایمانی پارہ چڑھ گیا۔ اس جلسہ میں بھی سینکڑوں علماء و مشائخ اہلسنّت نے نائب اعلیٰ حضرت مولانا الحاج مفتی شاہ محمد حامد رضا خان کو حجۃ الاسلام کے القاب سے ملقب کیا۔ یوں تو آپ کا جمال تمام علماء و مشائخ میں بے مثال تھا ہی مگر اس جلسۂ فتح و کامیابی میں اس طرح روشن و تابناک ہو گیا کہ کئی غیر مسلموں نے اپنے زنار توڑ ڈالے اور کلمۂ اسلام پڑھ کر حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے جلسہ مناظرہ کا اسٹیج ہی نہیں بلکہ پورا لاہور اس ترانے سے گونج اُٹھا:

لاہور میں دولہا بنا حامد رضا حامد رضا

سر آپ کے سہرا رہا حامد رضا حامد رضا

اسی جلسۂ مناظرہ کے موقع پر شاعر مشرق ڈاکٹر سر محمد اقبال شیخ المشائخ رہبر راہِ طریقت حضرت علامہ شاہ پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ

حضور حجۃ الاسلام کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ کے فتاوے اور ان کی عبقری شخصیت سے متعلق گفت گو ہوئی۔ انگریزی کالج کے اسٹوڈنٹ سردار احمد آپ کے حُسن جمال اور علمی کمال کو دیکھ کر ایسے فریفتہ ہوئے کہ کالج کی پڑھائی ترک کردی اور شب روز آپ کی غلامی میں منہمک ہو گئے لاہور سے بریلی آئے، دینی تعلیم کی ابتدا کی، حجۃ الاسلام اور حضور صدر الشریعہ علیہما الرحمہ کے زیر سایہ کتب درسیات کی تکمیل فرمائی پھر جامعہ منظر اسلام بریلی شریف میں سینکڑوں طالب علموں کو علوم دینیہ سے سیراب فرمایا۔ پاکستان بننے کے بعد آپ پاکستان منتقل ہو گئے جہاں آپ تا حین حیات محدث اعظم پاکستان کے لقب سے ملقب رہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃً واسعۃً۔

نوٹ:

یہاں میں معاندوں کے ایک سوال کا مختصر جواب دینا چاہوں گا وہ یہ کہ اعلیٰ حضرت کو اعلیٰ حضرت کیوں کہا جاتا ہے؟ اُن کا کہنا ہے کہ اعلیٰ خدائے پاک کی صفت ہے اسی لئے ہم حالتِ سجدہ میں اپنے رب کو اعلیٰ کی صفت سے یاد کرتے اور کہتے ہیں ''سبحان ربی الاعلیٰ'' پاک ہے میرا رب جو بلند و بالا ہے۔ اول تو معترض نے ''اعلیٰ'' کا معنی ہی نہیں سمجھا جو معنی وہ سمجھ رہا ہے وہ تحت و پستی کے مقابلہ میں ہے اور خداوند قدس جل جلالہ اس معنی سے پاک ومنزہ ہے خدائے پاک اعلیٰ نہیں بلکہ الاعلیٰ ہے یعنی وہ علویت جو تصور وخیال کی حد بندیوں سے وراء الوریٰ ہے۔ تصور کی پرواز جن بلندیوں تک ممکن نہیں ان بلندیوں کا سرا جس دامن علویت کو چھو نہیں سکتا وہ صفتِ قدیمی میرے مولیٰ کریم جل مجدہٗ کی صفت ہے۔

اور ہم لوگ جس لفظ ''اعلیٰ'' کو استعمال کرتے ہیں وہ تحت و پستی کے مقابلہ میں بمعنی فوق و بلند ہے۔ جس کا استعمال عالم و جاہل، سائل و مسئول، معترض و مجیب سب کے درمیان مشترکہ طور پر رائج الوقت ہے مثلاً ملک ہندوستان میں کم وبیش چالیس صوبہ جات ہیں اور صوبہ میں کم وبیش بیس پچیس وزراء ہوتے ہیں لیکن ان میں ایک وزیر اعلیٰ ہوتا ہے جو اپنے ماتحت تمام وزراء سے اختیارات و درجہ میں اونچا ہوتا ہے۔ ہر شہر میں درجنوں حکام ہوتے ہیں ان میں معدودے چند حکام اعلیٰ ہوتے ہیں۔

یہاں تک کہ معترضین کی جماعت میں مدارس نظامیہ کے اندر جو درجہ بندیاں ہوتی ہیں ان میں مختلف درجوں کے ساتھ ساتھ تحفیظ القرآن کا بھی ایک درجہ ہوتا ہے جس کو درجۂ اعلیٰ کہا جاتا ہے۔ جو اس میں داخل ہوا درجۂ اعلیٰ میں داخل ہو گیا درجۂ عالمیت وفضیلت کو بھی

درجۂ اعلیٰ کہا جاتا ہے۔اس کے طلبا درجہ اعلیٰ کے طالب علم کہلاتے ہیں۔اب اگر کسی عظیم شخصیت کو اعلیٰ حضرت کہا جاتا ہے اور یہ شرک فی الصفات کے زمرے میں آتا ہے تو چاہیے کہ ہر وہ شخص جو اپنے صوبہ کے بڑے وزیر کو وزیر اعلیٰ کہتا ہے۔شہر کے حکام کو حکام اعلیٰ کہتا ہے یا حفظ قرآن پاک کرنے والوں کو درجہ اعلیٰ والا کہتا ہے۔وہ سب کے سب شرک فی الصفات کا مرتکب ہو کر جہنم رسید ہو جائے۔تو میں معترض صاحب کو موقع دیتا ہوں کہ وہ اپنے ملک میں سے دو چار غیر جہنمی کی نشاندہی کریں جس نے کبھی وزیر اعلیٰ کو وزیر اعلیٰ نہیں کہا ہو۔

اور اگر عالم ہی کے لئے "اعلیٰ" کا الحاق شرک فی الصفت ہے تو حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی مولوی رشید احمد گنگوہی مولوی اشرفعلی تھانوی (جو معترض کے یہاں نہ صرف عالم بلکہ مرجع العلماء کی حیثیت رکھتے ہیں) ان سب کو اعلیٰحضرت کہنے کی سزا ان کے یہاں کیا ہوگی؟ خانقاہوں میں تو بزرگ ترین شخصیت کو اعلیٰ حضرت کہنا سکہ رائج الوقت ہے یہاں اس کی بحث ہی نہیں ہے۔

سنئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ القوی کو اعلیٰ حضرت کیوں کہا جاتا ہے۔بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت کی موجودگی میں سینکڑوں علماء ربانی کا شب و روز اجتماع رہتا تھا ایک ایک دن میں تین تین سو سوالات کے جوابات دلائل شرعیہ کی روشنی میں لکھے جاتے تھے۔

بریلی کے رہنے والوں میں کچھ علماء اہلسنّت کے علاوہ تین معزز و مکرم شخصیتیں تھیں جن کی جانب علماء اور عوام دونوں ہی اپنے اپنے مسائل کے حل کے لئے دوڑتے تھے۔گویا یہ تین شخصیتیں علماء کرام، مفتیان عظام اور قضاۃِ اسلام کا بھی مرجع تھیں اور عوام کے عائلی مسائل کو حل کرنے کے لئے بھی۔

چنانچہ جن حضرات کو حضور مفتی اعظم ہند (اعلیٰ حضرت کے چھوٹے صاحبزادے) کی خدماتِ عالیہ میں جانا ہوتا وہ موجودین سے پوچھتے کہ "چھوٹے حضرت" کہاں ہیں اور کس وقت ملیں گے۔

اور جب کسی عالم یا عوام کو حضور حجۃ الاسلام سے ملنا ہوتا جو اعلیٰ حضرت کے بڑے صاحبزادے تھے تو وہ موجودین حضرات سے پوچھتے "بڑے حضرت کہاں ہے؟ اور ان سے ملاقات کی کیا صورت ہوگی؟

اور جب موجودین علماء و مفتیان کرام میں سے کسی کو یا دور دراز سے آئے ہوئے مہمانان خصوصی و عمومی میں سے کسی کو امام احمد رضا فاضل بریلوی سے ملنا ہوتا ہے تو وہ بے جھجک پوچھتا "اعلیٰ حضرت" کہاں ہیں کب ملیں گے۔کیسے ملیں گے ان سے ملنے کی صورت کیا ہوگی۔

گویا چھوٹے حضرت کنایہ تھا حضرت علامہ مفتی شاہ مصطفیٰ رضا خان صاحب مفتی اعظم ہند سے جو وقت وصال تک لوگوں کی زبان زد رہا۔

اور ''بڑے حضرت'' یہ کنایہ تھا حضرت علامہ مفتی الحاج شاہ محمد حامد رضا خان صاحب حجۃ الاسلام سے یہی کنایہ کے الفاظ اہالیان بریلی کی زبان زد رہا۔ البتہ حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کبھی بڑے حضرت فرماتے اور کبھی بڑے مولانا فرماتے۔ ایک مرتبہ میں نے عرض بھی کیا حضور! سارے لوگ حجۃ الاسلام کو بڑے حضرت کہتے ہیں اور آپ بڑے مولانا کہتے ہیں؟ تو فرمانے لگے میں نے ان سے درسیات نظامیہ کی تکمیل کی ہے اور پڑھنے ہی کے دور سے میں انہیں مولانا کہتا تھا جس کی عادت اب تک پڑی ہوئی ہے۔

جب چھوٹے حضرت ''چھوٹے صاجزادے'' کو بڑے حضرت بڑے صاجزادے کو تو اب آپ ہی سونچ سکتے ہیں کہ والد بزرگوار کو کیا کہا جائے؟ اور ان کے لئے تعظیمی کنایہ کیا ہوگا۔ چنانچہ بریلی سے یہ کنائی جملے رائج ہوئے اور پورے ملک اور اب تو ملک کے باہر بھی یہی رائج ہو گئے ہیں۔

سرعتِ تحریر اور خوشخطی:

پنجاب سے جب فتنہ مرزائیت نے سر اٹھایا تو اس کو کچلنے کے لئے متحدہ ہندوستان میں سب سے پہلے کتابی شکل میں ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۸۹۸ء کے اندر آپ کی تحریر قادیانی کی ردِ تزویر میں منظر عالم پر آئی جس کا نام ''الصارم الربانی علی اسرافِ القادیانی'' ہے۔ اس کے بعد ہی قادیانی کذاب کی باطل تحریروں کے جوابات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور ہر ایک مسلک و مشرب کے علماء نے مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر و مرتد اور دجال و کذاب قرار دیا۔ اس سلسلہ میں اولیت کا سہرا آپ کے سر ہے اس کے بعد اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت کا قلم دافع ستم بے نیام ہوا تو چھ مزید کتابیں منظر عام پر آگئیں۔

امام اہلسنّت علیہ الرحمہ کی معرکۃ الآرا تصنیف ''الدولۃ المکیۃ فی مادۃ الغیبیۃ'' بزبان عربی جو صرف آٹھ گھنٹے میں چار سو صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ آپ نے صرف ایک رات میں اس کی تبییض فرمائی اور اس کی خوشخط نقل بھی کر ڈالی جس کو علی پاشا شریف مکہ کے دربار میں پیش کی گئی۔ اس کتاب کو شریف کے دربار میں نماز عشاء کے بعد سے آدھی رات تک کئی راتوں میں ختم کی گئی۔ اس سے سرعتِ تحریر کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت کی

بیشتر کتابوں کی عربی عبارتوں کو اصل کتاب سے ملانا ان میں سے بعض کتابوں کی نقل کرنا اور اُن پر مقدمات وتمہید لکھنا گویا آپ کی ڈیوٹی میں شامل تھا۔ کبھی بھی آپ کی لاحقہ ذمہ داریوں میں کوئی کمی نہیں آئی سفر وحضر میں آپ کا سیال قلم چلتا ہی رہا۔ اس کے علاوہ درس وتدریس اور مریدوں متوسلوں کے لئے ادعیہ اور تعویذات میں بھی کوئی کمی نہیں ہوئی۔ حق تعالیٰ نے آپ کے کاموں میں وہ برکت عطا فرمائی کہ تنہا کار انجمن کو بحُسن وخوبی انجام دیتے رہے۔ گھر کے کاروبار یا زمینداری کی دیکھ بھال میں کبھی کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔

حق تبارک وتعالیٰ نے آپ کو سیف زبان بنایا تھا۔ جو کہہ دیتے آج نہ کل وہ بات ہو کے رہتی تھی۔ اس سلسلہ میں دو ایک واقعہ جن کے چشم دید گواہان ابھی موجود ہیں یہاں ضابطۂ تحریر میں لے آنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ محفوظ ہو جائے ورنہ کچھ دنوں کے بعد یہ سب نسیاً منسیاً ہو جائیں گے۔

تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی:

ترہت (شمالی بہار) علاقہ میں حضرت والا کی عموماً آمد ورفت ہوتی رہتی تھی جس کی ابتدا ۱۳۱۸ھ سے ہوئی اور سالِ وصال ۱۳۶۲ھ تک جاری رہی عموماً آپ کی مرکزی قیام گاہ پوکھریرا محلہ نور الحلیم شاہ میں ہوا کرتی۔ اور آپ وہیں سے قرب وجوار کے علاقہ میں دورہ فرماتے کوئلی نانپور، پوپری ہوتے ہوئے رضا باغ گنگٹی کی آمد ورفت ہوتی ایک مرتبہ بذریعہ ”پالکی“ آپ پوکھریرا سے گنگٹی تشریف لے جارہے تھے سڑک پر لوگوں کی بھیڑ نظر آئی تو آپ نے پالکی اٹھانے والوں کو رُکنے کا حکم دیا۔ پالکی کے پیچھے درجنوں کی تعداد میں مریدوں کی جمیعت چل رہی تھی۔ آپ نے فرمایا دیکھو بھیڑ کیسی ہے؟ تحقیق حال کے بعد خادموں نے عرض کیا حضور! ایک شخص پیٹ کے درد سے بے حال ہے اسی کو لوگ چارپائی پر اٹھا کر پوپری ہاسپیٹل لے جارہے ہیں۔ جب درد زیادہ ہوا تو چارپائی سڑک پر رکھ دی گئی اور تماشہ بین لوگ اکٹھا ہو گئے ہیں۔

آپ نے فرمایا نہ تو اس کے پیٹ میں کوئی مرض ہے اور نہ ہی درد ہے۔ وہ یونہی واویلا مچا رہا ہے۔ ادھر آپ یہ فرمارہے ہیں اُدھر وہ چارپائی سے اٹھ بیٹھا اور پاؤں پاؤں چل کر پالکی کے قریب آیا۔ وہ شخص ہندو تھا دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر عرض کرنے لگا مائی باپ مجھے بچالو۔ آپ کو دیکھتے ہی میرے پیٹ کا درد کافور ہو گیا۔ آپ نے فرمایا جاؤ خدائے پاک تجھے

ہدایت دے اب یہ درد نہیں ہوگا۔

جس کو لوگ چارپائی پر اٹھا کر رائے پور سے پوپری لے جارہے تھے اب وہی شخص پاپیادہ اپنے گھر رائے پور لوٹ آیا ابھی مہینہ بھی نہیں گذرا تھا کہ وہ اپنے پورے گھر کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔

کینسر کا نام ونشان نہیں:

آپ اپنے ایک شاگرد رشید مولانا عبد الحفیظ صاحب کی خصوصی دعوت پر موضع رتھوس (امسال ۲۸ جنوری ۲۰۱۳ء کو جب میں ایک جلسہ میں شرکت کرنے کی غرض سے رتھوس پہنچا تو اس مسجد و مکان کی زیارت سے مشرف ہوا جہاں حجۃ الاسلام نے قیام فرمایا تھا) سے کمتول ریلوے اسٹیشن تشریف لائے تاکہ وہاں سے جنکپور روڈ کا ریلوے سفر کریں۔ ٹرین آنے میں دیر تھی لہٰذا پلیٹ فارم پر ایک کرسی رکھ دی گئی جس پر آپ تشریف فرما ہو گئے۔ جتنے مسافرین جنکپور روڈ یا دربھنگہ کی طرف جانے والے اسٹیشن پر آئے وہ سب آپ کے گرد جمع ہو گئے آپ کے حسن خداداد اور اُس پر روحانیت کے لمعات کو دیکھ کر لوگ حیرت زدہ تھے۔ ہندوؤں کی زبان سے بے ساختہ نکل رہا تھا یہ منش نہیں بھگوان ہیں (معاذ اللہ تعالیٰ) کوئی پاؤں چومتا تھا کوئی پرنام کرتا تھا۔ شدہ شدہ یہ خبر کمتول بازار میں پہنچ گئی جہاں چار پانچ گھر درزی کا کام کرنے والے مسلمان تھے۔ وہاں سے دو چار مسلمان دوڑے اور اسٹیشن پہنچ گئے پاؤں پکڑ کر عرض کرنے لگے حضور! ایک دن کے لئے ہم لوگوں کے یہاں آپ تشریف رکھیں چنانچہ آپ راضی ہو گئے کمتول اسٹیشن سے کمتول بازار میں بذریعہ پالکی تشریف لائے جناب حافظ عثمان مرحوم کے یہاں قیام کیا۔ وہ پہلی نظر دیکھتے ہی نثار ہو چکے تھے دامن سے وابستہ ہو گئے۔ گھنٹے دو گھنٹے میں سینکڑوں مسلم ہندو کی بھیڑ اکٹھی ہو گئی دور۔ دور تک خبر پہنچ گئی کہ کمتول بازار میں کوئی آسمانی مخلوق کی جلوہ گری ہوگئی ہے۔ دیکھتے دیکھتے یک انار صد ہزار بیمار کا مقولہ پیکر نفوس میں نظر آنے لگا۔ اُنھیں حاجتمندوں میں حافظ عبد الرؤف محلہ درزی ٹولہ موضع جالہ اپنے بیمار بھائی عبد الشکور کو لیکر پہنچ گئے۔ اور عرض کرنے لگے حضرت! میرا یہ بھائی دربھنگہ ہاسپٹل سے یہ کہہ کر فارغ کر دیا گیا ہے کہ اس کو پیٹ میں کینسر کی بیماری ہے جس کا ٹھیک ہونا ناممکن ہے۔ لہٰذا آپ ان کے لئے دعاء فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا اس کے پیٹ پر سے کُرتا ہٹائیے میں دیکھوں کیا ہے۔ آپ کی پلنگ سے دو ڈھائی میٹر کی دوری پر

عبدالشکور کھڑے تھے کپڑا ہٹایا گیا تو آپ نے فرمایا ڈاکٹر ناتجربہ کار ہے کسی اچھے حکیم کو دکھلایئے اس کے پیٹ میں کوئی خرابی نہیں ہے اور کینسر کا تو نام ونشان تک نہیں۔

پھر حافظ عبدالرؤف نے نہ تو کسی حکیم کو دکھلایا اور نہ ہی کوئی دوا چلائی بس آپ کے کہنے پر ایسا بھروسہ ہوا کہ دوا دارو سے بے نیاز ہو گئے۔ بفضلہ تبارک وتعالیٰ وبعون حبیبہ الاعلیٰ اس کے بعد عبدالشکور صاحب تقریباً پچاس سال زندہ رہے دوسری بیماری تو ہوئی مگر پیٹ کا کوئی مرض نہیں ہوا۔

حضور حجۃ الاسلام علیہ رحمۃ السلام کٹتول بازار میں صرف ایک دن نہیں بلکہ پانچ چھ دنوں تک رُک گئے جناب حافظ محمد عثمان صاحب حافظ محمد اسحاق صاحب اور ان کے علاوہ کئی معظم شخصیتوں نے آپ سے بیعت کا شرف حاصل کیا اُنہیں دنوں ان حفاظ کرام کے لائق وفائق استاذ حضرت مولانا حافظ محمد میاں جان کی حاضری بھی آپ کی خدمت گرامی میں ہوئی جو پہلے ہی سے شیخ المشائخ حضرت مولانا سید علی حسین صاحب اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے دست گرفتہ تھے تو حضور حجۃ الاسلام نے ان کی بڑی عزت افزائی کی اور اپنے سلسلۂ رضویہ نوریہ برکاتیہ کی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ ویسے اس علاقہ میں تو آپ کے متعدد خلفاء تھے مثلاً حضرت مولانا شاہ ولی الرحمن صاحب پوکھریروی حضرت مولانا ماہر رضوی مدھوبنی، حضرت مولانا مفتی ابوسہیل انیس عالم صاحب بستوی وغیر ہم علیہم الرحمہ والرضوان اسی قیام کے دوران حضرت والا نے ایک جمعہ کی نماز کٹتول اسٹیشن سے متصل چھوٹا کی مسجد میں بھی پڑھائی جس میں راقم الحروف کو بچپنے کے عالم میں حضرت کی اقتداء کا شرف حاصل ہوا۔ یہ منظر اب تک میری نگاہوں میں ہے کہ حضرت والا مذکورہ مسجد کے بلند وبالا دروازے پر کرسی کے اوپر تشریف فرما ہیں اور لوگ یکے بعد دیگرے آپ سے مصافحہ کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔ آج کل اس آبادی کو رضانگر چھوٹا کہا جاتا ہے جہاں مولانا سلطان رضا قادری ہیں۔

پانی کا چشمہ جاری ہوگیا:

(۳) تاجدارِ ترہت شیخ الاسلام والمسلمین حضرۃ العلام مولانا مفتی شاہ عبدالرحمن صاحب محبی صدیقی پوکھریروی نے اپنی عالم جوانی ہی کے دور سے پوکھریرا میں ہر سال جلسہ جلوس کا اہتمام فرمایا جس میں متحدہ ہندوستان (برصغیر) کے منتخب اور متبحر علماء ربانی، مشائخ عرفانی شرکت فرماتے رہے یہ پورے شمالی بہار میں اپنی نوعیت کا منفرد جلسہ ہوتا تھا جو دو تین دنوں سے لیکر ہفتوں تک جاری رہتا۔ سامعین حضرات لاکھوں کی تعداد میں اکٹھے ہو جاتے

کھانے پکانے کا انتظام اپنے ساتھ لیکر آتے دال چاول اور ضروری سامان مدرسہ وخانقاہ کی جانب سے مہیا کیا جاتا درجنوں کی تعداد میں بڑے جانور ذبح کئے جاتے اور سامعین کے درمیان تقسیم کردیئے جاتے۔

اس جلسہ میں وعظ وتقریر اور پند ونصائح کے لئے شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام۔ حضور مفتی اعظم ہند، خلیفہ اعلیٰ حضرت مبلغ اعظم مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی، حضور محدث اعظم ہند، مولانا عارف اللہ میرٹھی، حضور ملک العلماء، حضرت علامہ قطب الدین برہمچاری، فاضل توراۃ وانجیل علامہ قتیل داناپوری وغیرہم علیہم الرحمہ تشریف ارزانی فرماتے اور سامعین کو خوب خوب سیراب کرتے۔ ایک سال ایسا ہوا کہ پانی کی قلت ہوگئی لاکھوں کا مجمع پانی پینے کے لئے ترسنے لگا۔ کنویں خشک ہوگئے۔ شدت گرمی سے لوگ جھلسنے لگے۔ علماء کی بارگاہ میں شکایت پہنچی حضرت سیدنا محبیٰ علیہ الرحمہ نے حضور حجۃ الاسلام سے عرض کیا۔ حضور! اب کیا کیا جائے؟ حجۃ الاسلام نے فرمایا اب تو ایک ہی صورت ہے کہ علماء کرام کے ہاتھوں میں کدالی تھمادیجئے اور ان سے کہئے کہ خدا کا نام لیکر خشک ندی کی فلانی جگہ پر کھودیں انشاء اللہ تعالیٰ پانی مل جائے گا۔

کُدالیوں کا انتظام ہوا علماء کرام حوض کھودنے چلے مدرسہ نورُ الہدیٰ سے دکھن اور بتھلی سے پورب خشک ندی کی ایک خاص جگہ پر کھودنا شروع کیا ابھی فٹ دوفٹ مٹی نہیں نکالی گئی تھی کہ پانی نے جھانکنا شروع کیا عوام وخواص کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ پھر بھی کھودنے کا سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ پانی کا طبق ٹوٹ گیا اور بجائے حوض یا کنواں کے وہ من ظاہر ہوگیا۔ من اس پانی کے چشمے کو کہتے ہیں جس کا رابطہ براہ راست دریا سے ہوجاتا ہے جہاں پانی کی کمی کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

زمانۂ دراز تک جلسہ کا من جاری رہا اور لوگ من سے سیراب ہوتے رہے۔ اس چشمۂ کا نام ہی جلسہ کا من ہوگیا۔ اسی کو کہتے ہیں سیف زبان جو کہہ دیا وہ ہوگیا۔

کیفیت استغراق:

حجۃ الاسلام علیہ رحمۃ السلام نے درسیات کی تکمیل اپنے والد ماجد افضل الفضلاء، اعلم العلماء امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کی دستارِ فضیلت کے بعد ہی ۱۲ ؍ ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۸۹۵ء میں آپ کو دولتِ نیابت اور سلاسل کی اجازت والد گرامی سے حاصل ہوگئی تھی مگر والد ماجد علیہ الرحمہ ہی کے حکم سے آپ نے باضابطہ حضرت شیخ المشائخ شمع خاندانِ برکات نور العارفین علامہ

سید شاہ ابوالحسین احمد نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور وہاں بھی تیرہ سلسلوں کی اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔ بیعت کے بعد قرطاس وقلم کے علاوہ اورادو اشغال میں بھی آپ کا انہاک اس قدر بڑھا کہ لوازمات زندگی سے یکسر آپ غافل ہوجاتے پھر بھی آپ اس قدر جامہ زیب تھے کہ جو لباس بھی استعمال فرماتے شہزادے نظر آتے۔

آپ کی استغراقی کیفیت اس وقت دیکھنے کے لائق ہوتی جب آپ وظائف میں مصروف ہوتے وصال سے دوسال پہلے آپ پُشت کے شاہی زخم میں مبتلا ہوئے لوگ اسے دیکھ کر گھبرا جاتے مگر آپ اپنی ذمہ داریوں کو حسب سابق اطمینان وسکون کے ساتھ ادا فرماتے رہے۔ طے ہوا کہ اگر اس کا آپریشن نہیں ہوا تو پورے جسم میں زخم کا زہر سرایت کر جائے گا۔ لہٰذا آپریشن ضروری ہے۔ جراحی کے ماہر حکماء حاضر ہوئے اور کہا جب تک حضرت والا کو بے ہوش نہیں کیا جائے گا آپریشن ممکن نہیں ہے۔ ڈاکٹروں کی طرف رجوع کیا گیا جن میں ملکی وغیر ملکی ڈاکٹر شامل تھے سب کی رائے تھی کہ آپریشن کے لئے بیہوشی کی دوا کا استعمال ضروری ہے۔ حضرت کا اصرار تھا کہ آپریشن کے انجکشن یا دوا میں الکوحل کی آمیزش ہوتی ہے لہٰذا اندرونِ جسم کے لئے میں اس کا استعمال نہیں کر سکتا ہوں۔ ایک امریکن ڈاکٹر نے کہا اگر آپ کے اندر برداشت کی قوت ہو تو میں بغیر بیہوش کئے ہوئے آپ کا آپریشن کر سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا بیشک میں پوری طرح ہوش میں رہوں گا صرف ایک تسبیح میری انگلیوں میں تھما دیجئے اور آپ آرام سے آپریشن کیجئے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ آپ کی تسبیح چلتی رہی اور ڈاکٹر آپریشن کرتا رہا۔ جب مرہم پٹی سے وہ فارغ ہوگیا تو سامنے آکر غور سے وہ آپ کے چہرۂ انور کو دیکھتا رہا۔ جب آپ کی آنکھ کھلی تو ڈاکٹر کو سامنے کھڑا پایا۔ فرمایا کیا آپریشن ہوگیا؟ ڈاکٹر نے عرض کیا حضور! آپ کے زخم کا آپریشن نہیں ہوا بلکہ آپ نے میری نصرانیت کا آپریشن کرڈالا۔ خدارا مجھے بھی اس سچے دین میں داخل فرمالیجئے جس میں یاد الٰہی کا یہ منظر ہوتا ہے۔ حضور! جو زخم آپ کو تھا ایسے بہت سارے زخم والوں کا میں نے آپریشن کیا ہے مگر بیہوشی کی دوا یا انجکشن لئے بغیر کسی کی ہمت آپریشن کرانے کی نہیں ہوئی۔ بیشک آپ اللہ والے ہیں اور آپ کا دین دین حق ہے۔ حضور والا نے اس ڈاکٹر کو مذہب نصرانیت سے توبہ کرایا اور دین اسلام میں داخل فرما کر مذہب مہذب اہلسنّت وجماعت کا پابند بنایا۔

وصال پُرملال:

امام اہلسنّت مجدد دین وملت فاضل بریلوی امام احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ نے اپنے صاحبزادۂ اکبر، نائب مطلق حضور حجۃ الاسلام کو ظاہری و باطنی علوم و معارف سے آراستہ و پیراستہ فرما دیا تھا پھر وہ اپنے مرشد برحق حضور نوری میاں علیہ الرحمہ کے زیر تعلیم و تربیت اور زیر شفقت و محبت ۱۳۱۲ھ سے ۱۳۲۴ھ تک کم و بیش بارہ سال تک رہے۔

جو مرشد برحق لمحوں میں طالبانِ حقیقی کو مٹی سے سونا۔ سونا سے کندن اور پارس بنا دیتا ہو۔ اگر اس کے زیر سایہ کوئی بارہ سال تک منازل سلوک کو طے کرتا رہا تو وہ کیا سے کیا ہو گیا ہوگا جب کہ مکتسب میں اکتساب کی پوری پوری خداداد صلاحیت بھی موجود ہو اس کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جس کو اس سمندر سے جُرعہ نوشی کا موقع ملا ہو۔

۱۳۲۴ھ سے پہلے بھی اپنے والد ماجد کی نیابت کا حق ادا فرماتے رہے اور ۱۳۲۴ھ کے بعد تو شب و روز صبح و شام سایہ کی مانند اپنے والد گرامی کے ساتھ رہے۔ ۲۵ رصفر المظفر بروز جمعہ مبارکہ ۱۳۴۰ھ کو دو بجکر اڑتیس منٹ پر والد ماجد کی وفات حسرت آیات واقع ہوئی۔ اور چالیسویں کی محفل میں باضابطہ آپ حضور امام اہلسنّت مجدد ملت کے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ اور تاحین حیات "اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ" کی عظمتوں کو اجاگر کرتے ہوئے مکمل بائیس برس تک مریدوں، مخلصوں کی تعلیم و تربیت اور جامعہ رضویہ منظر اسلام کی نظامت کے علاوہ شیخ الحدیث کی اہم ترین ذمہ داری کو باحسن وجوہ سنبھالتے رہے۔ تدریس و افتاء اور تبلیغ کے کاموں میں بھی کوئی خلل نہیں پڑنے دیا۔ یہاں تک ۱۷ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ کو خالق حقیقی کا بلاوا آ گیا۔ عشاء کی نماز فرض کے بعد سنت مؤکدہ کے قعدہ میں تھے غالباً اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ پر پہنچے کہ سر مبارک قبلہ کی جانب جھک گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

وصال سے قبل آپ نے اپنے تاثرات قلبی کو اس طرح ظاہر کیا تھا

حضور روضہ ہوا جو حاضر تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامدؔ

خمیدہ سر بند آنکھیں لب پر میرے درود و سلام ہوگا

جیسا فرمایا بالآخر ویسا ہی ہوا۔ ع تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی

☆☆☆

شیخ الانام حجۃ الاسلام

مولانا شاہ محمد حامد رضا قدس سرہ

مفتی محمود احمد رفاقتی:

زیب سجادہ خانقاہ رفاقتیہ اسلام پور مظفر پور

مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں چودھویں صدی ہجری کے اخیار امت اور امنائے ملت ہیں ممتاز مقام پر مسند نشیں تھے، آپ شیخ الانام تھے۔ اس وقت صبح کے ساڑھے چھ بجے ہیں، اور جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ کی تاریخ ہے آج سے ایک سو چالیس برس قبل ۱۲۹۲ھ میں ربیع الاول کے مبارک مہینے میں بانس بریلی کے اہل علم وفضل، معرفت وحقیقت کے ایک بے حد ممتاز افغانی گھرانے میں ایک خوب رو، بلند پیشانی متبسم بچے کی پیدائش ہوئی، دادا نے یا باپ نے محمد نام رکھا، بحساب محمد اس کے اعداد ۹۲ ہیں، علم الاعداد کے فن میں اس کی جو اہمیت وخصوصیت ہے، صاحبانِ فن اس سے خوب واقف ہیں، پکارنے کے لیے حامد رضا قرار پایا، بزرگ دادا خاتم الفقہا مولانا محمد نقی علی خاں کے گودوں میں پل کر سن تمیز کو پہنچے، تو انہیں نے بڑے اہتمام سے بسم اللہ پڑھائی، خاتم الفقہا کا دور آخر تھا، ان پر نعمتوں کا اکمال ہو رہا تھا، اُن کے بسم اللہ پڑھانے کی وہ برکت ہوئی جس کو زمانے نے سر کی آنکھوں سے اور اہل قلب نے باطن کی آنکھوں سے دیکھا، ان دیکھنے والی آنکھوں نے جو دیکھ کر بیان کیا، اس کو لکھنے بیٹھا ہوں اور قلم کاغذ پر چل رہا ہے، تو دل، ہاتھ، قلم اور کاغذ کا قریب وہی حال ہے جو صدیوں پہلے حجۃ الاسلام امام محمد حامد غزالی قدس سرہ کے احوالِ ظاہر اور اسرار حقائق باطن، علو مقام ومرتبہ اور صاف ومناقب کا بیان لکھتے وقت سیدی علامہ امام ابو الفلاح عبد الحئی ابن العماد اشنوی حنبلی متوفی ۱۰۸۹ھ قدس سرہ کا حالِ احوال تھا، چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:

الغزالی امام، باسمه تنشرلصد، شحیا النفوبرسمه تفتخر
لمجاھد تھتزُّ الرٔ، بسماعه تخشع الاصو تخضع الرؤ۔

''امام غزالی وہ امام ہیں جن کے نام سے سینوں میں انشراح اور نفوس میں حیات ہوتی ہے، اوران کا حال لکھتے وقت دواتوں کو فخر ہوتا ہے، اور اوراق جھوم جھوم اُٹھتے ہیں، ان کا ذکر سنتے وقت آویزیں پست اور سر جھک جاتے ہیں۔ شذرات الذہب، مجلد ۴''

ان کی تمام تر تعلیم والد ماجد کی نگرانی میں ہوئی، قرآن مجید دادی اور والدہ نے بھی پڑھایا، ایک خاص معلم دادا کے تلمیذ ارشد اور علامہ امام عبدالحق خیرآبادی کے تلمیذ اجل حضرت مولانا سید محمد امیر اللہ بریلوی تھے، اُن کی خدمت میں مدرسۂ اکبری میں تحصیل علم کیا، ایک خاص موقع تھا، جب اُن کے والد نے اپنی والدہ سے نہایت عاجزی سے عرض کیا کہ یہ اس لیے کرتا ہوں، تا کہ ان کو اپنے آباء کا علم آجائے آپ اپنے والد ماجد سے تنہا پڑھتے، مطالعے کی نگرانی خود کرتے، نہایت ذہین تھے، طبیعت تحقیق و تدقیق کی خوگر تھی، اس قدر توجہ سے جلد ہی علوم وفنون متعارفہ میں تبحر و تمہر حاصل ہوگیا، جب فاتحہ فراغ پڑھا، تو کملائے زماں میں شمار تھا مطالب کی تہہ تک جلد پہنچتے، ۱۳۱۳ھ میں فاتحہ فراغ پڑھا۔

اٹھارہ برس کی عمر میں ۱۳۱۵ھ میں درسی کتابوں کی تحصیل سے فراغت پائی۔ بارہ برس متواتر والد ماجد کی خدمت میں علوم کی تحصیل کی۔ ۱۳۱۰ھ میں بارہویں ربیع الاول کی محفل مولود مقدس کی محفل مبارک میں دستار باندھی۔ والد ماجد نے کمال عقیدت میں اپنے پیرومرشد کے پوتے اور جانشین نورالکاملین حضرت مولانا شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قبلہ قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں لے جاکر مرید کرادیا۔ حضرت نورالعارفین نے بیعت وارادت میں لینے کے بعد آپ کے حضرت والد ماجد سے فرمایا مولانا! آپ کے کہنے سے مرید کرلیا آپ خلافت دیدیں۔ حضرت نورالعارفین قدس سرہ سے عقیدت آپ کے دل میں گھر کرگئی اور آپ پیرومرشد کے الطاف وعنایات کے خاص مورد بن گئے، ان کی تلقین وتعلیم سے سلوک کی منازل طے ہوئی ہیں۔ آپ حضرت نورالعارفین کی خدمت کرتے، ان کے جدامجد حضرت مولانا شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ کے عرس مقدس کے اہتمام میں شرکت کرتے، پیرومرشد کی خدمت میں حاضر رہتے، جب بریلی آمد ہوتی خدمت میں حاضر رہتے، کرم کی نہایت نہ تھی، حضرت

فاضل بریلوی اگرچہ مشرف بہ خلافت تھے لیکن کسی کو مرید نہ کرتے، حضرت نور العارفین نے اُن سے حکماً اس کا اجراء کرایا، اسی طرح بمطابقِ تحریر حضرت فاضل بریلوی کے آپ کی قائم مقامی اور ولی عہدی کے اعلان واظہار کرنے کی رائے دی چنانچہ اس کے بعد سے جب کسی مقام پر بھیجتے اپنے قائم مقام میں بھیجتے اور تحریر میں بھی لکھتے کہ میں مولوی محمد حامد رضا خاں کو اپنا قائم مقام بنا کر بھیجتا ہوں، کاشانۂ رضویہ پر مولانا محمد ظفر الدین فاضل بہار کے اہتمام میں سنہ ۱۳۱۱ھ سے حضرت مولانا سید شاہ آل رسول احمد قدس سرہ کا سہ روزہ عرس مقدس شروع ہوا، اس کی پہلی محفل میں قل شریف کے بعد منحصر بفرد خلافت مطلقہ سے فاضل بہاری سرفراز ہوئے۔ سنہ ۱۳۳۳ھ کا عرس آل رسول ایک الگ ہی شان اور برکات وفیوض کا تھا، حضرت حجۃ الاسلام شیخ الانام قدس سرہ کے حقیقی ماموں مولانا محمد امجد حسین عثمانی ابوالحسینی بریلوی نے اس کی فصل ومکمل روئداد ریاست رام پور کے مشہور ہفتہ وار اخبار دبدبۂ سکندری میں بھیج کر چھپوائی، اس یادگار تحریر کو حفاظت کے خیال سے اس مقام پر نقل کیا جاتا ہے۔

"عرس سراپا قدس زبدۃ الواصلین، قدوۃ السالکین حضور پُرنور، آقائے نعمت، دریائے رحمت، اعلیٰ حضرت سیدنا سید شاہ آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم احمدی قادری برکاتی قدس سرہ السرمدی مرشد برحق واصل الی الحق مجدد مائۃ حاضرۃ، مؤید ملت طاہرہ اعلیحضرت مولانا مولوی مفتی احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی متع اللہ المسلمین بطول بقائہٖ بمقام بریلی محلہ سوداگران ۱۶، ۱۷، ۱۸ ذی الحجۃ الحرام، چہارشنبہ، پنجشنبہ کو نہایت آب وتاب سے منعقد ہوا، یہ عرس مبارک بحمد اللہ جمیع ممنوعاتِ شرعیہ سے پاک وصاف ہوتا ہے، ہر روز صبح کو ختم قرآن ومجلس میلاد شریف اور علمائے کرام کے بیانات ہوئے، جب ۱۸ کو خود حضور پُرنور اعلیٰ حضرت مدظلہ الاقدس نے حسب معمول، فضائل نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ومناقب سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ بیان فرمائے، حاضرین پر نہایت رقت ووجد کی حالت طاری تھی، ہر شخص کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے، بعض حاضرین کو غش بھی آگیا، جن حضرات کو اعلیحضرت قبلہ کے بیانات سننے کا اتفاق ہوا ہے، وہ بیان کے اثر سے خوب واقف ہیں، مگر اس مرتبہ کا بیان خصوصیت کے ساتھ بہت زیادہ پُراثر تھا، بیان کی نفاست، مضمون کی ندرت کا کیا کہنا۔ ۱۸ کی صبح کو بعد مجلس قل شریف کے حامیِ سنت، ماحیِ بدعت، حاجی منشی محمد لعل خاں صاحب رضوی مدراسی نزیل کلکتہ کو تاجِ خلافتِ رضویہ سے سرفراز فرمایا، اور سندِ خلافتِ عربی کو پڑھ کر حاضرین کی خواہش پر اس کا ترجمہ بھی بیان فرمایا، حاجی صاحب

موصوف بفضلہٖ تعالیٰ نہایت پُر جوش، مفتی، مقیمۂ سُنّی، حامی سنت، عدو بدعت ہیں، جان و مال سے تائید دین متین میں ہمیشہ ساعی رہتے ہیں، جس کے سبب وہ تاج فخر و شرف کے نہایت اہل تھے۔

اس کے بعد صاحبزادۂ بلند اقبال، والا جاہ، فاضلِ اجل، عالم اکمل حضرت مولانا مولوی محمد حامد رضا خاں صاحب کو اپنا جانشین کیا، اور خرقۂ مبارک کو جو مرشد برحق کے دربار سے عطاء ہوا تھا، صاحبزادۂ والا کو پہنایا اور اپنا عمامہ مبارک ان کے زیب تن کیا، اور سند جانشینی کو مع ترجمہ پڑھ کر سنایا، یہ ایک نہایت متبرک وقت تھا، وہ نورانیت کہ ''بلا مبالغہ در و دیوار سے نور کے آثار نمایاں تھے، جن سے ساری مجلس جگمگا اُٹھی، اس کے بعد صاحبزادہ صاحب کے لیے بہت جوش کے ساتھ، تمام حاضرین جلسہ نے دعاء مانگی، جلسہ کی اصل کیفیت سے تو حاضرین نے جیسا لطف اُٹھایا وہ بیان سے باہر ہے اب وہ سند مع ترجمہ ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''الحمد للہ ہادی القلوب وغافر الذنوب وساتر العیوب وکاشف الکروب وافضل الصلاۃ واکمل السلام علیٰ احب محبوب، مصحح الحسنات، عقیل العثرات شفیع الحوب و علیٰ آلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ عدد النور والستور والطلوع والغروب

ساری خوبیاں اللہ عز وجل کے لیے جو دلوں کا رہنما، گناہوں کا بخشنے والا، عیبوں کا پردہ پوش، غموں کا دور کرنے والا ہے، اور سب سے بہتر درود اور کامل تر سلام سب پیاروں سے زیادہ پیارے، نیکیوں کے درست کرنے والے، لغزشوں کے دور کرنے والے اور گناہوں کے بخشنے والے اور ان کے آل واصحاب، ان کے صاحبزادے اور گروہ پر بے شمار انوار و اسرار و بے تعداد طلوع و غروب۔

وبعد۔ فان ربنا تبارک وتعالیٰ ھو الحی الذی لا یموت وکل شیئ سواہ فلا بد یوماً ان یفوت فسبحٰن الذی قھر عبادہ بالموت وتفرد بالدوام۔ وکل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذی الجلال والکرام۔ اری شمس عمری قد تدلت للغروب وآذنت بالرحیل وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ أ سأ لہ متوسلا الیہ بجاہ حبیبہ الاکرم وعبدہ وصفیہ غوثنا الاعظم صلی اللہ تعالیٰ علی المصطفیٰ علیہ وسلم ان یختم لی بالحسنیٰ علی السنۃ السنیۃ والدین الاسنی۔ فاطر السمٰوات والارض انت ولی فی الدنیا والاٰخرۃ توفنی مسلما والحقنی بالصٰلحین۔

رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علیّ وعلیٰ والدیَّ وان اعمل صٰلحا ترضٰه واصلح لی فی ذریتی۔ انی تبت الیك وانا من المسلمین والحمدللہ رب العٰلمین

بعدازیں، بلاشبہ ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہی وہ زندہ ہے، جسے موت نہیں اور اس کے سوا ہر شئے کے لیے ایک دن موت ہونا لازمی ہے، پاکی ہے، اسے حق اپنے بندوں کو موت سے مغلوب کیا، اور ہمیشگی ایک اسی کے لیے ہوئی، زمین پر جو کچھ ہے، سب فنا ہوگا اور باقی میرے رب کا وجہ وکریم ہے، عزت والا بخشنے والا اور میں اپنے آفتاب عمر کو دیکھتا ہوں، کہ غروب کے لیے ڈھک آیا، اور کوچ کا اعلان سنایا، اور اللہ ہمیں کافی ہے، اور کیا اچھا کام بنانے والا، میں اس کے سب سے زیادہ عزت والے، پیارے صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے چنے ہوئے بندے غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے اس سے مانگتا ہوں چمکتی سنت، اور نہایت روشن دین پر ہمارا خاتمہ بالخیر کرے، اے زمین وآسمان کے پیدا کرنے والے، دنیا وآخرت میں تو میرا ولی ہے، مجھے مسلمان اُٹھا، اور نیکیوں سے ملا، اے میرے رب تو مجھے توفیق دے کہ تیری ان نعمتوں کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور باپ دادا پر کیں، میں وہ نیک کام کروں جو تجھے پسند ہے اور میرے لیے میری اولاد میں بھلائی کر، میں تیری طرف رجوع لایا اور میں مسلمان ہوں، اور سب خوبیاں اس کو جو سارے جہاں کا مالک۔

وقد بقیت فی امر استخلافی واجلاس أحد علی مسند أسلافی اقدم رجلا وأخری علما منی بان الامر بالتثبت احری فانی احب سنة ابی بکر وعمر واستعیذ باللہ من سنة کسریٰ وقیصر فاستخرت ربی واستشرت ناسا صادقین فی حبی فاشاروا الی ماتری فی أخر هٰذه الحجة وتاید ذلك برؤیا رأیتها فی هٰذا الشهر الکریم ذی الحجه فما هو الا ان شرح اللہ لذلك صدری وارجوان یکون فی ان شاء اللہ رشد امری وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وعلیه ثم علیٰ رسوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم التعویل

اپنا جانشین بنانے اور کسی کو اپنے اسلاف کی مسند پر بٹھانے، کے بارے میں ایک مدت تک تردد رہا، مجھے معلوم تھا کہ اس معاملہ میں نہایت احتیاط درکار ہے، اس لیے کہ میں دونوں امام ہدیٰ صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما کی سنت عزیز رکھتا ہوں اور قیصر و کسریٰ کی روش سے اللہ سے پناہ مانگتا ہوں، لہٰذا میں نے اپنے رب سے استخارہ کیا اور اپنے سچے دوستوں سے مشورہ کیا، انہوں نے رائے دی جو اس سند کے آخر میں دیکھیے گا

اوراس کی تائید اس خواب سے ہوئی کہ میں نے اسی معزز مہینہ ذی الحجہ میں دیکھا، تو یہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے میرا سینا کھول دیا، اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو میرے اس کام کی بھلائی ہے۔ اور اللہ کافی ہے اور کیا اچھا کارساز اور اس پر اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر بھروسا ہے۔

وقد کنت اجزت ولدی الاعز محمدن المعروف بالمولوی حامد رضا خاں۔ سلمه الرحمٰن عن طوارق الحدثان ونوازغ الشیطان وجعله خیر خلف لسلفه الصالحین ووفقه مدة عمره لحمایة الدین ونکایة المفسدین وانه ولی ذلك و خیر مالك والحمدلله رب العٰلمین۔ بجمیع السلاسل والعلوم و الاذکار والاشغال والاوراد والاعمال وسائر ماوصلت الی اجازته من مشایخی الاجلاء اولی الافضال وکان ذلك بامر شیخه نور الکاملین، سلالة الواصلین سیدنا السید الشاہ ابی الحسین احمد النوری میاں صاحب المارهوری قدس سرہٗ النوری

اور میں اس سے پہلے فرزند عزیز تر محمد عرف مولوی حامد رضا خاں کو وہ بڑی رحمت والا اُسے بُرے حادثوں اور شیطانی کششوں سے بچائے اور اپنے سلف صالحین کا اچھا خلف کرے اور عمر بھر دین کی حمایت اور مفسدوں کے دفع کرنے کی توفیق دے، بیشک وہ اس کا والی اور سب سے بہتر مالک ہے، اور سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کو جو تمام جہان کا پروردگار، جملہ علوم واذکار واشغال اور اعمال اور ان تمام اشیاء کی، جس کی اجازت مجھے شیخ واساتذہ، جلالت وفضل والوں سے پہنچی، اجازت دی تھی اور یہ امر اس کے پیرومرشد نور الکاملین جگر پارۂ واصلین، ہمارے سردار سید شاہ ابوالحسین احمد نوری، میاں صاحب مارہری قدس سرہ النورانی کے حکم سے کیا تھا۔

والآن متوکلا علی الرحمٰن جعلته ولی عهدی ووارث السجادة القادریة من بعدی واجلسته علی مسند اسلافی وولیته امر اوقافی۔ واسأل ربی وهو حسبی متضرعا الیه بهذا الحبیب الکریم علیه وعلیٰ اٰله افضل الصلاة والتسلیم ثم بهذا الولی الاکرم سیدنا و مولانا الغوث الاعظم

اور اب رحمٰن پر بھروسا کر کے میں نے اپنا ولی عہد اور اپنے بعد سجادۂ قادریہ کا وارث کیا اور اپنے اسلاف کی مسند پر بٹھایا، اور اپنے تمام اوقاف کا اسکو متولی کیا اور میں اپنے رب سے سوال کرتا ہوں اور وہ مجھے کافی ہے، اس کے حبیب اکرم علیہ وعلی آلہ افضل الصلوۃ والتسلیم پھر اس کے ولی اکرم سیدنا ومولینا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے وسیلے

سے گڑگڑاتا ہوں کہ

ان یرشدہ لما یحب ویرضاہ ویسدد صورتہ ومعناہ ویجعلہ اھلا لما تولاہ وآخرتہ خیرا من اولاہ ۔ آمین! آمین! یامجیب السائلین۔ آمین والحمد للہ رب العٰلمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علیٰ ھٰذا الحبیب المرتجی والشفیع المجتبی وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ صلوٰۃ تحل العقدو تحل المدد تفرج الکرب ۔ وترفع الترب وتشرح الصدور وتیسر الامور والحمدللہ العزیز الغفور۔

وہ اُسے وہ راہ چلائے جواُسے محبوب وپسند ہے، اور اس کا ظاہر وباطن ٹھیک کرے اور یہ کام جو اس نے اپنے ذمہ لیا، اس کا ایسا ہی بن کر ایسا ہی ہو، مانگنے والوں کی سننے والے، اور سب خوبیاں اللہ کو جہان کا رب، اور اللہ تعالیٰ درود وسلام وبرکت اتارے، اس پیارے، امید گاہ اور چنے ہوئے شفیع اور ان کے آل اور اصحاب اور بیٹے اور گروہ پر درود کہ گتھیاں سلجھانے اور نازل کرے، اور سختیاں ٹالے، اور رتبے بلند کرے، اور سینے کھولدے اور سب کام آسان کردے، اور سب خوبیوں والا، عزت بخشنے والا،

وکان ذلک یوم عرس سیدی وسندی ومولائی ومرشدی وکنزی وذخری لیومی وغدی سیدنا السید الشاہ آل رسول الاحمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالرضی السرمدی آمین آمین والحمد للہ رب اللمین۔ ۱۸ ذی الحجۃ الحرام یوم ۔ لخمیس ۱۳۳۳ من ھجرۃ انفس نفیس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قالہ بفمہ ورقمہ بقلمہ احد کلاب الباب القادری عبد المصطفیٰ احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی غفر اللہ لہ ماجری منہ ومایاتی وحقق املہ واصلح عملہ آمین آمین والحمدللہ رب العٰلمین۔"

میرے سردار اور میرے تکیہ گاہ، میرے مولیٰ میرے مرشد، میرے آج اور کل کے لیے خزانہ، ذخیرہ، ہمارے آقا حضرت سید شاہ آل رسول احمد کے عرس کے دن واقع ہوا، اللہ ہمیشگی کی رضا سے اُن سے راضی ہو آمین آمین اور حمد للہ رب العلمین کو۔

۱۸ذی الحجۃ الحرام یوم ۔ لخمیس ۱۳۳۳ من ھجرۃ انفس نفیس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قالہ بفمہ ورقمہ بقلمہ احد کلاب الباب القادری عبد المصطفیٰ احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی غفر اللہ لہ ماجری منہ ومایاتی وحقق املہ واصلح عملہ آمین آمین والحمد للہ رب العٰلمین۔"

جمعرات ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ ان کی ہجرت سے جو نفیس ہیں، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ اپنی زبان سے کہا اور ایک سگِ دروازۂ قادری عبد المصطفیٰ محمدی سنی حنفی قادری برکاتی نے۔ اللہ بخش دے جو کچھ اس سے ہو گزرا، اور جو کچھ آگے ہو، اور اس کی آرزو پوری کرے اور اس کا عمل سنوارے، آمین آمین اور حمد اللہ کو جو رب العلمین ہے"۔

حضرت حجۃ الاسلام کے کمالِ علمی ایک یہ بھی رہا کہ دورانِ تعلیم جب والد ماجد سے سوال کرتے تو والد ماجد ان سوالوں سے بے حد مسرور ہوتے اور درس کی کتابوں پر سال الولد الاعز لکھا کر اپنا جواب بھی قلم بند کر دیتے، آپ کے جد امجد مولانا محمد نقی علی خاں اور والد ماجد قدس سرہما، ذکاوت وذہانت اور استحضار میں ممتاز عصر تھے تو آپ ان دونوں کے عطر مجموعہ تھے، رسمی علوم کی تحصیل و تکمیل کے بعد ۱۳۲۶ھ تک والد ماجد کے علمی کاموں میں معاونت کی، جب علوم کی تحصیل سے فراغت پائی، تو صاحبانِ کمال، علمائے اخیار کی روش پر مسند تدریس کو رونق دی، آپ کی تحصیل علوم کی فراغت کا علوم عقلیہ کے بے حد رواج کا تھا جو معقولات کی تدریس پر ماہر نہیں ہوتا تھا اس کا علماء کے طبقہ میں شمار نہ ہوتا، چنانچہ برسوں معقولات کی متداول کتابوں کا درس استادانہ طریق پر پڑھایا، آپ کی درسی تقریر نہایت سلجھی ہوئی ہوتی، بیان کی قوت کے ساتھ وضاحت بیان کا دریا مواج ہوتا، آپ کے نانا عثمانی دارالاسلام والعلم ریاست مصطفیٰ آباد رام پور میں کارِ ریاست سے وابستگی کی وجہ سے محلہ راجدوارہ میں مقیم تھے، آپ اپنی نانہال جاتے، تو حضرت قطب الارشاد مجمع البحرین، مفتی الثقلین مولانا شاہ ارشاد حسین فاروقی مجددی کی خدمت میں حاضر ہوتے، ان کے درس میں زمرۂ طلبہ میں بیٹھتے، مصدر فضائل مولانا شاہ محمد سلامت اللہ قدس سرہ کی خدمت میں جاتے، شمس العلماء امام محمد عبد الحق فاضل خیر آبادی کے حضور حاضر ہوتے، شمس العلماء علامہ محمد ظہور الحسین فاروقی مجددی کی زیارت کرتے، یہ علماء کبار، علماء اخیار آپ کی علمی استعداد اور شرافت طبع کی وجہ سے شفقت کرتے، شاہ سلامت اللہ اور شمس العلماء رام پوری، اور اُن کے فرزند نور العلما، علامہ محمد نور الحسین سے اسی زمانے سے گہرے روابط قائم ہوئے آخر آج تک قائم رہے، اسی طرح علمائے بدایوں، حضرت تاج الفحول اور مولانا محب احمد مولانا شاہ عبد المقتدر بدایونی نے مولانا شاہ محمد وصی احمد محدث سورتی، علمائے فرنگی محل کے سردار حضرت مولانا شاہ امام الدین عبد الباری لکھنوی، استاذ زمن مولانا شاہ احمد حسن فاضل کانپوری آپ کے فضل علم کی تحسین کرتے، آپ کی علمی گفتگو کو متوجہ ہو کر سنتے، آپ کے والد ماجد امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا فاضل بریلوی نے مرجع فتاویٰ ہونے کی وجہ سے تدریس کا سلسلہ بند کیا،

اس وقت صحیح البخاری اور صحیح المسلم کا درس آپ کو سپرد فرمایا، آپ نے اپنے ذوق سے بیضاوی شریف، شرح عقائد، شرح چغمنی کا درس بھی درس میں شامل کیا، ان کتابوں میں آپ کا درس مشہور تھا، فقہ حنفی کی مشہور و مستند اول کتاب الدر المختار کا درس بھی جاری تھا، تصوف میں رسالہ قشیریہ، اور عوارف المعارف کا بھی درس دیتے، آپ کے ایک اجل تلمیذ اُستاذ العلما، مولانا المفتی محمد ابراہیم فریدی نے فقیر کی گزارش پر ایک مضمون لکھا تھا۔ اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ ''حضرت باضابطہ تدریس کے لیے تیاری کرتے، کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے، علامہ امام بدر الدین عینی کی عمدۃ القاری جو طلبہ کی زبان پر ''عینی'' کے نام سے مشہور ہے، مطالعہ فرماتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے، کہ میں نے مکۃ المکرمہ میں صحیح البخاری مع قسطلانی پڑھی ہے، وہاں درس میں بخاری شریف مع قسطلانی داخلِ نصاب تھی، عمدۃ القاری کے مطالعہ میں جو اہم اور مفید تر امور ہوتے، ان کو حاشیہ میں درج کر دیتے، اور اس کا مفہوم طلبہ کے سامنے واضح فرمادیتے، یہ اندراج اس لیے تھا، کہ آئندہ پڑھانے والے استاذ مستفید ہو سکیں، درس میں لفظ کے لغوی معنیٰ اور وحدت وجمع کو بھی بیان فرمادیتے، اور اپنی تحقیق بھی ظاہر فرماتے، حنفی فقہ کے مسائل کی وضاحت بھی خاص توجہ سے فرماتے، مشکل حدیث کا ترجمہ بھی کرایا کرتے تھے، صحیح بخاری اور جامع ترمذی کی ابتداء کرنے کے وقت حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی تک اپنی سند بیان فرمادیتے۔

سنہ ۱۳۲۳ھ میں حج و زیارت کے لیے حاضر ہوئے، والد ماجد کی ہمرکابی تھی آپ کے والد ماجد دعوتوں کے علاوہ صرف چار حضرات سے ملنے جاتے، مولانا شیخ صالح کمال، شیخ العلماء مولانا محمد سعید بابصیل اور مولانا عبد الحق الہ آبادی مہاجر مکی اور مولانا اسماعیل کے پاس، حضرت شیخ الانام حجۃ الاسلام نے والد بزرگوار کی حسبِ منشاء حضرت شیخ العلماء شیخ محمد سعید کے درس میں شرکت فرمائی اور سند حاصل کی، حضرت شیخ العلماء مسجد الحرام میں درس دیتے تھے، آخر زندگانی میں مفتی شافعیہ ہوگئے تھے۔ جمعرات ۲۳ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۰ھ کو ان کا وصال ہوا، ان کے بڑے صاحبزادے شیخ علی مولود سنہ ۱۳۲۳ھ متوفی سنہ ۱۳۵۳ھ عہد خودی میں قاضی تھے، حضرت حجۃ الاسلام نے مدینۃ المنورہ میں حضرت سید احمد برزنجی کے حلقۂ درس میں بھی شرکت کی اور سند پائی، حضرت مولانا خلیل خربوطی نے سند فقہ عطاء فرمائی، جو ان کو صرف دو واسطوں سے حضرت امام طحاوی سے حاصل تھی۔

حضرت شیخ الانام حجۃ الاسلام کو اپنے مرجعِ انام والد کی نیابت ان کی حیات اور آپ کی نوجوانی میں حاصل ہو چکی تھی۔ مولانا امجد حسین عثمانی نے دبدبۂ سکندری رام پور میں لکھا کہ مارچ

۱۹۱۵ء/ ۱۳۳۳ھ میں گڑی شاہو کے رئیس منشی محمد ہدایت اللہ رئیس شاہ گڑھ عرصہ سے بار بار عرض کرتے تھے حضور ہمارے یہاں تشریف لے چلیں ان کی خواہش کی تکمیل میں آپ کو اپنا نائب اور قائم مقام کر کے بھیجا، لاہور کے مشہور دار العلوم نعمانیہ کے ماہوار ترجمان انجمن نعمانیہ نے ماہ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ کے شمارہ میں ایڈیٹر صاحب نے لکھا کہ "اگر چہ حضرت موصوف انجمن کے جلسوں میں شریک نہ ہو سکے لیکن اپنے بڑے صاحبزادہ کو ایک جماعت کے ساتھ متعدد بار بھیجا، حضرت محمد سورتی حضرت فاضل بریلوی کے صدیق حمیم اور والہٗ وشیدا، بزرگ نے آٹھویں جمادی الاولی ۱۳۳۳ھ مطابق بارہویں اپریل ۱۹۱۶ء یوم چہار شنبہ کو وصال فرمایا، حضرت فاضل بریلوی کو ان کے وصال کا بے حد صدمہ ہوا، اس قدر نڈھال ہوئے کہ کھڑے نہیں ہو سکتے تھے، اس دن کل نمازیں بیٹھ کر ادا کیں ایک جماعت کے ساتھ حضرت حجۃ الاسلام کو شرکتِ جنازہ کے لیے بھیجا، اور نماز جنازہ پڑھائی، رام پور کے معروف درویش شاہ فضل حسن چشتی صابری ایڈیٹر دبدبہ سکندری ۱۳ دسمبر ۱۹۱۵ء کے شمارہ میں لکھا ہے کہ خبر ابھی ابھی معلوم ہوئی ہے کہ بریلی سے مجدد مائۃ حاضرہ مولانا مولوی مفتی قاری شاہ احمد رضا خاں صاحب قبلہ محمدی سنی حنفی قادری برکاتی مد ظلہم الاقدس نے جب اس واقعۂ جاں سوز کی اطلاع پائی [حضرت مولانا شاہ عبد المقتدر بدایونی کی رحلت] سنا ہے بے حد حزن وملال فرمایا اور بنفس نفیس جنازہ میں شرکت کا عزم فرمایا، مگر ضعف ونقاہت نے مجبور اور تشریف نہ لے جا سکے، اور اپنے قائم کی حیثیت سے جناب مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب سجادہ نشین فرزند اکبر کو بھیجا، انہوں نے جنازہ میں شرکت کی، ہفتہ روزہ دبدبہ سکندری کے بانی مدیر حضرت شاہ محمد حسن صابری کے فرزند حضرت شاہ فاروق حسن صابری حضرت بریلوی کے محب اور دوست تھے، انہوں نے ۲۷ شعبان ۱۳۳۲ھ مطابق ۲۰ جولائی ۱۹۱۴ء کو شاہ محمد حسن صابری کے عرس کا دعوت نامہ بھیجا حضرت نے اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا، اگست ۱۹۱۷ء کو وزیر ہند مانٹی کو وزیر ہند کی آمد کے موقع پر اپنے مطالبات کو منوانے کے لیے امام الوقت حضرت مولانا شاہ محمد عبد الباری فرنگی محلی قدس سرہ نے خاص فرنگی محل میں جلسہ بلایا، حضرت فاضل بریلوی کو باصرار شرکت کی دعوت دی، انہوں نے حجۃ الاسلام کو اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا، ان کی محبت کے لیے استاذ زماں شمس العلماء حضرت مولانا شاہ ظہور الحسین فاضل رام پوری صدر المدرسین مدرسۂ اہل سنت منظر اسلام اور اُستاذ العلماء مولانا محمد رحم الٰہی صاحب اور صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی کو بھیجا۔

حضرت حجۃ لاسلام کی عنایات:

شیخ الانام حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا قدس سرہٗ کا ذکر آیا تو حضور قبلہ گاہی نے فرمایا

''وہ مرجع تھے ان کے یہاں میری حاضری زیادہ ہوتی تھی۔ دل ان کی طرف کھنچتا تھا، فرمایا صفی پور شریف کے حضرت شاہ خلیل احمد صاحب اور حضرت پیرومرشد بہت خوبصورت اور نورانی شکل تھے حضرت کا جمال بے نظیر تھا، مولانا فضل کریم صاحب فیض پوری حامدی علیہ الرحمہ مقیم پٹنہ رئیس القضاۃ ادارۂ شرعیہ مدرسۂ اہلسنت منظر اسلام میں پڑھتے تھے اور حضرت حجۃ الاسلام کے خادم بھی تھے، انہوں نے راقم الحروف سے فرمایا حضرت حجۃ الاسلام قبلہ حضرت امین شریعت کا بے حد اکرام فرماتے تھے، میں دیکھتا تھا کہ حضرت امین شریعت جب بھی حضرت حجۃ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت ان کو دیکھتے ہی کھڑے ہوجاتے۔ اور جب خدمت سے واپس جاتے، اس وقت بھی کھڑے ہوئے رخصت فرماتے، یہ سلوک برابر دیکھ کر ہم حاضر باشوں میں سے ایک نے پوچھ ڈالا، حضور! یہ نوجوان عالم ہیں اس قدر ان کے اکرام کی وجہ کیا ہے؟ حضرت حجۃ الاسلام قبلہ نے فرمایا یہ بڑے رفیع المرتبت، عالی نسبت اور باصاحب باطن ہیں، ایک وقت آئے گا جب ان کا ظہور ہوگا ان کا فیض عام ہوگا اور مذہب اسلام کو ان سے تقویت ملے گی۔

مولانا المفتی الحاج انیس عالم صاحب سابق مفتی نیپال، مقیم سیوان ضلع چھپرہ نے فرمایا میں مدرسۂ اہلسنت منظر اسلام میں پڑھتا تھا اسی زمانے میں حضرت امین شریعت اجمیر شریف سے بریلی آئے، حضرت حجۃ الاسلام نے مدرسہ میں ان کو تدریس کی خدمت تفویض فرمائی اور دار الافتاء کا صدر مفتی بھی مقرر فرمایا اور ان کے یہ مناصب واعزاز تھے کہ حضرت حجۃ الاسلام اکثر ان کو اپنے ہمراہ لے جاتے، ایک بار میرے سامنے حضرت امین شریعت سے فرمایا، مولانا آپ کو ایک جگہ میرے ساتھ چلنا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد شیروانی عبا پہن کر آجایئے حضرت امین شریعت، صرف شیروانی پہن کر آگئے، حضرت حجۃ الاسلام نے دیکھا تو فرمایا، مولانا! آپ کو عبا سے کیوں ابا ہے۔ ہم چند طلباء بھی معیت میں گئے، جب اس جگہ پہونچے اور حاضرین نے دیکھا تو نعرۂ تکبیر ونعرۂ رسالت سے استقبال کیا اور حضرت حجۃ الاسلام کا نام بھی پکارا، حضرت حجۃ الاسلام نے فرمایا، مولانا مفتی رفاقت حسین صاحب کا بھی نعرہ سے استقبال کیجئے، نعرہ لگایئے۔

حضرت حجۃ الاسلام سے شرف تلمذ:

شیخ الانام حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا قدس سرہٗ کی ذات گرامی، بندوں کے درمیان اللہ عزوجل کی رحمتوں کی خاص نشانی تھی، وہ علوم حقائق کے معلم ومحقق تھے دوسری طرف علم وفضل کا محسوس پیکر بھی تھے، رشد وہدایت کے ساتھ مروجہ وغیر مروجہ علوم کا درس بھی دیتے تھے، انہیں اعلیٰ حضرت امام اہلسنت قدس سرہٗ سے براہ راست تلمذ کا خصوصی شرف حاصل تھا، فقہ ومعارف

وحقائق کے علاوہ تفسیر اور عربی ادب میں کمال اختصاص سے سرفراز تھے، حضور قبلہ گاہی کے دل پاک منزل میں علوم تفسیر کے حقائق ودقائق کے غوامض واسرار کے حصول کا جذبہ پیدا ہوا اور خواہش ہوئی کہ حضرت حجۃ الاسلام کے حضور زانوے تلمذ بچھا کر علوم وحقائق کو حاصل کروں، اس غرض سے اپنی تمنا کا اظہار کردیا، جواب ملا اس کی کیا ضرورت ہے۔ حضور قبلہ گاہی قدس سرہٗ نے فرمایا، چار پانچ دن کی گذارش پر پڑھانا منظور فرمایا، جب پڑھنے بیٹھا اور بیضاوی شریف کھولی، تو پھر فرمایا کہ پڑھے ہوئے کو کیا پڑھانا ہے؟ اور آپ کو اس کی ضرورت بھی کیا ہے۔ آپ کی خواہش پوری ہوگئی۔ حضور قبلہ گاہی قدس سرہٗ نے فرمایا، میں نے عرض کیا اصل غرض حضور سے تلمذ کا باضابطہ شرف حاصل کرنا تھا، سو بحمدہ تعالیٰ وہ حاصل ہوگیا، اب ان علوم قرآنی سے سرفراز فرمائیں جو حضور کے سینہ مخزن اسرار ربانیہ میں مکنون ہیں، تفسیر کا درس شروع ہوا، پانچ دنوں تک مسلسل کئی گھنٹے درس ہوتا رہا، اسرار حق کا مواج دریا موج زن رہا، عرض کردوں کہ ان حقائق کو حضور قبلہ گاہی قدس سرہٗ نے قلمبند بھی کرلیا تھا اور جب پانچ دن بعد یہ سلسلہ بند ہوا تو حضرت حجۃ الاسلام شیخ الانام قدس سرہٗ نے فرمایا:

"جمیع اوفاق، اعمال، اذکار واشغال اور اسانید حدیث وتفسیر وفقہ وغیرہا اور سلاسل طریقت جن کا میں اپنے مشائخ کی طرف سے مجاز ہوں ان کی آپ کو اجازت عامہ، تامہ، مطلقہ دیتا ہوں، آپ ان کو قبول کریں اور مجھ کو اپنی خاص دعاؤں میں یاد رکھیں"

فقہ حنفی کی وہ سند عالی بھی عطا فرمائی جس میں امام طحطاوی سے حضرت حجۃ الاسلام کے درمیان صرف تین واسطے ہیں حضرت حجۃ الاسلام کو یہ سند حضرت علامہ امام سید خلیل مربوطی مدنی قدس سرہٗ نے خاص مدینہ طیبہ میں عطاء فرمائی۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہٗ نے فرمایا، ان جملوں کی ادائیگی کے وقت حضرت کی حق نگر آنکھیں پرنم تھیں، اس کے بعد حضرت نے اپنے کچھ خاص ملبوسات وتبرکات بھی مرحمت فرمائیے

حضرت شیخ الانام حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کے خلف اسعد وارشد واکبر، عارف باللہ، ہادی الی اللہ حضرت مولانا شاہ محمد ابراہیم رضا جیلانی میاں قدس سرہٗ قطب زمن کی حضور قبلہ گاہی قدس سرہٗ سے کثرت سے مجالست رہتی تھی، حضرت حجۃ الاسلام ملاحظہ فرماتے تو مسرور رہتے، ایک دن فرمایا ، جیلانی سلمہٗ آپ کی دوستی سے مسرور ومحظوظ معلوم ہوتے ہیں تو آپ ان کو علمی فوائد بھی پہنچائیے، ان سے علمی مباحثہ بھی فرمائیے، حضور قبلہ گاہی نے حکم کی تعمیل فرمائی، حضرت جیلانی میاں بادشاہ دین سے علمی بحث کا سلسلہ شروع فرمادیا روز مباحثہ میں کتابوں میں حوالہ کی تلاش کا باب وا ہوتا،

بحث ومباحثہ کے وقت آواز کی بلندی حضرت حجۃ الاسلام کے کانوں میں پہنچ جاتی، اس وقت آپ ان بحثوں کو متوجہ ہو کر سماعت فرماتے، اس کے بعد جب حضور قبلہ گاہی حاضر خدمت ہوتے تو حضرت حجۃ الاسلام سوال فرماتے کہ آج جیلانی سے کس مسئلہ پر بحث ہو رہی تھی اور آپ دونوں کے کیا مباحث تھے تفاصیل سن کر مسرت کا اظہار فرماتے۔

اہل علم ومعرفت کا ایک خاص طبقہ اس سے بخوبی واقف ہے کہ حضرت جیلانی میاں علیہ الرحمہ کس بلند پایہ کے مدرس ومعلم اور محدث ومفسر اور معلم، اخلاق، مبلغ اسلام، ہادی الی اللہ تھے، لیکن یہاں اس امر کا اظہار شہادت حق کے طور پر لکھنا سزاوار ہے، کہ حضرت جیلانی میاں علیہ الرحمہ کی خدمت دین پاک وعلم پاک کا جیسا اعتراف اور جیسی قدر حضرت قبلہ گاہی قدس سرہٗ نے کی اس کی نظیر نہیں۔

حضور قبلہ گاہی قدس سرہٗ مدرسہ اہل سنت منظر اسلام میں علوم وفنون کی اعلیٰ کتابوں کا درس دیتے، دار الافتاء میں فتاوے تحریر فرماتے، اور خود بھی اپنے اُستاذ محترم حجۃ العصر امام صدر الشریعہ قدس سرہٗ سے قدماء کی نایاب ونادر متداول کتابوں کا درس لیتے۔

ستر برس کی عمر شریف میں وفات ہوئی، آپ کی وفات پر عالم باعمل مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب فریدی سمستی پوری (صدر اساتذہ مدرسہ شمس العلوم بدایوں، شیخ الارشاد خانقاہ قادریہ سربیلہ سہرسہ بہار، قائم شدہ ۱۳۱۱ھ) نے نظم وفات فارسی میں تصنیف کی تھی جس کے اشعار میں سال ولادت، سال وفات، صوری معنوی ہجری، تاریخ مادۂ وفات اور محاسن مذکور ہیں۔

حضرت پیر ومرشد برہان الاصفیا مولانا شاہ رفاقت حسین (علیہ الرحمۃ والرضوان) حضرت مجمع الفضائل مولانا شاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری دھام نگری علیہ الرحمہ، حضرت مولانا شاہ حشمت علی خان لکھنوی علیہ الرحمہ، حضرت مخدوم مولانا شاہ براہیم رضا جیلانی میاں علیہ الرحمہ خلف اکبر حضرت مولانا حماد رضا قدس سرہما آپ کے نامور خلفا ہیں، آپ کا سلسلہ ثانی الذکر اور صاحبزادوں سے خوب پھیلا۔

☆☆☆

جمال الانام مرجع الخواص والعوام

حضرت حجۃ الاسلام

جناب حفیظ نیازی: پاکستان
مدیر ہفت رضائے مصطفےٰ (گجرانوالہ)

ہمارے ممدوح حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا، اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہٗ کے بڑے صاحبزادہ صاحب ہیں۔ آپ کا اسم شریف ''محمد'' عرف ''حامد رضا خان'' اور لقب ''حجۃ الاسلام'' ہے۔ آپ سلسلۂ قادریت وخاندان رضویت کے چشم وچراغ اور زیب سجادہ آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ تھے۔

علم وفضل:

آپ کا علم وفضل اور حسن وجمال شہرۂ آفاق ہے۔ آپ محض مجدد برحق کا نور نظر ہونے ہی کی بنا پر مشہور ومخدوم ومحترم نہیں (اگرچہ بجائے خود یہ ایک اہم شرف ہے) بلکہ اپنے خداداد علم وفضل استعداد وقابلیت اور عمل وعرفان کی بدولت حجۃ الاسلام کے لقب سے ملقب اور بلند پایہ منصب پر فائز ہیں۔ حضور اعلیٰ حضرت نے خود آپ کی تربیت فرمائی اور علوم نافعہ (اصول ومنقول ومعقول) سے فیضیاب فرمایا۔ علوم ادبیہ میں آپ بڑے پایہ کے ادیب واریب تھے۔ اکابر علماء نے آپ کی استعداد ولیاقت کا لوہا مانا اور فرمایا کہ ہم نے آپ جیسا عربی داں نہیں دیکھا۔ آپ نہایت ہی فصاحت وبلاغت کے ساتھ برجستہ عربی میں اشعار، مضامین وخطبات تحریر فرماتے۔ رسالہ جلیلہ ''الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینہ'' کو آپ ہی نے مرتب فرمایا اور اس کا خطبہ تحریر فرمایا اور کتاب مستطاب ''الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ'' کا بہترین ترجمہ بھی آپ ہی نے کیا۔ علاوہ ازیں بعض دیگر کتب کا بھی عربی خطبہ اردو ترجمہ تحریر فرمایا جس سے معلوم ہوتا

ہے کہ عربی زبان پر آپ کو زبردست دسترس حاصل تھی۔ علوم ادبیہ کے علاوہ دیگر علوم وفنون (تفسیر وحدیث، اصول وفقہ، کلام ومنطق، فلسفہ وریاضی وغیرہا) میں بھی آپ کو یدطولیٰ حاصل تھا۔ آپ کا درس بیضاوی، شرح عقائد، شرح چغمنی بہت مشہور تھا۔ تقریر ایسی فرماتے جو آسانی سے طلباء کے ذہن نشین ہوجاتی، فقہی مسائل حل کرنے اور فتاویٰ لکھنے میں بھی آپ کو بہت ملکہ حاصل تھا۔ بلکہ بعض علماء کو فقہ شریف کی مشہور ومعتبر جامع کتاب درمختار کا بھی درس دیا کرتے تھے۔ جس زمانہ میں دارالعلوم منظر اسلام کے صدر مدرس وبعض دیگر مدرسین کسی وجہ سے دوسری جگہ تشریف لے گئے اور یہ خیال فرمایا کہ ہمارے بعد منظر اسلام میں تدریس کا کام نرم پڑ جائے گا۔ آپ نے معقول ومنقول کی بڑی بڑی کتابیں خود پڑھانا شروع کردیں طلباء آپ کے پڑھانے سے مکمل مطمئن ہوگئے۔

وعظ وتقریر:

تحریر وتدریس کی طرح آپ کی تقریر بھی بہت مدلل وموثر ہوتی تھی۔ جب اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اہل جبلپور کے اصرار پر وہاں تشریف لے گئے تو حضرت حجۃ الاسلام بھی آپ کے ہمراہ تھے، وہاں کے احباب اہل سنت نے اس موقع پر ایک عظیم الشان جلسہ کا اہتمام کیا اور اس جلسہ میں پہلی مدلل وجامع تقریر حضرت حجۃ الاسلام کی ہوئی جس کا مجمع پر بہت اثر ہوا۔ آپ کی تقریر کے دوران ہی حضور اعلیٰ حضرت بھی جلسہ میں تشریف لے آئے اور آپ کی تقریر سن کر بہت مسرور ہوئے۔ داد دی اور کلمات تحسین فرمائے۔ بنارس، کلکتہ مظفر پور جے پور یوپی کے علاقوں میں آپ کے بیانات کی بہت مقبولیت، دھوم اور شہرت تھی جب بیان فرماتے تو جذبۂ صادقہ کے ساتھ فرماتے۔ آپ کا بیان دلوں میں اُترتا چلا جاتا۔ سامعین کانوں سے آپ کا بیان سنتے اور آنکھوں سے آپ کی نورانی صورت کا دیدار کرتے۔ بعض اوقات آپ کے پُراثر و پُردرد بیان سے حاضرین کی چیخیں نکل جاتیں، مجمع پر کیفیت طاری ہوتی اور بدمذہب تائب ہوجاتے۔

ایک مرتبہ لکھنؤ میں اہل لکھنو کی ایک مجلس میں حضرت حجۃ الاسلام وحضرت صدر الافاضل مرادآبادی (علیہما الرحمۃ) رونق افروز تھے۔ دریں اثنا حضرت صدر الافاضل نے اہل مجلس کے سامنے حضرت حجۃ الاسلام سے "علم غیب" کے متعلق ایک مسئلہ بطور سوال دریافت فرمایا جس کا مقصد یہ تھا کہ حضرت مجلس میں اس کا جواب بیان فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے آیات کریمہ احادیث شریفہ واقوال بزرگان دین سے ایک ایسا مدلل ومربوط جواب ارشاد فرمایا کہ جس سے

حاضرین دنگ رہ گئے۔ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

تاریخی مناظرہ:

آپ نے فرق باطلہ سے کئی ایک مناظرے فرمائے۔ جن میں بفضلہٖ تعالیٰ ہمیشہ فتح پائی۔ لاہور کا فیصلہ کن مناظرہ آپ کا ایک تاریخی مناظرہ تھا، یہ اسوقت کی بات ہے جب (غالباً ۱۹۳۵ میں) مولوی اشرف علی تھانوی بقید حیات تھے۔ بڑھتے ہوئے اختلاف کو روکنے کے لیے مرکزی دارُ العلوم حزب الاحناف لاہور کی طرف سے مخالفین اہل سنت کو یہ کہا گیا کہ تمہارے فرقہ کے قائد اور ایک اہم ستون مولوی اشرف علی صاحب بقید حیات ہیں۔ اس لیے آئے دین کے نزاع کو بند کرنے کے لیے کیا اچھا ہو کہ ایک ''فیصلہ کن مناظرہ'' ہو جائے ہمارے اکابر علماء بھی تشریف لے آئیں۔ اور آپ بھی مولوی اشرف علی صاحب کو بلا لیں اور مناظرہ میں سب سے پہلے مولوی اشرف علی صاحب کی حفظ الایمان والی عبارت ہی کو ''موضوع'' قرار دیا جائے اور علماء اہلسنت کے سامنے مولوی اشرف علی اپنی برأت واضح اور اپنی عبارت کو اسلامی عبارت ثابت کر دیں۔ اور اگر مولوی اشرف علی صاحب خود نہ آسکیں تو کسی کو اپنا وکیل بنا کر بھیج دیں (جس کی فتح و شکست تھانوی صاحب کی فتح و شکست ہو) چنانچہ مخالفین نے وعدہ کر لیا کہ مناظرہ میں مولوی اشرف علی صاحب اگر نہ آئے تو ان کا وکیل ضرور آجائے گا۔

اہل سنت کی طرف سے مولوی اشرف علی کے مقابلہ میں حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کو مناظر منتخب کیا گیا اور یہ بات طے ہو جانے کے بعد ''فیصلہ کن مناظرہ'' کے عنوان سے اشتہار بھی شائع کر دیا گیا۔ مگر جب مناظرہ کا وقت آیا اور علمائے اہل سنت دور دراز کا سفر طے کر کے لاہور تشریف لے آئے اور حضرت حجۃ الاسلام بریلوی شیخ طریقت مولانا شاہ علی حسین شاہ صاحب کچھوچھوی، حضرت صدر الافاضل مراد آبادی، حضرت پیر سید صدر الدین صاحب سجادہ نشین حضرت موسیٰ پاک شہید ملتان، حضرت فقیہ اعظم کوٹلوی، مولانا محمد شاہ صاحب سیالکوٹی علیہم الرحمہ ودیگر کثیر التعداد علماء کرام لاہور پہنچ گئے تو مولوی اشرف علی کسی صورت نہ خود مناظرہ کے لیے آنے پر تیار ہوئے اور نہ ہی اپنا کوئی وکیل بھیجا۔ کاش مولوی اشرف علی میدان مناظرہ میں آجاتے اور اختلاف ونزاع کے خاتمہ کی کوئی صورت ہو جاتی بہر حال تھانوی صاحب کو اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت کے لخت جگر حضرت حجۃ الاسلام (قدس سرہما) کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

اور متلاشیان حق وانصاف پسند وسعید روحوں پر تھانوی صاحب سے متعلق یہ واضح ہو گیا کہ واقعی دال میں کالا ضرور ہے۔ اور ؏

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

اہل سنت کی اس عظیم الشان فتح پر مرکزی انجمن حزب الاحناب کی طرف سے حضرت حجۃ الاسلام کے اعزاز میں ایک بہت بڑا جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں آپ کی خدمت میں نذرانۂ عقیدت وہدیۂ تہنیت پیش کیا گیا۔ بعض شعرا نے اس موقع سے متعلق نظمیں لکھیں۔ قصیدے پڑھے اور نعرہائے تکبیر ورسالت و حجۃ الاسلام زندہ باد کے نعروں سے فضا گونج اُٹھی۔ ایسا نورانی وپرشکوہ منظر اہل لاہور نے شاید ہی کبھی دیکھا ہوگا۔

نعت گوئی:

حضرت حجۃ الاسلام کو سرکار اعلیٰ حضرت سے ورثہ میں ''نعت گوئی'' بھی ملی تھی۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی برکت سے آپ کا نعتیہ کلام بھی برملا فصیح وبلیغ، عشق ومحبت میں ڈوبا ہوا موثر وپردرد ہے۔

دیدار پرانوار کے فیوض وبرکات:

آپ بہت ہی حسین وجمیل وجیہ بزرگ تھے۔ جب آپ کسی مجلس میں تشریف رکھتے اہل مجلس کی نگاہیں آپ کے نورانی چہرہ پر نثار ہونے لگتیں جس مقامی وغیر مقامی جلسے میں جلوہ گر ہوتے حاضرین ان کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ ایک مرتبہ کرت پور ضلع بجنور کے احباب نے ایک بہت بڑا جلسہ منعقد کیا۔ جس میں صرف حضرت حجۃ الاسلام کو شرکت کی دعوت دی گئی چنانچہ جب آپ کرت پور پہنچے وہاں کے احباب نے آپ کا شاندار استقبال کیا اور آپ کے دیدار سے لطف اندوز ہوئے اور ایک شخص آپ کی زیارت سے ایسا خود رفتہ ہوا کہ یہ دیوانہ کی طرح کبھی ادھر جاتا کبھی اُدھر جاتا اور لوگوں سے آپ کے حسن وجمال ونورانی چہرہ کی تعریف کرتا اور خوش ہوتا۔ اس محویت کے عالم میں بازار گیا اور کانگریسی ملاؤں کے معتقدین سے کہا کہ ''بریلی شریف سے اہل سنت وجماعت کے ایک ایسے جلیل القدر وبزرگ عالم تشریف لائے ہیں کہ جن کے چہرہ پرنور برستا ہے، اگر تم میں بھی کوئی ایسا ہو تو دکھاؤ۔ تمہارے بہت سے بڑے بڑے مولوی آئے مگر ان

میں سے ایک بھی ایسا نظر نہیں آیا'' غرضیکہ آپ جہاں تشریف لے جاتے آپ کی نورانی صورت کی دھوم مچ جاتی۔ یہ سچ ہے کہ تقریر سے خوب تبلیغ ہوتی ہے۔ مگر آپ کی وجاہت چہرہ کی نورانیت اور خداداد حسن و جمال بھی ایسا تھا کہ جس سے اہلسنت کی خود بخود تبلیغ ہو جاتی۔ لوگ آپ کے دیدار کے گرویدہ ہوتے اور سلسلہ سنیت ورضویت میں شامل ہو جاتے اور دیکھنے والے کہتے کہ ایسی نورانی صورت والا بزرگ یقیناً حق پر ہے۔

دیدار کی تجلی حضرت شیخ الحدیث پر:

اسی دیدار پُر انوار کی ایک جھلک نے حضرت قبلہ شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو ایک اسٹوڈنٹ سے صدر المدرسین و شیخ الحدیث، کے بلند پایہ منصب و قابل رشک مقام تک پہنچا دیا۔ گاندھی گردی کے زمانہ میں جب بہت سے لیڈروں اور کانگریسی ملاؤں نے گاندھی تحریک کو اپنا لیا اُس وقت حضرت شیخ الحدیث میٹرک پاس کر کے لاہور میں گیارہویں جماعت کے امتحان کی تیاری کر رہے تھے، اسی دوران لاہور کے ایک مشہور لیڈر نے گاندھی تحریک کو فروغ دینے کے لیے کھلم کھلا شریعت اسلامیہ کے خلاف بھی بعض ایسی باتیں کہہ دیں جن کا ازالہ شرعاً نہایت ضروری تھا۔ چنانچہ اہلسنت کی مرکزی انجمن حزب الاحناب۔ لاہور نے اس سلسلہ میں بیرون دہلی دوروزہ ایک بہت بڑے جلسہ کا اہتمام کیا، جس میں سابق پنجاب بہاؤلپور، سندھ، بلوچستان، ہزارہ، رامپور، کانپور، مرادآباد، بمبئی، کراچی، بہار، اجمیر شریف و یوپی سی پی و دیگر مقامات کے علمائے کرام کا ایک عظیم الشان و عدیم المثال اجتماع ہوا۔ اس جلسہ میں اکابر علماء کرام کی تقاریر ہوئیں۔ حضرت شیخ الحدیث بھی یونہی جلسہ سننے کے لیے تشریف لے گئے۔

حضرت صدر الافاضل فخر الاماثل مولانا محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرما رہے تھے۔ اتنے میں تار آیا کہ بریلی شریف کے حجۃ الاسلام فلاں گاڑی سے تشریف لا رہے ہیں۔ حضرت صدر الافاضل نے تار سے مطلع ہو کر دوبارہ تقریر کی القاب کے ساتھ حضرت حجۃ الاسلام کا تعارف کرا کے خود فرمایا: کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد ماۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، صاحب الدلائل القاہرہ۔ ذی التصانیف الباہرہ امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے شہزادے حامی سنت ماحی بدعت رہبر شریعت فیض درجت مفتی انام مرجع الخواص والعوام، حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا خانصاحب تشریف لا رہے

ہیں (اوکما قال) حضرت شیخ الحدیث نے حضرت صدر الافاضل کی زبانی حجۃ الاسلام (قدس سرہما) کے متعلق اتنے القاب ومناقب سنے تو آپ کو خیال آیا کہ یہ بیان کرنے والے اتنے بڑے فاضل وعلامہ ہونے کے باوجود جن کی اتنی تعریف فرمارہے ہیں وہ کتنے بڑے عالم بزرگ ہوں گے۔ یہ خیال آنے کے بعد آپ کا عزم بالجزم ہو گیا کہ اب حضرت حجۃ الاسلام کی زیارت کئے بغیر نہیں جائیں گے۔ منتظمین جلسہ نے اسٹیج بہت بڑا اور اونچا بنایا ہوا تھا۔ چنانچہ جب حضرت حجۃ الاسلام گاڑی سے تشریف لائے تو اسٹیج کے اوپر کرسی پر جلوہ گر ہوئے اور لیڈر مذکور کے متعلق فتویٰ دیا اور اس کے ناجائز کلمات پر حکم شرعی کا اظہار فرمایا۔

نماز عصر کے قریب اس تاریخی جلسے کا اختتام ہوا۔ ہجوم بہت زیادہ اور قابو سے باہر تھا۔ منتظمین نے بڑی مشکل سے کنٹرول کیا اور پبلک کو دونوں طرف کھڑا کر کے راستہ بنایا چونکہ اسٹیج سے دور ہونے کے باعث لوگ اچھی طرح دیدار نہیں کر سکتے تھے، اس لیے زیارت کے لیے منتظر تھے، حضرت حجۃ الاسلام دوروزہ اجلاس کے درمیان تشریف لائے تو سب نے جی بھر کر زیارت کی اور باری باری مصافحہ کیا۔ قطار میں حضرت شیخ الحدیث بھی کھڑے تھے چنانچہ حجۃ الاسلام آپ کے قریب تشریف لائے تو آپ نے بھی چہرۂ انور کی زیارت کی اور دست بوسی فرمائی۔ بس اس ایک زیارت کا آپ پر ایسا اثر ہوا کہ اس تجلی دیدار کی برکت نے آپ کے دل کی دنیا بدل کر رکھ دی۔ گیارہویں کلاس کے اسٹوڈنٹ کے دل میں فی الفور اسلامی جذبہ وعلم دین حاصل کرنے کا ذوق پیدا ہوا اور گذشتہ زندگی پر افسوس ہوا کہ اتنا زمانہ وہ انگریزی پڑھی علم دین حاصل نہ کیا اور زندگی بیکار گزار دی۔ اب اس بزرگ (حجۃ الاسلام) کے ساتھ بریلی شریف جا کر اور ان کی خدمت میں رہ کر علم دین حاصل کرنا چاہیے۔ دل میں یہ ذوق وشوق راسخ ہو جانے کے بعد کسی سے تذکرہ کئے بغیر آپ (شیخ الحدیث) حضرت حجۃ الاسلام کے پیچھے پیچھے ہو لیے۔ حضرت کا قیام حضرت شاہ محمد غوث (قدس سرہٗ) کے آستانہ عالیہ پر تھا۔ چنانچہ آپ حضرت کے پاس حاضر ہوئے اور آپ کے ساتھ بریلی شریف جانے اور علم دین حاصل کرنے کی تمنا کا اظہار کیا۔ حضرت حجۃ الاسلام نے بڑا کرم فرمایا اور بکمال شفقت آپ نے اس مبارک تمنا کو پورا فرما دیا۔ اور دو دن قیام کے بعد آپ کو اپنے ساتھ بریلی شریف لے گئے۔ اور اپنے زیر سایہ رکھ کر آپ کی تربیت فرمائی اور قدوری تک کتابیں پڑھائیں۔ بعد ازیں حضرت شیخ آپ کی

اجازت سے اجمیر شریف حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا شاہ امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مصنف بہار شریعت کی خدمت میں حاضر ہو کر تحصیل علم میں مشغول رہے۔ اور وہاں سے تکمیل وفراغت کے بعد پھر بریلی شریف حاضر ہو کر حضرت کے زیر سایہ درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ حضرت حجۃ الاسلام کے علاوہ آپ کے چھوٹے بھائی حضرت قبلہ مفتی اعظم مولانا مصطفٰے رضا خانصاحب بھی حضرت شیخ الحدیث پر خاص شفقت وکرم فرماتے۔ ان حضرات کی شفقت کے باعث بہت سے حضرات حضرت شیخ الحدیث کو خاندان کا ہی ایک فرد سمجھتے بہر حال آپ ظاہری وباطنی علمی وعملی تربیت کے اعتبار سے اسی خاندان رضویت کے پروردہ ہیں اور تربیت کی برکت ہے کہ آج حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی (رحمۃ اللہ علیہ) سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے فیوض وبرکات کی نہریں جاری ہیں۔ اور متحدہ ہندوستان کے علاوہ پاکستان میں چند سالوں کے اندر اندر آپ نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیے ہیں وہ کسی پر پوشیدہ نہیں اور یادگار رضا وجامعہ رضویہ مظہر اسلام لائلپور، کی عظیم الشان دینی خدمات سے کسی کی مجال انکار نہیں اور یہ حقیقت ہے کہ لائلپور میں ؎

احمد رضا کے فیض کا در ہے کھلا ہوا

ہے قادری فقیروں کا جھنڈا اگڑا ہوا

غرضیکہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کا وجود مسعود ومقبول بارگاہ خداوندی منظور دربار مصطفوی حضرت حجۃ الاسلام (قدس سرہٗ) کی زیارت ودیدار پر انوار کا ایک خوشبودار وشیریں ثمر اور آپ کی کرامت وفیوض وبرکات کا مجسم نمونہ اور ع

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

کا بہترین مصداق ہے جو بانگ دہل اس حقیقت کا اعلان کر رہا ہے کہ ؎

کتابوں سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اللہ اللہ جس بابرکت شخصیت کی زیارت کی برکت سے ایک اسٹوڈنٹ (طالب علم) ''شیخ الحدیث'' کے مقام تک جا پہنچے کالج کی دیواروں سے نکل کر دار الحدیث کی زینت اور شمع فرنگیت کی بجائے چراغ دین مصطفوی بن کر اپنی پاکیزہ روشنی سے ویران وتاریک دلوں کو مزین ومنور فرمائے

اور الحاد و باطل کی آنکھوں کو خیرہ کردے۔ اُس شخصیت کی عظمت وشان اور بلندی مقام کا کیا کہنا۔

فیض ترجمان زبان:

جب مخالفین کے امام المناظرین مولوی منظور سنبھلی کے ساتھ بریلی کے مناظرہ میں حضرت قبلہ شیخ الحدیث مدظلہ کو عظیم الشان فتح ہوئی۔ اُسوقت حضرت حجۃ الاسلام اپنی جاگیر میں ضلع بدایوں تشریف رکھتے تھے۔ جب آپ کو فتح کی خبر پہنچی تو آپ بہت خوش ہوئے۔ دعائیں دیں اور خطبہ میں تحریر فرمایا "مولانا سردار احمد سُر بدار احمد" یعنی مولانا سردار احمد دار احمد، (پیارے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مدینہ منورہ) کی زیارت سے مشرف و مسرور ہوں۔ یہ پڑھ کر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کو بہت مسرت حاصل ہوئی اور آپ نے فرمایا کہ حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کی زبان مبارک کی برکت سے "دار احمد" مدینہ منورہ کی حاضری ضرور نصیب ہوگی۔

اسوقت تک آپ کو یہ سعادت حاصل نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ جب حضرت قبلہ مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان صاحب کا قافلہ حج وزیارت کے لیے گیا۔ تو حضرت شیخ الحدیث بھی آپ کی معیت میں تھے اور اب پاکستان کے قیام کے دوران میں بھی آپ (۵۶ء میں) گیارہ روز حج سے قبل اور تینتالیس (۴۳) روز حج کے بعد "دار احمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حاضری سے مشرف اور حجۃ الاسلام کی دُعا کی برکت سے فیضیاب ہوئے۔

فتح مناظرہ کی خبر سن کر جہاں آپ نے حضرت شیخ الحدیث کے متعلق یہ تحریر فرمایا کہ "مولانا سردار احمد سُر بدار احمد" وہاں شکست یافتہ سنبھلی صاحب کے متعلق فرمایا "قدند منظور ۱۳۵۴ھ" "تحقیق بھاگا منظور۔ اور "دق دن منظور ۱۳۵۴ھ" "منظور کا بھانڈا پھوٹ گیا۔

جب ابجد کے حساب سے اس کی تاریخ نکالی گئی تو (۱۳۵۴ھ) بالکل صحیح نکلی (سبحان اللہ)

ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث حمد اللہ پڑھا رہے تھے کہ حضرت تشریف لائے اور مسکراتے ہوئے نہایت محبت و شفقت کے ساتھ فرمایا کہ ابھی آپ کے متعلق میرے دل میں آیا ہے کہ جو فتویٰ لکھتے ہو اس پر آپ کی مہر ثبت ہو۔ جس میں یہ کندہ کیا جائے۔ کہ۔

بنہ سر بخاک در "دار احمد"

کہ جملہ رسل راست "سردار احمد"

یا یوں لکھا جائے کہ۔

بر دار سر "سردار احمد"

تمامی رسل راست "سردار احمد"

فیض عام:

حضرت حجۃ الاسلام (قدس سرہٗ) کا فیض عام تھا۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں اپنی حاجتیں مرادیں لے کر حاضر ہوتے اور آپ کے صدقہ سے اُن کی حاجتیں بر آئیں۔ مرادیں پوری ہوتیں اور خدا کے فضل سے مشکلات آسان ہو جاتیں، کتنوں کے گھر آپ کے صدقہ سے آباد ہوئے۔ سینکڑوں کے گھروں میں آپ کے دیئے ہوئے نقوش و تعویذات و دعاؤں کی برکت سے لڑکے پیدا ہوئے۔ ایک دفعہ ریاست جے پور تشریف لے گئے۔ ایک نیاز مند نے حاضر ہو کر عرض کیا حضرت نے نقش دیا تھا میرے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے۔ دم فرما دیجئے۔ پھر ایک اور صاحب حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ آپ کی دعا سے لڑکا پیدا ہوا ہے۔ دم اور دعا فرما دیں اس قسم کے اور بھی کئی واقعات ہیں۔

استقامت وللّٰہیت:

جب حضرت حجۃ الاسلام و حضرت صدر الافاضل (علیہما الرحمۃ) اپنے رفقاء کے ساتھ مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی کے ساتھ ایک مسئلہ کے تصفیہ کے لیے لکھنؤ تشریف لے گئے۔ تو مولانا عبدالباری صاحب نے اپنے بڑے مالدار و رو سا مریدین و معتقدین کے ساتھ حضرت حجۃ الاسلام کا شاندار استقبال کیا۔ لیکن جب آپ حضرت حجۃ الاسلام کے ڈبہ کے پاس پہنچے اور مصافحہ کے لے ہاتھ بڑھایا تو حضرت حجۃ الاسلام نے اپنے ہاتھ مبارک روک لیا اور مصافحہ نہ کیا بلکہ فرمایا مصافحہ ہوگا مگر پہلے وہ مسئلہ شرعی طریقہ سے طے ہو جانا چاہیے جس کی وجہ آپ کی ہم سے اور ہماری آپ سے علیحدگی ہوئی ہے۔ بات یہ تھی کہ مولانا عبدالباری صاحب کانگریس میں شامل ہو گئے تھے اور گاندھی تحریک کو اپنا لیا تھا۔ چونکہ آپ ایک جید عالم و مقتدر سنی فاضل تھے۔ اس لئے اہلسنت کو آپ کی اس روش سے بہت صدمہ پہنچا تھا۔ حضرت حجۃ الاسلام کا مصافحہ سے انکار بھی اسی بنا پر تھا کہ چونکہ تحریک مذکور میں شامل ہونا ناجائز ہے۔ اس لئے پہلے مولانا اس بات سے توبہ فرمائیں تو پھر بعد میں مصافحہ و ملاقات ہوگی۔ حضرت مولانا عبدالباری صاحب و آپ کے مریدین و معتقدین کو حضرت حجۃ الاسلام کی یہ بات سخت ناگوار گذری اور وہ واپس چلے گئے۔ مولانا کی یہ ناگواری و ناراضگی دیکھ کر حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا مولانا آپ کو ناگوار خاطر نہ ہو، اس میں ناراضگی کی کوئی بات نہیں۔ چونکہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کا یہ شرعی فتویٰ ہے کہ جو اس تحریک میں شامل ہو اس سے میل جول منع ہے اس لیے حضرت حجۃ الاسلام نے اس شرعی ذمہ داری کی بنا پر محض دین کی خاطر ایسا کیا ہے۔

اگر انہیں دُنیا رکھنی منظور ہوتی تو وہ لکھنؤ میں آپ کی وجاہت اور آپ کے ساتھیوں (رئیسوں نوابوں) کی کثرت دیکھ کر ضرور آپ سے مصافحہ فرما لیتے مگر انہوں نے اس کی قطعاً پرواہ نہیں کی بلکہ شرعی فتویٰ کا احترام فرمایا اور حکم شرعی پر علانیہ عمل کر کے دکھایا ہے (اوکما قال) حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کی اس تقریر پُرتاثیر کا مولانا عبدالباری صاحب پر گہرا اثر ہوا۔ اور انہوں نے اس سے متاثر ہو کر نہایت اخلاص کے ساتھ توبہ نامہ تحریر فرمادیا (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) یہ توبہ نامہ جب حجۃ الاسلام تک پہنچا تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور سب کی آنکھوں میں مسرت کے آنسو چھلکنے لگے اور مولانا عبدالباری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً کاروں کا انتظام فرمایا اور حضرت حجۃ لا اسلام و مولانا عبدالباری صاحب کا آپس میں معانقہ و مصافحہ ہوا۔ وہ منظر نہایت ہی پرکیف ایمان افروز و قابل دید تھا۔ حضرت مولانا عبدالباری صاحب علیہ الرحمۃ کے زیر اہتمام محفل میلاد شریف ہوئی، حضرت حجۃ الاسلام کے ارشاد پر حضرت شیخ الحدیث نے مولانا عبد الباری صاحب کی خدمت میں فتاویٰ رضویہ کی جلد اول پیش کی جسے حضرت مولانا نے نہایت مسرت واحترام کے ساتھ قبول کیا۔

اخلاق کریمانہ:

آپ بہت متواضع، منکسر المزاج اور وسیع اخلاق کے مالک تھے سب کے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آتے۔ علم دین حاصل کرنے والے طلبا حاجتمندوں اور فقرا پر بہت شفقت فرماتے، اپنے خدام و عقیدت کیشوں کو بہت نوازتے۔ گاہے گاہے مقتضائے حال کے مطابق جلال بھی فرماتے مگر آپ کا جمال جلال پر غالب رہتا، علماء کرام خصوصاً حضرت صدر الشریعہ مصنف بہار شریعت، و حضرت صدر الافاضل مرادآبادی (علیہما الرحمۃ) کا بہت احترام فرماتے۔ دین کی خدمت کا کوئی کام دیکھ کر اور اہل سنت کی کوئی انجمن، جماعت یا جمیعت قائم ہونے کا سن کر بہت خوش ہوتے۔ اگر کوئی بیماری مشکل یا مصیبت پیش آجاتی اسے نہایت ہی صبر و تحمل اور بُردباری کے ساتھ برداشت کرتے اور دیکھنے والے لوگ وعلاج کرنے والے ڈاکٹر وسول سرجن آپ کے صبر و تحمل اور سکون واطمینان کو دیکھ کر حیران رہ جاتے۔ جب شب برأت آتی تو ظہر سے لیکر شام تک سب سے معافی مانگتے۔ حتی کہ اپنے سے چھوٹوں کو بھی کہتے کہ اگر میری طرف سے کوئی بات ہوگئی ہے تو مجھے معاف کردو۔ آپ کے اخلاق سے بڑے بڑے علما و مشائخ بھی متاثر ہوتے اور آپ کے ساتھ بڑی محبت فرماتے۔ حضرت امیر ملت شیخ طریقت مولانا پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی آپ کے ساتھ بہت محبت تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت آپ کو اپنے

ساتھ علی پور شریف بھی لے گئے تھے۔ (رحمہما اللہ)

وصال شریف:

۱۳۶۲ھ بعمر ستر (۷۰) سال بتاریخ ۱۷؍ جمادی الاولیٰ آپ کا وصال شریف ہوا جب آپ کا جنازہ مبارکہ اُٹھایا گیا تو ایک حشر برپا تھا اور بے پناہ ہجوم تھا۔ لوگ جنازہ کو کاندھا دینے کے لیے سر توڑ کوشش کر رہے تھے۔ ہر ایک کی تمنا تھی کہ مجھے یہ سعادت حاصل ہو سکے، ایک بہت بڑے گراؤنڈ میں آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ نماز جنازہ کی امامت کے فرائض شیخ الحدیث محدث پاکستان حضرت مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے سر انجام دیئے اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے پاس ہی آپ کو دفن کیا گیا۔

جیسے آپ کی نورانی صورت سے تبلیغ ہوئی تھی۔ اسی طرح آپ کے جنازہ مبارکہ سے بھی تبلیغ ہوگئی۔ ایک ہسپتال کی نرس آپ کا جنازہ دیکھ کر مشرف بہ اسلام ہوگئی اور کئی مذبذب قسم کے لوگوں نے وہ نورانی سماں اور آپ کی قبولیت دیکھ کر توبہ کر لی اور پکے صحیح العقیدہ سنی بن گئے۔

اولاد:

آپ کی چار صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے تھے۔ ایک صاحبزادے مولانا حماد رضا خاں عرف نعمانی میاں صاحب رحلت فرما گئے اور دوسرے صاحبزادے حضرت مولانا علامہ محمد ابراہیم رضا خان عرف جیلانی میاں صاحب آپ کے بعد جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف کے مہتمم ہوئے اور شب و روز دینی خدمات میں گزارے۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کے فیوض و برکات کو عام فرمائے۔ آمین!

تلامذہ و خلفاء:

ہندوستان و پاکستان میں مریدین کی ایک وسیع تعداد کے علاوہ آپ کے خلفاء و تلامذہ کی بھی ایک بڑی جماعت موجود ہے۔ چند مشاہیر تلامذہ (علماء کرام) و خلفا (جن کا ہمیں علم ہو سکا ہے) کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

(۱) حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد صاحب مہتمم جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائلپور

(۲) حضرت شیخ القرآن مولانا محمد عبد الغفور صاحب ہزاروی مہتمم جامعہ نظامیہ غوثیہ وزیر آباد

(۳) حضرت مخدوم اہلسنت مولانا محمد ابراہیم رضا خاں صاحب مہتمم جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

(۴) حضرت مولانا تقدس علی خاں صاحب صدر مدرس جامعہ راشدیہ پیر گوٹھ سکھر

(۵) حضرت مولانا مفتی محمد اعجاز ولی خاں صاحب شیخ الفقہ جامعہ نعیمیہ لاہور۔

(۶) حضرت مولانا علامہ ابو الحسنات محمد احمد صاحب قادری لاہور

(۷) حضرت شیر بیشۂ اہلسنت مولانا محمد حشمت علی خانصاحب پیلی بھیت۔

(۸) حضرت مولانا مفتی ظفر علی صاحب نعمانی کراچی

یہ حضرات بھی در حقیقت حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کے فیوض و برکات ہی کے مظہر ہیں۔ اور اس لحاظ سے آپ کا فیض عام آج بھی جاری وساری ہے۔ (فالحمد للہ رب العالمین)

حجۃ الاسلام: نادرزمن ہستی

علامہ حسن علی رضوی، پاکستان

حجۃ الاسلام جن کے چہرۂ پرنور میں
جگمگاتا تھا قمر اور مسکراتا تھا چمن

ہمارے ممدوح سیدنا حجۃ الاسلام حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد حامد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہٗ سیدنا امام اہلسنت سرکار اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت مولانا شاہ الامام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند وخلف اکبر وخلیفہ اعظم اور ثانی واولین سجادہ نشین خانقاہ عالیہ رضویہ بریلی شریف ہیں۔

ولادت باسعادت:

سیدنا الامام حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا علیہ الرحمۃ کی ولادت باسعادت ۱۲۹۲ھ میں ہوئی محمد کے عدد بحساب ابجد ۹۲ لہٰذا تاریخی نام محمد رکھا گیا اور وصال باکمال ۱۳۶۲ھ میں ہوا۔ عرف عام میں پکارنے کے لیے حامد رضا نام تجویز ہوا جو بحساب ابجد ۱۳۶۲ھ کا عدد تاریخ وصال پر دلالت کرتا ہے گویا اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت علیہ الرحمہ کی باریک بین نظر ولایت نے پہلے ہی جان لیا تھا کہ ہمارا یہ خلف ۱۳۶۲ھ میں وصال کرے گا اور ہمارے بعد پورے ۲۲ سال ہماری نیابت وجانشینی کے فرائض انجام دے گا۔

تحصیل علوم وشرف بیعت وخلافت:

حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہٗ نے جملہ علوم وفنون عربیہ حدیث وتفسیر وغیرہا اپنے والد ماجد سیدنا امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اور تاجدار مسند مارہرہ نور العارفین بدر الکاملین سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری سے حاصل کئے اور سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے شرف بیعت حاصل کیا اور اپنے عظیم المرتبت والد گرامی اور تاجدار مارہرہ قدس سرہما سے سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ وجملہ سلاسل طریقت میں اجازت وخلافت حاصل فرمائی۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے تذکرہ احباب خلفاء تلامذہ میں آپ کے متعلق فرمایا تھا۔

حامد ومنی انا من حامد

حمد سے حمد کماتے یہ ہیں

حامد رضا مجھ سے ہیں اور میں حامد سے ہوں۔ پہلی بات تو بظاہر سمجھ میں آتی ہے کہ حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا علیہ الرحمہ مجھ (اعلیٰ حضرت) سے ہیں ان کے خلف اکبر نور نظر لخت جگر ہیں مگر دوسری بات بظاہر سمجھ میں نہیں آتی کہ میں حامد رضا سے ہوں ارباب اشارات ومزاج شناس بارگاہ رضویت نے جان لیا یہ حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے خداداد و مصطفیٰ داد علوم لدنی پر دلیل ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی باریک بیں مقدس نظروں نے جان لیا تھا اور بفضل ایزدی مشاہدہ فرمالیا تھا کہ اب میری نسل آئندہ حامد رضا سے چلے گی۔ میرا نام حامد رضا خاں سے باقی رہے گا۔ کیونکہ خلف اصغر سیدنا حضور مفتی اعظم علامہ شاہ مصطفیٰ رضا خاں قدس سرہ کے ایک ہی صاحبزادے محمد انور رضا خاں تھے جو ایام طفولیت میں مفارقت دے گئے، باقی تمام صاحبزادیاں تھیں اور حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کو دو صاحبزادے ہوئے۔ مفسر اعظم علامہ محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں اور حضرت مولانا حماد رضا خاں نعمانی میاں علیہ الرحمہ جن کا مزار کراچی میں ہے اور ان سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی آئندہ نسل چلی حضرت مفسر اعظم جیلانی میاں قدس سرہٗ کے پانچ عالم وفاضل صاحبزادے ہوئے (۱) قائد اہلسنت علامہ مفتی محمد ریحان رضا علیہ الرحمہ (۲) تاج الشریعہ حضور اختر رضا خان ازہری میاں (۳) حضرت مولانا محمد منان رضا خان منانی میاں (۴) حضرت مولانا ڈاکٹر محمد قمر رضا خان علیہ الرحمہ (۵) حضرت مولانا تنویر رضا خاں قادری۔ خود حجۃ الاسلام قدس سرہٗ نے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کے مذکورہ بالا شعر کے مفہوم کو اپنے کلام میں یوں پیش کیا ہے۔

انا من حامد حامد رضا منی کے جلووں سے

بحمد اللہ رضا حامد ہیں اور حامد رضا تم ہو

علمی جاہ وجلال:

حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں قادری قدس سرہٗ امام اہلسنت مجدد اعظم

قدس سرہٗ العزیز کے علوم ظاہر و باطنی کے وارث و حامل تھے۔فن تدریس میں کمال و مہارت کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ جب آپ دارُ العلوم منظر اسلام بریلی شریف کے مہتمم تھے۔آپ کے ایام اہتمام میں دارُ العلوم کے بعض جید اساتذہ دوسری جگہ چلے گئے۔ان کا خیال تھا کہ ہمارے جانے سے دارُ العلوم کا کام نرم پڑ جائے گا ان دنوں حضرت حجۃ الاسلام نے خود مسند تدریس سنبھال لی اور بلا تکلف خود پڑھانا شروع کر دیا۔متوسط و بالائی کتب بڑی مہارت و محنت سے پڑھائیں۔طلباء میں آپ کی تدریس کی دھاک بیٹھ گئی اور دارُ العلوم کی رونق بدستور برقرار رہی۔مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا خانصاحب نوری، محدث اعظم علامہ ابوالفضل محمد سردار احمد قادری، شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی، شیر بیشہ اہلسنت علامہ محمد حشمت علی لکھنوی آپ کی عظیم علمی یادگار تھے جو فن تدریس کے امام ہوئے۔

حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کو عربی زبان پر اس قدر عبور و قدرت حاصل تھی کہ برجستہ عربی اشعار و قطعات اور فی البدیہہ عربی قصائد و نظمیں ارشاد فرماتے اور فن تاریخ گوئی میں ید طولیٰ حاصل تھا۔جب ۱۳۵۴ھ محرم الحرام میں بریلی شریف کے عظیم الشان چار روزہ مناظرہ میں حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کو عظیم الشان فتح و نصرت اور کامیابی ہوئی اور مخالف مناظر مولوی منظور سنبھلی مدیر ''الفرقان'' تحریر دے کر میدان مناظرہ سے بھاگا اور فرار ہوا، اس وقت حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ اپنی جاگیر بدایوں میں رونق افروز تھے۔علامہ مفتی محمد اعجاز ولی رضوی علیہ الرحمہ سے مناظرہ میں اہلسنت کی کامیابی کی خبر سن کر برجستہ فرمایا قد ند منظور تحقیق بھاگا منظور، دق دن منظور منظور کا بھانڈا پھوٹ گیا۔جب بحساب ابجد اعداد شمار کئے تو ۱۳۵۴ھ کی تاریخ تھی۔

۱۳۴۲ھ ۱۹۲۴ء میں حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہٗ سے حرمین طیبین کے وزیر دفاع حضرت سید حسین دباغ رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو ہوئی۔آپ اہل حرمین اور مزارات مقدسہ صحابہ کرام و اہل بیت اطہار پر مظالم اور مقابر مقدسہ کے موضوع پر گفتگو فرما رہے تھے جو سعودی نجدی جارح حملہ آوروں نے ڈھائے۔حضرت حجۃ الاسلام نے ان سے فصیح و بلیغ عربی میں گفتگو فرمائی۔جس پر سید حسین دباغ نے برملا اعتراف کیا کہ اکناف و اطراف ہند میں نے دورہ کیا مگر ایسی تیز، نفیس اور سلیس عربی بولنے والا دوسرا نظر نہ آیا۔اسی طرح حرمین طیبین

سے علامہ سید محمد مالکی تشریف لائے انہیں بھی اعتراف کرنا پڑا کہ حضرت جیسا کوئی عربی بولنے والا نہ ملا۔

صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین علیہ الرحمہ نے فرمایا جب حضور حجۃ الاسلام اجمیر شریف گئے تو وہاں کے اس وقت کے صدر المدرسین مولانا معین الدین اجمیری نے سیدنا حجۃ الاسلام سے عربی زبان میں کچھ سوالات کئے جن کا حضور حجۃ الاسلام نے عربی اشعار میں جواب دیا جن سے مولانا معین الدین اور علامہ نعیم الدین مرادآبادی بہت مسرور ہوئے۔ مدینہ منورہ میں حضرت حجۃ الاسلام کا شیخ عبدالقادر طرابلسی اور ایک شیعہ رافضی مجتہد سے فصیح وبلیغ عربی زبان میں مباحثہ آپ کی جلالت علمی اور عربی میں مثالی مہارت کی دلیل ہیں۔

''الدولۃ المکیہ'' اور ''کفل الفقیہ الفاہم'' کی تمہیدات بزبان عربی حضور حجۃ الاسلام نے قلم برداشتہ تحریر فرمائیں جو خود مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت پسند آئیں اور تحسین وآفرین سے نوازا اور داخل کتب فرمانے کا اذن دیا۔

بعض سندوں اور اجازتوں اور علماء حرمین کے مکتوبات کو سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے خلف اکبر حضرت حجۃ الاسلام نے ''الاجازات المتینہ لعلما بکۃ والمدینہ'' کے تاریخی نام سے جمع فرمانا آپ کا علمی کمال اور یادگار شاہکار ہے۔

۱۳۲۳ھ میں رمی قبل زوال کے عدم جواز پر سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کی موجودگی میں حضرت حجۃ الاسلام نے مولانا سید اسماعیل مکی محافظ کتب حرم مکہ سے جو علمی تحقیقی اور بھرپور دلائل وشواہد کے ساتھ فصیح عربی زبان میں گفتگو فرمائی وہ آپ کی جلالت علمی کی درخشاں دلیل ہے جس سے خود حضور اعلیٰ حضرت بھی خوب محظوظ ہوئے اور دعاؤں سے نوازا۔

تھانوی کا مناظرہ سے فرار:

۱۳۵۲ھ ۱۹۳۴ء لاہور میں اکابر اہلسنت اور اکابر دیوبند نے روز روز کے جھگڑوں کو ختم کرنے کے لیے ایک فیصلہ کن آخری مناظرہ کا معاہدہ کیا اور طے پایا کہ چھوٹے موٹے مولویوں کی بجائے یہ مناظرہ شہزادہ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں صاحب بریلوی اور دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کے درمیان ہو۔ خدام الدین لاہور کے امیر مولوی احمد علی لاہوری، مولوی منظور سنبھلی مدیر الفرقان وممبر مجلس شوریٰ مدرسہ دیوبند اور

مولوی ابوالوفا شاہجہاں پوری نے مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کو میدان مناظرہ میں لانے کا قطعی پختہ وعدہ کیا اور اکابر علماء اہلسنت نے شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کو دعوت ارسال کیا کہ فلاں مارچ کو آپ لاہور کے مناظرہ کے لیے ضرور آئیں تاکہ یہ جھگڑے ختم ہو جائیں مگر افسوس کہ نہ تھانوی صاحب خود آئے نہ کوئی اپنا وکیل مناظرہ بھیجا جبکہ شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام تاریخ مناظرہ سے دو دن پہلے لاہور رونق افروز ہو گئے۔ اس یادگار تاریخی مناظرہ میں شیخ المشائخ مولانا شاہ علی حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی صدر الشریعت علامہ محمد امجد علی اعظمی، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی، مخدوم پیر سید صدر الدین قادری گیلانی ہیں، مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا خان بریلوی، فقیہ اعظم مولانا محمد شریف کوٹلوی، شیر بیشہ اہلسنت علامہ محمد حشمت علی خان لکھنوی وغیرہم کثیر علماء ہند قبل از وقت لاہور پہنچ گئے مگر دیوبندی حکیم الامت صاحب نہ آئے بلکہ ان کو فرسٹ کلاس ٹکٹ کی پیش کش بھی کی گئی۔

ابوالکلام آزاد سے توبہ کا مطالبہ:

مشہور کانگریسی گاندھوی مولوی ابوالکلام آزاد اور ان کے رفقاء مفتی کفایت اللہ دہلوی مولوی احمد سعید دہلوی مولوی عبدالماجد وغیرہ خلافت کمیٹی کے اراکین نے جمعیت العلماء ہند کی جانب سے بریلی شریف میں ایک جلسہ کا انعقاد کیا۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت نے ۱۴ر رجب ۱۳۲۹ھ ۲۴ مارچ ۱۹۲۱ء کے اس جلسہ میں مسٹر ابوالکلام وغیرہ سے گفتگو کے لیے اور اقوال کفریہ سے توبہ کا مطالبہ کرنے کے لیے اپنے صاحبزادہ حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب، صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب اعظمی، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی، مولانا پروفیسر سید سلیمان اشرف علی گڑھی۔ علامہ مفتی برہان الحق صاحب جبل پوری وغیرہم کو اس جلسہ میں بھیجا اور ستر سوالات پر مشتمل پوسٹر "اتمام حجت تامہ" کے نام سے مفتی برہان الحق جبل پوری مولانا علامہ سید سلیمان اشرف نے جلسہ عام میں دوران تقریر ابوالکلام آزاد سے سوالات کئے اور توبہ کا مطالبہ کیا اور اس کو لاجواب کیا اور بریلی شریف میں کانگریسی مولوی کی چال کو ناکام کیا۔

(تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ ص ۱۶۵، ۱۷۱ و اکرام امام احمد رضا ص ۱۰۵ و ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور صدر الشریعت نمبر ص ۱۸۶، ۱۸۸ و کتاب محدث اعظم ص ۱۱۱، ۱۱۸ و تذکرہ جمیل وغیرہ۔

مگر افسوس صد افسوس آج کل بعض نام نہاد سیاسی صلح کلی اتحادی مولوی اپنے مذموم غلط طرز

عمل کے تحفظ ودفاع کے لیے اس واقعہ سے غلط تاثر دے رہے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے اپنے صاحبزادہ حجۃ الاسلام کو مشترکہ متحدہ صلح کلی جلسہ میں خود بھیجا تھا حالانکہ حضرت حجۃ الاسلام مشترکہ جلسہ میں نہیں گئے تھے بلکہ سیدنا حجۃ الاسلام اور دوسرے اکابر اہلسنت کانگریسی گاندھوی مولویوں سے سوالات کرنے اور اقوال کفریہ سے توبہ کا مطالبہ کرنے تشریف لے گئے تھے۔ اور جلسہ میں برسر عام خلافت کمیٹی کانگریسی گاندھوی مولویوں کو لاجواب وساکت کیا تھا مگر صلح کلی اتحادی واشترا کی مولویوں نے اس بات کو اپنے مذموم دعویٰ کی دلیل بنا کر غلط تاثر دینا چاہا۔ اگر سیدنا مجدد اعظم امام اہلسنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ خود اپنے صاحبزادہ اور جانشین مطلق کو مرتدین زمانہ بدعقیدہ لوگوں کے جلسہ میں بھیجتے تو فتاویٰ رضویہ شریف کی ۱۲ مجلدات وفتاویٰ افریقہ وعرفان شریف واحکام شریعت میں مذکوران ہزاروں فتاویٰ کا اطلاق کس پر ہوگا جو بدمذہبوں، بے دینوں سے میل ملاپ کی حرمت وممانعت پر ہیں۔ درحقیقت وہ جلسہ خود برہان ملت علیہ الرحمہ کی تحریک وتجویز پر ہوا تھا وہی اس قدر محرک تھے۔ یہ جلسہ برہان ملت کا جلسہ تھا جس کو بدعقیدہ عناصر نے سرقہ کرلیا تھا۔ برہان ملت علیہ الرحمہ کے خطاب فرمانے سے ان کے عزائم ناکام ہوئے۔ آپ نے نہ ان سے مصافحہ کیا نہ ان کا کھانا کھایا نہ ان کے پاس قیام کیا نہ ان کی تقریریں سنیں اپنے خطاب کے بعد فوراً واپس آگئے۔ کوئی ملی یکجہتی کونسل اور متحدہ مجلس عمل نہیں بنائی بلکہ اس جلسہ میں بے ادبوں گستاخوں کی کفریہ عبارات کارد فرمایا اوران سے توبہ کا مطالبہ کیا۔

(ماہنامہ سنی آواز ناگپور)

حجۃ الاسلام کی ایک عظیم فضیلت ایک عظیم شرف:

سیدنا امام حجۃ الاسلام کا یہ عظیم شرف اور بے مثال فضیلت ہے کہ آپ نے صدر الشریعت مولانا امجد علی اعظمی، ملک العلماء علامہ محمد ظفر الدین بہار، قطب مدینہ مولانا محمد ضیاء الدین قادری مدنی، محدث اعظم ہند ابوالمحامد سید محمد اشرفی جیلانی محدث کچھوچھوی قدست اسرارہم کے استاد محترم استاذ الاساتذہ رئیس المحدثین علامہ وصی احمد محدث سورتی پیلی بھیتی رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ ۱۳۳۴ھ، ۱۹۱۶ء اور مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہلسنت قدس سرہٗ کی نماز جنازہ ۱۳۴۰ھ، ۱۹۲۱ء میں پڑھائی۔

☆☆☆

حجۃ الاسلام: پیکر استقامت

علامہ محمد صدیق ہزاروی، پاکستان

لکھنؤ (ہندوستان) کے ریلوے اسٹیشن پر خلاف معمول آج لوگوں کا جم غفیر موجود ہے، علماء و فضلاء کے علاوہ علاقہ بھر کے نامور روؤسا اور امراء بھی محو انتظار ہیں۔ ان منتظرین کی زمام قیادت وقت کے ایک جید عالم مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے ہاتھ میں ہے اور علم و عرفان کا یہ عظیم مجسمہ بھی انتظار کی گھڑیاں گن رہا ہے۔

استقبال کا یہ ولولہ انگیز، اور پرتپاک منظر بتاتا ہے کہ کوئی عظیم شخصیت جلوہ گر ہونے والی ہے۔ اسی اثنا میں گاڑی آتی ہے، فرط مسرت میں ہر شخص دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش میں ہے تا کہ معزز مہمان کی ایک جھلک دیکھ سکے۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی آگے بڑھتے ہیں، مہمان محترم کے پاس پہنچ کر مصافحہ کی کوشش کرتے ہیں، لیکن حاضرین یہ دیکھ کر محو تعجب ہو جاتے ہیں کہ جس مہمان کے استقبال کے لیے اس قدر اہتمام کیا گیا وہ بے رخی سے پیش آتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ سطحی مطالعہ کا فتوی یہی ہو گا کہ یہ بد اخلاقی ہے جو کسی لحاظ سے قابل تعریف نہیں، لیکن اس صورت حال کا پس منظر یہ ہے کہ آنے والا معزز مہمان اپنی ذات سے شریعت کو مقدم سمجھتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ میزبان کا یہ پرخلوص استقبال، اسی کی عزت و وقار کے لیے ہے لیکن اس کے باوجود اس مہمان کے سامنے یہ حقیقت آشکارا ہے کہ میزبان امت مسلمہ کی راہ سے الگ ہو کر کانگریس کا ساتھ دے رہا ہے اور گاندھی کی تحریک میں شامل ہے۔ لہٰذا جب تک اس شرعی جرم سے توبہ نہیں کرتا۔ اس سے ہاتھ نہیں ملایا جا سکتا اور پھر جب صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی کی پرتاثیر گفتگو کے بعد مولانا فرنگی محلی توبہ کر لیتے ہیں تو وہی معزز مہمان مصافحہ کی بجائے معانقہ کرتا ہے اور فرط مسرت سے اس کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑتے ہیں۔

استقامت کا یہ کوہ گراں اور للّٰہیت کا یہ مجسمہ، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی تھے۔ جن کے والد گرامی امام اہلسنت مولانا امام احمد رضا خان بریلوی نے یہ کہہ کر انگریزوں کی عدالت میں حاضر

ہونے سے انکار کردیا تھا کہ میں انگریز کی حکومت کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتا، اس کی عدالت کیسی؟

مولانا حامد رضا خان بریلوی، ربیع الاول ۱۲۹۲ھ میں بریلی (ہندوستان) کے ایک علمی و روحانی خانوادے میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد امام احمد رضا خان بریلوی علم و عمل، زہد و تقویٰ، عشق رسالت اور حق گوئی کے باعث چاردانگ عالم میں مشہور ہیں۔ جدامجد مولانا نقی علی خان جید عالم دین تھے۔

علوم اسلامیہ کی تمام کتب متداولہ معقول و منقول، تفسیر و حدیث، فقہ و اصول اور دیگر تمام فنون والد ماجد سے پڑھیں۔ تفسیر بیضاوی کے درس میں خصوصی توجہ تھی۔ اصول و فقہ، منطق، فلسفہ اور ریاضی میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ بیضاوی کے علاوہ، شرح عقائد اور شرح چغمنی کا درس نہایت مشہور تھا۔ فقہی مسائل کے حل اور فتاویٰ لکھنے میں آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ بعض علماء کو فقہ کی مشہور کتاب ''درمختار'' کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ اور یوں اہل علم پر آپ کے علمی دبدبہ کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔

تقریر نہایت مدلل اور پُر مغز ہوتی، مجمع پر رقت طاری ہوجاتی اور کئی بدعقیدہ تائب ہوجاتے۔ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی، بلند پایہ ادیب اور عربی زبان کے ماہر تھے۔ فصاحت و بلاغت کے ساتھ برجستہ عربی میں اشعار، مضامین اور خطبات ارشاد فرماتے۔

والد ماجد امام احمد رضا بریلوی نے استخارہ اور رویائے صادقہ کے بعد اپنا جانشین مقرر کیا۔ اور فرمایا یہ جانشینی دنیا کی سی نہیں، قیصر و کسریٰ کی روش پر نہیں بلکہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے انداز پر ہے۔

حضرت مخدوم شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہٗ کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے اور انہی سے خلافت و اجازت کا شرف حاصل تھا۔

تصنیف و تالیف کے سلسلہ میں آپ کو حظ وافر عطا ہوا تھا۔ قلم کی جولانی قابل رشک تھی۔ امام احمد رضا بریلوی جب دوسرے حج کے موقع پر حرمین طیبین حاضر ہوئے تو آپ ہمراہ تھے۔ علم غیب کا مسئلہ پیش ہوا، تو امام احمد رضا بریلوی نے بوجہ علالت، املا فرمایا اور حضرت حجۃ الاسلام نے لکھنا شروع کیا تا آنکہ آٹھ گھنٹے میں مسئلہ علم غیب پر ایک ضخیم تحقیقی دستاویز ''الدولۃ المکیہ'' کے نام سے منظر عام پر آئی پھر اس کی کئی نقول بھی اپنے ہاتھوں تحریر کیں، اور حجاز، شام، مصر اور عراق کے علماء سے تصدیق کروائیں۔

آپ کو فن تاریخ گوئی میں بھی کمال حاصل تھا۔ اس دور میں برجستہ مادۂ تاریخ نکالنا آپ کی خصوصیات میں سے تھا۔

دیوبندی بریلوی (اہل سنت) اختلافات نے آج جس طرح فضا کو مکدر کر رکھا ہے، اس سے کوئی بھی ذی شعور ناواقف نہیں، دین ومذہب کا درد رکھنے والے ہر شخص کی یہ دلی خواہش ہے کہ اختلاف کی یہ فضا ختم ہو اور شیرازہ ملت مجتمع ہو کر کفر کے خلاف سیسہ پلائی دیوار بن جائے۔ اسی نیک مقصد کے پیش نظر بعض علماء نے ۱۳۵۲ھ میں یہ کوشش کی کہ دونوں طرف کے جید علماء کی باہم گفتگو کے ذریعہ اختلافات کے خاتمہ کی کوئی سبیل نکالی جائے۔ چنانچہ اس گفتگو کے لیے علماء دیوبند کی طرف سے مولانا اشرف علی تھانوی اور بریلوی مکتب فکر (اہل سنت) کیجانب سے مولانا حامد رضا خان کا انتخاب کیا گیا۔ اور ۱۵ ر شوال المکرم ۱۳۵۲ھ کا دن، گفتگو کے لئے متعین ہوا۔ چنانچہ حضرت مولانا حامد رضا خان بریلی سے لاہور تشریف لائے لیکن مولانا اشرف علی تھانوی نہ پہنچے۔ کاش! اس وقت اختلاف ونزع کے خاتمے کی کوئی صورت ہو جاتی تو آج نقشہ کچھ اور ہوتا۔

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان نہایت متواضع، منکسر المزاج اور وسیع اخلاق کے مالک تھے۔ تمام لوگوں سے حسن اخلاق سے پیش آتے۔ بالخصوص علوم اسلامیہ کے طلبہ، حاجت مندوں اور فقراء پر بہت شفقت فرماتے۔ اگر کوئی بیماری، مشکل یا مصیبت پیش آتی تو نہایت ہی صبر وتحمل اور بردباری کے ساتھ برداشت کرتے حتیٰ کہ بعض اوقات آپ کے معالج بھی آپ کے سکون واطمینان کو دیکھ کر دم بخود رہ جاتے۔

زہد وورع اور اتباع سنت کا یہ عالم تھا کہ شب برأت آتی تو ظہر سے لیکر شام تک سب سے معافی مانگتے۔ حتیٰ کہ اپنے چھوٹے بچوں کو بھی فرماتے اگر میری طرف سے کوئی بات ہو گئی ہو تو مجھے معاف کر دو۔ آپ کے اخلاق سے بڑے بڑے علماء ومشائخ بھی متاثر ہوتے۔ اور آپ کے ساتھ بڑی محبت فرماتے۔ حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی آپ کے ساتھ بہت عقیدت تھی۔

۱۷ ر جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ کو ستر سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔ ایک بہت بڑے میدان میں نماز جنازہ پڑھی گئی۔ امامت کے فرائض محدث اعظم حضرت مولانا محمد سردار احمد قدس سرہٗ نے انجام دیئے۔

(حوالہ: یادگار رضا ۲۰۰۴ء ص ۹۱)

☆☆☆

حجۃ الاسلام: مرجع عوام وخواص

علامہ ابوداؤد محمد صادق صاحب
امیر جماعت رضائے مصطفیٰ پاکستان

روز صبح طلوع ہوتی ہے، افق مشرق پر آفتاب چمکتا ہے پھر دوپہر ڈھلتی ہے اور رات کی تاریکیوں کے سائے گہرے ہونے لگتے ہیں۔ وقت کا پیمانہ ایک دن گزرنے کی خبر سناتا ہے اور دوسری صبح کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ یوں روز وشب ہفتوں، ہفتے مہینوں اور مہینے سالوں میں ڈھلتے چلے جاتے ہیں اور ایسے ہی گزرے ہوئے پچاس سالوں (نصف صدی) کے پیچھے ہم جھانک کر دیکھیں تو ہمیں دنیائے سنیت کے افق پر چمکتا ہوا ایسا آفتاب نظر پڑے گا جس کی روشنی کی کرنیں آج بھی ماند نہیں ہوئیں۔ اس وقت اُس کی حیات ظاہری میں جو کوئی ایک نظر زیارت کرتا تھا، بے ساختہ "سبحان اللہ" پکار اُٹھتا تھا، اہل مجلس کی نگاہیں ان کے نورانی چہرہ پر نثار ہوتی چلی جاتیں لوگ اُن کے حسن وجمال میں ایسے محو ہوتے تھے کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے تھے اور دیدار کی یہی تجلی تھی جو محدث اعظم پاکستان حضرت قبلہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کو اس وقت اپنا گرویدہ بنا کر ساتھ لے گئی جب وہ ایک انگریزی کالج میں فرسٹ ایئر کے اسٹوڈنٹ تھے۔ (بحمد اللہ! فقیر کو بھی حضرت حجۃ الاسلام کی زیرت کا شرف حاصل ہوا) آج جب وہ ظاہر بیں نگاہوں سے پوشیدہ ہیں ان کی جلوہ سامانیاں عشاق وخدام کے سینوں میں تاباں ودرخشاں ہیں، یہی نہیں کہ ان کو قریب سے دیکھنے والوں پر اُن کا پرتو صفات رخشندہ ہے بلکہ ان کے روشن کئے ہوئے دین وسنت کے چراغ کی لو میں اُن کی ظاہری زیارت سے مشرف نہ ہو سکنے والے بھی انہیں حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا مرحبا کے الفاظ میں پکار اُٹھتے ہیں۔

اس صدی کے مجدد برحق امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے اس صاحبزادۂ ذیشان حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صورت وسیرت کی تب یا اب جس کسی نے شناسائی حاصل کی بے ساختہ پکار اُٹھا "صاحبزادہ ہو تو ایسا ہو" خود اعلیٰ حضرت اپنے صاحبزادہ کے متعلق یوں ارشاد فرماتے ہیں:

دیوبندی بریلوی (اہل سنت) اختلافات نے آج جس طرح فضا کو مکدر کر رکھا ہے، اس سے کوئی بھی ذی شعور ناواقف نہیں، دین و مذہب کا درد رکھنے والے ہر شخص کی یہ دلی خواہش ہے کہ اختلاف کی یہ فضا ختم ہو اور شیرازہ ملت مجتمع ہو کر کفر کے خلاف سیسہ پلائی دیوار بن جائے۔ اسی نیک مقصد کے پیش نظر بعض علماء نے ۱۳۵۲ھ میں یہ کوشش کی کہ دونوں طرف کے جید علماء کی باہم گفتگو کے ذریعہ اختلافات کے خاتمہ کی کوئی سبیل نکالی جائے۔ چنانچہ اس گفتگو کے لیے علماء دیوبند کی طرف سے مولانا اشرف علی تھانوی اور بریلوی مکتب فکر (اہل سنت) کیجانب سے مولانا حامد رضا خان کا انتخاب کیا گیا۔ اور ۱۵ ر شوال المکرم ۱۳۵۲ھ کا دن، گفتگو کے لے متعین ہوا۔ چنانچہ حضرت مولانا حامد رضا خان بریلی سے لاہور تشریف لائے لیکن مولانا اشرف علی تھانوی نہ پہنچے۔ کاش! اس وقت اختلاف و نزع کے خاتمے کی کوئی صورت ہوجاتی تو آج نقشہ کچھ اور ہوتا۔

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان نہایت متواضع، منکسر المزاج اور وسیع اخلاق کے مالک تھے۔ تمام لوگوں سے حسن اخلاق سے پیش آتے۔ بالخصوص علوم اسلامیہ کے طلبہ، حاجت مندوں اور فقراء پر بہت شفقت فرماتے۔ اگر کوئی بیماری، مشکل یا مصیبت پیش آتی تو نہایت ہی صبر و تحمل اور بردباری کے ساتھ برداشت کرتے حتی کہ بعض اوقات آپ کے معالج بھی آپ کے سکون واطمینان کو دیکھ کر دم بخود رہ جاتے۔

زہد و ورع اور اتباع سنت کا یہ عالم تھا کہ شب برأت آتی تو ظہر سے لیکر شام تک سب سے معافی مانگتے۔ حتی کہ اپنے چھوٹے بچوں کو بھی فرماتے اگر میری طرف سے کوئی بات ہوگئی ہو تو مجھے معاف کردو۔ آپ کے اخلاق سے بڑے بڑے علماء و مشائخ بھی متاثر ہوتے۔ اور آپ کے ساتھ بڑی محبت فرماتے۔ حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی آپ کے ساتھ بہت عقیدت تھی۔

۱۷ ر جمادی الاولی ۱۳۶۲ھ کو ستر سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔ ایک بہت بڑے میدان میں نماز جنازہ پڑھی گئی۔ امامت کے فرائض محدث اعظم حضرت مولانا محمد سردار احمد قدس سرہٗ نے انجام دیئے۔

(حوالہ: یادگار رضا ۲۰۰۴ء ص ۹۱)

☆☆☆

حجۃ الاسلام: مرجع عوام وخواص

علامہ ابوداؤد محمد صادق صاحب
امیر جماعت رضائے مصطفیٰ پاکستان

روز صبح طلوع ہوتی ہے، افق مشرق پر آفتاب چمکتا ہے پھر دوپہر ڈھلتی ہے اور رات کی تاریکیوں کے سائے گہرے ہونے لگتے ہیں۔ وقت کا پیمانہ ایک دن گزرنے کی خبر سناتا ہے اور دوسری صبح کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ یوں روز وشب ہفتوں، ہفتے مہینوں اور مہینے سالوں میں ڈھلتے چلے جاتے ہیں اور ایسے ہی گزرے ہوئے پچاس سالوں (نصف صدی) کے پیچھے ہم جھانک کر دیکھیں تو ہمیں دنیائے سنیت کے افق پر چمکتا ہوا ایسا آفتاب نظر پڑے گا جس کی روشنی کی کرنیں آج بھی ماند نہیں ہوئیں۔ اس وقت اُس کی حیات ظاہری میں جو کوئی ایک نظر زیارت کرتا تھا، بے ساختہ "سبحان اللہ" پکار اُٹھتا تھا، اہل مجلس کی نگاہیں ان کے نورانی چہرہ پر نثار ہوتی چلی جاتیں لوگ اُن کے حسن وجمال میں ایسے محو ہوتے تھے کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے تھے اور دیدار کی یہی تجلی تھی جو محدث اعظم پاکستان حضرت قبلہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کو اس وقت اپنا گرویدہ بنا کر ساتھ لے گئی جب وہ ایک انگریزی کالج میں فرسٹ ایئر کے اسٹوڈنٹ تھے۔ (بحمد اللہ! فقیر کو بھی حضرت حجۃ الاسلام کی زیرت کا شرف حاصل ہوا) آج جب وہ ظاہر بیں نگاہوں سے پوشیدہ ہیں ان کی جلوہ سامانیاں عشاق وخدام کے سینوں میں تاباں ودرخشاں ہیں، یہی نہیں کہ ان کو قریب سے دیکھنے والوں پر اُن کا پرتو صفات رخشندہ ہے بلکہ ان کے روشن کئے ہوئے دین وسنت کے چراغ کی لو میں اُن کی ظاہری زیارت سے مشرف نہ ہو سکنے والے بھی انہیں حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا مرحبا کے الفاظ میں پکار اُٹھتے ہیں۔

اس صدی کے مجدد برحق امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے اس صاحبزادہ ذیشان حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صورت وسیرت کی تب یا اب جس کسی نے شناسائی حاصل کی بے ساختہ پکار اُٹھا "صاحبزادہ ہو تو ایسا ہو" خود اعلیٰ حضرت اپنے صاحبزادہ کے متعلق یوں ارشاد فرماتے ہیں:

حامد منی انا من حامد

حمد سے ہمد کماتے یہ ہیں

علم و فضل:

آپ اپنے خداداد علم و فضل، استعداد و قابلیت اور عمل و عرفان کی بدولت اپنوں بیگانوں میں دینی وجاہت و اعلیٰ دبدبہ رکھتے تھے آپ کی تدریسی خدمات کی دور دور تک شہرت تھی۔ عربی زبان میں آپ کو خصوصی دسترس حاصل تھی۔ اردو فارسی نظم و نثر میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ کا قصیدہ خمسہ بعنوان نغمۂ توحید مشہور و معروف اور زبان زد عام ہے ایک بند ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں۔

یا الٰہی دکھا ہم کو وہ دن بھی تو		آب زمزم سے کر کے حرم میں وضو
باادب شوق سے بیٹھ کر قبلہ رو		مل کے ہم سب کہیں یک زباں، ہو بہو

اللہ ھو اللہ ھو۔۔۔۔۔ اللہ ھو اللہ ھو

آپ کے اعلیٰ وقار و دبدبہ کا زندہ ثبوت لاہور کے مناظرہ میں مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کا عبرتناک فرار ہے۔

وصال شریف:

۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ کی تاریخ وہ تاریخ ہے جس روز اہلسنت کا یہ آفتاب دنیائے ظاہر سے بظاہر غروب ہو گیا مگر اس کی تابانیوں اور جلوہ ریزیوں کا یہ عالم تھا کہ جنازہ مبارکہ میں بے پناہ ہجوم کی وارفتگی دیکھ کر ایک غیر مسلم نرس مشرف باسلام ہو گئی اور کئی بدمذہب صحیح العقیدہ سنی بن گئے اور یوں جیسے آپ کی نورانی صورت باعث تبلیغ ہوتی تھی۔ آپ کا جلوس جنازہ بھی تبلیغ دین کا ذریعہ بن گیا۔

جنازہ مبارکہ:

آپ کی نماز جنازہ محدث اعظم پاکستان شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ نے پڑھائی، جبکہ ہندوستان کے اکابر علما و مشائخ شریک جنازہ تھے۔ سبحان اللہ (رحمۃ اللہ علیہما)

☆☆☆

حجۃ الاسلام: جامع کمالات

جناب محمد مرید احمد چشتی

استاد گورنمنٹ اسکول پنڈ دادن خان

حضرت مولانا حامد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ربیع الاول شریف ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں محلہ سوداگران بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ عالم، فاضل، مفتی کامل، مصنف، مناظر اور شیخ طریقت تھے تمام درسیات معقول ومنقول، تفسیر وحدیث، فقہ واصول جملہ علوم وفنون حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ سے حاصل کیے۔ درس وتدریس کے وقت کے حواشی کتب درسیات، خیالی، توضیح، تلویح، ہدایہ آخرین، تفسیر بیضاوی وصحیح بخاری پر موجود ہیں۔ درس کے وقت بعض سوالات خود حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کو ایسے پسند آتے کہ ''قال الولد الاعز'' لکھ کر سوال اور اپنا جواب قلمبند فرمادیتے۔ حرمین شریفین میں بھی حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی ہم کابی کا شرف حاصل رہا۔ مشائخ حرمین طیبین سے مکالمات عربی زبان میں فرماتے اور وہابیہ سے مناظرات مسائل دینیہ میں بے حد کامیاب رہتے۔ تصدیقات ''حسام الحرمین'' اور ''الدولۃ المکیہ'' میں بڑا حصہ لیا۔ وہ تمام خدمات دینی کو جو حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ حرمین شریفین میں سرانجام دیں، اُن کو حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے بے حد سراہا مدینہ طیبہ کے جید عالم جناب مولانا عبدالقادر طرابلسی شامی سے جو مکالمہ ہوا، اس کا ملفوظات شریفہ میں خود تذکرہ فرمایا۔ مکہ معظمہ میں شیخ العلما محمد سعید بابصیل اور مدینہ طیبہ میں حضرت مولانا سید احمد برزنجی کے حلقہ درس میں شریک ہوئے۔ اکابر علماء ومشائخ نے سندیں عطا فرمائیں حضرت مولانا خلیل خربوطی نے سند، فقہ حنفی عطا فرمائی جو علامہ سید طحطاوی سے انہیں صرف دو واسطوں سے حاصل تھی۔ یہ تمام سندات حضرت کے پاس محفوظ تھیں۔ حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کو خود حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے سندات عطا فرمائیں۔ دارالعلوم منظر اسلام

اہل سنت و جماعت بریلی شریف کے درجہ اعلیٰ میں شیخ الحدیث اور صدر المدسین کی جگہ کام کیا۔

حضرت مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ امام احمد رضا بریلوی) حاضر آستانہ ہوئے اور انہوں نے اپنے ایک رسالہ کی جو انہوں نے علم غیب میں لکھا تھا حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے تقریظ لکھنے کی فرمائش کی حضرت نے فی البدیہہ قلم برداشتہ ان کے سامنے عربی زبان میں ایک وسیع تقریظ فرمادی، حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے زمانہ میں یہ رسالہ مع تقریظ چھپ گیا تھا۔

رسالہ مبارکہ ''الدولۃ المکیہ'' اور ''کفیل الفقیہ الفاہم'' جو حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے سفر حجاز مقدس میں سوالات مشائخ حرمین شریفین پر تحریر فرمائے ان کی طباعت کے وقت حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے ارشاد فرمایا کہ کاپیاں ہوچکیں۔ تمہید کے لیے جگہ باقی ہے، کاپی نویس کو مضمون جلد دینا ہے۔ اس کی تمہید فوراً لکھ دی جائے کہ جگہ خالی نہ رہے، حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت آپ کے ارشاد کے موافق تمہید لکھ کر حاضر کردی، جسے حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے پسند فرمایا اور ستائش فرمائی اور رسالہ مبارکہ میں اُس کے اندراج کا اذن فرمایا یونہی ''کفل الفقیہ الفاہم'' کی تمہید بھی حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فی البدیہہ تحریر فرمائی اور حضرت بریلوی کی بارگاہ سے اُس نے شرف قبول پایا اور درج رسالہ ہوئی۔ یہ تمہیدیں فن ادبیت کا ایک بے مثل نمونہ اور عربیت کا ایک نادر نمونہ اور شاہکار ہیں۔

فن تاریخ گوئی میں بھی حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو کمال حاصل ہے، برجستہ مادۂ تاریخ نکالنا یہ اس زمانہ میں حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصیات سے تھی، بکثرت تاریخ کے مادوں سے چندوہ مادے جو حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے برجستہ فرمائے، یہ ہیں:

مسجد جنکشن بریلی جب بن کر تیار ہوئی اور اس کی تاریخ کے لیے بعض احباب کی آپ سے فرمائش ہوئی تو برجستہ آپ نے عربی میں جو قطعہ تاریخ فرمایا وہ یہ ہے۔

انما یعمر المساجد من	امن باللہ والاخریٰ
من بناہ بنی لہ اللہ	بیت در بجنۃ الماویٰ
شکر اللہ سعی قیمہ	عمر حامد رضا شفیق ورضا
بخ لعمری بناہ ما اشمخ	ارخ اسہ فایہ بخل رضا
قلت ''سبحن ربی الاعلیٰ	مسجد اُسس علی تقویٰ
۴۷۴	۸۵۴ = ۱۳۲۸ھ

حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے وصال شریف پر جو تاریخیں فرمائی وہ یہ ہیں۔

تواریخ الوفاۃ ۱۳۴۰ھ۔ نور اللہ ضریح ۱۳۴۰ھ۔ شیخ الاسلام والمسلمین۔ ۱۳۴۰۔ امام بداۃ السنۃ الحاج احمد رضا۔ ۱۳۴۰ھ، الهادالبریلوی القادری البرکاتی۔ ۱۳۴۰، رضی اللہ الحور عنہ ۱۳۴۰ھ۔ راح شیخ الکل فی کل۔ ۱۳۴۰ھ، مولوی معنوی قرآن زبانت ماوری۔ ۱۳۴۰ھ، ھم اولیائی تحت قبائی لایعرفھم غیر ۱۳۴۰ھ۔

حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تمام علمی کارنامے حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ پر آشکار تھے۔ بڑے جلسوں میں خود حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی موجودگی میں تقریر فرماتے، جسے حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ بہت پسند فرماتے۔

حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے باوصف ان تمام باتوں کے اپنی جانشینی کے لیے اپنے مخلصین علمائے دین وعمائد سے مشورہ کیا پھر استخارہ فرمایا اور جب رویائے صادقہ میں بشارت ہوئی تو اپنا ولی عہد اور جانشین مقررہ کیا اور اس جانشینی کو فرمایا کہ اہل دنیا کی سی نہیں، قیصر وکسریٰ کی روش پر نہیں بلکہ سنت حضرات شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے طور پر بہ اجازت حضرت نور العارفین سیدنا ابو الحسین احمد نوری میاں صاحب قبلہ کے حکم سے عطا فرمائی۔ سبحان اللہ یہ خلافت اجازت بعد استخارہ واشارات وبشارت ہوئی۔ اس کا کیا کہنا، حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو جمیع سلاسل عالیہ قادریہ چشتیہ نقشبندیہ سہروردیہ وغیرہ جس قدر کی حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کو اجازت ہے۔ سب کی اجازت فرمائی اور تمام علوم وفنون، اذکار واشغال اور اوراد واعمال سب کا مجاذ ماذون کیا اور اپنے سجادہ عالیہ پر متمکن کر دیا اور اپنے جملہ اوقاف کا متولی اور اپنا ولی عہد بنایا۔ ظاہر وباطن کے تمام فیوض وبرکات عطا فرمائے۔

حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے وقت وصال وصیت فرمائی کہ حامد رضا خاں میرے جنازے کی نماز پڑھائیں۔ میرے مزار پر سات بار اذان دیں، وصال شریف سے ایک جمعہ قبل جو لوگ داخل سلسلہ ہونے کو حاضر ہوئے انھیں ان الفاظ میں حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی ہدایت فرمائی کہ "ان کی بیعت میری بیعت ہے، اُن کا ہاتھ میرا ہاتھ، اُن کا مرید میرا مُرید، ان سے بیعت کرو"۔ الاستمداد میں فہرست خلفائے کرام اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ میں خود حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے شروع فرمائی اور جن پیارے پیارے الفاظ

میں حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو نوازا۔ ان میں کوئی سہیم وشریک نہیں، وہ ارشاد گرامی یہ ہے۔

حامد منی انا من حامد

حمد سے حمد کماتے یہ ہیں

یعنی حامد مجھ سے اور میں حامد سے ہوں:

حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ اور آپ کے اسمائے گرامی میں اتحاد جملی ہے۔ اور اس بنا پر ایک مرتبہ خود اپنا تعویذ اُن کے گلے میں ڈال دیا۔ ایک وقف نامہ کی رجسٹری میں حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو متولی فرماتے ہوئے یہ تحریر فرمایا کہ مولوی حامد رضا خاں پسر کلاں کو جو لائق، ہوشیار اور دیانت دار ہیں، متولی کر کے قابض و دخیل بحیثیت تولیت کاملہ کر دیا۔

حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ تفسیر بیضاوی شریف کے درس میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ عربی، فارسی، اردو نظم ونثر دونوں ادب میں کمال حاصل تھا۔ مجلسی گفتگو میں فصاحت وبلاغت سے اہل مجلس کے ذوق کا سامان تھے۔

۱۳۲۴ھ میں حج وزیارت کی سعادت حاصل کی اور وہاں کے معروف عربی دان حضرت شیخ سید حسین دباغ (وزیر دفاع) اور سید محمد مالکی ترکی نے آپ کی قابلیت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اعتراف کیا:

"ہم نے ہندوستان کے اکناف واطراف میں حجۃ الاسلام جیسا فصیح وبلیغ دوسرا نہیں دیکھا، جسے عربی زبان میں اتنا عبور ہو"

حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نہایت متواضع، منکسر المزاج اور وسیع اخلاق کے مالک تھے۔ تمام لوگوں سے حسن اخلاق سے پیش آتے، بالخصوص علوم اسلامیہ کے طلبہ حاجت مندوں اور فقراء پر بہت شفقت فرماتے، اپنے خدام اور عقیدت مندوں کو بہت نوازتے۔ دین کی خدمت کا کوئی منصوبہ دیکھتے تو بہت خوش ہوتے، اگر کوئی بیماری، مشکل یا مصیبت پیش آتی تو نہایت ہی صبر وتحمل اور بردباری کے ساتھ برداشت کرتے حتیٰ کہ بعض اوقات آپ کے معالج بھی آپ کے سکون واطمینان کو دیکھ کر دم بخود رہ جاتے۔

زہد وورع اور اتباع سنت کا یہ عالم تھا کہ شب برأت آتی تو ظہر سے لے کر شام تک سب سے معافی مانگتے۔ حتیٰ کہ اپنے چھوٹے بچوں کو بھی فرماتے، اگر میری طرف سے کوئی بات ہو گئی ہو تو مجھے معاف کر دو۔ آپ کے اخلاق سے بڑے بڑے علماء ومشائخ بھی متاثر ہوتے اور آپ کے ساتھ بڑی محبت فرماتے۔

دیوبندی، بریلوی (اہلسنت) اختلافات نے آج جس طرح فضا کو مکدر کر رکھا ہے، اس سے کوئی بھی ذی شعور ناواقف نہیں، دین و مذہب کا درد رکھنے والے ہر شخص کی یہ دلی خواہش ہے کہ اختلافات کی یہ فضا ختم ہو اور شیرازۂ ملت مجتمع ہو کر کفر کے خلاف سیسہ پلائی دیواریں بن جائے، اس نیک مقصد کے پیش نظر بعض علما نے ۱۳۵۲ھ میں یہ کوشش کی کہ دونوں طرف کے جید علماء کی باہم گفتگو کے ذریعے اختلاف کے خاتمے کی کوئی سبیل نکالی جائے۔ چنانچہ اس گفتگو کے لیے علمائے دیوبند کی طرف سے مولوی اشرف علی تھانوی اور اہل سنت کی جانب سے مولانا حامد رضا خاں بریلوی کا انتخاب ہوا۔ اور ۱۵ رشوال المکرم ۱۳۵۲ھ کا دن گفتگو کے لیے متعین ہوا، چنانچہ حضرت مولانا حامد رضا خاں بریلوی، بریلی سے لاہور تشریف لائے لیکن مولوی اشرف علی تھانوی نہ پہنچے کاش! اس وقت اختلاف و نزاع کے خاتمے کی کوئی صورت ہو جاتی تو آج نقشہ کچھ اور ہوتا

آپ نے اسلام اور مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کی ترویج و اشاعت کے لیے برصغیر کے مختلف شہروں کے دورے فرمائے۔ ایک ایسے ہی مبارک دورے کا چشم دید حال بیان کرتے ہوئے حضرت قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"سنہ ۱۹۳۴ء میں جب میں دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور اعظم گڑھ میں زیر تعلیم تھا تو حجۃ الاسلام حضرت الشیخ مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ مبارکپور تشریف لائے تھے۔ اُن کے ہمراہ چھوٹے فرزند حضرت نعمانی میاں مرحوم بھی تھے۔ دارالعلوم کے طلبہ اور معززین قصبہ اُن کے استقبال کے لیے جلوس کی شکل میں قصبے سے دو میل باہر گئے اور چند حضرات اسٹیشن جہانا گنج روڈ گئے، شیخ کی سواری راہ پر پہنچی تو فلک شگاف نعروں سے استقبال کیا گیا۔ اس وقت پہلی بار حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کی زیارت کا شرف اس فقیر کو حاصل ہوا۔ ان کا حسن و جمال، عمامہ کی بندش، داڑھی کی وضع قطع اور پاکیزہ صاف ستھرا لباس اور بزرگی دلوں کو مسخر کر رہی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ قدرت الٰہی کا بہترین شاہکار اور حسین مرقع ہیں۔ آنکھیں فرط عقیدت سے بچھی جا رہی تھیں اور لوگ اُنکی طرف کھنچے جا رہے تھے اور نعروں کا سلسلہ تھا کہ ختم ہی نہ ہوتا تھا میں نے اپنی زندگی میں جن چند حسین و جمیل بزرگوں کی زیارت کی ہے، ان میں حضرت حجۃ الاسلام بھی ہیں۔ استاد مکرم حضرت حافظ ملت مولانا عبدالعزیز صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے مجھے ایک استقبالیہ نظم کہہ کر دی تھی۔ جب مجمع کا جوش و خروش تھما تو میں نے وہ استقبالیہ نظم شروع

کی، جس کا پہلا شعر یہ تھا"۔

مرحبا اہلا وسہلا مرحبا
مرحبا جودا وفضلا مرحبا

یہ نظم گیارہ اشعار پر مشتمل تھی اور حضرت حجۃ الاسلام کے محاسن اور اُن کی تشریف آوری پر ہدیہ تشکر وغیرہ پر مبنی تھی۔ پھر یہ جلوس اپنے حسین وجمیل دُلہا کو لے کر قصبے کی طرف چلا راہ میں ہزاروں افراد جلوس میں شریک ہوتے گئے اور اس حسین نظارے سے متاثر ہوتے رہے، یہاں تک کہ یہ جلوس دارُالعلوم اشرفیہ کے پھاٹک پر ختم ہوا اور حضرت کو شیخ الحدیث کے کمرے میں بٹھایا گیا۔ یہ فقیر بھی اساتذہ کے ساتھ اُس کمرے میں بیٹھا تھا کہ حضرت نے گفتگو کا سلسلہ شروع فرمایا سب کے سب ہمہ تن متوجہ تھے۔ حضرت کی گفتگو کا لہجہ نہایت شریں تھا اور کلام نرم تھا اور جی یہ چاہتا تھا کہ یہ سلسلہ سخن جاری رہے اچانک حضرت نے مجھے قریب بلایا اور فرمایا کہ استقبالیہ نظم میں اس لفظ کی بجائے یہ لفظ استعمال کیا جائے تو تاریخ بھی ہو جاتی ہے اور شعر کا وزن بھی ٹوٹنے نہیں پاتا۔ تھوڑی دیر کے بعد دوپہر کے کھانے پر یہ مجلس ختم ہوئی۔ شام کو جب میں دارُالعلوم پہنچا تو لوگوں کا ایک ہجوم تھا، جو زیارت کے لیے پہنچا تھا۔ مخالفین بھی ان کی زیارت کے لیے آئے اور متاثر ہو کر جاتے اور سنیوں سے پوچھتے کہ آپ کی جماعت کے اتنے بڑے بزرگ تشریف لائے ہیں۔ اُن کی تقریر کب ہو گی اور کہاں ہو گی؟ اسی طرح سنی عوام میں بھی بے حد اشتیاق بڑھتا جا رہا تھا کہ حضرت کا بیان ضرور ہونا چاہیے مگر مشکل یہ تھی کہ حضرت تقریر نہیں کرتے تھے، نہ اس کی عادت تھی۔ حضرت استاذ المکرم سے احباب اہل سنت نے اپنے اشتیاق کا اظہار کیا تو حضرت استاذ المکرم نے بعد نماز عشاء دارُالعلوم کی وسیع چھت پر حضرت کی نشست کا انتظام کیا، تخت بچھایا گیا اور اساتذہ اور طلبہ کو اس کے اردگرد بٹھایا گیا، ادھر چودھویں رات کا چاند آسمان پر جگمگا رہا تھا اور عالم پر اپنی روشنی بکھیر رہا تھا۔ ادھر شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام سے درخواست کی گئی کہ حضرت اس پر جلوہ افروز ہوں اور ہمارے دارُالعلوم کے اساتذہ وطلبہ کو استاذ المکرم نے کچھ ہدایتیں فرمائیں، جب حضرت حجۃ الاسلام نے یہ درخواست منظور فرمائی تو فوراً ہی قصبے میں چاروں طرف لوگ دوڑا دیئے گئے کہ دارُالعلوم کی چھت پر جلسہ ہے اور حضرت حجۃ الاسلام تقریر فرما رہے ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں کا

مجمع ہو گیا اور حضرت کی نورانی تقریر کا سلسلہ جاری تھا۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت، مسلک اہل سنت و جماعت کی حقانیت پر مدلل تقریر ہو رہی تھی اور مخالفین کے اعتراضات کا پردہ چاک ہو رہا تھا۔ حقائق و معارف کا دریا بہہ رہا تھا، سارا مجمع دم بخود و حیران تھا اور ہر طرف تحسین و تکبیر کے نعرے بلند ہو رہے تھے اور مخالفین بھی پوری محویت کے ساتھ تقریر سن رہے تھے اور داد دے رہے تھے۔ پورے ڈیڑھ گھنٹے تک یہ تقریر جاری رہی۔ موافقین و مخالفین کو یہ کہتے سنا گیا کہ ایسی مدلل و مبرہن تقریر کبھی سنی نہ گئی۔ اس کے بعد صلوٰۃ والسلام پر یہ مبارک نورانی محفل اختتام پذیر ہوئی۔ وہابیہ وشیعہ حضرات نے یہ کہا کہ ایسی نورانی صورت آج تک دیکھی نہ گئی اور نہ ایسی مدلل تقریر سنی اور یہ کہ کاش یہ تقریر اعلان کے ساتھ کسی وسیع میدان میں ہوتی، تیسرے دن گیارہ بجے ہال کمرہ میں ایک خصوصی اجتماع ہوا اور اساتذہ نے حضرت سے چند سوالات کئے جن کے جوابات حضرت نے دیئے اور ساتھ ہی کچھ ہدایتیں فرمائیں۔ آخر بادل نخواستہ حضرت کو رخصت کیا گیا اور ایک عرصہ تک دارالعلوم اور قصبہ کے لوگوں کے دلوں میں یہ یاد باقی رہی۔"

حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ انجمن نعمانیہ، لاہور کے جلسوں میں تشریف لاتے تھے۔ آپ کے خلفاء و تلامذہ لاتعداد ہیں، جو تبلیغ واشاعت دین میں مصروف ہیں۔

۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳ر مئی ۱۹۴۳ء نماز کے دوران عالم تشہد میں وصال ہوا۔ نماز جنازہ حضرت محدث اعظم مولانا سردار احمد نے پڑھائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ذیل کی کتب یادگار چھوڑیں۔

(۱) نعتیہ دیوان (۲) الصارم الربانی علیٰ اسراف القادیانی (مطبوعہ) (۳) مجموعہ فتاوی (مطبوعہ) (۴) سدالفرار (مطبوعہ) حاشیہ ملاجلال (قلمی) (۶) ترجمہ الدولۃ المکیہ (مطبوعہ) (۷) ترجمہ حسام الحرمین (مطبوعہ) (۸) سلامۃ اللہ لاہل السنۃ من سبیل اعناد والفتنہ (مطبوعہ)

حجۃ الاسلام: نمونہ اسلاف

حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خان رضوی
جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

ولادت: آپ کی ولادت باسعادت شہر بریلی میں ماہ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ/مئی ۱۸۷۵ء کو ہوئی۔ خاندانی دستور کے مطابق ''محمد'' نام پر عقیقہ ہوا اور یہ ہی آپ کا تاریخی نام بھی ہو گیا، عرفی نام ''حامد رضا'' تجویز ہوا، اور لقب ''حجۃ الاسلام'' ہے۔ آپ حسن سیرت اور جمال صورت دونوں کے جامع تھے، اپنے عہد کے بے نظیر مدرس، محدث اور مفسر تھے۔ عربی ادب میں انفرادی حیثیت کے مالک اور شعر و ادب میں پاکیزہ ذوق رکھتے تھے، اپنے اسلاف اور آباء واجداد کے کامل و اکمل نمونہ تھے۔ بزرگوں کا احترام اور چھوٹوں پر شفقت آپ کا شعار دائم تھا۔ زہد و تقوی، توکل و استغناء میں امتیازی شان کے مالک اور اخلاق و کردار کے بادشاہ تھے۔

حسن صورت: ہندوستان کے اکابر علماء کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ نگاہوں نے حجۃ الاسلام سے زیادہ حسین چہرہ نہیں دیکھا۔ پھر اس پر لباس کی سج دھج مزید برآں تھی۔ جو لباس بھی آپ زیب تن فرماتے وہ بھی آپ کے جمال سے جگمگا اٹھتا۔ جس مقام سے گزر ہوتا تو لوگ حسن صوری دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتے اور سارا ماحول غزل خواں ہوتا۔

ع دم میں جب تک دم ہے دیکھا کیجئے

حسن سیرت: آپ پاکیزہ اخلاق کے مالک تھے۔ متواضع اور خلیق اور بلند پایہ کردار رکھتے تھے۔ شب برأت آتی تو سب سے معافی مانگتے حتی کہ چھوٹے بڑے اور خدام اور مریدوں سے بھی فرماتے کہ اگر میری طرف سے کوئی بات ہوگئی ہو تو معاف کر دو اور کسی کا حق رہ گیا ہو تو بتا دو۔ آپ " الحب فی اللہ و البغض فی اللہ " اور " اشداء علی الکفار و رحماء بینھم " کی جیتی

جاگتی تصویر تھے، آپ اپنے شاگردوں اور مریدوں سے بھی بڑے لطف وکرم اور محبت سے پیش آتے تھے۔ اور ہر مرید اور شاگرد یہی سمجھتا تھا کہ اسی سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔

ایک بار کا واقعہ ہے کہ آپ لمبے سفر سے بریلی واپس ہوئے۔ ابھی گھر پر اترے بھی نہ تھے اور تانگہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ بہاری پور بریلی کے ایک شخص نے (جس کا بڑا بھائی آپ کا مرید تھا اور اس وقت بستر علالت پر پڑا ہوا تھا) آپ سے عرض کیا کہ حضور ہر روز ہی آکر دیکھ جاتا تھا لیکن چونکہ حضور سفر پر تھے اس لئے دولت کدے پر معلوم کر کے نا امید لوٹ جاتا تھا۔ میرے بھائی سرکار کے مرید ہیں اور سخت بیمار ہیں چل پھر نہیں سکتے۔ ان کی بڑی تمنا ہے کہ کسی صورت اپنے مرشد کا دیدار کرلیں۔ اتنا کہنا تھا کہ آپ نے گھر کے سامنے تانگہ رکوا کر اسی پر بیٹھے بیٹھے اپنے چھوٹے صاحبزادے نعمانی میاں صاحب کو آواز دی اور کہا سامان اتروا ؤ میں بیمار کی عیادت کر کے ابھی آتا ہوں اور آپ فوراً اپنے مرید کی عیادت کیلئے چلے گئے۔

بنارس کے ایک مرید آپ کے بہت منہ چڑھے تھے اور آپ سے بے پناہ عقیدت اور محبت کرتے تھے۔ ایک بار انہوں نے دعوت کی۔ مریدوں میں گھرے رہنے کے سبب آپ ان کے یہاں وقت سے کھانے میں نہ پہنچ سکے۔ ان صاحب نے کافی انتظار کیا اور جب آپ نہ پہونچے تو گھر میں تالا لگا کر بچوں کو لیکر کہیں چلے گئے۔ جب آپ ان کے مکان پر پہونچے تو دیکھا کہ تالا بند ہے۔ مسکراتے ہوئے لوٹ آئے۔ بعد میں ملاقات ہونے پر انہوں نے ناراضگی بھی ظاہر کی اور روٹھنے کی وجہ بھی بتائی۔ آپ نے ان پر ناراض ہونے یا اسے اپنی ہتک سمجھنے کے بجائے انہیں الٹا منایا اور دل جوئی کی۔ آپ خلفائے اعلیٰ حضرت اور اپنے ہم عصر علماء سے نہ صرف محبت کرتے تھے بلکہ ان کا احترام بھی کرتے تھے جبکہ بیشتر آپ سے عمر اور علم وفضل میں چھوٹے اور کم پایہ تھے۔ سادات کرام خصوصاً مارہرہ مطہرہ کے مخدوم زادگان کے سامنے تو بچھ جاتے اور آقاؤں کی طرح ان کا احترام کرتے تھے۔

طالب علمی کے زمانہ میں شب وروز مطالعہ ومذاکرہ جاری رہا۔ اور ۱۹ر سال کی عمر شریف ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۴ میں فارغ التحصیل ہوئے، جب فارغ ہوئے تو والد ماجد امام احمد رضا نے فرمایا: ''ان جیسا عالم اودھ میں نہیں''

فراغت کے بعد مسلسل ۱۵ر سال ۱۳۲۶ھ تک والد ماجد کی خدمت میں حاضر رہے اور تصنیف وتالیف، فتویٰ نویسی اور دیگر مضامین عالیہ سے خدمت دین فرمائی۔

اجازت وخلافت: نورالکاملین خلاصۃ الواصلین سیدنا حضرت مولانا الشاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہ سے آپ کو خلافت واجازت حاصل تھی اور پھر آپ کے حکم سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے بھی، حجۃ الاسلام کو جملہ علوم، اذکار واشغال، اوراد واعمال کی اجازت سے نوازا۔

علم وفضل: آپ اپنے علم وفضل کے اعتبار سے بلاشبہ نائب امام احمد رضا تھے اہل علم میں آپ کی مقبولیت صرف بڑے باپ کے بیٹے ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ اس بنیاد پر بھی تھی کہ وہ علوم دینیہ کے بحر بیکراں تھے۔ جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ میں دستگاہ کامل حاصل تھی اور ایک عرصہ تک آپ نے منظر اسلام میں درس دیا۔ تفسیر وحدیث، فقہ واصول فقہ اور کلام ومنطق وغیرہا میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا بالخصوص آپ کا درس بیضاوی، شرح عقائد اور شرح چغمینی بہت مشہور تھا۔

حج وزیارت: آپ نے اپنی عمر کے اکیسویں سال ۱۳۲۳ھ میں حج وزیارت کی سعادت حاصل کی، اور اپنی والدہ ماجدہ، نیز عم محترم حضرت مولانا محمد رضا خانصاحب کے ساتھ روانہ ہوئے، اس سفر سراپا ظفر میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا جھانسی تک آپ کے ساتھ رہے۔

امام احمد رضا جھانسی سے واپس تشریف لے آئے لیکن گھر آکر ایک اضطرابی کیفیت طاری تھی۔ آخر کار والدہ ماجدہ سے اجازت لیکر خود بھی روانہ ہو گئے اور بمبئی سے سب کے ساتھ جدہ روانہ ہوئے۔ اس طرح حجۃ الاسلام نے یہ حج اپنے والد ماجد کی معیت میں ادا کیا۔

اس حج کی برکات نہایت عظیم وجلیل ہیں۔ امام احمد رضا نے تفصیل سے ''الملفوظ'' میں ان کو بیان فرمایا ہے۔ مختصراً یوں ہے۔ حرم مکہ کے پہلے روز کی حاضری کا ذکر اس طرح فرمایا:

> پہلے روز جو حاضر ہوا تو حامد رضا ساتھ تھے۔ محافظ کتب حرم ایک وجیہہ وجمیل عالم نبیل مولانا سید اسماعیل تھے۔ یہ پہلا دن ان کی زیارت کا تھا۔ حضرت مولانا موصوف سے کچھ کتابیں مطالعہ کیلئے نکلوائیں۔ حاضرین میں سے کسی نے اس مسئلہ کا ذکر کیا کہ قبل زوال رمی کیسی؟ مولانا نے فرمایا یہاں کے علماء نے جواز کا حکم دیا ہے۔ حامد رضا خاں سے اس بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ مجھ سے استفسار ہوا، میں نے کہا خلاف مذہب ہے۔ مولانا سید صاحب نے ایک متداول کتاب کا نام لیا کہ اس میں جواز کو علیہ الفتوی لکھا ہے۔ میں نے کہا کہ ممکن ہے روایت جواز ہو مگر علیہ الفتوی ہرگز نہ ہوگا۔ وہ کتاب لے آئے اور مسئلہ نکالا اور اسی صورت سے نکلا جو فقیر نے گزارش کی

تھی۔ علیہ الفتوی کا لفظ نہ تھا۔ حضرت مولانا نے کان میں جھک کر مجھ سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ اور حامد رضا کو بھی نہ جانتے تھے مگر اس وقت گفتگو انہیں سے ہو رہی تھی لہٰذا ان سے پوچھا۔ انہوں نے میرا نام لیا۔ نام سنتے ہی حضرت مولانا وہاں سے اٹھ کر بے تابانہ دوڑتے ہوئے آ کر فقیر سے لپٹ گئے۔

(الملفوظ ص ۱۰، ۱۱، جلد دوم)

امام احمد رضا کے حضور وہ بھی ایک مکی عالم نبیل محافظ کتب حرم سید محمد اسماعیل سے رمی قبل زوال کے عدم جواز پر حضرت حجۃ الاسلام نے فصیح عربی میں گفتگو کا حق ادا کر دیا اور "الولد سر لابیہ" کا وہ شاندار مظاہرہ پہلی بار حرم مکہ میں کیا کہ معاصر علماء کا یہ قول فیصل قرار پایا۔ "اعلیٰ حضرت (امام احمد رضا) کے بعد اگر واقعی کوئی عالم اور ادیب تھے تو وہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں تھے۔" مولانا حسنین رضا خاں خلیفہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا ارشاد:

امام احمد رضا قدس سرہ کا یہ دوسرا حج مبارک تھا۔ اچانک اس حج کیلئے جانا اور حکمت الٰہیہ کا راز کھلنا یوں بیان فرماتے ہیں:

حکمت الٰہیہ یہاں آ کر کھلی۔ سننے میں آیا کہ وہابیہ پہلے سے آئے ہوئے ہیں جن میں خلیل احمد انبیٹھی اور بعض وزراء ریاست و دیگر اہل ثروت بھی ہیں، حضرت شریف تک رسائی پیدا کی ہے اور مسئلہ علم غیب چھیڑا ہے اور اس کے متعلق کچھ سوال اعلم علماء مکہ حضرت مولانا شیخ صالح کمال سابق قاضی مکہ و مفتی حنفیہ کی خدمت میں پیش ہوا ہے۔ میں حضرت موصوف کی خدمت میں گیا۔ میں نے بعد سلام و مصافحہ مسئلہ علم غیب کی تقریر شروع کی اور دو گھنٹہ تک اسے آیات و احادیث و اقوال ائمہ سے ثابت کیا اور مخالفین جو شبہات کیا کرتے ہیں ان کا رد کیا۔ اس دو گھنٹے تک حضرت موصوف محض سکوت کے ساتھ ہمہ تن گوش ہو کر میرا منہ دیکھتے رہے۔ جب میں نے تقریر ختم کی، چپکے سے اٹھتے ہوئے قریب الماری رکھی تھی وہاں تشریف لے گئے اور ایک کاغذ نکال لائے جس میں مولوی سلامت اللہ صاحب رامپوری کے رسالہ "اعلام الاذکیا" کے اس قول کے متعلق کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو "ھو الاول و الآخر و الظاھر و الباطن وھو بکل شئ علیم" لکھا، چند سوال تھے اور جواب کی نا تمام سطریں لائے۔

مجھے دیکھا اور فرمایا "تیرا آنا اللہ کی رحمت تھا ورنہ مولوی سلامت اللہ کے کفر کا فتوی یہاں سے جا چکتا" میں حمد بجالایا اور فرودگاہ پر واپس آیا، مولانا سے مقام قیام کا کوئی تذکرہ نہ آیا تھا۔ اب وہ فقیر کے پاس تشریف لانا چاہتے ہیں اور حج کا ہنگامہ اور جائے قیام نامعلوم۔ آخر خیال فرمایا کہ ضرور کتب خانے میں آیا کرتا ہوگا۔ ۲۵؍ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ کی تاریخ ہے۔ بعد نماز عصر کتب خانے کی سیڑھی پر چڑھ رہا ہوں، پیچھے سے ایک آہٹ معلوم ہوئی دیکھا تو حضرت مولانا شیخ صالح کمال ہیں۔ بعد سلام ومصافحہ کتب خانے میں جا کر بیٹھے۔ وہاں حضرت مولانا سید اسماعیل اور ان کے نوجوان سعید رشید بھائی سید مصطفی ان کے والد ماجد سید خلیل اور بعض حضرات جن کے اس وقت نام یاد نہیں تشریف فرما ہیں۔ حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے جیب سے ایک پرچہ نکالا جس پر علم غیب کے متعلق پانچ سوال تھے (وہی سوال جن کا جواب مولانا نے شروع کیا تھا اور تقریر فقیر کے بعد چاک فرمادیا تھا) مجھ سے فرمایا: یہ سوال وہابیہ نے حضرت سیدنا کے ذریعہ سے پیش کئے ہیں اور آپ سے جواب مقصود ہے۔ میں نے سید مصطفی سے گزارش کی کہ قلم دوات دیجئے، حضرت مولانا شیخ کمال ومولانا سید اسماعیل ومولانا سید خلیل سب اکابر نے کہ تشریف فرما تھے ارشاد فرمایا کہ ہم ایسا فوری جواب نہیں چاہتے بلکہ ایسا جواب کہ خبیثوں کے دانت کھٹے ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ اس کیلئے قدرے مہلت چاہیئے۔ دو گھڑی دن باقی ہے اس میں کیا ہوسکتا ہے۔ حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے فرمایا کل سہ شنبہ، پرسوں چہار شنبہ ہے، ان دو روز میں ہو کہ پنجشنبہ کو مجھے مل جائے کہ میں شریف کے سامنے پیش کردوں۔ میں نے اپنے رب کی عنایت اور اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعانت پر بھروسہ کرکے وعدہ کرلیا اور شان الٰہی کہ دوسرے ہی دن بخار نے پھر عود کیا۔ اسی حالت میں رسالہ تصنیف کرتا اور حامد رضا خاں تبییض کرتے۔ چہار شنبہ کے دن کا بڑا حصہ یوں بالکل خالی نکل گیا اور بخار ساتھ ہے بقیہ دن میں اور بعد عشاء بفضل الٰہی وعنایت رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ کتاب کی تکمیل وتبییض سب پوری کرادی "الدولة

المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ" اس کا تاریخی نام ہوا اور پنجشنبہ کی صبح ہی کو
حضرت مولانا شیخ صالح کمال کی خدمت میں پہونچادی گئی۔
(الملفوظ، ۱۱، ۱۲، ۱۳؛ ج ۲)

حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان اس علمی شاہکار کے منصۂ شہود پر آنے کا ایک اہم سبب ہیں۔ پوری کتاب کی تبییض آپ ہی نے فرمائی۔ پھر امام احمد رضا کے حکم سے اس پر تمہید قلم برداشتہ تحریر کی جسے امام احمد رضا نے بہت پسند فرمایا۔

تمہید میں حجۃ الاسلام نے پوری کتاب کا خلاصہ چند سطور میں پیش کر دیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے الدولۃ المکیۃ کا از اول تا آخر ترجمہ فرمایا جو آپ کی دونوں زبانوں پر قدرت کا مظہر ہے۔ ترجمہ پڑھ کر اصل کتاب کا گمان ہوتا ہے اور مزید خوبی یہ ہے کہ نثر کا ترجمہ نثر میں ہے اور نظم کا نظم میں ہے۔ اس کے علاوہ "الاجازت المتینہ لعلماء بکۃ والمدینۃ" اور "کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم" پر بھی آپ نے تمہیدیں تحریر فرمائیں جو آپ کی عربی دانی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

دار العلوم منظر اسلام کا اہتمام: اس دار العلوم کا جب قیام عمل میں آیا تو سب سے پہلے اس کا اہتمام آپ کے عم محترم استاذ زمن حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ کے سپرد ہوا، جب آپ کا وصال ۱۳۲۶ھ میں ہو گیا تو مستقل اس کا اہتمام حجۃ الاسلام کے سپرد کر دیا گیا جو آج بھی ان کی اولاد میں چلا آرہا ہے۔

آپ کے زمانہ میں دار العلوم منظر اسلام نقطۂ عروج پر تھا اور اس وقت کے مدارس میں امتیازی شان کا مالک۔ ۱۳۵۳ھ/ ۱۹۳۴ء کے سالانہ اجلاس میں بیس طلبہ فارغ التحصیل ہوئے تھے جو اس زمانہ کے لحاظ سے ایک خاصی تعداد تھی۔

اسفار: آپ نے امام احمد رضا کی معیت میں سفر حج وزیارت تو کیا ہی تھا لیکن دوسرے اہم مواقع پر بھی آپ امام احمد رضا کے ساتھ رہے۔ ندوہ کے رد میں ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء میں جلسہ "دربار حق وصداقت" پٹنہ میں منعقد ہوا جس میں ہندوستان کے سیکڑوں علماء ربانیین جمع ہوئے تھے، اس وقت حجۃ الاسلام بھی امام احمد رضا کے ساتھ تھے۔

۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۵ء میں سفر جبل پور کے لئے جب امام احمد رضا تشریف لے گئے تو بھی آپ ساتھ تھے۔ ان اسفار کے علاوہ آپ کے بے شمار اسفار وہ ہیں جو آپ نے امام احمد رضا قدس سرہ کے وصال کے بعد متحدہ ہندوستان میں کئے۔ پوری زندگی ملی ومسلکی خدمات کی لگن

سینہ میں موجزن رہی، سفر لکھنؤ اور سفر لاہور آپ کے ان اسفار میں ہیں جن میں آپ نے حق و باطل کے درمیان خط امتیاز کھینچ دیا تھا۔

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی وہابی سے مناظرہ کے لیے لاہور شہر کا انتخاب ہوا تھا، آپ نے بریلی شریف سے روانہ ہونے سے قبل ہی فرمادیا تھا کہ وہ آئے گا نہیں، لہٰذا ایسا ہی ہوا، اس مناظرہ کے لیے لاہور کی مشہور مسجد "مسجد وزیر خاں" کے بارے میں طے ہو چکا تھا، تاریخ ۱۵ر شوال ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۴ء تھی، آپ وقت مقررہ پر لاہور پہونچے اور مسجد وزیر خاں میں رونق افروز ہوئے، مولوی اشرف علی تھانوی جب تھانہ بھون (یوپی) اپنے وطن سے لاہور نہیں پہونچے تو اہل سنت نے اسی مسجد میں جشن فتح منایا اور کسی شاعر نے اس وقت برملا یہ شعر پڑھا:

چل کے ہندوستان سے حامد رضا خاں آ گئے

اور تھانہ میں رہا مجرم کہ تھا خوف شکست

راقم الحروف جب ۱۴۳۱ھ میں پاکستان گیا اور مسجد وزیر خاں کی زیارت کے لیے اہل سنت کے مشہور قلم کار اور محقق مولانا منشا تابش قصوری کے ساتھ وہاں پہونچا تو وہاں اس مناظرہ کا ذکر بھی ہوا، اس وقت مولانا موصوف نے ۳ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ کی صبح کو مسجد میں یہ شعر سنا کر ہمیں نہایت محظوظ فرمایا، اس مناظرہ گاہ میں فتح کے ساتھ مسلمانان لاہور آپ کے حسن و جمال کا مشاہدہ کر کے نہایت مسرور تھے اور ہر طرف شور تھا کہ دیوبندی ہمارے عالم و مناظر کا چہرہ دیکھ کر ہی فیصلہ کر لیں کہ نور کہاں ہے اور حق پر کون ہے۔

اس موقع پر آپ کی ملاقات شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال سے بھی ہوئی تھی، حضرت حجۃ الاسلام نے جب دیوبندیوں کی کتابوں کی عبارتیں سنائیں تو ڈاکٹر موصوف نے کہا: واللہ ایسی گستاخانہ عبارات، ان (دیوبندیوں) پر تو آسمان ٹوٹ پڑنا چاہیے تھا۔

(دعوت فکر، مصنفہ مولانا منشا تابش قصوری)

وصال: آپ ۱۷ر جمادی الاولی ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۲ مئی ۱۹۴۳ء بعمر ۷۰ سال عین حالت نماز میں دوران تشہد دس بجکر ۴۵ منٹ پر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اولاد امجاد: حضور حجۃ الاسلام قدس سرہ کے دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھی، صاحبزاگان کے نام یہ ہیں۔

(۱) مفسر اعظم ہند حضرت مولانا ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں۔

(۲) حضرت مولانا حماد رضا خاں نعمانی میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما رحمۃ واسعۃ۔

مشاہیر تلامذہ:

حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا شاہ محمد مصطفی رضا خاں

علامہ مولانا حسنین رضا خاں صاحب بریلوی خلیفہ امام احمد رضا (م ۱۴۰۱ھ)

مفسر اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں، فرزند اکبر (۱۳۸۵)

شاہ عبدالکریم صاحب تاجی ناگوری پیر و مرشد باباذہین شاہ تاجی، مدفون کراچی م ۱۳۶۶ھ

مولانا مفتی ابرار حسن صدیقی تلہری، مدیر شہیر ماہنامہ یادگار رضا بریلی

محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد شیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام لائل پور پاکستان۔ (م ۱۳۸۲ھ)

مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی شیخ القرآن،، وزیر آباد پاکستان۔ (م ۱۳۹۰ھ)

مولانا مفتی عبدالحمید قادری (م ۱۳۹۳ھ)

مولانا شاہ رفاقت حسین مفتی اعظم کانپور، امین شریعت، صوبہ بہار (م ۱۴۰۳ھ)

مولانا غلام جیلانی، مانسہرہ پاکستان

صدر المدرسین جامع معقول ومنقول مولانا غلام جیلانی اعظمی

مولانا تقدس علی خاں رضوی سابق مہتمم دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف (م ۱۴۰۳ھ)

مولانا محمد علی آنولوی حامدی نائب مدیر ماہنامہ یادگار رضا

مولانا قاری غلام محی الدین ہلدوانی نینی تال

مشاہیر خلفاء:

۱۔ مولانا محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں صاحب سجادہ خلف اکبر۔ ۱۳۸۵/ ۱۹۶۵

۲۔ مولانا ظہیر الحسن اعظمی مدفون اودے پور

۳۔ مولانا عنایت محمد خاں غوری فیروز پوری

۴۔ مولانا مفتی ابرار حسن صدیقی تلہری مدفون ضلع شاہجہاں پور

۵۔ مولانا ولی الرحمن پوکھریروری مظفر پوری (۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء)

۶۔ مولانا حماد رضا خان نعمانی میاں بریلی خلف اصغر مدفون کراچی (۱۳۷۵/ ۱۹۵۶ء)

۷۔ مولانا قاری احمد حسین فیروز پوری مدفون گجرات ۱۳۷۹ھ/ ۱۹۶۰ء

۸۔ مولانا سردار ولی خاں عرف عزو میاں بریلوی مدفون ملتان

۹۔ مولانا حشمت علی خاں لکھنوی، پیلی بھیتی (م ۱۳۸۰/ ۱۹۶۱ء)

۱۰۔ مولانا سید ابوالحسنات محمد احمد الوری مدفون دربار داتا صاحب لاہور (م ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱

۱۱۔ محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد لائل پوری م ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء

۱۲۔ مولانا شاہ مفتی محمد اجمل سنبھلی ۔ م ۱۳۸۳ھ ۱۹۶۳ء

۱۳۔ مولانا حافظ محمد میاں صاحب اشرفی رضوی علیم آباد ضلع دربھنگہ م ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵

۱۴۔ مولانا سید ریاض الحسن صاحب جودھپوری مدفون حیدر آباد سندھ م ۱۳۹۰ھ ۱۹۷۰ء

۱۵۔ مولانا مفتی محمد اعجاز ولی خاں رضوی بریلوی مدفون لاہور۔ م ۱۳۹۳ھ/ ۱۹۷۳

۱۶۔ مجاہد ملت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمن قادری دھام نگری، م ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء

۱۷۔ محدث مولانا محمد احسان علی مظفر پوری، م ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲

۱۸۔ مولانا محمد سعید شبلی فیروز پوری، م ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۲ء

۱۹۔ مداح الرسول صوفی عزیز احمد بریلوی، م ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۴

۲۰۔ مولانا ریحان رضا خاں رحمانی میاں بریلوی نبیرۂ اکبر م ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۴

۲۱۔ مولانا شاہ رفاقت حسین مفتی اعظم کانپور امین شریعت بہار م ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳

۲۲۔ مولانا رضی احمد ماہر رضوی مدھوبنی بہار

۲۳۔ مولانا شاہ ابو سہیل انیس عالم امین شریعت بہار

۲۴۔ مولانا قاضی فضل کریم قاضی شریعت بہار

۲۵۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالمصطفی اعظمی، م ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶

۲۶۔ یادگار سلف مولانا الحاج تقدس علی خاں رضوی بریلوی مدفون پیر جو گوٹھ سندھ

۲۷۔ مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری رضوی بانی وسربراہ سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل

۲۸۔ مولانا مفتی ظفر علی نعمانی کراچی۔

۲۹۔ مولانا سید محمد علی اجمیری مقیم حیدر آباد۔ سندھ۔

۳۰۔ مولانا محمد علی آنولوی

تصانیف

۱۔ فتاوی حامدیہ مطبوعہ ادارہ اشاعت تصنیفات رضا ۴۳ سوداگران بریلی شریف

۲۔ الصارم الربانی علی اسراف القادیانی (۱۳۱۵ھ) مشمولہ فتاویٰ حامدیہ

۳۔ اجتناب العمال عن فتاویٰ الجہال (مشمولہ فتاویٰ حامدیہ)

۳۔ نعتیہ دیوان قلمی (کچھ کلام انتخاب کلام حامد کے نام سے بریلی شریف سے شائع ہوا)

۴۔ تمہید اور ترجمہ الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ ۱۳۲۳ھ/ 1905

۵۔ تمہید الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء مطبوعہ ادارہ اشاعتِ تصنیفاتِ رضا

۶۔ تمہید کفل الفقیہ الفاہم ۱۳۲۴ھ

۷۔ تاریخی نام، خطبہ الوظیفۃ الکریمہ ۱۳۳۸

۸۔ سد الفرار

9۔ سلامۃ اللہ لاہل السنۃ من سبیل العناد والفتنۃ ۱۳۳۲ھ/ 1913

10۔ حاشیہ ملا جلال قلمی

11۔ کنز المصلی پر حاشیہ ۱۳۳۲ھ/ 1905

12۔ اجلی انوار الرضا ۱۳۳۴ھ/ 1915ء

۱۳۔ حبل اللہ المتین لہدم اثار المبتدعین

۱۴۔ وقایہ اہل سنت

15۔ تعلیقات فتاوی رضویہ

☆☆☆

حجۃ الاسلام اور مختلف تحریکات

ڈاکٹر مجید اللہ قادری رمولانا محمد صادق قصوری

امام احمد رضا خان کے بڑے صاحبزادے مولانا حامد رضا بریلوی قدس سرہٗ ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۵ء میں بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تاریخی نام ''محمد'' ہے، عرفاً ''حامد رضا'' اور ''حجۃ الاسلام'' اور ''امام الاولیاء'' کے القاب سے مشہور ہیں۔ والد ماجد امام احمد رضا سے درسیات کی تکمیل کی، اُنیس برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے، عربی زبان وادب پر بڑا عبور حاصل کیا۔ برسہابرس دارُ العلوم منظر اسلام بریلی میں درس حدیث وتفسیر دیا۔ دارُ العلوم منظر اسلام کے مہتمم ہوئے آپ کا درس بیضاوی، شرح عقائد نسفی، شرح چغمینی بہت مشہور تھا، فقہی مسائل حل کرنے اور فتاویٰ تحریر کرنے میں بھی بہت ملکہ حاصل تھا، بلکہ بعض علماء کو فقہ کی مشہور ومعتبر اور متداول کتاب درمختار کا بھی درس دیا کرتے تھے۔

حضرت مخدوم شاہ سید ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہٗ سے بیعت وخلافت تھی۔ والد گرامی نے جمیع سلاسل کی خلافت واجازت دی علم وفضل میں اپنے والد ماجد کے آئینہ تھے۔ اسی حقیقت کو آپ نے یوں بیان فرمایا۔

اَنَا مِن حامد حامد رضا منی کے جلوؤں سے

بحمد اللہ رضا حامد اور حامد رضا تم ہو

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کی سند برکۃ المصطفیٰ فی الہند شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ تک بطریق ذیل ہے۔

امام حجۃ الاسلام رضی اللہ عنہ عن السید السند المولی الکریم مولانا الشاہ ابی الحسین احمد النوری عن جدہ الکریم المولی الکریم مولانا السید آل الرسول المارھروی عن عمہ العارف الکامل مولانا الشاہ السید آل احمد

المارهروی عن استاذہ الکریم مولانا السید التقی النقی الشاہ ال محمد المارهروی عن البارع الکامل السید طفیل محمد عن الاستاذ الکامل البارع الاورع السید فخر الدین البلجرامی عن استاذہ الشیخ الافخم عدیم العدیل فی عصرہ مولانا الشیخ نور الحق عن ابیہ الکامل المحقق المحدث مولانا الشیخ عبد الحق الدهلوی قدس اللہ اسرارهم

دارُ العلوم منظر اسلام، بریلی کا قیام ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء میں ہوا۔ اس کے محرک ملک العلما مولانا محمد ظفر الدین بہاری نے امام احمد رضا کے برادر خورد مولانا حسن رضا اور خلف اکبر مولانا حجۃ الاسلام کو ہم خیال کر کے حضرت مولانا حکیم سید محمد امیر اللہ بریلوی کو ان کی سیادت کے پیش نظر منتخب کیا کہ امام احمد رضا، سید ہونے کی وجہ سے ان کی بات نہ ٹالیں گے۔ حضرت حکیم موصوف نے سب کی طرف سے امام احمد رضا سے مدرسہ قائم کرنے کی درخواست پیش کی، امام احمد رضا نے اپنی تصنیفی مصروفیات کی وجہ سے معذرت کر دی۔ تب حکیم موصوف نے کہا کہ قیامت کے دن اگر پوچھا گیا کہ بریلی میں دیوبندیت کو کس نے فروغ دیا تو میں آپ کا نام لوں گا امام احمد رضا نے دریافت فرمایا، وہ کیونکر؟ حکیم موصوف نے فرمایا کہ آپ مدرسہ قائم نہیں کرتے اس لیے۔ امام احمد رضا نے فرمایا، میں اپنی تصنیفی مصروفیات کی بنا پر چندہ کی فراہمی اور انتظامی امور کی دیکھ بھال نہیں کر سکتا۔ حکیم موصوف نے فوراً عرض کیا ہم لوگ مدرسہ قائم کرتے ہیں آپ تائید فرما دیں۔ چنانچہ رحیم یار خاں صاحب کے مکان پر مولانا محمد ظفر الدین اور مولانا عبد الرشید عظیم آبادی دو طلبہ سے مدرسہ کا افتتاح ہوا۔ امام احمد رضا نے بخاری شریف کا درس دیا۔ منظر اسلام مدرسہ کا تاریخی نام (۱۳۲۲ھ) مولانا حسن رضا نے تجویز فرمایا اور مولانا حسن رضا پہلے مہتمم مقرر ہوئے پھر خلف اکبر حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا بریلوی مدرسہ کے مہتمم بنائے گئے

حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کو علم و فضل اور ادب و تفقہ میں وہ ملکہ تام حاصل تھا کہ بڑے بڑے علماء دیکھ کر عش عش کر اٹھتے تھے۔ فی البدیہہ عربی میں قصائد و نظم کی تدوین تو معمولی بات تھی۔ آپ کے عربی ادب پر مہارت کے چند واقعات مولانا مفتی محمد اعجاز ولی بریلوی شیخ الجامعہ جامعہ داتا گنج بخش، لاہور نے لکھے ہیں۔

مولانا سید ریاض الحسین نیر خطیب حیدر آباد (برادر حضرت سید محمد مرغوب اختر الحامدی) اپنے ایک مضمون میں آپ کے علم و فضل اور عربی زبان و بیان میں دسترس کے بارے میں لکھتے ہیں:

''حضور کا علمی فضل وکمال مہر منیر کی طرح درخشاں وتاباں ہے، مدینہ طیبہ میں شیخ عبد القادر طرابلسی سے مباحثہ اور شیعی مجتہد سے گفتگو کے دو عظیم گواہ موجود ہیں۔ مجھ سے مولانا محمد اسلام صاحب سنبھلی زید مجد ہم نے بیان فرمایا کہ حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضور جب اجمیر مقدس تشریف لے گئے تو جناب مولانا معین الدین صاحب اجمیری نے زبان عربی میں حضرت سے کچھ سوالات کئے جن کا حضور نے برجستہ عربی اشعار میں جواب دیا اور اس کے بعد حضرت صدر الافاضل جیسی شخصیت نے اعتراف فرمایا کہ عربی زبان کا ماہر میں نے حضرت جیسا کسی کو نہ دیکھا۔''

حجۃ الاسلام عربی زبان پر ایسی دسترس رکھتے تھے کہ اپنے والد ماجد امام احمد رضا کی تصانیف جلیلہ ''الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ (۱۳۲۳ھ)'' اور ''کفل الفقیہ الفاھم (۱۳۲۳ھ)'' کی عربی زبان میں تمہیدات قلم برداشتہ لکھیں اور امام احمد رضا نے حرمین طیبین اور عالم اسلام کے جلیل القدر علماء کو جو علمی سندات دیں، ان کو ترتیب دیا۔ ان پر مقدمہ بھی لکھا۔

تدریس اور تحریر کی طرح حجۃ الاسلام کی تقریر بھی ایسی مدلل اور موثر ہوتی کہ حاضرین پر رقت طاری ہوجاتی۔ مجمع پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی۔ کئی بدمذہب تائب ہوجاتے اور غیر مسلم دولت اسلام سے مالامال ہوجاتے۔ عید الاسلام مولانا عبد السلام قادری، مولانا عبد الباقی، برہان الحق اور دیگر اہل جبل پور (بھارت) کے پُرزور اصرار پر امام احمد رضا جبل پور جلوہ فرما ہوئے۔ حجۃ الاسلام ہمراہ تھے۔ وہاں کے احباب نے اس موقع پر ایک عظیم الشان جلسہ کا اہتمام کیا۔ اس جلسہ میں پہلی مدلل اور جامع تقریر حضرت حجۃ الاسلام کی ہوئی مجمع پر بہت اثر ہوا۔ دوران تقریر امام احمد رضا جلسہ گاہ میں تشریف فرما ہوئے اور آپ نے خلف اکبر کی تقریر سنی، مسرت کا اظہار فرمایا۔ داد دی اور کلمات تحسین فرمائے۔

حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے فرق باطلہ سے متعدد مناظرے کیے جن میں بفضلہ تعالیٰ آپ نے ہمیشہ فتح پائی۔ شوال المکرم ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۴ء کو انجمن حزب الاحناف لاہور کی طرف سے مسجد وزیر خان میں ایک فیصلہ کن مناظرہ ہونا قرار پایا۔ علماء دیوبند کی طرف سے مولوی اشرف علی تھانوی مناظر مقرر ہوئے اور اہل سنت کی طرف سے حجۃ الاسلام مناظر مقرر ہوئے۔ قرار پایا کہ حفظ الایمان، براہین قاطعہ اور تحذیر الناس کی متنازعہ فیہ عبارات پر فیصلہ کن گفتگو کی جائے۔

وقت مقررہ پر حضرت حجۃ الاسلام کے علاوہ کثیر تعداد میں علماء اہل سنت مسجد وزیر خان پہنچ

گئے چند علماء کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔ شیخ طریقت مولانا سید علی حسین کچھوچھوی۔

۲۔ صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی۔

۳۔ پیر سید صدر الدین، سجادہ نشین موسیٰ پاک، ملتان۔

۴۔ فقیہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف، کوٹلی لوہاراں۔

۵۔ مولانا محمد شاہ، سیالکوٹی، وغیرہ۔

مگر مولوی اشرف علی دیوبندی نہ خود آئے اور نہ ہی اپنا وکیل بھیجا۔ کاش دیوبندی مناظر، میدان مناظرہ میں آجاتے اور اختلاف ونزاع کے رفع وخاتمہ کی کوئی صورت ہوجاتی۔ بہر حال حضرت حجۃ الاسلام کے مقابل اُسے آنے کی جرأت نہ ہوسکی۔

اہل سنت کی اس عظیم الشان فتح پر مرکزی انجمن حزب الاحناف کی طرف سے حضرت حجۃ الاسلام کے اعزاز واکرام میں ایک بہت بڑا جلسہ منعقد ہوا، جس میں آپ کی خدمت میں نذرانۂ عقیدت اور ہدیہ تہنیت پیش کیا گیا۔ شعراء نے نظمیں اور قصیدے پڑھے فضا حجۃ الاسلام زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔ ایسا نورانی اور پر شکوہ منظر اہل لاہور نے شاید ہی کبھی دیکھا ہوگا۔

حضرت حجۃ الاسلام علم وفضل اور حسن سیرت کے ساتھ حسن صورت کی دولت سے بھی سرفراز تھے، نہایت ہی حسین وجمیل اور وجیہہ شخصیت کے مالک تھے، آپ کی وجاہت، چہرہ کی رونق، نورانیت اور خداداد حسن وجمال بھی ایسا تھا کہ جس سے اہل سنت کی خود بخود تبلیغ ہوجاتی، آپ کے نورانی چہرہ کو دیکھ کر ہی لوگ خود رفتہ ہوکر پروانہ وار جمع ہوجاتے اور آپ کے سلسلہ میں داخل ہوجاتے۔

استقامت علی الشریعت اور للّٰہیت جیسی خوبیاں آپ کی ذات میں بدرجہ اتم موجود تھیں، ان کا اظہار اکثر موقعوں پر ہوتا رہتا تھا آپ حالات کے ساتھ خود نہ بدلتے تھے، بلکہ حالات کو بدل دیتے تھے دنیوی وجاہت سے مرعوب ہونا آپ کے لیے اجنبی تھا۔ اس سلسلہ کا ایک واقعہ یوں ہے، جب نجدیوں نے مدینہ طیبہ پر بمباری کی تھی اور مقابر وآثر کے انہدام کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ اس وقت لکھنؤ میں ''خدام الحرمین'' کے نام سے ایک انجمن قائم ہوئی تھی، جس کے سربراہ مولانا عبد الباری فرنگی محلی (۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۵ء) علیہ الرحمہ تھے۔ اس وقت مسلمانوں میں بہت زیادہ ہیجان واضطراب تھا۔ حرمین شریفین کی حفاظت وصیانت کے لیے ایک بڑا اجتماع لکھنؤ میں بلایا گیا۔ اس میں بریلی سے جماعت رضائے مصطفےٰ کا علماء پر مشتمل بہت بڑا وفد زیر قیادت

حضرت حجۃ الاسلام لکھنؤ پہنچا وفد کے چند حضرات یہ تھے۔

حضرت حجۃ الاسلام، حضرت مفتی اعظم محمد مصطفےٰ رضا، حضرت مولانا سید محمد میاں مارہروی، حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی، اور حضرت مولانا حشمت علی خان لکھنوی دیگر علماء اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی۔

مولانا عبدالباری نے لکھنؤ اپنے مالدار اور وُسا مریدین ومعتقدین کے ہمراہ حضرت حجۃ الاسلام کے شاندار استقبال کا اہتمام کیا۔ اسٹیشن پر جب مولانا عبدالباری نے مصافحہ کی کوشش کی تو آپ نے ہاتھ روک لیا اور مصافحہ نہ کیا بلکہ فرمایا ''مصافحہ ہوگا، مگر پہلے وہ مسئلہ شرعی طریقہ سے طے ہو جانا چاہیے جس کی وجہ سے آپ کی اور ہماری علیٰحد گی ہوئی ہے، مولانا عبدالباری کی ناگواری دیکھ کر حضرت صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبدی اور مولانا عبدالقدیر بدایونی ان کے پاس افہام وتفہیم کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت صدرالافاضل کی تقریر پُرتاثیر کا مولانا عبدالباری پر گہرا اثر ہوا۔ انہوں نے اس سے متاثر ہوکر نہایت اخلاص سے توبہ نامہ تحریر فرمادیا۔

جب یہ ''توبہ نامہ'' حضرت حجۃ الاسلام، حضرت مفتی اعظم اور ان کے رفقاء کے پاس پہنچا تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اس موقعہ پر جب حضرت حجۃ الاسلام اور مولانا عبدالباری کا آپس میں مصافحہ ومعانقہ ہوا تو وہ منظر نہایت ہی پرکیف، ایمان افروز اور قابل دید تھا۔ حضرت حجۃ الاسلام کی استقامت علی الشریعت، حضرت صدرالافاضل کی پرخلوص مساعی اور مولانا عبدالباری کی للّٰہیت نے مل کر ایک عجیب نورانی سماں باندھ دیا۔ بعدازاں مولانا عبدالباری کے زیر اہتمام محفل میلاد ہوئی۔ حضرت حجۃ الاسلام کے ارشاد پر حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد نے مولانا عبدالباری کی خدمت میں فتاویٰ رضویہ کی جلد اول پیش کی، جسے مولانا عبدالباری نے نہایت مسرت واحترام کے ساتھ قبول کیا۔

مقتدر عالم کی حیثیت سے حجۃ الاسلام نے برصغیر میں مسلمانوں کے مذہبی وسیاسی، معاشرتی، معاشی اور عمرانی حقوق کے تحفظ کی خاطر اٹھنے والی تحاریک میں نمایاں حصہ لیا۔ آپ کی ملی خدمات کا تذکرہ اختصار سے کیا جاتا ہے۔

جمیعۃ العلما کا اجلاس اور حجۃ الاسلام:

رجب ۱۳۳۹ھ/ مارچ ۱۹۲۱ء میں جمیعت علماء ہند نے کانگرس کے اغراض ومقاصد

کی اشاعت وتبلیغ کے لیے بریلی میں ایک جلسہ کا اہتمام کیا اور تحریک خلافت اور تحریک ترک مولات کے مخالفین امام احمد رضا کے ہم نوا علما کو مناظرہ کی دعوت دی۔ ابوالکلام آزاد جمعیت علماء ہند کے جلسہ کے روح رواں تھے۔ علماء اہل سنت کے وفد نے اپنا موقف واضح کیا اور دوقومی نظریہ کی وضاحت کی کانگریس مسلمانوں کے مفاد کو بالائے طاق رکھ کر ہندوؤں کے غلبہ وتسلط اور سوراج یعنی ہندوراج کے لیے کوشاں ہے۔ اس وفد میں حجۃ الاسلام بھی شامل تھے۔ حضرت حجۃ الاسلام کی تقریر کا ایک حصہ ملاحظہ ہو۔

''حرمین شریفین ومقامات مقدسہ وممالک اسلامیہ کی حفاظت وخدمت ہمارے نزدیک ہر مسلمان پر بقدر وسعت وطاقت فرض ہے۔ اس میں ہمیں خلاف نہ ہے نہ تھا۔ اسی طرح سلطان اسلام وجماعت اسلامی کی خیرخواہی میں ہمیں کچھ کلام نہ ہے نہ تھا۔ تمام کفار ومشرکین ونصاریٰ ویہود ومرتدین وغیرہم سے ترک مولات ہم ہمیشہ سے ضروری وفرض جانتے ہیں۔ ہمیں اختلاف آپ حضرات کی اُن خلاف شرع وخلاف اسلام حرکات سے ہے جن میں سے کچھ مولوی سید سلیمان اشرف صاحب نے بیان کیں اور جن کے متعلق جماعت کے ستر سوال بنام اتمام حجت تامہ آپ کو پہنچے ہوئے ہیں اُن کے جواب دیجیے جب تک آپ ان تمام حرکات سے اپنی رجوع نہ شائع کردیں گے اور اُن سے عہدہ برآنہ ہولیں گے، ہم آپ سے علیٰحدہ ہیں اور اُس کے بعد خدمت وحفاظت حرمین شریفین ومقامات مقدسہ وممالک اسلامیہ میں ہم آپ کے ساتھ مل کر جائز کوشش کرنے کو تیار ہیں۔''

تحریک ترک موالات اور حجۃ الاسلام:

تحریک ترک موالات (۱۹۲۰ء) میں کانگریس کے ہمنوا مسلمان لیڈروں نے مسلمانوں کے تعلیمی اداروں کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی، یہ اقدام مسلمانوں کی ملی تباہی کا باعث تھا۔ ذی شعور علماء نے اس کرب ناک صورتحال میں مسلمانوں کی صحیح راہنمائی کی اور مسلمانوں کے تعلیمی اداروں کی حفاظت کی۔ ان اداروں میں علی گڑھ کالج (موجودہ مسلم یونیورسٹی) سرفہرست ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام نے ہندوؤں کی چیرہ دستیوں کے علاوہ خلافتی لیڈروں کی عدم بصیرت کو بڑے سوز سے محسوس کیا۔ آپ کے احساسات ملاحظہ ہوں:

"انگریزوں کے مقابلہ کا تو نام، مگر مخالفت علماء سے تھی مسلمانوں کے کالجوں اور اسکولوں سے تھی، علی گڑھ یونیورسٹی سے تھی"

تحریک خلافت اور حجۃ الاسلام:

تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے ہیجانی دور میں بعض مسلمان لیڈروں نے ہندوؤں کو راضی کرنے کے لیے ذبیحہ گاؤ کے خلاف مہم چلائی اور ترکوں کی اعانت کے نام سے جو چندہ وصول کیا گیا، اس کا بے دریغ استعمال کیا گیا، بعض مصارف ایسے بھی تھے جو بجائے اتحاد کے مسلمانوں میں انتشار کا باعث بنے۔ اس صورت حال کے خلاف حضرت حجۃ الاسلام نے آواز اُٹھائی۔ ایک ارشاد ملاحظہ ہو:

"خلافت کمیٹی کے عروج واقبال کے زمانہ میں جب اتحاد اتنا ضروری سمجھا گیا کہ اس کے حدود وسیع کرنے کے لیے مذہب کی شہر پناہ کو منہدم کرنا ناگزیر خیال کیا گیا اور اس اتحاد کے لیے ہندوؤں کی طرف سے اس طرح ہاتھ بڑھایا گیا جس سے اپنے مذہبی امتیازات چھوڑنا پڑے "سورت" کے ایک پیر نے اپنے مریدوں سے ساٹھ ہزار گائیں چھین کر گئور کھشا کی تھی۔ نام آور لیڈروں نے قشقے لگائے، گلال اوڑائے، ہولیاں کھیلیں، جے پکاری، ارتھی اُٹھائی، ہنود کے سرغنہ متعصبوں کو مسجدوں میں منبروں پر بٹھایا، گائے کے گوشت کے خلاف کتابیں لکھیں، رسالے تصنیف کئے، ناکردہ گناہ مسلمانوں کو ہندوؤں کی خاطر مجرم قرار دیا۔ مولویوں پر اظہار نفرت کیا گیا، اعلاء کلمۃ اللہ یعنی کلمہ اسلام پڑھانے کو جرم قرار دیا گیا، نومسلمانوں کو ان کی مرضی کیخلاف دوبارہ کافر ہو جانے پر زور دیا۔ یہ اور اس سے زیادہ بہت کچھ ہوا۔۔۔ میرے پاس جناب مولانا مولوی احمد مختار صاحب صدر جمعیۃ العلماء صوبہ بمبئی کا ایک خط آیا ہے جو انہوں نے مدراس کا دورہ فرماتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں کہ وہابی اس صوبہ میں اس قومی روپیہ سے، جو ترکوں کے دردناک حالات بیان کر کے وصول کیا گیا تھا، اب تک دو لاکھ "تقویۃ الایمان" چھاپ کر مفت تقسیم کر چکے ہیں۔"

کسی مخصوص غرض سے جمع شدہ سرمایہ کو اس مقصد سے متصادم مصرف پر خرچ کرنا

دوہرا جرم ہے۔ ایمان سوز کتاب تقویۃ الایمان کی طباعت اور تقسیم خلافت فنڈ سے ایسا جرم وغبن ہے جس کی شاید ہی مثال ملے۔

آل انڈیا کانفرنس اور حجۃ الاسلام:

شعبان ۱۳۴۳ھ/ مارچ ۱۹۲۵ء میں مسلمانوں کی مذہبی علمی اور سیاسی ترقی کے لیے مقتدر علماء نے آل انڈیا سنی کانفرنس (جمعیت عالیہ مرکزیہ) کی بنیاد رکھی۔ کانفرنس کے بانی اراکین میں حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کا اسم گرامی سرفہرست ہے۔ کانفرنس کے پہلے اور تاسیسی اجلاس منعقدہ ۲۰ تا ۲۳ رشعبان المعظم ۱۳۴۳ھ/ تا ۱۹ رمارچ ۱۹۲۵ء مرادآباد میں بحیثیت صدر مجلس استقبالیہ جو خطبہ ارشاد فرمایا، وہ مسلمانوں کی سیاسی، سماجی، مذہبی، معاشی، معاشرتی، عمرانی غرض ہمہ وجوہ ترقی کے واضح اور مکمل لائحہ عمل پر مبنی ہے۔ وقت گزرنے کے باوجود آج بھی وہ خطبہ واضح نشان راہ ہے۔ ۱۹۲۷ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے صدر حضرت حجۃ الاسلام منتخب ہوئے۔

مسجد شہید گنج لاہور اور حجۃ الاسلام:

۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء کے وسط میں مسجد شہید گنج لاہور کے ظالمانہ انہدام کا سانحہ پیش آیا سکھوں نے انگریز حکومت کی پشت پناہی میں مسلمانوں کی مقدس عبادت گاہ کو یکا یک منہدم کردیا۔ مسجد کی واگزاری کے لیے اسلامیان برصغیر تڑپ اُٹھے شعار اسلام مسجد کی حفاظت و صیانت کے لیے مسلمانوں نے مالی، جانی قربانیاں پیش کیں۔ امیر ملت سید جماعت علی شاہ، علی پور سیداں، ضلع سیالکوٹ کی زیر قیادت جلسے منعقد ہوئے، جلوس نکلے، حکام تک اپنے مطالبات پہنچائے گئے۔ تنظیمی دورے ہوئے، ۱۰ رشعبان المعظم ۱۳۵۴ھ/ ۸ رنومبر ۱۹۳۵ء بروز جمعہ کو دولاکھ باحمیت مسلمانوں کا ایک پر امن جلوس شاہی مسجد، حضور باغ لاہور سے باغ بیرون دہلی دروازہ پہنچا۔ مسلمانوں کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں اس جم غفیر اور نازک موقع پر چھوٹا سا بھی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا، شرکاء جلوس علما حضرات اور راہنمایان قوم جو جلوس کی قیادت کررہے تھے، میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا قدس سرہ کا اسم گرامی نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔

☆☆☆

حضور حجۃ الاسلام اور مسلک اعلیٰ حضرت

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری

اسلام ایک زندہ اور آفاقی مذہب کے روپ میں جب سے اکناف عالم پر ضیا گستر ہے تب سے اب تک بلاؤں کے ہجوم میں گھرنا اور گھر کر مسکرانا اس کی فطرت ہے۔ جب جب اس کے آہنی دروازے پر آفات نے دستک دینا چاہا ہے کوئی مرد غیب پردۂ غیب سے نمودار ہوا ہے۔ اور اس نے اپنی انتھک جد وجہد، بے ریا خدمت اور پر خلوص محبت سے اسلام کا چہرہ بے غبار کر کے درخشاں وتاباں کر دیا ہے۔ خون شہ مظلوم کی یہ تاثیر ہے کہ ہر دور میں یزیدی فتنے جنم لیتے رہے اور ہر دور میں کوئی نہ کوئی غلام حسین بن کر اسلام کی ڈوبتی ڈگمگاتی کشتی کو ساحل نجات سے ہمکنار کرتا رہا۔ چودھویں صدی ہجری میں جس شخصیت نے انگریزوں کی شہ پر اٹھنے والی تحریک " تحریک وہابیت " کی یلغار سے اسلام کی حفاظت کی تھی، دنیا اس شخصیت کو امام احمد رضا محدث بریلوی کہتی ہے۔ اپنی عمر کے حساب سے کئی گنا زیادہ آپ نے خدمات انجام دیں۔ آپ کے جلوت وخلوت کی محنت ہائے شاقہ سے جتنا کچھ بھی ذخیرۂ خیرات وحسنات جمع ہوا بعد والوں نے اس کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر اسے مسلک اعلیٰ حضرت کا نام دیا اور اس کے فروغ وارتقا کی فکر میں جُٹ گئے۔ امام احمد رضا کے آفاقی کام کی صیانت واشاعت کوئی معمولی بات نہ تھی مگر آپ نے تعمیری شخصیت، تشکیل افراد اور جماعت سازی کا جو اہم کارنامہ انجام دیا تھا آپ کے بعد اس کی عظمت ورفعت کھل کر سامنے آئی۔ اس مضمون میں ہم آپ کے خلف اکبر حضور حجۃ الاسلام کی مسلکی خدمات کا سرسری جائزہ لینے کی کوشش کریں گے اور یہ دکھائیں گے کہ کس طرح امام احمد رضا کی وفات کے بعد بھی ان کی تحریک احیائے دین اور فروغ عشق رسالت کا مشن زندہ وتابندہ رہا اور الحمد للہ اب تک ہے۔

حضور حجۃ الاسلام اور مسلک اعلیٰ حضرت:

آپ امام احمد رضا کے پروردہ وتربیت یافتہ تھے اس لیے آپ کو ولولۂ دین اور جذبۂ فروغ مسلک ورثے میں ملا تھا، لہٰذا اعلیٰ حضرت کے بعد اعلیٰ حضرت کی تمام تر ذمہ داریاں آپ کے کاندھے پر آگئیں، اور تاریخ شاہد ہے کہ آپ کو امام احمد رضا کی نظر اور مکتب کی کرامت نے ایسا پختہ کار مجاہد بنادیا کہ آپ ہر کٹھن گھڑی سے نہ صرف یہ کہ مردانہ وار مسکراتے گذرے بلکہ جدھر سے گذرے نقوش راہ چھوڑتے گئے۔

جس شخصیت کو خدا نے گوناگوں اوصاف سے مزین کیا، علم وعمل کے جوہر قابل سے مرصع کیا، جس کا دن اگر قوم کی سوتی تقدیر جگانے میں گذرتا تو راتیں ذکر خدا و ذکر مصطفیٰ کرتے کرتے آنسو بہانے میں، جس کے دل میں درد ہو تو مسلک کی ترقی کا، سر میں سودا ہو تو ملت کی آبرومندی کا اور جگر میں سوز وگداز ہو تو اکابر واسلاف کی امانت کی حفاظت کا۔ یہ غیر ممکن ہے کہ نشیمن سے دھواں اُٹھے اور ایسی شخصیت ہاتھ پر ہاتھ دھرے خاموش بیٹھی رہے، اس لیے اس دور کی ضرورت اور تقاضے کے پیش نظر میمنہ، میسرہ اور قلب لشکر تک حضور حجۃ الاسلام ہمیں مضطرب نظر آتے ہیں۔ مسلک اہلسنت وجماعت کی ترویج واشاعت کی خاطر آپ نے برصغیر کے مختلف شہروں اور قصبوں کے دورے کئے۔ گستاخان رسول سے مناظرے کئے، سیاست دانوں کے دام فریب سے مسلمانوں کو نکالا شدھی تحریک کی پسپائی کے لیے جی توڑ کوشش کی اور ہر جہت سے باطل اور باطل پرستوں کو بے نقاب کیا۔ ان کا زور توڑا، اور جہاں بھی مسلک اعلیٰ حضرت کا جھنڈا لے کر گئے اور دلوں کی بنجر زمین پر گاڑ آئے۔ امام احمد رضا کی فکری، قلمی، علمی اور عملی سرمایہ کو نہ صرف یہ کہ حرف جاں بنائے رکھا بلکہ اس کا فیضان ہاتھ بڑھا بڑھا کر آپ نے تقسیم کیا۔ اور پورے ملک میں پھیلے مختلف النوع انتشار کے پیش نظر سب کو مسلک اعلیٰ حضرت کے ایک مضبوط متحدہ پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی سعی بلیغ فرمائی۔ اس صداقت سے منہ پھیرنے کی کوئی تاریخی گنجائش نہیں ہے کہ تمام مسالک کے ہجوم میں تنہا مسلک اعلیٰ حضرت ہے جو حقیقی اتحاد کا داعی ومبلغ ہے۔ یہ مسلک اسی اتحاد کی دعوت دیتا ہے۔ جو اتحاد قرآن کا مطلوب اور صاحب قرآن کا محبوب ہے۔ اس اتحاد کی ترویج واشاعت ہمارے اسلاف نے کی اور دعوت دی ہے اس لئے میں پورے انشراح صدر سے عرض کرتا ہوں کہ اپنے دور میں اعلیٰ حضرت تمام رہنماؤں کے بیچ اتحاد کے سب سے

بڑے علم بردار اور پاسدار تھے۔ دراصل حقیقی اتحاد وہی ہے جس کے جسم میں رضائے مصطفےٰ کی روح شامل ہو جائے۔ یہ یاد رہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کوئی دو چار چیزوں کے مجموعے کا نام نہیں ، بقول حضور شیخ الاسلام مدنی میاں صاحب قبلہ پورے مذہب اسلام کا نام مسلک اعلیٰ حضرت ہے۔ (مقدمہ تفسیر اشرفی)

اس مقام پر آیئے دور حاضر کے صرف ایک چبھتے ہوئے سوال کا مسلک اعلیٰ حضرت کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں۔ اور حضور حجۃ الاسلام کے افکار کی روشنی میں جواب تلاش کرتے ہیں۔ یہ دور حاضر کا بڑا مضبوط اور زبان زبان بولے جانے والا جو نعرہ ہے اور جو محلہ محلہ گشت کر رہا ہے۔ وہ ہے ''اتحاد'' ہر طرف یہ صدا گونج رہی ہے۔ اور اخبار ورسائل میں مضامین چھپ رہے ہیں اور یہ کہا جا رہا ہے کہ آج کا دور اختلاف کا دور نہیں ہے۔ سب سے مل جل کر رہنے، سب کو ساتھ لینے اور سب کا ساتھ دینے کا دور ہے۔ سارے کافر ایک ہو گئے اب سارے مسلمانوں کو بھی ایک ہو جانا چاہیے یہاں پر یہ واضح رہے کہ مسلمان آزاد نہیں ہے بلکہ شرعی اصول وضوابط کا پابند ہے۔ اور یہی پابندی اسے مسلمان بنائے رکھتی ہے۔ یہ قانون اتنا سخت ہے کہ معمولی سی بے احتیاطی سے برسوں کا مسلمان سکنڈوں میں کافر ہو جاتا ہے۔ اس لئے اتحاد کی تلاش میں بھی ہمیں انہیں ضابطوں کے چیزوں کو دیکھنا ہوگا۔ اور یہ خیال رکھنا ہوگا کہ ہمارے اتحاد سے ضابطے کے چہرے پر ادنیٰ سا بھی گرد ملال نہ آنے پائے ورنہ اسلام تو دنیا میں باقی رہے گا اسلام ہم میں باقی نہیں رہے گا۔ آج بلا تکلف لوگ اتحاد اتحاد کا وظیفہ پڑھ رہے ہیں۔ کاش یہ نکتہ ان کے نقش دل ودماغ ہو جائے کہ جس وقت وہ اتحاد کی دعوت دے رہے ہوتے ہیں قرآن کی کتنی آیت اور حدیث کی کتنی روایت صدمے سے دوچار ہو رہی ہوتی ہے۔ بہت ساری آیتوں میں دیکھئے صرف ایک یہ آیت ''یاایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم'' اے نبی کفار ومنافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے۔ اشداء علی الکفار مومن کی پہچان یہ ہے کہ وہ کفار پر سخت ہوتے ہیں۔ قرآن تو کہہ رہا ہے بدعقیدوں بدمذہبوں پر سختی کیجئے اور آج کے کلمہ پڑھنے والے کہہ رہے ہیں نرمی کیجئے۔ سوچئے یہ قرآن سے ٹکراتا نہیں ہے؟ اور قرآن سے تصادم کا انجام کتنا بھیانک ہوگا ، اتحاد کے ہر داعی کو اچھی طرح غور کر لینا چاہیے۔ اور نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ''اذا رأیتم صاحب بدعة فاکفھروافی وجیه فان الله لیبغض کل مبتدع'' کسی بدمذہب کو دیکھو تو اس کے سامنے ترشروئی سے پیش آؤ اس لیے کہ خدائے تعالیٰ ہر بدمذہب کو

دشمن رکھتا ہے۔(ابن عساکر) کسی بھی بدمذہب کو خندہ روئی سے دیکھنا بھی حضور نے منع فرمادیا ہے۔ جب دیکھنے پر یہ حکم ہے تو پھر ان سے ملنے، میل جول رکھنے اور دوستی و رشتہ داری کی اجازت کیسے ہوگی۔ اور حیرت میں ڈوب جانے کی جگہ ہے کہ جو لوگ اتحاد اتحاد کی رٹ لگائے پھرتے ہیں وہ خود نہ جانے کتنی قسموں کا اختلاف رکھتے ہیں۔ خاندانی اختلاف، حسب نسب کا اختلاف، رشتوں کا اختلاف، تجارتی، زراعتی، کاروباری اختلاف اور آگے بڑھیے تو مسلکی اختلاف، مشربی اختلاف، ملکی اختلاف، صوبائی اختلاف اور اب تو ضلعی اختلاف۔ آج کا انسان ان اختلافات میں سے کسی نہ کسی اختلاف میں ضرور پھنسا ہے۔ پھر وہ اتحاد کی دعوت دیتا پھر رہا ہے۔ کتنے تعجب کی بات ہے۔ حضور حجۃ الاسلام نے مسلمانوں میں دائرۂ اختلافات پر کیسی دل لگتی بات کہی، کیا عالمانہ داعیانہ اور منصفانہ گفتگو کی ہے۔ آپ رقم طراز ہیں: ”وہ اختلاف جو مسلمانوں کے شیرازہ کو درہم برہم کرتا ہے اور جس کی بنیاد تکبر و غرور اور نفسانیت و خود نمائی کی زمین میں رکھی گئی ہے اس کو دور کرنے کی کبھی کوشش نہیں گئی۔ مسلمانوں کے درمیان شریعت طاہرہ نے عقائد و اعمال کے تو امتیاز قائم کیا ہے۔ لیکن پیشہ اور حرفت و صنعت کو ذریعہ جدال نہیں بتایا۔ آج ایک مسلمان جو بدمذہب بے دین کافر تک کے لیے آغوش محبت وا رکھتا ہے اپنے حقیقی بھائی سے ملنے کے لیے تیار نہیں۔“ (خطبۂ صدارت حجۃ الاسلام)

اور یہ بھی ایک زمینی حقیقت ہے کہ خوش عقیدہ لوگ جب بھی بدعقیدوں کے بہکاوے میں آتے ہیں اور ان کی سی اتحادی بولی بولنے لگے ہیں جب بھی گھال میل ہوا ہے تو نقصان ہمیشہ خوش عقیدوں کا ہی ہوا ہے۔ اس کو اس طرح سمجھئے ننانوے عدد اچھا سیب ہو اور صرف ایک عدد خراب سیب تو سب کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ اس ایک کو ننانوے سے الگ کر دیا جائے ورنہ ایک سب کو خراب کر دے گا۔ اور ہوتا بھی یہی ہے کہ ننانوے مل کر ایک سڑے ہوئے کو اچھا نہیں کر پاتے۔ اور ایک سڑا ننانوے کو خراب کر دیتا ہے۔ یہ تو بات دل میں اتارنے کی ایک تمثیل ہے۔ عقیدہ و ایمان کا معاملہ تو اس سے نازک تر ہے۔ سڑے ہوئے سیب کے گھال میل سے دوسرے سیبوں کی جان جانے کا خطرہ ہے۔ اور بدعقیدہ لوگوں کے میل ملاپ سے خوش عقیدہ لوگوں کے ایمان جانے کا خطرہ ہے۔ اگر جان عزیز ہے تو ایمان اس سے کہیں زیادہ اعز۔ اور یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ وہ سنیوں سے کہتے ہیں کہ ہم سے مل جاؤ۔ وہ سنیوں سے بالکلیہ کیوں نہیں مل جاتے حضور حجۃ الاسلام اس رخ سے کس سبکدستی سے پردہ اُٹھاتے ہیں دوسرے فرقوں کے ساتھ اتحاد کی

نصرت اوراس کے نتائج پر یوں تبصرہ کرتے ہیں۔ ہمارے سنی حضرات کے دل میں جب کبھی اتحاد کی امنگیں پیدا ہوئیں تو انہیں اپنوں سے پہلے مخالف یاد آئے۔ جو رات دن اسلام کی بیخ کنی کے لیے بے چین ہیں۔ اور سنیوں کی جماعت پر ہر طرح کے حملے کر کے اپنی تعداد بڑھانے کے لیے مضطرب اور مجبور ہیں۔ ہمارے برادران کی اس روش نے اتحاد و اتفاق کی تحریک کو کبھی کامیاب نہ ہونے دیا کیونکہ وہ فرقے اگر اپنے دلوں میں اتنی گنجائش رکھتے کہ سنیوں سے مل کر رہ سکیں تو مسلمانوں کے خلاف ایک جماعت ایک نیا فرقہ کیوں بناتے وہ تو حقیقتاً مل نہیں سکتے اور صورتاً (بظاہر) مل بھی جائیں تو یہ ملنا کسی مطلب سے ہوتا ہے اور اس کا اتحاد جدال و فساد ہی نکلتا ہے یہ تو تازہ تجربہ ہے کہ خلافت کمیٹی کا سلیقہ ایک جماعت: جمعیۃ العلماء کے نام سے شامل ہوئی۔ اس جماعت نے خلافت کمیٹی کی تائید کو تو عنوان بنایا، عوام کے سامنے نمائش کے لیے تو یہ عقیدہ پیش کیا مگر کام اہل سنت کا رد اور ان کی بیخ کنی کا انجام دیا۔ اپنے مذہب کی ترویج اسی پردے میں خوب کی میرے پاس جناب مولوی احمد مختار صاحب صدر جمعیۃ العلماء صوبہ ممبئی کا ایک خط آیا ہے۔ جو انہوں نے مدراس کا دورہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے اس میں لکھتے ہیں کہ وہابی اس صوبے میں اس قومی روپیہ سے جو ترکوں کا دردناک حالات بیان کر کے وصول کیا گیا تھا اب تک دولاکھ تقویۃ الایمان چھپا کر مفت تقسیم کر چکے ہیں۔ اب بتائیے کہ ان جماعتوں کا ملانا زر دادن، دردسر خریدن ہوا یا نہیں۔ اپنے روپے سے اپنے ہی مذہب کا نقصان ہوا۔ (تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، ص ۴۹۱)

اسی لیے حضور حجۃ الاسلام غیروں سے اتحاد قائم کرنے کی بجائے اپنوں کو متحد و منظم کرنے کے آرزومند تھے۔ وہ غیروں سے اتحاد کا غلط نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے، اور دیکھ رہے تھے۔ اس لئے آپ نے سنیوں کے جذبات کو انگیخت کیا، اور انہیں ایک ایسی تنظیم بنانے پر ابھارا جو خالص سنیوں کی ہو۔ وہ چاہتے تھے کہ اس پار سے اس پار تک کے تمام سنی مسلمان ایک متحدہ محاذ قائم کریں اور اس پر جمع ہو کر ڈٹ جائیں۔ اور اس کے لیے وہ حتی المقدور صبح و مساء جانباز کوشش میں لگے رہتے تھے۔ دیکھئے ان کے خطبہ صدارت کا یہ زریں اقتباس جس کی سطر سطر سے اسلامی اخوت و یگانگت کا نور ابل رہا ہے۔

"ہمارے سنی جو بفضلہ تعالیٰ تعداد میں تمام فرقوں سے مجموعوں سے

قریب قریب آٹھ گنا زیادہ ہیں، نہ ان میں نظم ہے، نہ ارتباط نہ کبھی ان کی کوئی آل انڈیا کانفرنس قائم ہوئی، نہ اپنی شیرازہ بندی کا خیال آیا، انہیں اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی ہمت ہی نہیں۔ اگر کبھی اپنی درستگی کا خیال آیا تو اس سے پہلے اغیار پر نظر گئی اور سمجھا کہ وہ شامل نہ ہوئے تو ہم کچھ بھی نہ کر سکیں گے، باوجودیکہ اگر صرف یہی باہم متحد ہو جائیں۔ اور چھ کروڑ کی جماعت میں نظم قائم ہو تو انہیں ان کی کچھ حاجت ہی نہیں بلکہ اس وقت ان کی شوکت دوسرے فرقوں کو ان کی طرف مائل ہونے پر مجبور کرے گی۔

اور یہ اختلافات کی مصیبت سے بچ کر اپنے اتحاد و انتظام میں کامیاب ہو سکیں گے" (خطبہ صدارت، حضور حجۃ الاسلام)

جو لوگ سب سے اتحاد کی باتیں کرتے ہیں دراصل وہ سادہ لوح اور حقائق سے بے خبر ہیں، وہ نہیں جانتے کہ جن مولویوں کے وہ پیروکار ہیں، انہوں نے اپنی اپنی کتابوں میں کتنی خطرناک دلآزار باتیں لکھی ہیں۔ ڈاکٹر سر اقبال کے سامنے جب حضور حجۃ الاسلام نے یہ باتیں رکھیں تو وہ بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ:

"مولانا! یہ ایسی عبارت گستاخانہ ہیں کہ ان لوگوں پر آسمان کیوں نہیں ٹوٹ پڑا، ان پر تو آسمان ٹوٹ پڑنا چاہیے" (دعوت فکر، ۳۵)

اتحاد کی دعوت دینے والے اختلاف کی اہمیت سے یکسر نابلد ہیں۔ سدا اختلاف کیا ہے۔ اختلاف کی حقیقت کیا ہے اور اختلاف اگر اخلاص پر مبنی ہو تو اس طرح اس کے بطن سے اتحاد کا چشمہ پھوٹتے ہیں اس نقطہ نظر سے یکسر آنکھیں موند کر لوگ اختلاف کی کراہت بیان کرنے لگتے ہین، کسی شرعی مسئلے میں کوئی اختلاف کرے تو اس کے کتنے اچھے مفید اور دوررس نتائج نکلتے ہیں اس رخ پر بھی غور کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ اس لئے یہ تو ماننا ہی پڑے گا کہ ہر اختلاف برا نہیں ہے کچھ اختلاف تو ضروری بلکہ فرض کی منزل میں ہوتے ہیں۔ اس سے صرف نظر کرنا اپنے دین وایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔ اس تناظر میں ذیل کا واقعہ پڑھیے اور جھوم جائیے:

"مولانا عبدالباری فرنگی محلی پر ان کی کچھ سیاسی حرکات وتحریرات کی بنا پر سیدنا اعلیٰ حضرت نے ان پر فتویٰ صادر فرمایا، مولانا عبدالباری

صاحب نے نجدیوں کے ذریعہ حرمین شریفین کے قبہ جات گرانے اور بے حرمتی کرنے کے سلسلہ میں لکھنو میں ایک کانفرنس بلائی تھی، حضرت حجۃ الاسلام صاحب جماعت رضائے مصطفےٰ کی طرف سے چند مشہور علماء کے ہمراہ لکھنو تشریف لے گئے، وہاں مولانا عبدالباری صاحب اور ان کے متعلقین و مریدین نے زبردست استقبال کیا۔ اور جب مولانا عبدالباری نے۔ حجۃ الاسلام سے مصافحہ کرنا چاہا تو آپ نے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور فرمایا کہ جب تک میرے والد گرامی کا فتویٰ ہے اور جب تک آپ توبہ نہیں کرلینگے میں آپ سے نہیں مل سکتا، حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی علیہ الرحمہ کا لقب صورت الایمان تھا۔ انہوں نے حق کو حق سمجھ کر کھلے دل سے توبہ کرلی، اور یہ فرمایا لاج رہے یا نہ رہے میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے توبہ کررہا ہوں مجھ کو اسی کے دربار میں جانا ہے۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے جو کچھ لکھا ہے صحیح لکھا ہے۔" (تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، ص ۴۸۶)

اگر مولانا حامد رضا بہت بڑے عالم تھے تو مولانا عبدالباری بھی کم نہ تھے، ایک طرف مولانا حامد رضا خانصاحب کا حلقۂ ارادت و عقیدت بہت وسیع تھا تو دوسری طرف مولانا عبد الباری صاحب کا دائرہ اثر و رسوخ بھی قابل رشک و فخر تھا۔ خاندانی نسبت بھی ان دونوں کی نرالی اور بے مثال ہی تھی۔ مگر اس ایک واقعہ میں ہمیں تو دونوں کے قدم چوم لینے کا جی چاہ رہا ہے۔ مولانا حامد رضا کے اگر یہ نہیں دیکھا کہ مولانا عبدالباری کا علمی اور تعرفی قد بہت اونچا مضبو ہے ہم کیسے ان سے نہ مصافحہ کریں۔ تو مولانا عبدالباری صاحب نے بھی یہ نہیں دیکھا کہ مولانا کی شرعی گرفت اور میری معذرت پر علماء اور میرے مریدین و مستفدین مجھے کیا کہیں گے۔ کاش ماضی کی میری یہ گم گشتۂ روایت مجھے پھر مل جائے، پھر تو اہلسنت میں نہ کوئی اختلاف رہے گا اور نہ کوئی انتشار، ہر طرف محبت و مؤدت کی یاد بیاری چلے اور پوری ملت مشکبار ہو جائے، اگر مولانا حامد رضا نے استقامت علی الشریعت کا وہ مظاہرہ نہ کیا ہوتا اور اپنے مسلکی تصلب پر ڈٹ نہ گئے ہوتے اور مولانا عبدالباری نے قبول حق کے لیے اپنا دل وا نہ کیا ہوتا تو عند الشرع دونوں مجرم ٹھہرتے مگر مولانا حامد رضا نے بروقت تنبیہ فرما کر ضابطۂ شریعت کی لاج رکھ لی تو مولانا عبد الباری نے اصول اسلام کے سامنے جھک کر اسلام کا سر فخر سے اونچا کر دیا جو لوگ آج تحاد کرتے

نہیں تھکتے ان کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ مولانا حامد رضا نے ایک ایسے شخص سے جو شریعت کی زد میں تھا مصافحہ کرنا گوارہ نہیں کیا۔ تو وہ لوگ جن کے اکابر پر حرمین طیبین کے سرخیل علماء کے علاوہ تقریباً پوری دنیا کے ۲۶۸ علماء نے کفر وارتداد کا فتویٰ دیا ہے حسام الحرمین جس کا بین ثبوت ہے سے میل ملاپ کرنے سے میل ملاپ کرنے کی اجازت کیسے ہوگی۔ سوچئے یہ قوم سے اتحاد کے ساتھ شریعت سے اختلاف کی دعوت نہیں ہے۔ کسی بھی مسلمان کے لیے اصل چیز شریعت اور شریعت کی حفاظت ہے، وہ اتحاد کس کام کا جس سے اللہ اور اس کے رسول (جل جلالہ، وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ناراض ہو جائیں۔ مسلمانوں کے دل کی آواز تو یہ ہونی چاہیے کہ:

چھٹ جائے اگر دولت کونین تو کیا غم
یارب نہ چھٹے ہاتھ سے دامان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

□□□

حجۃ الاسلام کا تصلب فی الدین

مفتی محمد سلیم رضوی بریلوی
استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

حجۃ الاسلام حضرت مفتی حامد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی (وصال ۶۲ ۱۳ھ/ ۱۹۴۳ء) سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وہ عظیم شہزادہ ہیں کہ جن سے سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی نسل مبارک چل رہی ہے یہی وجہ ہے کہ سرکار اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا تھا۔

حامد منی انا من حامد
حمد سے حمد کماتے یہ ہیں

حضور حجۃ الاسلام تصلب فی الدین میں اپنے والد محترم امام اہلسنت کے آئینہ دار تھے، آپ نے ہر محاذ پر سرکار اعلیٰ حضرت کا دست راست بن کر اسلام وسنیت مخالف ہر طاقت کا بھر پور مقابلہ کیا، مجدد اعظم جب دوسری مرتبہ حرمین شریفین تشریف لے گئے تو وہاں بھی آپ سرکار اعلیٰ حضرت کے دینی وعلمی مشاغل میں برابر شریک رہے، ہندوستانی سطح پر وہابیہ ودیابنہ اور قادیانیت کے رد وابطال میں بھی آپ ہمہ وقت نبرد آزما رہے، فکر رضا کی تبلیغ وترسیل میں آپ ہر لمحہ کوشاں رہے، اللہ رب العزت نے آپ کو بے پناہ انتظامی صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں چنانچہ تحریک ترک موالات، تحریک ہجرت، تحریک خلافت اور تحریک تحفظ اماکن مقدسہ کے ہنگامی و جذباتی دور میں آپ امام اہلسنت کے شرعی موقف کی وضاحت وتشریح اور اس کی اشاعت کے سلسلہ میں اس طرح مصروف رہتے کہ آپ کو کھانے پینے تک کا ہوش نہ رہتا، جگہ جگہ موالاتی، خلافتی اور گاندھوی ٹولوں کا محاسبہ فرماتے اور ان کا سخت رد وابطال فرماتے ہوئے امت مسلمہ کو ان کے خوبصورت دام تزویر سے بچانے کے لیے کوشاں رہتے اس سلسلہ میں آپ نے بریلی میں ہونے والے جمعیت علماء ہند کے اس اجلاس میں کہ جس کا انعقاد مارچ ۱۹۲۱ء میں مسٹر ابوالکلام

آزاد کی صدارت میں ہوا تھا سرکار اعلیٰ حضرت کے نمائندے کے طور پر شرکت کر کے علمائے اہلسنت کا انتہائی بے باکی سے نہ صرف یہ کہ موقف بیان کیا بلکہ مسٹر ابوالکلام آزاد کا بھی سخت محاسبہ فرمایا۔ جس کی تفصیل برہان ملت مفتی محمد عبدالباقی برہان الحق رضوی جبل پوری (وصال ۱۹۸۴ء، تلمذ و خلیفہ امام احمد رضا) نے یوں بیان فرمائی۔

رجب شریف ۲۹ ۱۳ھ / مارچ ۱۹۲۱ء میں اجمیر شریف حاضری کے بعد بریلی حاضر ہوا آستانۂ رضویہ بریلی شریف پر چند مقتدر علمائے کرام کی مجلس شوریٰ ہو رہی تھی۔ مولانا سید سلیمان اشرف (صدر شعبہ علوم اسلامیہ، علی گڑھ مسلم یونیورسیٹی) صدر مجلس تھے سب سے سلام و مصافحہ کے بعد میں بھی بیٹھ گیا، معلوم ہوا کہ جمعیت علمائے ہند کے ابوالکلام آزاد کے زیر صدارت ایک کھلا اجلاس بریلی میں ہو رہا ہے جس میں وہ اتمام حجت کریں گے اس امر کا اظہار انہوں مختلف اشتہارات شائع کر کے کیا ہے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں ابوالکلام آزاد خلافتی لیڈروں سے کھلے اجلاس میں گفتگو کرنے کے لیے سرکار اعلیٰ حضرت کی طرف سے علمائے اہلسنت کا ایک وفد گیا اسی موقع پر جمعیت ہی کے اسٹیج سے ابوالکلام آزاد اور دیگر خلافتی لیڈروں کے سامنے عوام و خواص کے جم غفیر کی موجودگی میں حضور حجۃ الاسلام نے سرکار اعلیٰ حضرت اور علمائے اہلسنت کا جو موقف جرأت مندانہ انداز میں مسٹر ابوالکلام آزاد کو مخاطب کر کے بیان کیا وہ اس طرح ہے۔

"حرمین شریفین و مقامات مقدسہ و ممالک اسلامیہ کی حفاظت و خدمت ہمارے نزدیک ہر مسلمان پر بقدر وسعت و طاقت فرض ہے اس میں ہمیں ناخلاف ہے نہ تھا۔ تمام کفار و مشرکین و نصاریٰ و یہود و مرتدین وغیرہ ہم سے ترک موالات ہم ہمیشہ سے ضروری و فرض جانتے ہیں، آپ کی خلاف شرع حرکات میں سے کچھ کا بیان مولانا سید سلیمان اشرف کی تقریر میں آچکا ہے باقی کا ذکر جماعت رضائے مصطفیٰ کی طرف سے شائع کردہ اشتہار بعنوان "اتمام حجت تامہ" میں ہے وہ اشتہار آپ کو پہنچ چکا ہے" (روداد مناظرہ، ص ۲۸ مطبوعہ بریلی طبع دوم ۱۹۲۱)

حضور حجۃ الاسلام اور وفد علمائے اہلسنت کے اس بے باکانہ محاسبہ سے مسٹر ابوالکلام آزاد مبہوت ہو کر رہ گئے چنانچہ دانشوروں نے اس واقعہ کو "ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست" سے تعبیر کیا ہے۔

تحریک ترک موالات اور تحریک خلافت کے جذباتی طوفان میں اچھے اچھے علما کے بھی قدم شرعی لغزشوں سے محفوظ نہ رہ سکے چنانچہ اس سلسلہ میں سرکار اعلیٰ حضرت کے رفیق خاص حضر

مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے جو تحریک خلافت کے روح رواں اور مسٹر گاندھی کے دست راست تھے ان سے بھی کچھ ایسی شرعی لغزشیں واقع ہوئیں کہ جن کی بنیاد پر سرکار اعلیٰ حضرت نے ان کی شرعی گرفت فرمائی جس کے بعد اعلیٰ حضرت کی طویل مراسلت کے بعد انہوں نے توبہ نامہ شائع کیا اسی زمانہ کا ایک ایسا واقعہ مورخین نے بیان کیا ہے جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضور حجۃ الاسلام دینی وشرعی معاملات میں کس قدر تصلب رکھتے تھے۔

حرمین شریفین کی حفاظت وصیانت کے لیے ایک بڑا اجتماع لکھنؤ میں بلایا گیا۔ اس میں بریلی سے جماعت رضائے مصطفیٰ کا علما پر مشتمل وفد زیر قیادت حضور حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا قادری برکاتی بریلوی لکھنؤ پہنچا وفد کے حضرات یہ ہیں:

حضور حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا قادری برکاتی بریلوی، حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی، حضرت مولانا سید محمد میاں مارہروی، حضرت مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی اور حضرت مولانا حشمت علی خاں لکھنوی، ودیگر علما واراکین جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی شریف۔

مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے اپنے مالدار وروسا مریدین ومعتقدین کے ہمراہ حضرت حجۃ الاسلام کے شاندار استقبال کا اہتمام کیا۔ جب حجۃ الاسلام ٹرین سے اتر رہے تھے تو مولانا عبدالباری نے مصافحہ کی کوشش کی مگر آپ نے ہاتھ روک لیا اور مصافحہ نہ کیا بلکہ فرمایا:

"مصافحہ ہوگا مگر پہلے وہ مسئلہ شرعی طریقے سے طے ہوجانا چاہیے جس کی وجہ سے ہماری اور آپ کی علیحدگی ہوئی ہے۔ مسئلہ کے طے ہونے تک آپ کے یہاں قیام نہ کروں گا۔ میرے ایک دوست یہاں پر ہیں، ان کے ہاں میرا قیام ہوگا۔"

یہ واقعہ ایک عظیم استقبال کے موقع پر ہوا مولانا عبدالباری فرنگی محلی ناکام واپس آگئے ان کے لیے یہ صورت حال انتہائی ناگوار تھی۔ اس واقعہ کا پس منظر یہ تھا کہ تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے دور میں مولانا عبدالباری ہندو لیڈر گاندھی سے بہت متاثر ہوئے اسی دور میں ان سے کچھ ایسے کلمات وحرکات صادر ہوئے جو ایک مسلمان کی شان کے خلاف تھے۔

امام احمد رضا نے انہیں توجہ دلائی کہ آپ ان کلمات سے توبہ کریں دونوں حضرات کے درمیان مراسلت ہوئی ("الطاری الداری لھفوات عبد الباری" کے نام سے مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی نے اس مراسلت کو مرتب کردیا تھا۔ جس کی اشاعت ۱۹۲۰ء/۱۹۲۱ء ہی میں جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کی طرف سے ہوگئی تھی، مصباحی) مگر معاملہ طے نہ ہوسکا۔ اس بنا پر علمائے اہلسنت ان سے خوش نہ تھے۔

مولانا عبدالباری فرنگی محلی کی ناگواری دیکھ کر حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین

مرادآبادی، اور مولانا عبدالقدیر بدایونی ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ "مولانا! آپ کو ناگوار نہ ہو اس میں ناراضی کی کوئی بات نہیں چوں کہ امام احمد رضا کا شرعی فتویٰ آپ کے خلاف موجود ہے، اس لیے حضرت حجۃ الاسلام نے اس شرعی ذمہ داری کے بنا پر محض دین کی خاطر ایسا کیا ہے۔ اگر انہیں دنیا رکھنی منظور ہوتی تو لکھنؤ میں آپ کی وجاہت اور آپ کے ساتھیوں کی کثرت دیکھ کر ضرور آپ سے مصافحہ فرما لیتے مگر انہوں نے اس کی قطعاً کوئی پروانہ کی بلکہ شرعی فتویٰ کا احترام کیا اور حکم شرعی پر علانیہ عمل کر کے دکھایا ہے۔"

حضر صدر الافاضل کی اس تقریر پر تاثیر کا مولانا عبدالباری پر گہرا اثر ہوا انہوں نے اس سے متاثر ہو کر نہایت اخلاص سے توبہ نامہ تحریر فرما دیا۔

جب یہ "توبہ نامہ" حضرت حجۃ الاسلام حضرت مفتی اعظم اور ان کے رفقا کے پاس پہنچا تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی سب کی آنکھوں میں مسرت کے آنسو چھلکنے لگے ادھر مولانا عبدالباری نے فوراً کاروں کا اہتمام فرمایا اور حجۃ الاسلام، مفتی اعظم اور ان کے رفقا کو نہایت محبت واحترام کے ساتھ اپنے دارالعلوم میں لائے۔

اس موقع پر حضور حجۃ الاسلام اور مولانا عبدالباری کا آپس میں مصافحہ و معانقہ ہوا تو وہ منظر نہایت ہی پر کیف، ایمان افروز اور قابل دید تھا۔ حضور حجۃ الاسلام کی استقامت علی الشریعت، حضرت صدر الافاضل کی پر خلوص مساعی اور مولانا عبدالباری کی للّٰہیت نے مل کر ایک عجیب نورانی سماں باندھ دیا۔

اس طرح سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت کے مشاغل علمیہ میں ہاتھ بٹانے کے ساتھ آپ نے قادیانی تحریک، وہابی تحریک، دیوبندی تحریک، تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، تحریک ہجرت، تحریک مسجد شہید گنج، تحریک شدھی سنگٹھن جیسی مختلف مذہبی اور سیاسی تحریکوں کے طوفانوں کا مقابلہ کر کے اعلیٰ حضرت کے اس شعر کی بجا تفسیر بن گئے کہ۔

حامد منی انا من حامد
حمد سے ہمد کماتے یہ ہیں

☆☆☆

حضور حجۃ الاسلام کی

علالت ووصال پر چند تاریخی حوالے

مفتی ذوالفقار خاں نعیمی ککرالوی

شہزادۂ حضور اعلیٰ حضرت شیخ الانام حجۃ الاسلام حضرت شاہ حامد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہما شہر بریلی شریف کے محلہ سوداگران میں ماہ نور ربیع الاول ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء کو پیدا ہوئے۔ ''محمد'' نام اور ''حامد رضا'' عرف تجویز کیا گیا۔ والد گرامی کی آغوش محبت میں تربیت پائی اور انہیں کی بارگاہ علم میں رہ کر علوم وفنون کی جملہ منازل طے فرمائیں۔ اور عین عالم شباب میں آپ اسلامی دنیا میں ایک عظیم فقیہ، ایک نامور محدث، اور ایک فقید المثال مناظر اور ماہر مصنف کی حیثیت سے سامنے آئے۔ درسگاہ میں رہے تو مدرس، خانقاہ میں درویش کامل، میدان مناظرہ میں زبردست مناظر، اسٹیج پر بے مثال خطیب، میدان تصنیف وتالیف میں قابل قدر مصنف، مجالس میں عظیم دانشور تحریکات وتنظیمات میں رہبر ورہنما مسجد میں عبودیت کی زندہ تصویر، گھر میں محسن ومشفق، بیگانوں میں حیات نبوی کا مظہر، دشمنوں میں نبوی اخلاق کا پیکر، بے دینوں میں شمشیر برہنہ، الغرض گونا گوں اوصاف حمیدہ اللہ پاک نے آپ کے اندر ودیعت فرمائے تھے۔

آپ کے تذکرہ نگار حضرات نے خاطر خواہ آپ کے کارناموں کو اجاگر نہیں کیا یہی وجہ ہے کہ نئی نسل آپ کی دینی وملی خدمات سے صحیح طور پر متعارف نہ ہو پائی۔ یہ اوراق تعارفی تفصیل کے متحمل نہیں ان شاء اللہ کسی اور موقع پر احقر حضرت کے کارناموں کا تفصیلی بیان قلمبند کرے گا۔ یہاں بس اپنے عنوان کے مطابق حضور والا قدس سرہ کی علالت اور آپ کے وصال سے متعلق چند تلخ تاریخی خبریں اور واقعات کو سپرد قرطاس کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

یوں تو کسی انسان کا بیمار ہونا اس کا انتقال کر جانا کوئی بڑی بات نہیں ہے کیوں کہ

یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لئے

مگر جب کسی ایسی ذات کو بیماری لاحق ہو جس کی بیماری سے عالم بیمار ہو جائے، یا کوئی ایسی ذات دنیا سے انتقال کر جائے جس کی موت 'موت العالِم موت العالَم' کی مصداق ہو، تو یقیناً اس کی موت سے زمانہ کو افسوس ہوتا ہے اور لوگ اس کی موت کو ہی صحیح طور پر موت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ع

موت اس کی کہ کرے جس کا زمانہ افسوس

حضور حجۃ الاسلام کی حیات طیبہ کے مکمل ستر سال کا احاطہ بہت مشکل امر ہے۔ ہم یہاں آپ کی علالت وصال سے متعلق چند تلخیاں سپرد قرطاس کر رہے ہیں۔

حجۃ الاسلام کی علالت:

آپ اپنی حیات طیبہ میں کئی بار مہلک بیماریوں کی زد میں آئے۔ ذیابیطس جسے شوگر کہتے ہیں یہ بیماری آپ کو وصال سے قریب پندرہ سال قبل سے لاحق تھی۔ مزید اس پر سرطان یعنی کینسر کا ہو جانا آپ کے لئے اس کی کیا حیثیت تھی اسے تو آپ جانیں البتہ آپ کے چاہنے والوں کے لئے یہ کسی بڑی مصیبت سے کم نہ تھا۔ طرفہ تماشا یہ کہ آپ کو اس کی ذرہ بھر فکر نہ تھی کہ یہ مہلک مرض پھوڑے کی شکل میں پشت پر سوار ہے۔ احباء بے چین و مضطرب ہیں مگر آپ کے معمولات میں کسی طرح کی کوئی کمی نہیں آتی ہے۔ یادگار رضا کے مدیر محترم مفتی ابوالمعانی ابرار حسین صدیقی صاحب حضور حجۃ الاسلام قدس سرہ کے اس مہلک مرض سے متعلق آپ کی شان بے نیازی کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"رشد و ہدایت کا وہ چمکتا ہوا آفتاب جس کی نورانی کرنوں نے پھیل کر اسلامی دنیا کی فضا کو نور سے بھر دیا اور جس کی تنویر ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں کو چاک کر کے ایک عالم کو صراط مستقیم پر چلانے کے لئے خضر راہ ثابت ہوئی اور علم و عمل کا وہ لہراتا ہوا دریا جس کی فلک بوس موجوں نے ارض ہند پر بکھر کر علم و عمل کے دریا بہا دئے آج اس کی مبارک حیات غیر معمولی کشمکش میں ہے یعنی حضور حجۃ الاسلام محمد حامد رضا خاں صاحب مدظلہم الاقدس تقریباً ایک ماہ سے ایک خطرناک مرض میں مبتلا ہیں پشت پر ایک پھوڑا ہے جسے ڈاکٹر اپنی اصطلاح میں کاربنکل کہتے ہیں اور ہماری

بول چال میں اسے سرطان یا ڈھیٹ کہا جاتا ہے یوں تو صرف سرطان ہی کا ہونا ایک انسان کو ناقابل برداشت آلام ومصائب میں مبتلا کردینے کے لئے کافی ہے اور مزید براں یہ کہ حضرت اقدس مدظلہ العالی کی ذیابیطس کی پرانی شکایت ہے اور اس وقت بھی شکر آرہی ہے جس کی وجہ سے مرض نے بظاہر ایک خطرناک صورت اختیار کرلی ہے۔ عشرہ محرم کے بعد سرطان نے زور پکڑا مگر حضرت اقدس مدظلہ کی بے نیازی نے اور توکل وتحمل کے اس مجسمہ نے اپنی توجہات کو اطباء ظاہری کی طرف مبذول ہونے سے روکا"

[یادگار رضا، محرم الحرام، ۱۳۹۴ھ ص ۳]

تشخیص مرض:

مگر جب احباب نے اصرار کیا تو آپ احباب کی خوشی کے لئے علاج کے لئے تیار ہوگئے۔ اطباء نے مرض کی تشخیص کی اور اسے کینسر بتاتے ہوئے آپریشن کی تجویز رکھی، البتہ شوگر ہونے کے سبب آپریشن کے مشکل ہونے کی وجہ سے ڈاکٹروں نے اولا شوگر کا علاج شروع کیا۔ انجیکشن اور دوائیوں کے ذریعہ شوگر کو کنٹرول کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی مگر انجیکشن کام نہ آئے، البتہ دواؤں سے شوگر کچھ حد تک کنٹرول کرلی گئی لیکن بعد میں سرطان بڑھ گئی ازالہ نہ ہوا ڈاکٹروں نے آپریشن کیا لیکن پھوڑا پشت سے کوکھ کی طرف بڑھ گیا۔ آخر کو ڈاکٹر حضرات علاج میں کامیاب ہوگئے۔ مدیر موصوف لکھتے ہیں:

"مگر ہماری نظروں نے جب اس مرض کی اہمیت کا احساس کیا تو ہمارے اجزاء ذہن وفکر کے شیرازے کو ایک غیر معمولی تشویش نے منتشر کردیا۔ اس وقت ہماری مشکلات کے مشکل باب تھے ایک تو حضرت اقدس مدظلہ کا ایسے خطرناک مرض میں مبتلا ہونا اور دوسرے حضرت کا اس موقع پر شان بے نیازی اور انداز استغنا سے کام لینا اور معالجہ کی طرف توجہ نہ فرمانا بالآخر ہماری متحدہ کوششیں بار کار ثابت ہوئیں اور حضرت اقدس مدظلہ کو علاج ومعالجہ کے لئے مجبور ہونا پڑا جب مزاج عالی علاج کی طرف مائل ہوا تو اطباء کو تشخیص وتجویز کا موقع دیا گیا ڈاکٹروں سے مشورہ لیا گیا کافی غور وخوض کے بعد اطباء یونانی اور ڈاکٹروں کی یہی تشخیص ٹھہری کہ یہ پھوڑا کاربنکل ہے سرطاں ہے ڈھیٹ

ہے۔اس تشخیص کے بعد سب سے پہلے ڈاکٹر صاحبوں نے جس ضرورت کا احساس کیا وہ یہ تھی کہ ان تدابیر پر عمل کیا جائے جس سے شکر کا آنا بند ہو اس لئے کہ اس وقت قارورے میں شکر کا اوسط سولہ پرسینٹ تھا۔ چنانچہ فوراً عملی صورتیں اختیار کی گئیں دونوں وقت انسولین کے انجکشن ہونے لگے اور شکر کے روکنے والی مفید، مجرب اور شاطر دوائیں استعمال کرائی جانے لگیں انجکشن کچھ زیادہ مفید ثابت نہ ہوئے دواؤں نے اپنا اثر کیا شکر کچھ کم ہوگئی پھر بڑھ گئی ازالہ نہ ہوا قابل ڈاکٹروں نے آپریشن کیا مگر پھوڑا ایک سمت کو نہایت تیزی و سرعت سے کوکھ کی جانب بڑھنے لگا حالت نہایت خطرناک تھی بالآخر بہتر تدابیر علاج سے سکون ہو گیا۔ و لہ الحمد۔"

[مرجع سابق، ص ۴]

آپریشن کا عمل:

انسان کی فطرت ہے کہ مصیبت آنے کا اگر وقت سے پہلے پتہ چل جائے تو قلب بے چین ہو جاتا ہے دماغ فکر مند ہو جاتا ہے مگر حضرت کی ذات نے اس فطرت سے خود کو بے نیاز کر کے بتا دیا کہ اللہ والے ایسے حالات میں بھی مضمحل و بے چین نہیں ہوتے۔ انہیں ایسے کسی عارضہ کی فکر دامن گیر نہیں ہوتی جس کا تعلق خود ان کی ذات سے ہو۔ یہی وجہ رہی کہ آپریشن سے قبل کسی طرح کی کوئی نشہ آور دوا یا انجکشن نہیں لیا اور کسی طرح کی بے صبری و بے چینی کا مظاہرہ نہیں فرمایا بلکہ مکمل آپریشن ہونے تک بارگاہ رسالت میں ہدیہ درود پیش کرتے رہے جس کی برکت سے چہرے سے سکون زائل نہ ہوا، دل میں گھبراہٹ نہ ہوئی، دماغ میں زلزلہ فکر برپا نہ ہوا، صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا، زبان سے اف اور آہ کی آواز نہ نکلی، آنسو کا کوئی قطرہ بحر چشم سے الگ ہو کر ساحل عارض تک نہ آیا اور جسم میں کسی طرح کی بے چینی کی تحریک نہ پائی گئی۔ بلکہ حضرت مکمل سکون و اطمینان کا مجسمہ بنے آلات جرح کی آواز اور اس کے عمل قطع و برید سے بالکل بے فکر تھے۔ آپریشن کے وقت حضرت کی حالت و کیفیت پر ایمان افروز تبصرہ کرتے ہوئے مدیر موصوف لکھتے ہیں:

"ہر وہ انسان جس کی بشری احساسات میں خلل و نقصان پیدا نہ ہوا تکلیف و الم کے احساس کے لئے اسے فطرت مجبور کرتی ہے۔ یہ ناممکن ہے

کہ نوک خار بدن انسانی کو مجروح کرے اور جسم انسانی پر اس کی تکلیف کا کوئی اثر نہ ہو یہ کسی طرح کی قیاس میں نہیں آتا کہ تیز نشتر کے وار کئے جائیں اور انسان پر کرب و بے چینی کی کیفیت نہ طاری ہو۔ یہ ضرور ہے کہ بعض تکلیفیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کو انسانی طاقتیں برداشت کرسکتی ہیں لیکن تکلیف جب حد سے گزر جاتی ہے اور دائرہ اعتدال سے اس کا قدم نکلتا ہے تو انسانی طاقتیں مضمحل ہوجایا کرتی ہیں۔ اور اس وقت ایک انسان میں ضبط و تحمل کا یارا باقی نہیں رہتا یہی درجہ 'تکلیف مالا یطاق' کا ہے اور یہی منزل ہر تکلیف کے عروج وارتقا کی انتہائی منزل ہے۔ تکلیف کے اس درجہ میں قدم رکھ کر ایک انسان میں اضطراب وارتعاش کا نہ پیدا ہونا اس کا جادۂ استقلال سے نہ ہٹنا اس کا مرکز تحمل پر قائم رہنا اگر محال نہیں تو قریب بہ محال ضرور خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن حضور پرُنور حجۃ الاسلام مدظلہ نے آپریشن کے وقت ضبط و تحمل اور صبر واستقلال کی جو شان قائم فرمائی اس نے اس حقیقت کو ایک ناقابل انکار حقیقت بنادیا کہ خدا کے وہ برگزیدہ بندے جن میں روحانیت کا عنصر غالب ہوتا ہے جسمانی تکالیف کی بجلیاں ان کے خرمن تحمل پر ذرہ برابر اثر نہیں کرسکتیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس مقالہ میں حضرت اقدس کے ضبط و تحمل اور صبر واستقلال کا ایک مختصر سا خاکہ ضرور کھینچوں تاکہ حضرت اقدس کا یہ اسوہ ہر موقع پر ہر مبتلائے مصائب وآلام کے سامنے ضبط و تحمل اور صبر واستقلال کا درس پیش کرتا رہے۔ محرم کی بیس تاریخ تھی بدھ کا دن تھا صبح کے چھ بجے تھے اس خبر سے آج حضرت اقدس کے پھوڑے کا آپریشن ہونے والا ہے آستانہ عالیہ رضویہ پر مخلوق کا ایک غیر معمولی ہجوم تھا۔ ڈاکٹر آئے آپریشن کی تیاریاں ہوئیں ڈاکٹروں نے رحم کا لباس اتارا بے رحمی کا جامہ پہنا یہ وہ نازک وقت تھا کہ حضار کے قلوب میں خوف وہیبت اور بیم وہراس سے ایک غیر معمولی لرزش تھی اس لئے کی جس آپریشن کی تیاریاں ہو رہی تھیں یہ کوئی معمولی آپریشن نہ تھا۔ مگر حضرت اقدس مدظلہ پر اس آنے والی تکلیف سے جس کے تصور نے حضار کے دل ہلادئے تھے ذرہ برابر ہراس نہ

تھا۔ آپریشن کے وقت کسی مسکر یا نشہ آور دوا کا استعمال نہیں کیا گیا۔ آپریشن اور عمل جراحی کے لئے جب ڈاکٹروں کے ہاتھ پھوڑے پر پہنچے اس وقت حضرت اقدس پر ایک سکون طاری تھا۔ ڈاکٹروں نے پہلے پھوڑے کے ہر چہار طرف انجکشن کئے اور ان کے بعد عمل جراحی شروع ہوا۔ جو لوگ انجیکشن کی تلخیوں اور بدمزگیوں سے آشنا ہیں وہ اس سے اچھی طرح واقف ہیں کہ تندرست انسان کے صحیح وسالم حصۂ بدن پر انجکشن کا ہونا روحانی اذیت کا باعث ہوتا ہے مگر باوجود اس کے کہ پھوڑے میں متعدد انجکشن کئے گئے لیکن اس مجسمہ صبر و تحمل کی زبان سے ایک لفظ بھی ایسا نہ نکلا جو کرب و بے چینی یا اضطراب و تکلیف کی ایک ادنی سی ترجمانی کر سکتا۔ انجکشن کے بعد آپریشن کا آغاز ہوا شگاف کئے گئے گو یہ ضرور ہے کہ شگاف گہرے کئے گئے مگر شگاف کی تکلیف کوئی ایسی تکلیف نہیں ہوتی جس کی تاب نہ لاکر ایک انسان اپنے جامہ صبر و قرار کو تار تار کر دے، لیکن شگاف کے بعد جب پھوڑے کے اندرونی حصہ میں آپریشن کے آلات سے کام لیا گیا فاسد گوشت کی قطع و برید کی گئی اور پھوڑے کے ناقص اجزا کو تراش تراش کر باہر لایا گیا یہ تکلیف ایک ایسی تکلیف تھی جس کا تصور اس وقت بھی میرے دل و دماغ پر ایک پریشان کن اور وحشت افزا اثر کر رہا ہے۔ اور یہ وہ تکلیف تھی جس کا تحمل ایک جری سے جری انسان کی جرات و شجاعت بھی کسی طرح نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن حضرت اقدس کی روحانی طاقتوں نے اس شدید اور نا قابل برداشت تکلیف کا اس بے نیازی کے ساتھ تحمل کیا کہ جسم نازک پر ایک خفیف سا تحرک اور ایک ہلکی سی بھی لرزش نہ پیدا ہو سکی۔ زبان سے اف تک نکالنا کرب و بے چینی کا ظاہر کرنا اس کا تو مذکور ہی کیا۔ آپریشن کے وقت یہ حیرت خیز منظر قابل دید تھا کہ حضرت اقدس پر ایک سکون مطلق طاری تھا اور آپ اطمینان کے ساتھ محو استراحت تھے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ زخم پر نشتر عمل جراحت کر رہا تھا یا کسی پھول کی ایک نرم و نازک رگ تھی جو پھوڑے سے مس کر رہی تھی۔ دن رات کا مشاہدہ ہے کہ ایک معمولی سے آپریشن کے وقت مریض کے دست و پا کی گرفت کر لی جاتی ہے اور اسے

یا قابو کر دیا جاتا ہے مگر حضرت اقدس کے دست و پا کو ہاتھ لگانے کی کوئی شخص جرات نہ کر سکا۔ آپریشن کے آغاز سے آپ کے مبارک لبوں پر درود شریف کے پیارے پیارے الفاظ جاری ہوئے۔ اور اختتام تک آپ برابر درود شریف کا شغل فرماتے رہے۔" [مرجع سابق، ص ۴،۵]

آپریشن کی تکمیل:

آپریشن تو ہو گیا لیکن جس پھوڑے کا آپریشن ہونا تھا وہ پشت سے جانب کوکھ منتقل ہو گیا جس کے سبب آپریشن میں کافی دقت ہوئی۔ بالآخر ڈاکٹر آپریشن میں کامیاب ہوئے، مگر رب کو کچھ اور ہی منظور تھا آپریشن کے بعد زخم نے ناسور کی صورت اختیار کر لی اور پھر پندرہ دن تک روزانہ آلات جراحت سے قریب ایک گھنٹہ تک زخم کے فاسد مادے کے اخراج کی کوششیں جاری رہیں،۔ اور پھر جا کر زخم مندمل ہونے لگا اور حضرت کی حالت رو بہ صلاح نظر آنے لگی۔ البتہ شوگر کے مرض کا خاطر خواہ ازالہ نہ ہو سکا۔ مدیر موصوف لکھتے ہیں:

"آپریشن مفید ثابت ہوا، آپریشن سے قبل پھوڑا ایک سمت کو بڑھ رہا تھا مگر آپریشن کے بعد اس کا درد زیادہ ہو گیا۔ ہمارا یہ خیال تھا کہ آپریشن اگرچہ ناقابل برداشت روحانی و جسمانی تکلیف کا باعث ہوگا، مگر آئندہ کے لئے آلام و مصائب کا کلیۃً سدباب کر دے گا۔ لیکن ہمارا یہ خیال غلط ثابت ہوا اس لئے کہ آپریشن کے بعد تقریباً پندرہ یوم آلات جراحت نے زخم سے کم و بیش ایک ایک گھنٹہ روزانہ چھیڑ چھاڑ جاری رکھی۔ ہر دن طرح طرح سے زخم پر عمل جراحی کیا گیا اور زخم سے فاسد اجزاء کی قطع و برید کی گئی۔ یہ عمل ہر دن اپنے ساتھ آلام و مصائب کا ایک پہاڑ لے کر آتا تھا لیکن حضرت اقدس پر، اس جبل تحمل اور کوہ استقامت پر کبھی نام کو بھی سراسیمگی یا اضطراب نہیں پایا گیا آپ نے نہایت مسرت و احترام کے ساتھ ہر تکلیف کا خیر مقدم کیا۔

ممکن ہے کہ میرے اس جملہ پر بعض ظاہر بیں نگاہیں دندان اعتراض تیز کرنے کی جرات کریں اور یہ کہیں کہ تکلیف کے وقت آزردہ ہونا سراسیمہ ہونا مضطرو بیقرار ہونا انسانی فطرت کا مقتضا ہے کوئی انسان مسرت کے ساتھ ایک ادنی سی بھی تکلیف کے سامنے اپنے آپ کو پیش نہیں کیا کرتا۔ ایسے افراد کے جواب میں صرف اس قدر عرض کیا جانا کافی سمجھا جاتا ہے کہ ایسا کہنا نہ صرف بدیہات سے انکار کرنا ہے بلکہ مشاہدات و تجربات کو بھی ناقابل تسلیم ٹھہرانا ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ عشق و محبت خواہ حقیقی ہو یا مجازی جب انسان کے دل میں اس کا صادق جذبہ پیدا ہو جاتا ہے تو وہ وصل محبوب کی تمنا میں نہ صرف اپنے آپ کو ہر تکلیف ہی

میں ڈالنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے بلکہ وہ محبوب کی جانب سے ہر آنے والی تکلیف کا ایک غیر معمولی مسرت و انبساط کے ساتھ خیر مقدم کرتا ہے۔ آپ نے عشاق الٰہی کے افسانے سنے ہوں گے اور آپ نے اوراق تاریخ میں قیس عامری اور فرہاد کے واقعات دیکھے ہوں گے حضرت اقدس مدظلہ العالی کا ان 'ما لا یطاق' تکالیف میں مبتلا ہونا پھر ہر تکلیف کا مسرت کے ساتھ احترام کرنا بجز اس کے اور کوئی معنی نہیں رکھتا کہ آپ سمجھتے تھے کہ ہر آنے والی تکلیف کو اس محبوب حقیقی سے نسبت ہے جس کے وصل کی ایک ادنی سی تمنا پر جان عزیز سو بار قربان کر دینا ایک معمولی سی بات ہے۔ باوجود اس کے کہ حضرت پر شدائد و تکالیف کا ہجوم رہا اور اب بھی ہے مگر ان آلام و مصائب کے مقابلہ میں تسلیم و رضا کا یہ عالم ہے کہ جب آنے والے مزاجی کیفیت دریافت کرتے ہیں تو جواب میں بجز 'الحمد للہ رب العلمین' کوئی دوسرا لفظ نہیں کہا جاتا۔ اور نہ کسی تکلیف کو ظاہر فرمایا جاتا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کا افسانہ حق ہے اور ہر زبان پر جاری ہے مگر آج ہماری آنکھوں نے حضرت اقدس کی ذات میں صبر ایوبی کی جھلک دیکھ لی۔ مقربین بارگاہ خداوندی کے تسلیم و رضا کے افسانے ہم نے سنے تھے مگر آج ہماری آنکھوں نے اس مقدس ذات میں اس کا مشاہدہ کر لیا۔

مرض کی موجودہ حالت:

آپریشن ہونے سے پھوڑے نے ایک بڑے زخم کی شکل اختیار کر لی تھی زخم کو ناقص گوشت چھپائے ہوئے تھا مگر آپریشن کے بعد زخم پر جو سلسلہ عمل جراحی نما جاری رہا اور برابر قطع و برید اور تراش و خراش ہوتی رہی اس سے زخم نے اچھی صورت اختیار کر لی اور اب بفضلہ عزوجل زخم کی حالت دن بدن رو با صلاح نظر آ رہی ہے۔ اگر زخم میں کوئی جدید خرابی نہ پیدا ہوئی تو ان شاء اللہ تعالیٰ زخم کے اندمال کی جلد توقع کی جاتی ہے۔ مگر شکر کا سلسلہ اس وقت تک بند نہیں ہوا یہی ایک ایسی بات ہے جو اس مرض کے لئے خطرناک خیال کی جاتی ہے شکر کو روکنے کے لئے ہر امکانی تدبیر اختیار کی جا رہی ہے صحت کا اختیار اللہ عزوجل کو ہے۔"

[مرجع سابق، ۵،۶]

معالجین کی ہمدردی پر اظہار تشکر:

علاج کرنا آسان ہے لیکن علاج کی تشخیص از حد مشکل امر ہے حضرت کا علاج و آپریشن جناب ڈاکٹر علوی صاحب اسسٹنٹ سرجن بریلوی، اور ڈاکٹر نوشہ علی خاں صاحب بریلوی نے کیا۔ پہلے انہوں نے مرض کی تشخیص کی پھر اس کے بعد آپریشن کا مشورہ دیا، نیز علاج کے ساتھ

ساتھ اگر ادب، خلوص، اخلاق، ہمدردی اور محبت کا جذبہ بھی کارفرما ہو تو خطرناک سے خطرناک مرض معمولی صورت اختیار کر لیتا ہے، اور آخر کو اختتام کی منزل کو پہنچ جاتا ہے۔ یہاں بھی یہی صورت حال رہی اس مہلک مرض کی تشخیص کے بعد آپریشن تو ہونا ہی تھا مگر ان دونوں حضرات نے جس طرح اپنی ہمدردی اور محبتوں کا مظاہرہ فرمایا وہ یقیناً لائق صد ستائش تھا۔ اسی لئے مدیر موصوف ان کا شکریہ ادا کئے بغیر نہ رہ سکے۔ لکھتے ہیں۔

''گو بسلسلۂ علاج مشورے میں اطباء یونانی بھی شریک ہوئے مگر علاج کا زیادہ تعلق ماہرین طب انگریزی سے رہا۔ جناب ڈاکٹر علوی صاحب اسسٹنٹ سرجن بریلی، ڈاکٹر نوشہ علی خاں صاحب بریلوی کے ہاتھ پر علاج کی ابتدا ہوئی ان ہر دو اصحاب نے جس ہمدردی اور خلوص کے ساتھ علاج کیا۔ اس کا اعتراف نہ کرنا ایک شدید اخلاقی جرم ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ مرض کی صحیح تشخیص و تجویز ازالۂ مرض کا ایک زبردست موجب خیال کی جاتی ہے اور نازک سے نازک مریض کو مرض کے خطرناک گرداب سے نکال کر صحت و عافیت کے ساحل پر پہنچا دیتی ہے۔ مگر طبیب کا ہمدرد ہونا معالج کا خلوص و ایثار کے ساتھ علاج کرنا یہ وہ کمیاب اور گرانقدر نسخہ ہے کہ مریض کی تکالیف کے ازالہ کے لئے اکسیر اعظم کا حکم رکھتا ہے۔ ان ہر دو اصحاب کا اگر خلوص و ایثار نہ بھی ہوتا اور محض ان کی سرسری تشخیص و تجویز حضرت اقدس کے ازالۂ مرض کا سبب قرار پاتی اس وقت بھی ہمارے قلم اور ہماری زبان سے موٹے موٹے الفاظ میں ان کے لئے شکریہ کے الفاظ نکلتے لیکن اس صورت میں جب کہ ان ہر دو اصحاب کی ہمدردی خلوص اور ان کے ایثار کا تماشا ہماری آنکھوں نے دیکھ لیا اور ان کی ذہنی و دماغی کاوشوں کا ہم نے معائنہ کر لیا تو اس وقت نہ صرف ہماری زبان اور ہمارا قلم بلکہ ہمارے بدن کا ہر رونگٹا ان ہر دو اصحاب کے شکریہ میں رطب اللسان ہے۔

طب انگریزی کی ان دونوں مایہ ناز ہستیوں کا طریق علاج اس درجہ دلپذیر اور جاذب توجہ ہے کہ انہوں نے اس موقع اور اس مقام پر جہاں طب انگریزی پر ہمیشہ طب یونانی کو ترجیح دی جاتی ہے۔ طب انگریزی کے اصول کے ماتحت علاج کا وہ اسلوب اختیار کیا کہ طب انگریزی کی لاج رکھ لی۔ اور صحت کی جلد سے جلد توقع کی جانے لگی ہمارا ضمیر ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم ڈاکٹر نوشہ علی خاں صاحب کا پھر خصوصیت کے ساتھ شکریہ ادا کریں اس لئے کہ معالج خصوصی ہونے کے لحاظ سے آپ کا ایثار خلوص اور آپ کی ذہنی و دماغی کاوشیں بہت زیادہ قابل ستائش ہیں اور لائق تحسین ہیں۔'' [مرجع سابق، ص ۶، ۷]

حضرت کی علالت اور اسلامی دنیا میں بے چینی:

حضرت کی علالت کو لے کر صرف اہل خانہ ہی فکر مند نہ تھے بلکہ ان کے لئے پوری جماعت فکر مند، بے چین و مضطرب ہوگئی تھی۔ اور جماعت کا فکر مند ہونا بلا وجہ نہ تھا بلکہ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ حضرت اہل سنت کا قیمتی سرمایہ تھے۔ اور سرمایہ کے ضائع ہوجانے کے ڈر سے جماعت کا بے چین و مضطرب ہونا لازمی تھا۔ حضرت کی صحت کے لئے بہت سے مقامات پر خصوصی دعاؤں کا انتظام کیا گیا۔ اخبارات ورسائل میں دعا کی درخواستیں پیش کی جانے لگیں۔

مدیر موصوف لکھتے ہیں:

”حضرت اقدس مدظلہ کی علالت سے ملک کے عرض وطول میں بے چینی کی ایک زبردست لہر پیدا ہوگئی ہے۔ ملک کے اطراف وجوانب سے لوگ بے چین ہوکر آرہے ہیں۔ تار اور خطوط کی یہ کثرت ہے کہ جواب میں دشواری ہوتی ہے۔ ہندوستان کے اکثر وبیشتر مقامات پر حضرت اقدس کی صحت کے لئے دعائیں ہوئیں اور بہت سے مقامات میں دعا کا اب بھی التزام ہے۔ ہم ناظرین یادگار رضا کی خدمت میں بھی پرزور اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس وقت تک حضرت اقدس کی صحت کے لئے دعا کرتے رہیں جب تک حضرت اقدس کی صحت کاملہ کا مژدہ نہ سن لیں۔“ [مرجع سابق، ص ۷]

مسلمان اہل سنت سے دعائے صحت کی درخواست:

مدیر موصوف نے حضرت کی صحت کے لئے اہل سنت سے دعا کی اپیل پر مشتمل ایک مراسلہ الفقیہ روانہ فرمایا۔ جس میں حضرت کے مرض کی قدرے تفصیل اور علاج وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے اہل سنت سے دعاؤں کی درخواست پیش کی ہے، ملاحظہ فرمائیں الفقیہ میں درج مدیر موصوف کا مراسلہ۔

”حجۃ الاسلام حضور پرُنور مولانا مولوی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب زیب سجادہ عالیہ قدسیہ رضویہ دامت برکاتھم ہفتہ عشرہ سے سخت مریض ہیں۔ پشت میں ایک پھوڑا جسے ڈاکٹر کاربنکل سرطان تجویز کرتے ہیں۔ مرض نے خطرناک صورت اس لئے اور بھی اختیار کرلی ہے کہ حضرت صاحب مدظلہ کو ایک مدت سے ذیابیطس کی شکایت چلی آرہی ہے۔ آپریشن کیا گیا مگر آپریشن کے وقت کوئی مضر اور نشہ آور دوا نہیں سنگھائی گئی۔ حضرت

صاحب مدظلہ نہایت صبر وتحمل کے ساتھ مرض کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ تکالیف کی انتہا ہو چکی مگر ساتھ ہی ساتھ حضرت صاحب کا صبر وتحمل۔۔۔ لائق ہزار ستائش ہے۔ معالجہ میں بعونہ تعالیٰ۔۔۔۔۔ اسے اور ازالہ مرض ہر پنجگانہ نماز کے بعد عموماً اور جمعہ کی نماز کے بعد خصوصاً دعا کا التزام فرمایا۔ ائمہ مساجد کی خدمت میں خصوصیت کے ساتھ میری گزارش ہے کہ وہ بتاریخ ۳۰ر جون ۱۹۳۰ء بروز دوشنبہ بعد نماز جماعت کے ساتھ حضرت اقدس مدظلہ کی صحت وعافیت (کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ پاک حضرت اقدس کو صحت) تامہ عاجلہ کاملہ عطا فرمائے۔ آمین۔

مجھے اس امر کا بہت زیادہ افسوس ہے کہ ۲۳، ۲۴، ۲۵: صفر جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے عرس مبارک کا زمانہ ہے قریب ہے۔ اور یہ رضوی بارات کا دولھا ہے جس کے دم سے عرس کی ساری بہاریں ہیں، اس خطرناک مرض میں مبتلا ہے۔ ایسی حالت میں امید کرتا ہوں کہ برادران اہل سنت میری اس اپیل کو سماع قبول سے سنیں گے اور اس پر جلد از جلد عمل پیرا ہوں گے۔

آپ کا نیاز مند ابوالمعانی محمد ابرار حسن صدیقی مفتی جماعت رضائے مصطفی محلہ سوداگران بریلی۔ [۲۸ر جون ۱۹۳۰ء ص ۸]

مکلف:

مندرجہ بالا مراسلہ پر مدیر الفقیہ دعائیہ نوٹ لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہم بھی بہ درگاہ رب العزت دعا کرتے ہیں اور ناظرین الفقیہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ قبلہ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب کو جلد صحت عطا فرمائے۔ [مرجع سابق]

اجلاس انجمن خدام الصوفیہ مرادآباد میں حضرت کے لئے دعائے صحت:

۲۷ر جون ۱۹۳۰ جمعہ کے دن جناب محمد طاہر صاحب سوداگر وصدر انجمن ہذا محلہ تمباکو والا کے مکان پر انجمن خدام الصوفیہ کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں دو ریزولیوشن پاس کئے گئے۔ جس میں سے دوسرا ریزولیوشن حضرت حجۃ الاسلام کی دعائے صحت پر مشتمل تھا۔ ملاحظہ فرمائیں انجمن کے سیکریٹری محترم جناب شوکت حسین صاحب کی درج ذیل تحریر:

''حضرت عالی مرتبت حجۃ الاسلام مولانا مفتی شاہ حامد رضا خاں صاحب دامت برکاتھم کی صحت کے لئے شافی مطلق کے درگاہ میں یہ جلسہ دعا کرتا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ حضرت موصوف کو شفاء تام مرحمت فرمائے، کہ ان کی ذات سے دین کو تقویت ہے۔ اور عوام اہل سنت کی جانب سے حضرت کی صحت کے لئے مراد آباد کی تمام سنی مساجد میں دعاؤں کا اہتمام کیا گیا۔ چنانچہ بعد نماز جمعہ بالحاح وزاری بارگاہ الٰہی میں دعائیں کیں۔

[الفقیہ، ۲۷/جولائی ۱۹۳۰ء ص ۶، یادگار رضا، محرم ۱۳۴۹ھ ص 8

، السواد الاعظم، مراد آباد، صفر ۱۳۴۹ھ ص

۱۰، انوار الصوفیہ سیالکوٹ، جولائی ۱۹۳۰ء ص ۳۶]

اجلاس انجمن خدام الصوفیہ گجرات میں حضرت کے لئے دعائے صحت:

۱۱/جولائی ۱۹۳۰ء بروز جمعہ بعد نماز جمعہ مسجد حاجی پیر بخش مرحوم لاہوری میں جناب قبلہ سید حافظ پیر ولایت شاہ صاحب جماعتی کی صدارت میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ اس میں بھی حضرت کی دعا سے متعلق ریزولیشن پاس ہوا۔ انجمن خدام الصوفیہ گجرات کے سکریٹری منشی احمد الدین ٹھیکدار صاحب کی تحریر ملاحظہ فرمائیں۔

''یہ جلسہ حضرت قبلہ عالم، عالم باعمل فاضل اجل جناب مولانا مولوی حامد رضا خاں صاحب بریلوی کے لئے بارگاہ ایزدی سے مستدعی ہے کہ قادر مطلق اپنے فضل وکرم سے حضرت مولانا کو شفا کلی عطا فرمائے۔ اور ہم مسلمانوں پر تا قیامت آپ کا سایہ عاطفت قائم رکھے۔ آمین ثم آمین۔

خادم الفقراء منشی احمد الدین ٹھیکدار و سیکریٹری انجمن خدام الصوفیہ گجرات پنجاب،۔

[۷/اگست ۱۹۳۰ء ص ۱۰]

حضرت کی صحت کے لئے ہر جگہ دعائیں ہونے لگیں۔ اسی موقع پر جب کہ دعاؤں کا سلسلہ جاری تھا مولوی حبیب احمد صاحب مدنی تلہری نے حضرت کی صحت وشفایابی کے لئے ایک دعائیہ نظم لکھی۔ جو اکثر جلسوں میں پڑھی گئی، ہم یہاں اس نظم کو پیش کرتے ہیں، ملاحظہ ہو۔

دین کے پیشوا شاہِ حامد رضا　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
وارث مصطفی شاہ حامد رضا　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
نائب مرتضیٰ شاہ حامد رضا　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
قادری رہنما شاہ حامد رضا　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
جان احمد رضا شاہ حامد رضا　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
تیرے بندے یہ کرتے ہیں تجھ سے دعا　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
نیش سرطاں کا مٹ جائے نام اور پتا　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
آئے طیبہ سے ایسی نسیم شفا　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
بزم رضوی رہے تیرا روشن دیا　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
دشمنان نبی دیکھیں نیچا سدا　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
باغ سنت رہے یوں ہی پھولا پھلا　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
پار بیڑا ہو دریائے غم سے مرا　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
وہ مبارک گھڑی جلد سب کو دکھا　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
تیری رحمت سے ہم کو یہ ہے آسرا　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
گڑگڑا کر ترے آگے ہے التجا　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
صدقہ عیسیٰ نفس پیارے محبوب کا　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
بہر صدیق یار ور فیق حرا　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
پے فاروق و عثمان امام وریٰ　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
بہر مولا علی شاہ ملک ولا　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
پے خیر النسا سیدہ فاطمہ　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
بہر حسنین جان و دل مصطفی　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
پے غوث وراء محی دین ہدیٰ　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
نوری سرکار مارہرہ کا واسطہ　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
سنیوں آؤ مل کر کہیں بر ملا　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا

خیریت سے رہیں مصطفی رضا　　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا

شاہ اچھے میاں پیر کا واسطہ　　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا

ہے حبیب اپنی ہر لمحہ دل سے دعا　　اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا

دعاؤں کا اثر:

اہل سنت کی دعائیں رنگ لائیں اور اللہ پاک نے اپنے حبیب پاک کے طفیل حضرت کو کینسر کے مہلک مرض سے نجات عطا فرمادی۔ البتہ شوگر بدستور باقی رہی، لیکن اہل سنت کے لئے یہ کوئی معمولی بات نہ تھی کہ حضرت کو کینسر جیسے مہلک مرض سے نجات مل گئی تھی۔ مدیر موصوف حضرت کے اس مہلک مرض سے صحت یابی کی خوش کن خبر دیتے ہوئے یادگار رضا کے اداریہ میں لکھتے ہیں:

”پچھلی اشاعت میں حضور پر نور حضرت حجۃ الاسلام زیب سجادہ عالیہ قدسیہ رضویہ مدظلہ العالی کی علالت کے تفصیلی حالات میں بیان کر چکا ہوں۔ یہ بات میرے علم میں ہے کہ حضرت اقدس مدظلہ العالی کی وحشت اثر خبر نے مسلمانان اہل سنت کے دلوں میں بے چینی کی ایک زبردست لہر پیدا کر دی تھی۔ ایسی صورت میں میرا پہلا فرض ہے کہ میں آج خوش خبری مسلمانان اہل سنت کو سنا دوں کہ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے اس پیشوائے اسلام کو مسلمانان اہل سنت کے اس ماویٰ وملجا کو اس خطرناک مرض سے جو انسانی حیات کے لیے فنا کا ایک مستقل پیام سمجھا جاتا ہے نجات بخشی۔ گو یہ ضرور ہے کہ اس وقت تک کلیۃً ازالہ نہیں ہوا، بعض شکایات اس وقت بھی موجود ہیں۔ شکر کا سلسلہ اب بھی جاری ہے مگر الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ سرطاں کا وہ زخم جس نے حضرت اقدس کی حیات مبارک کے سامنے خطرات کے پہاڑ لاکر کھڑے کر دیے تھے وہ بالکل مندمل ہو گیا۔

مرض تو ایک بھی معمولی خطرے سے خالی نہیں ہوتا اور اس سے استغنا اور بے پروائی کبھی انسان کی ہلاکت کا باعث بن جاتی ہے۔ مگر حضرت اقدس کی موجودہ شکایات ایسی شکایات نہیں جو زیادہ فکر و تشویش کا باعث ہوسکیں۔ جس رحیم وکریم مالک وخالق نے ہم پر یہ عظیم فضل کیا ہے کہ حضرت کو ایسے موذی مرض سے صحت بخشی عافیت عطا فرمائی۔ وہ قادر و

حکیم (عزوجل) حضرت اقدس کی ان شکایات کا بھی جلد ازالہ فرمادے گا۔ اللہ تعالیٰ کا حضرت اقدس کو ایسے شدید مرض سے نجات بخشنا یہ اس کا اسلامی دنیا پر ایسا زبردست احسان ہے، جس کے ذمۂ شکر سے جملہ کائنات اسلام عہدہ برآ نہیں ہوسکتی۔ مگر ہمیں اپنی دعاؤں کو حضرت کی صحت وعافیت کے لیے اس وقت تک جاری رکھنا چاہیے جب تک ہمارے کان یہ نہ سُن لیں کہ حضرت اقدس مدظلہ العالی کو کوئی ایسی شکایت باقی نہیں رہی جس کا تعلق کسی جسمانی مرض سے ہو۔"

حضرت کی سابقہ معمولات کی بجا آوری:

حضرت اس مہلک وموذی مرض کے سبب حاضری مسجد سے معذور تھے۔ لیکن ایک ماہ کی طویل غیر حاضری کے بعد حضرت نے پھر سے مسجد میں آمدورفت شروع کردی۔ مدیر موصوف لکھتے ہیں:

"حضور پرنور حضرت حجۃ الاسلام زیب سجادہ عالیہ رضویہ مدظلہ کی علالت جس کا تفصیلی طور پر میں پچھلی اشاعت میں تذکرہ کر چکا ہوں۔ یہ علالت کوئی معمولی علالت نہ تھی، اس علالت نے حضرت اقدس کو نقل وحرکت سے بالکل مجبور کردیا تھا۔ حضرت اقدس تقریباً ایک ماہ مسجد میں تشریف نہ لاسکے۔ جب فضل ایزدی سے حضرت اقدس کی مزاجی حالت روبہ اصلاح ہوئی اور اتنی تاب وطاقت پیدا ہوئی کہ حضرت اقدس آرام کرسی پر مسجد میں تشریف لاسکیں تو حضرت اقدس نے دفعتاً مسجد کی حاضری کا قصد فرمایا۔ اور اب کوئی طاقت ایسی نہ تھی جو حضرت اقدس کو اس ارادے سے باز رکھتی"

حضرت کے کامیاب آپریشن پر احباب کی خوشی:

اور جس دن حضرت نے حاضری مسجد کا ارادہ فرمایا محبین ومعتقدین کی جانب سے ہدیہ تبریک کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اسی موقع پر جماعت رضائے مصطفی کے صدر حضرت منشی ہدایت یار خاں صاحب نوری نے حضرت کی صحت یابی پر منظوم ہدیہ تبریک پیش کیا،۔

ملاحظہ ہو یادگار رضا کا اداریہ:

"وہ دن جب کہ حضرت اقدس نے مسجد کی حاضری کا قصد فرمایا عقیدت مندانِ بارگاہِ حامدیہ کے لیے انتہائی مسرت وشادمانی کا دن تھا۔ فوراً مبارک باد کی تیاریاں ہوئیں عین اس وقت جب کہ عقیدت مندانِ بارگاہِ حامدیہ مبارک باد کی ڈالی نہایت تزک و احتشام کے ساتھ حضرت کی خدمت میں لاکر پیش کرنے والے تھے اس وقت حامیٔ سنت ماحیٔ بدعت جناب منشی ہدایت یار خاں صاحب نوری رضوی بریلوی صدر جماعت رضائے

مصطفی نے فی البدیہ یہ چند اشعار مبارک باد میں لکھے، جو ہدیۂ ناظرین ہیں۔

نوید دل و جان و ایماں مبارک	ہمیں شاہ حامد رضا خاں مبارک
ہے سایہ کناں ظل سبحاں مبارک	ترے سر پہ رحمت کا داماں مبارک
ابوبکر و فاروق و عثمان و حیدر	ہے سایہ فگن شاہِ جیلاں مبارک
یہ سب شاہِ برکات کی برکتیں ہیں	کہ گونج اُٹھیں شہروں کی گلیاں مبارک
تو اچھے کا اچھا ہے جب تو ہے اچھا	تجھے صحت جان و ایماں مبارک
یہ ہے فیض آلِ رسول احمدی کا	جبیں پر ہے نور درخشاں مبارک
رضا کی رضا جوئیاں کام آئیں	ہوا مسند آرائے دوراں مبارک
اعزہ ترے شاد و آباد خورم	ترے دشمنوں کو ہو زنداں مبارک
ہمیں مدعائے دلی مل گیا ہے	تمھیں فتح نوشہ علی خاں مبارک
ملے قیس کو غسلِ صحت کا صدقہ	مرے شاہ حامد رضا خاں مبارک

حضرت کی کلکتہ بغرض علاج روانگی:

حضرت کو کینسر سے نجات تو مل گئی تھی مگر جب تک اس مہلک مرض کے سبب اصلی سے چھٹکارا نہ ملتا تب تک اس مرض کے عود کرنے کا اندیشہ باقی تھا۔ لہٰذا احباب کے مشورہ سے آپ نے کلکتہ کے ماہرین ڈاکٹر سے علاج کرانے کا ارادہ فرمایا۔ اور بغرض علاج آپ سنہ ۱۹۳۰ء اگست کے مہینے میں کلکتہ پہنچ گئے۔ جہاں پر اہل عقیدت نے محبت بھرے ماحول میں آپ کا زبردست استقبال کیا۔ آپ کے آنے کی خوشی میں شہر میں بڑے پیمانے پر جلوس نکالے، چند دن آپ نے احباب کے یہاں قیام فرمایا بعدہٗ کارمیکل ہسپتال میں آپ بغرض علاج داخل ہو گئے، جہاں ۲۰ ردن سے زیادہ آپ زیر علاج رہے۔ ڈاکٹروں کے علاج سے آپ کی بیماری کے سبب اصلی میں کافی حد تک کمی واقع ہوئی۔ مدیر یادگار رضا محترم ابرار صدیقی صاحب سفر کلکتہ سے متعلق لکھتے ہیں:

> ''حضور پُر نور حضرت حجۃ الاسلام زیب سجادۂ عالیہ رضویہ دامت برکاتھم سرطاں کے جس مہلک مرض میں مبتلا تھے الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اس حکیم مطلق نے حضرت اقدس مدظلہ کو اس مرض سے نجات بخشی۔ مگر اصل وہ شکایت جو مرض کا اصل سبب تھی

باوجود ہر امکانی تدابیر کے اس کا ازالہ نہ ہوسکا۔ جس وجہ سے حضرت اقدس مدظلہ کا مستقبل خطرہ میں تھا۔ بالآخر حضرت اقدس مدظلہ کو اس جانب توجہ دلائی گئی کہ کلکتہ میں بعض ماہرین ڈاکٹر ایسے ہیں جن کے علاج سے اس مرض کے ازالہ کی توقع کی جاتی ہے۔ الحمدللہ کہ حضرت اقدس نے ہماری گزارشات پر کلکتہ کا قصد فرمایا۔

کلکتہ میں حضرت اقدس کا ورود ساکنان کلکتہ کے لئے ایک نعمت عظمیٰ تھا۔ اسٹیشن پر شاندار خیر مقدم ہوا بڑے بڑے جلوس نکالے گئے۔ اور کلکتہ میں چند روز قیام کے بعد کارمیکل ہاسپٹل کلکتہ میں حضرت اقدس کا بحمدہ عزوجل نہایت احترام کے ساتھ داخلہ ہوا۔ تقریباً بیس یوم سے ہاسپٹل میں قیام ہے۔ علاج نہایت سرگرمی کے ساتھ جاری ہے۔ ہر روز کی ڈاک سے پتہ چلتا ہے کہ اب اس اصلی شکایت میں بھی بفضلہ عزوجل کمی ہے۔ دعا کی ضرورت ہے کہ اللہ عزوجل حضرت اقدس کے ظل ہمایوں کو ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے۔ آمین۔

ہم جناب مولانا مولوی عبدالعزیز خاں صاحب کی ان خدمات کو جنہیں وہ حضرت اقدس کے زمانہ قیام کلکتہ میں مخلصانہ طور پر پیش فرما رہے ہیں نہایت احترام کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ اور ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔'' [یادگار رضا، ۱۳۴۹ھ ص ۴]

کلکتہ میں آپ نے دو مہینے گزار کر اپنے وطن عزیز بریلی شریف مراجعت فرمائی۔ آپ یکم نومبر ۱۹۳۰ء کو شام سات بجے پنجاب میل سے بریلی شریف اسٹیشن پر پہنچے۔ جہاں پر عقیدت مند حضرات پہلے ہی سے پھولوں کے ہار ہاتھ میں لئے منتظر آمد تھے۔ بھیڑ اس قدر تھی کہ اسٹیشن کے باہر تک جگہ باقی نہ تھی۔ لوگوں نے حضرت کی آمد پر بہترین استقبال کیا۔ گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے گئے اور پھر جلوس کی شکل میں نعت ومنقبت پڑھتے ہوئے یہ رضوی قافلہ آپ کے ساتھ آستانہ عالیہ تک آیا۔ بعدہٗ لوگوں کی چائے نوشی کا دور چلا۔

مدیر مذکور حضرت کی بریلی تشریف آوری سے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

حضرت حجۃ الاسلام زیب سجادہ عالیہ رضویہ مدظلہ کا بغرض علاج کلکتہ میں قیام تھا۔ اللہ برتر کا ہزار شکر ہے کہ اس نے حضرت اقدس مدظلہ العالی کو کلکتہ میں مسلسل دو ماہ کے علاج کے

بعد صحت تامہ کاملہ عطا فرمائی۔ اور دفعتاً یہ خبر موصول ہوئی کہ حضرت اقدس یکم نومبر کو بریلی مراجعت فرمائیں گے۔ یہ ایسی خوش خبری تھی جس سے مسلمانان بریلی کی مسرت وانبساط کی کوئی حد نہ رہی۔

یکم نومبر ۳۰ء کو پنجاب میل سے مسلمانان بریلی نے حضرت اقدس مدظلہ کے استقبال کا انتظام کیا۔

حضرت اقدس نے شب کو سات بجے کے بعد اسٹیشن جنکشن پر نزول اجلال فرمایا۔ مسلمانان بریلی کا ایک بہت بڑا جلوس حضرت اقدس کے خیر مقدم کے لئے اسٹیشن پر موجود تھا۔ حضرت اقدس کا مسلمانان بریلی نے نہایت شاندار استقبال کیا۔ ہاروں اور پھولوں کی کثرت تھی۔ مجمع اس قدر تھا کہ پلیٹ فارم سے اسٹیشن کے باہر تک جگہ باقی نہ تھی۔ ایک بڑے جلوس کے ساتھ نعت ومنقبت کے حلقہ میں آستانہ عالیہ تک (آپ کو) لایا گیا آستانہ عالیہ پر پہنچ کر حضار نے چائے نوشی کی۔" [جمادی الاخری ۱۳۴۹ھ ص ۵،۶]

جماعت مبارکہ کی طرف سے جلسہ تہنیت:

۱۰ر جمادی الاخری دن کے چار بجے جماعت رضائے مصطفی کے اراکین کی طرف سے ایک تہنیتی جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں حضرت محترم جناب ہدایت یار خاں صاحب قیس نوری صاحب کی جانب سے حضرت اقدس کی خدمت میں بتقریب صحت مزاج درج ذیل عقیدت ومحبت سے بھرا ہوا تہنیت نامہ پیش کیا گیا۔ بعدہٗ حاضرین کی بڑے ہی بہتر انداز میں شیرینی چائے نمکین اور پھلوں سے خاطر تواضع کی گئی۔ تہنیت نامہ ملاحظہ فرمائیں۔

تہنیت نامہ:

بخدمت حضور پُرنور شاہزادہ والا تبار حجۃ الاسلام شیخ الانام زیب سجادہ عالیہ قدسیہ رضویہ حضرت مولانا مولوی حاجی قاری مفتی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی۔

حضور والا! ہم اس سبوح وقدوس خدائے برتر کے اس احسان عظیم کے ذمہ شکر سے اپنی ساری امکانی کوششوں کے باوجود بھی کسی طرح عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ کہ آج اس نے ہمیں یہ دن دکھایا کہ ہم حضور والا کی صحت پر اپنے نہ رکنے والے جذبات مسرت وانبساط سے مغلوب ومتاثر ہو کر بصد نیاز اور بہ ہزار مسرت وانبساط حضور والا کے روبرو تہنیت نامہ اور مبارکباد کے پھولوں کا مہکتا ہوا گلدستہ پیش کر رہے ہیں۔

حضور والا! ان ایام کی یاد ہمیں اس وقت بھی لرزہ براندام کئے

دیتی ہے اور ہمارے قلوب میں ایک غیر معمولی لرزش واضطراب پیدا کر رہی ہے۔ جب کہ حضور والا سرطان جیسے شدید مرض میں مبتلا تھے۔ شیران طب آپریشنوں اور انجیکشنوں کی بھرمار کر رہے تھے۔ حضور والا تبار پر مالا یطاق مصائب وشدائد کا ہجوم تھا۔ مگر حضور والا کی روحانی طاقتیں بصد صبر وتحمل ان تکالیف کا مقابلہ کر رہی تھیں۔ اور ہمیں سب سے زیادہ بے چین کر دینے والی اور ہمارے اندر اضطراب وارتعاش کی ایک تازہ روح پھونک دینے والی جو بات تھی وہ یہ تھی کہ حضور والا کو بغرض علاج کلکتہ لے جانے پر مجبور کیا گیا۔ جب کہ اس جمال کی تنویریں کلکتہ کی فضاؤں کو منور کر رہی تھیں۔ اور جب کہ کلکتہ میں زندگی بسر کرنے والی خوش قسمت مخلوق اس جمال کی روح پرور تنویروں سے اکتساب نور کر رہی تھیں عین اس وقت بریلی کی فضا ایک تیرہ وتار چادر میں لپٹی ہوئی نظر آتی تھی۔ اس وقت ہمارا وہی حال تھا جو کہ ایک جانباز صادق کا اپنے محبوب سے بچھڑنے اور جدا ہو جانے پر ہو جایا کرتا ہے۔ اور اس وقت ہمارے دلوں میں اس آگ کی چنگاریاں شعلہ فشاں کر رہی تھیں جو آگ ایک حرماں نصیب اور مہجور وصال عاشق کے دل کو جلا جلا کر کباب بنا دیا کرتی ہے۔ حضور والا کی علالت پر یہ اضطراب اور یہ بے چینی کچھ ہم خدام ہی کی ذات تک محدود نہ تھی بلکہ اس کے پریشان کن اثرات ہندوستان کے گوشہ گوشہ اور چپے چپے پر سورج کی روشنی اور چاند کے نور کی طرح پھیل گئے تھے۔ اس لئے کہ اسلامی دنیا پر حضور والا نے جو احسانات فرمائے ہیں نہ صرف اسلامی دنیا کو ان کا اعتراف ہی ہے بلکہ کائنات اسلام نے کافی رشد وہدایت حاصل کرنے کے بعد حضور والا کو اپنا مرکز اور مستقر تسلیم کر لیا ہے۔ مزاج عالی کی صحت اور مرض کا ازالہ اللہ تعالیٰ کا اسلامی دنیا پر ایک ایسا زبردست احسان ہے جس کے شکریہ سے اسلامی دنیا کو عہدہ برآ ہونا دشوار ہے۔ آج اگر ایک جانب ہمارا ضمیر ہمیں اس پر مجبور کر رہا ہے کہ ہم حضور والا کی صحت پر اپنے رحیم وکریم مالک وخالق وتبارک وتعالیٰ کے حضور اس کے

اظہار تشکر و امتنان کے لئے اپنی جبین نیاز کو جھکا دیں، تو دوسری جانب ہمارے وہ دلی جذبات جن کے اجزا میں مسرت و انبساط کے اجزا روح بن کر تحلیل ہو گئے ہیں۔ ان کا اقتضا ہے کہ ہم صحت مزاج عالی پر حضور والا پر چاروں طرف سے مبارکباد کے تازہ بتازہ اور خلوص و عقیدت کی خوشبو میں مہکتے ہوئے پھولوں کی کثرت سے نچھاور کریں۔ لہٰذا ہم حضور والا کو مزاج عالی کی صحت پر مبارکباد دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ رب کریم حضور والا کے ظل ہمایوں کو اسلامی دنیا پر قائم رکھے۔ اور مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا فرمائے کہ وہ حضور والا کی ذات ستودہ صفات سے فیوض و برکات کا اکتساب کرتے رہیں۔"

[جمادی الاخری ۱۳۴۹ھ ص ۶، ۷، ۸]

حضرت کے دوبارہ علیل ہونے پر دعاؤں کی درخواست:

ہم سابقہ اوراق میں عرض کر چکے ہیں کہ حضرت کلیۃً شفایاب نہیں ہوئے تھے۔ بس کینسر جیسے مہلک مرض سے چھٹکارہ مل گیا تھا۔ مگر شوگر اور پھوڑے کا زخم ابھی تک باقی تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی جسمانی پریشانیاں لاحق تھیں۔ جس کی وجہ سے حضرت کا علاج بدستور جاری تھا۔ ساتھ ہی دعاؤں کا سلسلہ بھی۔ اس بات کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت کے اس آپریشن کے آٹھ سال بعد اخبار الفقیہ کے نام جناب محمد اسد صاحب بہیڑوی نے حضرت کی علالت کی خبر سے متعلق ایک مراسلہ ارسال کیا۔ جس میں اہل سنت سے حضرت کی صحت و عافیت کے لئے دعا کی درخواست پیش کی گئی ہے۔ مراسلہ ملاحظہ فرمائیں۔

"مخدوم و مکرم جناب ایڈیٹر صاحب الفقیہ دام ظلکم،

بعد سلام مسنون گزارش یہ ہے کہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا و مرشدنا مولوی قاری حاجی محمد حامد رضا خاں صاحب بریلوی بوجہ زخم داہنا عرصہ سے علیل ہیں۔ جملہ قارئین اخبار الفقیہ و جملہ اہل سنت سے التجا ہے کہ دعا فرمائیں۔ مولیٰ تعالیٰ جلد از جلد صحت کامل عطا فرمائے۔ اور تادیر ہمارے سروں پر ایسی بزرگ ہستیوں کا سایہ قائم رکھے آمین"

'(محمد اسد علی قادری رضوی قصبہ بہیڑی ضلع بریلی شریف) [الفقیہ، ۷ رنومبر ۱۹۳۸]

شہزادۂ حجۃ الاسلام کی جانب سے دعا کی درخواست:

حضرت آخر وقت تک مختلف امراض میں مبتلا رہے۔ بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ۱۳۴۹ سے

وصال کے سن ۱۳۶۲ تک حضرت کا دور موت وحیات کی کشمکش کا دور رہا ہے۔ حضور حجۃ الاسلام کے چھوٹے صاحبزادے حضرت حماد رضا خاں نعمانی نور اللہ مرقدہ اپنے والد گرامی کے وصال سے چند روز قبل والد گرامی کی صحت کے لئے اہل سنت سے دعا کی اپیل کرتے ہوئے الفقیہ کے نام اپنے ایک مراسلہ میں لکھتے ہیں:

"حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب بریلوی مدظلہ العالی بعد عرس اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے سخت علیل ہیں۔ علالت روز بروز خطرناک صورت اختیار کرتی جارہی ہے۔ ارباب آستانہ علاج ومعالجہ میں ہر ممکن ذرائع اختیار کررہے ہیں۔ مگر مرض پر اس وقت قابو نہیں بلکہ سخت صورت اختیار کرتا جارہا ہے۔ میں مسلمانان اہل سنت کو دعا کی طرف توجہ دلاتا ہوں اور اس امر کی اپیل کرتا ہوں کہ جملہ مسلمانان اہل سنت عموماً اور رضوی حضرات خصوصاً ہر نماز کے بعد حضرت اقدس کی صحت کے لئے سچے دل سے دعا فرمائیں۔

المعلن: حماد رضا خاں نعمانی فرزند حضرت حجۃ الاسلام آستانہ عالیہ رضویہ محلہ سوداگران بریلی۔ [۲۱، ۲۸ مئی ۱۹۴۳ء ص ۱۱]

سفر آخرت:

بیماری کے اس تسلسل نے آخر وقت تک حضرت کا ساتھ نہ چھوڑا۔ بالآخر بیماریوں کے سبب ۱۷ ر جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ ۲۳ مئی ۱۹۴۳ء بروز اتوار رات گیارہ بجے شب کو آپ نے جان جان آفرین کے سپرد فرمادی۔ آپ کی رحلت کی خبر وحشت اثر بڑی سرعت سے اسلامی دنیا میں پھیل گئی۔ اور اہل سنت اس حادثہ جانکاہ سے بے چین ومضطرب ہوگئے۔ اور پھر ہر چہار جانب سے محلہ سوداگران میں عقیدتمندوں کی آمد ورفت شروع ہوگئی۔ یہاں تک سوداگران میں قدم رکھنے کی جگہ باقی نہ رہی۔ اسی لئے دوسرے روز دوشنبہ مبارکہ کو بعد نماز مغرب اسلامیہ اسکول کے وسیع میدان میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ تقریباً پچیس ہزار لوگ نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ بعد ازاں جلوس کے ساتھ جنازہ کتب خانہ ہوتا ہوا دس بجے آستانہ عالیہ پہنچا اس کے بعد معتقدین ومحبین کو حضرت کے چہرہ پر انوار کی آخری زیارت قریب ڈھائی گھنٹہ تک کرائی جاتی رہی۔ اس کے بعد ساڑھے بارہ بجے حضرت کے والد گرامی حضور اعلیٰ حضرت کے احاطہ مزار کے دائیں جانب حضرت کی تدفین عمل میں آئی۔ تیسرے روز بدھ کے دن تیجہ کی فاتحہ

کا اہتمام کیا گیا۔ تیجہ میں لوگوں کا اس قدر اژدھام تھا کہ آستانہ عالیہ، مسجد خانقاہ اور جماعت رضائے مصطفی کا دفتر بھی ناکافی رہا۔ جس کے سبب شہر کی دیگر مساجد میں بھی قرآن خوانی وغیرہ کا اہتمام کیا گیا۔ اور اندازہ کے مطابق اوراد و وظائف سے قطع نظر قریب ایک ہزار قرآن پاک کے ختم ہوئے۔ وصال سے لے کر تیجہ تک کی اجمالی روداد بعنوان موتُ العالِم موتُ العالَم حضرت کے دونوں صاحبزادگان حضرت جیلانی میاں اور نعمانی میاں کی طرف سے بذریعہ خط الفقیہ میں بغرض اشاعت روانہ کی گئی ہم ذیل میں وہ روداد نقل کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔

موتُ العالِم موتُ العالَم:

''حضرت اقدس حجۃ الاسلام جناب مولانا مولوی حاجی قاری شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قبلہ صاحب سجادۂ عالیہ رضویہ قدس سرہ العزیز کی علالت ربیع الاول شریف ۱۳۶۰ھ کی تاریخوں سے شروع ہوئی اور اس کے باوجود علاج کی ہر ممکن صورت اختیار کی گئی۔ مگر مرض شدت کے ساتھ بڑھتا رہا اور علالت ترقی کی صورت اختیار کرتی گئی۔ بالآخر ۱۷؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳؍ مئی ۱۹۴۳ء بروز یکشنبہ شب کے گیارہ بجے وہ وقت آ گیا جب کہ عشاق الٰہی ہجر و فراق کی کشمکش سے نجات حاصل کر کے محبوب حقیقی کے بادۂ وصل سے سرشار ہو کر ابدی حقیقی حیات اور دائمی زندگی حاصل کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت نے عین اس حالت میں جب کہ نماز کے لئے ہاتھ بندھے ہوئے تھے وصال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، حضرت قدس سرہ العزیز کے وصال کی خبر ایک ساعت میں تمام شہر میں پھیل گئی۔ اور دوشنبہ کی صبح کو جب کہ آفتاب اپنی نورانی کرنیں کائنات ارضی پر ڈال رہا تھا بریلی کی فضاؤں پر غم والم کی بھیانک گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ اور بریلی کا گوشہ گوشہ اس عالم ربانی کے غم میں خون کے آنسو بہا رہا تھا۔ چونکہ سوداگران محلہ میں کوئی جگہ ایسی نہ تھی اس قدر کثیر مجمع کے ساتھ نماز جنازہ ہو سکتی اس لئے قریب کی سب سے بڑی مسجد مسجد نو محلہ کے قریب اسلامیہ ہائی اسکول کے عریض میدان میں لے جایا گیا۔ مسجد نو محلہ میں مغرب کی نماز ہوئی۔ اور نماز مغرب کے بعد اسلامیہ ہائی اسکول کے میدان میں نماز جنازہ پڑھی گئی۔ جس میں تقریباً پچیس ہزار مسلمان شریک تھے۔

جنازہ ایک بہت بڑے جلوس کے ساتھ کتب خانہ کے نیچے سے بازار سے گزرتا ہوا شب کو دس بجے محلہ سوداگران خانقاہ عالیہ رضویہ میں پہنچا۔ مقامی و بیرونی مسلمان اس شمع رضوی پر پروانوں کی طرح ٹوٹ رہے تھے اور زیارت کے لئے مچل رہے تھے اس لئے مزار اطہر میں اتارنے کے بعد زیارت کا موقع دیا گیا۔ اور زیارت کا سلسلہ تقریباً ڈھائی گھنٹہ رہا اور شب کو ساڑھے بارہ بجے جسم اطہر کو مواجہ اعلیٰ حضرت میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ تیسرے دن چہار شنبہ کو فاتحہ سوم ہوئی۔ جس میں بکثرت کلام پاک کا ختم ہوا۔ زائرین و متوسلین کا اس درجہ ہجوم تھا کہ آستانہ عالیہ رضویہ مسجد و خانقاہ شریف اور جماعت رضائے مصطفی کا دفتر ناکافی ثابت ہو رہا تھا۔ اسی تاریخ اور اسی وقت شہر کے دوسرے محلوں میں بھی فاتحہ سوم ہوئی۔ اور بکثرت کلام پاک کے ختم ہونے کی اطلاعات موصول ہو رہی ہیں۔ کہ اس وقت تک ایک ہزار تک ختم قرآن پاک کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس امام اہل سنت کے سایہ ہی ہمارے سروں سے اٹھ جانا یقیناً ایک زبردست روحانی تکلیف کا باعث ہے۔ لیکن ہم سب کو دعا کرنا چاہئے کہ مولیٰ تعالیٰ ہمیں صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ اور حضرت اقدس کے سلسلہ کو تاقیامت جاری رکھے۔ (آمین) حضرت اقدس کے عرس چہلم کی تیاریاں ابھی سے ہو رہی ہیں۔ اس مبارک عرس میں متوسلین اور ملک کے علماء و مشائخ کا زبردست اجتماع ہوگا۔ جس میں حضرت اقدس سے بیعت و ارادت کا تعلق رکھنے والے اصحاب خصوصاً حضرت اقدس کے خلفاء کی شرکت لازمی ہے۔ عرس چہلم کی تاریخ سے ان شاء اللہ تعالیٰ مطلع کیا جائے گا۔

خادمان: ابراہیم رضا جیلانی، حماد رضا نعمانی، آستانہ عالیہ رضویہ محلہ سوداگران بریلی۔

[۷، ۱۴ر جون ۱۹۴۳ء ص ۲، ۳]

مندرجہ بالا خط پر تاثراتی نوٹ کی شکل میں حضور حجۃ الاسلام کی رحلت موجب رنج و کلفت پر رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے اخبار الفقیہ کے مدیر محترم معراج الدین صاحب رقمطراز ہیں:

''ہم نے مندرجہ بالا خط کو جس رنج سے درج اخبار کیا ہے اور اس سے جس قدر صدمہ ہمارے دل کو ہوا ہے اس کا اظہار بذریعہ تحریر ناممکن

ہے۔ موت العالم موت العالم ایک سچا مقولہ ہے۔ ایسے علما کا دنیا سے اٹھ جانا در حقیقت دنیا کی موت ہے۔ اس پر فتن زمانے میں جب کہ فرقہ ہائے ضالہ دین اسلام کو خراب کرنے کے لئے بڑی جدو جہد سے کام لے رہے ہیں ایسے لوگوں کا ہم میں سے اٹھ جانا ایک ناقابل تلافی نقصان پہنچانے والا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے فرزندان کو ان کا صحیح جانشین بنا دے۔ اور ان کو توفیق دے کہ وہ ان کے نقش قدم پر چل کر اور حمایت دین متین میں سر گرم ثابت ہوں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم و مغفور کو اپنے جوار رحمت میں اعلیٰ مدارج عطا فرمائے۔ اور پسماندگان اور متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین)

ابوالریاض معراج الدین عفی عنہ۔ [۷، ۱۴ر جون ۱۹۴۳ء ص، ۳]

حضرت قدس سرہ کے وصال پر منظوم خراج:

حضرت کی رحلت پر نظام آباد دکن کے ایک شاعر محمد خواجہ معین الدین عارف صاحب نے درج ذیل کلام تحریر فرمایا اخبار الفقیہ میں شائع ہوا ہم یہاں اسے نقل کئے دیتے ہیں تاکہ قارئین محظوظ ہو سکیں۔

الوداع اے حجۃ الاسلام معراج کمال	الوداع اے حجۃ الاسلام سرتاج کمال
الوداع اے محسن اسلام و ایماں کے کمال	الوداع اے فخر دین احمدائے لازوال
الوداع اے عالم و علامہ اسلام و دین	الوداع اے رہبر اے شیر اسلام امین
دشمن دین نبی پر تو گرجتا شیر تھا	قطع اعدا پہ تیرا خامہ، شمشیر تھا
تو نے منہ توڑا تھا آکر دشمن توحید کا	بول بالا کر دیا اس گلشن توحید کا
ہستی انمول گوہر تھی تری تجدید کو	اور درخشاں کر دیا تھا شمع توحید کو
رافضی و قادیانی خارجی کے سر کٹے	تیرے سیف خامہ سے ظالم تھے جتنے مر مٹے
المسیح الکذب میں جو اعلیٰ حضرت نے کہا	کیسی ہے توصیف تیری کسے تیرا گل کھلا
لکھ کے تو الصارم الربانی واصد مرحبا	قادیانی کے دہن میں سخت پتھر رکھ دیا
حیف جب کہ اٹھ رہا تھا مشرقی غدار دیں	لی نہ تو اس کی خبر اور ہو گیا جنت نشیں
موت کیا تیری ہوئی یہ موت عالم کی ہوئی	یہ مصداق سخن موت العالم موت العالم بن گئی

دیوبندی اور وہابی خارجی ناشاد تھے	یہ لٹیرے دین کے یوں خانماں برباد تھے
جانشین اعلیٰ حضرت تھا یہاں نعم البدل	موت نے بے وقت کی ہم پر کیا کیسا عدل
تھانوی نانوتوی جکڑالوی حیران تھے	قادیانی اور وہابی بھی یہاں ویران تھے
لوٹنے آئے تھے دین ان سے ہوا سینہ سپر	گلشن توحید سے ان کو نکالا شیر نر
سیف خامہ سے اڑایا دشمنوں کی دھجیاں	چشمہ اسلام کو تو نے کیا بحر رواں
آگ برسائی تھی تو نے ہاں فریبی دام پر	حجۃ الاسلام ہے احساں ترا اسلام پر
کیا قیامت کی مصیبت ہے دلوں پر آج کل	حجۃ الاسلام ہے تیرا نہیں نعم البدل
خون کے سیلاب چشم نم سے بہتے ہیں مرے	واصل رحمت ہوئے اور چشم عالم کے پرے
یہ مصیبت قوم کی آنکھیں بھلا سکتی نہیں	حیف کہ تجھ سے ہمیں پھر سے ملا سکتی نہیں
موت نے بے وقت کی تجھ کو کیا ہم سے جدا	کیا کریں جز صبر ہم اور چشم سے گوہر بہا
ہے دعا شہزادے جو کہ ہوں مسند نشیں	ہوں ترے نعم البدل وہ اور رہیں حامی دیں
قوم کی ہے یہ دعا عارف ہوں وہ جنت نشیں	سایۂ احمد ملے ان کو ملے خلد بریں

(آمین)

[۲۱، ۲۸ رجولائی ۱۹۴۳ء ص ۹]

جلسہائے ایصال ثواب:

حضرت کی رحلت کی خبر وحشت اثر جہاں جہاں پہنچی لوگوں نے ایصال ثواب کا اہتمام شروع کردیا۔ ہر طرف حضرت کی روح پرفتوح کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی، فاتحہ خوانی اور اوراد و وظائف پڑھنے پڑھانے کا اہتمام ہونے لگا۔ اس سلسلے میں چند مقامات کی خبریں جو ہمیں دستیاب ہوئیں، ہم یہاں سپرد قرطاس کرتے ہیں۔

جلسہ ایصال ثواب دھوراجی:

دھوراجی میں مفتی عبدالعزیز خاں صاحب کی صدارت میں حضور حجۃ الاسلام قدس سرہ کی روح پرفتوح کے ایصال ثواب کی غرض سے جلسہ کا انعقاد کیا گیا۔ مدرسہ مسکینیہ کے اساتذہ طلبا، اراکین مدرسہ اور شہر کے دیگر افراد نے شرکت کی۔ ایک گھنٹہ تک قرآن خوانی ہوئی بعدہٗ حضرت قدس سرہ کے فضائل وکمالات بیان کئے گئے۔ آخر میں فاتحہ و دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

اخبار الفقیہ میں مدرسہ مسکینیہ کے مدرس مولانا احمد میاں صاحب کی طرف سے جلسہ مذکورہ

کی مختصر سی روداد شائع کی گئی ملاحظہ ہو:

''زیب مسند رضویہ سید العلماء قدوۃ الفضلاء حضرت حجۃ الاسلام مولانا مولوی حامد رضا خاں صاحب کی خبر ارتحال پر ملال سن کر دھوراجی میں زیر صدارت حضرت مولانا مولوی مفتی عبدالعزیز خاں صاحب جلسہ ایصال ثواب منجانب اراکین مدرسہ مسکینیہ میں منعقد کیا گیا۔ جلسہ مدرسہ مسکینیہ میں منعقد ہوا۔ جس میں تمام طلباء واراکین ومدرسین مدرسہ مسکینیہ واحباب اہل سنت نے شرکت کی۔ صبح ساڑھے دس بجے سے ساڑھے گیارہ بجے تک قرآن خوانی ہوئی۔ پھر راقم الحروف نے آں مرحوم کے فضائل بطور اختصار بیان کیے۔ پھر حضرت مولانا مولوی مفتی عبدالعزیز خاں صاحب نے فاتحہ ودعائے خیر فرمائی۔ تمام احباب اہل سنت کے دلوں پر اس خبر وحشت اثر نے نہایت رنج پیدا کیا۔ خداوند کریم آں مرحوم کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ کے قدم بقدم چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العلمین۔'' کمترین جہاں احمد میاں مدرس مسکینیہ دھوراجی''

[۷، ۱۴، جون ۱۹۴۳ء ص ۱۰]

شہر فیروز پور میں فاتحہ خوانی:

فیروز پور شہر میں انجمن خدام المسلمین فیروز پور شہر کے ناظم محترم ڈاکٹر حاجی غلام رسول صاحب کی صدارت میں فاتحہ خوانی کی مجلس کا انعقاد کیا گیا۔ قریب ۱۳۰ اراکین وممبران انجمن نے شرکت فرمائی۔ حضرت کے وصال پر اظہار رنج وغم کیا گیا۔ اور ایک قرآن پاک تین پارے زائد اور بارہ ہزار کلمہ شریف پڑھے گئے۔ بعدہٗ دعا کی گئی اور حضرت کے لئے ایصال ثواب کیا گیا۔ انجمن مذکور کے جنرل سیکریٹری جناب محمد عبداللہ خاں صاحب اس محفل فاتحہ خوانی سے متعلق لکھتے ہیں:

''واقعہ ۲۹، ۵، ۱۹۴۳ء کو بوقت شب ساڑھے دس بجے سے ۲ بجے تک زیر صدارت حضرت قبلہ ڈاکٹر حاجی غلام رسول صاحب سول سرجن فیروز پور شہر ناظم انجمن ہذا جلسہ فاتحہ خوانی منعقد رہا۔ جس میں تقریباً ۱۳۰ اراکین وممبران انجمن حاضر تھے ،اور چند اشخاص غیر ممبران بھی شامل تھے۔ حضرت قبلہ حجۃ الاسلام مولانا مولوی محمد حامد رضا خاں کے انتقال پر ملال کا اظہار افسوس کیا گیا۔ اور ایک قرآن پاک اور تین پارے زائد خواندہ کی طرف سے اور بارہ ہزار کلمہ شریف کا ناخواندہ کی جانب سے

مولانا مرحوم کی روح پُرفتوح کو ایصال ثواب کیا گیا۔ اور دعا کی گئی کہ خداوند کریم مولانا مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ جملہ مسلمانان اہل سنت والجماعت کو ان کا نعم البدل بخشے۔"

محمد عبداللہ خاں، سیکریٹری انجمن خدام المسلمین فیروز پور شہر

ڈیرہ غازی خاں پنجاب میں جلسہ ایصال ثواب:

حضرت قدس سرہ کی روح پر فتوح کے ایصال ثواب کی غرض سے ڈیرہ غازی خاں پنجاب کی جامع مسجد میں جلسہ منعقد کیا گیا۔ جس میں کثیر تعداد میں حفاظ حضرات نے شرکت فرمائیں۔ بہت سے ختم قرآن ہوئے۔ محترم مولانا غلام جہانیاں صاحب نے فاتحہ اور دعا کرائی۔ اس جلسہ کی روداد مختصر لفظوں میں جناب حافظ محمد حبیب اللہ صاحب یوں تحریر کرتے ہیں۔

"چراغ مسند رضویہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب کے فردوس نشین ہونے کی خبر پڑھ کر جامع مسجد شریف ڈیرہ غازی خاں میں جلسہ ایصال ثواب منعقد کیا گیا۔ حضرت مولانا غلام جہانیاں صاحب مدظلہ العالی نے فاتحہ ودعائے خیر فرمائی۔ حفاظ القرآن المجید کی کثیر جماعت شریک جلسہ تھی۔ بہت ختم قرآن موصول ہوئے۔ ایصال ثواب روح پر فتوح حضرت مرحوم کیا گیا۔ نیاز منداحقر حافظ محمد حبیب اللہ تاجر کتب ڈیرہ غازی خاں عفی عنہ۔"

[۲۸،۲۱ رجون ۱۹۴۳ء ص ۱۰]

خانقاہ رضویہ بریلی میں عرس چہلم:

۲۹ رجمادی الآخر ۱۳۶۲ھ مطابق ۴ رجولائی ۱۹۴۳ء بروز اتوار آستانہ عالیہ رضویہ میں حضرت قدس سرہ کا عرس چہلم بڑے ہی اہتمام سے منایا گیا۔ مشاہیر علما و مشائخ نے شرکت فرمائی۔ قرآن خوانی اور منقبت خوانی ہوئی۔ اور اس موقع پر علمائے کرام کی موجودگی میں حضور مفتی اعظم کو حضور اعلیٰ حضرت کا جانشین اور شہزادۂ اکبر حجۃ الاسلام حضرت علامہ ابراہیم رضا خاں صاحب کو حضرت حجۃ الاسلام کا جانشین قرار دیا گیا۔ مزید منظر اسلام کی سرپرستی حضور مفتی اعظم کو سونپ دی گئی۔ اخبار الفقیہ میں عرس چہلم کی مختصر درج ذیل روداد شائع کی گئی، ملاحظہ فرمائیں

"۴ رجولائی ۱۹۴۳ء مطابق ۲۹ رجمادی الآخر ۱۳۶۲ھ یوم یکشنبہ کو آفتاب شریعت وطریقت حجۃ الاسلام حضرت مولانا الحاج مولوی مفتی قاری شاہ حامد رضا خاں صاحب قادری رضوی علامۂ بریلوی قدس سرہ کا عرس چہلم شریف خانقاہ عالیہ رضویہ

بریلی محلہ سوداگران میں نہایت اہتمام واحترام سے عمل میں آیا۔ نامور علماء کرام ومشائخ عظام نے شرکت فرمائی۔ عرس چہلم کے اس شاندار اور مبارک اجتماع اور اپنی نمایاں خصوصیات سے واحد جلسہ میں قرآن خوانی ومنقبت خوانی کے ساتھ اعلیٰ حضرت قبلہ امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سجادہ نشین حضرت حضرت مفتی اعظم جناب مولانا مولوی شاہ محمد مصطفی رضا خاں صاحب قادری مدظلہم کو قرار دیا گیا۔ اور حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ کا سجادہ نشین آپ کے فرزند اکبر حضرت جناب مولانا ابراہیم رضا خاں صاحب قادری عرفی جیلانی میاں صاحب کو بنایا گیا۔ اور طے پایا کہ مدرسہ منظر الاسلام (جامعہ رضویہ) حضرت مفتی اعظم صاحب قبلہ کی سرپرستی میں رہے گا۔ مجھے ان مستحسن تجویزوں سے نہایت مسرت ہوئی، جن سے امید کی جاتی ہے کہ مستقبل تابناک وشاندار ثابت ہوگا۔ [الفقیہ: ۷، ۱۴، اگست، ص ۸، ۱۹۴۳ء]

دھوراجی ضلع کاٹھیاواڑ میں جلسۂ چہلم شریف:

مفتی عبدالعزیز خاں صاحب دھوراجی کاٹھیاواڑ کو بریلی شریف خانقاہ رضویہ سے چہلم شریف میں شرکت کی دعوت بذریعہ تار دی گئی۔ مگر وہ اور دیگر احباب بریلی پہنچنے سے قاصر رہے۔ اس لئے انہوں نے اپنے ہی شہر کی مسجد ناگاہ شاہ میں ۳۰؍ جمادی الاخری ۱۳۶۲ھ مطابق ۴؍ جولائی ۱۹۴۳ء اتوار صبح نو بجے چہلم شریف کے جلسہ کا اہتمام کیا۔ جس میں مدرسہ مسکینیہ کے اساتذہ، اراکین اور طلبا کے ساتھ شہر کی اکثریت نے شرکت کی۔ مدرسہ مسکینیہ کے صدر مدرس مفتی عبدالعزیز خاں صاحب نے حضور حجۃ الاسلام کے فضائل وکمالات پر مشتمل خطاب فرمایا۔ بعدہٗ فاتحہ خوانی ہوئی اور حضرت کی روح پرفتوح کے لئے ایصال ثواب کیا گیا۔ شیرینی تقسیم کی گئی مدرسہ کے طلبا اور شہر کے فقرا کو کھانا کھلایا گیا۔ اس سارے اہتمام میں تمام احباب اہل سنت نے حصہ لیا۔ اس اجلاس کی مختصر کیفیت کو مولانا احمد میاں مدرس مدرسہ مسکینیہ نے درج ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

"بریلی شریف سے حضرت شاہ حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چہلم شریف کی اطلاح بنام حضرت مولانا مفتی عبدالعزیز خاں صاحب آئی۔ جس میں تمام احباب اہل سنت کو دعوت شرکت دی گئی تھی۔ چوں کہ یہاں سے تمام احباب کی شرکت وحاضری بریلی شریف دشوار تھی۔ لہٰذا بمشورۂ احباب اہل سنت جلسۂ چہلم شریف دھوراجی میں منعقد کیا گیا۔ تاکہ غرض ایصال ثواب حاصل ہوجائے اور آنجناب والا کی روح پرفتوح سے استفاضہ بھی ہوجائے۔

بتاریخ ۳۰/ ماہ جمادی الاخری ۱۳۶۲ھ مطابق ۴/ جولائی ۱۹۴۳ء بروز یکشنبہ بوقت صبح نو بجے سے جلسہ، چہلم شریف رکھا گیا۔ جلسہ میں شہر کے اکثر لوگوں نے شرکت کی۔ مسجد ناگاہ شاہ آدمیوں سے پر ہوگئی، مدرسہ مسکینیہ کے طلباء و مدرسین وارا کین واحباب اہل سنت نے اس جلسہ کو کامیاب کرنے کے لئے خصوصی حصہ لیا۔ آخر میں حضرت مولانا مولوی مفتی صدر المدرسین عبد العزیز خاں صاحب نے نہایت جامع تقریر فرمائی۔ جس میں اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت مولانا شاہ حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل و کمالات مع تردید فرقہائے باطلہ نہایت دلچسپ انداز میں بیان فرمائے۔ جس سے مجمع نہایت محظوظ ہو۔ بعدہ فاتحہ خوانی ہوئی اور تمام حضار مجلس کو شیرینی تقسیم کی گئی۔ اس کے بعد طعام فقراء مساکین و طلباء مدرسہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ تقریباً ایک سو آدمیوں کا کھانا تیار کیا گیا تھا۔ اس جلسہ و اطعام کے اخراجات میں تمام احباب اہل سنت نے شرکت فرمائی۔ مولانا عزوجل اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبول فرمائے۔ اور حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین یارب العلمین۔" فقیر حقیر احمد میاں غفرلہ ولابویہ ولاحبابہ الرحمان مدرس مدرسہ مسکینیہ دھوراجی کاٹھیاواڑ۔

[۲۱، ۲۸/ جولائی ۱۹۴۳ء ص ۱۱]

مہر و جیپور کھاریاں گجرات میں ایصال ثواب کا اہتمام:

انجمن ارشاد الاسلام چوہدو باڑی دلہاڑی تحصیل کھاریاں ضلع گجرات کے زیر اہتمام، ۱، ۲، شعبان المعظم ۱۳۶۲ھ مطابق ۳، ۴/ اگست ۱۹۴۳ء منگل کے دن میں مولوی فضل الدین صاحب و میاں رحم علی صاحب کی صدارت میں جلسہ ایصال ثواب منعقد کیا گیا۔ جس میں حضرت قدس سرہ کے حالات حیات بیان کئے گئے۔ قرآن خوانی ہوئی قل شریف پڑھا گیا۔ اور حضرت کی روح پر فتوح کے لئے ایصال ثواب کیا گیا۔ انجمن مذکور کے سیکریٹری محترم میاں غلام رسول صاحب لکھتے ہیں۔

"بتاریخ ۱، ۲، شعبان المعظم ۱۳۶۲ھ مطابق ۳، ۴/ اگست ۱۹۴۳ء بروز منگل بدھ مقام چوہدو باڑی دلہاڑی تحصیل کھاریاں ضلع گجرات میں زیر صدارت مولوی فضل الدین صاحب و میاں رحم علی صاحب حضرت حجۃ الاسلام مقتدائے انام مولانا الحاج قاری شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک

زیر اہتمام انجمن ارشاد الاسلام نہایت تزک و احتشام سے منعقد کئے گئے۔ حضرات علماء کرام نے سیرت سیدنا رسول عربی صحابہ کرام شہدائے کربلا سیرت غوثیہ فضائل عرس اور قبلہ حجۃ الاسلام کی زندگی کے پاکیزہ حالات بزرگان دین سلف صالحین کی تعلیمات کرامات اور ارشادات سے حاضرین کے قلوب کو منور فرمایا۔ اور نعت خوانوں نے نعت خوانی کرتے ہوئے مجمع کو متاثر کر کے صحیح العقیدہ اہل سنت والجماعت میں ہی شامل رہنے کی ہدایت کی۔ دیگر غیر مذاہب کی تردید بھی کی گئی۔ ختم قرآن مجید اور قل شریف پڑھ کر حضرت قبلہ حجۃ الاسلام اور دیگر بزرگوں کی روح پر فتوح کو ایصال ثواب کیا گیا۔ جلسہ ہر دو روز تقریروں اور مجمع کے لحاظ سے نہایت شاندار طریق پر بعد دعائے خیر اختتام پذیر ہوتا رہا"

المشتہر میاں غلام رسول سکریٹری انجمن ارشاد الاسلام بٹی دلہاڑی بیگہ مہر و چپور تحصیل کھاریاں ضلع گجرات۔ [۷، ۱۴ر ستمبر ۱۹۴۳ء ص ۱۱]

پہلا عرس حامدی بمقام بریلی:

ٹھیک ایک سال کے بعد وصال کی تاریخ میں بریلی شریف میں آپ کے عرس پاک کا اہتمام کیا گیا۔ حضرت قدس سرہ کے شہزادۂ اکبر حضرت مفسر اعظم جیلانی میاں کی جانب سے عرس حامدی کی اطلاع پر مشتمل درج ذیل تحریر اخبار الفقیہ میں شائع کی گئی۔ ملاحظہ فرمائیں۔

"امام الاولیاء تاج الاتقیاء آفتاب شریعت و طریقت رئیس العارفین سراج الکاملین شیخ المحدثین راس المفسرین فقیہ اعظم قبلہ عالم شیخ الانام حجۃ الاسلام حضور پُرنور حضرت مولانا مولوی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قبلہ قدس اللہ سرہ العزیز کا عرس سراپا قدس، ۱۶، ۱۷، جمادی الاولی ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۰ ر مئی ۱۹۴۴ء بروز چہار شنبہ، پنجشنبہ فیض بخش عام ہوگا۔"

فقیر محمد ابراہیم رضا قادری رضوی حامدی

گدا آستانہ و خادم سجادہ محلہ سوداگران بریلی۔

[۷، ۱۴ر مئی ۱۹۴۴ء ص ۱۱]

عرس اعلیٰ حضرت میں حجۃ الاسلام قدس سرہ کے قل شریف کا اہتمام:

حجۃ الاسلام کے وصال کے ڈیڑھ سال بعد عرس اعلیٰ حضرت کے موقع پر حضرت کے قل شریف کا بھی اہتمام کیا گیا۔ اخبار الفقیہ کی درج ذیل خبر ملاحظہ ہو۔

"۲۵ رصفر ۱۳۶۴ھ ۹ رفروری ۱۹۴۵ء جمعہ صبح خاص دن بعد نماز صبح تلاوت قرآن کریم اور اہتمام غسل شریف بھی اس وقت گیارہ بجے دن کے ہوا۔ ساڑھے نو بجے سے جلسہ شروع ہوا۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد نعت شریف بعد ازاں مولوی صدیق اکبر شاہ اور پھر مولوی غلام محی الدین مراد آبادی اور اس کے بعد مولوی غلام قادر صاحب اور سرطس رفتار خاں اور ایم ٹی احمد مالاباری مولوی عبد الحمید صاحب انونوی عبد الحق صاحب کاٹھیاواری مولوی اجمل شاہ صاحب سنبھلی کی تقاریر ہوئیں۔ ڈھائی بجے سے منقبت ہائے کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور ٹھیک ۳ ربج کر ۳۸ منٹ پر قل شریف اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ ہو کر نماز جمعہ پڑھی گئی۔ شام بعد نماز مغرب حلقہ ذکر شریف بعد عشا تلاوت قرآن پاک نعت شریف پھر تقریر مولوی صدیق اللہ شاہ صاحب اور شب کو ۱۰ بج کر ۴۵ منٹ پر حضرت حجۃ الاسلام قدس اللہ سرہ العزیز کا قل شریف ہوا۔ [الفقیہ: ۷، ۱۴ ر مارچ ۱۹۴۵ء ص ۷]

عرس سے متعلق حجۃ الاسلام کی وصیت:

حضور حجۃ الاسلام نے اپنے عرس پاک سے متعلق یہ وصیت فرمائی تھی کہ میرا عرس علاحدہ نہ کیا جائے بلکہ عرس اعلیٰ حضرت کے موقع پر ہی کیا جائے۔ اس لئے عرس اعلیٰ حضرت کے عرس میں عرس حامدی کو بھی شامل کر لیا گیا، حجۃ الاسلام کی اس وصیت میں کیا راز پوشیدہ اور کیا حکمتیں مضمر تھیں مفتی اعظم سے ملاحظہ فرمائیں حضور مفتی اعظم لکھتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت امام اہل سنت شیخ الاسلام والمسلمین محی سنن سید المرسلین وعلیہ وعلیہم وعلیٰ آلہ وصحبہ الصلاۃ والتسلیم الی یوم الدین قدس سرہ العزیز کا عرس شریف ۲۳، ۲۴، ۲۵ رصفر مظفر ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۸، ۲۹، ۳۰ ر جنوری ۱۹۴۶ء بروز دوشنبہ سہ شنبہ چہار شنبہ فیض بخش عام ہوگا۔ اور ان ہی تاریخوں میں اعلیٰ حضرت کے فرزند اکبر حضرت حجۃ الاسلام کا عرس بھی حسب وصیت کہ میرا عرس علاحدہ نہ کیا جائے الخ۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے عرس شریف ہی میں شامل کر دیا گیا ہے۔ جس کا قل ۲۴ صفر کو شب کے وقت بعد ہر دو خرقہ پوشی ہوگا۔

وصیتِ حضرت حجۃ الاسلام، ان کی دور اندیشی اور معاملہ فہمی پر دال ہے۔ یقیناً ایک سال میں دو عرسوں کا کرنا عظیم اخراجات کا بار اٹھانا اور سال میں دوبار مخلصین کو زیر بار اخراجات کرنا اور اس دور دشوار گزار میں کہ تھوڑی دور سفر نہایت موجب تکلیف

ہے۔ دوبارزحمت سفر دینا ہر گز مناسب نہیں اور اس کا لازمی نتیجہ یہ بھی ہوتا کہ یا کوئی عرس بھی پر رونق اور شاندار اجتماع کا حامل نہیں ہوا کرتا، یا ایک ہی شاندار ہوتا دوسرا ناکامیاب۔ اس لئے ۲۴ رصفر حضرت حجۃ الاسلام کے قل کی مخصوص کردی گئی ہے۔

المکلفین: فقیر محمد مصطفی رضا قادری نوری برکاتی رضوی

خادم وگدا آستانہ عالیہ رضویہ محلہ سوداگران بریلی

وفقیر محمد ابراہیم رضا قادری رضوی حامدی خادم آستانہ عالیہ۔

[الفقیہ: دسمبر ۱۹۴۵ء ص ۱۲]

عرس اعلیٰ حضرت میں عرس حامدی کا اہتمام:

حسب وصیت حضرت قدس سرہ کا عرس پاک عرس اعلیٰ حضرت کے موقع پر مقرر کردیا گیا۔ اور آپ کے عرس کی تاریخ ۲۴ رصفر مقرر کردی گئی۔ حضور مفتی اعظم اور مفسر اعظم کی جانب سے ارسال کردہ اخبار الفقیہ میں درج ذیل خبر ملاحظہ ہو۔

"بعونہ تعالیٰ حضور پُرنور امام اہل سنت مجدد دین وملت سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا عرس سراپا قدس بتاریخ ۲۳، ۲۴، ۲۵، صفر مظفر ۱۳۶۶ھ بروز جمعہ، شنبہ، یکشنبہ مطابق ۱۷، ۱۸، ۱۹ جنوری ۱۹۴۷ء آستانہ عالیہ قدسیہ درگاہ رضویہ میں فیض بخش اہل عقیدت ہوگا۔ عرس حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ کی تاریخ ۲۴ رصفر مطابق ۱۸ رجنوری ۱۹۴۷ء یوم شنبہ مقرر ہے۔ جس کا قل اسی تاریخ کو شب کے وقت بعد خرقہ پوشی ہوگا ---- آپ کی شرکت حضور پُرنور سیدنا اعلیٰ حضرت وحضرت حجۃ الاسلام کی روحانی مسرت اور ہماری انتہائی خوشی کا باعث ہوگی۔"

المکلفان۔ فقیر محمد مصطفی رضا قادری نوری

خادم سجادہ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

وفقیر محمد ابراہیم رضا قادری رضوی حامدی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

سجادہ نشین حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ العزیز

محلہ سوداگران بریلی۔

[الفقیہ، ۷، ۱۴، جنوری، ۱۹۴۷ء، ص ۹]

تاریخ وصال کے مطابق عرس حامدی کا اہتمام:

گزشتہ سطور میں عرس اعلیٰ حضرت کے موقع پر ہی عرس حجۃ الاسلام کئے جانے سے متعلق

ہم حضور مفتی اعظم کے حوالے سے حجۃ الاسلام کی وصیت نقل کر چکے ہیں۔ لیکن درج ذیل خبر سے اندازہ ہوتا ہے کہ وصال کے کئی سال بعد تک حضور حجۃ الاسلام کا عرس پاک عرس اعلیٰ حضرت کے علاوہ ان کی وصال کی تاریخ کے موقع پر بھی منایا جاتا رہا ہے۔ جس کا پتہ حضور مفتی اعظم اور مفسر اعظم کی اخبار الفقیہ میں شائع شدہ درج ذیل خبر سے چلتا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

''امام اہل سنت شیخ المحدثین راس المفسرین فقیہ اعظم قبلہ عالم شیخ الانام حجۃ الاسلام حضرت مولانا مولوی شاہ حامد رضا خاں صاحب قبلہ علامہ بریلوی قدس سرہ العزیز کا عرس سراپا قدس بتاریخ ۱۶، ۱۷ ار جمادی الثانی ۱۳۶۶ھ مطابق ۸، ۹ رمئی ۱۹۴۷ء بروز پنجشنبہ جمعہ فیض عام ہوگا۔ ہندوستان کے اکابر مشائخ وعلماء کرام مدعو کئے گئے ہیں۔ جو اپنے مواعظ حسنہ سے حضار کے قلوب کو ایمانی انوار کی تابشوں سے لبریز فرمائیں گے۔ اس مبارک اور شاندار اجتماع میں ضرور تشریف لاکر اپنی اور داعیان عرس کی مسرتوں کو دوبالا کریں۔ اور وابتغوا الیہ الوسیلۃ'' کے تمسک اور برکات عظیم سے دامن مراد بھر لیں۔

المکلفین فقیر محمد مصطفی رضا قادری نوری برکاتی رضوی خادم وگدا آستانہ عالیہ رضویہ وفقیر محمد ابراہیم رضا قادری رضوی حامدی خادم آستانہ عالیہ رضویہ محلہ سوداگران بریلی۔

[۲۱، ۲۸ راپریل ۱۹۴۷ء ص ۷]

آخر میں ہم حضرت قدس سرہ کے اسم گرامی میں مضمر تاریخ وصال جوز بربینہ کی صورت میں محترم عنایت محمد خاں غوری صاحب نے استخراج فرمائی ہے اور اخبار الفقیہ میں اسے شائع کیا گیا، نقل کئے دیتے ہیں۔ محترم غوری صاحب لکھتے ہیں

''تاریخ وصال حضرت اقدس حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کے نام نامی میں مضمر اور یہ کرامت ظاہرہ ہے زبر بینات کے حساب سے:

حامد رضا:

۱۳۶۲ھ

ح	ح ا	۹
ا	ال ف	۱۱۱
م	م ی م	۹۰
د	دال	۳۵
ر	را	۲۰۱

۸۰۵	ض اد	ض
۱۱۱	ال ف	ا

(۱۳۶۲)

مستخرجہ عنایت محمد خاں غوری غفرلہ

[الفقیہ، ۷، ۱۴، جنوری، ۱۹۴۴ء، ص ۱۱]

اللہ پاک کی بارگاہ میں دعاہے کہ مولیٰ حضرت قدس سرہ کے مرقد پر ہمیشہ نور افشانی فرمائے اور ہمیں حضرت کے فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین علیہ الصلاۃ و التسلیم۔

خادم نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

☆☆☆

حجة الاسلام العلامة المفتي

الشيخ محمد حامد رضا خان البَرَيلْوى

شيء من حياتِه و أعمالِه:

مولانا انوار احمد بغدادی:

دار العلوم علیمیه جمداشاهی، بستی

هو النجل الأكبر للإمام أحمد رضا خانُ البَرَيلْوِي، وُلد غرّة ربيع الأوّل سنة ١٢٩٢ﻫ/1875م ببلدة "بَرَيْلي"، وسُمّي عقيب ولادتِه في اليوم الذي عقّ فيه، بـ "محمد"، أمّا اسمه العُرفي فقد سمّوه بـ "حامِد رضا"، ولقّب بـ "حجّة الإسلام" (١).

تربّى في حجر والِده الكريم الإمام أحمد رضا، وعنه أخذ جميعَ العلوم والفنون (٢) من حديث، وتفسير، وفقه، ومنطق، وغير ذلك، حتّى تخرّج في التاسع عشر من عمرِه (٣)

أخذ الطريقةَ القادريّة عن نور العارفين الشيخ أبي الحسَين أحمد النُّوري -نوّر الله مرقدَه-، كما حصل على إجازةٍ و خلافةٍ من لدُن والِده الكريم الإمام أحمد رضا البَرَيْلوِي (٤)

تولّى التدريسَ في مدرسة "مَنظرِ إسلام" ببلدة بَرَيْلي، وظلّ يشتغل مدرِّساً إلى زمنٍ طويل، واشتهر درسُه بالأخص في الحديث والتفسير (٥)، والمعقولات، حتّى ذاع صِيتُه في رُبوع الهند، وانجذب إليه الطلابُ من أرجاء الهند المختلفة.

مِن أبرَز تلامذتِه وخلفائِه: محدِّث الباكستان الشيخ سردار أحمد، ومجاهد الملّة والدِّين الشيخ حبيب الرّحمن رئيس "أورِيسا"، والشيخ رِفاقتْ حسَين، والشيخ حَشمتْ علي وغيرهم (٦)

كان له دَور في تأسيس دار العلوم "مَنظرِ إسلام"، بمدينة "بَرَيْلي" عام 1322ﻫ/ 1904م، وتولّى إدارتَها بعد أبِيه (٧)

كان له رأيٌ ثاقب، وفكرٌ صائب، وموقفٌ محمودٌ من قضايا المسلمين الحسّاسة،

منها مثلاً نراه يخالف ذلك القانونَ الظالم الذي يفرض حظراً على ذبحِ البقر، وبموجِبه يعاقَب المسلمُ إن ارتكب جريمةَ ذبحِ البقر التي لم يخلقها اللهُ تعالى إلاّ نعمةً مأكولةً لعِباده، ولكن الظالمين يعبدونَها دون إلهٍ واحد، ويفرضون حظراً شاملاً على ذبحها.

ومِن المؤسَف أنّ زعماءَ من المسلمين وافَقوا هذا القانون، وسانَدوه بالدِّعوة والإرشاد، وأفتَوا أنّه لا ينبغي للمسلمين أن يُضحّوا بقراً، فكأنّ ذبحَ البقر جريمةٌ عند هؤلاء لا تغتفر، ففي مثل هذه الأوضاع وقف الإمامُ أحمد رضا موقِفاً بطولياً، وأيّد الحقّ مُعلِناً أنّ ذبحَ البقر شيءٌ مشروعٌ للمسلمين، لا يجوز أن يحرِّمَها أحد.

وظلّ الخلفُ الأكبرُ للإمام البَرَيْلَوي متشبِّثاً بهذه الدّعوة، وأعلَن رفضَه لهذا القانون(٨)

لقد قام علماءُ الهند الأكابرُ بتأسيس جمعيةٍ عاليةٍ مركزيّةٍ باسم "المؤتمر السُنّي لعموم الهند" عام 1343هـ/1925م، فكان الشيخ رئيساً لها ومن أهمّ مؤسِّسيها، وخطبتُه التي ألقاها في الحفل التأسيسي لهذا المؤتمر، تشهد على شعورِه المرهِف تُجاه قضايا الأمّة(٩)

في عام 1354هـ/ 1935م قام أناسٌ من السِّيخ بهدم مسجدٍ تُراثيٍّ قديمٍ في مدينة "لاهور"، مما أثارتْ ضجّةً كبيرةً في أوساط المسلمين، فخرجُوا إلى الشّارع بجمٍّ غفيرٍ، وكان العلماءُ يقُودون المسيرةَ الاحتجاجية، وعلى رأسِهم الشيخ العلاّمة حامد رضا خان البَرَيْلَوي(١٠)

وإلى جانب هذه الأعمال الكبيرة شارَك في مواقف أخرى، وأرشَد النّاسَ إلى ما فيه خيرٌ لهم عامّةً.

وكان متمكّناً من اللّغة العربيّة نطقاً وكتابةً، بل كان له ذوقٌ أدبيٌّ رفيعٌ في العربيّة، وإلى جانب ذلك كان فقيهاً عظيماً في الفقه الحنفي، وكان له باعٌ طويلٌ في تدريس مادّةِ التفسير والحديث والمعقولات.

له مؤلّفات منها: "الفتاوى الحامديّة"، و"الصّارم الرّبّاني على إسراف القادياني"، و"سدُّ الفِرار"، و"سلامةُ اللهِ لأهل السنّةِ من سبيل العِناد والفِتنة"، وحاشية على "مُلاّ جلال" وغيرها، وهو الذي جمع إجازاتِ الإمام أحمد رضا باسم "الإجازات المتينة لعلماء بكّة والمدينة"(١١)

قضى حياتَه كلّها في خدمة الدِّين، وتوفّي ١٧ جُمادى الأُولى في سنة ١٣٦٢هـ/ 24 مايو 1942م، وعمرُه آنذاك سبعون سنةً(١٢)، وكانت وفاتُه خلال الصّلاة وهو يُصلّي

على النبيِّ صلى الله عليه وآله وسلم في التشهُّد (١٣)

صلتُه بالإمام أحمد رضا:

صلتُه بالإمام أحمد رضا صلةُ ابنٍ بارٍّ بوالدِه، وصِلةُ تلميذٍ وفيٍّ لأستاذِه، فقد كمَل عليه جميعَ علومِه، ومنه اغترف جميعَ فنونِه، وعلى منهلِه العذبِ شُفي غليلُه، وطفحتْ جابيتُه، حتى غدا أعلَم العلماءِ في عصرِه، واشتهر درسُه في الفقه والحديث والتفسير.

كان مرآةً شفافةً لأبيه الماجِد الإمام أحمد رضا، إذ كان يمتلك من صفاتٍ علميّةٍ وعمليّةٍ، جامعةٌ بين الشّريعة والطريقة، وكان قد حصل على ثقةٍ تامّةٍ من أبيه الإمام أحمد رضا، فقد كان يحبُّه كثيراً، ويثق به، وكان يقول: "أنا مِن حامِد رضا، وحامِد رضا منِّي، فمَن أخذ الطريقةَ منه فقد أخذ منِّي" (١٤)

أمّا الابنُ الوفي فقد كان يخفض لأبيه الإمام جناحَ الذُّلِّ والرّحمة، ويحترمه ويتبع خطاه في اتّباع الشّرعِ المتين، فلا يحيد عنه قيدَ شعرةٍ، ولا يعدل عنه مثقالَ ذرّةٍ، يحبُّه ويُجلّه ويُترجِم أفكارَه وينشرها في رُبوع العالَم، لينتصرَ الحقَّ على الباطل.

حواشي:

(١) ينظر: تذكرة علماء أهل السنة، ص: 80
وتذكرة خلفاء أعلى حضرة، ص: 234
وتذكرة المشايخ القادرية، ص: 483
تذكرة خلفاء أعلى حضرة، ص-٢٣٤، ٢٣٦، ٢٤٩، ٢٥٢ ملتقطاً وتعريباً).

(٢) ينظر: تذكرة علماء أهل السنة، ص: 80
وتذكرة خلفاء أعلى حضرة، ص: 234
وتذكرة المشايخ القادرية، ص: 483
تذكرة خلفاء أعلى حضرة، ص-٢٣٤، ٢٣٦، ٢٤٩، ٢٥٢ ملتقطاً وتعريباً

(٣) ينظر: تذكرة خلفاء أعلى حضرة، ص: 234
وتذكرة المشايخ القادرية، ص: 483
تذكرة خلفاء أعلى حضرة، ص-٢٣٤، ٢٣٦، ٢٤٩، ٢٥٢ ملتقطاً وتعريباً

(٤) ينظر: تذكرة علماء أهل السنة، ص: 81
وتذكرة خلفاء أعلى حضرة، ص: 234
وتذكرة المشايخ القادرية، ص: 483

تذكرة خلفاء أعلى حضرة، صـ٢٣٤، ٢٣٦، ٢٤٩، ٢٥٢ ملتقطاً و تعريباً

(٥) ينظر: تذكرة خلفاء أعلى حضرة، ص: 234

تذكرة خلفاء أعلى حضرة، صـ٢٣٤، ٢٣٦، ٢٤٩، ٢٥٢ ملتقطاً و تعريباً

(٦) ينظر: تذكرة علماء أهل السنة، ص: 82.

تذكرة المشايخ القادرية، ص: 495-499

تذكرة خلفاء أعلى حضرة، صـ٢٣٤، ٢٣٦، ٢٤٩، ٢٥٢ ملتقطاً و تعريباً

(٧) ينظر: تذكرة خلفاء أعلى حضرة، ص: 235-236

تذكرة خلفاء أعلى حضرة، صـ٢٣٤، ٢٣٦، ٢٤٩، ٢٥٢ ملتقطاً و تعريباً

(٨) ينظر: تذكرة خلفاء أعلى حضرة، ص: 246

تذكرة خلفاء أعلى حضرة، صـ٢٣٤، ٢٣٦، ٢٤٩، ٢٥٢ ملتقطاً و تعريباً

(٩) ينظر: تذكرة خلفاء أعلى حضرة، ص: 247

تذكرة خلفاء أعلى حضرة، صـ٢٣٤، ٢٣٦، ٢٤٩، ٢٥٢ ملتقطاً و تعريباً

(١٠) ينظر: تذكرة خلفاء أعلى حضرة، ص: 248

تذكرة خلفاء أعلى حضرة، صـ٢٣٤، ٢٣٦، ٢٤٩، ٢٥٢ ملتقطاً و تعريباً

(١١) ينظر: تذكرة خلفاء أعلى حضرة، ص: 248-249

تذكرة خلفاء أعلى حضرة، صـ٢٣٤، ٢٣٦، ٢٤٩، ٢٥٢ ملتقطاً و تعريباً

(١٢) ينظر: تذكرة خلفاء أعلى حضرة، ص: ٢٥٢

و تذكرة علماء أهل السنة، ص: 81

تذكرة خلفاء أعلى حضرة، صـ٢٣٤، ٢٣٦، ٢٤٩، ٢٥٢ ملتقطاً و تعريباً

(١٣) ينظر: تذكرة خلفاء أعلى حضرة، ص: ٢٥٢

تذكرة خلفاء أعلى حضرة، صـ٢٣٤، ٢٣٦، ٢٤٩، ٢٥٢ ملتقطاً و تعريباً

(١٤) ينظر: تذكرة خلفاء أعلى حضرة، ص: 234و252

تذكرة خلفاء أعلى حضرة، صـ٢٣٤، ٢٣٦، ٢٤٩، ٢٥٢ ملتقطاً و تعريباً

☆☆☆

A GLIMPSE OF HUJJATUL ISLAM

AFFAN RAZA KHAN AMJADI

In the 14 century Hujjatul Islam was born in the month of march in 1875 at sodagran baraily sharif (U.P) India.His full name was Md Hamid Raza Khan Shaeb . His sername was "HUJJATUL ISLAM" and his father's name was "ALA HAZRAT IMAM AHAMED RAZA KHAN .and his paternal grand father's name was Molana Naqi Ali Khan. The father and grand father's name of Molana Raza Ali Khan was Hazrat Hafiz Kazim Ali Khan and Hazrat Md Aazam Khan respectively. The father and grandfather's name was hazrat Sa-Aa- dat yar khan and Sayeed -ullah khan.Hujjatul Islam belongs to blue blood. He got many Alias like 'Bara molana" this sername was given by Imam Ahamed Raza Khan and other sername was "shakh -ul-naam" and "jamalul olya" when Hujjatul Islam was 8 years old,his paternal grand father Molana Naqi Ali khan died.Hujjatul islam 's grand mother loved him very much .He was fond of hunting and horse riding.He completed his study by the age of 19 in the year 1894 and taught by imam ahmed raza khan [his father]Having seen his talent his father often said that he was one of the greatest scholar in owadh

After the death of his uncle ['ustad e zaman' alama hasan raza] his father take care of him as he continued to work on "fatwa nawaise" and ". kept working on it till 1942.Hujjatul Islam got married to"Ayesha Kaneaz",d/o janab haji waris ali . He had two sons. His elder son's name was Molana Shah Ibrahim raza khan . His sername was "Mufasira Azam" [miyan]. And his

youngest son's name was Molana Hammad Raza Khan [miyan].Ala Hazrat elected him as a caliph because ,he was very faithful and responsible of his father's views. In fact, he was capable of doing all duties and responsibilities from the core of his heart . therefore,his father was proud of him.

He was a great follower of Rasool (S.A.M) and he was a ashaqe –rasool. Once upon a time he want to see Gumbada khazra . he saw this line.

اب تو مدینے لے بلا گنبد سبز دکھا
حامد و مصطفٰے تیرے ہند میں غلام دو

1 friday before his father's death .Ala Hazrat said,
As his words so my words
As his hands so my hands
As his disciples so my disciples

Hujjatul islam's father gave him permission to make follower and caliph Hujjatul Islam permit 13 kind of followers .

1.Quadriya barkatiya jadidya 2.Quadriya aabiaya quadimya 3.Quadriya ahdiya 4.quadirya razqya 5. Quadiriya munowra 6.Hasitya nazamiya quadimya 7.Chastiya jadidya 8.Sarwarya quadem 9.Sarwarya jaded 10.Naqsbandya alaya sidikya 11.Naqsbandya alaya aloya 12.Badeaya 13.Eloya manamiya.

Hujjatul islam offered hajj at the age of 31 years old 1323hijri and the second hajj had completed in 1324hijri. Once upon a time , he met a makki scholar Muhafiz kutub rahmatallah allaih and talked with him in Arabic language .During that conversation, makki scholar said his father . if someone is talented after you is hujjatul islam . During Haj Imam ahamad raza khan wrote a very famous book in Arabic language which is "Addaulatul makkiya" and Hujjatul Islam translate in urdu lang.

He attended conference in 1900 held at Azimabad now [patna] with the title "Darbar-e-haque –o-hedayat" with his father.

He Travelled many places with his father, like his father. At first, he travelled to Jabalpur with his father . Then he took many

agenda [meeting] of islam. Which are as following:

In Mubarakpur

In Lucknow

In Pilibhit

In Lahore

In Varanasi

His followers spread across contenents few of them are alive.Name of a few caliphs Hujjatul islam are:

1. Mufasira Azam Hazrat molana md Ibrahim Raza Khan.
2. Hazrat Molana Hammad Raza Khan (Nomani miya).
3. Molana Mufti Md Ezaj Wali Khan Barailey.
4. Molana Hashmat Ali khan .
5. Molana Hafiz Md Miya Ahyari darbhanga Bihar.
6. Molana Wali e rahman pukhrarwi.(Bihar)

His father made him a great scholar and and gave him all the responsibility in his life.he also constracted the 'khanquah-e-Razvia. Whilst offering namaz. his blessed soul passed on from the face of the earth ,His namaz of janaza has taken by Arshad Hazrat Mohaddis –e- azam (Pakistan) .His grave is beside his father 's grave.Hazrat hajjutal islam 's "Urs" has been held every year on 16-17 Jamadul Iwalawith tittle "'urs hamidya"' On urs hamide , Darul ullom manzarul islam held dastar bandi & fazelat conference in every year.His blessed kabr anwar been visited by people of all region across season. People of world will remember Hujjatul Islam till the day of decision (Quiyamat).

باب سوم

فضائل وکمالات

حجۃ الاسلام اور مناظرۂ لاہور

ابوالنور مولانا محمد بشیر صاحب کوٹلوی مدظلہ العالی

یہ اس زمانے کی بات ہے جب میں لاہور دارالعلوم حزب الاحناف میں پڑھتا تھا استاذی المعظم شیخ المحدثین حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی متواتر سعی بلیغ و موثر تبلیغ سے دیوبندی وہابی حضرات کے عقائد پر مسلمانان لاہور مطلع ہو چکے تھے اور دیوبندی حضرات اپنے عقائد پر پردہ ڈالنے کے لیے مختلف پوسٹر شائع کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ دارالعلوم حزب الاحناف کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ اس آئے دن کے نزاع کو بند کرنے کے لیے ایک ''فیصلہ کن مناظرہ'' ہو جائے جس میں سب سے پہلے دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی جو بقید حیات ہیں کی کتاب ''حفظ الایمان'' کی کفریہ عبارت کو موضوع قرار دیا جائے اور علماء اہلسنت کے سامنے علماء دیوبند خود اپنے مولوی اشرف علی تھانوی صاحب سے اپنی کفریہ عبارت کو اسلامی عبارت ثابت کرا دیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا۔ اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) و مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم (چوپاؤں) کے لیے بھی حاصل ہے۔

(کتاب حفظ الایمان تھانوی، ص ۸ مطبع علیمی دہلی)

چنانچہ اس سلسلہ میں دارالعلوم حزب الاحناف کی طرف سے باقاعدہ ایک رجسٹری خط سے مولوی اشرف علی تھانوی کو تھانہ بھون میں دعوت بھیج دی گئی کہ آپ لاہور آ کر مسلمانوں کے اجتماع میں اپنی برأت ثابت کریں اور اپنی کفریہ عبارت کی تصحیح فرما کر اس نزاع کو ختم کریں۔ اس رجسٹرڈ چیلنج مناظرہ کو لاہور میں مشتہر کر دیا گیا اور دیوبندی حضرات کو آمادہ کیا گیا کہ وہ مناظرہ کے لیے

تیار ہو جائیں دیوبندی حضرات بادل نخواستہ اس مناظرہ کے لیے تیار ہوئے مگر مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے رجسٹرڈ چیلنج مناظرہ کو وصول کر کے کوئی جواب نہ دیا۔ مناظرہ کا دن قریب آرہا تھا اور مولوی اشرف علی تھانوی کا کوئی جواب نہ پا کر دیوبندیوں سے کہا گیا کہ اپنے مولوی کو بلاؤ۔ دیوبندیوں نے جواب دیا کہ "مولوی صاحب اگر تشریف نہ لائیں تو کیا مضائقہ؟ ہم جو ہیں" ہماری طرف سے جواب دیا گیا کہ اگر مولوی صاحب خود نہیں آسکتے تو وہ اپنا کوئی وکیل بھیج دیں۔ مولوی اشرف علی صاحب کو بھی رجسٹری خط میں یہ لکھ دیا گیا تھا کہ آپ خود نہ آسکیں تو کسی اپنا وکیل بنا کر بھیج دیں۔ جو آپ کی طرف سے آپ کی وکالت کرے اور آپ اس کی فتح کو اپنی فتح اور اس کی شکست کو اپنی شکست تسلیم کریں۔ دیوبندی حضرات نے وعدہ کر لیا کہ مناظرہ میں اگر ہمارے مولوی صاحب نہ آئے تو ان کا وکیل آجائے گا۔ دار العلوم حزب الاحناف نے اس بات کو بھی مان لیا تاکہ یہ جھگڑا کسی صورت ختم ہو اور پھر علماء کرام کو اس فقید المثال اور فیصلہ کن مناظرہ کی اطلاع دے دی گئی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ مولوی اشرف صاحب باوجود اس کے کہ انہیں رجسٹری خطوط بھیجے گئے باوجود اس کے کہ صرف انہی کی عبارت موضوع مناظرہ قرار پائی تھی کسی صورت آنے پر تیار نہ ہوئے۔ اور علماء اہلسنت دور دراز کا سفر طے کر کے لاہور تشریف لے آئے چنانچہ کچھوچھہ شریف سے قبلہ عالم حضرت الشیخ شاہ علی حسین شاہ صاحب قدس سرہ تشریف لے آئے اور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لے آئے۔ ان کے علاوہ شیر بیشہ اہلسنت مولانا حشمت علی خاں صاحب اور والدی المعظم فقیہ اعظم مولانا محمد شریف محدث کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لے آئے۔ صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ مولانا محمد شاہ صاحب سیالکوٹی اور مولانا شیر نواب صاحب قصوری اور دیگر کئی علماء اہلسنت لاہور پہنچ گئے۔ دیوبندی حضرات کے مولوی ابوالوفا صاحب شاہجہان پوری اور مولوی احمد علی صاحب شیرانوالہ گیٹ اور دیگر ایک دو مولوی پہنچ گئے۔ مناظرہ کے لیے مسجد وزیر خان کا انتخاب ہوا اور صحن مسجد کے وسط میں ایک رسی باندھی گئی جس نے مسجد کے اندرونی حصہ سے باہر کے دروازے تک دو حصے کر دیئے تھے۔ دروازے سے داخل ہوتے ہی یہ طویل رسی نظر آتی تھی۔ دائیں طرف کے حصہ میں علماء اہلسنت کا اسٹیج تھا اور بائیں جانب علماء دیوبند کا۔ مسجد کا اندرونی حصہ صحن اور مسجد کے سارے چھت سب حاضرین سے بھرے ہوئے تھے۔ اہلسنت کے اسٹیج کے اوپر ایک بلند منبر رکھا گیا تھا جس پر حضرت الشیخ پیر سید علی حسین صاحب تشریف فرما تھے اور دیگر علماء اہلسنت اسٹیج پر رونق افروز تھے۔ حضرت قبلہ عالم سید

علی حسین شاہ صاحب، حضرت غوث الاعظم قدس سرہٗ کی اولاد میں سے تھے اور بے حد وجیہہ تھے۔ سفید نورانی چہرہ اور سفید ریش سبز جبہ اور سر پر عمامہ غوثیہ سبحان اللہ صرف اسی ایک ہستی سے بھی سارے اجتماع میں رونق و بہار نظر آ رہی تھی ان کے علاوہ حجۃ الاسلام الشاہ حامد رضا خان کا نورانی چہرہ بھی زائرین کی آنکھوں اور دلوں کو منور کر رہا تھا۔

والدی المعظم فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کی بھی نورانی صورت نگاہوں کا مرکز تھی اور اسی طرح دیگر علماء اہلسنت کے نورانی چہروں کی زیارت سے بھی ہر مسلمان مسرور و شادمان تھا۔

برعکس اس کے دوسری طرف علماء دیوبند کھدر کے کپڑوں میں ملبوس اور سر پر کھرل نما کانگریسی ٹوپیاں پہنے تھے۔ میں اس اجتماع میں صحن مسجد میں بیٹھا ہوا یہ منظر دیکھ رہا تھا ایک طرف تو مقبولان حق کی وہ پیاری و نورانی صورتیں کہ حدیث نبوی کے مطابق اذا رواذکر اللہ کہ جب انہیں دیکھا جائے تو خدا یاد آجائے اور دوسری طرف وہ کانگریسی مولویوں کی صورتیں کہ انہیں دیکھ کر گاندھی و نہرو یاد آجائیں۔ میں نے دیکھا یہ سارا مجمع مناظرہ سے پہلے ہی اسی ایک فرق کو دیکھ کر یہ فیصلہ کر رہا تھا کہ حق اس طرف ہو ہی نہیں سکتا۔ جس طرف گاندھویت و نہرویت کا مظاہرہ ہے۔ چنانچہ میرے قریب ہی بیٹھے ہوئے ایک شخص نے حضرت قبلہ عالم شاہ علی حسین صاحب کو سبز جبہ اور عمامہ غوثیہ سے آراستہ بلند منبر پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر یہ کہا کہ بھئی میرا دل تو مناظرہ ہونے سے پہلے ہی اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ جس طرف یہ اللہ کا بندہ ہے حق بھی اسی طرف ہے۔

> حضرت مولانا ابوالنور محمد بشیر یقیناً ایک علمی اور معتبر نام ہے، خدائے پاک انہیں غریق رحمت فرمائے۔ یہ مضمون نامکمل دستیاب ہوا۔ عنوان سے ظاہر ہے کہ ابھی یہ تمہیدی گفتگو ہے اصل مضمون آنا باقی ہے۔ یہاں یہ اس لئے شامل کیا گیا کہ حجۃ الاسلام پہ انہوں نے بھی مضمون لکھا ہے،

حجۃ الاسلام اور مناظرہ لاہور کی کیفیات

ڈاکٹر امجد رضا امجد

جماعت اہل سنت اور فرقہ ہائے باطلہ کے درمیان اختلافات بنیادی اور اصولی ہیں فروعی نہیں۔ ہندوستان میں اسمٰعیل دہلوی کی تحریک وہابیت نے مسلمانوں کے درمیان اختلافات اور نہ کتم ہونے والے خلفشار کی جو بنیاد رکھی تھی، آج تک یہاں کے مسلمان اسی آگ میں جل رہے ہیں، ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے جو مسلم آبادی کو الحاد و بے دینی کے صلیب پہ چڑھا رہا ہے۔ اسی وہابیت کے بطن سے مختلف فرقوں نے جنم لیا اور مسلمان ہر نئے فرقے کے وجود میں آنے کے سبب ٹکڑوں میں بٹتے چلے گئے۔ دیوبندیت بھی اسی کی نکلی ہوئی شاخ ہے فرق صرف تقلید و عدم تقلید کا ہے۔ اس فرقہ کے چار بڑے عناصر ہیں مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا قاسم نانوتوی، مولانا اشرف علی تھانوی مولانا خلیل احمد انبیٹھوی۔ ان چاروں کے افکار و نظریات پر دیوبندیت کی عمارت کھڑی ہے، ورنہ مسائل میں یہ غیر مقلدین سے الگ ہیں اور ان کے درمیان بھی اس حوالہ سے جدال و پیکار اور مناقشے ہوتے رہتے ہیں۔

ہندوستان کی اکثریت احناف کی ہے اس لئے غیر مقلدیت یہاں نہیں پنپ آئی مگر تقلید کے پردہ میں عقیدۂ وہابیت ضرور فروغ ہوا اور ہو رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس ملک میں وہابیت کی پہلی کتاب تقویت الایمان کے جواب میں علما و مشائخ اہل سنت کی طرف سے تقریباً سو کتابیں لکھی گئیں درسگاہ سے لے کر خانقاہ تک کے صاحبان علم و فضل نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے جی توڑ کوششیں کیں۔ دیوبندیت کے وجود میں آنے کے سبب عوام اہل سنت کو ظاہری طور پر وہابیت اور سنیت کے درمیان تمیز مشکل ہوگئی اس طرح یہ فتنہ حنفیت کے نام پر اہل سنت کی آبادی میں منھ مارنے کامیاب ہوگیا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے مقلدین وغیر مقلدین وہابیہ کا رد بلیغ فرمایا اور عوام اہل سنت کے ایمان وعقیدہ کے تحفظ کے لئے مسلسل قلمی جہاد کیا، فتاوے لکھے، کتابیں لکھیں، تحفظ عقائد وایمان اور استیصال بدعات کے لئے افراد تیار کئے اور پوری زندگی تحفظ ناموس رسالت کی جدوجہد میں گزار دی۔ ان کی کتابیں رسائل وفتاویٰ بلکہ ان کی زندگی کے ماہ وسال ہیں۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ فرقہ دیابنہ کے جن چار افراد کی کتابیں اہانت رسول اور تفریق امت کا باعث بنیں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بہ یک جنبش قلم ان پر فتاویٰ صادر نہیں فرمائے بلکہ اس حکم شرعی سے پہلے اعلیٰ حضرت نے تھانوی صاحب اور ان کے دیگر علما کو اپنے قول سے توبہ ورجوع کے لئے مخلصانہ وداعیانہ مراسلے لکھے، جو اخلاص ودینی ہمدردی پر مبنی ہیں، جب تک امام احمد رضا کو ان سے توبہ کی امید اور رجوع الی الحق کی آس رہی ان سے داعیانہ ہی خطاب کرتے رہے کفریات سے توبہ ورجوع نہیں کرنے کے سبب آپ نے اور دیگر علمائے عرب وعجم نے ان چاروں پہ حکم شرع نافذ کر دیا اور مسلمانوں کے درمیان ان کی بدعقیدگی اور توہین رسالت کے سبب ایک دیوار کھڑی ہوگئی۔ دیابنہ کے چاروں عناصر دنیا سے اٹھ گئے مگر امت کے درمیان مسلسل خلفشار، باہمی آزار وپیکار اور مباحثہ ومناظرہ کی آگ بھڑکا گئے۔ اس وقت سے اب تک اہل سنت وجماعت اور دیابنہ کے درمیان سینکڑوں مناظرے ہوئے ہر جگہ دیابنہ کو منھ کی کھانی پڑی، اس سلسلہ میں روداد مناظرہ پہ مشتمل کتابیں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں جن میں اہل سنت کی فتح اور باطل کی شکست کی تفصیل محفوظ کر دی گئی ہے۔ بار بار ہزیمت وشکست کے باوجود ان کا مردہ احساس نہیں زندہ ہوسکا اور ہوتا بھی کیسے کہ ختم اللہ علیٰ قلوبھم کی منزل میں آنے کے بعد قبولیت حق کی راہ مسدود ہو ہی جاتی ہے۔

حجۃ الاسلام اور لاہور کا مناظرہ:

جماعت اہل سنت کو یہ فکر ہمیشہ رہی کہ کسی طرح بھی مسلمانوں کے درمیان پیدا شدہ تفریق کی آگ سرد ہو جائے، یہ نہ ہو تو کم از کم عوام پہ حق روشن ہو جائے تاکہ وہ گمرہی سے محفوظ رہ سکیں لاہور کا مناظرہ بھی اسی پس منظر کا آئینہ دار ہے علمائے اہل سنت کی ساری کوششیں اسی لئے تھیں کہ یا تو دیابنہ واہل سنت کے درمیان فرقہ بندی کی کھڑی دیوار گر جائے یا عوام پر حقیقت آشکارا ہو جائے اور جو لوگ دیابنہ کے علما کو دین کا عالم سمجھ کر ان سے وابستہ ہیں وہ ہوشیار اور ان سے کنارہ کش ہو جائیں۔

عنوان شرائط اور تاریخ مناظرہ کا تعین:

میرے سامنے مناظرہ لاہور کی روداد بنام ''آخری قطعی فیصلہ کن لاہور کا مناظــرہ'' موجود ہے، یہ جس میں سوائے ان ابحاث کے جو تھانوی صاحب کے بجائے ان کے ہمنوا مولوی منظور سنبھلی ابوالوفا شاہجہاں پوری وغیرہ سے حضرت شیر بیشہ اہل سنت کی ہوئیں، ابتدا سے انتہا تک کی مکمل داستان موجود ہے۔ چنانچہ اہل سنت کی تنظیم ''انجمن حذب الاحناف لاہور'' نے اپنی اس اس روداد میں انجمن کے اجلاس پھر اسی موقع سے دیابنہ کی طرف سے مناظرہ کے چیلنج اور بالآخر باضابطہ مناظرہ کے تحریری شرائط اور موضوع کے انتخاب کا تفصیلی ذکر کیا ہے جو اس طرح ہے:

آج مورخہ ۳۳-۱۲-۲۶ بروز اتوار بوقت گیارہ بجے دوپہر جس مناظرہ کا عنوان فیصلہ کن مناظرہ ہونا تھا وہ بعض وجوہات کی بنا پر معرض التوا میں رکھا گیا ہے اور اس کیلئے ۱۵ر شوال ۱۳۵۲ھ کا دن مقرر کرتے ہیں۔ اس پر دو فریق کا اتفاق ہے ہم اپنی طرف سے مولانا مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کو اس مناظری کیلئے لانے کی کوشش کریں گے۔ اگر وہ تشریف نہ لاسکے اور اپنا کوئی وکیل بھی نہ بھیج سکے تو اس صورت میں ہم آئندہ ان کی تحریرات کی پیروی ترک کردیں گے اور ان کی اختلافی تحریرات سے اظہار نفرت کریں گے۔ اسی طرح سے فریق ثانی مولانا مولوی حامد رضا خان صاحب کو لانے کی کوشش کریں گے اور اگر وہ تشریف نہ لاسکے اور اپنا کوئی وکیل بھی نہ بھیج سکے تو اس صورت میں وہ آئندہ ان کی تحریرات کی پیروی ترک کردیں گے اور ان کی اختلافی تحریرات سے اظہار نفرت کردیں گے اور تاریخ مناظرہ سے پہلے ہر دو فرقی اپنے علماء کے اسم گرامی شائع فرماویں گے، ثالثین کا تقرر تاریخ مناظرہ سے دو یوم پہلے مقامی حضرات خود کر کے اعلان کردیں گے۔ اس مناظرہ کا موضوع حسام الحرمین الشریفین میں جن جن عبارت پر اعتراضات کیے گئے ہیں ان پر علی الترتیب بحث ہوگی۔ مسئلہ قادیانیت زیر بحث نہ ہوگا اس لیے کہ وہ فریقین کے نزدیک کافر و مرتد ہیں۔

اس معائدہ پہ دیابنہ کی تنظیم جمیعت الاحناف کے ناظم سردار محمد نے اور اہل سنت کی تنظیم مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور کے ناظم مولانا ابولبرکات سید احمد صاحب نے اپنے اپنے دستخط کئے چنانچہ روداد میں ہے:

"جناب سردار محمد سکریٹری جمیعت الاحناف لاہور نے جس مناظرہ کا اعلان بصورت پوسٹر شائع کیا تھا اور گزرگاہوں میں چسپاں فرمایا تھا اس کو بعض وجوہ کی بنا پر ملتوی کر کے جو قرارداد متفقہ فریقین جو اپنے دستخطوں سے ہمیں دی ہے، ہم اس کو منظور کرتے ہیں'

تھانوی صاحب کے نام مولانا سید احمد صاحب کا مکتوب:

اس معاہدہ کے بعد ناظم حزب الاحناف نے جناب مولانا اشرف علی تھانوی کو ایک مکتوب گزشتہ اجلاس میں تشریف نہیں لانے کا شکوہ اور اس مناظرہ میں حاظر ہونے کی مخلصانہ گزراش کرتے ہوئے لکھا جس کا متن یہ ہے

واضح ہو کہ مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور کے سالانہ جلسہ کے موقع پر ۲۵ نومبر ۱۹۳۳ء بوقت ۱۰ بجے دن کے آپ کو جوابی تار ارسال کیا گیا تھا۔ جس کا مضمون بعنیہ یہ ہے۔ جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانہ بھون ضلع مظفر نگر، حزب الاحناف کے جلسے ہو رہے ہیں۔ علمائے اہل سنت کے تمام اکابر کا اجتماع ہے۔ اس بہتر موقع پر آپ تشریف لا کر حفظ الایمان براہین قادعہ تحذیر الناس کی عبارت کے متعلق تصفیہ کرلیں تا کہ تمام ہندوستان کے پریشان کن جنگ کا خاتمہ ہو جائے۔ اس موقع پر تکلیف سفر گوارا کرنا آپ پر لازم ہے۔ تار کے ذریعہ سے تشریف آری کے وقت سے اطلاع دیجئے۔ آپ کا سیکنڈ کلاس کا کرایہ تشریف لانے پر پیش کیا جائے گا اور ہر ممکن آسائش پہنچائی جائے گی (از جانب امیر مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور) اور جواب کیلئے موازی تیرہ آنے نقد ڈاک خانہ میں ادا کیے تھے جس کی رسید دفتر میں محفوظ ہے۔ لیکن آپ نے ہماری مخلصانہ گذارش کو شرف قبولیت نہ بخشا یعنی آج

تک تار کا جواب نہیں دیا اور نہ تیرا آنے کا فارم ہی واپس کیا۔ للہذا التماس یہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے جواب دینا اور تشریف لانا خلاف مصلحت و حکمت سمجھا گیا تھا تو فارم قیمتی تیرہ آنے کا مہربانی فرما کر واپس فرمادیں۔ اس لیے کہ یہ غرباء اہل سنت کا پیسہ ہے کاش ہماری مخلصانہ معروض قبول فرما کر آپ لاہور تشریف لے آتے اور عبارات حفظ الایمان براہین قاطعہ۔ تحذیر الناس کے متعلق اکابر اہل سنت سے (جو جلسہ میں رونق افروز تھے) فیصلہ کن مناظرہ ہو کر تصفیہ ہو جاتا اور فریقین سے حقارت و منافرت کا سلسلہ منقطع ہو کر اس عالمگیر مذہبی جنگ کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہو جاتا۔ ہمیں آپ کے اس موقع پر سکوت و بے اعتنائی اختیار کرنے کا نہ صرف افسوس بلکہ بے حد رنج ہے۔ خیر اب چونکہ آپ کے معتقدین عمائدین شہر لاہور نے اس فیصلہ کن مناظرہ کیلئے جناب محترم سردار محمد خان صاحب ناظم جمعیت الاحناف نے مولوی محمد منظور صاحب سنبھلی اور مولوی ابوالقاسم صاحب اور مولوی ابوابوفا شاہجہانپوری اور مولوی محمد اسماعیل صاحب اور مولوی عبدالحنان صاحب لاہوری کے سامنے ان کے مشورہ سے فیصلہ کن مناظرہ کیلئے ۱۵ ر شوال ۵۲ ۱۳ ھ کا دن مقرر فرما کر فریقین کے اتفاق سے اپنے دستخطوں سے ہمیں تحریر عطا فرمادی ہے، جو عنقریب شائع کردی جائے گی۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اس تاریخ پر آپ بنفس نفیس لاہور قدم رنجہ فرما کر فیصلہ کن مناظرہ کر کے ہمیشہ کیلئے فریقین میں صلح و آشتی اور محبت واتحاد کی بنیاد قائم کردیں گے۔ فقط

جواب کا منتظر

فقیر قادری ابوالبرکات، سید احمد

ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور

پھر اسی مضمون کو بشکل اشتہار شائع کردیا تاکہ عوام کو بھی اس کی اطلاع ہو جائے اور آخر میں لکھا:

استدعا: تمام ہندوستان و پنجاب کے سنی مسلمانوں کو نہایت خوشی اور مسرت کے ساتھ ۱۵ ر شوال ۵۲ ۱۳ ھ کا انتظار کرنا چاہیے اور بارگاہ رب

العزت میں نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ ماہ مبارک رمضان میں دعائیں مانگیں کہ جامع المتفرق بحرمت سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم بہت جلد وہ صورت پیدا فرمادے کہ فریقین میں کامل وداد و تحاد ہوکر متفقہ طور پر دشمنان اسلام کا مقابلہ کریں۔

المشتہرین: اراکین مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند، لاہور

دیابنہ کا مجمع میں مناظرہ سے فرار:

تاریخ مناظرہ آتے آتے دیابنہ نے مناظرہ ٹالنے کے لئے عجیب وغریب شاطرانہ چال چلی، تاکہ کسی طرح یہ لوگ مناظرہ سے انکار کردیں اور ہمیں کہنے کا موقع ملے کہ ان لوگوں نے مناظرہ سے انکار کردیا ہے، چنانچہ صاحب روداد لکھتے ہیں:

۱۴ رشوال مطابق ۳۰ جنوری کی شام کو جس کا اگلا دن مناظرہ کیلئے مقرر ہے وہابیہ دیوبندیہ نے ایک پوسٹر شائع کیا اس میں اشتعال انگیز اور دل آزار کلمات لکھے۔ ہم اس وقت ان کی عنایتوں کا جواب نہیں دے سکتے لیکن پوسٹر میں جس مقصد کا انہوں نے اظہار کیا وہ محض اس قدر ہے کہ مناظرہ کی خاطر یہ شکل ہوسکتی ہے کہ حکم کے سامنے تنہائی میں دونوں طرف کے صرف دو مناظرہ باہم گفتگو کریں اور کوئی مجمع نہ ہو اور اس کے خلاف یعنی کسی مجمع خاص میں بھی گفتگو کرنے کیلئے وہابی دیوبندی تیار نہیں ہیں۔

اس اشتہار میں ظاہر ہے یہ مناظرہ سے کھلا ہوا فرار ہے اس طرح مناظرہ سے حقیقت سامنے کیسے آسکتی اور کون جلوت میں یہ اقرار کرتا کہ ہاں بھائی میں مناظرہ ہار گیا ہوں؟ اس سے صاف ظاہر ہے کہ دیابنہ کو اپنی شکست کا احساس پہلے ہی سے تھا ورنہ وہ یہ راہ فرار اختیار ہی کیوں کرتے۔ اسی اشتہار میں دیابنہ نے مناظرہ کے لءے فریقین کے منتخب حکم و ثالث جناب ڈاکٹر اقبال اور مولانا اصغر علی صاحب روحی کے بارے میں بھی لکھا کہ انہوں نے ثالثیت سے انکار کردیا ہے، اس کا جواب دیتے ہوئے صاحب روداد نے لکھا ہے:

اس پوسٹر میں وہابیہ دیوبندیہ نے غلط بیانی کرکے پبلک کو یہ مغالطہ دیا ہے کہ مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور نے ڈاکٹر سر محمد اقبال اور

مولانا اصغر علی صاحب روحی کی طرف انکار ثالیثت کی غلط نسبت کی، یہ دیوبندیہ کا جھوٹ الزام ہے۔ ہمارے پاس دونوں صاحبوں کی تحریریں موجود ہیں اور وہ انکار نہیں فرما سکتے۔

حجۃ الاسلام کا لاہور ورود مسعود:

تاریخ مناظرہ آتے آتے دیابنہ نے مناظرہ نہ ہونے کے لئے کئی حربے اپنائے، مگر تاریخ مناظرہ میں حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا قدس سرہ، اعلیٰ حضرت حضور شاہ علی حسین قدس سرہٗ صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ، شیر بیشہ اہلسنت مولانا حشمت علی خاں صاحب، مولانا محمد شریف محدث کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا محمد شاہ صاحب سیالکوٹی اور مولانا شیر نواب صاحب قصوری وغیرہ علماء اہل سنت تشریف لے آءے۔ مجبوراً دیابنہ کے بھی مولانا منظور سنبھلی، ابولوفا شاہجہاپوری وغیرہ کو بھی مناظرہ گاہ میں آنا پڑا، مگر شرائط مناظرہ کے اعتبار سے اس مناظرہ میں تھانوی صاحب کو خود آنا تھا یا اپنا کوئی وکیل مطلق بھیجنا تھا ایسا کچھ کر کے دیابنہ کے نمائندے نہیں آئے تھے اس صورت حال کا نقشہ اور بات کیسے آگے بڑھی اس کی پوری تفصیل. روداد میں اس طرح بیان کی گئی ہے:

> مگر یہ حیلہ جوئیاں نہ چلیں اور حضرت حجۃ الاسلام مدظلہ تعالیٰ کے لاہور پہنچ کر بار بار پوسٹروں کے ذریعہ اپنے مقابل کو طلب فرمانے سے وہابیہ کو اندیشہ ہو گیا کہ اگر وہ مجمع عام میں نہ پہنچے تو ان کی نہایت ذلت و رسوائی ہوگی اور سب لوگ ان سے پھر جائیں گے۔ اس مجبوری سے ان کے مقامی اور بیرونی بہت سے مولوی جمع ہو کر مقام مناظرہ مسجد وزیر خان میں ۱۵ ر شوال ۱۳۵۲ھ روز چہار شنبہ ۱۰ ر بجے تشریف لائے۔ علمائے کرام اہل سنت کی جماعت کثیر پہلے سے ہی موجود تھی۔ جلسہ گاہ آدمیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ مجمع نہایت پر امن تھا۔ سید حبیب صاحب ایڈیٹر سیاست حلقہ کے صدر بنائے گئے لیکن وہابیہ جو ڈیڑھ اینٹ کی الگ چننے کی عادی ہیں انہوں نے اپنی چھوٹی سی جماعت کا چھوٹا سا صدر الگ ہی چن لیا کوئی مقامی مقتدر شخص میسر نہ آیا تو قبضہ سنبھل کے مولوی اسماعیل

ہی کو صدر بنا لیا۔ جن بیچارے کو صدارت کا اتنا سلیقہ اور تجربہ تھا کہ خود ہی صدر بنے اور خود ہی سکریٹری کے وکیل بیک وقت آپ کو دونوں منصبوں کا اعزاز حاصل تھا اور آپ اس پر بہت مفتخر اور نازاں ہیں۔ مجمع میں ہر چند آپ کو سمجھایا گیا کہ آپ ایک منصب قبول فرمائیے۔ یہ دو منصب کس طرح جمع کر رہے ہیں۔ مگر آپ نے ان دونوں نعمتوں کو کسی ایک کا چھوڑنا گوارا نہ فرمایا۔ بہت لطف ہوا۔ جب سید حبیب صدر جلسہ نے دریافت کیا کہ اگر بحیثیت وکالت تقریر کرتے ہوئے جناب کی تقریر لمبی ہوگی یا کسی وجہ سے روکنے ٹوکنے کی ضرورت پیش آئی تو آپ کو کون روکے گا۔ فرمایا کہ آپ۔ سید صاحب نے فرمایا تو آپ میرا حکم مانیں گے۔ مولوی اسماعیل نے کہا کہ ہاں سید صاحب کے ہاں پر صدر کہاں ہوئے۔ آپ کا صدر میں، اس پر جلسہ میں بہت مضحکہ ہوا۔ مگر آپ نہ صدارت ہی کو چھوڑ سکتے تھے نہ سکریٹری کی قائم مقامی سے ست بردار ہونے کا صدمہ عظیم برداشت کر سکتے تھے۔ بہر حال اگر آپ کے سر پر صدارت کی دستار تھی تو دوش پر سکریٹری کی نیابت کا جبہ بھی تھا۔ حضرت مولانا مفتی سید احمد صاحب نے اعلان کیا کہ حسب قرار حضرت حجۃ الاسلام مولانا مولوی حامد رضا خان صاحب مدظلہ مجلس مناظرہ میں رونق افروز ہیں۔ جماعت وہابیہ حسب قرار مولوی اشرف علی یا انکے وکیل مناظرہ کو پیش کرے جس کے پاس وکالت کی معتبر سند ہو اس پر بعد قیل وقال بسیار وحیلہ واعذار وہابیہ کے صدر نائب سکریٹری نے ایک میلا پرچہ جیب شریف سے نکالا اور فرمایا کہ یہ سند وکالت ہے۔ جو مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے لکھی ہے۔ یہ سند مجمع میں پڑھی گئی۔ اس میں کہیں یہ نہ تھا کہ ۱۵ رشوال کو لاہور میں جو مناظرہ ہونے والا ہے میں اس میں بجائے اپنے فلاں شخص کو اپنا وکیل بنا کر بھیجتا ہوں۔ اس کا ہر قول اور قبول وعسول فتح وشکست سب مجھے قبول ہوگا۔ اور میرا اقرار پائے گا۔ بجائے اس کے وہ ایک عجیب وغریب تحریر تھی۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ:

مذبذبین کو عبارت حفظ الایمان کی تفہیم کیلئے میں مولوی حسن احمد فیض آبادی اور مولوی منظور و مولوی اسماعیل سنبھلی اور مولوی ابو ابو فا شاہجہانپوری کو اپنا وکیل بناتا ہوں

جب یہ وکالت نامہ پڑھ کر سنایا گیا تو مولانا مفتی سید احمد صاحب نے فرمایا کہ یہ تفہیم کی اجازت ہے وہ بھی مذبذبین کو اس میں مناظرہ کا لفظ تک نہیں، نہ کہیں مناظرہ کا وکیل کس طرح ہو گئے یہ اجازت ہو گی تو وعظ گوئی کی ہو گی۔ ہمارا جو مناظرہ مقرر ہوا ہے اس کا مبحث عبارات تحذیر الناس فتویٰ گنگوہی براہین قاطعہ وحفظ الایمان جن پر حسام الحرمین میں حکم کفر دیا گیا ہے وہ ہیں۔ تھانوی صاحب کی تحریر میں نہ مباحث کا ذکر ہے نہ مناظرہ کا لفظ نہ لاہور کا نام ہے۔ نہ حزب الاحناف جمعیت الاحناف کی قراردادوں کا حوالہ ہے نہ پندرہ شوال ۱۳۵۲ھ کی تاریخ ہے نہ بحث کی اجازت ہے نہ یہ ذکر ہے کہ میرا وکیل جو قبول کر لے گا مجھے بھی وہ قبول ہو گا۔ پھر کس طرح منایا جائے کہ یہ تحریر سند وکالت مناظرہ ہے۔

اس پر مولانا ابو الفتح صاحب مولوی حشمت علی خان صاحب نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ سند وکالت مناظر نہیں نہ تھانوی خود آئے نہ ان کا وکیل مجاز پہنچا لھذا حسب قرار دادان کی اس شکست کا اعلان کرتا ہوں

اس پر وہابیہ کے صدر نائب سکریٹری صاحب بہت بے چینی سے اٹھے اور نہایت بے کسانہ شکل کے ساتھ فریادیوں کے لہجے میں آپ نے عرض کیا کہ مولوی حشمت علی خان صاحب اپنا یہ اعلان واپس لے لیں لیکن ہزار ہا مجمع کے بیچ میں ایک بھی شخص ایسا نہ تھا جو ان کی تائید کرتا اور ان کا ہم زبان ہو گا۔ سب مجمع دیکھ رہا تھا کہ مناظرہ کے موقع پر سبق پڑھا ترے یا وعظ کہنے کی اجازت لے کر آئے ہیں۔ یہ تمسخر ہے یا فریب دہی ہے وہابیہ کے صدر نائب السکریٹری کی منت ولجاجت پر جلسہ کے صدر جناب سید حبیب صاحب نے ان کی اتنی خاطر کی کہ مولانا حشمت علی خان صاحب سے فرمادیا کہ یہ لفظ کچھ قبل از وقت ہیں مگر انہیں جواب

دے دیا گیا کہ یہ فیصلہ مجمع عام کے ہاتھ ہے، جناب جلسہ کے انتظام کیلئے صدر ہیں چنانچہ قابل صدر نے اس کا اعتراف کیا بیچارے وہابیہ کو جواب دے دیا وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

دیابنہ کی گزارش:

اخیر میں وہابیہ نے یہ ایک استدعا پیش کی کہ ہمارے جو علماء موجود ہیں وہ اپنی طرف سے ایک شخص کو مولوی اشرف علی صاحب کا وکیل تسلیم کیے لیتے ہیں اس کی فتح وشکست کو مولوی اشرف علی صاحب کی شکست وفتح تسلیم کرلیں گے حضرت حجتہ الاسلام اپنی طرف سے کسی شخص کو اجازت دے دیں چونکہ وہابیہ کی استدعا میں اور اس نئی توکیل میں مولوی اشرف علی صاحب کی طرف سے جو وکالت نامہ پہلے انہوں نے منسوب کیا تھا اور جس کو مناظرہ کا وکالت نامہ بتایا تھا اس کی ایک طرف تکذیب اور اپنے اس دعوے کے اعلان کا ایک گونہ اعتراف پایا جاتا ہے اور مجمع بھی مناظرہ دیکھنے کیلئے منتظر تھے۔ اس لیے یہ درخواست منظور کرلی گئی۔ وہابیہ نے مولوی منظور سنبھلی کو تھانوی کا وکیل تسلیم کیا اور حضرت حجتہ الاسلام مدظلہ العالی نے مولانا ابوالفتح مولوی حافظ حشمت علی خان صاحب کو اپنی طرف سے مناظرہ کی اجازت دی اور وکیل مقرر فرمایا۔ مولانا ابوالفتح صاحب اور منظور سنبھلی کے درمیان جو کچھ گفتگو ہوئی اور سنبھلی نے جس طرح مناظرہ سے جان بچا کر فرار کیا اس کی تفصیل اشتہار آئندہ میں ملاحظہ ہو

اس تصفیہ کے بعد اب مناظرہ ہونا چاہیے تھا مگر اب پھر منظور سنبھلی صاحب نے کئی ایسی شرطیں پیش کیں کہ اب بھی کسی طرح میں مناظرہ سے بچ جاؤں اور میرے سر سے یہ بلا ٹل جائے مگر شیر بیشہ اہل سنت نے ان کی تمام شرطیں منظور کرکے ان کے لئے جائے فرار کی راہ مسدود کردی اور صرف ایک شرط ایسی رکھی کہ انجام کار ان شکست تھانوی صاحب کی شکست تسلیم ہو اس پر وہ اڑ گئے اور تمام وقت اسی میں صرف کردیا تفصیل ملاحظہ ہو:

فیصلہ کن مناظرہ کا انجام:

۱۵ رشوال کو مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے نہ آنے اور وکیل مجاز نہ بھیجنے سے انہیں جو شکست ہوئی تھی اس کی مار کم کرنے کیلئے دیو بندی علما کے پورے لشکر نے یہ تجویز سوچی تھی کہ اپنی طرف سے مولوی منظور کو تھانوی صاحب کا وکیل قرار دے لیں اور اس طرح سے ان کے نہ آنے کی خفت کو کچھ کم کریں۔ مولوی منظور نے جس قدر شرطیں پیش کیں وہ شیر سنت مولانا ابوالفتح محمد حشمت علی خاں صاحب سلمہ نے فراخدلی سے منظور کرلیں، صرف تھوڑی سی نہایت مفید ترمیمیں چاہی تھیں جن میں فریقین کا کوئی حرج نہ تھا، مثلاً یہ کہ دو مسلکوں میں اخیر تقریر مولوی منظور کی ہوگی تو وہیں اخیر تقریر مولانا حشمت علی صاحب کی ہوگی اور یہ کہ ہر دو مناظر اپنی اپنی تقریریں اپنے موکلوں سے دستخط کرا کر مخالف کو دیں گے یعنی مولانا حشمت علی صاحب اپنی تقریروں پر اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام دام ظلہ کے دستخط کرائیں گے اور مولوی منظور صاحب سنبھلی اپنی تقریروں پر مولوی اشرف علی تھانوی سے دستخط کرائیں گے۔ یہ بات نہایت معقول تھی۔ تمام حاضرین نے اسے پسند کیا، وہابیہ کے بھی معاملہ فہم حضرات نے اس کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور اس میں فریقین میں کسی کا حرج بھی نہ تھا۔ مگر وہابی صاحبوں کو مناظرہ موت کے برابر مہیب نظر آرہا تھا۔ اتنی سی بات وہ دن بھر میں منظور نہ کرسکے اور ان کی کانا پھوسی مشورے ختم نہ ہوتے تھے نہ ہوئے۔ ان کے صدر مولوی اسماعیل سنبھلی اختیارات صدارت سے تجاوز کر کے طنزوں، کنایوں اور غلط الزاموں پر اتر آتے اور سنیوں کے فاضل صدر حضرت علامہ سید محمد شاہ صاحب سیالکوٹی فاضل پنجاب کو مجبوراً ان کا جواب دینا پڑتا تھا۔ کئی مرتبہ تو علامہ موصوف نے وہابیہ کے صدر مولوی اسماعیل صاحب کو آگاہ کیا کہ آپ اپنے اختیارات صدارت سے تجاوز نہ کریں۔ مسائل کا بیان کرنا، فریق مقابل پر الزام لگانا یہ کام آپ کا نہیں ہے۔ آپ اپنے مناظر کو کھڑا کردیجئے کہ وہ مسائل پر گفتگو کرے لیکن وہابیہ کے صدر کا منشا تھا کہ مجمع کو اشتعال دلائے اور کسی طرح فساد کی صورت پیدا کرے تاکہ فساد ہوجائے اور مناظرہ نہ کرنا پڑے۔ اس لیے وہ برابر اسی قسم کی شرانگیز گفتگو کرتا رہا۔ سنیوں کے صدر علامہ سید شاہ صاحب سلمہ کو مجبوری صدر وہابیہ کے جواب دینے پڑے۔ جواب دیئے تو ماشاء اللہ دانت کھٹے کردیئے اور وہابیہ دیوبند کا صدر کسی طرح بھی اپنے مناظر کو کھڑا نہیں کرتا۔ تو تین بار یہ فرمایا کہ اگر آپ کو خواہش مناظرہ ہے تو پھر آپ کا اور میرا ہی مناظرہ ہوجائے۔ منطق فلسفہ، ریاضی، تفسیر، حدیث، فقہ، اصول عقائد، جس علم وفن میں چاہیں مناظرہ کرلیں۔ مگر وہابیہ جس کو تھانوی صاحب کی وکالت کا بھی ادعا تھا

اور اس میں یہ جرأت ہی نہ تھی کہ خود ہی مناظرہ کیلئے تیار ہو جاتا، نہ وہ اپنے مناظروں میں سکت دیکھتا تھا اس لیے بے چارہ وقت کو ٹالتا تھا اور اشتعال انگیزی کی کوشش کرتا تھا۔

اس مناظرہ لاہور سے لے کر آج تک حق و باطل کے درمیان جتنے مناظرے ہوئے سبھوں کی تاریخ تقریباً یکساں ہے کہ جب باطل کو شکست سامنے نظر آتی ہے تو وہ کوئی نہ کوئی ایسا حربہ استعمال کرتے ہیں تا کہ مناظرہ ہنگامہ کی نذر ہو جائے اور کوئی حتم فیصلہ پہلے ہمیں فرار کا موقع مل جائے چنانچہ اس مناظرہ میں بھی ایسا کچھ ہوا، رپورٹ ملاحظہ کیجئے:

مناظرہ سے بچنے کی ایک نہایت شرمناک تدبیر:

وہابیہ دیوبندیہ نے امرتسر کے مشہور غیر مقلد ثناء اللہ کو بلا کر نہایت احترام سے اپنے اسٹیج پر بلایا اور دیوبندی مناظر مولوی منصور نے اپنی کرسی پر جگہ دی۔ ثناء اللہ صاحب کی آمد پر دیوبندیوں کی ساری جماعت تعظیم کیلئے کھڑی ہوگئی اور نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اگرچہ ہزارہا کے مجمع نے اس فعل پر نفرت کا اظہار کیا اور سب کو یہ حرکت ناگوار گزری لیکن وہابیہ نے اپنے رفیق کو چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ حاضرین پر عیاں ہو گیا کہ غیر مقلدین اور وہابیہ دیوبندیہ درحقیقت عقائد میں ایک ہیں۔ اعمال ظاہری میں اگرچہ مختلف ہیں جس حالت میں کہ شرطیں طے ہوئی تھیں اور وہابیہ سے اقبال کہ وہ اپنی تقریروں پر اپنے پیشوا مولوی اشرف علی صاحب کی تصدیق کرانے کا ذمہ لیں۔ اس حالت میں وہابیہ کی طرف سے یہ شرمناک سوال کیا گیا کہ اس مناظرہ کو رہنے دو اور ثناء اللہ غیر مقلد سے مناظرہ کرلو۔ اس سے اندازہ کیجئے کہ وہابیہ دیوبندیہ اور ان کا مناظر سب مناظرہ کی طرف سے پریشان تھے۔ وہ اسی کو غنیمت سمجھے کہ غیر مقلد کے کندھوں پر اپنا جوا رکھ کر بھاگ نکلیں۔ سنیوں کے صدر نے کہا کہ آپ مناظرہ سے اپنے فرار کی تحریر دے دیں تو ہم ثناء اللہ سے مناظرہ شروع کردیں۔ جب وہابیہ نے دیکھا کہ اس طرح بھی مناظرہ کی مصیبت سر سے نہیں ٹلتی تو ان کے سکریٹری نے اعلان کردیا کہ اس جلسہ کی ذمہ داری میرے اور حضرت مولانا سید احمد صاحب کے اوپر ہے میں اس ذمہ داری کو اپنے سر اٹھاتا ہوں۔ اس کلمہ کے یہ معنی تھے کہ وہ اپنی طرف کے مجمع کے ذمہ دار نہیں رہے جب کوتوال صاحب نے دیکھا کہ ان کی نیت فساد کرانے کی ہے تو انہوں نے اپنی ذمہ داری محسوس کی اور مجمع میں آکر کہا کہ آپ امن وامان سے کام لیجئے۔ ایسا نہیں کہ میں انتظام قائم رکھنے کیلئے اپنی طاقت استعمال کرنے پر مجبور ہوں لیکن وہابیہ نے اس پر بھی اپنی روش نہ بدلی اور یہ بے ضابطگی کی کہ عین اس وقت جبکہ سنیوں کے صدر علامہ سید محمد شاہ صاحب تقریر فرما رہے تھے ان

کی تقریر کے دوران اپنے مقرر کو کھڑا کر دیا اور اس نے چلانا شروع کر دیا۔ یہ خلاف تہذیب وانسانیت وخلاف ضابطہ کارروائی دیکھ کر کوتوال صاحب نے مجمع سے فرمایا کہ چلے جاؤ مجھے اندیشہ ہو گیا ہے۔ یہ سنتے ہی وہابیہ سب کے سب ففرو اہو گئے ایک بھی موجود نہ رہا۔ کسی کے منہ سے یہ نہ نکلا کہ جناب ہم آپ کو اطمینان دلاتے ہیں کہ امن قائم رکھیں گے، کوئی بات فساد کی نہ ہونے دیں گے۔ آپ ہمیں مناظرہ کرنے دیجئے۔ یہ کہتے تو جب، جبکہ انہیں مناظرہ منظور ہوگا۔ لیکن انہوں نے کوتوال صاحب کے یہ فرمانے کو بہت ہی غنیمت سمجھا۔ نہ کسی کو سلام کیا نہ کلام کیا، نہ کہا کہ ہم جا رہے ہیں، نہ اذن لیا نہ اجازت لی، نہ اپنے آئندہ آنے کا وعدہ کیا چپکے سے روانہ ہو گئے۔ اور سنی بحمد اللہ سب قائم رہے اور عصر تک مولانا ابوالفتح حافظ حشمت علی خاں صاحب اور علامہ سید محمد شاہ صاحب کی زبردست تقریر ہوتی رہیں، مجمع قائم رہا، پھر شب میں ۳ بجے تک جلسہ رہا۔

وہابیہ کے اس بھاگ جانے کو شہر کے لوگوں نے بہت نفرت وحقارت کی نظر سے دیکھا۔ تمام شہر میں ان کی بدنامی ہو رہی ہے۔ اہل سنت کے جلسے نہایت تزک واحتشام کے ساتھ جاری ہیں۔ یہ سارے وہابی لشکر کی بہت ذلیل ترین شکست ہوئی اور چونکہ وہابیہ کی جماعت نے مولوی منظور سنبھلی کو مولوی اشرف علی تھانوی کا وکیل تسلیم کرایا تھا اور ان کی فتح وشکست کو تھانوی فتح وشکست قرار دیا تھا اس لیے یہ شکست مولوی اشرف علی کی شکست ان کی ہار ہے۔ سنی نوجوان طالب علموں کو حسرت رہ گئی کہ مباحث مناظرہ میں سے کسی مبحث پر وہابیہ دومنٹ بھی نہ بولے ورنہ انہیں بھی کچھ مزہ آجاتا۔ دل کی دل ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی۔ ان سے مطلب کی ملاقات نہ ہونے پائی۔

یہ تھا آئینہ اس مناظرہ کا جس کی دھوم مناظرہ سے پہلے بھی تھی اور یہ آرزو تھی کہ تھانوی صاحب جب خود ہی مناظرہ میں آئیں گے تو اس دن امت کے درمیان مناظرہ ومباحثہ اور تفریق جدال کی ساری دیواریں گر جائیں گے مسلمان آپس میں شیر وشکر ہو جائیں گے مگر ایسا کچھ نہ ہوا، نیت کھوٹ اور اپنی غلط بات پر اڑے رہنے کی فکر ملی انتشار کو کہاں ختم کر سکتی تھی؟ کاش ایسا ہو گیا ہوتا تو واقعی آج ہندوستان میں مسلمانوں کی یہ حالت نہ ہوتی۔

اس مناظرہ کا حاصل یہ نکلا کہ تمام شہر میں اہل سنت کی فتح مبین اور وہابیہ دیابنہ کی شکست فاش کی خبر مشہور ہو گئی، حجۃ الاسلام جو تھانوی جی کے مقابلہ میں بحیثیت مناظر موجود تھے ان کے مقابلہ کی تاب تھانوی جی میں نہیں ہوئی اور انہوں نے اسی خوف سے کسی کو اپنا وکیل مطلق بھی نہیں بنایا کہ اس کی شکست ہماری شکست ہوگی۔ اس فتح کے بعد لاہور میں حضور حجۃ الاسلام کی دھوم مچی، اور

علماوشعرانے آپ کی شان میں قصیدے کہے چنانچہ یہ تہنیتی اشعار اسی مناظرہ کی یادگار ہیں:

اے سنیوں کے پیشوا حامد رضا حامد رضا	کیا نام ہے پیارا ترا حامد رضا حامد رضا
اعداء پہ ہے تیر قضا حامد رضا حامد رضا	احباب کی ہے تو بقا حامد رضا حامد رضا
چشم و چراغ اصفیا شمع جمال اتقیا	ممتاز خاصان خدا حامد رضا حامد رضا
گھر گھر تیرا افسانہ ہے ہر دل تیرا دیوانہ ہے	اے جان عبد المصطفیٰ حامد رضا حامد رضا
صورت ہے نورانی تیری سیرت ہے لاثانی تیری	طینت ہے تیری مرحبا حامد رضا حامد رضا
ہندوستان میں دھوم ہے کس بات کی معلوم ہے	لاہور میں دولھا بنا حامد رضا حامد رضا
سمجھے تھے کیا اور کیا ہوا ارمان دل میں رہ گیا	تیرے ہی سر سہرا رہا حامد رضا حامد رضا
ایوب قصہ مختصر آیا نہ کوئی وقت پر	تیرے مقابل منچلا حامد رضا حامد رضا

لاہور کے مناظرہ کی روداد کی مکمل روداد انشا اللہ جلد شائع کی جائے گی تاکہ عوام تک یہ حقیقت پہنچے کہ مسلمان کہلانے والی یہ وہ قوم ہے جو اتحاد اتحاد کا زبانی نعرہ لگاتی ہے مگر جب موقع آتا ہے تو راہ فرار اختیار کرتی ہے۔ اللہ رب العزت اہل سنت کو دوام عطا فرمائے اور حجۃ الاسلام کے فیضان سے ہم سب کو مالا مال فرمائے۔ آمین

حجۃ الاسلام ''مقدماتِ خمسہ'' کے تناظر میں

مفتی محمد شمشاد حسین رضوی
صدر مدرس: مدرسہ شمس العلوم گھنٹہ گھر بدایوں یوپی

حجۃ الاسلام۔ نہایت ہی مشہور و معروف شخصیت کا لقب ہے۔ جب ''حجۃ الاسلام'' کا لقب بولا جاتا ہے تو اس سے ایک ایسی شخصیت اور ذات گرامی کا تصور ذہن میں ابھرتا ہے جو ہر اعتبار سے بہتر دکھائی دیتی ہے...... اس کی ذات معتبر...... اس کی شخصیت معتبر...... اور اس کا ہر ایک قول اور ہر ایک فعل معتبر ہوا کرتا ہے...... جو بات وہ کہہ دے اس کی حیثیت سند کی ہوتی ہے...... جو ارشاد فرمادیں وہی دلیل ہوا کرتا ہے...... اس کا جو عمل سامنے آجائے...... وہ لائق اتباع ہوا کرتا ہے...... ایسی شخصیت بار بار جنم نہیں لیتی ہے بلکہ برسوں بعد اس کا وجود سامنے آتا ہے اور اپنے کردار و عمل سے اہل جہاں کو تابانیاں دے جاتا ہے اور اپنے قول و ارشاد سے ارباب فکر و دانش کو ''رہنما اصول'' عطا کر جاتا ہے...... اس لئے کہ وہ اس جہاں میں رہے یا نہ رہے مگر ان کی یہی ''تابانیاں اور رہنما اصول'' رہ جاتے ہیں...... اور یہ ایسے ''رہنما اصول'' ہوا کرتے ہیں جن سے آنے والی نسلوں کو روشنی ملتی رہتی ہے۔ راہ چلنے والوں کو پتہ ملتا رہتا ہے کہ اب کس جانب جانا ہے اور کس رخ پر سفر کرنا ہے...... بات اسی پر ختم نہیں ہوتی ہے...... اگر کوئی فکر والا ہے تو اسے بھی تابانی نصیب ہوتی ہے...... کوئی دانشوری کی روایت کو زندہ کرنا چاہے تو اسے بھی یہ رہنما اصول مایوس نہیں کرتے ہیں...... جو قلم والے ہوا کرتے ہیں اور خلوص و وفا اور بے لوث جذبوں سے سرشار ہو کر ان کے رہنما اصولوں سے استفادہ کرنا چاہے تو وہ استفادہ کر سکتے ہیں۔

حجۃ الاسلام...... کا مطلب ''اسلام کی دلیل'' ہے...... یہی اس کا لغوی معنی ہے...... اور یہی اس کا عرفی معنی بھی ہے اور عوام الناس بھی اس سے یہی معنی مراد لیا کرتے ہیں...... حجۃ الاسلام کسی دور میں ''امام غزالی'' کو کہا گیا تھا...... جو اپنے دور کے مفسر، محدث، متکلم، مفکر، دانشور اور لاجواب محقق و مدقق تھے...... ان کے اس لقب کو اہل زمانہ نے تسلیم کیا اور اس وقت سے لے کر اب تک انہیں اسی لقب سے یاد کیا جاتا رہا ہے...... ان کی خدمات اس بات پر شاہد ہیں کہ ''امام غزالی'' واقعی اسلام کی حجت و دلیل تھے اور آج بھی ہیں...... ان کی کتابیں ان کے مقالے اور ان کی تحقیقات اس لائق ہیں کہ انہیں ''حجۃ الاسلام'' کہا جائے۔

مگر میں جس ''حجۃ الاسلام'' کی بات کر رہا ہوں...... ان کی شان بھی ارفع و اعلیٰ ہے...... ان کی شخصیت بھی بلند و بالا ہے...... ان کا علمی کارنامہ اور فکری شعوری کاوشیں اس قابل ہیں کہ انہیں اس لقب سے یاد کیا جائے اور انہیں اس جہت سے تعارف کرایا جائے...... حجۃ الاسلام سیدی و آقائی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے بڑے صاحبزادہ مولانا مولوی الشاہ حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کا لقب ہے...... آپ کیسے تھے اور کیسے ہیں؟ اس کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ اس آغوش کے پروردہ تھے جو ہر فن اور ہر علم کے ''امام'' تھے ان کی نظر عنایت کا یہ عالم تھا کہ وہ ذرۂ خاک کو رشک ثریا کر دیا کرتے تھے اور جو کچھ نہیں ہوا کرتا تھا اسے بہت کچھ بنا دیا کرتے تھے۔

میں نے بنارس جامعہ حمیدیہ رضویہ ہٹیہ مدنپورہ میں تعلیم حاصل کی۔ اور برسوں وہاں رہا...... میں نے وہاں کے عام لوگوں کی زبانی سنا ہے کہ حضور حجۃ الاسلام جب کبھی بنارس تشریف لاتے تھے تو جس راستہ سے آپ کا قافلہ گزرتا تھا لوگ ان کے دیدار اور زیارت کے لئے کھڑے ہو جایا کرتے تھے...... مسلم اور غیر مسلم سب کا یہی حال ہوا کرتا تھا...... اور ٹکٹکی باندھ کر انہیں دیکھا کرتے تھے...... میں نے کہا: ایسا کیوں ہوا کرتا تھا!...... تو مجھے لوگوں نے بتایا کہ حضور حجۃ الاسلام اس قدر حسین و جمیل اور خوبرو تھے کہ اہل ہنود انہیں کیا سے کیا تصور کیا کرتے تھے...... اس بات میں کسی کو شک و تردد نہیں ہو سکتا ہے کہ جس انسان کی ظاہری خوبصورتی کا یہ عالم ہو تو ان کی باطنی حسن و جمال کا کیا عالم ہو سکتا ہے؟ اور وہ بھی ایک عالم دین...... اور شہزادۂ اکبر امام اہل سنت و جماعت سیدی اعلیٰ حضرت ...... حضور سیدی شمس العلماء مصنف قانون شریعت جب کبھی درس گاہ میں ''حضور حجۃ الاسلام'' کا ذکر جمیل فرمایا کرتے تھے تو آپ اکثر کہا کرتے تھے

کہ میں ان کے بارے میں کیا کہوں؟ ان کے تعلق سے تو سرکار مفتئ اعظم ہند فرمایا کرتے تھے: بڑے بھائی جان کو تو اعلی حضرت نے پڑھایا تھا...... یہ جملہ اگر چہ مختصر ہے مگر اس میں جو معنویت اور باطنی شفافیت پائی جاتی ہے...... وہ خوب اور بہت خوب ہے۔ اس جملہ سے جس شخصیت کا تصور ابھرتا ہے وہ کوئی عام تصور نہیں ہے کہ لوگ اس تصور کا شعور کرے اور پھر اسے نظرانداز کر کے گزر جائے...... بلکہ یہ تصور کچھ ایسا تصور ہے کہ جو جس قدر دانش و بینش والا ہوگا یہ تصور اسے اسی قدر لطف و مزہ دے گا اور بار بار اس کی شخصیت کی اہمیت کا احساس دلاتا رہے گا جس سے یہ تصور متعلق ہے۔ ہماری جماعت کے ہر فرد کو اس بات پر اللہ تعالی شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اس نے ہماری جماعت کو ایسی نرالی شخصیت سے نوازا تھا۔ وللہ جمیع درہ

"حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں ان تمام خوبیوں کے جامع تھے جو ایک مجدد کے جانشیں میں ہونی چاہیئے تھیں، چنانچہ دنیا نے حجۃ الاسلام کی شکل میں اس جانشیں کے علمی و عملی جلوے دیکھے...... جس کی مجاہدانہ شان و شوکت اور عالمانہ وقار و طمطراق کی دھمک عجم کیا عرب تک محسوس کی گئی۔ اس ایک ذات میں علم، عمل، حسن، عشق، معرفت، تصوف، تبلیغ، تدریس، تقریر، تصنیف، ترجمہ، تشریح، تحقیق، تنقید، اخلاص، ایثار، تدبر اور بصیرت کی ایک دنیا آباد تھی...... ان کی ذات سے وابستہ یہ اوصاف صرف دیکھنے کے نہ تھے بلکہ انہوں نے اس سے دین کی خدمت کا کام لیا۔ اور خوب لیا...... مولانا حامد رضا خاں باطنی خوبیوں کے ساتھ ساتھ ظاہری حسن سے بھی نوازے گئے تھے۔ کہا جاتا ہے وہ انتہائی خوبرو حسین و جمیل تھے۔ بارہا ایسا ہوا کہ ان کا چہرہ دیکھ کر کتنے غیر مسلم ایمان لے آئے (مقالہ پی ایچ ڈی ڈاکٹر شفیق اجمل قادری ص ۱۷۲)"

حضور حجۃ الاسلام صحیح معنیٰ میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کے جانشیں اور علمی، فکری اور تحقیقی وارث تھے۔ اس لئے کہ اعلی حضرت نے اس پودے کو سینچا تھا اور اسی مقصد کے تحت ان کی تربیت فرمائی تھی اور علوم و فنون سے نوازا تھا۔ اس بات میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا ہے کہ حجۃ الاسلام کو یہ نیابت نہ صرف علمی جاہ و جلال اور فکری شان و شوکت میں حاصل تھی...... بلکہ حجۃ الاسلام کا اسلوب بیان اور رنگ تحقیق بھی وہی تھا جو امام احمد رضا فاضل بریلوی کی تصنیفات میں پایا جاتا ہے...... حجۃ الاسلام نے اعلی حضرت کے دور ہی میں فتاوی لکھنا شروع کر دیا تھا...... جب کہیں کسی کو بھیجنا ہوتا تو اعلی حضرت اپنے شہزادۂ اکبر کو ہی بھیجا کرتے تھے۔ اسی طرح انہیں اپنا وکیل بھی بنا کر بھیجا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ سرکار محبی نے اعلیٰ حضرت کو پوکھریرا ضلع سیتامڑھی تشریف لانے کی دعوت دی...... علمی مصروفیات کے سبب اعلیٰ حضرت نے معذرت چاہ لی۔ اور اپنا قائم مقام بنا کر حضور حجۃ الاسلام کو بھیجا اور ساتھ میں ایک تحریر بھی عنایت فرمائی جس میں لکھا تھا کہ

اگر چہ میں اپنی مصروفیات کی بنا پر حاضری سے معذور ہوں مگر حامد رضا کو بھیج رہا ہوں ان کو حامد رضا نہیں احمد رضا سمجھا جائے (تذکرہ جمیل ص ۱۲۲)

اسی طرح ''جب لکھنو میں کسی سے مناظرہ و مباحثہ کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت کو مدعو کیا گیا اور وقت مانگا گیا تو آپ نے اپنی مصروفیات کی بنا پر معذرت کر لی اور حضور حجۃ الاسلام کو اپنا وکیل بنا کر روانہ فرمایا (فتاوی حامدیہ ص ۴۲۔۴۳)

حضور حجۃ الاسلام کے تعلق سے لکھنے کے لئے تو ابھی بہت سی باتیں باقی ہیں۔ مگر جس قدر میں نے تحریر کر دی ہیں اسی سے اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ حضور حجۃ الاسلام کیا تھے؟ اور کن خوبیوں کمالات اور امتیازات کے حامل تھے؟...... میں نے بطور تعارف اور تقریب ذہن کے لئے نہایت ہی اختصار کے ساتھ چند باتیں ذکر کر دیں...... تا کہ آنے والی گفتگو کو سمجھنے میں آسانی رہے...... اس کی وجہ یہ ہے کہ تحریر کوئی بھی ہو اور کسی کی ہو اور کسی بھی فن سے متعلق ہو بہر حال اس کا رشتہ جہاں قاری سے منسلک رہتا ہے اس سے کہیں زیادہ قلم کار اور مصنف سے منسلک رہا کرتا ہے کیونکہ تحریر اظہار شخصیت اور اظہار نفسیات کا ایک اہم ذریعہ ہوا کرتی ہے اس لئے مصنف کا تعارف ضروری ہوا کرتا ہے۔ بس میں ایک شعر درج کر کے اپنی تعارفی گفتگو ختم کرتا ہوں

ان کا سایہ اک تجلی ان کا نقشِ پا چراغ
وہ جدھر گزرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

میرے مقالہ کا مضمون ہے ''حجۃ الاسلام'' اپنے مقدمات خمسہ'' کے تناظر میں...... حضور حجۃ الاسلام کی ایک کتاب ہے جس کا نام ''الصارم الربانی علی اسراف القادیانی'' ہے...... جو اسم با مسمی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسا نام ہے ویسی ہی یہ کتاب بھی ہے...... یہ ایک ننگی تلوار ہے اور خدائی شمشیر براں ہے...... مگر کس کے لئے؟ یہ بھی اسی کتاب کے نام سے ظاہر ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ہفوات و بکواس کے لئے اور اس کے خلاف قرآن و حدیث اوہام و خیالات کے لئے...... کتاب کے نام ہی سے مضمون کی جانب اشارہ کر دینا یہ بھی ایک کمال ہے اور ایسی خوبی ہے جس سے مصنف کی علمی اور فکری و فنی صلاحیتوں کا اندازہ ہو جاتا ہے...... یہ خوبی سب کو نہیں ملتی

ہے بلکہ کسی کسی کو نصیب ہوا کرتی ہے...... جہاں تک اعلیٰ حضرت اور ان کے خاندان کی بات ہے تو یہ خوبی اس خاندان میں شروع ہی سے چلی آرہی ہے جو اس خاندان کا طرۂ امتیاز ہے۔

یہ کتاب کس طرح وجود میں آئی؟ اس بارے میں عرض ہے...... ضلع سہارنپور کے موضع سرساوہ سے ۱۳۵۱ھ میں جناب یعقوب علی خاں کلارک پولس نے ایک سوال بصورت استفتاء بھیجا...... استفتاء تو لمبا چوڑا ہے مگر ذیل میں اس کا خلاصہ پیش ہے

☆...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و وفات کو لے کر دو گروہ ہو گئے ہیں...... ان میں سے ایک ان کی حیات کا قائل ہے اور دوسرا گروہ ان کی حیات کا منکر ہے ان دونوں میں سے کون حق پر ہے اور کون ناحق پر ہے؟

☆...... اس کی دلیل میں کوئی قطعی الدلالۃ اور صریح الدلالۃ آیت چاہیئے یا کوئی حدیث مرفوع متصل

☆...... آیت بھی ایسی ہو جس میں لفظ حیات ہو خواہ وہ کسی صیغہ سے

☆...... اور دوسرا سوال یہ ہے کہ حضرت امام مہدی اور دجال کا ہونا قرآن شریف میں ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کی آیت اور نہیں ہے تو اس کی وجہ......

سائل کی نفسیات یہ بتاتی ہے کہ اسے دلیل کے طور پر قرآن مقدس کی آیت چاہیئے یا پھر کوئی ایسی حدیث مطلوب ہے جو سند کے اعتبار سے مرفوع بھی اور متصل بھی ہو...... دلائل شرعیہ میں سے اس کے علاوہ کوئی دلیل نہیں چاہیئے...... جب کہ سب کو معلوم ہے کہ دلائل شرعیہ چار ہیں (۱) قرآن مقدس (۲) حدیث پاک (۳) اجماع (۴) قیاس۔ مگر صرف دو دلیلوں پر سائل کا زور دینا معنی خیز ہے...... جو راسخ العقیدہ مسلمان ہوا کرتا ہے یا کسی بدمذہب سے متاثر نہیں ہوتا ہے تو اسے کسی عالم کا بتا دینا ہی کافی ہوا کرتا ہے اور جب اس کے سامنے کوئی دلیل پیش کی جاتی ہے تو وہ یہ نہیں کہتا ہے کہ قرآن سے دلیل دو اور نہ یہ کہتا ہے کہ حدیث سے دلیل دو اور یہ بھی نہیں کہتا ہے کہ مرفوع اور متصل حدیث سے دلیل دو...... سائل کو قرآن و حدیث سے دلیل کے مطالبہ پر بدمذہب نہیں کہا جاسکتا ہے اس لئے کہ انہوں نیک نیتی اور خیر و فلاح پر مبنی جذبہ کی بنیاد پر مرکزی دارالافتاء کو استفتاء بھیجا تھا...... ہاں! اتنی بات ضرور ہے کہ وہ نفسیاتی طور پر غیروں کے دباؤ میں ضرور تھا...... بس اسی استفتاء اور کشمکش کے نتیجہ میں یہ کتاب وجود میں آئی ہے...... انٹر نیٹ پر یہ کتاب موجود ہے جو میرے کمپیوٹر میں محفوظ ہے اور اس کے صفحات کی تعداد ۵۰۴ ہے۔

☆......حضور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں نے اس کا جواب لکھا......انہوں نے نہ صرف نفس سوال کا جواب تحریر کیا بلکہ اسے ہر قسم کی دلیلوں سے مزین کیا......اور قادیانی کے مزعومات باطلہ اور خرافات فاسدہ کا ایسا رد بلیغ فرمایا کہ شاید اس طرح کا رد بلیغ کہیں اور نظر نہیں آتا ہے......طرز استدلال اس قدر دلوں کو بھا جاتا ہے اور ذہن وفکر میں اس طرح پیوست ہو جاتا ہے کہ حضور حجۃ الاسلام کی شخصیت اور ان کی عبقریت اور علمی فکری شان وشوکت خورشید تاباں کے مانند واقعیت میں تبدیل ہو جاتی ہے اور اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ جب شہزادۂ گرامی کا یہ عالم ہے تو پھر اس ذات گرامی کے کمال وتمام کی کیا شان ہو گی؟ جن کے آغوش تربیت نے ایسا باکمال ہیرا اپنی قوم کو دیا ہے

سائل کے تعلق سے جن خدشات کا میں نے اظہار کیا ہے اسی کا احساس اس درج ذیل تحریر میں بھی پایا جاتا ہے...... حجۃ الاسلام فرماتے ہیں

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

برادران مسلمین حفظکم اللہ تعالی عن شرور المفسدین حفظ ناموس ،وحفظ جان، وحفظ جسم وحفظ مال میں سب مومن وکافر ساعی وسرگرم رہتے ہیں۔ اللہ عز وجل کو یاد کر کے اپنے وقت عزیز کا ایک حصہ اپنے حفظ دین میں بھی صرف کیجئے کہ یہ سب سے اہم یعنی بگوش ہوش یہ چند کلمے سن لیجئے اور انہیں میزان عقل وانصاف میں تول کر حق وناحق کی تمیز کیجئے فضل الٰہی عز وجل سے امید واثق ہے کہ دم کے دم میں صبح حق تجلی فرمائے گی اور شب ضلالت کی ظلمت دھواں ہو کر اڑ جائے گی...... مخالفین اگر بر سر انصاف آئیں فھو المراد ورنہ آپ تو بعنایت الٰہی راہ حق پر ثابت قدم ہو جائیں (فتاوی حامدیہ ص ۱۲۱۔ ۱۲۲)

حضور حجۃ الاسلام نے اپنی اس تحریر میں بہت کچھ بتا دیا......اور نہایت ہی پر خلوص انداز میں عامۃ المسلمین کو نصیحت بھی فرما دی اور اس بات پر تنبیہ کر دی کہ ہمیں ان مسلمان بھائیوں کی فکر ہے جو غیروں میں بیٹھ کر ان کے نظریات سے متاثر ہو رہے ہیں......اگر علمی اور فکری انداز میں اس مذکورہ عبارت پر نظر ڈالیں تو حجۃ الاسلام نے ان چند جملوں میں ایک پر جوش اور ناپیدا کنار سمندر کو سما دیا ہے......اس طرح ایک سمندر چند عبارتوں کی پیالی میں سمٹ گیا ہے...... یہ حجۃ الاسلام کی قابلیت ان کی علمی وفکری صلاحیت کا کمال ہے......مقاصد شریعت کیا ہیں؟ ان کے تعلق سے ہمارے بہت سے علماء ناواقف ہیں......سوائے ان بزرگوں اور اکابر کے جو "علم فقہ" اور "اصول

فقہ" سے تعلق رکھتے ہیں...... مقاصد شریعت پانچ ہیں (۱) حفظ دین (۲) حفظ ناموس (۳) حفظ جسم (۴) حفظ جاں (۵) حفظ مال...... مگر لوگوں کا حال یہ ہے کہ حفظ دیں کے سوا دوسرے چاروں مقاصد مثلاً حفظ جاں...... حفظ ناموس...... حفظ جسم...... حفظ مال کے لئے تو سبھی کوشش کرتے ہیں مسلمان بھی اور کافر بھی۔ مگر حفظ دیں کے معاملہ میں لوگ غفلت کے شکار ہیں...... اس جانب کسی کی توجہ نہیں ہے...... یہ مسلمانوں کی کمزوری ہے کاش مسلمان حفظ دیں کے لئے کوشاں رہیں...... تو کوئی غیر انہیں اپنے دام تزویر میں نہیں پھانس سکتا ہے۔

سہارنپور سے بھیجے گئے سوالوں کے جوابات دینے سے پہلے حضور حجۃ الاسلام نے پانچ مقدمات کا ذکر کیا ہے انہیں مقدمات کو میں نے "مقدمات خمسہ" کے نام سے موسوم کیا ہے...... مگر ان مقدمات کے ذکر سے پہلے میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ مقدمات کیا ہوتے ہیں؟ اور علم و فن میں انہیں کیا اہمیت حاصل ہوا کرتی ہے۔ گو اس بارے میں اہل علم بخوبی جانتے ہیں انہیں بتانے کی ضرورت نہیں مگر مسئلہ دائرہ میں ان کی کیا اہمیت ہے اسے پیش کر رہا ہوں

مقدمات...... یہ مقدمہ کی جمع ہے اور اہل عرب اس کا استعمال مختلف طریقوں سے کیا کرتے ہیں

الف...... المقدمۃ من الجیش...... فوج کا اگلا دستہ۔ ہراول

ب...... المقدمۃ من الکتاب...... دیباچہ

ج...... المقدمۃ من کل شئی...... ہر چیز کا شروع

اسی طرح "موقوف علیہ" کو بھی "مقدمہ" کہا جاتا ہے اب چاہے یہ موقوف علیہ عقلی ہو یا عادی ہو یا وضعی ہو......

ہمارے علمائے کرام کا دستور رہا ہے کہ جہاں ضرورت محسوس کی جاتی ہے وہیں مقدمات کا ذکر کیا کرتے ہیں اور جہاں براہ راست "حکم مسئلہ" بیان کی حاجت ہوتی ہے وہاں مسئلہ بیان کر دیا جاتا ہے...... یہ ضرورت و حاجت کسی حد تک سائل کی نفسیات اور اس کے ذہنی کشمکش سے متعلق ہوا کرتے ہیں۔ کچھ اسی طرح کی کشمکش مسئلہ دائرہ میں بھی پائی جاتی ہے اسی لئے حجۃ الاسلام نے اپنی کتاب میں "مقدمات" کا ذکر کیا ہے۔

مقدمات میں عمومیت اور شمولیت پائی جاتی ہے۔ مقدمات کے ذکر کرنے کا مقصد سائل کے ذہن کو موضوع اور منزل کے قریب لانا ہوتا ہے، اس کے دل میں شوق اور رغبت پیدا کرنا ہوا کرتا ہے اس کا ذکر اس لئے بھی کیا جاتا ہے کہ سائل یا قاری اس کے پڑھنے میں دلچسپی لیں، اور اس کا ذکر

اس لئے بھی کیا جاتا کہ جواب مسئلہ اس پر موقوف ہے۔ اور کبھی اس لئے بھی اس کا ذکر کیا جاتا ہے کہ اس سے عام لوگ استفادہ کرسکیں۔

مقدمات خمسہ اور ان کا علمی مقام

ان ساری گفتگو اور وضاحت کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ آپ محسوس کررہے ہونگے کہ وہ مقدمات کیا ہیں؟ جن کے لئے یہ تمہیدی کلمات پیش کئے گئے...... تو لیجئے یہ حاضر ہیں...... حضور حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں

مقدمہ اولی...... مسلمانو! میں پہلے تمہیں ایک سہل پہچان گمراہوں کی بتاتا ہوں جو خود قرآن مجید اور حدیث حمید میں ارشاد ہوئی۔ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں اتارا: تبیانا لکل شئی یعنی جس میں ہر چیز کا روشن بیان...... تو کوئی ایسی بات نہیں جو قرآن میں نہ ہو مگر ساتھ ہی فرمادیا: وما یعقلھا الا الغلمون یعنی اس کی سمجھ نہیں مگر عالموں کو اس لئے فرماتا ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلموں یعنی علم والوں سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے ہو...... اور پھر یہی نہیں کہ علم والے آپ سے آپ کتاب اللہ کے سمجھ لینے پر قادر ہوں، نہیں بلکہ اس کے متصل ہی فرمایا: وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم یعنی اے نبی ہم نے یہ قرآن تیری طرف اس لئے اتارا کہ تو لوگوں سے اس کی (شرح) بیان فرمادے اس چیز کی جو ان کی طرف اتاری گئی۔

اللہ اللہ قرآن عظیم کے لطائف ونکات منتہی نہ ہونگے ان دو آیتوں کے اتصال سے رب العلمین نے ترتیب وار سلسلہ فہم کلام الہی کا منتظم فرمادیا۔ کہ اے جاہلو! تم کلام علماء کی طرف رجوع کرو اے عالمو! تم ہمارے رسول کا کلام دیکھو تو ہمارا کلام سمجھ میں آئے غرض ہم پر تقلید ائمہ واجب فرمائی اور ائمہ پر تقلید رسول اور رسول پر تقلید قرآن۔ وللہ الحجۃ البالغۃ والحمد للہ رب العلمین۔ اللہ ہی کے لئے حجت بالغہ ہے اور اللہ ہی کے لئے حمد ہے جو رب العالمین ہے...... امام عارف باللہ عبد الوھاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب مستطاب "میزان الشریعۃ الکبری" میں اس معنی کو جابجا بتفصیل تام بیان فرمایا از اں جملہ فرماتے ہیں۔

لولا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصل بشریعۃ ماجمل فی قرآن بقی علی اجمالہ کما ان الائمۃ المجتھدین لولم یفصلو ما اجمل فی السنۃ لبقیت علی اجمالھا ھکذا الی عصرنا ھذا... پس اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شریعت سے مجملات قرآن کی تفصیل نہ فرماتے تو قرآن یوں ہی مجمل رہتا اور اگر ائمہ مجتہدین مجملات حدیث کی تفصیل نہ کرتے تو حدیث تو

یوں ہی مجمل رہتی۔ اور اسی طرح ہمارے زمانہ تک کہ اگر کلام ائمہ کی علمائے مابعد شرح نہ فرماتے تو ہم اسے سمجھنے کی لیاقت نہ رکھتے۔ تو یہ سلسلہ ہدایت رب العزت کا قائم فرمایا ہوا ہے جو اسے توڑنا چاہے وہ ہدایت نہیں چاہتا بلکہ صریح ضلالت کی راہ چل رہا ہے اسی لئے قرآن عظیم کی نسبت ارشاد فرمایا: یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا اللہ تعالیٰ اسی قرآن سے بہتیروں کو گمراہ کرتا اور بہتیروں کو سیدھی راہ عطا فرماتا ہے...... جو سلسلے سے چلتے ہیں بفضلہٖ تعالیٰ ہدایت پاتے ہیں اور جو سلسلہ توڑ کر اپنی ناقص اوندھی سمجھ کے بھروسے قرآن عظیم سے بذات خود مطلب نکالنا چاہتے ہیں چاہ ضلالت میں گرتے ہیں اسی لئے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: سیاتی ناس یجادلونک بشبہات القرآن فخذوھم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ یعنی قریب ہے کہ کچھ لوگ ایسے آئیں گے جو تم سے قرآن عظیم کے مشتبہ کلمات سے جھگڑیں گے تم انہیں حدیثوں سے پکڑو کہ حدیث والے قرآن کو خوب جانتے ہیں رواہ الدارمی وابونصر المقدسی فی الحجۃ والالکائی فی السنۃ وابن عبدالبر فی العلم وابن ابی زمین فی اصل السنۃ والدارمی والدارقطنی والاصبہانی فی الحجۃ ابن النجار یعنی دارمی نے ابونصر مقدسی نے ''حجۃ'' میں اور لالکائی نے ''سنۃ'' میں اور ابن عبدالبر نے ''العلم'' میں اور ابن ابوزمین نے ''اصول السنۃ'' میں اور دارقطنی اور اصبہانی نے ''حجۃ'' میں اور ابن نجار نے اس حدیث پاک کو روایت کی ۔۔اسی لئے امام سفیان بن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: الحدیث مضلۃ الا الفقہاء یعنی حدیث گمراہ کردینے والی ہے مگر ائمہ مجتہدین کو...... توجہ وہی ہے کہ قرآن مجمل ہے جس کی توضیح حدیث نے فرمائی اور حدیث مجمل ہے جس کی تشریح ائمہ مجتہدین نے کردکھائی...... تو جو ائمہ کا دامن چھوڑ کر قرآن وحدیث سے اخذ کرنا چاہے بہکے گا۔ اور جو حدیث چھوڑ کر قرآن مجید سے لینا چاہے وادی ضلالت میں پیاسا مرے گا۔

تو خوب کان کھول کر سن لو اور لوح دل پر نقش کر رکھو کہ جسے کہتا سنو ''ہم اماموں کا قول نہیں جانتے ہمیں تو قرآن وحدیث چاہیئے جان لو یہ گمراہ ہے اور جسے کہتا سنو کہ ہم حدیث نہیں جانتے ہمیں تو قرآن درکار ہے سمجھ لو یہ بددین، دین خدا کا بدخواہ ہے .... مسلمانو! تم ان گمراہوں کی ایک نہ سنو اور جب تمہیں قرآن میں شبہ ڈالیں تم حدیث کی پناہ لو اگر اس میں ایں آں نکالیں تم ائمہ کا دامن پکڑو اس تیسرے درجے پر آکر حق وباطل صاف کھل جائے گا اور ان گمراہوں کا اڑایا ہوا سارا غبار حق کے برستے ہوئے بادلوں سے ڈھل جائے گا اس وقت یہ ضال مضل طائفے بھاگتے نظر آئیں گے۔ کأنھم حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ یعنی گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے

ہوں کہ شیر سے بھاگے ہوں۔۔ اول تو حدیثوں ہی کے آگے انہیں کچھ نہ بونے گی اور وہاں
کچھ چوں چرا کی تو ارشادات ائمہ معانی حدیث کو ایسا روشن کردیں گے کہ پھر انہیں یہی کہتے
بن آئے گی کہ ہم حدیث کو نہیں جانتے یا اماموں کو نہیں مانتے اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ
ان کا امام ابلیس لعین ہے جو انہیں لئے پھرتا ہے الخ (فتاوی حامدیہ ص ۱۲۶ تا ۱۳۳)
مقدمہ اولی...... کافی طویل ہے مگر اس میں جو راز ہائے سربستہ منکشف کئے گئے ہیں...... وہ
نہایت ہی اہم ہیں اور فکر وفن کے اعتبار سے ان میں جو ندرت اور بانکپن پایا جاتا ہے وہ حیرت
انگیز ہے...... اس میں اصلاح کا جذبہ بھی پوشیدہ ہے اور اپنوں کے ہاتھوں میں ہتھیار کی فراہمی
بھی ہے...... اس میں جہاں منقولات کا سہارا لیا گیا ہے...... وہیں معقولات سے بھی کام لیا گیا
ہے...... آسماں سے بارش ہوتی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے پانی کی دھار چل رہی ہے حالانکہ
یہ بات سب کو معلوم ہے کہ یہ دھار نہیں ہے بلکہ ان گنت قطروں کا تسلسل ہے اور ان قطروں کا
اتصال اس خوبی اور قرینہ سے ہوا کرتا ہے کہ یہ قطرہ نہ معلوم ہو کر ایک دھار معلوم ہوتی ہے
...... عقلی اور وضعی اعتبار سے مقدمہ کا ابتدائی حصہ اس کے آخری حصہ سے میل کھاتا ہے۔ اسی میل
کے سبب فکری اور شعوری سطح میں رنگ حنا بھرتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اسے سجانے والے
نے دل وجاں سے سجایا ہے اور ہم سب کی مشام جاں کو شاد کام کیا ہے۔
اس کا ابتدائی حصہ ہے۔۔ مسلمانو! میں پہلے تمہیں ایک سہل پہچان گمراہوں کی بتاتا ہوں جو خود
قرآن مجید اور حدیث حمید میں ارشاد ہوئی...... اور اس کا آخری حصہ ہے۔۔ اس وقت معلوم ہو
جائے گا کہ ان کا امام ابلیس لعین ہے جو انہیں لئے پھرتا ہے
ابتدائی اور آخری حصوں کے درمیان جو عبارتیں اور احادیث پیش کی گئیں اور حضور حجۃ الاسلام
نے جو تبصرہ کیا ہے نہایت ہی متوازن ہے جس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ایسا ہی ہے
جیسے کہ تسبیح کے دانوں میں توازن ہوا کرتا ہے...... اس بات کا بھی خیال رہے کہ عبارت میں اس
طرح کے توازن سے شخصیت میں پائے جانے والے توازن کا اندازہ ہوا کرتا ہے جو ایک بہت
بڑی خوبی ہے ورنہ بہت سی ایسی تحریر ہوا کرتی ہے جس میں اس طرح کا توازن نہیں ملتا ہے......
کوئی جملہ کہیں جاتا ہے...... اور کوئی عبارت کہیں اور جاتی ہوئی نظر آتی ہے...... یہ وہ لطافتیں تھیں
جو عبارت کے اندر پائی جاتی ہیں...... اب رہی بات اس کے استفادہ کی تو اس بارے میں عرض
ہے کہ عام طور پر بدمذہبوں کی شناخت اس کے لباس سے بتائی جاتی رہی ہے یا اس بات سے اس
کی پہچان کرائی جاتی رہی ہے کہ جو آیتیں کفار ومشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہیں یہ اغیار

ان آیتوں کو اللہ کے ولیوں پر فٹ کیا کرتے ہیں...... مگر حضور حجۃ الاسلام نے قرآن وحدیث کے ذریعہ رشد وہدایت کی ترتیب قائم کر کے اور اس ترتیب کو اللہ تعالی کی قائم کردہ ترتیب بتا کر یہ ارشاد فرمایا کہ جو ترتیب سے آتا ہے وہ اپنا ہے اور جو ترتیب کے خلاف چلتا ہے وہ کسی بھی صورت میں اپنا نہیں ہوسکتا ہے بلکہ وہ غیر ہے اور غیر ہی رہے گا۔ یہ ایک ایسی پہچان ہے جو سب کے لئے مفید ہے...... عوام کے لئے بھی اور خواص کے لئے بھی...... اس پہچان سے تخیل کی دنیا میں جو رنگا رنگی ابھرتی ہے وہ بہت خوب ہے جو دلوں میں بھی گھر کرتی ہے اور ذہن وفکر میں بھی پیوست ہو جاتی ہے...... مجموعی طور پر ''مقدمہ اولی'' کی انفرادیت لائق تسلیم ہے جو صرف اور صرف خیر و فلاح اور اصلاح پر مبنی ہے اور اس میں کافی وسعت عمومیت پائی جاتی ہے...... مقدمہ اولی کے ذریعہ حضور حجۃ الاسلام نے سائل کو تنبیہ فرما دی کہ آپ بھی اسی ترتیب سے چلیں جو رشد وہدایت کے سلسلہ میں قائم کردی گئی ہے...... یہ اس کشمکش کا علاج ہے جو غیروں کی صحبت سے سائل کے ذہن میں پائی جاتی ہے...... اب دوسرے مقدمہ کو دیکھیں اور اس کی معنویت کا اندازہ لگائیں

☆...... حضور حجۃ الاسلام دوسرے مقدمہ کی وضاحت اس طرح فرماتے ہیں

مقدمہ ثانیہ...... مانی ہوئی باتیں چار قسم کی ہوتی ہیں

اول...... ضروریات دین...... جن کا منکر کافر...... ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعیات الدلالات واضح الافادات سے ہوتا ہے جن میں نہ شبہے کو گنجائش نہ تاویل کو راہ۔

دوم...... ضروریات مذہب اہل سنت وجماعت...... جن کا منکر گمراہ بدمذہب ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے اگرچہ باحتمال تاویل باب تکفیر مسدود۔

سوم...... ثابتات محکمہ...... جن کا منکر بعد وضوح امر خاطی وآثم قرار پاتا ہے ان کے ثبوت کو دلیل ظنی کافی۔ جب کہ اس کا مفاد اکبر رائے ہو کہ جانب خلاف مطروح ومضمحل کردے۔ یہاں حدیث آحاد صحیح یا حسن کافی۔ اور قول سواد اعظم وجمہور علماء سند وافی۔ فان ید اللہ علی جماعۃ یعنی بے شک اس جماعت پر اللہ کا دست قدرت ہے۔

چہارم...... ظنیات محتملہ جن کے منکر کو صرف مخطی کہا جائے ان کے لئے ایسی دلیل ظنی بھی کافی جس نے جانب خلاف کے لئے گنجائش بھی رکھی ہو۔ (فتاوی حامدیہ ص ۱۴۳)

حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان کا ہم اہل سنت پر بڑا احسان ہے کہ انہوں نے مانی ہوئی

باتوں کا تفصیل سے ذکر فرمادیا اور ان کی تمام قسموں کا حکم شرعی بھی واضح کردیا...... ضروریات دین اور ضروریات مذہب اہلسنت وجماعت کے تعلق سے تو میں نے پڑھا ہے اور مختلف کتابوں میں دیکھا بھی ہے مگر جس تفصیل سے حجۃ الاسلام نے بیان فرمایا کہیں دیکھنے کو نہیں ملا...... میں سمجھتا ہوں یہ بھی ان کی انفرادیت اور شان امتیاز ہے...... اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ میں نے جہاں بھی ضروریات دین اور ضروریات مذہب اہل سنت کے تعلق سے پڑھا تو صرف یہ پڑھا کہ جو ضروریات دین میں سے کسی ضرورت کا انکار کرتا ہے وہ بالاجماع کافر ہے اور جو مذہب اہلسنت وجماعت کی ضروریات میں سے کسی ضرورت کا انکار کرتا ہے تو وہ گمراہ گمراگر اور جہنمی ہے...... مگر اسی بات کو حضور حجۃ الاسلام نے دوسرے انداز میں پیش کیا ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں

ہر بات اپنے ہی مرتبہ کی دلیل چاہتی ہے جو فرق مراتب نہ کرے اور ایک مرتبہ کی بات کو اس سے اعلی درجہ کی دلیل مانگے جاہل بیوقوف ہے یا مکار فیلسوف ع

ہر سخن وقتے وہر نکتے مقامے دارد
گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

(فتاوی حامدیہ ۱۳۶)

یہ بات روز روشن کی مانند ہے کہ ہندوستان کے کسی بھی دار الافتاء میں جو سوال آتا ہے اور جہاں سے آتا ہے قریب سے یا دور سے یا بالکل بہت دور سے اس میں یہ ضرور لکھا ہوتا ہے کہ "قرآن سے یا قرآن وحدیث" کے حوالہ سے جواب عنایت فرمائیں...... عمومی طور پر ہر سوال میں یہ عبارت درج ہوا کرتی ہے۔ سائل جیسا بھی ہو مگر اس کا نظریہ یہی ہوتا ہے کہ قرآن کے حوالہ سے جواب دیا جائے عموماً لوگ جہالت اور لاعلمی کے سبب اس طرح کے جملہ لکھا کرتے ہیں...... مگر اسی سماج ومعاشرہ میں کچھ ایسے بھی افراد ہوا کرتے ہیں جو شعوری طور پر اس نظریہ کے حامل ہوا کرتے ہیں...... کوئی صرف قرآن کو مانتا ہے اور قرآن ہی سے دلیل طلب کرتا ہے جیسے اہل قرآن...... اور کسی کو قرآن کے ساتھ ساتھ حدیث بھی چاہیئے جیسے غیر مقلدین زمانہ...... مقدمہ اولی سے واضح ہوجاتا ہے کہ یہ لوگ بدمذہب ہیں کہ ان میں بدمذہبی کی علامت جو مقدمہ اولی میں بتائی گئی پائی جاتی ہے...... مگر مقدمہ ثانیہ اس بات کی وضاحت کررہا ہے کہ جس بات پر دلیل طلب کی جارہی ہے یا جس مسئلہ پر قرآن مقدس کی آیت یا حدیث مرفوع متصل مانگی جارہی ہے اس مسئلہ کا تعلق کس سے ہے؟ اگر ضروریات دین سے ہے تو اس کی دلیل قرآن مقدس یا حدیث

متواتر یا اجماع قطعی الدلالۃ سے دی جاسکتی ہے اور اگر اس مسئلہ کا تعلق ضروریات مذہب اہل سنت سے ہے تو اس کا ثبوت دلیل قطعی سے دیا جاسکتا ہے اور اگر ان دونوں مراتب میں سے کسی سے نہیں ہے بلکہ "ثابتات محکمہ" سے ہے تو اس کا ثبوت قرآن یا حدیث متواتر سے طلب کرنا گمراہی ہے بلکہ اس کے ثبوت کے لئے حدیث آحاد صحیح یا حسن ہی کافی ہے یا سواد اعظم یا جمہور علماء کا قول ہی سند کا درجہ رکھتا ہے اور اگر وہ مسئلہ "ظنیات محتملہ" سے تعلق رکھتا ہے تو اس کے لئے کوئی بھی حدیث کافی ہے...... درس و تدریس کے اعتبار سے اس مقدمہ کی جو اہمیت ہے اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اس مقدمہ ثانیہ نے ثابت کر دیا کہ حضور حجۃ الاسلام کی نظر کس قدر وسیع ہے کہ بریلی میں تشریف ضرور رکھتے تھے مگر ان کی نظر کرم ہر علاقہ پر ہوا کرتی تھی اور اسی وسعت نظر کے سبب اس بات کو جانتے تھے کہ کس علاقہ میں غیروں کی کیا کوششیں چل رہی ہیں؟ اور کس طرح سیدھے سادے عوام کو بہکایا جا رہا ہے؟

مقدمہ ثالثہ اس کے تعلق سے حضور حجۃ الاسلام فرماتے ہیں

> مقدمہ ثالثہ...... جو شخص کسی بات کا مدعی ہو اس کا بار ثبوت اسی کے ذمے ہوا کرتا ہے آپ اپنے دعوے کا ثبوت نہ دے اور دوسروں سے الٹا ثبوت مانگتا پھرے وہ پاگل و مجنوں کہلاتا ہے یا مکار پر فنون وھذا ظاہر جدا (فتاوی حامدیہ ص ۱۳۶)

مقدمہ ثالثہ اگر چہ صرف ڈیڑھ سطر پر مشتمل ہے مگر اس کی افادیت اور اس کی معنویت کا سلسلہ اس قدر دراز ہے کہ اس بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے حال یہ ہے یہ مقدمہ ہر ایک فرد اور سماج کے ہر مسلمان کے لئے سودمند ہے مگر افسوس کہ اس مقدمہ سے ناواقفیت کے سبب عوام اہلسنت غیروں سے متاثر ہوتے چلے جا رہے ہیں اور حسرت و یاس کے شکار بھی ہو رہے ہیں...... کیا یہ بات کسی کو نہیں معلوم؟ کہ غیر ہمارے سماج میں آتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ

☆...... تم لوگوں نے نبی کو خدا سے بھی بڑا سمجھ رکھا ہے

☆...... قبروں کو تم پوجتے ہو

☆...... مزارات پر جانا شرک ہے

☆...... چادر چڑھانا شرک ہے

☆...... نبی و ولی کو زندہ ماننا شرک ہے وغیرہ وغیرہ

یہ وہ باتیں ہیں جنہیں باطل فرقے کے لوگ سنیوں کے بیچ جاتے ہیں اور پھر ان کے سامنے بیان کرتے ہیں...... اور سیدھے سادے مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ ان باتوں کو خاموشی سے سن لیتے

ہیں اور انہیں کچھ نہیں کہتے...... میں یا کوئی عالم یہ نہیں کہے گا کہ ان سے لڑو کہ لڑائی کسی مسئلہ کا حل نہیں ہے بلکہ ان سے کہو: جو تم باتیں کر رہے ہو اس کی دلیل پیش کرو کہ تم مدعی ہو اس لئے دلیل تمہارے ذمہ ہے...... یہ باطل فرقے کے لوگ خود تو کوئی دلیل دیتے نہیں بلکہ بیچارہ سیدھے سادے مسلمانوں سے دلیل کا مطالبہ کرتے ہیں...... حضور حجۃ الاسلام اپنے اس مقدمہ کے ذریعہ یہ پیغام دینا چاہتے ہیں...... غیروں سے گھبرانے کی ضرورت نہیں اور نہ کوئی مایوس ہونے کی بات ہے نہایت ہی سنجیدگی سے کہا کرو جو باتیں تم کہہ رہے ہو اس کی دلیل لاؤ یہی تو سعدی علیہ الرحمۃ کا قول ہے "ہر چہ گفتی دلیلش بیار" کہ تم جو بات کہہ رہے ہو اس کی دلیل لاؤ...... اگر وہ دلیل نہ دیں تو ان کی ایک نہ سنو اور خود سمجھ لو وہ مکار ہے اور فتنہ پرور ہے...... اس مقدمہ کا رخ ہر اس شخص کی جانب ہے جو غیروں کے بہکاوے میں آجاتا ہے اور اپنے ایمان کو برباد کر جاتا ہے...... اس مقدمہ کی اہمیت خواص بھی جانتے ہیں اور عوام بھی...... جو لوگ نادانی کے سبب غیروں کے جھانسہ میں آجاتے ہیں ان کے لئے یہ مقدمہ بڑا کارگر ثابت ہوگا بشرطیکہ وہ اسے اپنائے اور ضرورت پیش آنے پر اسے استعمال میں لائے مگر افسوس اس بات پر ہوتا ہے کہ عوام اس سے بے خبر ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ خواص بھی بے خبر ہیں اسی لئے وہ مسلک اعلیٰ حضرت کی اصطلاح کا انکار کرتے ہیں اور بریلویت کو ایک نئے فرقہ کے روپ میں پیش کرنا چاہتے ہیں......

> مقدمہ رابعہ...... جو جس بات کا مدعی ہو اس سے اس دعوے کے متعلق بحث کی جائے گی خارج از بحث بات کہ ثابت ہو تو اسے مفید نہیں نہ ثابت ہو تو اس کے خصم کو مضر نہیں ایسی بات میں اس کا بحث چھیڑنا وہی جان بچانا اور مکر کی چال کھیلنا اور عوام ناواقفوں کے آگے اپنے فریب کا ٹھیلنا ہوتا ہے...... مثلاً زید مدعی ہو کہ میں قطب وقت ہوں اپنی قطبیت کا تو کچھ ثبوت نہ دے اور بحث چھیڑ دے کہ اس زمانے کے جو قطب تھے ان کا انتقال ہو گیا اس عیار سے یہی کہا جائے گا کہ اگر ان کا انتقال ثابت بھی ہو جائے تو تیرے دعوے کا کیا ثبوت؟ اور تجھے کیا نافع؟ تیرے خصم کو کیا مضر ہوا کیا ان کے انتقال سے یہ ضرور ہے کہ تو ہی قطب ہو جائے تو اپنے دعوے کا ثبوت دے ورنہ گریبان ذلت میں ڈال کر الگ بیٹھ (فتاویٰ حامدیہ ص ۱۳۷)

یہ چوتھا مقدمہ آپ کے مطالعہ کے حوالہ ہے اس کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک جملہ پر غور کریں...... آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ حضور حجۃ الاسلام نے فرقہ باطلہ اور اغیار کی نفسیات سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے عوام و خواص اہل سنت کے ہاتھ میں ایک ایسا ہتھیار عطا کیا ہے کہ

اس کا سہارا لے کر کوئی بھی اپنے مخالف پر بھر پور انداز میں حملہ کر سکتا ہے اور اسے میدان سے بھاگنے پر مجبور کر سکتا ہے...... اغیار یعنی وہابیوں دیوبندیوں کی ایک خاص عادت ہے کہ جب کسی بات پر اس سے بحث کی جاتی ہے تو وہ دعوے پر جمتا نہیں ہے کبھی اِدھر کی بات کرتا ہے اور کبھی اُدھر کی بات کرتا ہے...... یہ وہ بات ہے جو کسی سے پوشیدہ نہیں ہے اپنی اس نفسیات کا اظہار عوام میں بھی کرتا ہے اور خواص کی بحث میں بھی...... اس لئے حضور حجۃ الاسلام نے اس بات پر زور دیا ہے ان سے جب بھی بحث کی جائے تو دعوے کے متعلق ہی کی جائے دعوے سے الگ ہو کر کسی طرح کی بحث نہ کی جائے اس کی وجہ یہ ہے دعوے سے الگ کی باتیں نہ ان کے لئے مفید اور نہ ہمارے لئے کوئی مضر...... تو پھر بحث کرنے سے کیا فائدہ؟ حضور حجۃ الاسلام نے اس ''مقدمہ چہارم کو ایک مثال دے کر سمجھانے کو کوشش کی ہے......

مقدمہ خامسہ کے بارے میں، میرا ارادہ تھا کہ میں اس کے تعلق سے بھی کچھ تبصرہ کروں مگر میں اس پر بحث کرنے سے پہلو تہی کر رہا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مقدمہ خاص استفتاء سے متعلق ہے...... پھر کبھی کسی موقع پر اس پر بحث کی جائے گی۔

یہ چاروں مقدمے اپنی نوعیت میں خاص مقام رکھتے ہیں...... اور ان میں جو ترتیب وہ تدریسی اعتبار سے اہمیت کی حامل ہے

پہلا مقدمہ عام ہے اور بہت عام ہے جو گمراہ فرقوں کی شناخت سے متعلق ہے اور دوسرا مقدمہ مانی ہوئی باتوں کے مراتب کو متعین کر رہا ہے یہ بھی عام ہے مگر اس کی عمومیت قول کے اعتبار سے ہے جہاں تک تیسرے مقدمہ کی بحث ہے اس میں اسکا تعلق خاص دعوے سے ہے جو خاص ہے اور مقدمہ چہارم فریق مخالف کی نفسیات سے متعلق ہے...... یہ سبھی مقدمات قارئین کی ذہنی صلاحیتوں کو ہر چہار جانب سے سمیٹ کر کتاب کے موضوع پر مرکوز کر رہا ہے اور جہاں تک مقدمہ خامسہ کی بات ہے وہ خاص موضوع ہے...... اس مقدمہ خامسہ کو پڑھنے کے بعد کوئی بھی کہہ سکتا ہے کہ یہ کتاب قادیانی کے ہفوات وبکواس کے تعلق سے لکھی گئی ہے۔

□□□

حجۃ الاسلام: فضائل وخصائل کے آئینے میں

مفتی عابد حسین قادری نوری:
شیخ الحدیث فیض العلوم جمشید پور

حسن وجمال: حضرت حجۃ الاسلام بڑے خوبصورت اور شکیل ووجیہ تھے، چہرہ بڑا نورانی، تابناک، پروقار اور پرکشش تھا، گلابی رخ زیبا پر ایسی جاذبیت کہ دیکھیے تو دیکھتے رہ جائیے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ اپنی صلاحیت اور خطابِ لاجواب کے سبب حجۃ الاسلام یعنی اسلام کی دلیل سے مشہور تھے، تو صورت وسیرت کے اعتبار سے بھی دلیلِ اسلام تھے۔ آپ کا نورانی چہرہ اسلام کی حقانیت، اہل سنت کی صداقت کی حجت وبرہان تھا۔ ہم نے آپ کو نہ دیکھا البتہ آپ کے برادرِ اصغر سرکار مفتی اعظم کے جمال جہاں آرا کو ضرور دیکھا ہے، آپ بھی بڑے خوبرو، بڑے شکیل اور وجیہ تھے۔ آپ کے رخِ انور کی نورانیت ولایت ومحبوبیت کی غمازی کرتی ہے۔ لٰہذا آپ کی زیارت سے شرفیاب ہونے والے سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور حضرت حجۃ الاسلام کی مقناطیسی صورت کا اندازہ کر لیتے ہیں۔ ہاں حضرت حجۃ الاسلام کی زیارت ہم نہ کر سکے مگر جن لوگوں نے ان کی زیارت کی وہ گواہی دیتے ہیں کہ آپ کے حسن وجمال کا عالم یہ تھا کہ نظر پڑتے ہی لوگ آپ کے عاشق وشیدائی ہو جاتے تھے۔ ان کے جلوۂ رنگیں کی بہاروں میں گم ہو جاتے تھے۔ یعنی:

تمہارے حسن کی تصویر کوئی کیا کھینچے
نظر ٹھہرتی نہیں عارضِ منور پر

یہی وجہ ہے کہ کتنے عیسائی پادری اور دیگر غیر مسلم آپ کے رخ زیبا کو ہی دیکھ کر آغوشِ اسلام میں آ گئے۔ کئی بدمذہب، وہابیت، دیوبندیت سے تائب ہو گئے۔ زہرہ جمال رخِ تاباں

کی کرشمہ سازی تو دیکھئے کہ ایک بار آپ کا گوالیار تشریف لے جانا ہوا۔ آپ جب تک وہاں رہے، ہر روز وہاں کا راجہ صرف آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوتا تھا۔ اور آپ کے حسن و جمال کو دیکھ کر محوِ حیرت رہا کرتا تھا۔ مولانا عبد النعیم عزیزی مرحوم رقمطراز ہیں:

"جے پور، چتوڑ گڑھ، اودے پور اور گوالیار کے راجگان آپ کے دیدار کے لیے بے تاب رہا کرتے تھے۔ اور جب راجگان میں سے کسی کے شہر میں بسلسلۂ پروگرام یا مریدین و متوسلین کے یہاں تشریف لے جاتے تھے تو وہ آپ کی زیارت کے لیے امنڈ پڑتے تھے، کئی بد مذہب اور مرتدین صرف آپ کے چہرۂ زیبا ہی کو دیکھ کر تائب ہو گئے۔" [1]

اور ماہنامہ اعلیٰ حضرت میں ہے:

"یونہی ایک مرتبہ آپ سفر سے تشریف لائے، اسٹیشن پر آپ جس وقت اترے تو اسی وقت عطاء اللہ بخاری بھی اترا، اس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے جانشیں حضرت مولانا حامد رضا خان ہیں۔ یہ سن کر کہنے لگا کہ میں نے مولوی تو بہت دیکھے مگر ان سے زیادہ حسین کسی مولوی کو نہ پایا۔" [1]

رخ زیبا: حسن و جمال اور پر کشش رخ زیبا علماء و مشائخ کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے، جس کی طرف قلوب انسانی کھنچتے چلے جاتے ہیں۔ خاص طور پر نورِ ایمان والے چہروں کی تابشیں تو مقناطیسی ہیں۔ گدائے قادری نے حضور احسن العلماء مارہروی اور سرکار مفتی اعظم ہند علیہما الرحمۃ والرضوان کا جلوۂ زیبا اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے، بلاشبہ وہ زہرہ جمال تھے۔ بلکہ جن لوگوں نے بھی دیکھا، یہی کہا "گلاب سا چہرہ پھولوں سا بدن"۔ گدائے قادری کو حضور حجۃ الاسلام کے دیدار کا شرف حاصل نہ ہوا، مگر جن اکابرینِ امت نے ان کی زیارت کی، ان سب نے بیک زبان ہو کر یہی کہا کہ ایسا چہرہ کسی کا نہ دیکھا۔ آپ جس لباس کو زیب تن فرماتے معلوم ہوتا کہ اس سے آپ کو زینت حاصل نہ ہوئی بلکہ آپ سے اس کی خوبصورتی میں چار چاند لگ گئے۔ بلفظ دیگر کسی لباس سے آپ کی خوبصورتی میں اضافہ نہ ہوا بلکہ آپ سے لباس کو جگمگاہٹ ملی۔ دیکھئے مولانا ابراہیم خوشتر جنہوں نے اپنے سر کی آنکھوں سے آپ کے جمال جہاں آرا کو بار بار دیکھا ہے، وہ کیا کہتے اور حوالوں کی روشنی میں کیا لکھتے ہیں؟

''ہندوستان کے اکابر علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ نگاہوں نے حجۃ الاسلام سے زیادہ حسین چہرہ نہیں دیکھا۔ پھر اس پر لباس کی سج دھج مزید برآں تھی۔ جو لباس بھی آپ زیب تن فرماتے وہ بھی آپ کے جمال سے جگمگا اٹھتا۔ جس مقام سے گزر ہوتا تو لوگ حسنِ صوری دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتے اور سارا ماحول غزل خواں ہوتا ع

''دم میں جب تک دم ہے دیکھا کیجئے''

ان کی شگفتہ باتوں کا یہ عالم ہوتا کہ منہ سے پھول جھڑتے تھے۔ اہل مجلس کا یہ حال ہوتا کہ ''وہ کہیں اور سنا کرے کوئی'' حسنِ خداداد ایسا کہ جس محفل میں ہوتے وہی جانِ محفل ہوتے۔ نگاہیں کھلی کی کھلی رہ جاتیں اور آنے والا شخص بے خودی میں پکار اٹھتا ۔

''ماھٰذا بشرا ان ھٰذا الا ملک کریم''

ان کا حسن و جمال، عمامہ کی بندش، داڑھی کی وضع قطع اور پاکیزہ صاف ستھرا لباس اور بزرگی دلوں کو مسخر کر رہی تھی۔ وہابیہ و شیعہ حضرات نے کہا کہ ایسی نورانی صورت آج تک دیکھی نہ گئی اور نہ ایسی مدلل تقریر سنی۔ ۱ ۔

آپ نہایت حسین و جمیل شخصیت کے مالک تھے، سرخ و سفید چہرہ، اس پر سفید ریش اور آپ کا قدِ بالا ہزاروں لاکھوں کے مجمع میں پہچان لیا جاتا تھا۔ ۲ ۔

''حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا چہرۂ مبارک نورِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلووں سے ایسا روشن تھا کہ بس دیکھنے والے کا یہی دل کرتا کہ وہ حضرت کے شمع کی طرح روشن چہرہ کو دیکھتا ہی رہے۔ اور آپ کی یہ زندہ کرامت تھی کہ کئی بڑے بڑے ہندو کایستھ ۱۹۳۴ء میں اجمیر شریف میں حضرت خواجہ غریب نواز کے عرس شریف کے موقع پر صرف آپ کا شمع کی طرح روشن چہرہ دیکھ کر ہی حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ وہ یہ کہتے تھے کہ یہ روشن چہرہ بتاتا ہے کہ یہ حق و صداقت اور روحانیت کی تصویر ہیں۔

(علامہ نور احمد قادری ایم اے فارسی، تاریخ اسلام انٹرنیشنل ایلبشیر ایم۔ او۔ ایل۔ ایل۔ ایل۔ بی۔، ایچ۔ پی۔، ایچ۔ یو۔، ایم۔ کے، ایل۔ ای، اے۔ یو۔ کے، آنرز'' ا)

حسنِ سیرت اور فضل و کمال:

''حضرت حجۃ الاسلام کا چہرہ خوبصورت تھا، اسی طرح ان کا دل بھی حسین تھا۔ وہ ہر اعتبار سے

حسین تھے۔ صورت وسیرت، اخلاق وکردار، گفتار ورفتار، علم وفضل، تقویٰ وزہد سب حسین و خوبصورت، حجۃ الاسلام بلند پایہ کردار اور پاکیزہ اخلاق کے مالک تھے، متواضع اور خلیق، مہربان اور رحیم وکریم، اپنے تو اپنے بیگانے بھی ان کے حسنِ سیرت اور اخلاق کی بلندی کے معترف تھے۔ البتہ آپ دشمنانِ دین وسنیت اور گستاخانِ خدا ورسول کے لیے برہنہ شمشیر تھے اور غلامانِ مصطفیٰ کے لیے شاخِ گل کی مانند لچک دار اور نرم۔

شب برأت آتی تو سب سے معافی مانگتے۔ حتی کہ چھوٹے بچے، بچیوں، خادماؤں، خادموں اور مریدوں سے بھی فرماتے کہ اگر میری طرف سے کوئی بات ہوگئی ہو تو معاف کردو اور کسی کا حق رہ گیا ہو تو بتادو۔ آپ ''اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَ الْبُغْضُ لِلّٰہِ'' اور ''اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ'' کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ آپ اپنے شاگردوں اور مریدوں سے بھی بڑے لطف وکرم اور محبت سے پیش آتے تھے اور ہر مرید اور شاگرد یہی سمجھتا تھا کہ حضور مجھ سے ہی زیادہ محبت کرتے ہیں۔

ایک بار کا واقعہ ہے کہ آپ لمبے سفر سے بریلی واپس ہوئے۔ ابھی گھر پر اترے بھی نہ تھے اور تانگہ پر بیٹھے ہی ہوئے تھے کہ بہاری پور بریلی کے ایک شخص نے، جس کا بڑا بھائی آپ کا مرید تھا اور اس وقت بسترِ علالت پر پڑا ہوا تھا۔ آپ سے عرض کیا کہ حضور روز ہی آکر دیکھ جاتا ہوں لیکن چونکہ حضور سفر پر تھے، اس لئے دولت کدے پر معلوم کرکے ناامید لوٹ جاتا تھا۔ میرے بھائی سرکار کے مرید ہیں اور سخت بیمار ہیں، چل پھر نہیں سکتے۔ ان کی بڑی تمنا ہے کہ کسی صورت سے اپنے مرشد کا دیدار کرلیں۔

اتنا کہنا تھا کہ آپ نے گھر کے سامنے تانگہ رکوا کر اسی پر بیٹھے ہی بیٹھے اپنے چھوٹے صاحبزادے نعمانی میاں صاحب کو آواز دی اور کہا سامان اتروالو، میں بیمار کی عیادت کرکے ابھی آتا ہوں۔ اور آپ فوراً اپنے مرید کی عیادت کے لیے چلے گئے۔

بنارس کے ایک مرید آپ کے بہت منہ چڑھے تھے اور آپ سے بے پناہ عقیدت بھی رکھتے تھے اور محبت بھی کرتے تھے۔ ایک بار انہوں نے دعوت کی، مریدوں میں گھرے رہنے کے سبب آپ ان کے یہاں وقت سے کھانے میں نہ پہنچ سکے۔ ان صاحب نے کافی انتظار کیا اور جب آپ نہ پہنچے تو گھر میں تالا لگا کر اور بچوں کو لیکر کہیں چلے گئے۔ آپ جب ان کے مکان پر پہنچے تو دیکھا کہ تالا بند ہے۔ مسکراتے ہوئے لوٹ آئے، بعد میں ملاقات ہونے پر انہوں نے

ناراضگی بھی ظاہر کی اور روٹھنے کی وجہ بھی بتائی۔ آپ نے بجائے ان پر ناراض ہونے یا اسے اپنی ہتک سمجھنے کے انہیں الٹا منایا اور دلجوئی کی۔

آپ خلفائے اعلیٰ حضرت اور اپنے ہم عصر علما سے نہ صرف محبت کرتے تھے بلکہ ان کا احترام بھی کرتے تھے۔ جبکہ بیشتر آپ سے عمر اور تقریباً سبھی علم وفضل میں آپ سے چھوٹے اور کم پایہ کے تھے۔ ساداتِ کرام خصوصاً مارہرہ مطہرہ کے مخدوم زادگان کے سامنے تو بچھ جاتے تھے اور آقاؤں کی طرح ان کا احترام کرتے تھے۔ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ سے آپ کو بڑی انسیت تھی اور دونوں میں اچھے اور گہرے مراسم بھی تھے، ان کو آپ نے ہی ''شبیہِ غوثِ اعظم'' کے لقب سے سب سے پہلے یاد کیا۔ آپ ہر جلسہ اور خصوصاً بریلی کی تقریبات میں ان کا بہت شاندار تعارف کراتے تھے۔ محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ سے بھی اچھے مراسم تھے۔ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی اور صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب کو بہت مانتے اور چاہتے۔ شیرِ بیشۂ اہلسنت حضرت مولانا حشمت علی خان صاحب سے بڑے لطف وعنایت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ آپ کی شادی میں حضور حجۃ الاسلام نے شرکت کی۔ حافظ ملت حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور پر بھی خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ ان کی دعوت پر اپنے فرزندِ اصغر حضرت نعمانی میاں کے ہمراہ ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۹۳۴ء میں آپ مبارکپور تشریف لے گئے۔

آپ کو اپنے داماد، شاگرد اور خلیفہ حضرت مولانا تقدس علی خان سے بھی بڑی محبت تھی۔ مولانا تقدس علی خان سفر میں آپکے ہمراہ رہا کرتے تھے''۔ ۱ے

لوگوں کی آپ سے محبت کیوں؟:

محبت تین وجہوں سے کی جاتی ہے۔ (۱) حسن وجمال (۲) فضل وکمال (۳) جود ونوال۔ جو نہایت حسین وخوبصورت ہو یا علم وعمل اور فضل وکمال سے مزین ہو یا جود وبخشش اور سخاوت اس کی عادت ہو، تو دلوں کا کھنچاؤ اس کی طرف بڑھنے لگتا ہے، لوگ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، اور یہ خاص فضلِ مولیٰ اور عطیہ ربانی ہے۔ ارشاد ربانی ہے ''اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔'' (یقینا جن لوگوں نے ایمان لایا اور نیک اعمال کیے، عنقریب رحمن لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دے گا)۔ جب ان میں سے ایک خوبی کسی کے اندر ہو تو قلوب واذہان نثار ہونے لگتے ہیں تو جس کے اندر یہ تینوں خوبیاں بیک

وقت جمع ہو جائیں ان سے محبت و وارفتگی کا عالم کیا ہوگا؟ بلاشبہ ملائکہ اور جن و انس محبتوں کی سوغات لٹانے لگتے ہیں اور رب تبارک وتعالیٰ کے فرمان عالی شان کے مطابق زبانوں پر ان کے چرچے ہونے لگتے ہیں۔ ''فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ'' (تو تم میرا ذکر کرو میں تمہارا چرچا کروں گا)۔ حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان فضلِ الٰہی اور برکتِ رسالت پناہی سے الحمدللہ! ان تینوں خوبیوں کے جامع تھے، وہ نہایت زہرہ جمال تھے کہ انہیں دیکھ کر ستارے جھک جائیں، چلتے مسافرین رک جائیں اور ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے رہیں۔ وہ ایسے صاحب علم و عمل اور فضل و کمال تھے کہ اس کا اعتراف ایک عالم نے کیا ہے۔ صرف اہل ہند نہیں بلکہ اہل عرب نے بھی کیا ہے۔ آپ صاحبِ جود و نوال اور سخی ابنِ سخی تھے۔ راہِ خدا میں سب کچھ لٹا دینے والے تھے۔ اسی لیے آپ سے ہر ایک محبت کرتا، اپنے بھی اور بیگانے بھی۔ آپ کے اندر وہ جاذبیت و کشش تھی کہ لوگ پروانہ وار نثار ہو جاتے تھے۔ آپ کے مداحوں میں کئی عبقری شخصیتیں نظر آتی ہیں۔ جن میں راحتِ انس و جاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر، طیبہ مقدسہ کے رہنے والے حضرت مولانا حبیب احمد مدنی بھی ہیں [۱]۔ وہ صرف نثر میں نہیں، نظم میں بھی عقیدت و محبت کا شگفتہ پھول پیش کر رہے ہیں۔ یہ دیکھئے ۱۳۴۹ھ میں حضور حجۃ الاسلام سخت علیل ہو گئے، کئی دن ہسپتال میں رہنا پڑا اور ڈاکٹر کے مشورے سے آپریشن بھی کرایا گیا۔ اسیرِ محبت حضرت مولانا حبیب احمد مدنی علیہ الرحمہ بھی دیگر فدائیوں کی طرح آپ کی علالت سے بے چین و مضطرب ہو گئے اور آپ کی صحت و عافیت کے لیے درج ذیل دعائیہ نظم پیش کی، اس کے مطالعہ سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کا وجود مسعود کتنا قیمتی ہے اور آپ کی شیدائی کیسی کیسی ہستیاں ہیں۔ اختصاراً ملاحظہ ہو:

اے سنیوں کے پیشوا، حامد رضا، حامد رضا
کیا نام ہے پیارا ترا، حامد رضا حامد رضا
جلتے رہیں گے حاسدیں تیرے ہمیشہ بالیقیں
پھولے پھلے گا تو سدا، حامد رضا حامد رضا

مولانا حبیب مدنی کی دعائیہ نظم:

دین کے پیشوا شاہ حامد رضا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
وارثِ مصطفی شاہ حامد رضا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا

نائبِ مرتضیٰ شاہ حامد رضا	اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
قادری رہنما شاہ حامد رضا	اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
جانِ احمد رضا شاہ حامد رضا	اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
تیرے بندے یہ کرتے ہیں تجھ سے دعا	اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
بہرِ حسنین جان و دلِ مصطفیٰ	اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
پئے غوث وری محی دین ہدیٰ	اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
نوری سرکار مارہرہ کا واسطہ	اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
سنیو! آؤ مل کر کہیں برملا	اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
خیریت سے رہیں مصطفی رضا	اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
شاہ اچھے میاں پیر کا واسطہ	اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
نکلے ہر لحہ دل سے دعائے حبیبؔ	اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا [1]

واضح رہے کہ مولانا حبیب احمد مدنی اور حجۃ الاسلام کے دیگر خیر خواہوں نے معلوم نہیں قبولیت کی کس گھڑی میں دعائیں کیں کہ بارگاہ الٰہی میں پورے طور پر مستجاب ہوئیں، حضور حجۃ الاسلام بالکل صحت یاب ہو گئے اور اس کے بعد تیرہ (۱۳) سال تک بقید حیات رہے۔ مولانا حبیب احمد مدنی مدینہ طیبہ کے رہنے والے تھے، رسولِ اکرم، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوار رحمت میں رہنے والے تھے، پھر کیوں نہ ایسے عشق و محبت والوں کی دعائیں بابِ اجابت سے ٹکراتیں۔

زہد و تقویٰ:

حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نہایت متقی اور پرہیز گار شخصیت کے مالک تھے۔ علمی و تبلیغی کاموں سے فراغت پاتے ہی ذکرِ الٰہی اور اوراد و وظائف میں مصروف ہو جاتے۔

ایک بار آپ کے جسمِ اقدس میں ایک پھوڑا نکل آیا، جس کا آپریشن ناگزیر تھا۔ ڈاکٹر نے بیہوشی کا انجکشن لگانا چاہا تو آپ نے سختی کے ساتھ منع فرما دیا اور صاف کہہ دیا کہ میں نشے کا انجکشن نہیں لے سکتا۔ بالآخر ہوش کے عالم میں ہی دو تین گھنٹے تک آپریشن ہوتا رہا، آپ درود شریف کا ورد کرتے رہے۔ اور کسی بھی درد و کرب کا اظہار نہ ہونے دیا۔ یہاں تک کہ آپ کا آپریشن ہو گیا۔ یہ دیکھ کر ڈاکٹر آپ کی ہمت و استقامت اور تقویٰ پر ششدر رہ گیا۔ [1]

تواضع وانکساری:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اَکْرِمُوا الضُّیُوْفَ" (مہمانوں کی عزت واکرام کرو) اور ایک حدیث میں فرمایا: "لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا" (وہ شخص ہماری سنت پر نہیں ہے جو ہمارے چھوٹے پر شفقت نہ کرے اور بڑے کی عزت واحترام نہ کرے)۔

ان احادیثِ طیبہ پر حجۃ الاسلام کا پورا عمل تھا، آپ کی زندگی پیکرِ تواضع وانکساری رہی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنے میں تیز گام رہی۔

تواضع کی کہانی شیخ الدلائل کی زبانی:

مدینہ منورہ سے بحیثیتِ مہمان، وقت کے ایک عظیم تاجدار حضرت شیخ الدلائل مدنی علیہ الرحمہ آپ کے یہاں بریلی شریف تشریف لاتے ہیں، اس وقت شہنشاہِ علوم وفنون، پیکرِ زہد وتقویٰ، تاجدارِ ولایت بایں جبہ ودستار کس طور کی تواضع وانکساری اور اخلاق کریمہ پیش کرتے ہیں، ان ہی کی زبانی سنیے، وہ فرماتے ہیں:

"حجۃ الاسلام نورانی شکل وصورت والے ہیں۔ میری اتنی عزت کرتے کہ جب میں مدینہ طیبہ سے ان کے یہاں گیا تو کپڑا لے کر میری جوتیاں تک صاف کرتے۔ اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتے، ہر طرح خدمت کرتے۔ کچھ روز کے قیام کے بعد جب میں بریلی شریف سے واپس عازمِ مدینہ ہونے لگا تو حضرت حجۃ الاسلام نے فرمایا، "مدینہ طیبہ میں سرکارِ اعظم میں میرا سلام عرض کرنا اور یہ شعر ؎

اب تو مدینے لے بلا، گنبدِ سبز دے دکھا

حامد و مصطفیٰ تیرے ہند میں ہیں غلام دو ؎

منکسرُ المزاج متواضع طبیعت:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ لَیَطَّلِعُ فِیْ لَیْلَۃِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَیَغْفِرُ لِجَمِیْعِ خَلْقِہٖ اِلَّا ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات میں تجلیٔ رحمت (دنیا

لِمُشْرِکٍ اَوْ مُشَاحِنٍ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَ والوں پر) نازل کرتا ہے، تو اپنی ساری مخلوق کو بخش
رَوَاہُ اَحْمَدُ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ دیتا ہے لیکن مشرک اور کینہ رکھنے والے کو نہیں بخشتا۔
الْعَاصِ وَفِی رِوَایَۃٍ اِلَّا اثْنَیْنِ مُشَاحِنٍ وَ اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ مگر کینہ رکھنے والے
قَاتِلِ نَفْسٍ۔ ۱؎ اور جس نے کسی کو ناحق قتل کیا ہے، کو نہیں بخشے گا۔

اور بیہقی شریف کے حوالے سے الدر المنثور جلد ۶، صفحہ ۲۷ میں ہے ''وَلَا اِلٰی قَاطِعِ رَحِمٍ'' یعنی رشتہ کاٹنے والے پر اللہ نگاہِ رحمت نہیں فرماتا۔ اور بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ عداوت یا جذبۂ انتقام جس کے دل میں ہو اسے نہیں بخشا جاتا۔ ۲؎

اس حدیث شریف پر عمل کرتے ہوئے امام احمد رضا نے اپنی زندگی کا یہ معمول بنالیا تھا کہ جونہی شب برأت کا موقع آتا، اپنے اور بیگانے کے پاس پہونچتے اور ان سے معافی مانگتے، یہاں تک کہ چھوٹوں سے بھی کہتے کہ تم مجھے معاف کردو۔ اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہو تو بخش دو۔ تیرا کوئی حق مجھ پر آتا ہو اور مجھ سے اس کی ادائیگی میں کوتاہی ہوئی ہو تو معاف کردو۔ مذکورہ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور سنتِ امام احمد رضا پر عمل کرتے ہوئے حضور حجۃ الاسلام نے بھی اپنی زندگی کا اصول بنا لیا کہ جونہی شب برأت کا موقع آتا آپ ہر ایک سے معافی مانگتے، معافی مانگنے کا انداز دیکھنے سے تعلق رکھتا۔ بڑے تو بڑے چھوٹے چھوٹے بچوں سے بھی بڑی لجاجت کے ساتھ علم و فضل کے یہ تاجدار معافی مانگ رہے ہیں۔ یہ آپ کی منکسر المزاجی، تواضع و عاجزی اور خوش اخلاقی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا آپ کے قدموں پر گرتی نظر آرہی ہے۔ اور ''مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ'' (جو اللہ کی رضا کے لئے تواضع و عاجزی پیش کرے اللہ اس کو سربلند کر دیتا ہے) کے جلوے نظر آرہے ہیں۔

مولانا ڈاکٹر اعجاز انجم صاحب استاذ دار العلوم منظر اسلام بریلی نے اس حوالے سے ایک اچھا خاکہ پیش کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''حضور حجۃ الاسلام نہایت متواضع، منکسر المزاج اور وسیع اخلاق کے مالک تھے۔ سب کے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آتے، دینی طالب علموں، فقیروں اور حاجت مندوں پر بہت شفقت فرماتے۔ علمائے اہلسنت کا بہت احترام فرماتے تھے۔ دین کی خدمت کا کوئی کام دیکھ کر اور اہلسنت کی کوئی انجمن دیکھ کر یا اس کے قیام کی خبر سن کر بہت خوش ہوتے تھے۔

شب برأت آتی تو ظہر سے لے کر شام تک سب سے معافی مانگتے حتیٰ کہ چھوٹوں سے بھی فرماتے کہ اگر میری طرف سے کوئی بات ہوگئی ہو تو مجھے معاف کردو۔ آپ کے اخلاق سے بڑے بڑے علما بھی متاثر ہوتے تھے۔ اور آپ سے بڑی محبت فرماتے۔ حضرت حجۃ الاسلام بڑے صابر اور مستقیم المزاج تھے۔"[۱]

مہمان نوازی:

مہمانوں کی خدمت اور ان کی قدردانی کی بے شمار فضیلتیں احادیث طیبہ میں ملتی ہیں۔ بلاشبہ یہ خوش اخلاقی کی ایک قسم ہے، جس سے انسان کو سربلندی و سرخروئی حاصل ہوتی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے خاندان کو جہاں اور خوبیوں سے ربِ ذوالمنن نے نوازا ہے، وہیں یہ فضل و شرف بھی بخشا ہے کہ آپ کا خاندان مہمان نوازی میں سبقت لے جانے والا رہا ہے۔ آپ خود اس میں امتیازی شان رکھتے تھے، جس کے کئی واقعات حیاتِ اعلیٰ حضرت وغیرہ میں ملتے ہیں۔ آپ کا دولت خانہ مہمانوں کے لیے مہمان خانہ اور طلبۂ اسلام کے لیے لنگر خانہ تھا۔ آج تو اس کی جھلک تاج الشریعہ اور حضرت سبحانی میاں کے لنگر خانے میں بھی نظر آتی ہے، مگر راقم الحروف نے سرکار مفتی اعظم اور حضور ریحان ملت علیہما الرحمۃ والرضوان کا دور بھی ۱۹۸۶ء سے قبل کئی بار بریلی شریف پہنچ کر ملاحظہ کیا ہے۔ کیا ہی ان حضرات کے مہمان خانے، لنگر خانے اور مہمان نوازی کی شان تھی، یہی وجہ ہے کہ رضا نگر میں مزارِ اعلیٰ حضرت کے ارد گرد نام کا بھی کوئی ہوٹل نہ تھا۔ حضور حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم اعلیٰ حضرت کے صحیح جانشیں تھے، تو مہمان نوازی کی جہت سے بھی جانشیں تھے، ان کے اندر وہ تمام خصوصیات تھیں جو ایک متبعِ سنت عالمِ دین کے جانشیں کے اندر ہونی چاہئیں۔ ہر آنے والا آپ کے دسترخوان سے فیضیاب ہوتا، ہر غریب و محتاج طالبِ علم کے لیے آپ کا دروازہ کھلا رہتا۔ محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد کے طعام کا انتظام حجۃ الاسلام نے اپنے گھر ہی میں کیا تھا، یہاں تک کہ لوگ ان کو حامدی خانوادے کا فرد سمجھنے لگے۔

مہمانوں میں معاصر علما بلکہ اصاغر علما کی بھی خوب قدر دانی فرمائی۔ ان کی ضروریات کا خاص خیال رکھتے۔ آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ جو کام خدام اور کارکنوں کو کرنا چاہئے وہ کام مہمان نوازی کے طور پر خود کرتے تھے۔ یہ دیکھیے مولانا شاہ عارف اللہ قادری میرٹھی (متوفی ۱۳۹۹ھ) روایت کرتے ہیں:

''دارالعلوم منظر اسلام کا عظیم الشان اجلاس بریلی شریف میں ہو رہا تھا، علما کا ہجوم تھا، مریدین، معتقدین اور زائرین کا جم غفیر تھا۔ ہر شخص کی پذیرائی کا اس کی حیثیت کے مطابق انتظام تھا کہ علی الصباح میں (مولانا عارف اللہ قادری) نے دستک کی آواز سنی، دروازہ جو کھولا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ خود حضرت حجۃ الاسلام وضو کے لیے گرم پانی کا لوٹا لیے کھڑے ہیں۔''

اللہ رے کوئے دوست کی روشن جمالیاں
ہر ذرہ ہے تجلیِ ایمن لیے ہوئے

حرص وہوس سے دور شانِ بے نیازی:

عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحرین بھیجا تا کہ وہاں سے جزیہ کا مال لائے۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اہل بحرین سے جزیہ پر صلح کی تھی اور ان پر علا بن حضرمی کو امیر و عامل بنایا تھا۔ تو حضرت ابوعبیدہ بحرین سے کافی مال (ایک لاکھ روپے اور ساز و سامان) لے کر آئے۔ جب انصاری صحابہ نے حضرت ابوعبیدہ کی آمد کی خبر سنی تو وہ لوگ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اقتدا میں نماز فجر پڑھنے کے لیے (مسجد نبوی) میں آئے۔ جب حضور نے نماز سے فراغت حاصل کی اور ان پر نظر پڑی تو انہیں دیکھ کر تبسم فرمایا پھر ارشاد فرمایا، میں گمان کرتا ہوں کہ تم لوگوں نے ابوعبیدہ کے کچھ مال لے کر آنے کی خبر سنی ہے، ان صحابہ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! حضور نے فرمایا، تم خوش ہو جاؤ اور آرزو کرو اس چیز کی جو تمہیں خوش کرے، اللہ کی قسم! میں تمہارے بارے میں محتاجی سے نہیں ڈرتا ہوں لیکن اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تمہارے اوپر دنیا کی دولت کشادہ کر دی جائے گی، جس طرح تم سے پہلی امتوں پر کھول دی گئی، تو تم اس کی طرف راغب ہو جاؤ گے، جس طرح وہ راغب ہو گئیں۔ اور وہ دنیا تم کو ہلاک و برباد کرے گی جس طرح ان سب کو ہلاک کر دیا۔ [1]

اس حدیث سے واضح ہوا کہ دنیوی دولت کی حرص و ہوس ہلاکت کا سبب ہے۔ اسی طرح طولِ امل یعنی زیادہ امید و آرزو کی مذمت اور قلتِ امل کے زہد ہونے کا ذکر حدیث شریف میں وارد ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: لَا یَزَالُ قَلْبُ الْکَبِیْرِ شَابًّا فِی اثْنَیْنِ فِی حُبِّ الدُّنْیَا وَ طُوْلِ الْاَمَلِ۔ (بوڑھے کا دل دو چیز کے بارے

میں جوان اور قوی رہتا ہے ایک محبتِ دنیا اور دوسری طولِ آرزو میں۔ ا ے

اسی طرح یہ حدیث بھی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس امت کی پہلی صلاح و درستگی (آخرت کے معاملے میں) یقین اور (دنیا کے معاملے میں) زہد ہے۔ اور اس امت کا پہلا فساد بخل اور امل ہے (یعنی بخالت اور طولِ آرزو)۔ (مشکوۃ جلد ثانی، ص ۴۵۰)

سفیان ثوری سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کعب سے دریافت فرمایا: اربابِ علم (علما) کون ہیں؟ جواب دیا، اربابِ علم وہ ہیں جو اپنے علم پر عمل کریں۔ پھر دریافت فرمایا کہ علما کے دلوں سے علم کو کون سی چیز نکال دیتی ہے؟ جواب دیا، طمع ولالچ۔

اسی لیے ہر دور میں صوفیۂ عظام اور اولیاء کرام دنیا کی محبت اور حرص و ہوس سے دوری اختیار کرتے رہے اور طولِ امل سے اجتناب کرتے رہے۔ یہ حجۃ الاسلام کے والد گرامی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ہیں، ان سے کہا گیا کہ نانپارہ کے نواب کی مدح میں آپ کچھ اشعار لکھ دیں۔ ظاہر ہے کہنے والے کا مقصد یہی تھا کہ نواب صاحب کی مدح وستائش بیان کر دیں وہ آپ کو داد و دہش سے خوب نوازیں گے۔ مگر اعلیٰ حضرت نے کہا کہ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ میں کسی اہل دول یا نواب کی مدح وتعریف کروں۔ اپنے کریم آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گدا و فقیر ہوں، میرا دین پارۂ نان نہیں، بلکہ میرا دین اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وثنا کرنا ہے۔ ان کے نان پر پلتا ہوں، لہٰذا ان کی مدح ونعت کہوں گا۔ اگر میں روٹی اور دولت کے لیے کسی نواب یا اہلِ ثروت کی تعریف کردوں تو یہ میرے لیے بلا و آفت ہوگی، ایسا مجھ سے ہرگز نہ ہوگا۔ چنانچہ اس مفہوم کو انھوں نے یوں ادا کیا:

کروں مدحِ اہلِ دول رضاؔ، پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا، میرا دین پارۂ ناں نہیں

اسی حرص و ہوس سے دور، توکل علی اللہ اور شانِ استغنا والے اعلیٰ حضرت کے مظہر اتم کا نام ہے حجۃ الاسلام، شیخ انام مولانا حامد رضا خان۔ ان کی شانِ استغنا دیکھئے کہ نظام حیدر آباد کی طرف سے ہزاروں روپئے کی لالچ دی گئی، وہاں کے دارالافتا کے لئے ''مفتی اعظم'' کے منصب کی لالچ دی گئی، مگر آپ نے یہ کہکر اسے قبول نہ کیا کہ میں اپنے جس کریم کے دروازے کا خادم ہوں، وہی میرے لیے کافی ہے، ملازمت پکڑ کر دنیا طلبی میں نہ لگوں گا۔ آپ کو نواب رامپور نے

بھی پچاس ہزار روپئے خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ رضویہ کے لیے دینے کی لالچ دی، بار بار خطوط بھیج کر اصرارِ پیہم کیا مگر واہ رے آپ کی شانِ استغنا! ایک مرتبہ بھی اس کی طرف نگاہ نہ اٹھائی، ایک صاحب نے اس زمانے میں بارہ سو روپئے ماہوار دینا چاہا مگر آپ نے اسے بھی ٹھکرا دیا۔ جبکہ اس زمانے میں بارہ سو روپئے کی کافی وقعت واہمیت تھی۔ اس زمانے میں اس کی اہمیت آج کے پچاس ہزار سے کم نہ ہوگی۔

آپ کے اسی صبر و توکل، شانِ استغنا اور دیگر صفاتِ عالیہ کو دیکھ کر سیف الاسلام مولانا منور حسین کو اعترافِ حقیقت کے بغیر نہ رہا گیا۔ آپ لکھتے ہیں:

"ان (اعلیٰ حضرت) کے صاحبزادے حضرت مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ جن سے مجھ کو چند دن فیض حاصل کرنے کا موقع ملا، بڑے حسین و جمیل، بڑے عالم، بے انتہا خوش اخلاق تھے۔ ان کی خدمت میں بھی نظام حیدر آباد نے دار الافتا کی نظامت کی درخواست کی اور اس سلسلے میں کافی دولت کا لالچ دیا تو آپ نے فرمایا کہ میں جس دروازۂ فدائے کریم کا حقیر ہوں میرے لیے وہی کافی ہے۔" [1]

ہمارے مدعا کی تائید مولانا وجاہت رسول صاحب کے نام حضور حجۃ الاسلام کے ایک مکتوب سے بھی ہوتی ہے۔ یہ ۱۳۵۲ھ کی بات ہے جب کہ مولانا وجاہت رسول صاحب نے ایک پیش کش کرتے ہوئے ایک مکتوب آپ کے پاس ارسال کیا تو آپ نے اس کے جواب میں درجِ ذیل کلمات لکھے۔ ملاحظہ ہو:

عزیزم مولوی وجاہت رسول سلمہ کا خط دیکھا۔ مولیٰ تعالیٰ انھیں دونوں جہان کی نعمت و دولت سے سرفراز کرے۔ ان کی ہمدردی کا شکریہ۔ دل سے دعائے خیر کے سوا کیا ہوسکتا ہے مگر فقیر کوئی زر پرست، دنیادار، عبد الدرہم، عبد الدینار فقیر نہیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کی روش میرے لیے بہترین اسوہ ہے۔ میں نے ناظم نلگنڈہ عزیز محترم منشی شیخ محمد حسین صاحب مرحوم کی تحریک پر جب بارہ سو روپئے ماہوار کی جگہ پر نظر نہ کی تو اب چھ سو روپئے کی ملازمت کر کے کیا دنیا طلبی کروں گا؟ نواب رامپور نے پچاس ہزار روپئے خانقاہ شریف کے نام سے دینے کا لالچ دیا اور بار بار ان کے خطوط بنام فقیر آئے مگر الحمد للمولیٰ تعالیٰ کہ فقیر نے اصلاً توجہ نہ کی۔ مولیٰ تعالیٰ دینِ حق کا خادم رکھے اور اس کی سچی خدمتوں کی توفیقِ رفیق فرمائے اور خلوصِ نیت و اخلاصِ عمل کے ساتھ خالصاً لوجہ اللہ خدمتِ دینِ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر چلائے، اسی پر مارے اور اسی

پر محشور فرمائے۔ آمین! میں جب کبھی حیدر آباد گیا، ان سے ملوں گا، انہیں مطلع کروں گا، یہ میرا کام نہیں کہ میں اپنی مبالغہ آمیز تعریفوں کے اشتہار چھپوا کر وہاں بھیجوں اور دنیا سازی سے طلبِ دنیا کا جال بچھاؤں۔ جب جاؤں گا اپنے کسی عزیز کے یہاں قیام کروں گا، جس سے میرا روحانی یا خون کا رشتہ ہوگا۔ بڑے بڑے رؤسا سے میرا کوئی علاقہ وواسطہ نہیں۔ رہی دین کی خدمت وہ جس طرح میرا رب مجھ سے لے، میں اس کے لیے ہر وقت حاضر ہوں۔ والدعاء

فقیر محمد حامد رضا خان

غفرلہ، خادم، سجادہ وگدائے آستانہ رضویہ بریلی،

دوم شعبان الخیر، ۱۳۵۲ھ بروز دوشنبہ۔ ا

یہ استغنا کا وہ اعلیٰ مقام ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں میں سے کسی کسی کو عطا فرماتا ہے۔

نہ تخت وتاج میں، نہ لشکر وسپاہ میں ہے

جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

حجۃ الاسلام کے جملے پر غور فرمائیں: میں فقیر ضرور ہوں مگر دنیا دار فقیر نہیں۔ اللہ ورسول کے در کا فقیر ومحتاج ہوں۔ میں زر پرست نہیں خدا پرست ہوں۔ میں عبدالدرہم اور عبدالدینار نہیں کہ روپے پیسے کے پیچھے بھاگوں بلکہ میں عبداللہ اور عبدالرسول ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی واطاعت میں لگا رہنا میرا کام ہے۔ اور آپ کی زندگی کا یہ کتنا روشن باب ہے کہ بڑے سے بڑے رؤسا سے آپ کا کوئی علاقہ وواسطہ نہیں۔ جبکہ پیٹ کے بندے لوگ رؤسا کے ہی دروازے پر دستک دینے میں اپنی کامیابی سمجھتے ہیں۔ کتنے سچے جانشیں ہیں کہ فرماتے ہیں، ”میں عبدالدرہم وعبدالدینار نہیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کی روش میرے لیے بہترین روش ہے۔“ یہیں سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ جس ذات گرامی (اعلیٰ حضرت) کی روش پر چل کر حجۃ الاسلام اس قدر کامیاب وکامراں رہے، مخلِصین ومخلَصین میں شمار ہوئے، تو وہ خود اسوۂ حسنہ والی ذات گرامی کیسی عظیم ہوگی۔ پھر خود کو فقیر الی اللہ اور خادم دین سے موسوم کرنے والے کی آرزو بھی کس قدر بلند ہے کہ لکھتے ہیں:

”مولیٰ تعالیٰ دینِ حق کا خادم رکھے اور اس کی سچی خدمتوں کی توفیقِ رفیق فرمائے۔ اور خلوصِ نیت واخلاصِ عمل کے ساتھ خالصاً لوجہ اللہ خدمتِ دینِ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر چلائے، اسی پر مارے اور اسی پر محشور فرمائے۔ آمین!"

آپ نمونۂ اسلاف تھے:

حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے وقت کے رئیس العلما، تاج الاتقیا، آفتابِ شریعت ومعرفت، شیخ المحدثین، راس المفسرین، مفکرِ اسلام، عالمِ علوم اسلامیہ وماہرِ علوم عقلیہ تھے، بلکہ اعلمِ علمائے ہند تھے۔ آپ سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ رضویہ کے چالیسویں امامِ ہدایت اور شیخِ طریقت ومعرفت ہیں۔ مجددِ اعظم، امامِ اہلسنت، محدثِ عالم، شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ القوی کے خلفِ اکبر اور مجاز وجانشین ہیں۔

آپ اپنے اسلاف وآبا واجداد کے مکمل نمونہ تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں پر سختی سے عمل پیرا تھے، اپنے والدِ ماجد کی تمام خوبیوں کے جامع اور آئینہ دار تھے، آپ کی عبقری شخصیت اسلام کی جیتی جاگتی تصویر تھی، آپ کمالاتِ ظاہری کے ساتھ کمالاتِ باطنی کے بھی جامع تھے، اپنے عہد کے لاثانی اور بے نظیر مدرس تھے، آپ کا تفسیر وحدیث کا درس خاص طور پر مشہور تھا۔ اور عربی ادب میں منفرد حیثیت کے مالک تھے۔ شعر وادب کا بہت نازک اور پاکیزہ ذوق رکھتے تھے۔

آپ نے مسلکِ اہلسنت اور سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی بے مثال خدمات انجام دیں اور ساری عمر مسلمانانِ عالم کی فلاح وترقی کے لے کوشاں رہے۔ آپ کے خصائل وعادات سے متعلق مولانا عبد المجتبیٰ مرحوم لکھتے ہیں:

"آپ اپنے اسلاف وآبا واجداد کے مکمل نمونہ تھے، اخلاق وعادات کے جامع تھے۔ آپ جب بات کرتے تو تبسم فرماتے ہوئے بات کرتے۔ لہجہ انتہائی محبت آمیز ہوتا، بزرگوں کا احترام، چھوٹوں پر شفقت کا برتاؤ، آپ کی سرشت کے نمایاں جوہر تھے۔ ہمیشہ نظریں نیچی رکھتے۔ درود شریف کا اکثر ورد فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر آپ کو نیند کے عالم میں بھی درود شریف پڑھتے دیکھا گیا۔ آپ کی طبیعت انتہائی نفاست پسند تھی۔ چنانچہ آپ کا لباس آپ کی نفاست کا بہترین نمونہ ہوتا تھا۔ انگریز اور اس کی معاشرت کے آپ اپنے والد ماجد کی طرح شدید مخالف رہے۔ اور اس کی مخالفت میں نمایاں کام انجام دیا۔" (تذکرۂ مشائخ قادریہ)

حجۃ الاسلام کا تصلب فی الدین:

حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ خود فرماتے ہیں:

"وہ (امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت) یقیناً اللہ کے سچے محبوب، عاشقِ رسول، سچے نائبِ غوث الوریٰ جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلیٰ ابنہ الکریم وبارک وسلم تھے اور بحمدہ تعالیٰ! انہوں نے مجھے سچا جانشیں کیا۔ اور میں نے مولانا عبدالباری لکھنوی کے ساتھ ان (اعلیٰ حضرت) ہی کی روش برتی، جبکہ وہ لکھنو کے ریلوے اسٹیشن پر میرے استقبال کے لئے آئے تھے اور ان کے ہمراہ لکھنؤ کے بڑے بڑے جاگیردار اور رؤساء وعلما سینکڑوں کی تعداد میں تھے۔ میری گاڑی کے آنے پر میرے سیکنڈ کلاس کے ڈبے کے پاس بسرعت آئے اور جب میں اترا، انہوں نے سلام کیا، میں نے جواب نہ دیا، انہوں نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا، میں نے ہاتھ مصافحہ کو نہ دیا، میں ویٹنگ روم کی طرف بڑھا، وہ میرے پیچھے پیچھے آئے اور دیر تک میری شرکت کے لیے اصرار کرتے رہے۔ میں نے صاف کہہ دیا کہ جب تک میرے اور آپ کے درمیان مذہبی صفائی نہ ہو جائے، میں آپ سے نہیں مل سکتا، نہ آپ کے جلسے میں شرکت کروں، نہ آپ سے میل جول رکھوں۔ اور بحمدہ تعالیٰ! میری اس روش سے انہیں متاثر ہونا پڑا اور انہوں نے صدرالافاضل مولانا مولوی نعیم الدین صاحب کے بالمشافہ توبہ نامہ تحریر فرمایا، اس کے بعد میں ان سے ملا۔ عزیزی مولوی حشمت علی صاحب اس کے شاہد ہیں۔"[1]

حضرت حجۃ الاسلام کی روش سے متعلق مندرجہ بالا عبارت نے ہمیں باور کرایا کہ حضور حجۃ الاسلام نہایت متصلب سنی تھے، کسی بدمذہب سے سلام ومصافحہ نہیں کرتے، اس کے سلام کا جواب بھی نہیں دیتے، اس سے میل ملاپ نہیں کرتے تھے، لہٰذا ہم تمام سنیوں کو ایسی ہی روش اختیار کرنی چاہئے۔ اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

نثر میں حمدِ الٰہی اور رسولِ پاک سے توسل:

وہ مسلمان بہت خوش نصیب ہے جو منعمِ حقیقی اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس کی خوب حمد بجالائے اور وہ خاصانِ خدا جو ہمارے محسن اور وسیلہ ہیں کہ انہیں کے ذریعہ خدائے ذوالمنن کا قرب اور اس تک رسائی ہوسکتی ہے، انہیں کے وسیلے سے روزیاں ملتی ہیں، شفائیں ملتی اور بلائیں بھاگتی ہیں، انہیں کے صدقے بارشیں ہوتیں، ان کا بھی احسان بے شمار مانا جائے، ان کے وسیلہ ہونے کا بار بار اقرار کیا جائے، اور جہاں موقع میسر ہو ان کا ذکر چھیڑا جائے۔ حضرت حجۃ الاسلام چونکہ آستانۂ اعلیٰ حضرت کے پروردہ ہیں، وفاشناس ہیں، اس لیے

بار بار حمدِ الٰہی بیان کرتے اور اپنے محسنوں خصوصاً نبیِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خوب یاد کرتے اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی نوازشات کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے اراکین کی حسنِ کارکردگی پر ان کی حوصلہ افزائی اور انہیں مبارکباد دیتے ہوئے آج سے تقریباً اسّی سال قبل حضرت حجۃ الاسلام نے ایک تحریر دی تھی، اس میں عربی زبان میں ایک جامع اور وقیع خطبہ لکھنے کے بعد تمہید میں ایسی وفا شعاری کا خطبہ پڑھا جو ایک وفا شعار اور عاشق ہی کا حصہ ہو سکتا ہے، رقمطراز ہیں:

"گدائے آستانہ عالیہ رضویہ نوریہ قدسیہ، فقیرِ ناسزا، سراپا معصیت وخطا، محمد المعروف بحامد رضا القادری الرضوی النوری البریلوی (سقاہ ربہ من نمیر منہل کرمہ المروی وحماہ عن حر شر مزوی) عرض رسا، حمد اس کے وجہ کریم کو، جس نے ہمیں سرکارِ دوعالم، خلیفۃ اللہ الاعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بندگانِ بارگاہِ بےکس پناہ میں کیا، اور سیدنا غوث المعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حلقہ بگوشی کا فخر بخشا۔ اور امام اہلسنت، مجدد دین وملت سیدنا اعلیٰ حضرت قبلہ وکعبہ نور اللہ مرقدہ کی گدائے آستانہ کا تاج شاہانہ ہمارے سر پر رکھا۔"

عہد ما بالب شیریں دہنان بست خدائے
ما ہم بندۂ وایں قوم خدا وندانند

حجۃ الاسلام کا عشقِ رسول: حضور حجۃ الاسلام مولانا مفتی حامد رضا خان، جہاں اور بہت سے خصائلِ حمیدہ سے متصف تھے، وہیں اپنے والد ماجد کی طرح زبردست عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی تھے۔ آپ کے عشق ومحبتِ رسول ہی کی کارفرمائی تھی کہ کثرت سے درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ آپ کا عشق سچا تھا، جس کے جلوے عیاں نظر آتے تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دینِ متین کی خدمت کے لیے اپنی حیاتِ مستعار کو وقف کر دیا۔ دربارِ رسالت کے ایک پہرہ دار اور عاشق ہونے کی حیثیت سے ناموسِ رسالت کی حفاظت و صیانت میں پوری زندگی گزار دی، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت والفت کا سکہ دلوں میں بٹھا دیا۔ اور گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے اٹھنے والے اعتراضات کے جوابات دیئے۔ عظمتِ رسول کے حوالے سے خود کو قربان کر دیا۔ یہ عشق ومحبت ہی کی جلوہ گری ہے کہ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں نعت کی کئی سوغات پیش کیں اور ہمیشہ کے لیے مداحانِ رسول

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فہرست میں اپنا نام لکھا گئے۔ عشقِ رسول کے حوالے سے اس عاشقِ رسول کے جذبۂ دروں، درد و کسک اور تڑپ کو ان کے اس شعر میں بھی دیکھا جا سکتا ہے جو حضوری کی کیفیت کی عکاسی کرتا ہے۔ عرض کناں ہیں:

حضورِ روضہ ہوا جو حاضر، تو اپنی سج دھج یہ ہو گی حامدؔ
خمیدہ سر، آنکھیں بند، لب پر میرے درود و سلام ہو گا

اوراد و وظائف سے شغف:

ذکرِ الٰہی کے کلمہ اور نبیِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام کو وقتوں کی پابندی کے ساتھ پڑھنے اور اسے اپنا معمول بنا لینے کو ورد و وظیفہ کہتے ہیں، اگر بندہ کئی ورد و وظیفہ اپنے معمولات میں رکھے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ورد و وظیفہ ہی نہیں، اوراد و وظائف کا پابند ہے۔ قرآن کریم، احادیث طیبہ اور معمولاتِ مشائخ میں بے شمار اذکار اور دعاؤں کے الفاظ وارد ہوئے ہیں، جن کو بندگانِ خدا اپنا کر اپنی زندگی میں روحانی نکھار لاتے ہیں، انہیں ان کے ذریعہ معرفتِ الٰہی کا نور اور قلب کا سرور حاصل ہوتا ہے، جہنم سے نجات ملتی ہے اور جنت ان کا ٹھکانہ بنتا ہے۔ ان سے بلائیں دور ہوتی ہیں اور رحمتوں کا نزول ہوتا ہے، بیماریاں دور ہوتی ہیں اور شفاءِ کامل ملتی ہے۔ اذکار اور دعاؤں کے بہترین مجموعہ "الوظیفۃ الکریمہ" کی ترتیب کے وقت اس کی تمہید میں خود حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

"بارگاہِ کرمِ سید اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضور پُر نور سیدنا اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں جو مبارک دعائیں ہمیں پہنچیں اور وہ اذکار و اشغال کہ درِ مکنون کی طرح خاندانِ عالیہ میں مخزون تھے، برادرانِ اہلسنت و خواجہ تاشانِ قادریت و رضویت کے لیے شائع کرتے اور دعوے سے کہتے ہیں کہ ان کا عامل دین و دنیا کی برکتوں سے مالا مال ہو گا، ہر بلا و آفت سے محفوظ رہے گا۔"

تو جس طرح حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان نے دوسروں کو وظائف و معمولات کے ذریعہ یادِ الٰہی کرنے کی تلقین فرمائی، ٹھیک اسی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ خود ان پر عمل پیرا نظر آئے۔

آپ صرف پنجوقتہ نمازِ باجماعت کے پابند نہ تھے بلکہ ان کے علاوہ نوافل کے بھی پابند تھے۔ آپ کی زندگی کے لیل و نہار ملاحظہ فرمانے والے حضرات بیان کرتے ہیں کہ:

''حضرت حجۃ الاسلام، عابدِ شب زندہ دار اور تہجد گزار بزرگ تھے، اوراد
وظائف کے عامل تھے۔ آپ اپنے والد ماجد امام احمد رضا کی طرح دنیوی معاملات سے
کنارہ کش رہتے، جائیداد اور مالی امور اپنے فرزندِ اکبر مفسر اعظم مولانا محمد ابراہیم حنان
جیلانی میاں کے سپرد کر دئے تھے، جو وقت عبادت و ریاضت اور اوراد و وظائف سے بچتا
وہ مذہب حق اہلسنت و جماعت کے استحکام اور اس کی اشاعت میں صرف ہوتا۔ فتوی
نویسی، درس و تدریس، تصنیف و تالیف، ارشاد و تبلیغ، دار العلوم منظر اسلام کے اہتمام اور
اس کے فروغ و استحکام میں مشغول رہتے۔''

یہی وجہ ہے کہ آپ کا رنگ آپ کے شاگردوں، مریدوں اور خلفا پر بھی چڑھ جاتا تھا، سرکار مفتی اعظم ہند، محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رضوی، مولانا ابرار حسن تلہری، مولانا تقدس علی خان، محدث احسان علی مظفر پوری، مولانا محمد ابراہیم خوشتر اور مولانا محمد یونس رضوی مدھوبنی اور ان کے علاوہ ان کے خواجہ تاشوں میں جس کسی کی زندگی کو آپ پڑھیں گے یہ خوبیاں ان کے اندر ضرور پائیں گے، نمازوں کی پابندی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں سے محبت و لگاؤ، ان پر پابندی، اوراد و وظائف کی پابندی اور خدمتِ دین ان کا شیوہ ہے۔

□□□

ہندوستان میں مسلمانوں کے مسائل اور

حجۃ الاسلام کا مدبرانہ لائحہ عمل

ڈاکٹر شاہ مظفر الدین بلخی

صاحب سجادہ خانقاہ فردوسیہ بلخیہ، فتوحہ پٹنہ

ہندوستان میں مسلمان مسائل سے دو چار ہیں۔ نوع بہ نوع مسائل سے زندگی کا ہر شعبہ متاثر ہے۔ ایک غیر یقینی حالات ہیں۔ مستقبل موہوم ہے۔ تعلیمی پسماندگی، معاشی بدحالی، سماجی انتشار اور بے چینی۔ نہ تہذیبی شناخت، نہ سیاسی وقار اور نہ دینی اقدار۔ مستقبل کیا ہے، یہ کہیں بھی اور کسی کے پیش نظر واضح نہیں۔ تلاشِ حل کیلئے اہل علم ودانش بھی ہیں، ارباب حل وعقد بھی۔ سماجی، سیاسی، اصلاحی اور مذہبی تنظیمیں بھی، مصلحین بھی ہیں، رہنما اور قائدین بھی، مدبرین بھی، ماہرین بھی، خاکے اور منصوبے بھی بنتے ہیں۔ حکمت عملی اور لائحہ عمل بھی۔ لیکن یہ سب کوششیں اور تدبیریں بے سود ٹھہرتی ہیں اور بے نتیجہ۔ یہ صورتحال کیوں ہے۔ اسے سمجھنے کیلئے اہم سوال سبب تک رسائی کا ہے۔ اس بنیاد تک پہنچنے کا جس نے مسلمانوں کے مسائل کو بھنور میں ڈال کر بے یارومددگار اور لاچار چھوڑ دیا ہے۔ بنیادی وجہ کبھی معاشی بدحالی نظر آتی ہے اور کبھی تعلیمی پسماندگی۔ کبھی طاقت واقتدار کی بے مائیگی اور سیاسی بالادستی کی کمی اور کبھی مذہبی اور تہذیبی اقدار وروایات سے بے اعتنائی اور بے توجہی۔

یقیناً اسباب کو سمجھے بغیر کسی بھی نتیجہ کی امید نہیں کی جاسکتی۔ اصلاح حال میں اسباب کی نشاندہی اور اس کا تدارک ضروری ہے۔ لیکن ان اسباب کو سمجھنے سے پہلے چند اصولی اور اساسی تقاضے بھی ہیں جو کسی بھی تہذیبی زندگی بالخصوص اسلامی تہذیبی وتمدنی زندگی کا جزو لاینفک ہے جس کے شعور کے بغیر منزل مقصود متعین نہیں ہوسکتی۔

اس میں سب سے اہم مسئلہ ہمارے تصور قومیت کا ہے۔قوم کی تشکیل وتعمیر کو ہم نے جس حد تک سمجھا اور جن عناصر کو اس میں جگہ دی وہ اسلامی تقاضوں پر پورے نہیں اترتے۔قرآن نے دوسری قوموں کی طرح مسلمانوں کو بھی ایک قوم تو کہا ہے لیکن جس پابند تصور اور ہمہ جہت تقاضوں پر اسلام کی قومیت استوار ہے وہ ہماری منہاج فکر سے یکسر مختلف ہے۔اس کا علامتی اظہار مسائل کے ہجوم ویلغار میں اکثر وبیشتر ہوتا ہے۔ہم اس پر پورے اور کھرے نہیں اترتے۔ اسلام کے سارے تقاضوں کو پس پشت ڈال کر ہم اسی ذہنی بندش میں گرفتار رہتے ہیں کہ اولین مسئلہ ہماری قومی تحفظ کا ہے اور قومی تحفظ ہی سے اسلام کا تحفظ ہے۔یہ فکر نہ تو ہمیں قومی تحفظ فراہم کرتی ہے اور نہ ہمیں اسلامی اصولوں کا پابند۔سنگین حالات میں ہماری اسلام پسندی قومیت پر قربان ہو جاتی ہے جبکہ اسلام ہی سے ہماری بقاء ہے اور قومیت بھی۔اگر قومیت کہیں رنگ ونسل، قبیلہ، علاقہ، زبان، تہذیب، ملک اور وطن سے بنتی ہے تو بنے۔مسلمانوں کی قومیت کا پورا سانچہ اسلام پر ہی ڈھلتا اور تعمیر ہوتا ہے۔قومیت کے اس غیر اسلامی تصور کے عواقب وثمرات کا تجزیہ کریں تو یہ تصور نہ صرف یہ کہ ہمارے حق میں بہتر نہیں ہے بلکہ ہماری قومی زندگی کیلئے مہلک بھی ہے۔اسلامی دنیا کیا پورا خطۂ ارض اس کے ہلاکت خیز نتائج سے نبرد آزما ہے۔آزادی سے قبل جب مسلمان بھی ہندوستان میں انہیں خطوط پر آگے بڑھے۔رہنمایان قوم نے قوم پرستانہ ذہن کو پروان چڑھایا۔نجات کی حکمت ملت اور وطن پر رکھی گئی۔اسلام کے دامن پناہ میں آنے کیلئے قومیت کا راستہ منتخب کیا گیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسائل اور الجھتے گئے۔مسلمانوں کی شبیہ بگڑتی گئی۔قومی شناخت تو جاتی ہی رہی اسلام کی تہذیبی اور معاشرتی قدریں اور خیر وبرکت بھی رخصت ہوگئیں۔مسائل سے گھبرا کر مسلمانوں نے قومی جذبات کو فروغ دیا۔اسی میں اپنی حفاظت اور عافیت سمجھی۔اپنی دانست میں ایک قومی جذبہ کو ابھارنے کا مقصد اتحاد کی فضا بندی تھی جس سے وہ خارجی مشکلات کا دفاع کر سکیں اور داخلی مسائل سے نظر پھیر کر وہ قومی اتحاد کے نام پر یکسو ہو جائیں۔یہی ناعاقبت اندیش فکری سرمایہ آزاد ہندوستان کو بھی منتقل ہوا۔آج مسلمانوں کی سیاست، لائحہ عمل اسی تصور کا شاخسانہ ہے۔

لیکن حالات کتنے ہی جاں کاہ، ناساز گار ونا موافق ہوں، ہر دور میں اہل حق کی بھی ایک جماعت ایسی ضرور رہی ہے جنہوں نے انسانیت کو قومی جذبات سے بالاتر ہو کر اسلام کا آفاقی اور انسانی درس دیا۔زمانہ کے بیجا تقاضوں سے وہ متاثر نہ ہوئے۔پائے استقلال میں جنبش نہ آئی۔ستم ہائے زمانہ نے موقف کی تبدیلی کا مطالبہ کیا۔نزاکت وقت کی دہائی دی۔حالات کی

ضرورت اور پیچیدگیاں سمجھائیں، لیکن وہ اپنے بنیادی اور اصولی نصب العین سے منحرف نہ ہوئے۔ انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل بھی ایسے ہی حالات میں گھرے تھے۔ مسلمانوں کے سامنے مسائل سے نکلنے کی کوئی راہ نہ تھی۔ ان کے درمیان ایک تعداد مسلم قائدین و مصلحین کی بھی تھی۔ لیکن وہ بھی فتنۂ وقت کے سامنے سپر انداز تھے۔ اور نام نہاد قومی جذبہ کی فصیل وحصار میں محصور۔ ان حالات میں حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں علیہ الرحمہ والرضوان کی ذات وہ ذات ہے جس نے وقت کی فتنہ سامانی اور ستم خیزی کا اعتراف کیا لیکن اس سے نکلنے کی راہ مختلف بنائی۔ وہ راہ اس دانش وری پر قائم نہ تھی جو مسلمانوں کے جز وقتی فلاح کی راہ دکھاتی ہو۔ جس میں اسلام ہی قومیت کا تتمہ اور ضمیمہ ہو۔ قوم پرستانہ رجحان ہی ہر مسئلہ کا حل ہو۔ دین ومذہب، اخلاق واطوار بھی قوم پرستی کے بھینٹ چڑھ گئے ہوں۔ ایسے ہی ناموافق حالات میں حجۃ الاسلام نے رہنمائی کی اور بنیادی اصولوں میں کسی طرح کی مفاہمت اور سمجھوتہ کو قبول نہیں کیا۔ پھر ان اصولوں پر ایک ایسا نقشۂ کار مرتب کیا جو ہمہ وقتی، دائمی تقاضوں پر استوار ہے۔ کئی دہائیاں گزرنے کے بعد آج کے حالات کے بعینہ مطابق اور اس کا ترجمان ہے۔ آج کی ضرورتوں بلکہ جزوی تقاضوں کی بھی اس میں نشاندہی ہے۔ آج کی طرح وہ دور بھی ایسا ہی تھا جبکہ مسلمانوں کا تشخص اور ان کی قومی وملی شناخت مٹ رہی تھی۔ مسائل نے ہر چہار جانب سے مسلمانوں کو گھیر رکھا تھا۔ بہت ہی سنگین اور صبر آزما حالات تھے۔ یک قومی اور دو قومی نظریہ زبان زد عام تھا اور کسی ایک نظریہ کو اپنانا ناگزیر۔ ایک صحیح موقف کے ساتھ حالات سے نبرد آزمائی سخت مشکل اور حوصلہ شکن تھی۔ عزائم جواب دے چکے تھے۔ وقت کے دھارے میں تدبیریں خس وخاشاک کی طرح بہہ رہی تھیں۔ چار وناچار مسلمان اسی میں عافیت سمجھ رہے تھے کہ وقت کے ساتھ مزاحمت کا رویہ ترک کر دے اور حالات سے سمجھوتہ کر لے۔ حجۃ الاسلام کے پیش نظر بھی یہ صورتحال انتہائی تشویش انگیز تھی، کیونکہ خارجی اور داخلی عوامل پر قابو پانے کے ساتھ وہ فتنہ انگیزی اور ریشہ دوانی بھی اپنی پوری قوت کے ساتھ سرگرم تھی جو مسلمانوں کے ہر منصوبہ اور لائحہ عمل میں سد راہ ہو۔ مصائب کی شدت کو سمجھنے کیلئے حجۃ اسلام کی یہ تحریر اس کی سنگینیت کا احساس دلاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ:

> "یہ وہ حالات ہیں جن پر نظر کر کے کہا جا سکتا ہے کہ پچھلے ادوار میں مسلمانوں کو جن مصائب سے سامنا پڑتا رہا ہے، وہ ان عبرت انگیز حالات کے مقابل ہیچ ہیں۔ عہد حاضر کے مصائب اور دور موجودہ کے فتنے بہت

زیادہ مہیب اور بھیانک نظر آرہے ہیں۔"

حالات کی شدت ونزاکت کا اظہار انہوں نے مراد آباد کانفرنس میں اپنے ایک خطبۂ صدارت میں کیا جو مسلمانوں کے مسائل پر غور وخوض کیلئے ۱۹۲۵ء میں منعقد کی گئی۔ یہ کانفرنس اس لحاظ سے مختلف تھی کہ اس میں حجۃ الاسلام نے حالات کی نزاکت کا احساس دلایا اور اس میں خصوصیت سے اس امر پر زور دیا کہ مسلمانوں کے مسائل کا حل جز وقتی نہیں بلکہ پائیدار ہو۔ بنی بر اصول ہو، جس کی بنیادیں قرآن وسنت سے پیوستہ ہوں۔ اس لائحہ عمل سے وقت کے تقاضے بھی پورے ہوں گے اور آئندہ نسلیں بھی اس سے فیضیاب ہوں گی۔ وہ بھی اسی روشنی میں اپنی راہ متعین کر کے سرفراز وکامران اور باوقار ہوں گی۔

آج مسلمانان ہند جن مسائل سے دوچار ہیں، ان کے حل کیلئے اپنے پیش رفتہ ایام پر نظر ڈالیں تو وہاں ہمیں رہنمائی کا فقدان نظر آتا ہے۔ ایسی رہنمائی ناپید نظر آتی ہے جس کی افادیت آج کے حالات پر صادق اترتی ہو۔ جو ہماری مشکلات کا کسی حد تک بھی مداوا بن سکے۔ رہنمایان قوم نے اس وقت کے معاشی، سماجی، سیاسی اور ملکی حالات کو جس طرح سمجھا اس کا حل صرف ہنگامی اور عبوری تھا اور مثبت نتائج سے خالی۔ تنظیم وتحریک کے خوش نما نام تھے اور دل فریب نعرے۔ اس طرح یہ مشکل کشا تنظیمیں اور تحریکیں محدود ہو کر اپنے ہی دائرہ میں سمٹ گئیں کیونکہ یہ جدوجہد اسلام کے ان زریں اصولوں کا مظہر نہ تھی، جن اصولوں میں اسلام کی آفاقیت، ہمہ گیریت اور انسانیت مضمر ہے۔

حجۃ الاسلام نے خلافت کمیٹی جیسی تحریک کا احتساب کرتے ہوئے ایک جگہ رقم فرمایا:

"خلافت کمیٹی کے عروج اور اقبال کے زمانہ میں جب اتحاد اتنا ضروری سمجھا گیا کہ اس کے حدود کو وسیع کرنے کیلئے مذہب کی شہر پناہ کو منہدم کرنا ناگزیر خیال کیا گیا۔"

سوچئے وہ خلافت تحریک جس کے نام سے ہی ذہن میں خلافت علیٰ منہاج النبوت کا تصور ابھرتا ہے وہ اسلام کے شہر پناہ میں داخل ہونے کی بجائے جب شہر پناہ کو ہی منہدم کردے تو پھر اس سے کیا توقعات باقی رہ جاتی ہیں۔ کیا یہ امید کی جاسکتی ہے کہ یہ تحریک موثر اور کامیاب ہو۔ اسلامی روح بیدار کرنے کا محرک ہو اور اس کا سلسلۂ فیض نسل در نسل جاری رہ سکے اور اسی تحریک کے اصولوں اور لائحہ عمل کو آزاد ہندوستان کے مسلمان بھی اپنا نصب العین بنا سکیں۔ اس اتحاد واتفاق اور لائحہ عمل سے جو نتیجہ سامنے آیا وہ بھی حجۃ الاسلام سے سمجھئے۔

”الحاصل اتفاق کے علم کے نیچے بہت سے نئے اختلاف پیدا ہوئے۔ خلافت کمیٹی اور جمعیۃ العلماء کا اعتبار جاتا رہا۔ اب ہمیں غور کرنا ہے کہ وہ کون سی غلطی ہے جس نے گزشتہ زمانہ میں مدعیان اتحاد کو منزل مقصود تک نہ پہنچنے دیا، تاکہ اس سے اجتناب کریں اور حقیقی اتحاد سے فائدہ اٹھائیں۔“

یہی وہ تقاضہ تھا جس نے حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں کو مجبور کیا کہ وہ مسلمانوں کا ایک ایسا لائحہ عمل مرتب کریں جس کا مدار قرآن اور ذات مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہو، کیونکہ اسی طریقہ عمل میں ہر مسئلہ کا حل اور ہر غم کا مداوا ہے۔ قیامت تک یہی ایک ضرورت متقاضی ہے۔ جو وقت سے مقید نہیں۔ اس کی آفاقیت اور ہمہ گیریت رنگ ونسل، زبان، علاقہ، قوم اور وطن سے بالاتر ہے۔ قائدین و مصلحین نے جب اس خط پر رہنمائی نہ کی تو حجۃ الاسلام نے نامساعد اور مایوس کن حالات میں آوازۂ حق بلند کیا۔ ایک طرف اعلاء کلمۃ الحق کی ذمہ داری اور دوسری طرف مسلمانوں کی پریشانی اور آزردہ حالی۔ اس فریضۂ حق کو انہوں نے ادا کیا اور اس طرح ادا کیا کہ ان کی دردمندانہ قیادت اور مدبرانہ سیادت کسی جذباتی حل کی طرف مائل نہیں ہوتی لکھتے ہیں:

”دردمندانِ اسلام کس سوز وگداز میں ہیں اور ان کی راتیں کس بے چینی سے سحر ہوتی ہیں۔ ان کے دماغ کس پیچ وتاب میں رہتے ہی۔ لیل ونہار کی ساعات ان پر کیسے مکدر اور کرب واضطراب میں گزرتے ہیں۔ حسرتوں کی تصویریں اور امیدوں کے بن بن کر بگڑنے والے نقشے، ان کیلئے عذاب جان ہو رہے ہیں۔ میں خود بھی مدتوں سے اس سرگرمی میں ہوں، بایں خیال کہ کوئی عالی دماغ، دردمند مذہب اس مقصد کیلئے کوئی تدبیر اور مسلمانوں کی فلاح واصلاح کا کوئی موثر وکامیاب طریقہ تجویز فرمائے تو وہ ضرور ان کے حق میں نافع ہوگا۔ میری فکر کیا چیز ہے جو پیش کرنے کے قابل ہو۔ لیکن جب کسی طرف سے صدا نہ اٹھی، کسی بزرگ نے کوئی کافی رہنمائی نہ کی اور مسلمانوں کیلئے حالات موجودہ کے اعتبار سے کوئی دستور العمل تجویز نہ کیا گیا تو بناچاری میں نے قصد کیا کہ اپنے خیالات کو قلم بند کر کے حاضر کردوں“

کہنے کو رہنما بھی تھے، ان کی رہنمائی بھی۔ راہ عمل بھی، طریقہ کار بھی۔ تجویز وتدبیر بھی اور

تحریک وتنظیم بھی۔ ضرورت صرف صحیح راستہ کا تعین تھا۔ یہ مبنی بر اصول ہو۔ یہی ہر دور کا تقاضہ رہا۔ اُس دور اضطراب میں اور آج بھی۔ اور ہر حالات میں۔ اس اصول پر مرتب لائحہ عمل ہو تو وہ فلاح اور نجات کا ضامن ہے۔ حجۃ الاسلام نے اسی نکتہ کی طرف توجہ مبذول کرتے ہوئے کہا کہ:

"مسلمان اگر اسلام کی دست گیری سے فائدہ اٹھائیں تو وہ ان تمام زحمتوں سے بری ہیں۔ ان کا ہر قانون مکمل اور خطا سے پاک ہے۔ ان کی ہر دینی ودنیوی ضرورت کو ان کے دین نے پورا کر دیا ہے۔ تمدن کے مسئلہ کا حل شریعت محمدیہ نے ایسا فرمایا جس پر عامل ہو کر ہمارے اسلاف نے عالم کی رہنمائی کی اور جہان کو حیرت میں ڈال دیا۔"

حجۃ الاسلام نے اسی اساس کو بنیادی موقف قرار دیا اور اس پر جو لائحہ عمل تیار کیا وہ اپنے مشتملات اور جزویات تک اسی ایک موقف پر استوار ہے۔ یہاں تک کہ اس اساسی موقف کی ترویج واشاعت کیلئے اسے لائحہ عمل میں بھی شامل کرنا ضروری خیال کیا۔ چنانچہ انہوں نے لائحہ عمل میں جن نکتوں کی نشاندہی کی اس کا پہلا جز وتبلیغ واشاعت دین ہے۔ مسائل کے حل میں اسلام سے دست گیری کا مطلب یہ ہے کہ تمام شعبہ زندگی میں اسلام ہی ہمارا رہنما ہے۔ یہ رہنمائی اس وقت تک حاصل نہیں کی جاسکتی جب تک اسلام کو مکمل صحیح اور مطلوب تقاضوں پر نہ سمجھ لیا گیا ہو۔ ساتھ ہی مسائل کے حل میں اس کی اثر انگیزی اور افادیت کا یقین ہو۔ اسی لیے حجۃ الاسلام نے اسے موثر اور نتیجہ خیز بنانے کیلئے "مدرسہ التبلیغ" کے قیام کی تجویز رکھی۔ اس مدرسہ کے قواعد وضوابط، نصاب، مدت تعلیم اور مراحل امتحانات کا خاکہ بہت ہی شرح وبسط سے پیش کیا۔ اگر یہ تجویز روبہ عمل ہوتی تو آج بھی اس کے اثرات مرتب ہوتے۔ دینی وعلمی استعداد کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا اور اسلام کے تعلق سے غیر مسلموں کی غلط فہمیاں اور شکوک وشبہات دور ہوتے۔

دین سے متنفر اور بیگانہ بنانے کی شدھی اور سوراج جیسی تحریک کو انہوں نے آج کے تناظر اور قرائن میں دیکھا۔ آج مسلمان ایسے ہی فتنوں سے نبرد آزما ہیں۔ اسلام دشمن طاقتیں ہمارے مسائل کو جس عنوان سے سمجھنے کی کوشش کر رہی ہیں، اس کی ضرب دین اور عقیدہ پر ہے۔ اسلام کو مشتبہ بنا کر ایسے حالات پیدا کرنا ہے جن سے ہماری شناخت جاتی رہے۔ اختصاص وامتیاز ختم ہو جائے۔ یکساں اور مشترک شہری قانون کی راہ ہموار ہو سکے۔ قابل زیر بحث یا نظر ثانی مسئلہ طلاق ہو یا تعدد ازدواج، وراثت ہو یا متبنیٰ، اوقاف یا کوئی مسئلہ سب اسی کج فکری کی علامت ہے۔ کسی بھی مسئلہ کو اس کے سیاق وسباق اور اس کے مقام سے جدا کر کے مطلق اور مجرد انداز میں

سمجھنے کی کوشش معقول نہیں ہوسکتی۔ یہ مسائل اسلام کے وسیع اور ہمہ جہت نظام زندگی کے اجزائے مربوط ہیں۔ اصول سے نفاذ کے مرحلہ تک اس کے اپنے تقاضے ہیں۔ یہ مطلق اور معلق نہیں۔ اور نہ ان کے متعلقات غیر اسلامی قوانین سے حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ معقول اور باشعور رویہ یہ ہے کہ اسے اس کے وضعی مقام پر برقرار رکھتے ہوئے سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ دنیا میں ہر شئے کی افادیت اس کے مقام اور جائے قرار سے ہے ورنہ وہ اپنی ہیئت، ضرورت اور افادیت ثابت نہیں کرسکتی۔ غیر اسلام پسند طاقتیں اپنے مسائل میں اس طرح کا رویہ اختیار نہیں کرتیں۔ اپنے مسئلہ کو معلق نہیں بناتیں۔ اسلام کے معاملہ میں یہ رویہ کیوں روا رکھتی ہیں۔ یہ انداز فکر سراسر ایک سازش اور بداندیشی کی نشاندہی کرتا ہے اور بسا اوقات مسلمان بھی اپنی دینی اور علمی کم مائیگی سے اس طرح کے فتنوں کے شکار ہوتے اور ان کے ہم نوا اور ہم خیال ہوجاتے ہیں۔

اسی لیے حجۃ الاسلام کے پیش نظر بنیادی مسئلہ فتنہ کے انسداد کا ہے۔ خواہ وہ فتنے خارجی ہوں یا مسلمانوں کے داخلی۔ اس کے سدباب کیلئے انہوں نے تعلیم کو ضروری اور اہم ذریعہ قرار دیا۔ مذہبی تعلیم کی ایک تجویز پیش کی اور اسے موثر بنانے کا ایک خاکہ اور دستور العمل بھی۔ حجۃ الاسلام کا تعلیمی خاکہ ہی اتنا جامع اور دوررس ہے کہ صرف اس کے نفاذ سے مسلمانوں کے دیگر بیشتر مسائل کا حل ممکن ہے لیکن اس خاکہ کی خاطر خواہ عملی تعبیر سامنے نہ آسکی۔ ان کے اس مکمل، جامع اور ہمہ گیر لائحہ عمل کو کچھ بھی تحریک دی گئی ہوتی تو آج ہندوستان کے مسلمان انحطاط اور کسمپرسی کی اس منزل پر نہ ہوتے۔ لیکن افسوس مسلمان احساس کے جذبہ سے بھی محروم ہوتے چلے گئے۔

ایک ذمہ دار اور خوددار قوم مقصد زندگی رکھتی ہے اور اس کی جواب دہی کا تصور بھی۔ یہ تب ہی ممکن ہے جب احساس خوابیدہ ہو۔ ڈیڑھ ہزار سال کی تاریخ میں ہم نے کیا کچھ کھویا، ہمارا شعور اس کو سمجھنے کے بھی قابل نہیں۔ ہماری فطرت وقت پسند اور حالات سے سمجھوتہ کی خوگر ہوتی چلی گئی۔ بدحالی اور زبوں حالی ہماری قناعت پسندی بن گئی۔ محکوم اور زیر دست قوم جیسی زندگی گزارنے پر ہم مطمئن ہوگئے۔ ہمارا وہ دینی سرمایہ جس کی بنیاد اللہ کی کتاب اور ذات نبی آخر تھی۔ صحابہ اور تابعین کی سیرت تھی، جس سرمایہ میں مجتہدین کا اجتہاد تھا، ائمہ کی رہنمائی تھی، مفسرین، محدثین، فقہاء و متکلمین کا سوز علم تھا اور اولیاء و صالحین کا خون جگر تاریخ نے اس دینی سرمایہ کو ستم زمانہ سے بچا کر، سمیٹ کر آج ہم تک پہنچایا، اس دین کی معنویت ان کے زیر بحث آگئی جن کو اس سے کوئی نسبت نہیں۔ مسلمانوں کا دین، پوری تہذیب و ثقافت ان کے سامنے ایک سوالیہ نشان ہے۔ یہ جب ان کی تہذیب پر پوری نہیں اترتی تو ہماری تہذیب اور معاشرت

مشتبہ اور نا قابل عمل بنادی جاتی ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کا تعلیمی مسئلہ ہو یا معاشرتی، سیاسی و اقتصادی ہو یا تہذیب و تمدن کا، سب کا منبع و مخزن ہمارا دین ہے۔ جزوی مسئلہ سے دین اسلام متاثر ہوتا ہے۔ ہم اپنے مسائل سے اپنی بنیاد تک پہنچانے کی سبیل فراہم نہیں کرسکتے۔ اسلام ہی ہمارا سرمایۂ زندگی اور راہ نجات ہے۔

اسی وسیع اور ہمہ جہت تناظر میں حجۃ الاسلام حامد رضا خاں بریلوی نے حالات کو سمجھا اور ایک ایسا لائحہ عمل مرتب کیا جو مسلمانوں کی فلاح و کامرانی کا امین اور ضامن ہے۔ اس لائحہ عمل کی ہر جہت اسی ایک منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ اس سے انحراف کا مطلب ہے کہ ہمارا راستہ اصل منزل سے دور اور گمراہ کن ہے۔ جس کی منزل قعر مذلت ہے۔ حجۃ الاسلام نے جس لائحہ عمل کو تجویز کیا اس کی منزل اس مدبر اعظم کی ہے جہاں سے حیات و کائنات کے پیچیدہ مسائل کی گتھیاں سلجھتی ہیں۔ ہندوستان کے مسائل کیلئے بھی اسی ذات گرامی کی رہنمائی درکار ہے۔ حجۃ الاسلام نے اس اصولی تصور سے کوئی سمجھوتہ نہیں کیا۔ کیونکہ یہ تصور زمانہ کی قید میں مقید نہیں۔ ہر دور کیلئے فیض رساں اور نجات دہندہ ہے۔ اسی مضبوط بنیاد پر انہوں نے لائحہ عمل دیا۔

غیر منقسم ہندوستان ہو یا منقسم، دونوں میں زبان، تہذیب و ثقافت، سیاسی اور جغرافیائی حالات کی یکسانیت، اس امر کی متقاضی ہے کہ حجۃ الاسلام نے جو عملی خاکہ ہندوستان کے مسلمانوں کیلئے مرتب کیا ہے اس پر ایک بار پھر توجہ مرکوز کی جائے۔ اس خاکہ میں ایک مخلوط تہذیب و معاشرت کی بھی رعایت ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ ایک حد فاصل بھی ہے۔ اگر اس کی روایت نہ برتی جائے تو پھر صریحاً یہ کہنا ہوگا کہ بھی تہذیبیں باہم دیگر مدغم ہو کر اپنا وجود اور شناخت کھودیں۔ اس کے برملا اظہار میں حجۃ الاسلام کو کوئی تکلف مانع نہ ہوا۔ ان کی یہ فکر کہ:

"مسلمانوں کے درمیان شریعت طاہرہ نے عقائد و اعمال سے امتیاز قائم کیا ہے۔"

اسی ایک نا قابل تنسیخ حقیقت کی آئینہ دار ہے۔ عقائد و اعمال کے امتیاز کو پامال کر کے مسلمانوں کے ملی تشخص اور شناخت کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ یہ کوششیں ماضی میں بھی بے سود ہوئیں اور آج بھی۔ ہندوستان کے مسلمان اگر اپنے وقار کی بحالی کیلئے سنجیدہ ہیں، ذلت و رسوائی اور محکومیت کی زندگی ان پر بار گراں ہے تو انہیں اسی لائحہ عمل کو اختیار کرنا ہوگا جو حجۃ الاسلام نے دیا۔ یہ ایک آفاقی پیغام ہے جس پیغام میں ملت کا حقیقی درد ہے۔ مسلمانوں کی کامیابی ہے۔ فلاح و نجات ہے اور یہی ان کا مقصد اصلی بھی۔

□□□

حجۃ الاسلام کی صحافتی خدمات!

ماہنامہ یادگار رضا کے حوالے سے

خامہ بدست: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا، مفتی مرکزی دار الافتاء، بریلی شریف

دین متین کی تبلیغ وترسیل کے تین طریقے مشہور و معروف ہیں: تقریر، تدریس اور تحریر! ان میں سے ہر ایک کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے، تاہم تحریر کا اثر دیرپا ہونے کے ساتھ ساتھ ہمہ گیر بھی ہوتا ہے، اس کے ذریعہ نسلاً بعد نسل اور عصراً بعد عصر دعوت و تبلیغ کی خدمت انجام دی جا سکتی ہے، کسی بھی مذہب وملت کی آفاقی ترقی میں اس کی حمایت میں لکھی گئی تحریروں اور کتابوں کا بڑا ہی اہم رول ہوتا ہے، ہر دور میں اس کی اہمیت مسلم رہی ہے، دنیا کا کوئی بھی دانش منداس کی افادیت سے انکار نہیں کر سکتا، اس کی ازبس اہمیت کا اندازہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ العزیز کے اس قول سے بھی لگایا جا سکتا ہے:

> "حمایت مذہب ورد بد مذہباں میں مفید کتب ورسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں............ آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت و بلاقیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچتے رہیں۔"
>
> [فتاویٰ رضویہ، ۱۲/ ۱۳۳]

امام اہل سنت کے اس ارشاد سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ تحریر چاہے کتب ورسائل کی شکل میں ہو، پمفلٹ اور پرچوں کی صورت ہو یا اخبارات وجرائد کے پیکر میں، کما حقہ تبلیغ وترویج اس کے بغیر ممکن نہیں۔

ہر تحریر کا اپنا ایک خاص مقصد و محور اور ایک مخصوص پس منظر ہوتا ہے، جو حالات اس تحریر کے محرک و داعی ہوتے ہیں جب تک وہ برقرار رہتے ہیں، تب تک اس کی اہمیت کا ستارہ بام عروج پر ہوتا ہے اور جیسے ہی حالات کروٹ بدلتے ہیں، وہ تحریر بھی اپنی اہمیت و افادیت کھو دیتی ہے۔

یعنی کچھ تحریریں وقتی حالات کے پیش نظر معرض وجود میں آتی ہیں، اس لئے ان کی اثر پذیری بھی ایک خاص وقت تک محدود رہتی ہے جبکہ کچھ تحریریں ایسی سدا بہار ہوتی ہیں جو اگر چہ کسی خاص مقتضائے وقت کے بطن سے جنم لیتی ہیں لیکن ان کا دائرۂ اثر صدیوں تک محیط رہتا ہے، جن کی اہمیت و افادیت کی بھینی بھینی خوشبو زمان و مکان کی سرحدیں پھلانگ کر صدیوں تک انسانیت کے مشام جاں کو معطر و مستفید کرتی رہتی ہے، اُنھیں حالات کے کسی بھی تناظر میں دیکھا جائے اور زندگی کے کسی بھی موڑ پر ملاحظہ کیا جائے، ایسا لگتا ہے گویا یہ تحریریں اِنھیں حالات و اوقات کو سامنے رکھ کر سپرد قلم کی گئیں ہیں۔

مختصر یہ کہ تحریر کی اہمیت و افادیت صدیوں تک برقرار اور فیض بار رہتی ہے، یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام اور مبلغین اسلام نے دیگر طرق تبلیغ کے ساتھ ساتھ تحریر کو بھی ایک مؤثر ذریعۂ تبلیغ کے طور پر اپنایا اور اس سلسلے میں کتب و رسائل کا ایک بڑا ذخیرہ ہمیں عطا فرمایا ہے۔

حجۃ الاسلام نے تقریر، تدریس اور تحریر یعنی تینوں طرق تبلیغ بروئے کار لا کر مذہب و ملت کی ترویج و اشاعت کا فریضہ انجام دیا ہے، جہاں آپ نے اپنی تقریر پر تنویر سے ہزاروں گم گشتگان راہ کو صراط مستقیم پر گامزن فرمایا اور قلب و جگر میں بس جانے والی اپنی تدریس سے ہزاروں علما و فضلا پیدا کر کے قوم و ملت کے حوالے کئے، وہیں اپنی معرکۃ الآراء اور دل نشیں تحریر کے ذریعہ اسلامیان ہند کے ایمان و اسلام کی حفاظت و صیانت کا بے مثل کارنامہ انجام دیا ہے، آپ کے فتاویٰ، آپ کے کتب و رسائل اور آپ کی نظم و نثر کے مطالعہ سے یہ حقیقت واشگاف ہو جاتی ہے کہ آپ تحریری اور صحافتی میدان کے بھی شہسوار ہیں۔

۱۳۴۵ھ ہجری میں آپ کی زیر سرپرستی ''ماہنامہ یادگار رضا'' بریلی شریف کا اجرا ہوا، جس کی ادارت کی ذمہ داری حضرت علامہ مفتی قاضی احسان الحق صاحب نعیمی کو تفویض کی گئی، اس رسالہ کا پہلا شمارہ ربیع الاوّل شریف کے مبارک و مسعود مہینے میں منصۂ شہود پر آیا۔

یادگار رضا کے افتتاحی شمارے کو منظر عام پر لانے کے لئے ماہ ربیع الاوّل شریف کا انتخاب کر کے ذمہ داران ادارہ نے یہ پیغام دے دیا کہ جس طرح اس بابرکت مہینے میں اس خاکدان گیتی پر رونق افروز ہونے والے محسن کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا کو کفر، شرک، جنگ وجدال اور جہالت ورذالت سے نجات عطا فرما کر امن وآشتی کا گہوارہ بنا دیا، اسی طرح یہ رسالہ بھی احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ انجام دینے کے لئے ظہور پذیر ہوا ہے۔

یادگار رضا کے دوام وبقا کے لئے حضور حجۃ الاسلام نے فی البدیہہ یہ چار مصرعے فصیح وبلیغ عربی میں ارشاد فرمائے جو ''کلمات طیبات'' کے عنوان سے رسالہ کے صفحہ نمبر ۲ر پر اشاعت پذیر ہوئے:

هَا مُبَسْمِلًا وَّ مُحَمْدِلًا وَّ مُسَبْحِلًا وَّ مُهَلِّلًا

وَ مُحَمِّدًا وَّ مُصَلِّيًا وَّ مُسَلِّمًا وَّ مُحَوْقِلًا

وَّ مُجَعْلِفًا وَّ مُدَمْعِزًا وَّ مُطَلْبَقًا هَا مُجَلَّةً

رَضَوِيَّةً حَسَنَاتُهَا بَرَكَاتُهَا فَتَقَبَّلًا

نیز آپ کے شہزادۂ اکبر مفسر اعظم حضرت علامہ مفتی ابراہیم رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ العزیز نے ''خیر مقدم'' کے عنوان سے ایک شاہکار نظم قلم بند فرمائی، یہ نظم بھی پہلے شمارے کے صفحہ نمبر ۲ر پر ہی موجود ہے:

مجلہ که ایدون بدیساں برآمد

بایزدکه ارمان ارماں برآمد

بعلم کلام آمده ماتریدی

بفقه حنفی چوں نعماں برآمد

به بزم روایت زانوار سنت

بمصاح مشکوٰۃ ایمان برآمد

صلائے تعرف صدائے تصوف

بگوش حقیقت نیوشاں برآمد

نشیدی حجازی به گلبام بلبل

سرودے زگلبانگ مستاں برآمد
بشعر وسخن بلبلے خوشنوا
بصحن گلستاں غزل خواں برآمد
زلازل دراجداث نجدی فتادہ
زاجاد وہابیہ جاں برآمد
خوشا نسخۂ از اشارات حکمت
شفائے دل وراحت جاں برآمد
بیاد رضا یادگار رضا
تسلی دہ درد ہجراں برآمد
براہیم چوں خرد را داد جنبش
عزیو از ہر برے نیستاں برآمد

رسالہ ملاحظہ فرما کر حضور ملک العلما حضرت علامہ مفتی سید محمد ظفر الدین بہاری علیہ رحمۃ الباری نے ان الفاظ میں اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا:

"مکرمی جناب نواب سعید احمد خاں صاحب ناظم جماعت مبارکہ زید مجدہم............................ السلام علیکم

رسالہ مبارکہ یادگار رضا کے مطالعہ سے مشرف ہوا، جس درجہ قابل قدر کام کی طرف جناب نے توجہ فرمائی، بیان سے باہر ہے جزاکم اللّٰہ تعالیٰ، مولیٰ تعالیٰ اس رسالہ کو مسلمانوں خصوصاً سنیوں خصوصاً رضویوں کے لئے مفید بنائے اور ان کے دلوں کو اس کی خریداری ومطالعہ کی طرف مائل کرے، آمین۔"

[یادگار رضا، جمادی الاخریٰ ۱۳۴۵ھ، ص ۲۸]

رسالے کے مضامین کی نوعیت کیا ہوگی، قلم کار کیسے ہوں گے، اس کا علمی منہج اور اس کی اخلاقی روش کیا ہوگی؟ اس تعلق سے یادگار رضا کے اولیں شمارے کے قانونی صفحہ پر "اغراض ومقاصد رسالہ" کے ضمن میں یہ الفاظ درج ہے:

"اسلام کی حمایت، مذہب اہل سنت کی نصرت، مخالفین کے جواب،

مسلمانوں کی مذہبی، اخلاقی، معاشرتی اصلاح۔" [ص ا]

پھر "خصوصیات" کے ذیل میں یوں تحریر ہے:

"(ا) مضامین معتمدین علمائے اہل سنت اور بہترین اہل قلم کے درج کئے جائیں گے۔ (۲) زبان کے حسن ولطافت کا خاص لحاظ رہے گا۔ (۳) ہر مسئلہ پر سنجیدگی اور متانت سے محققانہ بحثیں ہوں گی۔ (۴) مبالغہ اور افراط وتفریط سے اجتناب لازم ہوگا۔" [ص ا]

اس اجمالی وضاحت سے رسالہ کے پاکیزہ مقاصد اور اس کے اعلیٰ ترین معیار کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، مزید مدیر رسالہ حضرت علامہ قاضی احسان الحق صاحب نعیمی اپنے پہلے اداریئے میں رسالہ کے اغراض ومقاصد پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام مبارک کا کتب ورسائل کی شکل میں شائع کرنا اور طلب گاروں تک پہنچانا، یہ کام تو آج تک جماعت (رضائے مصطفیٰ) انجام دے رہی ہے مگر آستانۂ مبارکہ کی اطلاعات اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی زندگی کے پاکیزہ حالات جو رضویوں کے لئے راحت روح اور تسکین قلب ہیں، ان کا کوئی انتظام نہ تھا۔

اس فقیر نے اس کا احساس کیا اور چاہا کہ ایک ایسا سلسلہ قائم کیا جائے جس سے وابستگان دامن اعلیٰ حضرت قدس سرہ دور افتادگی میں بھی آستانہ کے حالات سے بے خبر نہ رہیں، مسلسل طور پر ماہ بماہ ان کو یہاں کے حالات کی اطلاع مل جایا کرے اور آستانۂ مبارکہ سے ایک ماہوار رسالہ پہنچ کر ان کی تسکین خاطر کرے، مہینہ بھر تک اس سے اپنے آقا کے دیار کی خبروں کے مزے لیا کریں اور محبت کی نگاہوں سے دیکھا کریں، عقیدت کے جذبات سے سینوں پر رکھا کریں، شوق کے عالم میں زبان حال سے پوچھا کریں: اے نامۂ محبوب تو کس کی یادگار ہے، کہاں سے چلا ہے، کیا دل آویز خوشبوؤں میں بسا ہے، کیسی روح افزا تجلیاں لایا ہے، کس کی خبریں سناتا ہے، تیرے پاس کیسے کیسے انمول موتی ہیں، اسلامی حمایت کے لئے تیرے دست وباز کیسے چست ہیں، خدمت دین میں

تیری کمر کس مضبوطی سے بندھی ہے، اے میدان کے مرد! دین کے حامی! میری آنکھوں میں آ، دل میں سما، تو میرا رفیق جان ہے، محبوب (اہل) ایمان ہے۔

شاباش خدا تجھے زندہ سلامت رکھے، دن دونی رات چوگنی ترقی ہو، تو ٹوٹے دل کا سہارا ہے بے کس کا انیس ہے، مرحبا مرحبا، ایک عاشق محبوب کی خبر لانے والے کی جو قدر کرتا ہے، کاغذ کے صفحات پر اس کا پورا نقشہ کھینچا نہیں جا سکتا ہے، میری اس خدمت کی قدر دانی وہی لوگ کر سکیں گے جن کا دل اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دامن کرم سے بندھا ہوا ہے۔

آستانہ کی حاضری کے زمانہ میں بہترین خدمت جو میں کر سکتا ہوں اور نفیس ترین ہدیہ جو رضوی احباب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں وہ یہ ماہوار رسالہ یادگار رضا ہے، مجھ سے جو ہو سکا، میں نے اپنی خدمت انجام دی، جماعت مبارکہ نے اپنی سعیٔ بے دریغ خرچ کی آپ کو آپ کے آقا کی خدمت سے بہرامند ہونے کے لئے زر کثیر صرف کیا، اب آپ کی ہمت ہے، آپ کا حوصلہ ہے، آپ کی اولوالعزمی ہے، آپ کے جذبات محبت کو دیکھنا ہے کس عظمت و احترام سے، کس قدر دانی اور محبت سے، کس خاطر و مدارت، کس اخلاص و عقیدت سے آپ ایسے پیارے مہمان کی میزبانی کرتے ہیں۔" [ص ۴-۵]

حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ کی زیر ادارت دنیائے صحافت میں قدم رکھنے والے اس رسالہ کے "بچپنے کی پھبن" دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے، اپنے وقت کے مایہ ناز اہل قلم نے اپنے قلمی رشحات سے اس کی آبیاری کی، معتبر اہل فن نے اپنے فن پاروں سے اس کی زلفیں سنواریں اور قابل ترین صاحبان علم و دانش نے اپنے بصیرت افروز زر نگاری سے اس کی نوک پلک درست کی۔

اس رسالے کے مستقل قلم کاروں اور کالم نگاروں میں حجۃ الاسلام، مفتی اعظم ہند، صدر الافاضل، ملک العلما، برہان ملت، استاذ زمن، مفسر اعظم ہند، حضرت علامہ

سید اولادرسول سید محمد میاں مارہروی، حضرت علامہ قاضی احسان الحق نعیمی، حضرت علامہ مفتی ابوالمعانی محمد ابرار حسن صدیقی تلہری، حضرت مولانا ابوالفرح محمد علی آنولوی، حضرت مولانا تقدس علی خاں بریلوی، نبیرۂ حافظ الملک حضرت مولانا نواب وحید احمد خاں بریلوی ایل ایل بی، حضرت مولانا عبدالعزیز خاں، حضرت مولانا عرفان علی بیسل پوری، حضرت مولانا ہدایت یار خاں قیس رام پوری، حضرت مولانا محمود جان جام جودھپوری، ابوالحسنات حضرت مولانا حکیم سید محمد احمد الوری، حضرت مولانا ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ جلال پوری، حضرت مولانا مفتی ابوالمساکین محمد ضیاء الدین پیلی بھیتی، حضرت مولانا محمد شمس الدین اشرفی کچھوچھوی، حضرت مولانا سید حبیب احمد مدنی تلہری ایڈیٹر: المجدد، بریلی شریف، حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب بدایونی، حضرت مولانا عنایت محمد خاں غوری فیروز پوری، نواب حامد علی خاں اشرفی بریلوی، حضرت مولانا سید محمد آصف کان پوری، حضرت مولانا لطیف الدین صاحب فرنگی محلی، حضرت مولانا عبدالمجید صاحب مالیگاؤں، عالی جناب بدرالدین صاحب گوجرانوالہ پاکستان جیسے حامیان اسلام، صاحبان فکروفن اور دانشوران قوم وملت شامل تھے۔

حضرت قاضی صاحب کی زیر ادارت یادگار رضا کے صرف تین شمارے ہی منظر عام پر آئے تھے کہ کسی ناگزیر صورت حال کے سبب آپ اس کی ادارت سے سبکدوش ہو گئے، اس کے بعد ماہ جمادی الثانی ۱۳۴۵ھ ہجری میں یہ رسالہ ابوالمعانی حضرت علامہ مفتی محمد ابرار حسن صدیقی صاحب تلہری کی زیر ادارت آ گیا جبکہ نائب مدیر کی حیثیت سے حضرت علامہ ابوالفرح محمد علی حامدی آنولوی کی خدمات حاصل کی گئیں، حضرت صدیقی صاحب اپنے پہلے اداریئے میں یوں رقم طراز ہیں:

> ”مجھ سے پیش تر یادگار رضا کی قلمی خدمات کے لئے محترمی حضرت مولانا قاضی احسان الحق صاحب نعیمی مدظلہ کا انتخاب ہوا تھا، بلکہ یادگار رضا کا افتتاح انھیں کے دست ادارت سے ہوا، قاضی صاحب کے عہد میں یادگار رضا نے اپنی جو حیثیت قائم کی اور انھوں نے یادگار رضا کو جس سطح تک پہنچایا اور اپنا دورۂ ادارت جس خوش اسلوبی سے پورا کیا، یہ جملہ امور ارباب نظر پر مخفی نہیں، میرے نزدیک قاضی صاحب کا یہ کمال ہی قابل تحسین ہے کہ وہ گویا یادگار رضا کو اوج کمال تک اس

زمانۂ قلیل میں نہ پہنچا سکے مگر یہ کام بھی کیا کم ہے کہ انھوں نے اس کی فضائے ارتقا کو زوال پذیر نہ ہونے دیا، اس حقیقت کا اعتراف قرین انصاف ہے کہ قاضی صاحب کو یادگار رضا سے خلوص اور اس کی خدمات کی انجام دہی میں گونہ دلچسپی تھی، ان کی دلی تمنا تھی کہ وہ جلد از جلد یادگار رضا کو معراج ارتقا پر گامزن دیکھتے مگر افسوس کہ ان کی یہ آرزو دائرۂ تمنا سے نکل کر سرگرم عمل نہ ہو پائی تھی کہ دفعتاً ان کے ذاتی اور خاندانی علائق نیز ان کی علالت نے ان کو مجبور کر دیا، ان میں اس ودیعت کی بار برداری کی تاب نہ رہی، اِدھر تو ان کی مجبوریوں نے ان کو اس اہم اور ضروری خدمت سے بے نیاز کیا اور اُدھر کاتب قدرت نے ان پر حکم معذوری نافذ فرما دیا، یہ زمانہ یادگار رضا کے لئے نہایت ہی نازک اور پر آشوب تھا اور اس کو خدمات قلمی کی سخت احتیاج! بالآخر ارباب حل وعقد نے مجھ کم مایہ اور قلیل البضاعت کو اس گنجینۂ علم وخرد کا کلید بردار بنایا اور ودیعت ادارت میرے سپرد کر دی۔"
[ص ۳-۴]

مدیر ثانی حضرت علامہ ابوالمعانی محمد ابرار حسن صدیقی تلہری علیہ الرحمہ ایک نابغ نظر اہل قلم اور نبض شناس صحافی تھے، آپ کی نوک قلم سے نکلے اس ادبی شہ پارے کو ملاحظہ فرمائیے اور یہ اندازہ لگائیے کہ رسالہ کا ادبی معیار کس بام عروج پر فائز تھا:

"اے گل اور اے پھول یہ تیری نرم نرم پتیاں، تیرا ہلکا ہلکا رنگ، تیری بھینی بھینی خوشبو مجھے مست وسرشار کئے دیتی ہے، اُف تیری نرم نرم نازک پتیوں میں کس بلا کی رعنائی ہے، تیرا ہلکا ہلکا رنگ کس قدر جاذب روح ہے، تیری بھینی بھینی اور دل فریب خوشبو کس درجہ مشام نواز ہے، اے مجسمۂ حسن! اے رعنا گل! تجھے دیکھ کر مجھ پر ایک کیف سا طاری ہے، میرا دل وجد کرتا ہے اور میرے جذبات معنوی میں! ایک طلاطم برپا ہے، میں تجھے دیکھتا ہوں اور میرا طاؤس روح فرط ذوق میں رقصاں ہے، اے نوائے باصرہ نواز گل اور اے شامہ نواز پھول! آ آ اور

میری مشام نوازی کر، آ اے گل ! اپنی مشک باریوں، اپنی عطر بیزیوں اور اپنی عنبر افشانیوں سے میری مرتعش روح کو سکون مطلق کی نوید جانفزا دے۔

اے سبز پتوں میں منہ چھپانے والے گل ! اور اے سبز چلمن کی آڑ سے جھانکنے والے پھول ! آ آ میرے سامنے بے حجابانہ آ اور مجھے محروم طرب نہ رکھ، تیری ہر ہر جنبش کی وجد آفریں کیفیات مجھے تڑپا رہی ہیں، تو اے شاخ پرخار پر صبا کے جھونکوں سے عالم کیف میں لوٹنے والے پھول ! کہیں نوک خار تیرے لطیف اور نازک جسم کو مجروح نہ کردے۔

آ آ اے گل آ میں تجھے اپنے غنچۂ دل میں رکھ لوں لیکن اُو گل ! تو گریۂ شبنم پر کھل کھلا کر نہ ہنس اور مجھ وارفتۂ حسن صنعت کو خندۂ دندان نما سے وقف اضطراب نہ کر، اے پیارے اور اے خوشنما گل ! تو اپنے اس وقت کو یاد کر جب کہ تو اسرار قدرت کا ایک سربستہ غنچہ تھا، تو پیکر حیا تھا، تیرے تبسم میں دوشیزگی کی ایک شان تھی اور تو خود ایک دوشیزہ تھا، دیکھ اُو خود نما گل ! مجھے ڈر ہے کہ کہیں تیرا خندۂ بیجا تیری ساری رعنائیوں کو پامال فنا نہ کر دے۔" [یادگار رضا، جمادی الاولیٰ ۱۳۴۵ھ، ص ۳]

یہ رسالہ بیک وقت مذہبی بھی تھا اور ادبی بھی، تاریخی بھی تھا اور معاشرتی بھی، اس کے مضامین مذہبی تقدس، تاریخی موشگافی، معاشرتی خوشبو اور ادبی چاشنی سے لبریز ہوا کرتے تھے، اس کے مضامین حسن انتخاب کا بے مثل نمونہ ہوتے تھے، اس کے ہر مضمون پر مدیر کی مدبرانہ، ناقدانہ اور ذمہ دارانہ نظر ہوتی تھی۔

ایک موقع پر اراکین جماعت رضائے مصطفیٰ یادگار رضا کی طرف برادران اہل سنت کی توجہ مبذول کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے صدر دفتر سے رسالہ یادگار رضا زیر سرپرستی حضور حجۃ الاسلام حضرت مولانا مولوی مفتی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قادری سجادہ نشین آستانہ رضویہ ہر قمری ماہ کی ابتدائی تاریخوں میں شائع ہوتا ہے، کارپردازان رسالہ نے یادگار رضا کو حسن ظاہری سے عروس نو بنانے میں سعی بلیغ کے صرف میں کوتاہی نہیں کی، یادگار رضا میں اکابر علمائے

کرام اور مشاہیر قوم کے بلند پایہ مضامین شائع ہوتے ہیں جو دینی، مذہبی، تمدنی، معاشرتی، اقتصادی، اخلاقی معلومات سے بھرپور ہوتے ہیں۔

لکھائی، چھپائی اور کاغذ نہایت عمدہ اور دیدہ زیب ہے، سرورق پر مدینہ طیبہ کا عکس نقشہ رسالہ کی رونق دوبالا کرتا ہے، سالانہ چندہ مبلغ ۳؍ روپئے ہے، ہم اپنے تمام حضرات اہل سنت ناظرین کرام سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ اپنے ترجمان کی خریداری سے جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کی حوصلہ افزائی فرمائیں۔''

[ہفت روزہ دبدبہ سکندری رام پور، بابت ۶؍ اگست ۱۹۲۸ء، نمبر ۷، جلد ۶۶؍ ص ۱۵]

یادگار رضا نے ایک ایسے حوصلہ شکن ماحول میں اپنی آنکھیں کھولیں، جس ماحول میں اکثر رسالے زمانے کی بے اعتنائیوں کے زخم کھا کھا کر دم توڑ دیتے ہیں، یہ امام احمد رضا کی زندہ کرامت اور حجۃ الاسلام کی فیض بار سرپرستی کا کرشمہ ہی تھا کہ ایسے صبر آزما اور سخت ترین حالات میں یادگار رضا نے جنم لے کر نہ صرف اپنی زندگی بچائی بلکہ نت نئی ترقی کی شاہراہیں طے کرتے ہوئے بام عروج پر اوج ثریا سے آنکھیں بھی چار کیں۔

چنانچہ یادگار رضا کے مدیر دوم ابولمعالی حضرت علامہ مفتی ابرار حسن تلہری قدس سرہ العزیز اپنے ایک اداریئے میں یوں رقم طراز ہیں:

''اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ یادگار رضا نے جس وقت سے اس خاکدان عالم میں قدم رکھا اُس وقت سے لے کر اِس وقت تک بلاکسی ناگوار تعویق وتاخیر کے برابر دور افروز ہے اور عالم امکان کی تشنہ سرور محافل ومجالس میں قابل ستائش اور غیر معمولی استقلال کے ساتھ اپنی صہباچکاں اور کیف آگیں مضامین سے ارباب ذوق کو دعوت طرب دے رہا ہے، اس موقع پر اس حقیقت کا اظہار بے جانہ ہوگا کہ اس مجلۂ علمی کو جن جن صبر آزما اور حوصلہ شکن حوادث سے دوچار ہونا پڑا، اس پر جیسے جیسے باد مخالف کے جھونکے آئے، بجلیاں گریں، ان ناخوش گوار اثرات کی شعلہ فشانیوں اور آتش سامانیوں سے اس نونہال علمی کے قلب نازک کا متاثر ہوکر اس کی مستانہ خرامی کا کچھ زمانہ کے لئے محو سکون ہوجانا کچھ

مستبعد نہ تھا مگر اس گلشن عالم کے مالک وخالق کے ابحار کرم کی تموج آفرینیوں کے صدقے کہ جن کی لاتعداد آبیاریوں نے اس نہال نودمیدہ میں روح نو پھونک کر نہ صرف اس زمانۂ قلیل میں اس کو فضائے ارتقا کی جانب مائل پرواز کر کے سطحۂ ارتقا پر محو جلوہ آرائی کیا بلکہ اس کی متزلزل بیخ وبنیاد کو وہ استحکام بخشا کہ اب بتوفیقہ تعالٰی یادگار رضا ان ناخوش گوار باد مخالف کے جھونکوں کو موج صبا تصور کر کے ان کے ساتھ خوش فعلیاں کرنے کے لئے تیار ہے۔

یہ امر یادگار رضا کے لئے مایۂ صد نازش وافتخار ہے کہ ہنگام آغاز سے اس وقت تک باوجودیکہ ناظرین یادگار رضا میں ارباب ذوق اور اہل علم حضرات کی کمی نہیں مگر پھر بھی ہندوستان کے کسی گوشہ اور کسی چپہ سے یادگار رضا کی کسی بے اعتنائی کی آواز نہ اٹھائی۔

یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ یادگار رضا کا یہ دور حیات انتہائی صبر آزما اور سخت ترین دور تھا نیز بمقتضائے کم سنی وکم عمر جس طرح کہ ایک کم سن مگر شاہد رعنا سے کہ ادائے استغنا جس کے حسن خداداد کی ایک جزو لاینفک ہو اگر چہ اس مجسمۂ رعنائی کی بدر سیما پیشانی پر قلم قدرت نے حرف وفا منقوش ہی کیوں نہ فرمادیا ہو، مگر حرماں نصیب ارباب وفا کو ایک محدود زمانہ تک محروم طرب رکھ کر آتش ہجر میں شعلۂ اشتیاق بھڑکانے اور ان کی ساری توجہات کو اپنے اندر جذب کر کے عقد موانست مستحکم کرنے کی خاطر ارتکاب بے اعتنائی ایک امر لازمی ہے۔

اس طرح یادگار رضا سے کسی بے اعتنائی کا صدور قرین عقل اور ممکن الوقوع تھا مگر یہ امتیاز خصوصی یادگار رضا اور صرف یادگار رضا ہی کو حاصل ہے کہ اس مجسمۂ وفا نے اس کم سنی میں اس حوصلہ شکن اور سخت ترین دور حیات میں ارتکاب بے اعتنائی کے بدنما داغ سے اپنے دامن کو ملوث نہ ہونے دیا اور اہل ذوق کو ایک لمحہ کے لئے بھی محروم طرب نہ رکھا، یادگار رضا کی اس دل کش ادا نے نہ صرف ان حضرات ہی کے قلوب

کو دعوت تسخیر نہ دی کہ جن کو یادگار رضا سے گونہ تعلق ہے اور جن کی خدمت میں یادگار رضا کو ہر ماہ باریابی کا فخر حاصل ہے بلکہ اس کی دل فریب اور جاذب توجہ ادا پر اغیار و اجانب بھی بے اختیار لوٹ گئے۔"

[یادگار رضا بریلی شریف، بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۴۶ھ، نمبر ۱۱، جلد ۱، ص ۳۔۴]

یادگار رضا کے مضامین گواہ ہیں کہ اس اپنے دور کے ہر چیلنج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور مذہب اسلام پر ہونے والے اہل باطل کے حملوں کا منہ توڑ جواب دیا، چنانچہ جب شردھانند آریہ اور دیانند آریہ نے اسلام، قرآن اور مسلمانوں پر اعتراضات کا طوفانی حملہ کیا تو یادگار رضا نے "دیانند آریہ، ستیارتھ پرکاش کے قرآن پاک پر اعتراض اور ان کے جواب" جیسے مضامین کے ذریعہ ان کا رد بلیغ کیا اور جب قربانی اور گوشت خوری پر حملہ ہوا تو "اسلام اور قربانی، انسانی فطرت اور گوشت خوری" جیسے حقائق پر مبنی مضامین کے ذریعہ یادگار رضا نے اسلام کا دفاع کیا اور جب اسلام پر یہ الزام عائد کیا جانے لگا کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا ہے تو یادگار رضا نے "اسلام اور تلوار" جیسے بصیرت افروز مضامین کے ذریعہ اس باطل الزام کی تردید کی، حتی کہ جب مسئلۂ کفو پر غیر تو غیر اپنوں نے واویلا کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہا تو یادگار رضا نے باضابطہ "مؤمن نمبر" کے ذریعہ احقاق حق اور ابطال باطل کا اہم فریضہ انجام دیا۔

ذیل میں ہم یادگار رضا کے اس "مؤمن نمبر" کا تعارف جو ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور میں شائع ہوا تھا نقل کرتے ہیں:

"یوں تو اخبارات و رسائل کے خاص نمبر شائع ہو ہو کر برابر ملک وقوم کے سامنے آتے رہتے ہیں مگر ان میں ایسے مفید اور کار آمد مضامین کا عنصر کمی کے ساتھ پایا جاتا ہے کہ جس سے ملک وقوم کافی فائدہ حاصل کر سکے، مؤمن نمبر میں جس مسئلہ پر (یعنی کفو پر) قلم اٹھایا گیا ہے یہ ایسا مسئلہ ہے کہ جملہ مسلم اقوام کے ہر ہر فرد پر واجب ہے کہ اس سے واقفیت حاصل کرے، اس لئے کہ تاوقتیکہ اس مسئلہ کا شادی بیاہ کے معاملہ میں کافی لحاظ نہ کیا جائے، شادی خانہ بربادی کا باعث ہو جاتی ہے، مسلمانوں کی ساری قومیں زمانۂ قدیم سے لے کر اس وقت تک اس مسئلۂ شرعی پر سختی کے ساتھ عمل کرتی چلی آرہی ہیں مگر آج کل اس مسئلۂ شرعی کی نہایت

شد و مد کے ساتھ مخالفت کی جارہی ہے اور خصوصاً ہمارے مؤمن بھائی (یعنی جامہ باف حضرات) کا قدم میدان مخالفت میں نہایت سرعت کے ساتھ اٹھ رہا ہے، اس لئے کہ انھیں اس غلط فہمی میں مبتلا کیا گیا ہے کہ تمہیں علمائے اسلام شیخ، سید، مغل، پٹھان کا کفو نہیں قرار دیتے اور اپنے فتاوی میں رذیل و ذلیل لکھتے ہیں، ہم جملہ مسلم اقوام سے عموماً اور اپنے مؤمن بھائیوں خصوصاً اپیل کرتے ہیں کہ وہ مؤمن نمبر کا ضرور مطالعہ کریں، ان کو اس مسئلہ میں جس قدر غلط فہمی اور شکوک پیدا ہو گئے ہیں، وہ سب رفع ہو جائیں گے، مؤمن نمبر میں مسئلۂ کفو پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے، مؤمن نمبر کے صفحات اکابر علماء کے مضامین سے مزین کئے گئے ہیں، اپنے کفو میں شادی بیاہ کرنے میں جو حکمتیں ہیں ان کو ظاہر کیا گیا ہے، غیر کفو میں نکاح کرنے سے جو برے نتائج پیدا ہوتے ہیں، ان کا ثبوت دیا گیا ہے، مؤمن نمبر میں مولوی سید سلیمان صاحب ندوی کے رسالہ ''کفو'' کا زبردست رد ہے، ہمارے مؤمن بھائیوں: کو اس مسئلہ میں علمائے حقانی کی جانب سے جو غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں ہیں، ان کے تسلی بخش جوابات دیئے گئے ہیں، اس مسئلہ کی مخالفت میں مخالفین کے علماء وائمہ خود حضور سید والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جو افترائات جڑے ہیں، ان کا شافی جواب ہے۔'' [ہفت روزہ دبدبۂ سکندری، رام پور، ۱۸ر فروری ۱۹۲۹ء، جلد ۶۶، ص ۷]

مؤمن نمبر کے گہرے مطالعہ کے بعد ہفت روزہ دبدبۂ سکندری، رام پور کے مبصر اپنے تبصرہ میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

''الحمد للہ جناب ابو المعانی مولانا مولوی منشی محمد ابرار حسین صاحب صدیقی تلہری مدیر رسالہ یادگار رضا بریلی کے سعی جمیلہ سے رسالہ یادگار رضا کا خصوصی نمبر بنام ''مؤمن نمبر'' شائع ہو گیا ہے، ہم نے اس نمبر کو نہایت دلچسپی سے پڑھا، جہاں تک ہماری رائے ہے، یہ نمبر علمی و فقہی معلومات کا گنجینہ ہے، فاضل مدیر نے کاغذ اور لکھائی و چھپائی کے

اعتبار سے ہر طرح دیدہ زیب بنانے کی بلیغ کوشش کی ہے اور اس کے
اوراق کو اکابر علمائے اسلام کے نہایت دلچسپ، مفید اور کارآمد مضامین
سے مزین کیا گیا ہے، مؤمن نمبر میں مسئلۂ کفو پر خصوصیت سے قلم اٹھایا گیا
ہے، آج ہندوستان کی بعض قومیں جو مسئلۂ کفو کی مخالفت کر رہی ہیں، وہ
حقیقتاً شریعت طاہرہ کو پیٹھ دے رہی ہیں، یہ مسئلہ جس کا فیصلہ حضرات ائمہ
وعلماء مدتوں پیشتر فرما چکے تھے آج پھر (اسے) معرکۃ
الآراء بنایا جا رہا ہے، اس لئے خصوصیت سے اس کی کافی معلومات حاصل
کرنا تمام مسلم اقوام پر لازم ہے، مؤمن نمبر میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ
کفائت کا شرعاً، عقلاً اور عرفاً ہر طرح اعتبار لازم ہے، اس مسئلۂ کفائت
پر جس دل نشیں اور دلچسپ پیرایہ وانداز میں روشنی ڈالی گئی ہے وہ قابل
دید وشنید ہے، جس کا اسلوب بیان نہایت ہی مؤثر و دل کش ہے، جامہ
باف اصحاب میں مسئلۂ کفائت کے ضمن میں جو غلط فہمیاں شریعت وعلمائے
شریعت کی طرف سے پیدا کر دی گئی ہیں، مؤمن نمبر میں ان سب کا بالکلیہ
ازالہ کر دیا گیا ہے، مؤمن نمبر میں حالات افغانستان پر بھی شرعی نقطۂ
نظر سے زبردست تبصرہ کیا گیا ہے، امان اللہ خاں اور بچہ سقہ کا حکم بتایا گیا
ہے، امان اللہ خاں پر الزام کفر اور بچہ سقہ کی بغاوت اور یہ کہ بچہ سقہ حکومت
وجہاں بانی کا اہل ہے یا نہیں، ان امور پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے، اس
مضمون کا مسلمانوں کے لئے مطالعہ کرنا بے حد ضروری ہے، اخباروں کی
کورانہ تقلید سے بچیں اور حقیقت رس بنیں۔"

[ہفت روزہ دبدبۂ سکندری، رام پور، فروری ۱۹۲۹ء، نمبر ۴۰، جلد ۶۶، ص ۷]

یادگار رضا کے دو کامیاب خصوصی نمبر بھی شائع ہوئے، ایک "کانگریس
نمبر" اور دوسرا "مومن نمبر" کانگریس نمبر کے مطالعہ سے اس کا اصلی چہرہ سامنے آجائے گا کہ اس کی
تحریکات نے ہندوستان کو فائدہ پہنچایا نقصان؟ کانگریس مسلمانوں کے لئے قومی ومذہبی اعتبار
سے مہلک ہے یا مفید؟ کانگریس میں مسلمانوں کو شرکت کرنا چاہئے یا نہیں؟ ان سارے
سوالوں کا جواب آپ کو یادگار رضا کے کانگریس نمبر میں مل جائے گا۔

اس نمبر میں ممتاز العلما حضرت علامہ مفتی اولادرسول سید محمد میاں صاحب مارہروی قدس سرہ کا مضمون ''کانگریس کی بخیہ دری'' حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی مصطفیٰ رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ کا مضمون ''کانگریسی پٹھوؤں کی داستان دلریش'' ابوالمعانی حضرت علامہ مفتی ابرار حسن صدیقی صاحب تلہری کا مضمون ''کانگریس کی حقیقت اور اس کی تحریکات'' اور مصور جذبات حضرت علامہ سید حبیب احمد صاحب تلہری کا مضمون ''کانگریس اور مسلمان'' شامل ہے۔

مذکورہ سطور سے جہاں یہ امر واضح ہوتا ہے کہ یادگار رضا نے باطل کے ہر اعتراض کا منہ توڑ جواب اور ہر طاغوتی حملہ کا مردانہ وار دفاع کرتے ہوئے اسلامیان ہند کی صحیح رہنمائی کی ،وہیں حجۃ الاسلام کی قائدانہ صلاحیت، صحافتی ذوق اور مفکرانہ عظمت کا پتہ چلتا ہے، آپ کے پاس ہر ملّی ومذہبی، سیاسی وسماجی، معاشی واقتصادی مرض کا تیر بہدف تریاق موجود تھا، چنانچہ جب مذہب وملت کو عملی تریاق کی ضرورت پڑی تو آپ نے جماعت رضائے مصطفیٰ کے ذریعہ عملی محاذ قائم فرما کر بروقت درپیش مسائل وامراض کا میجر آپریشن کیا اور جب قلمی وتحریری معرکہ کی حاجت پیش آئی تو آپ نے یادگار رضا کے قلمی وصحافتی محاذ کے ذریعہ وقت کے اٹھنے والے ہر سوال کا مسکت شرعی اور سیاسی جواب دیا۔

راقم نے اس تابناک اور شہرۂ آفاق صحافتی کیئرر کے حامل جریدے کے چند مجلدات کے سبزہ زار صحن سے نوع بنوع عطر بیز مقالات ومضامین کے تروتازہ گلدستوں کو تراش خراش کر ''مقالات یادگار رضا'' کے نام سے ایک ایسا چمن سجایا ہے جس میں ہر طرف رنگ برنگ کے مسحور کن اور فرحت بخش گل بوٹے مہک رہے ہیں، جس کی سیر کرنے والا کوئی بھی ہو اپنے ذوق طبع کے مطابق جانفزا اور خوشنما گلوں کی گل چینی سے خود کو مدمست وسرشار کرسکتا ہے۔

مقالات یادگار رضا کے جدید وقدیم پیرایۂ بیان اور اس کے حسین طرز نگارش کی سحر انگیزی لاشعوری طور پر قاری کے ذہن وفکر کو مسحور ومتاثر کرتی ہے، اس کے تحقیقی مواد جہاں اہل ذوق کو طبعی تسکین فراہم کرتے ہیں وہیں اس کے تقریری مواد طلبائے مدارس اسلامیہ کو اپنی جانب راغب کرتے ہیں، یعنی اس میں عام قارئین کے ساتھ ساتھ طلبہ کے لئے بھی بہت کچھ ہے۔

□□□

ماہنامہ تحفہ حنفیہ اور حجۃ الاسلام

ڈاکٹر محمد امجد رضا امجد

اہل سنت کا مایہ ناز، تاریخی اور عہد ساز رسالہ ماہنامہ "تحفہ حنفیہ" سن ۱۳۱۵ھ میں پٹنہ بہار سے جاری ہوا اور اپنے بانی حضرت قاضی عبدالوحید فردوسی خلیفہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی رحلت ۱۳۲۶ھ کے کچھ ماہ بعد بند ہو گیا۔ مگر اپنی ۱۲ رسالہ عمر میں اس نے اشاعت سنت، رد بدعات اور استیصال صلح کلیت میں جو کلیدی کردار ادا کیا وہ بے مثال ہی نہیں ناقابل انکار حقیقت ہے۔

چودہویں صدی کے آغاز کا یہ رسالہ اس لئے اہمیت کا حامل ہے کہ یہ، مخالف اہل سنت تحریکات بالخصوص ندوہ کے استیصال اور اس کے فتنوں سے اہل سنت کو محفوظ رکھنے کے لئے جاری کیا گیا تھا۔ اس میں ملک کے مشاہیر علما و مشائخ کی تحریریں شائع ہوتی تھیں، جن میں تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی، حضرت محدث سورتی، شاہ سلامت اللہ رامپوری، جنا بحضور شاہ امین احمد فردوسی، شاہ بدرالدین پھلواروی، شاہ اکبر داناپوری، مولانا ہدایت رسول، علامہ سید فاخر الہ آبادی،، مولانا محسن داناپوری، مولانا قاضی عبدالوحید فردوسی، ملک العلما مولانا ظفر الدین بہاری اور حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

خدا بخش لائبریری پٹنہ میں محفوظ "تحفہ حنفیہ" کی فائلوں کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ اس رسالہ سے حجۃ الاسلام کا بھی علمی تعلق رہا ہے۔ اس تعلق کا باضابطہ آغاز ان کی تصنیف "اجتناب العمال عن فتاوی الجہال" کی اشاعت سے ہوا۔ یہ کتاب بقول مصنف سن ۔۔۔۔ میں مکمل ہوئی، مگر اس کی قسط وار اشاعت ۱۳۲۰ھ کے ماہ ربیع الآخر سے ہوئی اور غالباً ۶ قسطوں میں مکمل ہوئی۔ ترتیب اشاعت اس طرح ہے:

ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ

جمادی الاولی ۱۳۲۰ھ

رجب ۱۳۲۰ھ

رمضان ۱۳۲۰ھ

شوال ۱۳۲۰ھ

رسالہ کی تکمیل پہ جہاں جید علما فقہا جیسے اعلیٰ حضرت فاضل بریلی قدس سرہٗ، حضرت علامہ محمد وصی احمد قادری محدث سورتی، حضرت علامہ مفتی محمد سلامت اللہ صاحب، حضرت علامہ محمد اعجاز حسین رامپوری، حضرت علامہ محمد عبدالغفار خاں رامپوری، حضرت علامہ مفتی محمد ظہور الحسین رامپوری، حضرت علامہ رکن الدین مبارک اللہ، حضرت علامہ مفتی عبدالباقی لکھنوی، حضرت علامہ مفتی محمد عبدالمجید لکھنوی، حضرت علامہ مفتی محمد ہدایت رسول لکھنوی، حضرت علامہ مفتی محمد عبد العلی لکھنوی، قاضی عبدالوحید فردوسی نے تقریظیں لکھیں وہیں شوال ۱۳۲۰ھ میں اس کی اشاعت پہ رسالہ کے مدیر جناب مولانا ضیاالدین ہمدم پیلی بھیتی نے قطعہ تاریخ اشاعت کہا جو رسالہ کے صفحہ ۱۷/۱۸ پر شائع ہوا۔ تاریخی اہمیت کے پیش نظر اسے یہاں شائع کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، ملاحظہ کریں ؎

کہاں ہے وہ نجدی فرخندہ خو

کہ امسال جاگے ہیں جس کے نصیب

بچھایا تھا عرصہ سے دام فریب

کہ لوگوں کو پھانسے بنا کر حبیب

دو ورقی رسالہ بھی اک لکھ دیا

جہالات اس میں بھرا وہ عجیب

کہ اطفال سن کر ہنسیں اور کہیں

اسی مادہ پر بنا یہ ادیب

انہوں نے لکھا اس رسالہ کا رد

جو بیماری جہل کے ہیں طبیب

کھلی سب حقیقت ہوا راز فاش

جسے شک ہو دیکھے جواب مجیب

وہ ایسا چھپا صاف اور بے نظیر
ہیں تعریف کرتے فہیم ولبیب
ضیا کو ہوئی فکر تاریخ کی
خرد نے کہا سن لے میرے حبیب
تجھے فکر کیوں ہے یہ مشہور ہے
لکھا ہے یہ اچھا جواب عزیب
ھ ۱ ۳ ۲ ۰

اور اس رسالہ کے علاوہ ''تحفہ حنفیہ'' میں ان کے چار فتاویٰ بھی شائع ہوئے ہیں جس کی تفصیل اس طرح ہیں

ذیقعدہ ۲۰ھ

دھانوں کے نقد و قرض فروخت کرنے پر قیمتوں میں کمی بیشی کرنا

ذیقعدہ ۲۰ھ

رنگے کپڑوں سے نماز ص ۲۷-۲۸

مسئلہ قرأۃ (وصل سورہ) ص ۲۸

شعبان ۱۳۲۱

فارسی فتویٰ (بلاوجہ مسلمان کو گالی دینا) ص ۵ تا ۶

ان کے یہ تمام فتاویٰ ان کے مجموعہ ''فتاویٰ حامدیہ'' مرتبہ مفتی عبدالرحیم نشتر فاروقی میں شامل ہیں، مگر قند مکرر کے طور پر ان کا فارسی فتویٰ یہاں ضرور ملاحظہ کریں تاکہ فارسی زبان وادب پہ ان کی گرفت کا اندازہ ہوسکے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال: چہ می فرمایند علمائے دین اندرین کہ مسلمان دیگر یک مسلمان معروف النسب را ناحق دشنامہائے ناسزا یعنی حرامزادہ و بدطینت گفت و زنے محصنہ پاکیزہ را متہم بزنا کرد و استفتاء شریعت را ہم انکار نماید، یعنی چون اور اعالمے گفت کہ بر ہم چنین قول تو بحسب شرع فتویٰ باشد۔ گفت کہ من چندین استفتہائے شرع را حدث کردہ بر باد دادہ ام و نیز خواہم داد۔ پس حسب شرع شریف و دین منیف چہ حکم دارد و مخالطت و مجالست باو روا باشد یا نہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب: سب وشتم مسلم بے وجہ شرعی سخت کبیرہ است حرام قطعی۔ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

ساب المسلمین الفسوق، دشنام دادن مسلمان را معصیت است کبیرہ۔ رواہ البخاری ومسلم

والترمذی والنسائی وابن ماجہ والحاکم عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ومی فرمایند صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ساب المسلمین

کالمشرف علی الهلکۃ مسلم را دشنام دہندہ گویا در ہلاکت زنندہ رواہ الامام احمد والبزار عن عبداللہ بن

عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند جید ونیز می فرمایند صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی

اللہ۔ کسیکہ مسلمان را ایذا داد ما بدولت را ایذا داد۔ (سرت گردم وقربانت شوم) وہرکہ ما بدولت را

ایذا داد منتقم حقیقی را ایذا داد۔ (عزجل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ

تعالیٰ عنہ بسند حسن واو تعالیٰ شانہ می فرمایند والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم ومی فرماید جل

جلالہ، ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لھم عذاباً مھینا۔ لاریب

کسانیکہ اللہ ورسول ایذا می دہند خدائے ایشان را لعنت کردہ است۔ در دنیا وآخرت ومہیا کردہ

است مرایشان را عذاب دردناک وخوار کنندہ۔ پس از فرمان حضور سرور دو جہاں علیہ التحیۃ والثنا

کہ بروفق شکل اولست نتیجہ کہ حاصل شد۔ من اذی مسلماً فقد اذی اللہ صغریٰ کنیم وآیۃ کریمہ ان

الذین یؤذون الآیۃ را کبریٰ پنداریم نتیجہ بیہجہ برمی خیزد کہ برناحق شاتم مسلم بلا ہامی ریزد وہمی

است حکم قذف محصنہ کہ بے حجت شرعیہ معصیت است کبیرہ سزا یش ہشتاد درہ ونامقبول شہادت

ابدیدیت برآں طرہ۔ پس در صورت مستفسرہ این کس ناکس فاسق است وبر فسقش خود قرآن

ناطق والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمٰنین جلدۃً ولا تقبلوا لھم شھادۃً ابدا

واولٰئک ھم الفاسقون، الا الذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا فان اللہ غفور الرحیم۔ وآنچہ نسبت

فتاویٰ شرعیہ چنیں وچناں گفت وبہ صریح استخفاف گل دیگر شگفت از اثم وفسوق۔ بالا تاخت

وسندان کفر بر جام ایمانش انداخت بہ توبہ انابت پرداز دو کلمۂ شہادت وصدق قلب بزبان راند۔

ورنہ عجب نے کہ شامت این کلمات کفر بسوئے خاتمہ انجام برہمیں ارتداد جان از دست بازد۔

درخلاصہ می فرماید لوقال مرا بمجلس علم چہ کار او قال من یقدر علیٰ اداءِ مایقولون یکفر اھ

درعالمگیر است لو القی فتویٰ علی الارض وقال این چہ شرع است کفر اھ۔ ملخصاً ملا علی قاری علیہ رحمۃ

الباری در شرح فقہ اکبر ارشاد می نماید القی الفتویٰ علی الارض ای اہانۃ کما یشیر الیہ عبارۃ الالقاء اوقال

ماذا الشرع ھٰذا اکفر اھ۔ الحاصل این کس ناکس فاسق یعنی چہ فاش مرتدست مخالطت مجالست

باوبالاجماع حرام وموجب ہزاران آثام ونسئل اللہ العفو والعافیہ فی الدین والدنیا والآخرہ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم وعلمہ ومجدہٗ اتم واحکم۔

کتبہ محمد ن المعروف بہ حامد رضا
کان اللہ تعالیٰ بجاہ حبیبہ المجتبیٰ علیہ افضل التحیۃ والثناء

تحفہ حنفیہ شمارہ رجب ۱۳۲۲ھ ص ۴ میں آپ کی ایک اورنادر تحریر شامل ہے جو امام اہلسنت اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کی تصدیق سے متعلق ہے اس کی زبان عربی ہے مگر کتنی اہم اور زبان وادب پہ گرفت کا کیسا نادر نمونہ ہے ملاحظہ کریں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اما بعد! الحمد لاهله والصلوٰة على اهلها لعمرى لقد اجاد فى ما اجاب واطاب واصاب فاوضح الصواب وميز القشر عن اللباب وازاح الارتياب فدمدم على المسيح الكذاب وصب عليه سوط عذاب فبهت الذى كفر ارتاب فانهزم الاحزاب وفرت الاذناب وحقت عليهم كلمة العقاب خالدين فى النار وبئس المآب الا من تاب وآب ورجع واناب فان المولى الوهاب تولىٰ على من تاب فعل هذا ويداه تحت الثياب وسيفه فى الجراب فما كان عاقبة الذين ظلموا الا فى تباب فلله در المجيب رزقه الله الزيادة وجميل الثواب والزلفى عندهٗ وحسن مآب وما ذالك حبر شامخ فى الدين بحر بازخ مجدد المائة الحاضره ذوالحجة القاهره صاحب القوة القدسيه عالم اهل السنة السنية والجماعة السنيه السميدع العريف الغطمطم الغطر يف والدى واستاذى وملجائى وملاذى مولانا ومولى الكل حضرة احمد رضا خان البريلوى مدظلهم العالى مد ى الايام والليالى. وانا العبد الضعيف الاواه محمد ن المعروف بحامد رضا كان له الله بجاه حبيبه الحامد المصطفےٰ عليه افضل التحية والثنا۔

اپنی تحریروں کی اشاعت کے علاوہ تحفہ حنفیہ اور مطبع حنفیہ سے شائع کتابوں میں آپ کا جو تذکرہ ہوتا رہا ہے وہ بھی اہمیت کا حامل ہے۔ سن ۱۳۱۸ھ میں روندوہ کانفرنس منعقدہ پٹنہ میں اعلیٰ حضرت کا ''قصیدہ امال الابرار۔۔'' جو حضرت قاضی عبدالوحید فردوسی کے نام سے منسوب ہے پڑھا گیا پھر تحفہ میں اس کی اشاعت ہوئی اس میں بھی آپ کا ذکر اس طرح کیا گیا

وفی دوہ العلے حامد رضامن

غراس جدوده الغصن الجدید

یعنی حامد رضا بلندی کے عظیم درختوں پر ہیں اور اپنے اجداد و کرام کے نہال سے شاخ تازہ ہیں۔

اسی طرح اسی اجلاس کے لئے استاذ زمن مولانا حسن رضا حسن بریلوی کی کہی گئی مثنوی ''صمصام حسن بر دابر فتن'' میں جہاں اور علما و مشائخ کے اسما کا ذکر ہے حجۃ الاسلام کا بھی دو اشعار میں تذکرہ ہے اور کس وقار و پیار کے انداز میں ہے ملاحظہ کریں۔

حامد ما عالم علم ہدیٰ

نوگل گزار جناب رضا

حسن بہارش ز خزاں دور باد

چوں اب وجد ناصر و منصور باد

یعنی ترجمہ: مولانا حامد رضا عالمِ ہدایت ہیں اور باغ امام احمد رضا کے شگفتہ پھول ہیں۔ اس کا بہار حسن خزاں سے دور رہے اور یہ آبا و اجداد کی طرح ناصر و منصور رہیں۔

واضح رہے کہ یہ تحریر خدا بخش لائبریری میں نامکمل محفوظ رسائل کے تناظر میں ہے، اس لئے اسے حتمی نہیں کہا جا سکتا۔ یہ تحریر اس حوالہ سے ایک تمہید ہے مکمل شمارہ دستیاب ہونے پر حتمی اور یقینی بات کہی جا سکتی ہے۔ بہر حال ان حوالہ جات سے اتنی بات تو واضح ہے کہ تحفہ حنفیہ سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ، استاذ زمن مولانا حسن رضا بریلوی، حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان، مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خان علیہم الرحمہ والرضوان کا گہرا علمی تعلق رہا ہے، آج بھی کسی نہ کسی شکل میں بہار سے خانوادہ رضا کا تعلق قائم ہے۔ کل اگر ''تحفہ حنفیہ'' کے ذریعہ ان کے افکار و تعلیمات کی اشاعت ہو رہی تھی تو آج ''رضا بک ریویو'' پٹنہ اور دوماہی ''الرضا انٹرنیشنل'' پٹنہ کے ذریعہ یہ مشن جاری ہے، خدائے پاک اس سلسلہ کو قائم رکھے آمین

☆☆☆

حجۃ الاسلام اپنی تصدیقات کے آئینے میں

مولانا غلام سرور قادری مصباحی
القلم فاؤنڈیشن سلطان گنج پٹنہ

تقریظ لکھنے یا تصدیق کرنے کی روایت قدیم ہے۔ جب کوئی شخص تصنیف وتالیف کی دنیا میں کوئی خدمت انجام دیتا ہے، تو اپنی اس علمی کاوش کو کسی اپنے سے بڑے صاحب علم وتحقیق یا ہم پلہ عالم ومحقق یا کم از کم ایسے عالم کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے جس کے علم وتحقیق پر اس کو اعتماد ہوتا ہے تا کہ وہ اس پر محققانہ وناقدانہ نظر ڈالے اور اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے تقریظ رقم کردیں یا مہر تصدیق ثبت فرمادیں۔ اس سے جہاں مندرجات ومشمولات کے تعلق سے مصنف مزید راسخ الیقین ہوجاتا ہے وہیں تقریظ نگار اور مصدق کی رائے بھی سامنے آجاتی ہے اور مستزاد یہ کہ تقریظ وتصدیق کے بعد اس کی صحت وسقم اور قوت وضعف کی ذمہ داری مصنف پر کم اور تقریظ نگار اور مصدق پر زیادہ ہوتی ہے۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کے شہزادۂ اکبر علامہ مفتی حامد رضا خان عالم اسلام کی وہ عظیم المرتبت شخصیت ہیں جو علم وفضل کے افق پر آفتاب بن کر چھائے رہے، اصلاح فکر واعتقاد میں کوئی کسر نہ چھوڑی، آپ کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ آپ کی صلاحیت ولیاقت پر جہاں اکابر کو کامل اعتماد اور بھروسہ تھا وہیں اصاغر کیلئے آپ کی ذات قابل افتخار اور مرجع کی حیثیت رکھتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے عہد میں علماء ومحققین کی نظریں آپ پر ٹھہرتیں اور اپنی تصانیف وفتاویٰ کو آپ کی تقریظات وتصدیقات سے مزین کراتے۔

حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا نے جن کتابوں اور فتاویٰ کی تصدیق کی ہیں ان کی تعداد کا کوئی

تعین نہ ہوسکا لہٰذا جو تصدیقات مجھے دستیاب ہوسکیں انہیں ملاحظہ کریں۔

حجۃ الاسلام نے جن کتابوں اور فتاویٰ کی تصدیق فرمائی ہے ان میں سے کچھ کتابیں اور فتاوے وہ ہیں جن پر تصدیق کے ساتھ ساتھ کچھ عبارات بھی تحریر فرمائی ہے اور کچھ وہ ہیں جن میں صدیق کرتے وقت آپ نے صرف نام اور مہر پر اکتفا فرمایا ہے۔ جن میں آپ کا نام اور مہر درج ہے وہ یہ ہیں۔

امام اہل سنت سرکار اعلیٰ حضرت کا عیدگاہ کے مسائل کے تعلق سے ایک مفصل اور معرکۃ الآراء فتویٰ مطبوعہ بنام ''فتاویٰ علمائے زمن در دفع فساد اہل دمن'' ہے۔ جس میں صرف آپ کے نام کی مہر ثبت ہے۔ اور دو کتاب حضور مفتی اعظم ہند کی (۱) کوئی برادری رزیل نہیں (۲) تنویر الحجہ لمن یجوز التواء الحج۔ ان دونوں کتابوں کی بالترتیب ان الفاظ سے تصدیق فرمائی ہے۔

(۱) صح الجواب واللہ اعلم بالصواب فقیر محمد حامد رضا قادری نوری رضوی خادم سجادہ گدائے آستانہ عالیہ رضویہ بریلی۔

(۲) الحکم الحکم والعلم عند من لہ العلم الفقیر محمد حامد رضا القادری النوری الرضوی غفرلہ۔

اور وہ کتابیں جن پر تصدیق کے ساتھ ساتھ آپ نے کچھ تحریریں بھی فرمائی ہیں وہ اس طرح ہیں۔

(۱) ''السوء والعقاب علی المسیح الکذاب'' امام اہل سنت سرکار اعلیٰ حضرت کی مرزا غلام احمد قادیانی کے رد پر معرکۃ الآراء تصنیف ہے جو پہلی بار ماہنامہ تحفہ حنفیہ پٹنہ، جلد ۸، پرچہ ۷، رجب ۱۳۲۲ھ میں شائع ہوئی جس کے صفحہ ۶ پر حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا قدس سرہٗ کی مندرجہ ذیل عربی میں تصدیق موجود ہے، جس سے حجۃ الاسلام کی عربی زبان وادب پر کمال مہارت کی جھلکیاں محسوس کیجئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اما بعد! الحمد لاھلہ والصلوٰۃ علی اھلھا لعمری لقد اجاد فی ما اجاب واطاب واصاب فاوضح الصواب ومیز القشر عن اللباب وازاح الارتیاب فلدمدم علی المسیح الکذاب وصب علیہ سوط عذاب فبھت الذی کفر ارتاب فانھزم الاحزاب وفرت الاذناب وحقت علیھم کلمۃ العقاب خالدین فی النار وبئس المآب الا من تاب واٰب ورجع واناب فان المولی الوھاب تولی علی من تاب

فعل هٰذا ویداہ تحت الثیاب وسیفه فی الجراب فما کان عاقبة الذین ظلموا الا فی تیاب فلله در المجیب رزقه الله الزیادة وجمیل الثواب والزلفی عندهٗ وحسن مأب وما ذالك حبر شامخ فی الدین بحر بازخ مجدد المائة الحاضرہ ذوالحجة القاهرہ صاحب القوة القدسیه عالم اهل السنة السنیة والجماعة السنیه السمیدع العریف الغطمطم الغطر یف والدی واستاذی وملجائی وملاذی مولانا ومولی الکل حضرة احمد رضا خان البریلوی مدظلهم العالی مدی الایام واللیالی. وانا العبد الضعیف الاواہ محمد ن المعروف بحامد رضا کان له الله بجاہ حبیبه الحامد المصطفٰی علیه افضل التحیة والثنا۔

(تحفہ حنفیہ، رجب ۱۳۲۲ھ، ص ۴)

واضح رہے کہ اعلیٰ حضرت کا یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ جلد ۱۵ (جدید) میں شامل کیا گیا ہے مگر حجۃ الاسلام کی تصدیق درج نہیں ہے۔

(۲) ''لمعۃ الضحیٰ فی اعفاء اللحیٰ'' (مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا ایک بہت ہی وقیع اور مدلل رسالہ ہے جس میں داڑھی کے فضائل و مسائل پر اٹھارہ آیتیں، بہتر ۷۲ احادیث اور ساٹھ ارشادات علماء بیان کئے گئے ہیں۔ اس رسالہ کے صفحہ ۵۰ سے صفحہ ۵۱ تک حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا کی قرآنی آیات، اور احادیث مبارکہ پر مشتمل عربی میں تصدیق موجود ہے۔ آپ بھی اس تصدیق کو ملاحظہ کریں اور ''حجۃ الاسلام من کل الوجوہ اعلیٰ حضرت کے جانشیں تھے'' کہنے پر مجبور ہو جائیے۔

بسم الله الرحمٰن الرحیم

سبحٰن من زیّن الرجال باللحٰی وجعل شعار اهل الشعور والنهٰی ومميزة الفحول من الانثٰی والخنثٰی وافضل الصّلوٰة و اکمل التّحیات وازکی تسلیمات، وانمی البرکات علی اشرف البرایا، مستوقف المطایا محمد المبعوث هدیً للناس مبشرا ونذیرا، وداعیا الی الله باذنه وسراجا منیرا، کث اللحیة تملؤ صدرهٗ المتلا المجلی وعلی اله واصحابه الذین شعورهم وشعارهم شعریاسماء العلی، امابعد فان هٰذ التحریر العزیز حری بان یهزأ یشذور الابریز، فیه جواد غالیة تسربه الخواطر وهدائق رائقة تقربه النواظر ولا غرولانه انموذج من نتائج افکار الجهبذ السمیع، الاخو ذی البارع البحر المعظم والبحر العطمطم، حسن

محاسن الملة الزهراء، الذی افتخر بہ العلم والمجدوالزکا، وسما علی اقرانہ بالحمد والنقی والعلیٰ، جعلہ اللہ عبد المصطفاہ فنال من حبیبہ احمدرضاہ، فما کان الاسرع من الوجا، اذاتی فی لمحۃ بلمعۃ الضحیٰ فامسی الدھریۃ لا معاد الضحیٰ، ھزم الفتنۃ ویداہ تحت ثیابہ، وقیل البدعۃ وسیفہ فی جرابہ، اقام علی الولید البلید الحاقد العظمیٰ، والطامۃ الکبریٰ، وخمش فی خدود حدودہ وخدش فی عذار اعذارہ فانتقض الحدود وبرد الاعذار، فبعد الی این الفرار، وبای حدیث بعدہ یومنون سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون فطوبیٰ وطوبیٰ لمن التبع الھدیٰ واولیٰ فاولیٰ لمن التبع الھویٰ فقد قال جل وعلی ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین، لہ الھُدیٰ یتبع غیر سبیل المؤ منین نولہ ماتولی نصلہ جھنم وسأت مصیرافیا ایھا الشقی المرید المریض بحلق اللحی الذی ادار علی عذار زکورتہ بالحق الرحی، اصابتک حائقۃ الدین بوفاق المار دین من الیھود العنود، والمجوس والھنود، وسائر المشرکین، وخلاف المسلمین، بل والمرسلین، بل وخاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیھم اجمعین فالحذر الحذریا من تنشر، وکاد ان ینتصر، من حرنار وسقر، لواحۃ للشر لا تبقی ولا تذر، ومن انذر فقد اعذر، واللہ اکبر علی من عتاد تکبر، وعطے وتجبر ومثلہ بالشعر وانا عبد الضعیف محمد المعروف بحامد رضا رزقہ اللہ شرعۃ الشرعیۃ وشعرتھا واصلح عملہ واعطاہ حلیۃ التقی والرّضا اٰمین اٰمین بجاہ النبیین الامین المکین فصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہ الطیبین واصحابہ الطاھرین برحمتک یا ارحم الراحمین۔
وکان ذالک المنتصف رجب المرجب ۱۳۱۵ھج۔۔۔۔

محمد حامد رضا خان محمدی سنی حنفی قادری

نوٹ: یہ رسالہ بھی فتاویٰ رضویہ جلد ۲۲ (جدید) صفحہ ۶۰۷ سے ۶۷۷ تک محیط ہے مگر حجۃ الاسلام کی مذکورہ تصدیق درج نہیں ہے۔

(۳) اگر کوئی کافر کسی مسلمان کے سامنے اسلام قبول کرنے کا اظہار کرے تو اس مسلمان پر ضروری ہے کہ فوراً اس کو کلمۂ طیبہ پڑھائے۔

اس تعلق سے حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کا ایک بہت ہی مدلل ومفصل فتویٰ ''فتاویٰ مصطفویہ'' میں صفحہ ۲۲ سے ۲۳ تک درج ہے۔ اس فتویٰ پر بہت ہی معلومات افزا علامہ حامد

رضا قدس سرہٗ کی تصدیق ہے جو صفحہ ۲۴ سے ۲۵ تک ہے۔
آپ بھی اس تصدیق کو ملاحظہ کریں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

جواب حق وصواب۔ ومجیب مصیب ومثاب ہے۔ بلاشبہ صورت مستفسرہ میں جب کہ زید صاحب سے کہہ دیا تھا کہ عورت کو نہلا کر مسلمان کرانے لایا ہے کہ نماز جمعہ بھی ادا کرلے پھر کون وجہ اسے اسلام سے روکنے محروم رکھنے کی تھی آہ! مفتی نے اتنی دیر اسے کفر پر رکھا اور کفر پر راضی رہا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ موت کا وقت معلوم نہیں کوئی حادثہ ہالکہ پیش آجاتا اور عورت مرجاتی یا شیطان خناس کوئی وسواس اس کے دل میں پیدا کردیتا تو عورت جہنمیہ ابدیہ ہوکر مرتی اور نعمت اسلام سے محروم ہوجاتی اور یہ کفر زید اور مفتی صاحب کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا۔ ان مفت کے مفتی صاحب کو بفرض غلط اگر تلقین اسلام سے بھی کوئی اشد واہم کام تھا تو کلمۂ توحید کے دو حرف پڑھاتے کیا چھپن پہر لگتے تھے کسی کے خواہش اسلام کے وقت تو نماز جیسی افضل واہم عبادت کا توڑ دینا اور اسے مسلمان کرنا حسب تصریحات فقہائے کرام جائز ہے۔ پھر مسجد میں معطل بیٹھے رہنا اور سنتیں پڑھنا آدھ گھنٹہ خطبۂ جمعہ سے پہلے وعظ گوئی میں گذارنا کون اہم فریضہ تھا کہ دو حرف کلمۂ شہادت کے نہ پڑھائے گئے اور پھر عذر بھی کتنا معقول کہ اسلام لانے کے بعد غسل اس پر فرض ہے۔ لہٰذا بعد جمعہ بہتر ہے۔

سبحان اللہ اسلام بعد جمعہ بہتر ہے قبل جمعہ اچھا نہیں؟ اعوذ باللہ من ھمزات الشیاطین وان یحضرون۔ یہ عجیب منطق الطیر ہے۔ بریں عقل ودانش بباید گریست۔ غسل بالفرض اگر فرض تھا تو نماز کے لیے نہ اسلام لانے کے لیے بغیر غسل اتنا ہی تھا کہ نماز ترک ہوتی کیا کلمہ پڑھنا بھی بے غسل کفر وحرام تھا؟ اور بعد اسلام اگر اس پر غسل فرض بھی ہوجاتا تو وہ فرض غسل ادا کرتی یا نہ کرتی مفتی صاحب پر تو اس تاخیر تلقین اسلام سے کفر لازم نہ آتا اور نجاست کفر سے تو وہ پاک ہوجاتی۔ پھر اتنا وقت بھی تھا کہ وہ فریضہ غسل بھی ادا کرلیتی۔ لطف یہ کہ یہ مسئلہ ہی غلط کہ پاک ہوکر بھی کوئی اسلام لائے تو اس پر بھی غسل فرض۔ وہ عورت نہا کر پاک ہوکر قبول اسلام کے لیے بقصد نماز آئی تھی اس پر کون حدث حکمی باقی تھا جس پر فرضیت غسل کا جبروتی حکم جڑ دیا گیا۔ عامہ کتب فقہیہ میں تصریح ہے کہ اسلام لانے سے پہلے اگر نہالیا اور پاک ہوکر قبول

اسلام کیا تو دوبارہ نہانا ہرگز فرض نہیں۔ صرف نظافت کے لیے نہالے تو اچھا ہے۔ محبوب ومندوب ہے فرض نہیں۔ درمختار میں ہے۔ ان اسلم طاھر افمندوب۔ علامہ شامی نے فرمایا ای من الجنابۃ والحیض والنفاس بان کان اغتسل اواسلم صغیرا فتامل۔

پھر علامہ عبدالغنی نابلسی نے تصریح نقل فرمائی دربارۂ اغسلات اربعہ مذکورہ میں فرمایا حاصلہ انھم صرحوا بان ھٰذہ الاغتسلات الاربعۃ للنظافۃ لاللطھارۃ۔ یعنی نہا کر اسلام لانے اور پورے پندرہ برس کا ہوکر بالغ ہونے اور نماز جمعہ ونماز عیدین کے لیے غسل بتصریح ائمہ محض نظافت کے لیے نہ بضرورت طہارت۔ علمائے کرام نے سولہ چیزیں گنائیں۔ جن کے بعد غسل مستحب فرمایا۔ ایک انہیں میں سے یہی قبول اسلام بطہارت ہے۔ اور تصریح فرمادی کہ یہ سب غسل بغرض نظافت ہیں نہ بضرورت طہارت مراقی الفلاح اور نورالایضاح میں ہے۔ ویندب الاغتسال فی ستۃ عشر شیئاً لمن اسلم طاھراً الخ اس پر علامہ شرنبلالی نے فرمایا من اسلم طاھرا ای ان جنابۃ وحیض ونفاس للتنظیف عن اثر ماکان منہ تو طہارت تو اسے حاصل تھی پھر کیوں اسے کلمہ نہ پڑھا کر جھوٹے حیلہ بہانوں سے شریک عبادت نہ ہونے دیا گیا۔ بنیت اسلام جو غسل ہوا اس سے ازالۂ حدث حکمی نہیں، ہوتا جنابت وحیض ونفاس سے پاک نہیں ہوتا طہارت نہیں ہوتی۔ نماز اس سے حرام ہے؟ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ بالجملہ قبول اسلام کے بعد ہرگز غسل فرض نہیں مفتی مغطی امام مرتکب حرام اور مستحق آثام۔ اس پر اور زید پر توبہ وتجدید نکاح وتجدید اسلام کا حکم ضرور صحیح وثواب۔ بلاشك وبلا كلام والله الموفق المنعام والله تعالىٰ اعلم۔

فقیر محمد حامد رضا خان صاحب غفرلہٗ قادری نوری

(۴) ادیب اہل سنت حضرت علامہ ضیاء الدین پیلی بھیتی کی تصنیف بنام ''توضیح ملل'' ہے۔ چونکہ یہ منظوم تصیف ہے اس لیے حجۃ الاسلام نے تصدیق بھی منظوم کی ہے۔ جو قطع تاریخ کے ساتھ ساتھ کتاب کی معنویت وافادیت اور مصنف کے فضل وکمال پر بھرپور روشنی پڑتی ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

پڑھی جس نے یہ نظم عالی ودلکش		تو بے ساختہ اس نے کی مدح وتحسین

که ہر شعر اس کا ہے عقد ثریا		ہیں کان فصاحت تمامی مضامین
جو ہر سطر میں اس کے زیب وضیا ہے		کہاں کہکشاں میں ہے وہ نور وآئین
حقیقت میں لکھی ہے یہ نظم ایسی		کہ چمکی فن شعر کی جس سے تمکین
کہا قلب نے سال تصنیف اس کا		لکھا جائے باخوبی وحسن وتزئین
تو حامد کو فوراً دبیر فلک نے		ندادی کہ نام خدا نظم پر دین (۱۳۲۴)

□□□

حجۃ الاسلام اصحاب علم وفضل کی نظر میں

مفتی محمد عابد حسین قادری نوری:
شیخ الحدیث فیض العلوم جمشید پور

علم وعمل اور فضل وکمال والا وہ نہیں جو بذات خود اپنی خوبیوں کا ڈھنڈورا پیٹے یا دوسروں سے اپنی تعریف کرواتا پھرے، بلکہ علم وعمل سے مزین اور فضل وکمال کی چوٹی پر پہنچا ہوا وہ مسلمان ہے جس کی تعریف معاصرین کریں، جس کے زہد واتقا اور فضل وکمال کی گواہی ارباب علم وفضل دیں۔ وہ انسان واقعی کامل اور صاحب الفضل والسیادۃ ہے، جس کے علم وفضل اور تقویٰ و طہارت اور زہد وورع کی گواہی متقی وپرہیزگار اور اصحاب بصیرت دیں۔ ہمارے ممدوح حجۃ الاسلام کی ذات گرامی ایسی ہے کہ ان کے کارناموں اور فضل وکمال کی گواہی معاصرین وغیر معاصرین سب نے دی ہے، بلکہ اغیار کے نزدیک بھی ان کا علم وفضل مسلم تھا۔ اسی لیے راقم الحروف کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ علیہ الرحمہ کے بعد، حجۃ الاسلام، محدث اعظم ہند، صدر الشریعہ، تاج العلما، مفتی اعظم، صدر الافاضل، ملک العلما، شیر بیشۂ اہل سنت، مفتی اعظم پاکستان، مفسر اعظم، حافظ ملت، مجاہد ملت، صدر العلما اور سید العلما جیسا مفتی اور عالم دین نہیں۔

مولانا حسن رضا کی نظر میں شگفتہ پھول کا نام حامد رضا:

استاذِ زمن حضرت مولانا حسن رضا خان بریلوی برادر اوسط امام احمد رضا علیہما الرحمۃ و الرضوان نے اپنی کتاب ''صمصام حسن'' میں بہت سے علما ومشائخ کی شان میں کلام کہے ہیں، اس میں حضور حجۃ الاسلام کے بارے میں درج ذیل کلام فرمایا، ملاحظہ ہو:

حامد رضا عالم علم ہدیٰ نو گلِ گلزارِ جنابِ رضا

حسنِ بہارش زخزاں دور باد چوں اب وجد ناصر ومنصور باد

ترجمہ: مولانا حامد رضا عالمِ ہدایت ہیں اور جناب امام احمد رضا کے باغ کے شگفتہ پھول ہیں۔ دعا ہے کہ اس کا حسنِ بہار خزاں سے دور رہے اور یہ اپنے باپ و دادا کی طرح ناصر و منصور رہیں۔ یعنی دین کے مددگار رہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی مدد ہوتی رہے۔

نوٹ: اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور استاذ زمن مولانا حسن رضا حجۃ الاسلام کے چچا عمر میں بھی بڑے اور ذی قدر عالم ہونے کے باوجود ان کی مدح و ستائش فرما رہے ہیں، ہدایت پایا ہوا اور ہدایت دینے والا عالم اور باغِ رضا کا شگفتہ پھول فرما رہے ہیں، چھوٹے کا کسی کی تعریف و توصیف اور اس قدر قدر گردانی فرمانا زیادہ اہمیت نہیں رکھتا مگر بڑا اگر نوازے تو واقعی اس میں کمالِ خوبی ہے۔ پھر یہ کہ اصل کلام حامد رضا کی بجائے ''حامدِ ما'' فرمایا ہے یعنی ہمارا حامد رضا۔ اس کلام میں اپنی طرف نسبت فرما کر استاذِ زمن نے کس قدر اپنائیت اور محبت و شفقت کا اظہار فرمایا اور اس کا ثبوت پیش فرمایا ہے، وہ ظاہر و باہر ہے۔

علامہ سلامت اللہ رامپوری کی نظر میں حجۃ الاسلام حامل لوائے شریعت ہیں: حجۃ الاسلام مولانا مفتی حامد رضا قدس سرہ اپنے معاصر علما کی نظر میں کافی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، انھوں نے آپ کی تعریف کی ہے۔ ہندوستان کے چوٹی کے علما میں حضرت مولانا مفتی سلامت اللہ نقشبندی رامپوری علیہ الرحمہ کا نام نامی اسم گرامی شمار ہوتا ہے، انہوں نے درج ذیل القاب سے حضرت حجۃ الاسلام کو یاد کیا ہے۔

صاحب ہمتِ بلند، جامعِ انحاءِ سعادت (دنیا و آخرت کی ہر طرح کی سعادتوں کا جامع) ماحی بدعت (بدعت کو مٹانے والا) حاملِ لوائے شریعت (شریعت کا جھنڈا اٹھانے والا)

چنانچہ نقشبندی صاحب موصوف جب ۱۳۲۳ھ میں دار العلوم منظر اسلام بریلی کے طلبہ کا سالانہ امتحان لینے تشریف لائے اور مبتدی و منتہی سارے طلبہ کو خوب سے خوب تر پایا تو آپ نے معائنہ رپورٹ میں جہاں اور خوبیاں درج کی ہیں وہیں درجِ ذیل عبارت بھی لکھی ہے۔

''حضرت مولانا (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا) کے فیضان کا ادنیٰ اثر یہ ہے کہ ان کے فرزندِ ارجمند، صاحبِ ہمتِ بلند، جامعِ انحاءِ سعادت، ماحیِ بدعت، حاملِ لوائے شریعت مولوی حامد رضا خان صاحب طَوَّلَ عُمْرُہٗ وَ زِیْدَ قَدْرُہٗ نے بمشارکتِ بعضِ اہلسنت ایک مدرسہ خاص اہلسنت کے لئے بنام منظر اسلام کی بنیاد ڈالی جس کی صرف بریلی والوں کے لیے نہیں بلکہ تمام

اہلسنت ہندوستان کے واسطے اشد ضرورت تھی۔ [۱]

ملک العلما کی نظر میں آپ اعلیٰ حضرت کی بہترین یادگار ہیں:

جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا وصال ہوا تو اس وقت ملک العلماء علامہ مولانا ظفر الدین بہاری علیہ رحمۃ الباری پٹنہ میں جلوہ بار تھے۔ حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے ان کے نام تار ارسال فرمایا۔ حضرت ملک العلما کو پہلے تو یقین نہ آیا مگر خواب میں جب اعلیٰ حضرت کو سفید، صاف و شفاف نئے کپڑے میں ایک مسجد میں تشریف فرما دیکھا اور یہ دیکھا کہ آپ کے ارد گرد لوگ حاضر ہیں تو یہ تعبیر نکالی کہ حضور اگرچہ برابر سفید ہی کپڑا زیب تن فرماتے تھے، مگر اس جوڑے کی سفیدی اور براقی اور لوگوں کے ہجوم کثیر سے اس بات پر دلالت ہوتی ہے کہ واقعی حضور کا وصال ہو گیا ہے اور کفن پوش ہو کر بہترین حالت میں ہیں۔ اور وفات پا کر بھی زندہ ہیں، اس لیے کہ اولیاء اللہ اور محبانِ رسول مرتے نہیں زندہ رہتے ہیں، وہ صرف انتقال مکانی فرماتے ہیں۔ تو یقین سے کوئی چیز مانع نہ رہی، اتنے میں حضور حجۃ الاسلام کا دوسرا تار بھی آ گیا کہ حضور واقعی وصال فرما چکے، پھر قرآن خوانی و فاتحہ خوانی کرا کے ایصال ثواب کیا۔ اس کے بعد حضرت ملک العلما نے حجۃ الاسلام کے نام ایک مکتوب روانہ کیا، جس میں یہ بھی درج کیا کہ:

"اور میں یقین کامل کے ساتھ کہتا ہوں کہ جس نے آپ اور مصطفی میاں جیسی بہترین یادگار، سیکڑوں لائق و فاضل شاگرد اور پانچ چھ سو کے قریب (یہ اس وقت تک کے شمار کے لحاظ سے ہے ورنہ تحقیق یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کی تصنیفات ہزار سے متجاوز ہیں۔ نوری) بہترین تصنیفات چھوڑیں، اس کا ہرگز انتقال نہیں ہوا۔ لوگ لاکھ اس کے مرنے کی خبریں شائع کیا کریں، مگر وہ ہرگز نہیں مرا"۔ [۱]

مولانا عنایت غوری کی زبانی:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے حضور حجۃ الاسلام کو اپنے پیر و مرشد پیر طریقت حضرت مولانا آلِ رسول احمدی مارہروی قدس سرہ کے عرس کے موقع سے باضابطہ اپنا جانشیں مقرر فرمایا، اور اس کی سند بھی عطا فرمائی۔ اسے حضور حجۃ الاسلام کے مرید و خلیفہ مولانا عنایت محمد غوری نے اپنے مختصر رسالہ "سندِ مسندِ جانشینی" میں من و عن درج کر دیا ہے۔ موصوف نے سند کے ذکر سے قبل حضور حجۃ الاسلام کی سوانح حیات پر روشنی ڈالی ہے جو اگرچہ مختصر ہے، مگر بہت جامع ہے، قند مکرر کے طور پر

اسے ان ہی کی زبانی ملاحظہ کیجئے:

''بکرمہ تعالیٰ ہم آج باہزاران فخر ومباہات اپنے پدرِ روح ودل، شیخ طریقت، آقائے نعمت، دریائے رحمت، حجۃ اللہ فی الارضین وسلالۃ الواصلین، امام العلماء المتبحرین، شیخ الاسلام والمسلمین حضور پرنور سیدنا حجۃ الاسلام علامہ الحاج مولانا شاہ محمد حامد رضا خان صاحب قادری نوری دام ظلہم العالی، سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ قدسیہ رضویہ بریلی کی سندِ عالی خلفائے سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ رضویہ کے لئے بالخصوص اور یارانِ طریقت کے لئے بالعموم بطورِ تبرک وبرائے افادہ شائع کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

اس سند مبارک کے مطالعہ سے اعلیٰ حضرت قبلہ مجددِ دوراں، غوثِ زماں امامِ اہلسنت فاضل بریلوی قدس سرہ کے حسنِ انتخاب کا جہاں پتہ چلتا ہے، وہیں حضور پرنور سیدنا حجۃ الاسلام علامہ بریلوی مدظلہ، زیبِ سجادہ رضویہ کی رفعتِ شان وجلالتِ مکان مہرِ نیمروز وماہِ نیم ماہ کی طرح عالم آشکار ہوتی ہے۔ سبحان اللہ! اس بے نظیر سندِ اجازت اور بے مثال مثالِ خلافت کا کیا کہنا۔ کیوں نہ ہو یہ امام اہلسنت قدس سرہ کے جانشین وخلیفۂ اعظم کی مثالِ خلافت ہے۔ امامِ اہلسنت علیہ الرحمہ کا یہ حزم واحتیاط اور اتباعِ شریعت عدیم النظیر ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام اسی امام جلیل کے لختِ جگر، نورِ بصر ہیں''۔

پروفیسر مسعود احمد کی نظر میں:

ماہرِ رضویات، مصنفِ کتب کثیرہ پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد پاکستان رقمطراز ہیں:

''عربی ادب پر بڑا عبور حاصل تھا، چنانچہ رسالہ ''الاجازات المتینۃ'' کا عربی مقدمہ اس حقیقت پر شاہد ہے۔ اس کے علاوہ رسالہ ''الدولۃ المکیۃ'' اور ''الفیوضات المکیۃ'' کا کامیاب اردو ترجمہ کیا ہے۔ ۷۰ برس کی عمر پائی۔ ۲۳ رسال والد ماجد کے جانشیں رہے۔ برسہا برس دار العلوم منظر اسلام میں درسِ حدیث دیا۔ علم وفضل میں اپنے والد ماجد کا آئینہ تھے۔ فاضل بریلوی آپ سے بڑی محبت فرماتے تھے، چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ ''حَامِدٌ مِّنِّي وَاَنَامِنْ حَامِدٍ''۔

مولانا حامد رضا خان صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ مسئلۂ ختمِ نبوت پر رسالہ ''الصارم

الربانی علی اسراف القادیانی''، مسئلہ اذان پر ''سدّ الفرار'' طبع ہو چکے ہیں۔ رسالہ ''ملاجلال'' کا حاشیہ قلمی صورت میں محفوظ ہے۔ نعتیہ دیوان اور مجموعہ حال ہی میں شائع ہو چکے ہیں''۔ [1]

مولانا شمس بریلی کی نظر میں: حضور حجۃ الاسلام بلاشبہ متقی و پرہیز گار اور صاحبِ کمالات ولی اللہ تھے، اس لیے وہ اپنی تعریف اور شہرت، خودنمائی اور خودستائی سے دور و نفور تھے۔ اسی لیے کئی سال تک آپ کے لیل ونہار کا مشاہدہ کرنے والے مولانا شمس بریلوی یوں رقمطراز ہیں:

''میں سمجھتا ہوں کہ حضرت حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر جمیل کے بہت سے پہلو ایسے تھے، جن سے بہت کم لوگ واقف تھے۔ خصوصاً آپ کی پاکیزہ علمی زندگی، آپ کی یومیہ مصروفیات، آپ کی شاعری، آپ کی زندگی کے وہ پہلو ہیں جن کا اظہار میں نے آپ کی زبان سے کبھی نہیں سنا کہ اس میں خودستائی کا پہلو تھا۔ اور حضرت مولانا خودستائی سے بہت نفور تھے''۔ [1]

مولانا شمس بریلوی پاکستان نے اس مقام پر حجۃ الاسلام کے ایک اور روشن پہلو کو اجاگر کیا ہے۔ وہ ہے ہر مسلمان کے ساتھ آپ کی محبت وشفقت اور نوازشات وعنایات۔ چنانچہ بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''میں خود ۱۹۳۴ء سے ۱۹۴۰ء تک دارالعلوم منظر اسلام سے وابستہ رہا ہوں اور اس چھ سال کی مدت میں حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے جو نوازشیں اور کرم مجھ پر مبذول فرمائے، ان کو میں کبھی فراموش نہیں کرسکتا''۔ [2]

پھر آگے لکھتے ہیں:

''یہ حقیقت ہے کہ آج بھی جب میں حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی اس محبت و عنایت اور حد سے فزوں شفقت کو یاد کرتا ہوں، جس نے مجھے آپ کے حضور میں بے باکِ سخن بنا دیا تھا، تو اشکبار ہو جاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کے مزارِ اقدس پر اپنی رحمتوں کی بارش فرمائے اور ان کے سلسلہ کو رہتی دنیا تک قائم ودائم رکھے''۔ [1]

مفتی محمد ابراھیم سمستی پوری کی نظر میں:

حضرت حجۃ الاسلام شریعتِ مطہرہ پر سختی سے کاربند رہتے، فرائض وواجبات کے ساتھ سنتوں کے بھی پابند تھے۔ حرام ومکروہ سے بالکل مجتنب اور دور ونفور تھے، کسی سنتِ رسول

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے، عابدِ شب زندہ دار، متقی و پرہیز گار اور صاحبِ زہد و ورع تھے۔ اس لیے آپ کے لیل و نہار کو قریب سے معائنہ کرنے والے مفتی محمد ابراہیم فریدی سمستی پوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

مفتیِ دینِ متین، مولوی حامد رضا	وے ز بزمِ جہاں رفت بہ بزمِ جناں
پیشروِ اہلِ دیں، ہادیِ راہِ خدا	صاحبِ زہد و ورع، عالمِ با اتقا
رہروِ راہِ سلوک، صاحبِ رشد و ہدا	عابدِ شب زندہ دار، صوفی و صافی منش

مفتی محمود احمد قادری کی نظر میں: مولانا مفتی محمود احمد قادری رفاقتی کی نظر میں آپ علم و عمل میں باکمال تھے اور ان تمام خوبیوں کے جامع تھے جو ایک مجدد کے جانشیں میں ہونی چاہئیں۔ آپ رقمطراز ہیں:

"(آپ کے) تفسیر و حدیث کا درس خاص طور پر مشہور تھا، تفسیر بیضاوی کے درس میں خصوصی توجہ تھی، علم و عمل میں باکمال، والدِ ماجد کے صحیح جانشیں، عربی نظم و نثر میں منفرد اسلوب رکھتے تھے۔ حسن ظاہری میں بھی منفرد تھے۔ طبیعت بہت مرنجاں مرنج پائی تھی۔ تلامذہ، مریدین اور ناداروں کی دستگیری آپ کا شیوہ تھی۔ ۱۳۵۱ھ میں اجمیر شریف کی واپسی میں راقمِ سطور کے والد ماجد و پیر و مرشد حضرت برہان الاصفیاء، بدر الکاملین مولانا الحاج شاہ رفاقت حسین مدظلہ العالی، امینِ شریعت صوبہ بہار، نے تفسیر بیضاوی کا آپ سے درس لیا۔ آپ ان تمام خوبیوں کے جامع تھے، جو ایک مجدد کے جانشیں میں ہونی چاہئے تھیں"۔ [۱]

مولانا مصلح الدین کی نظر میں: حجۃ الاسلام کا حضور حافظ ملت علیہما الرحمہ کی دعوت پر اہلسنت کی مرکزی درسگاہ مصباح العلوم اشرفیہ، مبارکپور میں بھی ورودِ مسعود ہوا ہے، اور وہاں آپ کا خطاب نایاب بھی ہوا ہے۔ جسے سن کر سامعین دنگ رہ گئے۔ مولانا قاری مصلح الدین صدیقی پاکستان (م ۱۴۰۳ھ۔ ۱۹۸۳ء) اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں۔

"وہابیہ اور شیعہ حضرات نے یہ کہا کہ ایسی نورانی صورت آج تک دیکھی نہ گئی اور نہ ایسی مدلل تقریر سنی"۔ [۱]

حضرت مانا میاں قادری کی نظر میں: حضرت مانا میاں قادری رضوی نبیرۂ محدث سورتی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

''اعلیٰ حضرت کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اہلبیت، صحابۂ کرام اور بزرگان دین کے ادب واحترام کے قیام میں آپ ہمیشہ مصروف ومنہمک رہے۔ اور اعلیٰ حضرت کے قائم کردہ مدرسہ اور ان کی تصانیف وفتاوی کی ترتیب واشاعت کی جانب خصوصی توجہ فرماتے رہے''۔ ۲؎

علامہ نور احمد قادری کی نظر میں: ''اور آپ کی یہ زندہ کرامت تھی کہ کئی بڑے بڑے ہندو کایستھ ۱۹۳۴ء میں اجمیر شریف میں حضرت خواجہ غریب نواز کے عرس شریف کے موقع پر صرف آپ کا شمع کی طرح روشن چہرہ دیکھ کر ہی حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ وہ یہ کہتے تھے کہ یہ روشن چہرہ بتاتا ہے کہ یہ حق وصداقت اور روحانیت کی تصویر ہیں''۔ ۱؎

اور جناب قمر الدین احمد انجم صدر پاکستان نعت کونسل کراچی فرماتے ہیں:

''ایک ایسی کشش آپ کے وجود میں موجود تھی جو نہ صرف مسلمانوں بلکہ کئی غیر مسلموں کو اسلام کی سعادت حاصل ہونے کا سبب ہوئی۔ اور جب تک وہ ذات اودے پور میں رہی فیضان کا یہ سلسلہ بڑھتا ہی گیا''۔ ۲؎

ڈاکٹر حسن رضا خان کی نظر میں: جناب مولانا ڈاکٹر حسن رضا خان پی۔ ایچ۔ ڈی۔ پٹنہ اپنی مایہ ناز کتاب ''فقیہ اسلام'' میں رقمطراز ہیں:

''ظاہری حسن ووجاہت کے ساتھ باطنی فضل وکمال کے بھی جامع تھے۔ تفسیر وحدیث کا درس خاص طور پر مشہور تھا۔ عربی ادب میں منفرد حیثیت کے مالک تھے۔ فارسی زبان میں بھی کامل عبور تھا۔ آپ اپنے والد کی تمام خوبیوں کے جامع تھے۔ تلامذہ، مریدین اور ناداروں کی دستگیری آپ کا شیوہ تھا''۔ ۳؎

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کی نظر میں: پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی، ایم اے پاکستان حاشیہ ''الاستمداد'' میں رقمطراز ہیں:

''۱۳۴۴ھ میں حج کے لئے گئے تو وہاں کے معروف عربی داں حضرت شیخ سید حسین دباغ اور سید محمد مالکی ترکی نے آپ کی قابلیت کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے اعتراف کیا کہ ''ہم نے ہندوستان کے اطراف واکناف میں حجۃ الاسلام جیسا فصیح وبلیغ دوسرا نہیں دیکھا، جسے عربی زبان پہ اتنا عبور ہو''۔ ۱؎

مولانا ریاض حیدر کی نظر میں: مولانا ریاض حیدر حنفی سابق صدر

المدرسین دار العلوم حشمت الرضا، حشمت نگر، پیلی بھیت شریف (یوپی) یوں رطب اللسان ہیں:

''شہزادۂ اعلیٰ حضرت شیخ الانام حضور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ایک ممتاز مقام پر فائز ہیں۔ آپ نے اپنے زمانے میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیے کہ وہ آپ ہی کا حصہ ہیں۔ رشد و ہدایت، تصنیف و تالیف، تحقیق و تصدیق، تراجم کتبِ اعلیٰ حضرت وغیرہ بے شمار اہم دینی امور سے اسلام و سنیت کی جو بہترین خدمات انجام دیں، یہ سعادت آپ کے لیے ازل میں مقدر ہو چکی تھی۔ انہیں کارہائے نمایاں میں ایک عظیم الشان اور اہم کارنامہ ''منظر اسلام'' کو معرض وجود میں لانا بھی ہے''۔ ا ہ

حضور حجۃ الاسلام، مفتی اعظم، امینِ شریعت اور تاج الشریعہ، حضرت محدثِ کبیر کے الفاظ میں

عرسِ اعلیٰ حضرت کے دوران ۲۴ رصفر المظفر ۱۴۳۷ ھ کو کانکر ٹولہ، پرانا شہر، بریلی شریف کے ایک بڑے میدان میں حضور امین شریعت علامہ سبطین رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کے عرس چہلم کی کانفرنس منعقد تھی، جس میں حضور تاج الشریعہ اور محدثِ کبیر شریک بھی تھے، اس کے ہزاروں کے مجمع میں محدثِ کبیر نے خطاب فرمایا تھا، اس کا ایک حصہ یہاں ہم نذرِ قارئین کرتے ہیں، اس سے مذکورہ شخصیتوں کی وجاہت واضح ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی عظیم نشانی سیدی و مرشدی، ملجائی و مولائی حضور مفتی اعظم ہیں۔ جس نے مفتی اعظم کو دیکھا اس نے اعلیٰ حضرت کو دیکھا۔ جس نے اعلیٰ حضرت کو دیکھا تھا، جب اس نے مفتی اعظم کو دیکھا تو بے ساختہ پکار اٹھا کہ یہ اعلیٰ حضرت ہیں۔ یعنی اعلیٰ حضرت کی زیارت کرنے والے کو حضور مفتی اعظم کے دیکھنے کے بعد یہ شبہ ہونے لگتا کہ یہ مفتی اعظم ہیں یا اعلیٰ حضرت ہیں۔ باتیں طویل ہیں، مگر میں مختصر کرتا ہوں اور وقت بھی مختصر ہے۔ حضور مفتی اعظم کی بارگاہ میں میں نے اپنا بہت سا وقت لگایا ہے۔ بلکہ میں یہ کہوں گا کہ میری زندگی کے اوقات میں سے سب سے زیادہ قیمتی اوقات ہیں، جو میں نے حضور مفتی اعظم اور حضور حافظ ملت علیہما الرحمۃ والرضوان کی خدمت میں گزارے۔ ایسے قیمتی اوقات پھر مجھے نہیں ملے، مگر میں نے پھر دیکھا، کیا دیکھا؟ حضور مفتی اعظم کا جلوہ دیکھا۔ مفتی اعظم کا جلوہ حضرت امینِ شریعت ہیں۔ ان کے اندر بہت سی خوبیاں تھیں۔ ایک خوبی یہ کہ انہوں نے کوئی وقت اپنی ذاتی خواہشات پر صرف نہیں کیا۔ اپنی ذاتی حاجات کے لئے انہوں نے نہ کوئی وقت نکالا نہ پیسہ۔ وہ جو کچھ کرتے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے کرتے، اپنے لیے کچھ

نہیں۔اور یہ نکتہ جو سمجھ جاتا ہے، اس کا ہر فعل عبادت ہو جاتا ہے۔

میں نے ان (امینِ شریعت) کا چلنا، اٹھنا بیٹھنا اور اندازِ گفتگو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ ان کے یہ سب افعال حضور مفتی اعظم قدس سرہ سے ملتے تھے۔ یہاں تک کہ گفتگو میں جو الفاظ آپ استعمال فرماتے تھے، وہ بھی اسی طرح نپے تلے ہوتے تھے، جس طرح حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے ہوا کرتے تھے۔ گویا میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ جلوۂ اعلیٰ حضرت مفتیِ اعظم ہیں اور جلوۂ مفتی اعظم امینِ شریعت ہیں، اور حضرت تاج الشریعہ تو سبحان اللہ! نجیب الطرفین ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے وہ فیوض و برکات جو آپ کے شہزادۂ اکبر حضور حجۃ الاسلام کو تفویض ہوئے اور وہ برکات خاصہ جو حضور سرکار مفتی اعظم کو عطا ہوئے، سب کو سمیٹ کر ان دونوں بزرگوں نے ان کے اندر رکھ دیا۔ ان میں دونوں کا جلوہ ہے۔ مجھے حضور حجۃ الاسلام کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ ابھی مجھے پورے طور پر یاد تو نہیں مگر اتنا ضرور یاد ہے کہ میں چار یا پانچ سال کا تھا، اس وقت حضور حجۃ الاسلام حضرت صدر الشریعہ کی دعوت پر ہمارے گھر تشریف لائے۔ رات کو پہنچے تھے۔ میں سو گیا تھا۔ بچے تو سویرے سو ہی جاتے ہیں۔ صبح سویرے والدۂ ماجدہ نے اٹھایا اور فرمایا: حضرت حجۃ الاسلام بڑے مولانا صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں، ان کی بارگاہ میں پہنچو۔ جلدی سے غسل کرایا کپڑے پہنائے پھر میں ان کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا۔ زیارت کی، ملاقات کی۔ حضور نے مجھ سے میرا نام پوچھا، میں نے بتا دیا۔ بہر حال جیسا میں نے اس دن دیکھا اور آج دیکھتا ہوں تو تاج الشریعہ اور حجۃ الاسلام ایک نظر آتے ہیں۔ بلا شبہ ایک ہی نظر آتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان دونوں شخصیتوں کا ظاہر و باطن دونوں آپ کو عطا فرمایا ہے۔ اس حوالے سے اب ہم یہی کہیں کہ آپ نجیب الطرفین ہیں۔ اور ہر اعتبار سے آپ کے اندر خوبیاں ہیں۔ ربُّ العٰلمین ان حضرات کے فیوض و برکات کو ہمیشہ جاری رکھے اور ان فیوض و برکات کے صدقے میں ہماری آخرت جگمگا دے۔ آمین۔

(نوٹ) یہ خاکسار محمد عابد حسین قادری نوری کے ساتھ عزیزم محمد علی رضا برکاتی بھی اس عرس چہلم میں شریک تھے، اس نے کیسٹ سے قلمبند کر کے مندرجہ بالا حصۂ خطاب راقم الحروف کے حوالے کیا۔

قاضی یعقوب محمد کی نظر میں: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے انتقال پر ملال پر جہاں ہندوستان کے ہر قریہ و شہر میں غم و اندوہ کی لہر دوڑ گئی تھی،

وہیں ریاست اودے پور، میواڑ میں بھی صف ماتم بچھ گئی تھی۔ اس موقع سے قاضی یعقوب محمد جوائنٹ سکریٹری مدرسہ اسلامیہ اودے پور کی طرف سے دبدبہ سکندری ص ۱۱ر پر ایک تعزیت نامہ چھپا تھا، اس میں جہاں دعائے مغفرت اور صبر وشکیب کی دعاؤں کے جامع الفاظ ملتے ہیں، وہیں حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے حوالے سے درج ذیل وقیع الفاظ بھی ہیں۔

''اور حضرت مولانا مولوی مفتی شاہ حامد رضا خان قبلہ سجادہ نشینِ اعلیٰ حضرت کو ہم تشنگانِ علوم شریعت وطریقت کے سروں پر تادیر فیض بخش رکھے، جن کی ذات بابرکات سے تمام متوسلینِ آستانہ رضویہ کی دینی امیدیں قدرت نے وابستہ کردی ہیں''۔ ۱؎

مولانا منور حسین کی نظر میں: حجۃ الاسلام کی خوش اخلاقی اور شانِ استغناو بے نیازی کا اعتراف سیف الاسلام مولانا منور حسین ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''ان کے صاحبزادے حضرت مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، جن سے مجھ کو چند دن فیض حاصل کرنے کا موقع ملا، بڑے حسین وجمیل، بڑے عالم، بے انتہا خوش اخلاق تھے۔ ان کی خدمت میں بھی نظام حیدر آباد نے دار الافتا کی نظامت کی درخواست کی اور اس سلسلہ میں کافی دولت کا لالچ دیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں جس دروازۂ فدائے کریم کا حقیر ہوں میرے لیے وہی کافی ہے''۔ ۱؎

حضرت حجۃ الاسلام خود اپنے ایک مکتوب میں یوں رقمطراز ہیں:

''فقیر کوئی زر پرست، دنیادار، عبد الدرہم، عبد الدینار فقیر نہیں، اعلیٰ حضرت کی روش میرے لیے بہترین اسوہ ہے۔۔۔۔ بڑے بڑے رؤسا سے میرا کوئی علاقہ وواسطہ نہیں۔ ملخصاً''۔ ۲؎

اسی لیے کسی بزرگ نے فرمایا:

''یہ استغنا و بے نیازی کا وہ مقام ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں میں سے کسی کسی کو عطا فرماتا ہے''

محدث اعظم پاکستان کی نظر میں: حضور حجۃ الاسلام کے شاگرد رشید محدثِ اعظمِ پاکستان مفتی سردار احمد صاحب علوم وفنون کے بحرِ ذخار تھے۔ وفورِ علم، کمالِ بزرگی اور منصب افتا پر فائز ہونے کے باوجود حجۃ الاسلام سے علمی استفادہ کا سلسلہ برابر جاری رکھے ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ کی بات ہے کہ حضرت محدث صاحب موصوف نے چند مسائل سے متعلق کچھ

سوالات درج کر کے ایک تحریر حجۃ الاسلام کے پاس بھیجی، جس کا مبسوط جواب حضرت حجۃ الاسلام نے لکھ کر بھیجا، جو ایک ڈیڑھ گھنٹہ میں پڑھا گیا۔ اس پر اپنے کچھ شبہات کے ازالہ کے لیے محدث موصوف نے دوسرا مکتوب ارسال فرمایا۔ آپ کا مکتوب چار مسئلوں سے متعلق ہے۔ (۱) تقلیدِ ائمہ اور بیعتِ مشائخ کا سلسلہ کب سے ہے؟ (۲) حدیثِ ضعیف ثبوتِ احکام میں معتبر ہے یا نہیں؟ (۳) حدیثِ منقطع عند المحدثین مقبول ہے یا مردود؟ (۴) اذان اور اقامت کے درمیان تثویب کا مسئلہ جو کئی کتابوں میں درج ہے، وہ مکروہ ہے یا مستحسن؟ جب کہ حضور حجۃ الاسلام کا موقف یہ ہے، "والعمل اثبت"۔ (اس پر عمل زیادہ ثابت ہے اور ثبوت وقبول کے لائق ہے)

ہم یہاں محدث صاحب علیہ الرحمہ کے دوسرے مکتوب کے آغاز کا حصہ نذرِ قارئین کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں، اس میں محدث صاحب نے نہایت ادب، نیازمندی اور اعلیٰ القاب سے حضور حجۃ الاسلام کو یاد کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

سیدنا سندنا مستندنا حضرت حجۃ الاسلام ذو المجد والاحترام۔ زید مجدہ

مؤدبانہ تسلیمات معروض۔ گذشتہ روز ایک ڈیڑھ گھنٹہ میں حضرت کی تحریر دل پذیر مشتمل بر تحقیقِ انیق کا مطالعہ کیا۔ جواہرِ عالیہ، مطالبِ عالیہ، مقاصدِ حسنیٰ و مواقفِ عظمیٰ، فوائدِ نافعہ و زوائدِ نفیسہ سے مزین پایا۔ وللہ الحمد۔ شَکَرَ اللّٰہُ تَعَالیٰ سَعْیَکُمْ۔ تجویزِ مجوز کو مزور غیر مطابقِ واقع باحسن وجوہ تفصیلاً ثابت فرمایا۔ خادم بحیثیت خادم عرض کرتا ہے کہ چند باتیں قصورِ ادراک کے سبب سے خادم کے حیّزِ فہم میں نہ آئیں۔ اگر مختصراً بیان فرمائیں تو زہے قسمت ورنہ اختیار بیدِ مختار۔ (مکتوب بنام حضور حجۃ الاسلام۔ تذکرۂ جمیل)

حجۃ الاسلام کی وقعت علمائے مکہ ومدینہ کی نظر میں: حجۃ الاسلام مفتی مولانا حامد رضا قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کو اعلیٰ حضرت، مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ کی معیت میں علماء ومشائخِ مکہ ومدینہ (زادہما اللہ شرفاً وعدلاً) نے کافی عزت دی۔ آپ کی علمی وجاہت کے پیشِ نظر کافی خاطر وتواضع کی۔ پھر یہ کہ ان علما ومشائخ نے حجۃ الاسلام کو ان مقدس شہروں سے واپسی کے بعد بھی یاد رکھا۔ اور دعائیں دیں نیز آپ کے برادرِ معظم سیدی وسندی مفتی اعظم مصطفی رضا خان کو بھی یاد رکھا اور دعائیں دیں۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے نام مکہ شریف سے بریلی شریف بھیجے ہوئے اپنے ایک مکتوب کے آخر میں محافظِ کتبِ حرم، عالمِ نبیل، فاضلِ جلیل

مولانا سید اسماعیل مکی قدس سرہ الملکی لکھتے ہیں:

"ہماری طرف سے آپ کے دونوں کرم فرما بھائیوں کو، ہمارے مکرم برادر شیخ حامد رضا کو، ان کے برادرِ محترم شیخ مصطفی رضا کو اور آپ کے جلیل القدر بھتیجے کو سلام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ان سب کو فتوحات عطا فرمائے۔ اور ہمیں اور ان سب کو تقویٰ و پرہیز گاری کی روزی عطا کرے۔ اور ہماری اس دعا پر جو آدمی آمین کہے ان پر اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرمائے۔" (ترجمہ از عربی) اے

واضح رہے کہ کرم فرما بھائیوں سے مراد، استاذِ زمن مولانا حسن رضا اور مولانا محمد رضا بریلوی علیہما الرحمۃ والرضوان ہیں۔ اور جلیل القدر بھتیجا سے مراد، حضرت مولانا حسنین رضا خان علیہ الرحمہ ہیں۔

یہی موصوف اپنے دوسرے مکتوب بابت ۲۶ر ذوالحجہ ۱۳۲۵ھ میں یوں رقمطراز ہیں:

"ہماری جانب سے آپ اپنے صاحبزادگان شیخ حامد رضا اور شیخ مصطفی رضا کی خدمت میں ہمارا سلام پہونچا یئے۔"

واضح رہے کہ حضرت مولانا سید اسماعیل مکی علیہ الرحمۃ والرضوان اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم سے کافی محبت رکھنے کے سبب بریلی شریف بھی بحیثیتِ مہمان تشریف لائے تھے۔ اور کئی دن تک یہاں قیام پذیر رہے۔

یہ تو حرم محترم شہرِ مکہ المکرمہ کے عالم جلیل کی یاد آوری اور حوصلہ افزائی تھی یہ دیکھئے دوسرے حرم محترم مدینہ منورہ کے فاضل جلیل اور شیخ وقت بھی کس طور سے امام احمد رضا اور مولانا حامد رضا کو یاد کرتے ہیں۔ یہ آلِ رسول سید محمد مامون مدنی ہیں، امام احمد رضا کے نام مدینہ منورہ سے بریلی شریف بھیجے گئے اپنے ایک مکتوب میں حجۃ الاسلام کو آپ یوں یاد کرتے ہیں، رقمطراز ہیں:۔

"آپ کے فضیلت والے فرزند کو اور آپ سے نسبت رکھنے والے ہر فرد اور آپ کی مجلس میں بیٹھنے والے ہر شخص کو سلام پیش ہے۔" (ترجمہ از عربی) اے

واضح رہے کہ مولانا سید محمد مامون مدنی نے یہاں پر لفظ فاضل سے مدح و ستائش کرتے ہوئے لڑکا کے لیے زبان عربی کا لفظ "نجل" استعمال کیا ہے، جس کے معنی ہیں۔ اولاد، فرزند اور نسل۔ اس لیے یہ احتمال ہے کہ مذکورہ عبارت میں مولانا مدنی موصوف نے جہاں حضور حجۃ الاسلام کو یاد کیا ہے وہیں تاجدارِ ولایت سرکار مفتی اعظم مصطفی رضا خاں کو بھی یاد فرمایا ہے۔

ان خطوط سے علمائے مکہ ومدینہ کی نظر میں جہاں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا رتبہ عالی ظاہر ہوتا ہے، وہیں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا اور مفتی اعظم کے حوالے سے بھی ان علما کی نظر میں وقعت اور محبت وشفقت کا اندازہ ہوتا ہے۔

حجۃ الاسلام تصدیقاتِ علما کے آئینہ میں:

۱۳۱۵ھ میں بمبئی میں ایک بدمذہب نے فجر میں دعائے قنوت نازلہ پڑھے جانے کے حوالے سے یہ فتنہ کھڑا کیا کہ یہ فتنہ وفساد اور غلبۂ کفار کے وقت تو پڑھنا جائز ہے، مگر کسی سختی، پریشانی، جیسے مرضِ طاعون اور وبا وغیرہ کے وقت جائز نہیں۔ اور اس سلسلہ میں اس نے ''ضروری سوال'' کے نام سے ایک تحریر شائع کی، جس میں مباحثہ کا چیلنج بھی کیا کہ اگر جائز ہے تو سنی حضرات دلائل پیش کریں۔

پھر کیا تھا؟ مسلمانوں میں بے چینی پھیل گئی اور اس حوالے سے بریلی شریف ۱۳۱۶ھ میں ضیاء الدین نامی شخص نے استفتانامہ ارسال کیا۔ حضور حجۃ الاسلام نے اس کا جواب جہازی سائز کے ۷۸ صفحات میں دیا، جس نے دنیائے وہابیت میں ہلچل مچادیا اور اس حوالے سے اس کی زبان گنگ کردی۔ حضور حجۃ الاسلام نے اس کتاب کا نام ''اجتناب العمال عن فتاوی الجہال'' رکھا۔ کتبِ احادیث وفقہ کے کثیر دلائل وبراہین سے آپ نے یہ ثابت کیا کہ وبا، مرضِ طاعون اور دیگر پریشانیوں کے وقت بھی قنوت نازلہ کی دعا پڑھنا جائز ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ ''بالجملہ'' کے تحت پوری کتاب کا خلاصہ بھی پیش کیا ہے۔ آپ کی یہ کتاب آپ کے وقت کے اکابر علما کو اس قدر پسند آئی کہ اکیس (۲۱) اکابرِ علمائے کرام ومفتیان عظام نے آپ کے اس رسالہ پر تقریظات وتصدیقات ثبت فرمائی ہیں۔ ہم ذیل میں ان کے کچھ اقتباسات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں تاکہ یہ واضح ہو کہ اکابرِ علما ومشائخ اور معاصرین کی نظر میں حضور حجۃ الاسلام کی شخصیت اور شان فتاوی نویسی مسلم تھی۔

امام احمد رضا خان کی تصدیق: آپ فرماتے ہیں:

''مجیب سلمہ القریب المجیب نے جو امور ''بالجملہ'' میں لکھا ضرور قابل لحاظ و مستحقِ عمل ہیں، مسلمانوں کو ان کی پابندی چاہئے کہ باذنہ تعالیٰ مضرتِ دینی سے محفوظ رہیں وباللہ العصمۃ''

محدث سورتی علامہ مفتی وصی احمد قادری کی تصدیق:

''الغرض علامہ مجیب دام ظلہ نے جو تفصیلِ جواب میں افادہ فرمایا، وہ اس میں مصیب ہیں اور امور جو کہ انہوں نے بالجملہ کے ذیل میں ثبت فرمائے ہیں وہ سب قرینِ صواب اور واجب العمل ہیں۔''

مفتی محمد سلامۃ اللہ رامپوری علیہ الرحمہ کی تصدیق:

آپ فرماتے ہیں: ''جو شخص ذکی منصف بنظرِ انصاف اصلِ معانیِ تحریرِ جواب فاضل محقق مولوی حامد رضا خان صاحب کو ملاحظہ کرے گا، میری طرح اس کے منہ سے بے ساختہ یہی جملۂ جمیلہ نکلے گا کہ ''نِعْمَ الْجَوَابُ وَ حَبَّذَا التَّحْقِیْقُ'' (یعنی کیا ہی اچھا جواب اور کیا ہی عمدہ تحقیق ہے)

''حق تعالیٰ فاضلِ جلیل و عالمِ بے عدیل، فخرِ بیت الاماثل مجیبِ مصیب کو اس جوابِ باصواب کا اجرِ عظیم عطا فرمائے کہ نصرت اہلِ سنت کی اس مسئلہ میں پوری فرمائی، ورنہ ''ضروری سوال'' کے مغالطوں سے بہت سے لوگوں کو دھوکا ہوتا، خصوصاً عوام کو، جو نظرِ علمی سے عاری ہیں، وہ اس سے گمراہی میں پڑتے، اور بعضے مخالف کج فہم اس کو اپنی سندِ مستند جان کر اس پر اتراتے، فاضل مجیب (حجۃ الاسلام) نے دھجیاں اڑا کر مخالفین کے پرکاٹ دیئے''۔

''حاصلِ کلام وخلاصۂ مرام یہ ہے کہ علامۂ علیم و فہامۂ حکیم، مجیبِ مظفّر و مصیبِ مفخّر، (حجۃ الاسلام) جن کے صورِ تقریر سے مخالفین قیامت زا دہائے آہ در بر، جن کا رعدِ تحریر اعدائے دین کے ہوش وحواس کے لیے برق اندازِ محشر (اَدَامَ اللّٰہُ ظِلَالَہٗ وَ عَمَّ الْعٰلَمِیْنَ نَوَالَہٗ وَ خَصَّ الْعٰلَمِیْنَ بِاَفْضَالِہٖ وَ مَتَّعَ اللّٰہُ الْمُسْلِمِیْنَ بِطُوْلِ حَیَاتِہٖ وَ اِفَاضَاتِہٖ) نے مقدماتِ جواب کی تنقیح وتحقیق میں جس توضیح وتفصیل سے فیصلہ لکھا، اس میں ان کی رائے صائب اور اصابتِ رائے کا مرافعہ عند العلماء الربانیین بحال اور جو تلویح ''بالجملہ'' کے جملے میں تصریحِ افادہ فرمائی، جملہ قرینِ صواب بلکہ ایجادِ عمل در آمد کا فرمانِ شاہی بے قیل وقال۔ ملخصاً'' ا ھ

علامہ محمد اعجاز حسین رامپوری کی تصدیقی عبارت:

''قنوتِ نازلہ دفعِ ہر قسم کی آفت اور مصیبت کے واسطے پڑھنا جائز ہے، جیسا کہ مجیب مصیب (حجۃ الاسلام) نے بطرزِ عمدہ تحریر فرمایا۔ وَلِلّٰہِ دَرُّ الْمُجِیْبِ قَدْ اَتٰی بِجَوَابٍ عَجِیْبٍ۔ (اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مجیب (حجۃ الاسلام) کی خوبی ہے، انہوں نے اچھا جواب پیش کیا ہے)

علامہ مفتی محمد ظہور الحسین رامپوری کی تصدیق:

''تو اللہ ہی کے پاس ثواب ہے مجیب کے رد کرنے کا کہ انہوں نے درست رد کیا اور مفصل جواب دیا اور اس میں انہوں نے مدد لی جمہور فقہا اور ائمہ حدیث کی مرویات سے اور ان کی مرویات پر خوب اعتماد کیا۔ اور یہ موافق ہے اس کے جو ''درمختار'' میں کہا الخ''۔

تصدیق: علامہ مفتی محمد عبد العلی لکھنوی:

''پس جو کچھ اس کے حق میں مفتی مجیب (حجۃ الاسلام) نے تحریر فرمایا، مقرون بصواب اور مستند بسنت و کتاب ہے''۔

تصدیق: علامہ مفتی محمد ہدایت رسول لکھنوی:

آپ مذکورہ فتوی کی تصدیق میں حضور حجۃ الاسلام کی مدح و ستائش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''الحمد للہ علی احسانہ کہ حضرتِ مجیب مصیب حامیِ سنت، ماحیِ بدعت، قامعِ اساسِ لا مذہباں، جناب خیر و برکت مآب مولانا مولوی حامد رضا خان صاحب دام فیضہ خلف الرشید و فرزند سعید مخدوم الانام، حجۃ الاسلام، افضل المحققین، فخر المتقدمین، تاج العلما، سراج الفقہا، خاتم المحدثین، سند المفسرین، جامعِ علومِ ظاہری و باطنی، واقف حقائق خفی و جلی، صاحبِ حجۃ قاہرہ، مجدد مأۃ حاضرہ، عالی جناب مولانا المولوی احمد رضا خان صاحب قادری بریلوی مدظلہ العالی، ذات بابرکات کو اللہ رب العزت جل جلالہ نے اپنے مقدس محبوب کی پیشن گوئی کے مطابق اسی مقدس و مظفر طائفے سے بنایا ہے، جس کا نیزۂ قلم ذوالفقار حیدری اور جس کے حججِ باہرہ و براہینِ قاطعہ، معجزاتِ احمدی کا جلوہ دکھارہے ہیں۔

خداوندِ قدیر اس محمدی پہلوان اور حنفی شیر (مولانا حامد رضا) کو مقدس اہلسنت کے سروں پر سایہ فگن اور سلامت رکھے، جس کے نام سے شیاطینِ انس کے پر جلتے اور دشمنانِ اہلسنت کے دم نکلتے ہیں۔ پس جو کچھ اس خدا کے شیر نے تحریر فرمایا ہے وہ سراسر حق و بجا ہے، اس پر عمل ضروری اور انحراف خسرانِ ابدی ہے الخ''۔

تصدیق: علامہ مفتی محمد عبد اللہ پٹنوی:

''مجھ کو اپنے جوانِ صالح، فخرِ اماثل، مفتی و فاضل، عالم بے ہمتا، علامۂ یکتا حضرت مولانا مولوی حامد رضا خان صاحب خلفِ مخدوم و مولیٰ مجددِ وقت حضرت اقدس مولانا عبد المصطفی احمد رضا خان صاحب مدظلہ و دامت برکاتہ کی مقدس تحریر کے حرف حرف سے اتفاق ہے۔ اللہ جل

جلالہ اس رئیسِ ملت اور مقتداومرشدِ اہلِ سنت کو دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

ہندوستان میں کس اہلِ علم کو یہ جرأت ہوسکتی ہے کہ اس سلطان الفقہاء کے مقابلے میں قلم اٹھاسکے۔افسوس ہے دشمنِ اسلام زیدِ بے قید کے حال پر، جس شقی و بدبخت کی وہ تحریر ہو، جس کا رد حضرت مولانا (حامد رضا) جیسے یکتائے روزگار متبحر کو لکھنا پڑے۔ان شامت زدہ وہابیہ کا تو یہ مسلک ہے کہ: بدنام اگر ہونگے تو کیا نام نہ ہوگا۔"

تصدیق: مفتی محمد نجم الدین داناپوری:

"تو تم جان لو اے مسلمانانِ اہلسنت و جماعت! بے شک جو افادہ فرمایا فاضل ابنِ فاضل امام اہلسنت بریلوی سلمہ اللہ تعالیٰ بالبرکات والحسنات نے، وہ حق اور صحیح ہے، موافقِ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ہے، اس سے انکار نہ کرے گا، مگر وہ جو منکرِ دین ہے، کیوں نہ ہو، تحقیقاتِ فقہا اور تصریحاتِ محدثین اس بات پر دال ہیں کہ قنوت عند النوازل ثابت ہے۔خاص کر طاعون کے وقت کہ وہ سخت تر بلاؤں میں سے ہے جیسا کہ فاضل مجیب (حجۃ الاسلام) نے کتبِ محققین سے تحقیق و تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا"۔(ترجمہ از عربی)

تصدیق: مفتی محمد عبدالوحید فردوسی عظیم آبادی:

"یہی عینِ تحقیق ہے اور اس کے سوا باطلِ محض ہے، تو جنہوں نے جواب دیا وہ کامیاب ہوئے اور جس نے اس سے انکار کیا وہ بلا شک وشبہ خائب وخاسر ہوا"۔

تقریظ: علامہ محمد ضیاء الدین صاحب پیلی بھیت:

اگر شہسوارانِ سنت، نگہبانانِ بوستانِ شریعت کی چند متبرک صورتیں نہ پڑتیں تو نہ معلوم دشمنانِ دینِ متین کی کس قدر ہمتیں بڑھتیں۔آخر ایک شیر بیشۂ شریعت، عالمِ اہلسنت، ماحیِ بدعت اٹھ کھڑا ہوا، جملہ روباہ بازیوں کو آن کی آن میں نیست ونابود کردیا۔حالاتِ اندرونی و بیرونی کو آشکارا کیا"۔

انہوں نے لکھا اس رسالے کا رد — جو بیماریٔ جہل کے ہیں طبیب
کھلی سب حقیقت، ہوا راز فاش — جسے شک ہو، دیکھے جوابِ مجیب
وہ ایسا چھپا صاف اور بے نظیر — ہیں تعریف کرتے فہیم ولبیب
ضیا کو ہوئی فکر تاریخ کی — خرد نے کہا سن لے میرے حبیب

تجھے فکر کیوں ہے یہ مشہور ہے   لکھا ہے یہ اچھا جواب غریب (ملخصاً)

۱۳۲۰ھ

ان اکابر علما نے تصدیقات کی شکل میں جو حضور حجۃ الاسلام کی عبقری شان کو اجاگر اور ان کے فتوی کی مدح وستائش کی ہے، ان میں سے میں نے گیارہویں شریف کی نسبت سے صرف گیارہ عبقری شخصیتوں کی عبارتوں کی تلخیص پیش کی ہے ورنہ کل اکیس (۲۱) اکابر علماء ومشائخ کی تصدیقات وتقریظات ہیں۔ یہ سب رسالہ ''اجتناب العمال عن فتاوی الجہال'' مطبوعہ رضوی کتاب گھر مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی کے آخر میں درج ہیں۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا مفتی حامد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کے مذکورہ فتوے کا وزن واہمیت اس سے لگایئے کہ جنگ بلقان کی وجہ سے قاری غلام نبی احمد صاحب امام مسجد، صندل خانہ، درگاہ شریف اجمیر مقدس نے صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھنا شروع کیا تھا تو مولانا معین الدین اجمیری صاحب نے منع کر دیا اور اس کے خلاف یہ فتوی دیا کہ:

''امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں سوائے نماز وتر کے کسی فرض نماز میں کسی حالت میں دعائے قنوت پڑھنا مشروع نہیں ہے۔ لہذا اس کو امامت سے روکا جائے''۔

جبکہ مولانا اجمیری کا یہ فتویٰ حنفیوں کے مفتی بہ قول کے خلاف ہے۔ لہٰذا جب اس بابت قاری غلام نبی احمد موصوف نے استفتا بھیجا تو حضور اعلیٰ حضرت کے ایک شاگرد رشید مفتی محمد نواب مرزا بریلوی نے اس کا دلائل وبراہین سے بھرپور رد فرمایا۔ اور ثابت کیا کہ سختی ومصیبت کے وقت غیر وتر مثلاً فجر میں دعائے قنوت پڑھنا جائز ومشروع ہے اور غیر منسوخ ہے۔ دلائل سے مبرہن کرنے کے بعد آخر میں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کا اور ان کے مذکورہ رسالہ کا حوالہ دیتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

''باقی اس مسئلہ کی تفصیل تام سیدی واستاذی ومرجعی وملاذی اعلیٰ حضرت مولانا مولوی محمد احمد رضا خان قبلہ مدظلہم الاقدس کے صاحبزادۂ والا جاہ جناب مولانا مولوی محمد حامد رضا خان صاحب کے رسالہ ''اجتناب العمال عن فتاویٰ الجہال'' میں ہے''۔ اھ

□□□

حجۃ الاسلام کا تبحر علمی

فتاویٰ حامدیہ کی روشنی میں

مفتی عبد المالک مصباحی،
چیف ایڈیٹر دوماہی رضائے مدینہ، جمشید پور
8409987217

عمدۃ المحققین، رئیس الفقہا حجۃ الاسلام مفتی الشاہ حامد رضا خاں (۱۲۹۲ھ ۱۸۷۵ء۔ ۱۳۶۲ھ ۱۹۴۳ء) علم وفن کے اس بحر ناپیدا کنار عبقری شخصیت کا نام ہے جن کی رفعت وبلندی اور عظمت وسرفرازی کے سامنے بڑے بڑے کج کلاہان زمانہ سر خمیدہ نظر آتے ہیں۔ اور بھلا کیوں نہ ہو کہ آپ **الولد سر لابیہ** کے زندہ وجاوید نمونہ تھے۔ آپ کے والد ماجد مجدد اعظم امام اہل سنت مفتی الشاہ احمد رضا خان (۱۸۵۶۔۱۹۲۱ء) کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے علوم وفنون کے جن گنجہائے گراں مایہ سے مالا مال فرمایا تھا ان کا نقش تواب امتداد زمانہ کے ساتھ خواص کی انجمن سے نکل کر عوام کی بزم میں بھی سر کی آنکھوں سے ملاحظہ کیا جارہا ہے حضرت حجۃ الاسلام چونکہ اس عبقری باپ کے علمی، عملی اور فکری جانشین تھے اس لیے آپ کے اندر بھی فکر رضا اور علم رضا کی گھن گرج پوری آب وتاب کے ساتھ محسوس کی جاسکتی ہے۔

حضرت حجۃ الاسلام کی ذات علوم ومعارف کا وہ گہوارہ تھی جس کے حدود اربعہ کی پیمائش ظاہر بیں نگاہوں کے بس کا کام نہیں یہی وجہ ہے کہ ان کی ذات کے جس پہلو پر نظر ڈالیے معانی کی تہیں کھلتی چلی جاتی ہیں ان کی شخصیت میں گوناں گوں علوم وفنون کی ایسی ٹھاٹیں مارتی لہریں نظر آتی ہیں جنھیں دیکھ کر نگاہیں باغ باغ اور دل عش عش کرنے لگتا ہے۔ آپ کی حیات کا ایک ایک

گوشہ اہل علم وخرد کے لیے دلکشی اور جاذبیت کا تاج محل نظر آتا ہے۔آپ کی پوری زندگی خدمت خلق اور خدمت علم سے عبارت ہے۔ اللہ رب العزت نے علمی جلال کے ساتھ شفقت و محبت کے جذبہ فراواں سے بھی مال مال کیا تھا، ذہانت وفطانت کا یہ عالم تھا کہ طالب علمی کے زمانے میں جو کتابیں پڑھتے تھے ان پر عربی زبان میں حاشیہ تحریر فرماتے جاتے تھے، جن کتابوں پر آپ کے حواشی دستیاب ہوئے ہیں ان میں توضیح تلویح کے علاوہ ھدایہ اور بخاری جیسی اہم کتابیں شامل ہیں۔یہ اسی خداداد ذہانت کا ثمرہ تھا کہ آپ کی عربی دانی پر اہل زبان بھی انگشت بدنداں تھے۔

زبان وادب پر مہارت: حجۃ الاسلام کی زبان دانی، ان کی فصاحت و بلاغت، نثر نگاری اور شاعری خصوصاً عربی زبان وادب پر عبور اور مہارت کی تعریف علماے عرب نے بھی کی ہے۔ ۱۳۲۴ھ میں حجۃ الاسلام کے دوسرے حج وزیارت کے موقع پر عرب کے معروف عربی داں، حضرت شیخ سید حسن دباغ اور سید محمد مالکی ترکی نے آپ کی عربی دانی اور قابلیت کو خراج تحسین پیش کیا

حضور اعلیٰ حضرت کی عربی کتاب **الدولۃ المکیۃ** اور **کفل الفقیۃ الفاھم** کی طباعت کے وقت اعلیٰ حضرت کے حکم پر اسی وقت عربی زبان میں تمہیدات تحریر کردیں جنھیں دیکھ کر اعلیٰ حضرت بہت خوش ہوئے، خوب سراہا اور دعائیں دیں۔

حجۃ الاسلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے معاملہ فہمی اور نباضی میں بھی بہت درک عطا فرمایا تھا۔یہی وجہ ہے کہ آپ صرف سائل کے سوال کو ہی نہیں دیکھتے تھے بلکہ اس کے بین السطور سے جو مفہوم نکلتا تھا اس پر بھی آپ کی بڑی گہری نظر ہوتی تھی اور جواب دینے میں اس پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کرتے تھے۔اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل تحریر ملاحظہ کیجیے جس میں آپ نے جہاں گمراہوں کی گمراہی طشت از بام کی ہے وہیں پر گمراہوں کے پہچاننے کا طریقہ بھی بتادیا تاکہ عوام الناس بآسانی ان کے پرفریب چال سے محفوظ رہ سکیں۔

گمراہوں کو پہچاننے کا طریقہ

ایک جگہ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

مقدمہ اولی: مسلمانو! میں تمہیں پہلے ایک سہل پہچان گمراہوں کی بتاتا ہوں جو خود قرآن مجید وحدیث حمید میں ارشاد ہوئی۔ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں اتارا: ”**تبیانا لکل شیء** (یعنی) جس میں ہر چیز کا روشن بیان“ تو کوئی ایسی بات نہیں جو قرآن میں نہ ہو۔ساتھ ہی فرمادیا: ”**وما یعقلھا الا العالمون** (یعنی) اس کی سمجھ نہیں مگر عالموں کو“

اس لیے فرماتا ہے:

"فسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون (یعنی) علم والوں سے پوچھو اگر تم نہ جانتے ہو"

اور پھر یہی نہیں کہ علم والے آپ سے آپ کتاب اللہ کے سمجھ لینے پر قادر ہوں نہیں بلکہ اس کے متصل ہی فرمادیا:

"وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیهم (یعنی) اے نبی! ہم نے یہ قرآن تیری طرف اس لیے اتارا کہ تو لوگوں سے (اس کی) شرح بیان فرمادے، اس چیز کی جو ان کی طرف اتاری گئی"

اللہ اللہ قرآن مجید کے لطائف ونکات منتہی نہ ہوں گے، ان دو آیتوں کے اتصال سے رب العٰلمین نے ترتیب وار سلسلہ فہم کلام الٰہی کا منتظم فرمادیا کہ: اے جاہلو تم کلام علما کی طرف رجوع کرو اور اے عالم تم ہمارے رسول کا کلام دیکھو تو ہمارا کلام سمجھ میں آئے غرض ہم پر تقلید ائمہ واجب فرمائی اور ائمہ پر تقلید رسول اور رسول پر تقلید قرآن: ولله الحجة البالغة والحمد لله رب العٰلمين اللہ کے لیے حجۃ بالغہ ہے اور اللہ اسی کے لیے حمد ہے جو رب العٰلمین ہے

امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب مستطاب "میزان الشریعۃ الکبریٰ" میں اس معنی کو جابجا بتفصیل تام بیان فرمایا از اں جملہ فرماتے ہیں:

"لولا الرسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم فصل بشریعة ما اجمل فی قرآن بقی علی اجماله کما ان الائمة المجتهدین لو لم یفصلوا ما اجمل فی السنة لبقیت علی اجمالها وهکذا الی عصرنا هذا

پس اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شریعت سے مجملات قرآن کی تفصیل نہ فرماتے تو قرآن یونہی مجمل رہتا اور اگر ائمہ مجتہدین مجملات حدیث کی تفصیل نہ کرتے تو حدیث یونہی مجمل رہتی اور اسی طرح ہمارے زمانے تک کہ اگر کلام ائمہ کی علمائے مابعد شرح نہ فرماتے تو ہم اسے سمجھنے کی لیاقت نہ رکھتے"

تو یہ سلسلہ ہدایت رب العزت کا قائم فرمایا ہوا ہے جو اسے توڑنا چاہے وہ ہدایت نہیں چاہتا بلکہ صریح ضلالت کی راہ چل رہا ہے اسی لیے قرآن عظیم کی نسبت ارشاد فرمایا:

"یضل به کثیرا ویهدی به کثیرا اللہ تعالیٰ اسی قرآن سے بہتیروں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتیروں کو سیدھی راہ عطا فرماتا ہے"

جو سلسلہ ہدایت سے چلتے ہیں بفضلہ تعالیٰ ہدایت پاتے ہیں اور جو سلسلہ توڑ کر اپنی ناقص اوندھی سمجھ کے بھروسے قرآن عظیم سے بذات خود مطلب نکالنا چاہتے ہیں چاہ ضلالت میں گرتے ہیں اسی لیے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

سیاتی ناس یجادلونکم بشبهات القرآن فخذوهم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ۔

یعنی قریب ہے کہ کچھ لوگ ایسے آئیں گے کہ جو تم سے قرآن کے مشتبہ کلمات سے جھگڑیں گے تم انہیں حدیثوں سے پکڑو کہ حدیث والے قرآن کو خوب جانتے ہیں۔

رواہ الدارمی ونصر المقدسی فی الحجۃ واللالکائی فی السنۃ وبن عبد البر فی العلم وابن ابی زمین فی اصل السنۃ والدارمی والدارقطنی والاصبھانی فی الحجۃ ابن النجار (یعنی دارمی نے ابومقدسی نے حجۃ میں اور لالکائی نے سنۃ میں اور ابن عند البر نے العلم میں اور ابن ابوزمین نے اصول السنۃ میں اور دارقطنی اور اصبہانی نے حجۃ میں اور ابن نجار نے اس حدیث پاک کو روایت کی (فاروقی)

اسی لئے امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں:

الحدیث مضلۃ الا الفقھاء حدیث گمراہ کردینے والی ہے مگر ائمہ مجتہدین کو۔

تو وجہ وہی ہے کہ قرآن مجمل ہے جس کی توضیح حدیث نے فرمائی اور حدیث مجمل ہے جس کی تشریح ائمہ مجتہدین نے کردکھائی تو جو ائمہ کا دامن چھوڑ کر قرآن وحدیث سے اخذ کرنا چاہے بہکے گا اور جو حدیث چھوڑ کر قرآن سے لینا چاہے وادی ضلالت میں پیاسا مرے گا تو خوب؛ کان کھول کر سن لو اور لوح دل پر نقش کر رکھو کہ جسے کہتا سنو ہم اماموں کا قول نہیں جانتے ہمیں تو قرآن وحدیث چاہیے جان لو یہ گمراہ ہے اور جسے سنو کہ ہم حدیث نہیں جانتے ہمیں تو قرآن درکار ہے سمجھ لو کہ یہ بددین خدا کا بدخواہ ہے، پہلا فرقہ قرآن کی پہلی آیت **فاسئلوا اھل الذکر** یعنی اے لوگو! علم والوں سے پوچھو کا مخالف متکبر اور دوسرا طائفہ قرآن کریم کی دوسری آیت **لتبین للناس مانزل الیھم** یعنی لوگوں کو اس کی شرح بیان فرمادیں جو ان کی طرف اترا کا منکر ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے پہلے فرقہ مخزولہ کا رد اس حدیث میں فرمایا کہ ارشاد فرماتے ہیں:

الا سألوا اذا لم یعلموا فانما شفاء العی السوال کیوں نہ پوچھا جب نہ جانتے تھے کہ تھکنے کی دوا تو پوچھنا ہے۔ رواہ ابوداؤد عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنھما یعنی اس حدیث پاک کو امام داؤد نے حضرت جابر ابن عبد اللہ سے روایت کی۔ (فاروقی)

الا انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ الا یوشک رجل شعبان علی اریکۃ یقول علیکم بھذا القرآن فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ وان ماحرم رسول اللہ ﷺ کما حرم اللہ۔

یعنی سن لو مجھے قرآن عطا ہوا اور قرآن کے ساتھ اس کا مثل، خبردار نزدیک ہے کہ کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر پڑا کہے یہی قرآن لیے رہو اس میں جو حلال پاؤ اسے حلال جانو اور جو حرام پاؤ اسے حرام مانو حالانکہ جو چیز رسول اللہ ﷺ نے حرام کی وہ اسی کے مثل ہے جو اللہ نے حرام

فرمائی۔ رواہ الائمۃ احمد و الدارمی و ابو داؤد و الترمذی و ابن ماجہ ا بن الہ قدام بن معدیکرب و نحوہ عندھم ما خلا الدارمی داؤد عن العرباض بن ساریۃ۔

(یعنی اس حدیث پاک کو امام احمد، والدارمی و ابوداؤد امام ترمذی و ابن ماجہ ابن المقدام بن معدیکرب سے روایت کیا اور ایسے ہی ان کے نزدیک سوائے دارمی کے اور امام بیہقی کے نزدیک دلائل میں حضرت ابورافع سے اور ابوداؤد کے نزدیک عرباض ابن ساریہ سے روایت کیا ۔فاروقی)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشن گوئی کے مطابق اس زمانہ فساد میں ایک تو پیٹ بھرے بے فکر نیچری حضرات تھے جنھوں نے حدیثوں کو یکسر رد کر دیا اور بزور زبان قرآن پر دارومدار رکھا حالانکہ واللہ وہ قرآن کے دشمن اور قرآن ان کا دشمن وہ قرآن کو بدلنا چاہتے ہیں اور مراد الٰہی کے خلاف اپنی ہوائے نفس کے موافق اس کے معنی گڑھنا۔

اب دوسرے یہ حضرات نئے فیشن کے مسیحی اس انوکھی آن والے پیدا ہوئے کہ ہم کو صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہیے جس کے تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں ہے تو بات کیا ہے کہ یہ دونوں گمراہ طائفے دل میں خوب جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں ان کا ٹھکانا نہیں حضور کی روشن حدیثیں اب کے مردود خیالات کے صاف پرزے پارچے بکھیر رہی ہیں اسی لئے اپنی بگڑی بنانے کو پہلے ہی دروازے بند کرتے ہیں کہ ہمیں صرف قرآن سے ثبوت چاہیے جس میں عوام بیچاروں کے سامنے اپنے سے لگتے لگالینے کی گنجائش ہو۔

مسلمانو! تم ان گمراہوں کی ایک نہ سنو اور جب تمہیں قرآن میں شبہ ڈالیں تم حدیث کی پناہ لو اگر اس میں ایں اور آں نکالے تم ائمہ کا دامن پکڑو اس تیسرے درجے پر آکر حق و باطل صاف کھل جائے گا اور ان گمراہوں کا اڑایا ہوا غبار حق کے برستے ہوئے بادلوں سے دھل جائے گا، اس وقت یہ ضال مضل طائفے بھاگتے نظر آئیں گے:

کانھم حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ۔ یعنی وہ گویا بھڑکے ہوئے گدھے ہوں کہ شیر سے بھاگے ہوں (کنز)

اول تو حدیثوں ہی کے آگے انہیں کچھ نہ بنے گی صاف منکر ہو بیٹھیں گے اور وہاں کچھ چوں چرا کی تو ارشاد ائمہ معانی حدیث کو ایسا روشن کر دیں گے کہ پھر انھیں یہی کہتے بن آئے گی کہ ہم حدیث کو نہیں جانتے یا اماموں کو نہیں مانتے، اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ ان کا امام ابلیس لعین ہے جو انہیں لیے پھرتا ہے اور قرآن وحدیث و ایمہ کے ارشادات پر نہیں جمنے دیتا **لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**

یہ نفیس جلیل فائدہ ہمیشہ کے لئے محفوظ رکھو ہر جگہ کام آئے گا اور باذن اللہ ہزار گمراہیوں

سے بچائے گا۔ (فتاویٰ حامدیہ ص ۱۲۶۔ ۱۳۳)

فقہ وافتا کے میدان میں آپ کے فضل وکمال کا تذکرہ کرتے ہوئے ''**فتاویٰ حامدیہ**'' کے مرتب محب گرامی مفتی عبدالرحیم نشتر رقمطراز ہیں۔

''فقہ اور افتا کا میدان اس قدر سنگلاخ اور دشوار گزار ہونے کے باوجود حجۃ الاسلام کے فتاوی کا مطالعہ کرنے سے یہ امر اظہر من الشمس وابیض من الامس ہوجاتا ہے کہ آپ اس خاردار اور پرپیچ وپتھریلے میدان کے بھی شہسوار اور یگانہ روزگار تھے اور کیوں نہ ہوں کہ آپ حجۃ الاسلام تھے۔

حجۃ الاسلام کے نام کی مہر میں درج تاریخ ۱۳۱۲ھ سے پتہ چلتا ہے کہ امام اہل سنت نے اسی سال اپنے اس لائق وفائق بیٹے کو کار افتا کے لیے تیار کردیا تھا تو گویا حجۃ الاسلام نے ۱۳۱۲ھ تا ۱۳۶۲ھ فتاوی نویسی فرمائی، آپ کی اس پچاس سالہ فتاوی نویسی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس فن میں بھی امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کی کماحقہ نیابت کی ہے لیکن افسوس کہ آپ کے سارے فتاویٰ محفوظ نہ رہ سکے، کاش فقہ اور افتا اور علوم ومعارف کے اس بحر ذخار کے تمام فتووں کا ریکارڈ محفوظ وموجود ہوتا تو یقینا علم دوست اور اہل ذوق خصوصا ارباب افتا کے لیے ایک عظیم علمی وفقہی سرمایہ فراہم ہوجاتا۔

تاہم آپ کے وہ فتاویٰ جو زمانے کے دست برد سے کسی طرح محفوظ رہ سکے نذر قارئین ہیں جو آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اصول فقہیہ اور فقہائے احناف کے محقق، مرجح وموفق اور مختار ومفتی بہ اقوال اور ارشادات سے منور ومزین ہیں۔'' فتاویٰ حامدیہ ص ۹۵

فتاویٰ حامدیہ حضور حجۃ السلام کے علم کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا وہ سمندر ہے۔ جسے نبیرہ اعلیٰ حضرت مولانا محمد عمران رضا قادری برکاتی اور مفتی عبدالرحیم نشتر قادری نے جمع کرکے اپریل سنہ ۲۰۰۳ء میں ادارہ اشاعت تصنیفات رضا بریلی شریف کے توسط سے سرمۂ نگاہ بنایا ہے، اس مجموعے میں اگرچہ کل ۱۳ ہی فتاویٰ شامل ہیں مگر کتاب کی ضخامت ۲۰۶ رصفحات پر مشتمل ہے، جس سے اس کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے ہر مسئلہ کی تنقیح وتشریح میں دلائل کے انبار لگادے ہیں۔ مسائل کی تفہیم کے لیے جب دلائل پیش کرنا شروع کرتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ قرآن وحدیث کے الفاظ اور فقہ کے جزئیات نوک قلم پر مچلتے نظر آرہے ہیں۔ اپنے موقف کے اثبات میں ایسے مستحکم اور مضبوط شواہد پیش کرتے ہیں کہ مخالف کو قبول کے علاوہ چارہ نظر نہیں آتا۔ بطور نمونہ فتاویٰ حامدیہ سے دو سوالوں کی وضاحت کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے کیونکہ دونوں جوابات سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہیں۔ جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۱) پہلا سوال حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق ہے۔ آپ سے سوال کیا گیا:

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ذی حیات آسمان پر اٹھائے گئے تھے؟

اس کے جواب میں آپ نے چالیس سے زیادہ احادیث مبارکہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پوری کیفیت اور قرب قیامت کے مکمل حالات بیان فرما کر سائل کو مکمل طور پر مطمئن فرما دیا۔

(۲) دوسرا مسئلہ قنوت نازلہ کے تعلق سے ۱۳۱۵ھ میں ایک شخص نے جمہور علمائے فقہ کے مسلک کے خلاف اپنی ذہنی اختراع سے خلاف واقعہ ایک کتابچہ "ضروری سوال" کے نام سے لکھ کر عوام الناس میں بے چینی پھیلا دیا اس خلجان کو دور کرنے کے لیے ایک صاحب مندرجہ ذیل سوالات آپ کی خدمت میں بھیج کر جواب کے متقاضی ہوئے۔

سوال نمبر (۱)۔۔۔ اس تحریر میں جو حکم اس نے قرار دیا کہ نماز فجر میں قنوت پڑھنا وقت فتنہ وفساد وغلبہ کفار جائز وباقی منسوخ ہے اور باقی کسی سختی مثلاً طاعون ووبا کے وقت جائز نہیں یہ حکم تفصیلی ہمارے ائمہ کا ہے یا اس شخص کا اپنا اختراع ہے؟

(۲)۔۔۔ طاعون یا وبا کے لیے قنوت ماننے کو کذب و بہتان بتانا علمائے کرام وفقہائے اعلام کی شان میں گستاخی ہے یا نہیں؟ وغیرہ وغیرہ

اس قسم کے سات سوالات پر مشتمل استفتا آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس کا جواب دیتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں۔

جواب: تحریرات مذکورہ نظر سے گزریں "ضروری سوال" میں جو حکم اختیار کیا ہے محض خلاف تحقیق ہے ہمارے ائمہ کرام کی تصریحات کتب متون دیکھیے تو عموماً یہ ارشاد ہے کہ غیر وتر میں قنوت نہیں ان میں قنوت غلبہ کفار کا کہیں بھی استثنا نہیں اور اگر تحقیقات جمہور شارحین کرام پر نظر ڈالیے تو مطلقاً نازلہ کے لئے قنوت لکھتے ہیں خاص فتنہ وغلبہ کفار کی ہرگز قید نہیں لگاتے۔

فتاویٰ حامدیہ ص ۲۹۱

اس کے بعد آپ نے پچاسوں قدیم کتابوں سے دلائل کا جو انبار لگایا ہے اسے دیکھ کر آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں۔ میرا یقین کہتا ہے کہ اس جواب کی جامعیت اور دلائل کی کثرت کو دیکھ کر کوئی بھی ذی ہوش آپ کے وفور علم کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا، جب کہ اس وقت آپ کی عمر شریف بمشکل ۲۳ رسال کی تھی۔

یہی وجہ ہے کہ اس وقت کے اکابرین نے جب آپ کے جواب کو ملاحظہ کیا تو وہ آپ کی

عظمت کالوہا ماننے پر مجبور ہو گئے۔ تفصیل کے لیے ''فتاویٰ حامدیہ'' صفحہ نمبر ۳۶۸ سے ۴۲۱ ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

آپ کے جواب پر صحت وصداقت کی مہر لگانے والوں میں مجدد ملت امام اہل سنت، مفتی الشاہ احمد رضا خان محدث بریلوی، محدث سورتی علامہ وصی احمد قادری، حضرت مفتی محمد سلامت اللہ قادری، حضرت مفتی محمد اعجاز حسین رامپوری، حضرت مفتی محمد ظہور الحسن رامپوری، حضرت مفتی عبد الباقی لکھنوی، حضرت مفتی محمد عبداللہ پٹنوی، حضرت مفتی محمد نجم الدین داناپوری، حضرت مفتی محمد وحید فردوسی عظیم آبادی، حضرت مفتی محمد نبی بخش عظیم آبادی وغیرہ جیسی نابغۂ زمانہ ہستیاں شامل ہیں۔

فتاویٰ حامدیہ کی عظمت اور حجۃ الاسلام کے تبحر علمی کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے جامعہ نوریہ کے وائس پرنسپل علامہ محمد عزیز الرحمٰن رضوی بریلوی رقمطراز ہیں۔

> ''فتاویٰ حامدیہ'' کا مطالعہ کرنے کے بعد حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے تبحر علمی، فقیہانہ بالغ نگاہی، طرز استدلال اور طریق استناد کی داد دینی پڑتی ہے کہ آپ جزئیات کے استنباط اور طریق استدلال میں ان تمام جہات اور اصول کو پیش نظر رکھتے تھے جو ایک بالغ نظر فقیہ کے لیے ضروری ہے۔''

مختصر یہ کہ ''فتاویٰ حامدیہ'' حجۃ الاسلام کی کتاب حیات کا وہ درخشندہ اور نمائندہ باب ہے جس کے سرناموں سے آپ کی فقید المثال شخصیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ آپ نے اپنی معلومات کے سمندر کو جس طرح سے اس کوزہ میں بند کیا ہے اس سے صرف آپ کی فقہی مہارت ہی نہیں بلکہ دیگر علوم وفنون مثلاً حدیث، تفسیر، کلام، ادب اور تاریخ وغیرہ پر بھی آپ کی گہری اور باریک نظر کا سراغ ملتا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ کے وہ علمی جواہر پارے جو ابھی تک زینت طاق نسیاں بنے ہوئے ہیں ان پر بھی ذمہ دار اور اہل نظر حضرات توجہ دیں تاکہ جماعتی اور مشربی قد میں اور چار چاند لگ سکے۔

□□□

حجۃ الاسلام کی تاریخ گوئی

ڈاکٹر محمد امجد رضا امجد

حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا کی تاریخ گوئی ان کی شاعری اور ان کے فقاہت کی طرح عظیم اور اہمیت کی حامل ہے۔ اعلیٰ حضرت کے جانشین ہونے کی حیثیت جہاں علوم فنون کے دیگر شعبوں میں آپ کے بیکراں صلاحیت کا اندازہ ہوتا ہے وہیں تاریخ گوئی میں بھی ان کی مہارت تسلیم کرنی پڑتی ہے۔

اعلیٰ حضرت کی تاریخ گوئی پر بہت زیادہ مقالے تو نہیں لکھے گئے مگر ان کے سوانح نگاروں نے اس پہلو پر بھی روشنی ڈالی ہے خاص کر ملک العلما علامہ ظفر الدین بہار علیہ الرحمہ نے اولین سوانح امام احمد رضا ''حیات اعلیٰ حضرت'' جلد۔۔۔ میں اس حوالے جو شواہد پیش کئے ہیں وہ قابل توجہ ہیں۔ چناں چہ وہ لکھتے ہیں:

> عالم الغیب والشہادہ علیم وخبیر جل جلالہ نے اپنی قدرت کاملہ سے اعلیٰ حضرت کو جملہ کمالات انسانی کو جو ایک ولی اللہ یکتائے زمانہ میں ہونے چاہئیں بروجہ کمال جمع فرمادیا تھا، جس وصف کمال کو دیکھئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اسے تمام عمر صرف فرما کر اس کو حاصل فرمایا ہے، اور اس میں کمال پیدا کیا ہے حالانکہ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض موہبت عظمیٰ ونعمت کبریٰ ہے ایک ادنی توجہ سے زیادہ اس کی طرف توجہ صرف نہیں فرمائی، ازاں جملہ تاریخ گوئی ہے اس میں وہ کمال اور ملکہ تھا کہ انسان جتنی دیر میں کوئی مفہوم لفظوں میں ادا کرتا اعلیٰ حضرت اتنے ہی دیر میں بے تکلف تاریخی مادے اور جملے فرمادیا کرتے تھے جس کا بہت بڑا ثبوت حضور کی کتابوں میں اکثر وبیشتر کا تاریخی نام اور وہ بھی ایسا چسپاں کہ بالکل مضمون کتاب کی توضیح وتفصیل کرنے والا''

اسی طرح حجۃ الاسلام کے اکثر سوانح نگاروں نے بھی ان کے بارے یہی لکھا کہ وہ اس فن

میں کمال رکھتے تھے، چنانچہ ماہر رضویات پروفیسر مسعود احمد مظہری لکھتے ہیں:

حجۃ الاسلام کو تاریخ گوئی میں بھی بڑا کمال تھا انہوں نے اردو، فارسی، عربی میں کئی تاریخیں کہی ہیں۔ مسجد جکشن بریلی جب تیار ہوئی تو پانچ عربی اشعار پر مشتمل فی البدیہہ قطعہ تاریخ تعمیر ارشاد فرمایا، ۴ر دسمبر ۱۹۹۲ کو فقیر نے بھی اس مسجد کی زیارت کی۔ حجۃ الاسلام نے علامہ محمد عبدالکریم سندھی کے وصال پر ۶ر فارسی اشعار کا قطعہ تاریخ وفات قلم بند فرمایا تھا"

ملاحظہ کریں وہ قطعہ تاریخ جس کا ذکر مسعود ملت نے کیا۔ یہ قطعہ تاریخ جہاں حجۃ الاسلام کی تاریخ گوئی اور ان کی مہارت پہ دال ہے وہیں ان کی عربی ادب پہ دسترس کا بین ثبوت ہے اہل نظر خود ہی اس کا فیصلہ کر سکتے ہیں، ملاحظہ کریں

انما یعمر المساجد من		آمن باللّٰہ والاخری
من بناہ بنا لہ اللہ		بیت دُر بجنۃ الماوی
اسہ من کرامۃ لابی		ذالمجد دفیا لنا البشری
شکر اللہ سعی قیمہ		ذی محمد رضا نقی رِضیٰ
بخ لعمری بناہ ما اشمخ		ارخ اسہ فایہ نجل و رِضیٰ
قلت۔ سبحان ربی الاعلیٰ		مسجد اسس علی التقوی
+ 474		1328 = 854 ھ

(معارف رضا، کراچی شمارہ ہفتم، ۱۹۸۷)

تاج المحققین سراج المدققین حضرت مولانا محمد ظہور حسین فاروقی نقشبندی مجددی رامپوری مولانا ظہور الحسین کی ولادت ۱۸۵۷ میں ہوئی آپ حضرت مولانا ارشاد حسین رامپوری کے بھانجے تھے، ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا نیاز اللہ فاروقی مجددی سے فارسی اور مولانا امداد حسین سے عربی کی تعلیم حاصل کی۔ علامہ عبدالحق خیرآبادی سے معقولات کا درس لیا دینیات حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین سے پڑھی فراغت کے بعد تدریسی امور پر فائز ہوئے پھر از ہر ہند منظر اسلام کے صدر مدرس ہوئے اور وہیں تدریس کا اختتام بھی ہوا شمس العلما کے خطاب سے ملقب ہوئے اور سن ۱۲ر جمادی الاخریٰ ۱۳۴۲ھ میں وصال ہوا
تاریخ وصلہ ۱۳۴۲ھ

قد نعینا نعینانعی الیقین	انما متناوماجاء الیقین
موتة العالم ممات العالمین	ثلمة فی الدین ھٰذا ماندین
الثلم دین النبی الثلم	ثلمة فی ای دین ای دین
قد لعمری طن طب طابن	کان فی الذات یمین بالیمین
کان حرا کان تجراباذخا	فی علوم العقل والنقل الزرین
کان صوفیا صفیاصافیا	فی حسان الوجه کالماء المعین
کان ضربا کان غراصالحا	من عباد اللہ ولی الصالحین
بارا برا تقیا عابدا	فی دیار جیر لیالی الساھرین
کان قرما کان شھما شافحا	فی میان دین الوعی لیث العرین
مات من من موته مات العلوم	والمواعظ وادراس الطالبین
شمروا عن ساق جد فی الطلب	اطلبوالعلم ولاکان بصین
لیس فینا من یدانی فضله	من وجوہ الفضل ذو فضل مبین
انما نشکوا الی اللہ ثینا	من بعاد الخذن من بین الخذین
عم صباحا یا ابا نور الحسین	السلام طبتم من حور عین
مرحبا اھلا وسھلا مرحبا	لیمن اللہ نعم دارالآخرین

حاک ارخ الوصل یاحامد رضا

آیہ رضوان ادخلوھا خالدین

1342ھ

ترجمہ

بیشک اس میں ایک خبردی گئی ہے، جس سے ہم بے موت مر گئے

عالم کی موت تمام عالم کی موت ہے، اور دین میں رخنہ ہے یہ بات یقینی ہے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دین رخنہ دار ہوگیا، کس دین میں رخنہ ہوگیا اور کیسا دین رخنہ دار ہوگیا

میری جاں کی قسم ایسے ماہر حاذق نے وصال فرمایا، جو اصحاب یمین یعنی اصحاب جنت میں برکت والے تھے

عالم تھے اور بحر ذخار تھے، بہترین علوم عقلیہ ونقلیہ میں

صوفی بزرگ اور صاحب صفا تھے منور چہرے والے اولیاء اللہ میں مثل آب جاری کے تھے
صاحب ذہن رسا اور منور پیشانی اور اللہ کے بندوں میں صالح تھے، جو تمام صالحین کا مالک و مولا ہے۔
نیکوکار، نیک، تاریکیوں میں پرہیزگار اور جاگنے والوں کی راتوں میں عبادت گزار تھے۔
سردار، ذہین اور دل والے بلند مرتبہ تھے، جنگ کے میدان میں کچھار کے شیر تھے۔
انہوں نے انتقال فرمایا جن کے انتقال سے عالم کا انتقال ہو گیا، مواعظ اور طلبہ کے درس و تعلیم کو موت آ گئی
علم کی طلب میں کوشش کی ساق سے پائنچے چڑھا کر سعی کرو، علم طلب کرو اگرچہ چین میں ہو
اب ہم میں کوئی ایسا نہیں جوان کے علم و فضل کے قریب ہو، فضل والوں میں وہ ظاہر روشن فضل والے تھے۔
ہم اللہ کی طرف اپنے رنج و غم کی شکایت کرتے ہیں جو ہمیں دوست کی جدائی اور محبوب کے فراق سے حاصل ہوا ہے۔
اے مولانا انوار الحسین کے والد بزرگوار! جنت کی صبح میں مزے کیجیے
حوارن عین کا "سلام علیکم طبتم" کہنا آپ کو مبارک ہو، حوروں نے آپ سے مرحبا اھلا و سھلا مرحبا کہا۔
اے حامد رضا وصال کی تاریخ پیش کرو، آیت رضوان کہہ دو "ادخلوھا خالدین" (۱۳۴۲ھ)
اعلیٰ حضرت کے وصال پہ یہ قطعات کہے۔
نور اللہ ضریحہ ۱۳۴۰۔ شیخ الاسلام والمسلمین ۱۳۴۰۔ امام ہدایۃ السنۃ الحاج احمد رضا ۱۳۴۰۔ الھاد البریلوی القادری البرکاتی ۱۳۴۰۔
رضی اللہ الحق عنہ ۱۳۴۰ھ۔ ھم اولیا تحت قبائی لا یعرفھم غیری ۱۳۴۰ھ۔ راح شیخ الکل فی کل ۱۳۴۰ھ۔ راز دار راز رازی سید سرسری ۱۳۴۰ھ۔ مولوی و معنوی قرآں زبانت مادری ۱۳۴۰ھ۔ (عنایت محمد خاں غوری، تذکرہ جمیل)
ان کے معاصر عالم مولانا عبدالکریم درس کا کراچی میں انتقال ہوا تو آپ نے عربی فارسی میں نظم و نثر میں تواریخ وصال (۱۳۴۴) کی تاریخ کہہ کر اس کے ذیل میں کئی تاریخیں کہیں چند یہ ہیں
مولانا مکرمی شاہ عبدالکریم درس، حضرت مولانا و بکل مجد اولینا، مولانا القرشی الصدیقی الکرانچوی، الشھداء عند ربھم ھم اجرھم ونورھم، ادخلوھا خالدین بھا، النوری الرضوی ۱۳۴۴)

درس عبد الکریم عبد کریم		کرد جاں خودش بحق تسلیم

موت العالم لمیتۃ العالم		ثلمۂ دین احمد بے میم
روح الرواح وسقاہ		زاب کوثر وجعفر و تسنیم
درس وعظ حمایت سنت		رد بدعات وطرف اہل جحیم
امر معروف نہی عن المنکر		کار او بود درحیات عبد کریم
درس دین نبی بگو حامد		ختم شد در کراچی والتسلیم
		1344

اسی طرح ماہنامہ تحفہ حنفیہ پٹنہ کے مدیر مولانا ضیاالدین ہمدم پیلی بھیتی کی کتاب ''توضیح ملل'' کی اشاعت کے موقع سے یہ شاندار قطعہ تاریخ کہا

پڑھی جس نے یہ نظم عالی و دلکش
تو بیساختہ اوس نے کی مدح وتحسین
کہ ہر شعر اسکا ہے عقد ثریا
ہیں کان فصاحت تمامی مضامین
جو ہر سطر میں اسکے زیب وضیا ہے
کہاں کہکشاں میں ہے وہ نور وآئین
حقیقت میں لکھی ہے یہ نظم ایسی
کہ چمکی فن شعر کی جس سے تمکین
کہا قلب نے سال تصنیف اسکا
لکھا جائے باخوبی وحسن وتزئین
تو حامد کو فوراً ذبیر فلک نے
ندادی کہ نام خدا نظم پر دین
۱۳۲۴ھ

اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ حجۃ الاسلام تاریخ گوئی میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔

حجۃ الاسلام اور علمائے بہار

: مولانا محمد قمر الزماں مصباحی مظفر پوری پرنسپل الجامعۃ الرضویہ پٹنہ

حضور حجۃ الاسلام، شیخ الانام علامہ حامد رضا قادری قدس سرہٗ کی عبقری شخصیت بزم دین ودانش اور جہان فضل وتقویٰ میں محتاج تعارف نہیں۔ آپ کی بلند رتبہ ذات والا صفات کو سمجھنے کے لیے اعلیٰ حضرت، مجدد اسلام امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ کا فرمان "حامد منی وانا من حامد" کافی ہے۔ اس ایک جملہ میں آپ کے علوئے مرتبت کی پوری کائنات آباد ہے جس طرح حسن ظاہر میں لاجواب تھے خلاق عالم نے حسن باطن سے بھی ویسا ہی نوازا تھا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ کے زمانہ ظاہر میں اہل بہار سے آپ کا جو علمی، فکری اور مذہبی ودینی رشتہ استوار تھا بعد وصال بھی رشتے کے اس تقدس میں کوئی کمی نہیں آئی۔ آپ کے بعد آپ کے شہزادوں نے اس اسلامی رشتوں کو بحال رکھا۔ جس طرح امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ کی اہل بہار پر نوازشیں رہیں آپ کے شہزادگان والا تبار نے اپنی عنایتوں اور فیض بخششیوں سے آنکھیں نہیں موندیں۔ چنانچہ حجۃ الاسلام اپنے دور حیات میں اکثر بہار قدم رنجہ فرماتے رہے اور آپ کے زمانہ تدریس ونظامت میں بہار کے بہت سارے طلبہ جامعہ منظر اسلام بریلی شریف میں تعلیم حاصل کرتے رہے اور دستار فضیلت سے نوازے گئے، آپ کے نامور تلامذہ میں محدث اعظم بہار حضرت علامہ حسان علی فیض پوری، مفتی اعظم کانپور، امین شریعت اول حضرت علامہ رفاقت حسین مظفر پوری، مفتی اعظم گجرات حضرت علامہ مفتی عزیز الرحمٰن فیض پوری، قاضی شریعت حضرت علامہ قاضی فضل کریم فیض پوری اور فاضل جلیل حضرت علامہ ظفر الحسن ظفر پوکھریروی علیہم الرحمہ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ ان میں اکثر شاگرد ومرید ہونے کے ساتھ آپ کے خلیفہ بھی ہیں۔ ان کے علاوہ مترجم قرآن، محب اعلیٰ حضرت حضرت علامہ شاہ عبد الرحمٰن قدس سرہٗ کے فرزند اکبر جلالۃ العلم حضرت علامہ ولی الرحمٰن قدس سرہٗ کو بھی آپ

نے اپنی اجازت وخلافت سے نوازا یہاں انہیں شخصیتوں کا ذکر مقصود ہے جو سرکار حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کی بارگاہ علم وفضل کے فیض یافتہ ہیں۔

تاجدار ترہت علامہ ولی الرحمٰن پوکھیر یروی:

آپ کی ولادت شمالی بہار کی مردم خیز بستی پوکھیرا میں ۱۳۰۶ھ میں ہوئی۔ آپ بچپن سے ہی نہایت ذہین واقع ہوئے تھے اس لئے والد گرامی حضرت سرکار محبیؔ علیہ الرحمہ نے اچھے، ذی استعداد اور قابل اساتذہ کی نگرانی میں آپ کی تعلیم وتربیت کا انتظام فرمایا اور خود بھی خاص خیال رکھا۔ خدائے علیم وخبیر نے آپ کو ایسی قوت دراکہ اور قوت حافظہ سے نوازا تھا کہ جس فن کی کتاب ایک بار مطالعہ سے گزر جای ہمیشہ کے لیے ذہن پر نقش ہو جاتی جب ابتدائی تعلیم سے فارغ ہوئے والد محترم نے اعلیٰ حضرت کے خلیفہ وشاگرد حضرت علامہ رحیم بخش آروی قدس سرہٗ کے بارگاہ میں بھیج دیا وہاں پہنچ کر ان کی بارگاہ فیض سے خوب سیرابی حاصل کی۔ حضرت علامہ رحیم بخش آروی قدس سرہٗ آپ کی ذکاوت اور علمی استحضار کو دیکھ کر نہایت مسرور ہوئے اور علمی نکات اور فنی باریکیوں سے انہیں آگاہ کرتے آرہ سے پیلی بھیت چلے گئے اور وہاں محدث سورتی حضرت علامہ وصی احمد اور حضرت شاہ ضیاء الدین علیہما الرحمہ سے اکتساب فیض کیا اور جملہ علوم وفنون کی تکمیل کے بعد سند فضیلت حاصل کی۔ ظاہری علوم کے بعد سلوک وتصوف اور صفائے قلب کی طرف متوجہ ہوئے تو قدرت نے دریائے روحانیت کے شناور عارف حق حضرت سرکار آسی غازی پوری کی بارگاہ میں بھیج دیا جہاں تزکیۂ نفس اور تصفیۂ روح کی دولت میسر آئی۔ مزید روحانی ارتقاء کے لیے مجذوب کامل حضرت شاہ نعمت علی خاکی بابا قدس سرہٗ کی پاکیزہ معیت مل گئی جن کی صحبت وروحانیت نے ذرے کو اوج ثریا تک پہونچا دیا۔

آپ ایک جید عالم دین، پرسوز قائد ورہنما، بے بدل مناظر ہونے کے ساتھ عابد شب زندہ دار اور عظیم شیخ طریقت بھی تھے۔ جب آپ نے ارشاد وہدایت کی طرف توجہ فرمایا تو شمالی بہار اور ملک نیپال کا نصف حصہ آپ کے دامن روحانیت میں سمٹ آیا آج ملک نیپال میں علم ودانش اور دین وسنیت کی جو بہاریں ہیں اسی مرد قلندر کی محنت شاقہ، سوز دروں، آہ نفس اور جہد مسلسل کا نتیجہ وثمرہ ہے۔ آپ نے بے شمار افراد کے ہاتھوں میں مسلک اعلیٰ حضرت کا علم تھما دیا اور بریلی شریف سے اتنا قریب کر دیا کہ آج بھی ان کی نسلوں کی زبانوں پر عشق رضا کے نغمے مچل رہے ہیں اور ان

کے طاق زندگی میں محبت رضا کے دیئے جل رہے ہیں اور جب مسند تدریس کو زینت بخشی تو اپنی درسگاہ علم وشعور سے ایسے ایسے گل ولالہ کھلائے کہ اس کی خوشبو سے دماغ سنیت معطر ہے جب آپ تفسیر وحدیث کا درس دیتے تو ایسا لگتا کہ علم موجیں لے رہا ہے اور معارف کا ایک سمندر ہے جو ابلتا جا رہا ہے آپ کے شاگردوں کی ایک لمبی فہرست ہے جس میں چار نام اس قدر نمایاں ہیں جو پورے جہان علم پر بھاری ہیں۔

محدث اعظم بہار حضرت علامہ احسان علی فیض پوری سابق شیخ الحدیث جامعہ منظر اسلام بریلی شریف، مفتی اعظم گجرات علامہ مفتی عزیز الرحمٰن صاحب شیخ الحدیث دار العلوم شاہ عالم گجرات، قاضی شریعت حضرت علامہ قاضی فضل کریم صاحب اور استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی مطیع الرحمٰن صاحب نوری پوکھریروی علیہم الرحمہ یہ وہ شخصیات ہیں جو اپنے اپنے وقت کے غزالی دوراں اور رازی زماں تھے۔

بیعت وخلافت: شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ عبد الرحمٰن سرکار محبیٰ قدس سرہٗ کے عرس چہلم میں حضور حجۃ الاسلام قدس سرہٗ نے جملہ سلاسل کی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا اور نماز جمعہ میں خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ”اے پوکھریرا اور نواحی پوکھریرا والو! اگر تم لوگوں کو مولانا ولی الرحمٰن کی اقتدار میں نماز پڑھنے کا موقع مل جائے تو سمجھ لینا کہ حامد رضا کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے۔“

وصال پر ملال: یکم جمادی الاولیٰ بروز شنبہ ۱۳۷۰ھ صبح کے وقت آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کی اس وقت آپ کی عمر شریف ۶۴ رسال کی تھی اپنے والد گرامی کے پہلو میں دفن ہوئے۔

محدث اعظم بہار علامہ احسان علی قدس سرہٗ:

آپ ۱۳۱۶ھ فیض پور ضلع سیتامڑھی میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا میں حاصل کیا۔ سرکار محبیٰ کے علمی وروحانی جانشین حضرت علامہ ولی الرحمٰن قدس سرہٗ سے کافیہ قدوری تک کی کتابیں پڑھیں۔ ۱۳۳۲ھ میں دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف میں داخلہ لیا اور وہاں کے اساتذۂ فن سے نہایت محنت وجانفشانی کے ساتھ اکتساب فیض کرتے رہے اور سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے عرس چہلم کے موقع سے دستار فضیلت سے نوازے گئے

اور فراغت کے بعد دائرۃ العلوم منظر اسلام میں مدرس مقرر ہوئے۔ چند ہی دنوں میں آپ کی تدریسی صلاحیتوں کا غلغلہ بلند ہونے لگا اور درس گاہ کے علاوہ قیام گاہ پر طلبہ کی بھیڑ لگی رہتی اور اپنے جام علم سے سب کو سیراب کرتے رہتے، کم وبیش منظر اسلام میں پچاس سال تک مسند تدریس کو زینت بخشی جس میں چالیس سال شیخ الحدیث کے منصب جلیل پر فائز رہے اور قابل فخر علماء ومفکرین کی جماعت پیدا کی۔ ہزاروں طلبہ آپ کے خوان پر نعمت سے فیضاب ہوئے اور ملک وملت کا نام روشن کیا۔ آپ کو بھی حضور حجۃ الاسلام سے بیعت وخلافت حاصل ہے اور ان کے درسی فیضان سے بھی مالا مال ہوئے۔ آپ کا وصال ۲ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ میں ہوا اور اپنے آبائی وطن فیض پور میں گھر سے متصل مزار پر انوار ہے۔

حضرت قاضی فضل کریم قدس سرہٗ:

آپ کی پیدائش ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹۱۶ء فیض پور ضلع سیتا مڑھی میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی۔ مدرسہ حمیدیہ قلعہ گھاٹ دربھنگہ میں مولانا مقبول احمد اور مولانا منظور احمد صاحب قدس سرہما سے متوسطات کی کتابوں کا درس لیا اور اعلیٰ تعلیم کے لیے حضرت علامہ احسان علی قدس سرہٗ کے ہمراہ بریلی شریف چلے گئے ۱۳۵۸ھ میں دستار فضیلت حاصل کی اور فراغت کے بعد سرکار حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کی خدمت میں رہ کر افتاء کی مشق کی زمانہ طالب علمی میں ہی حضور حجۃ الاسلام کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ مرشد گرامی کی مزدی توجہ ہوئی اور ۱۳۵۹ء میں اجازت وخلافت سے بھی سرفراز فرمایا کچھ دنوں مدرسہ علیمیہ دامودر پور صدر المدرسین کے عہدے پر بحال ہوئے مگر حضور ملک العلماء کے حسب الحکم پٹنہ تشریف لائے درگاہ شاہ ارزاں کے ولی عہد کی تعلیم کے لئے اتالیق مقرر ہوئے اور انہیں فاضل تک کی منتہی کتابوں کا درس دیا اسی درمیان گورنمنٹ ہائی اسکول میں فارسی واردو کے استاذ مقرر ہوئے۔ وہاں سے سبکدوشی کے بعد ادارۂ شرعیہ کے صدر مفتی کے عہدے پر فائز ہوئے اور پورے ہندوستان کے قاضی القضاۃ کا عہدہ بھی تفویض کیا گیا۔ تدریس کے ساتھ قلمی ذوق بھی بہت عمدہ تھا اور شعروشاعری سے بھی اچھا شغف رکھتے تھے۔ مزید تفصیلی معلومات کے لیے معارف قاضی فضل کریم کا مطالعہ کریں جسے الجامعۃ الرضویہ پٹنہ سیٹی نے شائع کیا ہے۔

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن حامدی قدس سرہٗ:

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن حامدی علیہ الرحمہ کی ولادت ۱۳۳۳ھ میں فیض پور ضلع سیتامڑھی میں ہوئی ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں ہوئی مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا میں حضرت علامہ ولی الرحم قدس سرہٗ سے متوسطات تک کتابیں پڑھیں اس کے بعد اپنے چچا محدث اعظم بہار کے ساتھ منظر اسلام بریلی شریف چلے گئے ۱۹۴۰ء میں فراغت حاصل کی ار گھر آ گئے حضور حجۃ الاسلام نے خط لکھا تم یہیں آ جاؤ چنانچہ اپنے استاذ و مربی اور مرشد گرامی کا خط ملتے ہی بریلی شریف کے لئے عازم سفر ہوئے اور وہاں دار الافتاء میں رہ نقول فتاویٰ اور دیگر علمی کاموں میں مشغول ہو گئے آپ کی علمی بصیرت اور قلمی صلاحیت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ الدولۃ المکیہ کی تبیض اور تحشیہ کا کام حضور حجۃ الاسلام نے آپ کے سپرد فرمایا ۱۹۵۱ء میں باضابطہ دار العلوم منظر اسلام کے استاذ مقرر ہوئے ۱۹۶۵ء میں دار العلوم شاہ عالم احمد آباد گجرات آ گئے اور آخری عمر تک وہاں کے شیخ الحدیث اور صدر مفتی کے منصب پر فائز رہے حضور حجۃ الاسلام قدس سرہٗ نے آپ کو بھی اپنی خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا ۱۹۰۸ء میں آپ کے وصال پُر ملال ہوا اور اپنے آبائی وطن فیض پوری میں مدفون ہوئے۔

حجۃ الاسلام: جامع اوصاف وکمالات

ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی، مالیگاؤں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی ذاتِ ستودہ صفات سے کون واقف نہیں۔ آپ کو عالم اسلام کی عظیم المرتبت شخصیات میں شمار کیا جاتا ہے۔ آپ کی وجہ سے شہر بریلی کو وہ شہرت و مقبولیت ملی کہ آج پوری دنیا کے مسلمانوں کی ایک بڑی اکثریت اپنے آپ کو بریلوی کہنے اور کہلوانے پر فخر محسوس کرتی ہے۔ آپ کے گھرانے میں 1292ھ میں ایک یوسفِ جمال اور صاحبِ عظمت وکمال ہستی کی ولادت ہوئی جس کا نام امام احمد رضا نے محمد حامد رضا رکھا، فاضل وافضل، عالم واعلم اور کامل واکمل بزرگ باپ نے یہ نفس نفیس اس کی تعلیم وتربیت فرما کرا سے صاحبِ فضل وکمال بنایا۔ مارہرہ شریف کی مقدس ترین خانقاہ کے ایک عارف کامل حضور سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہٗ سے انھیں نورِ معرفت اور فیض روحانی ملا اور اس طرح جمال ظاہری وباطنی سے منور ومجلیٰ ہو کر وہ امت محمدیہ وشریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلاۃ والتسلیم کی خدمت میں مصروف ہوئے۔ علمائے وقت اور فضلائے عصر نے اُن کی عظمتوں کو تسلیم کیا۔ فضل ربانی نے اُن کو "حجۃ الاسلام" کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ یعنی حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں کی حیثیت سے آپ نے اکنافِ عالم میں شہرت پائی۔

حجۃ الاسلام حضرت شاہ محمد حامد رضا خاں بریلوی بڑے متبحر عالم، بہترین معلم، طلبہ پر نہایت ہی شفیق ومہربان تھے۔ وہ مایۂ ناز خطیب بھی تھے، انھوں نے ملک گیر دورے کیے۔ رشد وہدایت اور تبلیغ دین کا کام بڑے ہی احسن انداز میں فرمایا۔ خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو ان کی خدمات دینیہ پر ناز تھا۔ برصغیر ہندوپاک کے چھوٹے چھوٹے قصبات اور دیہی علاقوں میں آپ نے دورے کیے اور دین وسنیت کی ترویج واشاعت فرمائی۔

حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کو اردو نثر و نظم کے علاوہ عربی اور فارسی نثر و نظم پر بھی کمال حاصل تھا۔ آپ کی عربی دانی کے کئی واقعات کتابوں میں موجود ہیں۔ دوسرے حج و زیارت 1342ھ کے موقع پر آپ کی عربی دانی کو دیکھتے ہوئے حضرت شیخ دباغ اور سید مالکی ترکی نے یوں خراج تحسین پیش کیا: "ہم نے ہندوستان کے اطراف واکناف میں حجۃ الاسلام جیسا فصیح و بلیغ دوسرا نہیں دیکھا جسے عربی زبان میں اتنا عبور حاصل ہو۔" اسی طرح اعلیٰ حضرت کی کئی عربی کتابوں کا تعارف بھی آپ نے عربی میں قلم بند فرمایا نیز عربی کتاب کو اردو کے قالب میں ڈھالا۔

علاوہ ازیں آپ نے تصنیفی خدمات بھی انجام دیں۔ آپ کی کئی علمی یادگاریں اہل ذوق کے لیے باعث مطالعہ ہیں "الصارم الربانی علی اسراف القادیانی" یہ قادیانیوں کے رد پر عالم اسلام کا پہلا رسالہ ہے، جو حجۃ الاسلام ہی کے قلم حق رقم سے نکلا۔ الدولۃ المکیہ، حسام الحرمین کے اردو تراجم، حاشیہ ملا جلال، مقدمہ الاجازات المتینہ، نعتیہ مجموعہ، مجموعہ فتاوی، اور بیشتر کتب پر تقاریظ آپ نے قلم بند فرمائیں۔

حضور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی نے مختلف مذہبی اور سیاسی تحریکوں کے طوفانوں کا کڑا مقابلہ کیا۔ مثلاً قادیانی تحریک، تحریکِ خلافت، تحریکِ ترکِ موالات، تحریکِ شدھی سنگھٹن، تحریکِ ہجرت، تحریکِ مسجد شہید گنج وغیرہ وغیرہ۔

1354ھ/1935ء میں آپ نے الجمیعۃ العالیۃ المرکزیہ، مراد آباد کے تاریخی اجلاس میں جو فاضلانہ خطبہ دیا اس سے ان کی بے مثال فکر و تدبر کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کے خطبۂ صدارت کے ایک ایک لفظ پر اگر غور کیا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ یہ محض ایک خطبہ نہیں بلکہ فلاحِ ملتِ اسلامیہ کے لیے ایک ایسا دستور العمل ہے کہ اگر اس کے مطابق مسلمانانِ ہند نے اپنے رہوارِ زندگی کو مہمیز کیا ہوتا تو آج ہماری حالت ہی کچھ اور ہوتی۔ مسلمان معاشی، تعلیمی، تجارتی غرض یہ کہ ہر قسم کے دینی و دنیاوی امور میں کسی سے پیچھے نہ رہتا۔ ذیل میں آپ کے خطبۂ صدارت کا ایک اقتباس ملاحظہ کریں جس میں ملازمت کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے صنعت و حرفت اور تعلیم و تجارت پر زور دیا ہے:

> ہمارا ذریعۂ معاش صرف نوکری اور غلامی ہے اور اس کی بھی یہ حالت ہے کہ ہندو نواب مسلمان کو ملازم رکھنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ رہیں گورنمنٹی ملازمتیں ان کا حصول طولِ امل ہے۔ اگر رات دن کی تگ و دو اور ان تھک کوششوں سے

کوئی معقول سفارش پہنچی تو کہیں امیدواروں میں نام درج ہونے کی نوبت آتی ہے۔ برسوں بعد جگہ ملنے کی امید پر روزانہ خدمتِ مفت انجام دیا کرو اگر بہت بلند ہمت ہوئے اور قرض پر بسر اوقات کر کے برسوں کے بعد کوئی ملازمت حاصل بھی کی تو اس وقت تک قرض کا اتنا انبار ہو جاتا ہے کہ جس کو ملازمت کی آمدنی سے ادا نہیں کر سکتے۔" (خطبہ حجۃ الاسلام، ص 52/51)

اس کے بعد نوکری پر تجارت اور صنعت و حرفت کا یوں اظہار کیا:

"ہمیں نوکری کا خیال چھوڑ دینا چاہیے، نوکری کسی قوم کو معراجِ ترقی تک نہیں پہنچا سکتی، دست کاری اور پیشے و ہنر سے تعلق پیدا کرنا چاہیے۔" (خطبہ حجۃ الاسلام، ص 52/51)

اسی خطبہ صدارت میں آپ نے تعلیم نسواں پر بھی کافی زور دیا بلکہ لڑکیوں کی تعلیم اور اس کی فلاح و ترقی کے لیے بھی آپ بے حد کوشاں رہے۔ آپ کے خیال میں صنفِ نازک کی بقاو استحکام نیز اس کی تعلیم و تربیت میں ہی قوم کی ترقی کا راز مضمر ہے۔ آپ نے اس خطبے میں ملتِ اسلامیہ کی سیاسی بیداری پر بھی زور دیا۔ مسلمانوں کی ہمہ جہتی ترقی کو ممکن بنانے کے لیے کئی ملک گیر دورے بھی کیے۔ آپ کے ٹھوس تاثرات اور تجاویز جو آپ نے مختلف اجلاس اور کانفرنسیس میں پیش فرمائے ان کو پڑھ کر اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے سینے میں ملت اسلامیہ کی فلاح و بہبود کا کیسا درد موجزن تھا۔

آپ کی متنوع صفات شخصیت کے جملہ پہلوؤں کا احاطہ اس مضمون میں ناممکن ہے۔ مختصر یہ کہ آپ نے تاعمر ملت اسلامیہ کی ترقی و استحکام، نیز اہل سنت و جماعت کے تحفظ و بقا کے لیے اپنے آپ کو متحرک و فعال رکھا۔ حضور حجۃ الاسلام کے ذکرِ خیر میں آپ کے حسن و جمال کا تذکرہ نہ کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا چنانچہ عرض ہے کہ آپ کا حُسن ظاہری ایسا دل کش و پُرکشش تھا کہ جو دیکھتا وہ آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔ بلکہ کئی غیر مسلموں نے محض آپ کے جمال جہاں آرا کو دیکھ کر اسلام کی حقانیت و صداقت پر ایمان لائے۔ آپ کے جمالِ جہاں افروز کے کئی واقعات مشہور ہیں۔

حضرت علامہ سید ظہیر احمد زیدی علیہ الرحمہ اس وقت مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کی سٹی ہائی اسکول میں لکچرار تھے۔ دوسرے روز حضرت حجۃ الاسلام کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر

سلسلہ قادریہ میں داخل ہوئے جب کہ وہ خود ساداتِ زیدیہ سے تعلق رکھتے تھے اور ان کا گھرانا خود بھی اہل طریقت وشریعت میں بڑا باثر مانا جاتا تھا۔ حضور حجۃ الاسلام کے حسن و جمال کا تذکرہ ہو اور حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد چشتی علیہ الرحمہ کا ذکر نہ کیا جائے تو بات نامکمل تسلیم کی جائے گی۔ حضرت حجۃ الاسلام کے جمال جہاں آرا نے ہی آپ کو دنیاوی تعلیم ترک کرنے پر مجبور کیا انجمن حزب الاحناف لاہور کے تاریخی سالانہ اجلاس میں جب آپ نے حضور حجۃ الاسلام کا چہرۂ زیبا دیکھا تو اتنے متاثر ہوئے کہ بے قراری اور بے تابی کا یہ عالم ہوا کہ سب کچھ ترک کر کے حضرت کے ساتھ بریلی آ گئے اور دینی علوم وفنون کا ایسا سرچشمہ بن گئے کہ آج بر صغیر ہند و پاک کے علما کی ایک بڑی تعداد آپ کے خوشۂ علمی سے اکتساب فیض کر رہی ہے۔

حسنِ ظاہری و باطنی کے اس حسین سنگم کو جس نے بھی دیکھا وہ دیکھتا ہی رہا۔ آپ کی شخصیت میں بڑی عاجزی اور انکساری تھی۔ آپ ایسے متواضع اور خلیق تھے کہ اپنے تو اپنے بے گانے بھی ان کی بلند اخلاقی کے قائل اور معترف تھے۔ آپ نہایت متقی اور پرہیز گار تھے۔ علمی و تبلیغی کاموں سے فرصت پاتے تو ذکرِ الٰہی و درود و سلام کی کثرت کرتے۔ آپ کے جسم اقدس پر ایک پھوڑا ہو گیا تھا جس کا آپریشن ناگزیر تھا۔ ڈاکٹر نے بے ہوشی کا انجکشن لگانا چاہا تو منع فرما دیا۔ اور صاف کہہ دیا کہ میں نشے والا ٹیکہ نہیں لگواؤں گا۔ عالم ہوش میں تین گھنٹے تک آپریشن چلتا رہا۔ درود شریف کا ورد کرتے رہے اور کسی درد و کرب کا اظہار نہ کیا ڈاکٹر آپ کی ہمت اور استقامت و تقویٰ شعاری پر ششدر رہ گئے۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم)

حجۃ الاسلام ارباب علم ودانش کی نظر میں

مولانا غلام سرور قادری مصباحی
القلم فاؤنڈیشن سلطان گنج پٹنہ

حضور حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا علم وفضل، حکمت ودانائی، تفسیر وحدیث، فقہ وکلام، اور تصوف ومعرفت وغیرہ جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ میں فرد فرید تھے، عشق رسول، احترام سادات، تعظیم علماء اور اصاغر نوازی ان کی سرشت میں تھی، گمراہ اور بدمذہب سے دور ونفوران کا خاص وطیرہ تھا، الحب فی اللہ والبغض فی اللہ ان کا خاصہ لازمہ تھا اور تقویٰ وپرہیزگاری، روحانیت وپاکیزگی میں جنید وقت تھے۔ یہی سبب ہے کہ آپ کی ذات اکابر ومشائخ کیلئے قابل افتخار، معاصرین کیلئے مستند ومعتمد اور اصاغر کیلئے ماویٰ وملجا کی حیثیت رکھتی تھی۔

اور یہ امر بھی عیاں ہے کہ کوئی شخص اپنے معاصر وہم رتبہ کے علم وفضل، تدبر وتفکر اور تقویٰ و پرہیزگاری کا بمشکل قائل ہوتا ہے۔ طرفہ یہ ہے کہ اصاغر اگر اپنے اساتذہ وشیوخ کے فضائل و مناقب میں رطب اللسان ہوتے ہیں تو عقیدت مندی پر محمول کر دیا جاتا ہے، لیکن اگر ایک معاصر اپنے معاصر کے فضل وکمال، طہارت وپاکیزگی کا معترف ہو تو اسے بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے اور ارباب علم ودانش اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ حضور حجۃ الاسلام کی ذات اقدس کا جب اس زاویئے سے آپ مطالعہ کریں تو یہ حقیقت آشکارہ ہو جائیگی کہ آپ کی ذات مبارکہ جہاں اکابر کیلئے سرمایۂ فخر وانبساط تھی وہیں معاصرین کیلئے معتبر ومرجع کا درجہ اور اصاغر کیلئے دلیل وحاجت کی حیثیت تھی۔ آیئے حضور حجۃ الاسلام کے تعلق سے ارباب علم ودانش کے اعترافات و تاثرات اپنے ماتھے کی آنکھوں سے ملاحظہ کریں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ:

''ان (حجۃ الاسلام) جیسا عالم اودھ میں نہیں'' (۱)

''صاحبزادہ جناب مولانا الحاج مولوی محمد حامد رضا خاں صاحب محلہ سوداگراں بریلی عالم، فاضل، مفتی کامل، مناظر، مصنف، حامی سنت ومجاز طریقت ہیں'' (۲)

حضرت علامہ محمد وصی احمد قادری محدث سورتی قدس سرہٗ:

''الغرض علامہ مجیب (حجۃ الاسلام) دام ظلہ نے جو تفصیل جواب میں افادہ فرمایا وہ اس میں مصیب ہیں اور امور جو کہ انہوں نے بالجملہ کے ذیل میں ثبت فرمائے ہیں وہ سب قرین صواب اور واجب العمل ہیں'' (۳)

حضرت شیخ سید حسین دباغ اور سید مالکی ترکی قدس سرہما:

''ہم نے ہندوستان کے اکناف واطراف میں مولانا محمد حامد رضا خاں جیسا فصیح وبلیغ دوسرا نہیں دیکھا جسے عربی زبان میں اتنا عبور حاصل ہو'' (۴)

شیخ الدلائل حضرت مدنی علیہ الرحمہ مدینہ شریف:

حجۃ الاسلام نورانی شکل وصورت والے ہیں۔ میری اتنی عزت کرتے کہ جب میں مدینہ طیبہ سے ان کے یہاں گیا کپڑا لیکر میری جوتیاں تک صاف کرتے اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتے۔ ہر طرح خدمت کرتے کچھ روز کے قیام کے بعد جب میں بریلی شریف سے واپس عازم مدینہ ہونے لگا تو حضرت حجۃ الاسلام نے فرمایا مدینہ طیبہ میں سرکار اعظم میں میرا اسلام عرض کرنا (۵)

استاذ زمن علامہ حسن رضا بریلوی قدس سرہ:

''حامد رضا عالم علم ہدیٰ۔ نوگل گلزار جناب رضا''

''حسن بہارش زخزاں دور باد۔ چوں اب وجد ناصر ومنصور باد'' (۶)

حضرت صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ:

''عربی زبان کا ماہر میں نے حضرت (حجۃ الاسلام) جیسا کسی کو نہ دیکھا'' (۷)

حضرت علامہ سراج الدین سلامت اللہ نقشبندی رامپوری:

''حضرت مولانا کے (اعلیٰ حضرت) فیضان کا ادنیٰ اثر یہ ہے کہ ان کے فرزند ارجمند صاحب ہمت بلند جامع انحاء سعادت ماحی بدعت حامل لوائے شریعت قرۃ عین العلما مولوی حامد رضا خاں صاحب طول عمرہ وزید قدرہ (ان کی عزت طویل اور عزت زیادہ ہو) نے ایک مدرسہ خاص اہل سنت کے بنام ''منظر اسلام'' بنیاد ڈالی جسکی صرف بریلی والوں کے نہیں بلکہ تمام اہلسنت ہندوستان کے واسطے اشد ضرورت تھی اس کے اس وجوہ اور خوبیاں روداد مدرسہ اور اس کے مقاصد کے ملاحظہ سے مفصل ہوں گی۔'' (۸)

''جو شخص ذکی منصف بنظر انصاف اصل معانی تحریر جواب فاضل محقق مولوی حامد رضا خاں صاحب کو ملاحظہ کرے گا میری طرح اس کے منہ سے بے ساختہ یہی جملہ جمیلہ نکلے گا کہ ''نعم الجواب وحبذا التحقیق'' یعنی کیا ہی اچھا جواب ہے اور کیا ہی عمدہ تحقیق ہے۔ حق تعالیٰ فاضل جلیل وعالم بے عدیل، فخر بیت الاماثل، مجیب مصیب کو اس جواب باصواب کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ فاضل مجیب نے دھجیاں اڑا کر مخالفین کے پر کاٹ دیئے۔۔۔۔۔ حاصل کلام وخلاصہ مرام یہ ہے کہ علامہ علیم وفہامہ حکیم، مجیب مظفر ومصیب مفخر جن کی صور تقریر سے مخالفین قیامت زا دہائے آہ دربر، جن کا رعد تحریر اعدائے دین کے ہوش وحواس کے لیے برق انداز محشر ادام اللہ ظلالہ وعم العلمین نوالہ وخص العالمین بافضالہ ومتع اللہ المسلمین بطول حیاتہ وافاضاتہ نے مقدمات جواب کی تنقیح وتحقیق میں جس توضیح وتفصیل سے فیصلہ لکھا اس میں ان کی رائے صائب اور اصابت رائے کا مرافعہ عند العلماء الربانیین بحال اور جو تلویح بالجملہ کے جملے میں تصریح افادہ فرمائی جملہ قرین صواب بلکہ ایجاب عمل درآمد کا فرمان شاہی بے قیل وقال۔'' (۹)

شیخ الاسلام علامہ غلام محمد یٰسین رشیدی پورنوی قدس سرہٗ:

''اگر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نہ ہوتے تو حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت ہوتے۔ ایسا حسین وجمیل، وجیہ وشکیل عالم ہندوستان میں دوسرا نہیں تھا۔'' (۱۰)

حکیم الملت علامہ حسنین رضا علیہ الرحمہ:

''اعلیٰ حضرت (امام احمد رضا) کے بعد اگر واقعی کوئی عالم اور ادیب تھے تو وہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں تھے'' (۱۱)

حضرت علامہ مفتی محمد عبد العلی لکھنوی علیہ الرحمہ:

''جو کچھ اس کے حق میں مفتیٔ لبیب (حجۃ الاسلام) نے تحریر فرمایا مقرون بصواب ہے اور مستند بسنت و کتاب ہے۔'' (۱۲)

حضرت علامہ مفتی محمد عبد اللہ صاحب پٹنوی علیہ الرحمہ:

''مجھ کو اپنے جواں صالح فخر اماثل مفتی و فاضل عالم بے ہمتا، علامۂ یکتا حضرت مولانا مولوی حامد رضا خاں صاحب خلف اشرف مخدوم و مولیٰ مجدد وقت حضرت اقدس مولانا عبد المصطفیٰ احمد رضا خاں صاحب مدظلہٗ و دامت برکاتہٗ کی مقدس تحریر کے حرف حرف سے اتفاق ہے۔ اللہ جل جلالہٗ اس رئیس ملت اور مقتدیٰ و مرشد اہلسنت کو دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔ ہندوستان میں کس اہل علم کو یہ جرأت ہو سکتی ہے کہ اس سلطان الفقہا کے مقابلے میں قلم اٹھا سکے افسوس ہے دشمن اسلام زید بے قید کے حال پر جس شقی و بدبخت کی وہ تحریر ہو جس کا رد حضرت مولانا ایسے یکتائے روزگار متبحر کو لکھنا پڑے ان شامت زدہ وہابیہ کا تو یہ مسلک ہے۔۔ ع

بدنام اگر ہونگے تو کیا نام نہ ہوگا'' (۱۳)

حضرت علامہ مفتی محمد ہدایت رسول لکھنوی علیہ الرحمہ:

''الحمد للہ علی احسانہ کہ حضرت مجیب مصیب حامی سنت ماحیٔ بدعت قامع اساس لامذہباں جناب خیر و برکت مآب مولانا مولوی حامد رضا خان صاحب دام فیضہ خلف الرشید و فرزند سعید مخدوم الانام، حجۃ الاسلام افضل المحققین، فخر المتقدمین، تاج العلماء سراج الفقہا، خاتم المحدثین، سند المفسرین، جامع علوم ظاہری و باطنی، واقف حقائق خفی و جلی، صاحب حجت قاہرہ، مجدد مائۃ حاضرہ، عالی جناب مولانا المولوی احمد رضا خان صاحب قادری بریلوی مد ظلہم العالی کی ذات بابرکات کو اللہ رب العزت جل جلالہ نے اپنے مقدس محبوب کی پیشین گوئی کے مطابق اس مقدس و مظفر طائفے سے بنایا ہے جس کا نیزۂ قلم ذوالفقار حیدری اور جس کے حجج باہرہ و براہین قاطعہ معجزات احمدی کی جلوہ دکھا رہے ہیں۔

خداوند قدیر اس محمدی پہلوان اور حنفی شیر کو مقدس اہل سنت کے سروں پر سایہ افگن اور سلامت رکھے، جس کے نام سے شیاطین انس کے پر جلتے اور دشمنان اہل سنت کے دم نکلتے ہیں پس جو کچھ اس خدا کے شیر نے تحریر فرمایا ہے وہ سراسر حق و بجا ہے، اس پر عمل ضروری اور انحراف خسران ابدی ہے اور زید بے قید سرآمد جہال ہے تحریر اس کی حماقت و تزندق سے مالا مال ہے اس

کے قول پر عمل کرنا ابلیس کی روح کو شاد اور دین کو برباد کرنا ہے، جب تک یہ خرانٹ بزرگ توبہ نہ کرے مسلمان اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں واللہ تعالیٰ اعلم۔" (۱۴)

ادیب اہل سنت حضرت علامہ محمد ضیاء الدین صاحب علیہ الرحمہ:

"اگر شہ سواران سنت، نگہبانان بوستان شریعت کی چند متبرک صورتیں نہ پڑتیں تو نہ معلوم دشمنان دین متین کی کس قدر ہمتیں بڑھتیں۔ آخر ایک شیر بیشۂ شریعت عالم اہلسنت ماحیٔ بدعت اُٹھ کھڑا ہوا، جملہ روباہ بازیوں کو آن کی آن میں نیست و نابود کر دیا حالات اندرونی و بیرونی کو آشکارا کیا، یعنی "ضروری سوال" کا جواب لاجواب سراپا صدق و صواب۔ مسمیٰ باسم تاریخی "اجتناب العمال عن فتاویٰ الجھال" اس خوبی سے تحریر فرمایا کہ مخالفین نے نعرۂ مرحبا بلند کیا، حسن لیاقت کی کامل داد دی تحقیق انیق کی بہت کچھ تعریف کی۔

اے قادر توانا حضرت مجیب لبیب مولانا مولوی محمد حامد رضا خان صاحب کو دارین میں جزائے خیر عنایت فرما جنھوں نے حمایت شریعت اعانت اہل سنت و جماعت فرما کے بہت سے سنیوں کو ورطۂ گمراہی سے نکالا۔" (۱۵)

مولانا سید ریاض الحسن نیر خطیب حیدآبادی (برادر اعلیٰ حضرت سید محمد اختر الحامدی)

"حضور کا (حجۃ الاسلام) علمی فضل و کمال مہر منیر کی طرح درخشاں و تاباں ہے مدینہ طیبہ میں شیخ عبدالقادر طرابلسی سے مباحثہ اور شیعی مجتہد سے گفتگو کے دو عظیم گواہ موجود ہیں۔" (۱۶)

علامہ شمس بریلوی علیہ الرحمہ:

"آپ (حجۃ الاسلام) نہایت حسین و جمیل شخصیت کے مالک تھے سرخ و سفید چہرہ اس پر سفید ریش اور آپ کا قد بالا ہزاروں لاکھوں کے مجمع میں پہچان لیا جاتا۔" (۱۷)

ادیب شہیر حضرت مولانا ابرار حسن صدیقی تلہری علیہ الرحمہ:

"علامہ (حجۃ الاسلام) کی شاعری یقیناً ایک فطری شاعری ہے اور نہ صرف اردو میں بلکہ عربی فارسی وغیرہ دیگر زبانوں میں بھی جملہ اصناف شعر و سخن پر آپ کو پوری پوری قدرت حاصل ہے۔" (۱۸)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی علیہ الرحمہ:

"حجۃ الاسلام بلند پایہ خطیب، مایہ ناز ادیب اور یگانہ روزگار عالم و فاضل تھے تدریس میں تو اپنی

مثال آپ تھے ہی مگر تقریر میں بھی ان کو بڑا ملکہ حاصل تھا۔ پاک وہند کے بہت سے شہروں میں آپ نے تقریر فرمائی۔ عقائد کی اصلاح اور ایمان کی حرارت پیدا کرنے کی بھرپور سعی فرمائی۔"(۱۹)

حضرت مولانا قاری مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ:

"ان کا حسن وجمال، عمامہ کی بندش، داڑھی کی وضع قطع اور پاکیزہ صاف ستھرا لباس اور بزرگی دلوں کو مسخر کر رہی تھی وہابیہ وشیعہ حضرات نے کہا کہ ایسی نورانی صورت آج تک دیکھی نہ گئی اور نہ ایسی مدلل تقریر سنی۔"(۲۰)

مولانا محمد صادق قصوری/ پروفیسر مجید اللہ قادری:

"حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کو علم وفضل اور ادب وتفقہ میں وہ ملکہ تام حاصل تھا کہ بڑے بڑے علماء دیکھ کر عش عش کر اٹھتے۔ فی البدیہہ عربی میں قصائد ونظم کی تدوین تو معمولی بات تھی۔"(۲۱)

حضرت علامہ نور احمد قادری:

"حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا چہرۂ مبارک نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلوؤں سے ایسا روشن تھا کہ بس دیکھنے والے کا یہی دل کرتا کہ وہ حضرت کے شمع کی طرح روشن چہرے کو دیکھتا ہی رہے۔ اور آپ کی یہ زندہ کرامت تھی کہ کئی بڑے بڑے ہندو گائستھ ۱۹۳۴ء میں اجمیر شریف میں حضرت خواجہ غریب نواز کے عرس شریف کے موقع پر صرف آپ کا شمع کی طرح روشن چہرہ دیکھ کر ہی حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ وہ یہ کہتے تھے کہ یہ روشن چہرہ بتاتا ہے کہ یہ حق وصداقت اور روحانیت کی تصویر ہیں۔"(۲۲)

ڈاکٹر حسن رضا خاں پٹنہ:

"درسیات کی تمام کتابیں والد ماجد سے پڑھیں تفسیر بیضاوی کے درس میں اپنے عہد کے لاثانی اور بے نظیر مدرس تھے ظاہری حسن ووجاہت کے ساتھ باطنی فضل وکمال کے بھی جامع تھے تفسیر وحدیث کا درس خاص طور پر مشہور تھا عربی ادب میں منفرد حیثیت کے مالک تھے فارسی زبان میں بھی کامل عبور تھا۔ آپ اپنے والد کی تمام خوبیوں کے جامع تھے تلامذہ مریدین اور ناداروں کی دستگیری آپ کا شیوہ تھا۔"(۲۳)

ماخذ و مراجع

(۱) تجلیات حجۃ الاسلام، ص ۴۰
(۲) خلفائے اعلیٰ حضرت، ص ۹
(۳) حامدیہ، ص ۳۶۹
(۴) تجلیات حجۃ الاسلام، ص ۱۱۳
(۵) تذکرہ مشائخ قادریہ برکاتیہ رضویہ ص ۴۸۴
(۶) تجلیات حجۃ الاسلام ص ۳
(۷) خلفائے اعلیٰ حضرت ص ۲۳۸
(۸) تذکرہ جمیل ص ۱۷۸
(۹) فتاویٰ حامدیہ، ص ۳۵۰
(۱۰) کاملان پورنیہ ص ۳۱۹
(۱۱) تجلیات حجۃ الاسلام ص ۵۰
(۱۲) فتاویٰ حامدیہ، ص ۴۰۳
(۱۳) فتاویٰ حامدیہ، ص ۴۱۰
(۱۴) فتاویٰ حامدیہ، ص ۴۰۹
(۱۵) فتاویٰ حامدیہ، ص ۴۱۸
(۱۶) خلفائے اعلیٰ حضرت، ص ۲۳۷
(۱۷) تجلیات حجۃ الاسلام، ص ۴۷
(۱۸) تجلیات حجۃ الاسلام، ص ۱۲۰
(۱۹) خلفائے محدث بریلوی، ص ۶۴
(۲۰) معارف رضا پاکستان
(۲۱) خلفائے اعلیٰ حضرت، ص ۲۳۶
(۲۲) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی، ص ۸، کراچی
(۲۳) فقیہ اسلام، ص ۲۳۶

حجۃ الاسلام اور علمی خدمات

سید شاہ محمد ریان ابوالعلائی:
خانقاہ سجادیہ ابوالعلائیہ شاہ ٹولی، داناپور
raiyanabulolai@gmail.com

حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد فیض بنیاد ہیکہ "اولیاء أمتی کانبیاءِ بنی اسرائیل" یعنی میری امت کے اولیاء اللہ کی میری امت میں وہی حیثیت ہوگی جو انکو بنی اسرائیل کی حیثیت انکی قوم میں تھی، بالفاظ دیگر امت مرحومہ کے علمائے کرام واولیائے عظام کی قدر ومنزلت وہی ہوگی جو انبیا بنی اسرائیل کی اُنکی قوم میں تھی، وہ صاحب معجزات باہرات تھے تو یہ مصدر کشف وکرامات، اُنکو خلعت نبوت عطا ہوا تو ان دِلق پوشوں کو "ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون" کا مژدہ جاں بخش سنایا، وہ نبوت کے شناور تھے تو یہ دریائے ولایت وامامت کے غواص، انبیا بنی اسرائیل نے سوتوں کو جگایا تو اولیاء اللہ نے قوم کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو ترایا، چنانچہ دنیائے اسلام میں علی العموم اور ہمارے ہندوستان میں علی الخصوص جو مسلمانوں کی کثرت نظر آتی ہے وہ انہیں اللہ والوں کے دم قدم کی برکت ہے کہ انہیں میں ایک علمی شخصیت یعنی حجۃ الاسلام حضرت العلام محمد حامد رضا خان بریلوی قدس سرہ م 1362ھ، آپ کی تعلیم وتربیت تمام علوم مروجہ وفنون میں مثلاً علوم نافعہ، اصول، منقول، معقول اور علوم ادبیہ اپنے والد ماجد کے زیر نگر ہوئی، 19 انیس برس کی عمر میں تحصیل علوم سے فراغت حاصل کیا بیعت وخلافت کا شرف حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی 1322ھ قدس سرہ کے علاوہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ سے بھی حاصل ہے، آپ علم وعمل میں باکمال علم وفضل اور حسن وجمال میں شہرہ آفاق ہیں آپ محض فاضل بریلوی کے نور نظر ہونے کی بنا پر محترم ومکرم نہیں بلکہ آپ اپنی خداداد صلاحیت، علم وفضل، استعداد قابلیت، تبحر علمی اور علم وعرفان کی بدولت حجۃ الاسلام کے لقب سے ملقب ہوئے، آپ بہت خوبرو حسین وجمیل ووجیہہ تھے، چہرہ برہان تھا واضح ہو کہ صورت وسیرت ہر اعتبار سے اسلام کی حجت وحقانیت کی دلیل گے برہان تھے کئی بدمذہب اور مرتدین آپ کے چہرہ زیبا دیکھکر تائب ہوئے، شہسوار کا شوق خوب تھا بادشاں عظام اور رئیسان کرام دیدار کے لئے بیتاب رہا کرتے اپنے اسلاف واجداد وآباء کے

مکمل نمونہ تھے، اخلاق وعادات کے جامع تھے، طبیعت نفاست پسندی تھی تدریس وتحریر کی طرح آپ
کی تقریر بھی بہت مدلل اور مؤثر ہوتی تھی، فرق باطلہ سے کئی ایک مناظرے فرمائے جسمیں بفضلہٖ تعالی
ہمیشہ فتح پائی لاہور کا فیصلہ کن مناظرہ آپ کا تاریخی مناظرہ تھا، ایسا نورانی علمی وپرشکوہ مناظرہ اہل لاہور
نے کبھی نہ دیکھا ہوگا، فاضل بریلوی کو حجۃ الاسلام سے بہت محبت تھی اور ناز بھی تھا، حجۃ الاسلام ہر اعتبار
سے اپنے والد کے صحیح معنوں میں جانشین اور وارث تھے ان کی ہر تحریک اور ہر کام میں معاون مددگار،
انکے ہمدم وہمراز قدم قدم پر ان کے ساتھ اور پیروکار، انکے دست راست اور وکیل ہر موڑ پر اپنے والد
بزرگوار کا ساتھ دیا وہ تمام دینی خدمات جو فاضل بریلوی کی موجودگی میں آپ نے حرمین طیبین میں سر
انجام دیں ان کو فاضل بریلوی نے بے حد سراہا۔

فاضل بریلوی پوکھریرہ ضلع سیتامڑھی کے ایک جلسہ کے لئے مولانا عبدالرحمن نوراللہ
مرقدہ نے دعوت دی مصروفیت کے سبب آپ نے حجۃ الاسلام کو اپنی جگہ پر وہاں گرامی نامہ کے
ساتھ روانہ کیا تحریر کا اقتباس یہ کہ،

''اگرچہ میں اپنی مصروفیت کی بنا پر حاضری سے محروم ہوں مگر حامد رضا کو بھیج رہا ہوں،
یہ میرے قائم مقام ہیں، ان کو حامد رضا نہیں احمد رضا ہی کہا جائے''

اور کیوں نہ ہو کہ انہیں کے لئے فاضل بریلوی نے فرمایا ہے '' حامد منی وانا من حامد '' اس
طرح فرمانا ایک طرف تو اپنے فرزند سے انکی از حد محبت اور دوسری طرف ان پر بے انتہا ناز کا غما
ہے، 1318ھ پٹنہ کا یادگار جلسہ بنام'' رد تحریک ندوہ '' جسمیں علماء مشائخ وسجادگان طریقت مشا
جنا بحضور سید شاہ امین احمد فردوسی ثبات بہاری) سجادہ: خانقاہِ معظم بہار شریف)، حضرت سید شا
محمد محسن ابوالعلائی داناپوری) سجادہ: خانقاہ سجادیہ ابوالعلائیہ داناپور)، حضرت سید شاہ محی الدین
قادری) سجادہ: خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف) وغیرہ کے علاوہ فاضل بریلوی کے ہمراہ حاج محمد حا
رضا خاں بھی پیش پیش تھے، فاضل بریلوی نے اپنی نماز جنازہ پڑھانے کی انہیں وصیت فرما
وصال سے ایک جمعہ قبل اپنے پاس مرید ہونے کے لئے آنے والوں کو حجۃ الاسلام سے بیعت
ہونے کی ہدایت ان الفاظ میں فرمائی،

''ان کی بیعت میری بیعت ہے، ان کا ہاتھ میرا ہاتھ اور ان کا مرید میرا مرید ہے''

اکابر علما نے آپ کی استعداد اور قابلیت کا لوہا مانا، حرمین طیبین کی حاضری حضرت العلام پیر س
حسین الدباغ نوراللہ مرقدہ نے آپ کی قابلیت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا۔

''ہم نے ہندوستان کے اطراف واکناف میں حجۃ الاسلام جیسا فصیح وبلیغ نہیں دیکھ

آپ نہایت ہی فصاحت و بلاغت کے ساتھ برجستہ عربی میں اشعار اور مضامین و خطبات تحریر فرماتے عربی زبان پر آپ کو ید طولیٰ حاصل تھی علوم ادبیہ کے علاوہ دیگر علوم وفنون تفسیر و حدیث ،اصول فقہ، منطق و فلسفہ اور ریاضیات وغیرہ میں بھی دسترس حاصل تھی آپ کا درس بیضاوی ،شرح عقائد اور شرح چغمنی وغیرہ بہت مشہور تھا۔

راقم کے والد ماجد ڈاکٹر سید شاہ ابو طاہر چشتی ابو العلائی صاحب خانقاہِ سجادیہ ابو العلائیہ محلہ شاہ ٹولی، دانا پور شریف، پٹنہ اپنا مقالہ برائے ڈی، فل ڈگری) الہ آباد یونیورسیٹی (بعنوان ''اردو شاعری کے ارتقامیں شاہ احمد رضا بریلوی کی شعری تخلیقات کا تنقیدی مطالعہ'' اکتوبر 1991ء 431 صفحات پر مشتمل صفحہ 121 میں تحریر فرماتے ہیں،

''تفسیر وحدیث سے گہرا شغف تھا، عربی ادب پر غضب کا عبور رکھتے تھے، رسالہ ''الاجازات المتینہ'' کا عربی مقدمہ اس حقیقت کا بین ثبوت ہے، اس کے علاوہ معرکتہ الارا عربی تصنیف ''الفیوضات المکیہ'' کا اردو ترجمہ کیا ہے، ''الدولۃ المکیہ'' مطبوعہ کراچی کے بعض مقامات پر اردو میں حاشیئے تحریر فرمائے، برسہائے برس دار العلوم منظر اسلام بریلی میں درس حدیث دیا، آپ) حجۃ الاسلام (کی دیگر تصانیف میں ''رسالہ الصارم الربانی علی اسراف القادیانی'' (مسلہ ختم نبوت سے متعلق)، ''سد القرار'' (مسلہ اذان سے متعلق)، مجموعہ فتاویٰ اور نعتیہ دیوان حال ہی میں شائع ہوئے ہیں، رسالہ ملا جلال کا مکمل حاشیہ قلمی صورت میں محفوظ ہے''

علاوہ ازیں ترجمہ حسام الحرمین، سلامت اللہ اہل السنہ من سبیل العناد والفتنہ وغیرہ، نعت گوئی میں بڑا فصیح و بلیغ عشق و محبت میں ڈوبا ہوا شعر فکر و نظر کی گہرائی، عشق و محبت کی جولانی، الفاظ کے برمحل استعمال حلاوت و چاشنی ،ندرت و سلاست کے انداز لئے پھرتی تھی۔

واضح ہو کہ ہندو پاک میں مریدین و محبین کی ایک کثیر تعداد کے علاوہ تلامذہ و خلفاء کی بھی ایک بڑی جماعت تھی مثلاً مجاہد ملت حضرت العلام حبیب الرحمن قادری عباسی دھام نگر) بانی: تبلیغ سیرت مصطفی)، حضرت العلام ابراہیم رضا خاں بریلوی، حضرت العلام حشمت علی خان لکھنوی، حضرت العلام رفاقت حسین قادری مظفر پوری، حضرت العلام سردار احمد لائل پوری وغیرہما، اور آخر یہ ستارہ 17 جمادی الاول 1362ھ ستر برس کی عمر میں ظاہراً ڈوب گیا، مولوی محمد ابراہیم فریدی سمستی پوری نے تاریخ وفات پر مبنی فارسی میں ایک طویل نظم کہی ہے۔

تعلیمی وفکری انحطاط اور

افکار حجۃ الاسلام

مولانا محمد اسلم رضا قادری اشفاقی

مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ، باسنی، ناگور شریف

شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام حضرت علامہ الشاہ محمد حامد رضا قادری رضوی قدس سرہٗ (ولادت: ربیع النور ۱۲۹۲ھ ۱۸۷۵ء۔ وفات: ۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳ر مئی ۱۹۴۳ء) برصغیر ہندوپاک کی ایک علمی وروحانی اور پرکشش شخصیت کا نام ہے، آپ اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، سیدنا امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہٗ (ولادت: ۱۰ر شوال ۱۲۷۲ھ۔ ۱۴ر جون حجۃ الاسلام کی علمی ودینی، تصنیفی وتبلیغی، دعوتی واشاعتی، تجدیدی واصلاحی خدمات سے ایک جہان روشن ہے، جس کے چمکتے ہوئے نقوش آج بھی ہمارے لئے راہِ ہدایت اور مشعلِ راہ ہیں، کوئی جہاں دیدہ جب حجۃ الاسلام کے قوم مسلم کی ہدایت پر مشتمل ان تابندہ اصول کا مطالعہ کرتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حجۃ الاسلام کو کیسا دھڑکتا ہوا دل عطا فرمایا تھا۔ عصر حاضر کا شدید تقاضہ ہے کہ ایسی مقتدر، اور مفکرانہ شخصیات کے علمی وفقہی، ملی ومعاشرتی کارناموں کو اجاگر کیا جائے، تاکہ آنے والی نسلیں اسلاف کی خدمات جلیلہ سے روشناس ہوسکیں، کیوں کہ آج اسلاف مخالف تحریکیں منصوبہ بندی کے ساتھ عوام الناس کے افکار ونظریات، اعتقادات ومعمولات پر شب خون مار کر انہیں اسلاف بیزار بنا رہی ہیں، اور ان کے اذہان وقلوب سے مسلک اہل سنت کی حقانیت واستقامت کو کمزور کرتے ہوئے انہیں جادۂ حق وصداقت اور صراط مستقیم سے دور کر رہی ہیں۔ ایسے پرآشوب

حالات میں مسلک اہل سنت کی نمائندہ شخصیات کی عظیم خدمات دینیہ وعلمیہ پیش کرنا بڑی سعادت مندی ہے۔ اس وقت عالمی اور ملکی سطح پر دو تحریکیں منظم انداز میں مصروف کار ہیں۔

(۱) انبیاء واولیاء سے رشتۂ عقیدت ومحبت ختم کرنا (۲) اکابر علماء ومشائخ وسادات کے جذبۂ ادب واحترام کو کمزور کرنا۔ یہ دونوں تحریکیں اندرون خانہ بڑی خطرناک سازشیں رچ رہی ہیں، جس کے زہریلے اثرات روز بروز بڑھتے ہوئے محسوس ہورہے ہیں، ایسے نازک حالات میں اکابر علماء وفقہاء کی علمی ودینی اور اصلاحی خدمات سے قوم مسلم کو آشنا کرانا ہم سب کا مذہبی وملّی فریضہ ہے۔

اتنی تمہید کے بعد آپ حضرات نے بخوبی محسوس کرلیا ہوگا کہ حضور حجۃ الاسلام الشاہ حامد رضا قادری بریلوی قدس سرّہٗ کی ہمہ جہت وعبقری شخصیت جماعت اہل سنت کی کیسی عظیم، بے مثال شخصیت تھی، جن کے وجود مسعود سے امت مسلمہ کی بڑی اصلاح ہوئی، اکابر علماء ومشائخ حضرت حجۃ الاسلام کے علم وفضل، زہد وتقویٰ، فکر وتدبّر کا کھلے دل سے اعتراف کرتے، حضرت شیخ علّامہ سید حسین الدّباغ فرماتے ہیں: ہم نے ہندوستان کے اطراف واکناف میں حجۃ الاسلام جیسا فصیح وبلیغ نہیں دیکھا'' [تذکرۂ اکابر اہل سنت ص: ۱۲۱، مصنف: حضرت علّامہ مفتی شفیق احمد شریفی صاحب الٰہ آباد] یہ عظمت ورفعت آپ کو کیسے حاصل ہوئی اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے ہمیں حجۃ الاسلام کی حیات وخدمات کا امعان نظر کے ساتھ مطالعہ کرنا ہوگا، آپ جس خانوادہ کے فرد فرید تھے وہ ایک علمی وروحانی خانوادہ تھا، جس خاندان کا ہر فرد مثل آفتاب وماہتاب۔ بن کر چمکا، تاریخ میں جسے ''خانوادۂ رضویہ'' کہا گیا، علمی جامعات ویونیورسیٹیز میں جسے ''فکر رضا'' کا امتیازی مقام حاصل ہوا، وہ ایک ایسے خاندان کے چشم وچراغ تھے جس نے دین ومذہب کی پاسبانی وترجمانی کرتے ہوئے ملک وملت کی ایسی خدمت فرمائی کہ آج بھی اس خاندان کا نام جلی حروف میں لکھا جارہا ہے۔ اسی خانوادے کے ایک علمی شہزادہ کا نام مولانا حامد رضا قادری ہے دنیا جسے ''حجۃ الاسلام'' کے عظیم الشان لقب سے جانتی ہے، جو اپنے عہد شباب ہی میں اس مقام رفیع پر فائز تھے کہ خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ''بڑے مولانا'' ''حامد منّی وانا من حامد'' فرماتے۔ اپنی نماز جنازہ کے لئے خود امام احمد رضا نے آپ کے بارے میں وصیت فرمائی، ایسا اعزاز جسے عطا ہوا ہو اس کے فضل وکمال، تفقہ وتدبر، اور ان کی مصلحانہ ومفکرانہ ذہنیت کا کون اندازہ لگاسکتا ہے؟ ذیل کے سطور میں اسی حجۃ الاسلام کی حیات وکارنامے کی چند جھلکیاں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

تعلیم وتربیت:

حجۃ الاسلام کی تعلیم وتربیت امام احمد رضا محدّث بریلوی نے فرمائی، آپ نے تمام

کتابیں اپنے نابغۂ روزگار والد امام احمد رضا سے پڑھ کر معاصرین میں یہ امتیاز پایا کہ صرف ۱۹ر سال کی مختصر سی عمر میں جملہ علوم متداولہ و منقولہ سے فارغ التحصیل ہوئے، اپنے زمانۂ طالب علمی میں شب و روز مطالعہ میں مصروف رہتے، یہاں تک کہ زمانۂ طالب علمی ہی میں درسیات کی امہات کتب (خیالی، توضیح تلویح، ہدایہ اخیرین، بیضاوی، صحیح بخاری وغیرہ) پر اپنے علم و مطالعہ کی روشنی میں تحقیقی حواشی لکھ کر اپنے والد ماجد کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہونچائی، جس حامد رضا کی ایسی تربیت ہو اسے علمی دنیا میں ''حجۃ الاسلام'' کیوں نہ کہا جائے گا، بلاشبہ وہ اسی منصب جلیل کے قابل ہیں کہ انہیں ''حجۃ الاسلام'' کہا جائے۔

علم و فضل کی شہنائی:

حجۃ الاسلام کا علم و فضل شہرہ آفاق تھا، دوران درس امام احمد رضا محدّث بریلوی قدس سرہٗ سے سوالات کرتے، امام احمد رضا اپنے اس چہیتے شہزادے کے سوالات کو بغور ملاحظہ فرماتے، اور عالمانہ و محققانہ جوابات سے نوازتے، جب کبھی علمی اور تحقیقی جواب کی ضرورت ہوتی تو ''الولد الاعز'' لکھ کر جواب رقم فرما کر حوصلہ افزائی فرماتے، یہ تھا ان کا حسن تربیت کہ حامد رضا ''حجۃ الاسلام'' بن گیا، ایک باپ بیٹے پر جب اس طرح شفقتیں کرتا ہے تو اس کا نام ''حجۃ الاسلام'' ہوتا ہے۔ حضرت مفتی شفیق احمد شریفی الٰہ آباد (یوپی) لکھتے ہیں: مدینہ طیبہ کے جید عالم حضرت علامہ عبدالقادر طرابلسی شامی سے حجۃ الاسلام کا (مدینہ منورہ میں) جو مکالمہ ہوا تھا اس کا تذکرہ (خود) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے ملفوظات میں فرمایا ہے'' آپ تفسیر بیضاوی، شرح چغمینی کے درس میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے'' [تذکرہ اکابر اہل سنت ص: ۱۲۳] علوم و فنونِ متداولہ و منقولہ میں ایسی مہارت حاصل تھی کہ فصاحت و بلاغت کے ساتھ برجستہ عربی اشعار اور مبسوط مقالات و خطبات تحریر فرماتے، ''الاجازۃ المتینہ لعلماء بکۃ والمدینۃ'' آپ ہی نے مرتب فرمائی، کتاب مستطاب ''الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیۃ'' کا اردو ترجمہ آپ کا عظیم شاہ کار ہے،، تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، منطق، فلسفہ، بلاغت، ریاضی، اور علوم ادبیہ پر زبردست دسترس و مہارت تھی۔ انہیں استعداد و صلاحیت کیوں نہ ہو کہ آپ اس عظیم باپ کے فرزند ارجمند تھے جس نے اپنے علوم و معارف سے دنیا کو فیضیاب کیا۔ واقعی امام احمد رضا کے اس شہزادۂ عالی وقار نے اپنے علم و عمل، فضل و کمال، اور عشق نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حرارت سے ایک جہان کو مستفیض فرما کر اپنے والد ماجد کی جانشینی کا حق ادا کیا۔

□□□

باب چہارم

فقہ و افتاء

حجۃ الاسلام بحیثیت مفتی اسلام

مفتی محمد حسن رضا نوری
صدر مفتی مرکزی ادارۂ شرعیہ پٹنہ

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاندانی وطیرہ دین وسنیت، مذہب وملت کی خدمت رہا ہے امام اہلسنت کو یہ شرف حاصل رہا ہے کہ آپ کے سلف نے فقہ و افتاء کے ذریعہ بھی قوم کی رہنمائی فرمائی ہے اور آپ کے خلف نے بھی امت مسلمہ کی رہنمائی کی اور خدمت اب تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی انشاء اللہ۔

رب قدیر جل مجدہ نے حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کو علم وفضل، تقویٰ وطہارت اور حکمت ودانائی سے بھرپور نوازا تھا یہی وجہ ہے کہ، بڑے بڑے علماء کرام نے آپ کی بارگاہ میں زانوئے ادب تہہ کیا اور آپ کے خرمن علم سے اپنے علمی دامن کو پر کیا، آپ علم وفضل تقویٰ وطہارت کے کوہ ہمالہ تھے، اعلیٰ حضرت امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ پر اعتماد مکمل تھا یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو اپنا جانشین منتخب فرمایا، امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور حجۃ الاسلام پر کتنا اعتماد ویقین تھا ایک موقع پر خود امام اہلسنت نے فرمایا۔(۱)

''اگرچہ میں اپنی دینی مصروفیات کی بنا پر حاضری سے معذور ہوں مگر حامد رضا کو بھیج رہا ہوں انکو حامد رضا نہیں احمد رضا سمجھا جائے'' اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس اذعان ویقین کو آپ نے جانشینی کا حق ادا فرما کر ثابت کر دیا تدریس ہو یا تحریر، مناظرہ ہو یا خطابت، علم تفسیر ہو یا علم حدیث، اصول حدیث ہو یا اصول فقہ، فتویٰ نویسی ہو یا رسم افتاء، انتظام ہو یا اہتمام، مذہبی معاملات ہوں یا سیاسی حالات تمام میں آپ نے امام اہلسنت کی جانشینی کا حق ادا فرمایا آپ کے افتاء نویسی کے انداز، دلائل کی کثرت، زبان کی ندرت اصول وقواعد پر قدرت، بیان اسلوب کی

نزاکت، عرف وتعامل میں امام اہلسنت کا عکس نظر آتا ہے۔ حضور حجۃ الاسلام حامئی سنت ماحئ بدعت، قاطع اساس بدمذہبیت، مفکر ملت، ادیب، مفسر، محدث، فقیہ، مدبر وغیرہ اور بے شمار خوبیوں کے حامل تھے آپ نے فقہ وافتاء میں بھی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانشینی کا حق ادا فرمایا، جملہ علوم وفنون کے ساتھ اس فن میں بھی آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی آپ نے جدید و قدیم مسائل کا حل فرمایا ہے آپ کے فتاوے دیکھنے کے بعد آپ کے تفقہ فی الدین اور تبحر علمی کا پتا چلتا ہے آپ کے فتاویٰ میں قرآنی استشہاد، احادیث مبارکہ سے استدلال، فقہی جزئیات ،اصول وقواعد کے مبانیات بکثرت موجود ہیں آپ نے جس مسئلے پر قلم اٹھایا اسے پائے تحقیق تک پہنچایا اور امام اہلسنت ہی کی طرح دلائل وبراہین کے انبار لگادیئے والد ماجد کے رنگ میں کبھی مجمل اور کبھی مفصل فتاویٰ تحریر فرمایا ضرورت پڑی تو آپ نے فتاویٰ کو دلائل وبراہین سے مزین فرمایا آپ نے جہاں مناسب سمجھا وہاں صرف نفس مسئلہ کے بیان پر اکتفاء فرمایا، لاریب آپ کی تحریر اور قوت استدلال میں اعلیٰ حضرت ہی کا رنگ نظر آتا ہے آپ کا طرز استدلال نہایت عمدہ ہوتا ہے آپ ایسے بالغ النظر مفتی ہیں کہ آپ نے فتاویٰ نویسی کے وقت صرف جزئیات پر ہی نظر نہیں رکھا بلکہ قرآن وحدیث، اصول وتفسیر کے ساتھ قواعد فقہیہ کو بھی ماخذ بنایا۔ ایک تبحر فقیہ کے لئے ضروری ہے کہ مسائل شرعیہ کے ساتھ اسکی نظر حالات وزمانہ پر بھی ہو کہ عرف وحالات عادت وتعاملِ ناس کی جانکاری کے بغیر کوئی مفتی تبحر فقیہ نہیں ہوسکتا مشہور ہے "من جھل باھل زمانہ فھو جاھل۔ (۲)

خادمان فقہ سے پوشیدہ نہیں ہے عرف وعادت اور مکان وزمان کی وجہ سے مسائل میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے، تبحر مفتی کی نگاہ وسیع ہوتی ہے مطالعہ عمیق ہوتا ہے اور حالات وزمانہ پر اسکی نظر ہوتی ہے اور افتاء نویسی کے وقت صرف نفس مسئلہ پیش نظر نہیں رکھتا ہے بلکہ فتاویٰ تحریر کرنے سے قبل سائل کی شخصیت اسکی نیت، استفتاء کی نوعیت، علاقہ کی کیفیت، اور وہاں کے لوگوں کی عادت سے آگاہ ہوتا ہے، حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے فتاویٰ میں مذکورہ تمام خوبیاں موجود ہیں آپ نے فتاویٰ تحریر کرتے وقت صرف استفتاء پر نظر نہیں رکھا بلکہ سائل کی نیت اور حالات وتعامل کو بھی پیش نظر رکھا آپ ایسے وسیع النظر مفتی ہیں کہ آپ نے موقع محل کی نزاکت، شریعت مطہرہ کی مصلحت، ''الدین یسر'' (۳) کی رعایت کو ملحوظ نظر رکھا۔ آپ کے تبحر علمی اور فقید المثال فقیہ ہونے کا اندازہ لگانا ہے تو مندرجہ ذیل استفتاء کا جواب ملاحظہ فرمائیں آپ سے استفتاء ہوا۔

السوال: کچی چھینٹ اور رنگے ہوئے کپڑے سے نماز جائز ہے یا نہیں کپڑا پاک ہے یا پلید؟
الجواب: علاوہ ازیں کے ہماری شریعت سمحۂ سہلہ کا ضابطۂ عامہ واصل کلی ہے کہ ''الاصل فی الاشیاء الطہارۃ'' تو جب تک بطریقہ شرعیہ پڑیا میں اسپرٹ وغیرہ نجاست کا میل یقینی طور پر ثابت نہ ہو جائے اسکی نجاست کا حکم رجما بالغیب و بے ثبوت ہوگا، میں کہتا ہوں اگر بطریق شرعی ثابت ہو جائے کہ پڑیا میں اسپرٹ کا میل ہے تو اس میں شک نہیں کہ ہندیوں کو اس کی رنگت میں ابتلائے عام ہے اور عموم بلویٰ نجاست متفق علیہ میں باعث تخفیف حتیٰ فی موضع النص القطعی ''کمافی ترشش البول قدر اروٴس الابر کما حققہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر'' نہ کہ محل اختلاف میں جو زمانۂ صحابہ سے عہد مجتہدین تک برابر اختلافی چلا آیا نہ کے جہاں صاحب مذہب حضرت امام اعظم و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ کا اصل مذہب طہارت ہو اور وہی امام ثالث امام محمد سے بھی ایک روایت اور اسی کو طحاوی وغیرہ ائمۂ ترجیح وتصحیح نے مختار مرجح رکھا ہو نہ کہ ایسی حالت میں جہاں اس مصلحت کو بھی دخل نہ ہو جو متاخرین اہل فتویٰ کو اصل مذہب سے عدول اور روایت اخریٰ امام محمد کے قبول پر باعث ہوئی، نہ کہ جب مصلحت الٹی اس کے ترک اور اصل مذہب پر افتاد کی موجب ہو تو ایسی جگہ بلا وجہ بلکہ برخلاف وجہ مذہب مہذب صاحب مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ترک کر کے مسلمانوں کو ضیق وحرج میں ڈالنا اور عامۂ مومنین ومومنات جمیع دیار و اقطار ہندیہ کی نمازیں معاذ اللہ باطل اور انہیں اثم ومصر علی الکبیرۃ قرار دینا روش فقہی سے یکسر دور پڑنا ہے غرض پڑیا پاک ہے۔ اس مسئلہ میں مذہب حضرت امام اعظم اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عدول کی کوئی وجہ نہیں اور ہمارے ان اماموں کی مذہب پر پڑیا کی رنگت سے نماز بلا شبہ جائز ہے۔ فقیر اس زمانے میں اس پر فتویٰ دینا پسند کرتا ہے اور اس سے نماز نہ ہونے کا فتویٰ دینا آج کل سخت حرج کا باعث ہے ہاں بادامی رنگ کی پڑیا کے سوا (کہ اسکی طہارت میں کوئی شبہ نہیں) اور رنگت کی پڑیا سے ورع کے لئے بچنا اولیٰ ہے۔ (۴)

آپ نے اس مختصر فتویٰ میں سمندر کو کوزہ میں بھر دیا ہے۔ حضور حجۃ الاسلام کی قوت استدلال، فقیہانہ بصیرت، اصول وقواعد کا استحضار، عامۃ المسلمین کی رعایت، مقاصد شریعت کی مصلحت کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ مذکورہ فتویٰ سے ظاہر ہے کہ حضور حجۃ الاسلام عالم اسلام کے عبقری فقیہ تھے اور آپ کو فقہی قواعد واصول پر ملکہ حاصل تھا۔ حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے مذکورہ فتویٰ میں اصول کے مشہور قواعد الاصل فی الاشیاء الاباحۃ (۵)، الیقین لایزول بالشک (۶)، المشقۃ تجلب التیسیر (۷)، الحرج مدفوع (۸)، سے استدلال صاف ظاہر ہے نیز متقدمین ومتاخرین کی تصحیح

وترجیحات اور اصل مذہب سے عدول کی وجوہات اور اصول رسم افتاء پر کو بھی پیش نظر رکھا۔ آپ کی فقہی بصیرت کسی سے پوشیدہ نہیں رہی کہ رنگے ہوئے کپڑوں کے استعمال میں امت المسلمین گرفتار ہیں۔ ان کپڑوں میں عدم جواز کا قول انہیں ضیق وعسرت میں ڈالنا ہے۔ اور یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا (۹) کی مصلحت کے خلاف ہے۔ آپ نے علمۃ المسلمین کو پریشانیوں سے بچایا۔ آپ نے کم وبیش پچاس سال تک مسند افتاء کو زینت بخشی اس طویل عرصہ میں آپ نے ہزاروں استفتا کے جوابات عنایت فرمائے مگر تمام محفوظ نہیں رہ سکے آپ کے کچھ فتاویٰ ہی دستیاب ہو سکے جسے فتاویٰ حامدیہ کے نام سے منظر عام پر لایا گیا ہے۔ فتاویٰ حامدیہ تو مختصر ہے مگر معنوی حیثیت سے بہت بلند ہے حضور حجۃ الاسلام کی دقت نظر اور فکر کی گہرائی وگیرائی اور وسعت نظری آپ کے فتاویٰ سے ظاہر ہے فتاویٰ حامدیہ میں دو رسالے بہت معرکۃ الآراء ہیں ایک ''الصارم الربانی علی اسراف القادیانی'' دوسرا ''اجتناب العمال عن فتاویٰ الجھال'' پہلا رسالہ قادیانی کے رد میں ہے اور دوسرا رسالہ قنوت نازلہ کے تعلق سے ہے آپ کے دونوں رسالے دلائل وبراہین سے بھر پور ہیں مخالف مصنف کی تیس جہالتیں شمار کرائیں، عبارت، ترجمہ اور روایت میں غلطیوں کو ظاہر فرمایا آپ نے مخالف مصنف کے فریب کو بھی آشکارا کیا۔ حضور حجۃ الاسلام نے اپنا علمی رعب قائم کرنے کے لئے نہیں بلکہ رضائے الٰہی کے حصول اور علمۃ المسلمین کو جہالت وگمرہی سے بچانے اور مسائل صحیحہ کی جانکاری کے لئے سخت قدم اٹھایا۔ آپ کی حیات مبارکہ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ (۱۰) کی مصداق تھی خود فرماتے ہیں:

''مگر امور متعلقہ بہ دین میں بعد سوال سائل بیان، امر حق ضروری اور یہاں مصلحت دینی اسکی طرف داعی کہ جب ایک ایسا بے علم وکم فہم ومشکوک ومتہم شخص اپنے آپ کو مفتی مصنف بنائے ہوئے ہیں تو اسکی پُر جہل اور نا اہل ہونے کا آشکارا کرنا انشاء اللہ تعالیٰ دین عوام کو نافع اور ضلالت وجہالت میں پڑھنے کا دافع ہوگا۔ وباللہ التوفیق۔

بلا شبہ حجۃ الاسلام فقہ وافتا کے مقام رفیع پر فائز تھے۔

ع۔ ابر رحمت ان کی مرقد پر گہر باری کرے

کتابیات:

(۱) فتاویٰ حامدیہ ص ر ۴۲
(۲) رسم المفتی ص ر ۱۸۱
(۳) فیض القدیر ج ر ۳ ص ر ۲۴۲
(۴) فتاویٰ حامدیہ ص ۲۵، ۲۴، ۲۲۳
(۵) الاشباہ والنظائر ص ر ۱۱۵
(۶) ایضاً ص ر ۱۰۰
(۷) ایضاً ص ر ۱۲۵
(۸) ایضاً ص
(۹) فیض القدیر ص ر ۵۹۷
(۱۰) مشکوۃ ص ر ۱۵

حضور حجۃ الاسلام اور فقہ و افتا

مفتی محمد راحت خان قادری
بانی و ناظم دار العلوم فیضان تاج الشریعہ بریلی شریف

فقہ کا لغوی معنی:

فِقہ کا معنی لغت میں کسی شئی کے مقصود کو پہونچنا ہے۔

حضرت علامہ شریف جرجانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

"الفقہ ھو فی اللغۃ عبارۃ عن فھم غرض المتکلم من کلامہ"۔(۱) یعنی فقہ کا معنی لغت میں متکلم کے مقصد کو اس کے کلام سے سمجھنا ہے۔

فقہ باب سمع یسمع سے مستعمل ہے اس کا اسمِ فاعل فاقہٌ کے بجائے فقیہٌ آتا ہے، جیسے سمیع بمعنی سامع۔ پھر اس کو علم شریعت کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس صورت میں مصدر بلفظ فَقَاھت باب کرم یکرم سے مستعمل کیا جاتا ہے۔ فَقَاھت کے معنی فقیہ ہونے کے ہیں۔ "والعالم بالفقہ فقیہ" یعنی فقہ جاننے والا فقیہ ہے، اور محاورے میں کہا جاتا ہے:

"فلانٌ فَقّھہ اللہ ای علمہ الفقہ و تفقہ ھو بنفسہ" اور "مفاقھۃ" کے معنی فقہ میں بحث کرنے کے ہیں، اسی طرح لغت میں فقہ کا معنی "الشقّ والفتح" یعنی شق کرنا اور کھولنا ہے:

جیسا کہ علامہ زمخشری نے تعریف کرتے ہوئے اس جانب یوں اشارہ کیا ہے:

"الفقیہ العالم الذی یشقّ الاحکام ویفتش عن حقائقھا"۔ فقیہ ایسے عالم دین کو کہتے ہیں جو شریعت کی تہیں کھولتا اور ان کے حقائق کی تفتیش کرتا ہے۔

فقہ کا اصطلاحی معنی

عام فقہائے کرام سے فقہ کی تعریف یوں منقول ہے:

''العلم بالأحکام الشرعیة عن أدلتها التفصیلیة'' (۲) یعنی احکام شرعیہ کو ان کے تفصیلی دلائل کے ذریعہ معلوم کرنا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فقہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

''معرفة النفس ما لها وما علیها'' (۳) ایسی حقیقی معرفت کہ جس کے ذریعہ انسان اپنا فائدہ اور نقصان معلوم کر سکے اس کا نام علم فقہ ہے۔

عمدۃ المتأخرین علامہ محمد امین ابن عابدین شامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فقہ کی وضاحت یوں کی ہے کہ اصولیوں کے نزدیک فقہ کی اصطلاحی تعریف اس طرح ہے:

''العلم بالأحکام الشرعیة الفرعیة المکتسب من أدلتها التفصیلیة'' (۴) احکام شرعیہ کو تفصیلی دلائل سے جاننے کو فقہ کہتے ہیں۔

اسی میں ہے:

''وعند الفقهاء حفظ الفروع واقله ثلاث'' (۵) فقہا کی اصطلاح میں فقیہ کا اطلاق اس پر ہوگا جو فروع کو یاد رکھے اس کی اقل مقدار تین ہے۔

صوفیائے کرام (جو ایسی شریعت طریقت کے جامع ہوں وصل مولیٰ کا حصول ہوتا ہو) کے نزدیک فقہ کی تعریف یوں ہے:

''الجمع بین العلم والعمل لقول الحسن البصری۔ انّما الفقیه المعرض عن الدنیا، الزاهد فی الآخرة البصیر بعیوب نفسه'' (۶) فقیہ اس کو کہتے ہیں جو علم وعمل کا جامع ہو۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ فقیہ وہ ہے جو دنیا سے منہ موڑ کر آخرت کی طرف راغب اور اپنے عیوب پر واقف ہو۔

عہد قدیم میں علم فقہ کا مفہوم بہت وسیع تھا۔ اس کے دائرۂ بحث میں علم شریعت کے علاوہ علم الٰہیات اور علم طریقت کے مسائل بھی شامل تھے۔ شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی شرح مسلم الثبوت میں یوں لکھتے ہیں:

''ان الفقه فی الزمان القدیم کان مُتناوِلاً لعلم الحقیقة وهی الالهیات من مباحث الذات والصفات وعلم الطریقة وهی مباحث المنجیات والمهلکات

وعلم الشريعة الظاهرة،، (۷) یعنی علم فقہ زمانہ قدیم میں علم حقیقت کو بھی شامل تھا، جسے علم الٰہیات کہتے ہیں کہ جس میں خدائے تعالیٰ کی ذات وصفات سے بحث ہوتی ہے، اسی طرح نجات بخش اور ہلاکت آمیز چیزوں کا علم یعنی علم طریقت اور شریعت مطہرہ کے ظاہری علوم بھی اس علم کے دائرہ میں آتے تھے۔

البتہ بعد میں جب مسلمانوں کے تعلقات مختلف اقوام کے ساتھ قائم ہوئے تو علوم وفنون کا بھی تبادلہ ہوا اور وقت کے تقاضے کے مطابق عقائد وایمانیات کو عقلی دلائل سے مزین کیا گیا تو عقائد کے مباحث مستقل ایک فن کی صورت اختیار کر گئے اور اس کو علم کلام سے موسوم کیا گیا اس کے بعد فقہ کا مفہوم علم شریعت ظاہرہ میں محدود ہو گیا۔

علم فقہ کا موضوع:

علم کا موضوع وہ ہوتا ہے کہ جس کے عوارض ذاتیہ سے اس علم میں بحث کی جائے۔ علم فقہ کا موضوع فعل مکلف ہے اس حیثیت سے کہ وہ مکلف یعنی عاقل وبالغ ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہٗ السامی فرماتے ہیں:

"وموضوعہ فعل المکلف ثبوتاً او سلباً" (۸) یعنی علم فقہ کا موضوع ثبوتا یا سلبا فعل مکلف ہے۔

لہٰذا غیر مکلف کا فعل اس علم کا موضوع نہیں ہو سکتا کیونکہ بچہ اور مجنون وغیرہ تکالیف شرعیہ کے مکلف ہی نہیں ہیں اور ان کی عبادات (نماز، روزہ وغیرہ) کی صحت عقلی ہے۔ ان کو اس کا حکم اس لئے دیا جاتا ہے تا کہ عادت ہو جائے اور بالغ ہونے کے بعد ترک نہ کریں نہ کہ اس وجہ سے کہ وہ مخاطب ہیں۔ فعل مکلف کو چونکہ حلال وحرام واجب ومستحب وغیرہ عارض ہوتے ہیں۔ اس لئے فقہ میں ان ہی سے بحث کی جاتی ہے۔ یہی فقہ کا موضوع ہے۔

علم فقہ کی غرض وغایت:

اس علم کی غرض وغایت سعادت دارین ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہٗ السامی فرماتے ہیں:

"وغایتہ الفوز بسعادۃ الدارین" (۹) اس کی غرض دارین کی سعادت سے کامران ہونا ہے۔

یعنی فقیہ خود بھی دنیا میں جہالت کی گھاٹیوں سے نکل کر علم نافع کی فضاؤں میں سفر کرتا ہے اور دوسروں کو بھی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تعلیم دیتا ہے تا کہ جہالت کی تاریکیاں چھٹ جائیں، نور علم کی بلندیاں حاصل ہو جائیں، مالک جنت راضی ہو اور یہ نعیم جنت سے مالا مال ہو جائے۔

علم فقہ کا ماخذ:

اس علم کا ماخذ آیات قرآنیہ، احادیث احکامیہ اور اجماع و قیاس ہیں فتاوی شامی میں ہے:

"واستمدادہ من الکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس۔" (۱۰) یعنی اس کا ماخذ کتاب وسنت اور اجماع و قیاس ہے۔

شریعت محمدیہ میں حسب مراتب بالا احکام صادر کئے جائیں گے اقوالِ صحابۂ کرام حدیث کے ساتھ ملحق ہوتے ہیں تو تعامل اجماع کے تابع کیا گیا ہے لیکن تحری واستصحاب حال قیاس کے تابع رہیں گے جیسا کہ علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"وأما الشریعۃ من قبلنا فتابعۃ للکتاب، وأما أقوال الصحابۃ فتابعۃ للسنۃ، وأما تعامل الناس فتابع للاجماع وأما التحری و استصحاب الحال فتابعان للقیاس۔" (۱۱) یعنی ہم سے پہلے کی شریعت کتاب کے تابع، اقوال صحابۂ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تابع، تعامل ناس اجماع کے اور تحری واستصحاب حال قیاس کے تابع ہے۔

علم فقہ کی اصل قرآن وحدیث میں:

علم فقہ دیگر علوم وفنون کی طرح خود ساختہ نہیں ہے بلکہ اس کا مرجع قرآن وحدیث ہیں۔ اور قرآن وحدیث میں اس کی بنیادیں موجود ہیں۔ قرآن وحدیث کے ساتھ فقہ کو ایسا گہرا تعلق ہے کہ فقہ کا لفظ بھی قرآن وحدیث ہی سے ماخوذ ہے۔ ویسے تو جا بجا قرآن میں تدبر، تفکر، تعقل اور شعور وادراک کی دعوت عام ہے۔ لیکن ایک آیت مبارکہ میں بالکل صراحت کے ساتھ اہل ایمان کو تفقہ کی دعوت دی گئ ہے:

"وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ" (۱۲) اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں، تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے

ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔(۱۳)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں ہر شخص کو عالم وفقیہ بننا ضروری نہیں البتہ جو چیزیں بندے پر فرض وواجب ہیں اور جو اس کے لئے ممنوع وحرام ہیں ان کا سیکھنا فرضِ عین ہے اور اس سے زائد علم حاصل کرنا فرضِ کفایہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے علم سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔(۱۴)

دین کی سمجھ جس علم سے حاصل ہوتی ہے اسی کو فقہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چونکہ علم فقہ ہی ایک ایسا فن ہے کہ جس کا تعلق بے شمار علوم وفنون سے ہے۔ رب تبارک وتعالی ارشاد فرماتا ہے:

"مَنۡ یُّؤۡتَ الۡحِکۡمَۃَ فَقَدۡ اُوۡتِیَ خَیۡرًا کَثِیۡرًا" (۱۵) اور جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی۔(۱۶)

اس آیت کریمہ میں مفسرین نے حکمت سے علم فقہ ہی مراد لیا ہے۔

حضور سرور عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرتے ہیں:

"لکلّ شئي عمادو عمادھذا الدین الفقہ"،(۱۷) یعنی ہر چیز کا ایک ستون ہے اور اس دین کا ستون علم فقہ ہے۔

"من یر داللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین"،(۱۸) اللہ تعالی جس کے بارے میں بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے تفقہ عطا فرماتا ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں واضح طور پر علما کی سب لوگوں پر اور تفقہ فی الدین کی تمام علوم پر فضیلت بیان کی گئی ہے۔(۱۹)

مشکوۃ شریف کتاب العلم میں ہے کہ ایک موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"انّ الناس لکم تبعٌ وانّ رجالا یاتونکم من أقطار الأرض یتفققھون فی الدین فاذا أتوکم فاستوصوا بھم خیراً" (۲۰) بیشک لوگ تمہارے تابع ہیں اور بیشک تمہارے پاس تفقہ حاصل کرنے کے لئے لوگ زمین کے مختلف خطوں سے آئیں گے جب وہ تمہارے پاس آئیں تو تم انہیں خیر کی وصیت کرنا۔

"والفقیہ الواحد أشد علی الشیطان من الف عابد"،(۲۱) اور ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے سخت وگراں ہوتا ہے۔ کیونکہ عابد سے کسی کو نفع نہیں پہونچتا اور فقیہ لوگوں کو فقہ

کی تعلیم دیتا ہے انہیں حرام وحلال کے مسائل بتلاتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا:

"تفقهوا قبل أن تسودوا"، (۲۲) یعنی سردار بننے سے قبل علم فقہ حاصل کرلو۔

"مجلس فقه خير من عبادة ستين سنة"، (۲۳) فقہ کی مجلس میں شریک ہونا ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے۔

افتا:

بیشک افتا یہ ایک پرخطر وادی ہے۔ لیکن اس کار خیر میں رب تبارک وتعالیٰ نے بہت فضیلت رکھی ہے۔ کیونکہ مفتی انبیائے کرام علیہم افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کا نائب اور فرض کفایہ کو ادا کرنے والا ہوا کرتا ہے۔ افتا کا تعلق حقوق اللہ وحقوق العباد، سیاست وامارت، انفرادیت و اجتماعیت، قوانین وجرائم اور عبادات ومعاملات غرض یہ کہ زندگی کے ہر شعبہ سے ہے۔

شارح بخاری علامہ مفتی شریف الحق امجدی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"فتوی دینا ساری دینی خدمات میں سب سے اہم، سب سے مشکل اور سب سے پیچیدہ کام ہے، اور ایسا کام جس کی کوئی انتہا نہیں۔ فقہائے کرام نے اگرچہ ہم پر احسان فرماتے ہوئے لاکھوں جزئیات کی تصریح فرمادی پھر بھی حوادث محدود نہیں۔ آئے دن سیکڑوں واقعات ایسے ہوتے رہتے ہیں کہ جن کے بارے میں کوئی جزئیہ کسی کتاب میں نہیں ملتا۔ یہی وہ وقت ہوتا ہے کہ ایک فقیہ اپنی بالغ نظری، نکتہ سنجی، دقیقہ بینی کی بدولت تائید ایزدی سے صحیح حکم اخذ کرلیتا ہے، مگر یہ کام کتنا مشکل ہے اسے بتایا نہیں جاسکتا، جس کے سر پڑتی ہے وہی جانتا ہے۔" (۲۴)

افتا کا لغوی معنی:

افتا کا لغوی معنی "جواب دینا" ہے۔ اسی معنی کے لحاظ سے بادشاہِ مصر کا یہ قول اللہ رب العزت نے ذکر فرمایا ہے:

"يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ إِن كُنتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُونَ" (۲۵) یعنی اے درباریو! تم میرے خواب کا جواب دو اگر تمہیں خواب کی تعبیر آتی ہو۔ (۲۶)

افتا کا اصطلاحی معنی:

اصطلاح فقہا میں افتا کا معنی "مسئلہ کا حکم اور شرعی فیصلہ بتانا" اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"یَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ" (۲۷) یعنی اے محبوب تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں۔ تم فرمادو کہ اللہ تم کو کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔ (۲۸)

علامہ سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"الافتاء بیان حکم المسئلة" (۲۹) حکمِ مسئلہ کو بیان کرنے کا نام افتا ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"الافتاء فانه افادة الحکم الشرعی" (۳۰) یعنی شرعی فیصلہ سے آگاہ کرنے کو افتا کہتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"انما الافتاء أن تعتمد علی شیٔ و تبین لسائلك ان هذا حکم الشرع فی ما سئلت۔ و هذا لا یحل لأحد من دون ان یعرفه عن دلیل شرعی و الا کان جزافا و افتراء علی الشرع و دخولا تحت قوله عز و جل: {أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ" (۳۱) "قُلْ آللّٰهُ أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُونَ" (۳۲) یعنی افتا یہ ہے کسی بات پر اعتماد کر کے سائل کو بتایا جائے کہ تمہاری مسئولہ صورت میں حکم شریعت یہ ہے۔

یہ کام کسی کے لیے بھی اس وقت تک حلال نہیں جب تک اسے کسی دلیل شرعی سے اس حکم کا علم نہ ہو جائے ورنہ یہ غلط ہوگا اور شریعت پر افترا ہوگا، اور ایسا کرنے والا اللہ کے اس قول کا مصداق ہوگا:

[کیا تم خدا پر وہ بولتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔] [فرماؤ کیا اللہ نے تمہیں اذن دیا، یا تم خدا پر افترا کرتے ہو۔]" (۳۳)

افتا کی فضیلت:

افتا کی اہمیت و عظمت اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ خدائے تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر افتا کی نسبت خود اپنی جانب فرمائی ہے۔ ارشاد ہے "یَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ" (۳۴) یعنی اے محبوب تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں۔ تم فرمادو کہ اللہ تم کو کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔ (۳۵)

اللہ رب العزت نے سب سے پہلے افتا کے منصب عظیم سے اپنے مظہر اتم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سرفراز فرمایا۔

اور اللہ تبارک وتعالی نے جن انبیائے کرام علیہم افضل التسلیمات کو بھی اس دار فانی میں بھیجا تو ان کو اتنے علم سے سرفراز فرمایا کہ وہ اپنی قوم کی ضرورت کے مسائل حل کر سکیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو علم فقہ حاصل کرنے کا حکم فرمایا اور ان کو تفقہ کی دعوت دی تا کہ وہ اس علم کے ذریعہ قوم کے سوال کرنے پر ان کو حکم شرعی سے آگاہ کر سکیں اور قوم پر اتباع شریعت آسان ہو جائے۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

"فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ" (۳۶) تو کیوں نہ ہوا کہ ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔ (۳۷)

اس کی اہمیت وافادیت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ کام دینی خدمات میں سب سے زیادہ اہم ہے۔ اسی لئے فقہائے کرام نے فرمایا کہ جو عالم ایسا مرجعِ فتوی ہو کہ جس کو سنن رواتب پڑھنے کا موقع نہ مل سکے تو فجر کی سنتوں کے علاوہ دیگر سنن مؤکدات اس کے ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہیں۔ فتاوی عالمگیری جلد اول ص: ۸۹ ر پر ہے:

"قال مشائخنا العالم اذا صار مرجعا فی الفتویٰ یجوز له ترك سائر السنن لحاجة الناس الی فتواه الا سنة الفجر كذا فی النهاية" یعنی مشائخ حنفیہ نے فرمایا کہ جب عالم فتوی میں مرجع ہو جائے تو اس کے لئے فجر کی سنتوں کے علاوہ تمام سنتوں کا چھوڑنا جائز ہے، لوگوں کے اس کے فتوی کی حاجت کی وجہ سے، ایسا ہی نہایہ میں ہے۔

اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ جو نا جاننے والے ہیں ان کو حکم دیا کہ وہ معلوم کریں۔ آیت مبارکہ میں ہے: "فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" (۳۸) تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔ (۳۹)

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تلاوت قرآن میں مشغول ہو اور اذان کی آواز آئے تو تلاوت روک کر اذان غور سے سنے اور اس کا جواب دے۔ لیکن اگر فقہا کی جماعت علمی تذکرے میں ہو تو ان کے لئے وہ حکم نہیں تنویر الابصار ودرِّ مختار میں ہی:

"ویجیب من سمع الأذان ولو جنبا لا حائضا و تعليم علم وتعلمه بخلاف القرآن اه. ملخصا" یعنی اذان کو جو سنے وہ جواب دے اگرچہ جنبی ہو حائضہ جواب نہ دے، نہ وہ جو علم کی تعلیم دینے یا حصول علم میں مشغول ہو، قرآن کریم کی تلاوت کرنے والا جواب دے۔

اسی عبارت کے تحت علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں "ای شرعی فیما یظهر ولذا اعبر

فی الجوھرۃ بقرائۃ الفقه"(۴۰) یعنی علم سے مراد علم شرعی ہے اسی لئے جوہرہ میں فقہ کی قرأت فرمایا ہے۔

حضور حجۃ الاسلام قدس سرہ:

اقلیم فقہ وافتا کی بلند پایہ شخصیت حضور حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ کا تعلق ایسے خاندان سے ہے جس خاندان کی خدمات اس میدان میں ایک طویل زمانے کو محیط ہیں۔ آپ کے رشحات قلم اور آپ کی تصنیفات وتحریرات کا مطالعہ کیا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ صرف فقہ وفتاوی ہی نہیں بلکہ تفسیر وحدیث، عقائد وکلام، عربیت وبلاغت، حسن انشاو کمال تفہیم، حالات زمانہ سے آشنائی اور حکمت وتدبیر جیسے بہت سے محاسن کے جامع تھے۔

حضور حجۃ الاسلام قدس سرہ جہاں حسن وجمال، جودونوال، وجیہ وخوبرو، صبر واستقلال اور تحمل بردباری وغیرہ اوصاف کے مالک تھے وہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم دین کی بیش بہا قیمتی نعمت سے بھی سرفراز فرمایا تھا میدان علم وفن کے شہسواروں نے آپ کے اندر مندرجہ ذیل اوصاف کا مشاہدہ کیا ہے:

(۱) قاری قرآن (۲) محدث (۳) مفسر (۴) ادیب (۵) متکلم (۶) مناظر (۷) مترجم (۸) شارح (۹) مدرس (۱۰) مصنف (۱۱) اصولی (۱۲) محقق (۱۳) ناقد (۱۴) مدبر (۱۵) مرشد وشیخ (۱۶) قائد ورہنما (۱۷) محشی (۱۸) علامہ (۱۹) مدرس (۲۰) عامل (۲۱) خطیب (۲۲) شاعر (۲۳) صحافی (۲۴) مبلغ (۲۵) مفتی

آج بھی مندرجہ بالا دعوے کی تصدیق کے لیے آپ کی تحریرات کا مطالعہ کیا جاسکتا۔

فقہ وفتاوی میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو کتنا بلند رتبہ عطا فرمایا اس کا اندازہ ان چار باتوں سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

(۱) تعلیم وتربیت کس ماحول میں پائی

(۲) آپ نے فتوی نویسی کس سے سیکھی

(۳) آپ کی تصنیفات وفتاوی کا مقام ومرتبہ

(۴) فقہ وفتاوی میں آپ کے تلامذہ

حضور حجۃ الاسلام کی تعلیم وتربیت:

ربیع النور ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۵ء شہر عشق ومحبت، گہوارۂ علم وادب بریلی شریف میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ والد ماجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے تاریخی نام "محمد" رکھا، پکارنے کے لیے "حامد رضا" تجویز فرمایا۔

آپ کی پیدائش جس مکان میں ہوئی تھی وہ مکان آپ کے دادا جان رئیس المتکلمین حضرت علامہ الشاہ مفتی نقی علی خاں بریلوی قدس سرہ کا تھا اور ابھی دادا جان بھی بقید حیات تھے۔ انہوں نے علوم وفنون اپنے والد گرامی قدر قدوۃ الواصلین حضرت علامہ رضا علی خاں قدس سرہ سے حاصل کر کے فضل وکمال کی بلندیوں کو طے کر کے نوعمری ہی میں شہرتوں کو حاصل کیا تھا۔ علم وعمل، فکر ونظر، تصنیف وتالیف، درس وتدریس اور فہم وفراست میں بے مثال تھے۔ آپ کی پیدائش کے وقت والد محترم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی عمر مبارک ۲۰ رسال تھی۔ ایسے روشن تابناک ماحول میں آپ کا عہد طفلی شروع ہوا، ۶ رسال تک آپ نے اپنے دادا جان کی صحبت پائی، اور نقل وحکایت، بول چال کا ڈھنگ عام گھر والوں اور خصوصیت کے ساتھ اپنے دادا جان اور والد محترم سے سیکھا۔

جس طرح سے علامہ نقی علی قدس سرہ کو ان کے والد حضرت مولانا رضا علی نے خود تعلیم و تربیت دے کر علم وادب کا شہسوار بنایا تھا۔ انہوں نے بھی اپنے شہزادے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ کو تعلیم تربیت کے سانچے میں ایسا ڈھالا تھا کہ جس کی مثال کوئی دوسرا پیش کرے یہ مشکل امر ہے۔ اپنے باپ دادا کی طرح حضرت حجۃ الاسلام نے بھی تمام علوم متداولہ کی تعلیم اپنے والد محترم سے ہی حاصل کی تھی اور اپنے معاصرین میں ممتاز ہوئے۔

طالب علمی کے زمانہ میں ہی آپ نے تدریس کا سلسلہ بھی والد بزرگ کے ایما پر شروع کر دیا ایک طرف علم حاصل کرتے دوسری جانب دوسروں کی تربیت کے لیے کوشاں رہتے، اور اپنے والد اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی روش پر چلتے ہوئے زمانۂ طالب علمی میں درسیات کی اہم کتب پر حواشی بھی لکھے جس پر آپ نے اپنے شیخ واستاذ اور والد گرامی اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے داد وتحسین بھی حاصل کی۔ خلیفۂ حضور حجۃ الاسلام علامہ ابراہیم خوشتر تحریر فرماتے ہیں:

> "یہی وجہ ہے کہ پڑھنے کے زمانے ہی میں آپ نے درسیات کی امہات کتب، خیالی، توضیح تلویح، ہدایہ آخرین، بیضاوی، صحیح بخاری پر

حواشی لکھ کر اپنے والد ذی شان کے زمانۂ تعلیم کی یاد تازہ کردی، اور خود امام احمد رضا نے ''قال الولد الاعز'' لکھ کر اپنے متعلم صاحب زادے کی تحسین فرمادی۔'' (۴۱)

حضور حجۃ الاسلام قدس سرہ نے فتوی نویسی کس سے سیکھی؟

''تیرہویں صدی ہجری میں مولانا رضا علی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ء میں بریلی کی سرزمین پر مسند افتا کی بنیاد ڈالی، اور ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۵ء تک فتویٰ نویسی کا گراں قدر کام بحسن وخوبی انجام دیا۔ مولانا رضا علی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف خود مسند افتا کو زینت بخشی بلکہ اپنے فرزند سعید مولانا نقی علی بریلوی کو خصوصی تعلیم دے کر مسند افتا پر فائز کیا۔ مولانا نے مسند افتا پر رونق افروز ہونے کے بعد ۱۲۹۷ھ تک نہ صرف فتویٰ نویسی کا گراں قدر اور اہم فریضہ انجام دیا بلکہ معاصر علما وفقہا سے اپنی اعلیٰ علمی صلاحیت، بصیرت کا لوہا منوالیا۔ (۴۲)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ کی فتوی نویسی کا آغاز ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء سے ہوتا ہے اور یہ سلسلہ خدمت بے بہا ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء تک مسلسل جاری رہا۔ حضور حجۃ الاسلام قدس سرہ نے بھی فتوی نویسی اپنے والد بزرگ وار سے سیکھی۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد فرماتے ہیں:

> ''۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء سے ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء تک امام احمد رضا کی خدمت میں رہ کر تربیت کے مراحل طے کیے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد ۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۵ء میں کار افتا کے لیے تیار کردیا تھا۔ امام احمد رضا کے لیے فتوؤں میں حوالوں کی کتابیں نکالنا، سندوں کی عبارتیں تلاش کرنا آپ کے ذمے تھا، اس طرح فتوی نویسی کے لیے خود آپ بھی تیار ہورہے تھے۔ ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء میں دار العلوم منظر اسلام، بریلی شریف کے آپ مہتمم ہوئے تو پھر یہ ذمہ داری حضرت مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ نے سنبھالی، جو آپ کے چھوٹے بھائی تھے، عمر میں آپ سے ۱۸؍ سال چھوٹے تھے''۔ (۴۳)

علمائے حرم اور اعلیٰ حضرت:

آپ کے شیخ واستاذ اور والد محترم کا رتبہ علم وفضل کتنا بلند ہے اس کا اندازہ لگانا نہایت مشکل ہے بڑی بڑی ڈینگیں مارنے والے بھی ان کی تحقیق کے آگے خود کو بونا تصور کرتے ہیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ کے علم وفضل کا اعتراف علمائے عرب وعجم کے ساتھ ساتھ

ان لوگوں نے بھی کیا ہے جو آپ سے اختلاف رکھتے تھے۔ ذیل میں عرب کے مقتدر علمائے کرام کے تاثر پیش کیے جاتے ہیں جنہوں نے کھلے دل سے آپ کی وسعت علم کا اعتراف کیا ہے۔

شیخ عبدالرحمن دھان مکی فرماتے ہیں:

"الذی شهد له علماء البلد الحرام بأنه السید الفرد الامام۔" (۴۴) وہ جس کے متعلق مکہ معظمہ کے علمائے کرام گواہی دے رہے ہیں کہ وہ سرداروں میں یکتا و یگانہ ہیں۔

شیخ عبداللہ نابلسی مدنی فرماتے ہیں:

"وهو لنا درة هذا الزمان و غرة هذا الدهر و الاوان.... سید الشیوخ و الفضلاء الکرام یتیمة الدهر بلا توان۔" (۴۵) وہ نادر روزگار، اس وقت اور اس زمانے کا نور۔۔۔۔۔۔ معزز مشائخ اور فضلا کے سردار، بلا تامل وہ زمانے کا گوہرِ یکتا۔

شیخ محمد عارف بن محی الدین ابن احمد فرماتے ہیں:

"فکلامه یدل علی کمال علمه۔" (۴۶) ان کے کمال علم پر ان کا کلام دلالت کرتا ہے۔

علامہ شیخ محمد القاسمی دمشقی تحریر فرماتے ہیں:

"جامع الکمالات و الفضائل من الخط دون شرفه کل متطاول فانه ابن الفضل و أبوه و المذعن لفضله اعداؤه و محبوه مقداره فی العلم جلیل و مثله فی الأنام قلیل۔" (۴۷) فضائل و کمالات کے ایسے جامع ہیں جن کے سامنے بڑے سے بڑا ہیچ ہے، وہ فضل کے باپ اور بیٹے ہیں۔ ان کی فضیلت کا یقین دشمن و دوست دونوں کو ہے، ان کا علمی مقام بہت بلند ہے، ان کی مثال لوگوں میں بہت کم ہے۔

اعلیٰ حضرت غیروں کی نظر میں:

"الفضل ما شهدت به الاعداء" کے تحت غیروں نے بھی آپ کے فضل و کمال کا اعتراف کیا ہے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

ابوالاعلیٰ مودودی نے یوں لکھا ہے:

"مولانا احمد رضا خاں صاحب کے علم و فضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے۔ فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی وسیع نظر رکھتے تھے اور ان کی اس فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں"۔ (۴۸)

مولوی ابوالحسن علی ندوی نے یوں اظہار خیال کیا ہے:

''جزئیات فقہ پر ان کو عبور حاصل تھا، ان کے زمانے میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔'' (۴۹)

بارگاہ اعلیٰ حضرت تربیت گاہ حجۃ الاسلام:

حجۃ الاسلام علامہ مفتی حامد رضا قدس سرہ نے اپنے والد بزرگ وار اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے فتاویٰ نویسی کی تربیت حاصل فرمائی تھی کہ جن کے فضل وکمال پر اپنوں اور غیروں کی شہادتیں پائی جاتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی بارگاہ سے فیض حاصل کر کے حضرت علامہ امجد علی قدس سرہ صدر الشریعہ بنے تھے بہت سے اساتذۂ علم وفن سے تعلیم حاصل کرنے کے باوجود آپ نے فرمایا:

''جو کچھ ہے سب آپ ہی کا فیض کرم ہے''۔ (۵۰)

مجدد وقت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی بارگاہ میں ہی رہ کر علامہ ظفر الدین بہاری قدس سرہ نے ملک العلما کا خطاب پایا تھا اسی بارگاہ سے حصول علم کے بعد حضرت علامہ مصطفیٰ رضا خاں قدس سرہ مفتی اعظم کے منصب پر فائز ہوئے۔ جی یہ تو اساطین امت تھے جن کا علمی پایہ بہت بلند تھا۔

نابالغ بہشتی کی فقاہت:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ کی بارگاہ میں خدمت گزاری کے لیے جو بچے رہتے تھے وہ بھی عام بچوں سے الگ ہوتے اور آپ کے علمی فیضان کا اثر ان میں پایا جاتا۔ مترجم صحاح ستہ حضرت علامہ عبدالحکیم اختر خاں شاہجہانپوری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''معلمین حضرات توجہ نہیں فرماتے اور نابالغ شاگردوں سے بغیر ان کے والدین کی اجازت کے خدمت لیتے رہتے ہیں اس سلسلے میں سید رضا علی صاحب کا یہ بیان ملاحظہ فرمائیے:

> اعلیٰ حضرت کی زندگی میں احقر مسجد میں نماز پڑھنے گیا۔ حضرت کی مسجد کے کنوئیں پر ایک نابالغ بہشتی (سقہ) پانی بھر رہا تھا۔ میں نے جب لڑکے سے وضو کے لیے پانی مانگا تو اس نے جواب دیا: مجھے کوئی عذر نہیں ہے لیکن بڑے مولوی صاحب (یعنی اعلیٰ حضرت) نے مجھے کسی بھی نمازی کو پانی دینے سے منع فرمادیا ہے اور بتایا ہے کہ جو وضو کے لیے پانی مانگے اس سے صاف صاف کہہ دینا کہ میرے بھرے ہوئے پانی سے آپ کا وضو نہیں ہوگا، کیوں کہ میں نابالغ ہوں''۔ (۵۱)

مفتی آگرہ حضرت علامہ سید دیدار علی شاہ الوری قدس سرہ بانی حزب الاحناف لاہور کے بھی اسی طرح کے ایک واقعہ کو ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین بہاری قدس سرہ نے یوں بیان فرمایا ہے:

''مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی موجد طلسمی پریس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا دیدار علی صاحب الوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لائے، جماعت کا وقت تھا، مسجد کے کنوئیں پر ایک ''بھشتی'' لڑکا پانی بھر رہا تھا، جلدی کی وجہ سے اس لڑکے سے پانی طلب فرمایا، اس نے کہا کہ مولانا! میرے بھرے ہوئے پانی سے آپ کو وضو کرنا جائز نہیں اور نہیں دیا۔ مولانا کو غصہ آیا اور فرمایا کہ ہم جب تجھ سے لے رہے ہیں تو کیوں جائز نہیں؟ اس نے کہا مجھے دینے کا اختیار نہیں، میں نابالغ ہوں۔ مولانا کو اور غصہ آیا، جماعت ہو رہی ہے اور یہاں اور دیر لگ رہی ہے۔ فرمایا: آخر تو جہاں جہاں پانی دیتا ہے ان کا وضو کیسے ہو جاتا ہے؟ اس نے کہا: وہ لوگ تو مجھ سے مول لیتے ہیں، اور غصہ آیا مگر اس نے نہیں دیا۔ آخر کار خود بھرا اور جلدی جلدی وضو کر کے نماز میں شریک ہوئے۔ جب غصہ کم ہوا اور سلام پھیرا تو خیال آیا کہ وہ بہشتی لڑکا از روئے فقہ صحیح کہتا تھا۔ دیدار علی! تم سے تو اعلیٰ حضرت کے یہاں کے خدمت گاروں کے بچے بھی زیادہ علم رکھتے ہیں۔ یہ سب اعلیٰ حضرت کے اتباع شریعت کا فیض ہے۔'' (۵۲)

حجۃ الاسلام کی سند فقہ حنفی:

آپ کا سلسلۂ حدیث حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے واسطہ سے منسلک ہے۔ فقہ میں آپ کا سلسلہ والد ماجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے واسطہ سے شیخ عبدالرحمن مکی سے منسلک ہے، جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

> ''حجۃ الاسلام کی یہ سند عالی آپ کے والد ماجد امام احمد رضا کے ذریعے ۲۸ رواسطوں سے امام اعظم ابوحنیفہ تک پھر امام اعظم سے حضرت امام حماد بن سلیمان، امام ابراہیم نخعی، حضرت علقمہ، حضرت اسود، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے واسطوں سے حضرت سید المرسلین شارع شرع مبین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔'' (۵۳)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ کی اس سند کی خوبی یہ کہ اس میں تمام

اساتذہ ومشائخ حنفی ہیں۔ اور یہ سند فتاوی رضویہ، قدیم، ج:۱، ص:۵ ر پر موجود ہے۔

حضرت علامہ مفتی حنیف صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت کے دوسرے حج وزیارت ۱۳۲۳ھ کے موقع پر ساتھ تھے۔ مکہ مکرمہ میں ''شیخ محمد سعید بابصیل'' اور مدینہ طیبہ میں ''علامہ سید برزنجی'' کے حلقہ درس میں شامل ہوئے۔ اکابر علمائے حرمین نے سندیں عطا کیں۔ ''علامہ خلیل خربوطی'' نے سند فقہ حنفی عطا فرمائی جو صرف دوواسطوں سے ''علامہ طحطاوی'' تک پہنچتی ہے۔'' (۵۴)

حضور حجۃ الاسلام قدس سرہ کی خدمات فتاوی میں دنیا سے بے نیازی:

حضور حجۃ الاسلام کے والد محترم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ نے جس طرح دنیا کو ٹھکرا کر صرف دین کے لیے اپنی زندگی گزاری اور کھلے لفظوں میں اظہار فرمادیا:

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

نائب امام احمد رضا حضور حجۃ الاسلام قدس سرہ نے بھی قناعت اور دنیاوی مال وزر سے بے نیازی کے معاملہ میں اپنے والد بزرگ وار کے نقش قدم پر چلنا پسند کیا اور ہمیشہ دنیاداری سے دور و نفور رہے۔ ذیل میں اپنے دعوے کی تصدیق میں دو اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں:

''ان کے صاحب زادے حضرت مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ جن سے مجھ کو چند دن فیض حاصل کرنے کا موقع ملا۔ بڑے حسین و جمیل، بڑے عالم، بے انتہا خوش اخلاق تھے۔ ان کی خدمت میں بھی نظام حیدرآبادی نے دارالافتا کی نظامت کی درخواست کی اور اس سلسلے میں کافی دولت کا لالچ دیا، تو آپ نے فرمایا: کہ میں جس دروازۂ فدائے کریم کا حقیر ہوں میرے لیے وہی کافی ہے''۔ (۵۵)

قناعت اور دنیاوی مال وزر سے بے رغبتی کا معاملہ صرف کارافتا تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ دنیا سے بے نیازی اور مال ودولت سے مفر ان کا طرۂ امتیاز تھا اور وہ اپنے والد محترم کی روش پر اچھی طرح سے قائم تھے، جس کا اندازہ آپ کے اس مکتوب سے اچھی طرح ہو سکتا ہے۔ اپنے

ایک عزیز کو یوں تحریر فرماتے ہیں:

''عزیزم مولوی امانت رسول سلمہ کا خط دیکھا مولیٰ تعالیٰ انہیں دونوں جہان کی نعمت سے سرفراز کرے۔ ان کی ہمدردی کا شکریہ! دل سے دعائے خیر کے سوا کیا ہوسکتا ہے۔ مگر فقیر کوئی زبردست دنیادار عبد الدرہم عبد الدینار فقیر نہیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کی روش میرے لیے بہترین اسوہ ہے۔ میں نے ناظم نلگنڈہ عزیز محترم منشی شیخ محمد حسین صاحب مرحوم کی تحریک پر جب بارہ سو (۱۲۰۰) روپے ماہوار کی جگہ پر نظر نہ کی تو اب چھ سو (۶۰۰) روپے کی ملازمت کرکے کیا دنیا طلبی کروں گا۔ نواب رامپور نے پچاس ہزار (۵۰۰۰۰) روپے خانقاہ شریف کے نام سے دینے کا لالچ دیا اور بار بار ان کے خطوط بنام فقیر آئے۔ مگر الحمد للمولیٰ تعالیٰ کہ فقیر نے اصلا توجہ نہ کی۔ مولیٰ تعالیٰ دین حق کا خادم رکھے اور اس کی سچی خدمتوں کی توفیق رفیق فرمائے اور خلوص نیت و اخلاص عمل کے ساتھ خالصا لوجہ اللہ خدمت دین نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم پر چلائے۔ اسی پر مارے اور اسی پر محشور فرمائے۔ آمین! میں جب کبھی حیدر آباد گیا ان سے ملوں گا انھیں مطلع کروں گا۔ یہ میرا کام نہیں کہ میں اپنی مبالغہ آمیز تعریفوں کے اشتہار چھپوا کر وہاں بھیجوں اور دنیا سازی سے طلب دنیا کا جال بچھاؤں۔ جب جاؤں گا اپنے کسی عزیز کے یہاں قیام کروں گا جس سے میرا روحانی یا خون کا رشتہ ہوگا بڑے بڑے رؤسا سے میرا کوئی علاقہ وواسطہ نہیں۔ رہی دین کی خدمت وہ جس طرح میرا رب مجھ سے لے میں اس کے لیے ہر وقت حاضر ہوں۔ والدعا

فقیر محمد حامد رضا خاں غفرلہٗ

خادم سجادہ وگدائے آستانہ رضویہ بریلی شریف

دوم شعبان الخیر ۱۳۵۲ھ روز دوشنبہ (۵۶)

اپنی ذات پر فتوی:

انسان میں یہ فطری کمزوری ہے کہ وہ اپنے لیے ہر ممکن آسانی کی جستجو میں رہتا ہے، گنجائش اور رعایت کا پہلو تلاش کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا، یہاں تک کہ کچھ لوگ بلا وجہ میں تعامل اور حالات زمانہ کی رعایت کی رٹ لگا کر یا قار وغیر قار کا بہانہ کرکے ٹی وی ویڈیو میں آنے والی تصاویر جیسی حرام وقبیح چیز کو صرف جائز ہی نہیں بلکہ اس کو مستحب و مستحسن ثابت کرکے مساجد میں داخل کرکے مساجد کی حرمت کو پامال کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے خاص بندے نہ صرف خود کو احکام شرع مطہرہ کا پابند ہی بناتے ہیں بلکہ وہ رخصت کی جگہ عزیمت اور فتوی کی

جگہ تقویٰ اختیار کر کے مواخذے سے بچنے کی حتی الامکان کوشش کرتے ہیں۔ حجۃ الاسلام قدس سرہ کی عزیمت کا حیرت انگیز واقعہ ملاحظہ فرمائیے:

پشت پر کاربنکل پھوڑا نکل آیا، آپریشن کی نوبت آئی، بے ہوشی کے لیے دوا نہ کھائی کہ شراب ہے، بلکہ ع

جب یاد آگیے ہو سب غم بھلا دیئے ہیں

کا مصداق بن کر حضور رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھنے میں مشغول ہو گیے۔ درود و سلام کا ورد کرتے رہے آپریشن ہوتا رہا۔ بے چین و پریشان ہونا تو دور کی بات اف تک نہ کیا دیکھنے والے آپ کے بے مثال تقویٰ و عزیمت کو دیکھ کر حیران تھے۔

اس کی تفصیل محترم قبلہ مفتی ذوالفقار خاں نعیمی نے عنوان "حضور حجۃ الاسلام کی علالت و وصال پر چند تاریخی حوالے" میں جمع کی ہے، اس کا ایک طویل اقتباس نقل کیا جاتا ہے:

"لیکن حضور پُر نور حجۃ الاسلام مدظلہ نے آپریشن کے وقت ضبط و تحمل اور صبر و استقلال کی جو شان قائم فرمائی اس نے اس حقیقت کو ایک ناقابل انکار حقیقت بنا دیا کہ خدا کے وہ برگزیدہ بندے جن میں روحانیت کا عنصر غالب ہوتا ہے جسمانی تکالیف کی بجلیاں ان کے خرمن تحمل پر ذرہ برابر اثر نہیں کر سکتیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس مقالہ میں حضرت اقدس کے ضبط و تحمل اور صبر و استقلال کا ایک مختصر سا خاکہ ضرور کھینچوں تا کہ حضرت اقدس کا یہ اسوہ ہر موقع پر ہر مبتلائے مصائب و آلام کے سامنے ضبط و تحمل اور صبر و استقلال کا درس پیش کرتے رہے۔ محرم کی بیس تاریخ تھی بدھ کا دن تھا صبح کے چھ بجے تھے اس خبر سے آج حضرت اقدس کے پھوڑے کا آپریشن ہونے والا ہے آستانہ عالیہ رضویہ پر مخلوق کا ایک غیر معمولی ہجوم تھا۔ ڈاکٹر آئے آپریشن کی تیاریاں ہوئیں ڈاکٹروں نے رحم کا لباس اتارا بے رحمی کا جامہ پہنا یہ وہ نازک وقت تھا کہ حضار کے قلوب میں خوف ہیبت اور بیم و ہراس سے ایک غیر معمولی لرزش تھی اس لئے کی جس آپریشن کی تیاریاں ہو رہی تھیں یہ کوئی معمولی آپریشن نہ تھا۔ مگر حضرت اقدس مدظلہ پر اس آنے والی تکلیف سے جس کے تصور نے حضار کے دل ہلا دئے تھے ذرہ برابر ہراس نہ تھا۔ آپریشن کے وقت کسی مسکر یا نشہ آور دوا کا استعمال نہیں کیا گیا۔ آپریشن اور عمل جراحی کے لئے جب ڈاکٹروں کے ہاتھ پھوڑے پر پہنچے اس وقت حضرت اقدس پر ایک سکون طاری تھا۔ ڈاکٹروں نے پہلے پھوڑے کے ہر چہار طرف انجکشن کئے اور ان کے بعد عمل جراحی شروع ہوا۔ جو لوگ انجکشن کی

تلخیوں اور بدمزگیوں سے آشنا ہیں وہ اس سے اچھی طرح واقف ہیں کہ تندرست انسان کے صحیح وسالم حصہ بدن پر انجکشن کا ہونا روحانی اذیت کا باعث ہوتا ہے مگر باوجود اس کے کہ پھوڑے میں متعدد انجکشن کئے گئے لیکن اس مجسمہ صبر وتحمل کی زبان سے ایک لفظ بھی ایسا نہ نکلا جو کرب و بے چینی یا اضطراب وتکلیف کی ایک ادنی سی ترجمانی کرسکتا۔ انجکشن کے بعد آپریشن کا آغاز ہوا شگاف کئے گئے گو یہ ضرور ہے کہ شگاف گہرے کئے گئے مگر شگاف کی تکلیف کوئی ایسی تکلیف نہیں ہوتی جس کی تاب نہ لاکر ایک انسان اپنے جامہ صبر وقرار کو تار تار کردے، لیکن شگاف کے بعد جب پھوڑے کے اندرونی حصہ میں آپریشن کے آلات سے کام لیا گیا فاسد گوشت کی قطع وبرید کی گئی اور پھوڑے کے ناقص اجزا کو تراش تراش کر باہر لایا گیا یہ تکلیف ایک ایسی تکلیف تھی جس کا تصور اس وقت بھی میرے دل ودماغ پر ایک پریشان کن اور وحشت افزا اثر کر رہا ہے۔
اور یہ وہ تکلیف تھی جس کا تحمل ایک جری سے جری انسان کی جرأت وشجاعت بھی کسی طرح نہیں کرسکتی تھی۔ لیکن حضرت اقدس کی روحانی طاقتوں نے اس شدید اور ناقابل برداشت تکلیف کا اس بے نیازی کے ساتھ تحمل کیا کہ جسم نازک پر ایک خفیف سا تحرک اور ایک ہلکی سی بھی لرزش نہ پیدا ہوسکی۔ زبان سے اف تک نکالنا کرب وبے چینی کا ظاہر کرنا اس کا تو مذکور ہی کیا۔ آپریشن کے وقت یہ حیرت خیز منظر قابل دید تھا کہ حضرت اقدس پر ایک سکون مطلق طاری تھا اور آپ اطمینان کے ساتھ محو استراحت تھے۔ نہیں کہا جاسکتا کہ زخم پر نشتر عمل جراحت کر رہا تھا یا کسی پھول کی ایک نرم ونازک رگ تھی جو پھوڑے سے مس کر رہی تھی۔ (۵۷)

آپ کی تصنیفات وفتاوی

(۱) مجموعہ فتاوی المعروف بہ فتاوی حامدیہ
(۲) الصارم الربانی علی اسراف القادیانی
(۳) نعتیہ دیوان
(۴) تمہید وترجمہ الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ
(۵) الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ
(۶) تمہید کفل الفقیہ الفاہم فی أحکام قرطاس الدراہم
(۷) تاریخی نام، خطبہ الوظیفۃ الکریمۃ
(۸) سد الفرار

(۹) سلامة الله لاهل السنة من سبيل العناد و الفتنة

(۱۰) حاشیۂ ملا جلال (قلمی)

(۱۱) کنز المصلی پر حاشیہ

(۱۲) اجلی انوار الرضا

(۱۳) آثار المبتدعین لهدم حبل الله المتین

(۱۴) وقایہ اہل سنت، حاشیہ مکتوبات امام احمد رضا خاں

(۱۵) اجتناب العمال عن فتاوی الجهال

مذکورہ تصانیف کی فہرست ''تذکرۂ جمیل'' مصنفہ علامہ ابراہیم خوشتر قدس سرہ سے ماخوذ ہے اس فہرست کو انہوں نے نامکمل بتایا ہے، جس سے ظاہر ہے کہ آپ کی کچھ تحریریں اور بھی ہیں جن پر مصنف کو اطلاع نہ ہو سکی۔

فتاوی حامدیہ:

''الصارم الربانی علی اسراف القادیانی'' اور ''اجتناب العمال عن فتاوی الجهال'' یہ دونوں رسالے آپ کے مجموعۂ فتاوی ''فتاویٰ حامدیہ'' میں شامل ہیں۔ فتاوی حامدیہ کے شروع میں ان دونوں رسالوں پر فتاوی حامدیہ کے مرتب حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم نشتر فاروقی صاحب نے تبصرہ و تعارف بھی پیش فرمایا ہے۔ علامہ نشتر فاروقی صاحب نے فتاوی حامدیہ کی جمع و ترتیب کا کام کرنے میں پیش رفت فرمائی اس کے لیے وہ پوری جماعت کی جانب سے قابل مبارک باد ہیں، البتہ اب فتاوی حامدیہ کے اگلے ایڈیشن میں اس بات کا خیال رکھنا بھی از حد ضروری ہے کہ اس کو کتابت کی اغلاط سے صاف کیا جائے کیوں کہ موجودہ نسخے میں کتابت کی بہت غلطیاں ہیں۔

جس نے بھی حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ کی خدمت دینیہ پر جو بھی کام کیا وہ قابل مبارک باد ہے لیکن مجموعی اعتبار سے حضرت حجۃ الاسلام پر جو کام ہونا چاہیے جو کہ تمام سنیوں پر عموماً اور ہم وابستگان سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ پر خصوصاً قرض ہے، جو کام ہونا چاہیے اس کے مقابلہ میں کیا ہوا کام بہت زیادہ کم بلکہ نہ کے برابر ہے۔ فتاوی حامدیہ ہی کو دیکھئے اس میں صرف ــــ ۱۳ ر فتاوی درج ہیں۔ جن کے صفحات کی تفصیل استفتا اور تصدیقات کو شامل کر کے یوں ہے:

پہلا فتوی:

یہ فتویٰ یہ حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے ایک فتوی کی تصدیق ہے فتوی وتصدیق فتوی ۱۳ر صفحات پر مشتمل ہے۔

دوسرا فتوی

اس کا تاریخی نام "الصارم الربانی علی اسراف القادیانی" ہے یہ سو (۱۰۰) صفحات پر مشتمل ہے۔

تیسرا فتوی

یہ فتوی ۳ر صفحات پر مشتمل ہے۔

یہ فتویٰ خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا جمیل الرحمن خان بریلوی قدس سرہ کے استفتا کے جواب میں ہے جو کہ ۱۴ر صفحات پر مشتمل ہے اور یہ فتویٰ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا، صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی اور برادر اعلیٰ حضرت علامہ محمد رضا خاں قادری رحمہم اللہ کی تصدیقات سے مزین ہے۔ یہ فتوی جمعہ کی اذان ثانی کے خارج مسجد ہونے کے متعلق ہے اس کو ثابت کرنے کے لیے اس زمانے کے مدینہ منورہ کے مشہور عالم دین "حضرت علامہ مفتی شیخ احمد الجزائری الحسینی مفتی مالکیہ مدینہ منورہ" اور "حضرت علامہ مفتی شیخ محمد توفیق ایوبی حنفی" مدرس حرم نبوی شریف کے دو فتووں کو بھی شامل کیا ہے جس میں حنفی و مالکی دونوں مفتیوں نے جمعہ کی "اذان ثانی" کو داخل مسجد دلائل کے ساتھ مکروہ فرمایا ہے۔

چوتھا فتوی: یہ فتوی صرف ایک صفحہ پر مشتمل ہے۔

پانچواں فتویٰ: یہ فتوی ۲ر صفحات پر مشتمل ہے۔

چھٹا فتویٰ: یہ فتوی ۳ر صفحات پر مشتمل ہے۔

ساتواں فتویٰ: یہ فتوی ۶ر صفحات پر مشتمل ہے۔

آٹھواں فتویٰ: یہ فتوی ایک ۶ر ورقی رسالہ ضروری سوال محققانہ رد ہے، جس میں یہ تحریر کیا گیا تھا کہ قنوت نوازل کے لیے غلبۂ کفار شرط ہے۔ پہلے اسی سلسلہ میں اسی مسئلہ کے بارے میں حضرت علامہ مفتی نواب مرزا بریلوی قدس سرہ کے فتوی کو شامل کیا گیا ہے اس کے بعد آپ کا تفصیلی جواب ہے۔ اخیر میں مشاہیر علمائے کرام کی تصدیقات ہیں۔ یہ تمام تفصیلات ۱۵۶ر صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔

نواں فتویٰ: یہ فتوی ایک صفحہ سے کچھ زیادہ ہے۔

دسواں فتویٰ: یہ فتوی ۱۷ ر صفحات پر مشتمل ہے۔

گیارہواں فتوی: یہ فتوی ٦ ر صفحات پر مشتمل ہے۔

بارہواں فتوی: یہ فتوی ۲ ر صفحات پر مشتمل ہے۔

تیرہواں فتوی: یہ فتوی ترجمہ کے ساتھ ۸ ر صفحات پر مشتمل ہے۔

یہ صرف ۱۳ ر فتاوی کی تفصیل ہے۔ فتاویٰ کی اس تفصیل سے اس بات کا اندازہ کرنا کوئی مشکل نہیں کہ اگر آپ کے تمام فتاویٰ محفوظ ہوتے تو فقہ حنفی کی کتب میں ایک ضخیم اضافہ ہوتا لیکن افسوس! وہ مکمل ذخیرہ محفوظ نہ ہوا، اور نہ ہی بعد کے لوگوں نے آپ کے فتاوی کی جمع وترتیب کا خاص انتظام واہتمام کیا۔ الا ماشاء اللہ

اب بھی کچھ لوگوں کی زبانی سنا ہے کہ فلاں، فلاں کے پاس حضور حجۃ الاسلام کی تحریرات ہیں لیکن وہ نہیں نکالتے اگر ایسی صورت حال ہے تو بلا وجہ ایسا کرنے والے یقینا مجرم ہیں آج گلشن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے تمام پھول حامدی چمن سے ہیں انہیں سے ان کا نسبی سلسلہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے جڑتا ہے۔ عموما تمام محبین اعلیٰ حضرت خصوصا تمام افراد خانوادۂ رضویہ پر یہ دینی واخلاقی فریضہ ہے کہ حضور حجۃ الاسلام قدس سرہ کی تحریرات کے حصول واشاعت کے لیے حتی الامکان کوشش کریں۔

فقہی جزئیات کا استحضار:

آپ کی بارگاہ میں ۱۳۱۵ھ کو ایک سوال آیا جس کا حاصل یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہم افضل الصلوات والتسلمات وفات پاگیے یا بجسدہ العنصری ذی حیات جسمانی آسمان پر اٹھا لیے گیے؟ سرور عالم صلی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد جب رجوع فرمائیں گے تو وہ نبوت ورسالت سے خود مستعفی ہوں گے یا اللہ تعالیٰ ان کو معزول فرمائے گا؟ اس سوال میں زور اس بات پر دیا گیا تھا کہ موقف پر کوئی ایک آیت جو صریح اور قطعی الدلالت ہو یا کوئی اس مضمون کی کوئی حدیث مرفوع متصل ہو۔

ایک عام مفتی جب اس سوال کا جواب لکھتا تو اس میں وہ نفس جواب پر اکتفا کرتا لیکن حضرت حجۃ الاسلام نائب امام احمد رضا (رحمہما اللہ) تھے جس طرح اعلیٰ حضرت قدس سرہ کبھی نفسِ جواب پر اقتصار کیا کرتے تھے اور کبھی دلائل و براہین کے دریا بہاتے تھے وہی جھلک آپ کے

اس نائب میں نمایاں ہے جس کے لیے آپ نے فرمایا تھا:

''حامد منی وانا من حامد''

ایک دعوت میں جب اعلیٰ حضرت قدس سرہ شرکت نہ کر سکے تو حجۃ الاسلام قدس سرہ کے متعلق دعوت دینے والے صاحب کو یوں تحریر فرمایا:

''حامد رضا کو بھیج رہا ہوں، یہ میرے قائم مقام ہیں، ان کو حامد رضا نہیں، احمد رضا ہی سمجھنا۔'' (۵۸)

وصال سے کچھ دن پہلے آپ کی نیابت کو یوں واضح فرمایا:

''ان کی بیعت میری بیعت ہے، ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے، جو ان کا مرید ہوا میرا مرید ہوا، ان سے بیعت کرو''۔ (۵۹)

طرز رضا کو اختیا کرتے ہوئے کبھی تو نفس جواب پر ہی اکتفا کیا اور کبھی ایک ہی جواب میں اتنے دلائل پیش کیے کہ موافقین داد و تحسین کے بغیر نہ رہ سکے اور مخالفین کو لب کشائی وانگشت نمائی کی جرأت نہ ہوئی۔ حضور حجۃ الاسلام نے سوال کے ساتھ ساتھ سائل کے منشا کو بھی پرکھ لیا اور استفتا کے جواب سے قبل عام فہم اور مختصر انداز میں ایمان کی عظمت اور اس کی ضرورت کو بیان کر کے مسلمانوں کو اس کی حفاظت کی تنبیہ فرمائی۔

اس کے بعد حق کو واضح کرنے کے لیے ۵ر مقدمات بیان کیے۔ جن کی تفصیل اس طرح ہے۔

مقدمۂ اولیٰ:

اس میں قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی روشنی میں گمراہوں کی پہچان اور ضرورت تقلید نہایت دل نشیں طریقہ سے بتائی ہے، ثبوت میں آیات واحادیث اور بزرگان دین کے اقوال پیش کیے ہیں۔

تفہیم کا دل نشیں انداز:

اسی مقدمۂ اولیٰ میں حضرت امام سفیان بن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ''الحدیث مضلة الا الفقهاء'' (یعنی حدیث گمراہ کردینے والی ہے مگر ائمہ مجتہدین کو۔) نقل فرمانے کے بعد یوں تحریر فرماتے ہیں:

''تو وجہ وہی ہے کہ قرآن مجمل ہے جس کی توضیح حدیث نے فرمائی، اور حدیث مجمل ہے جس کی تشریح ائمۂ مجتہدین نے کر دکھائی، تو جو ائمہ کا دامن چھوڑ کر قرآن وحدیث سے اخذ کرنا

چاہے بھکے گا، اور جو حدیث چھوڑ کر قرآن مجید سے لینا چاہے وادیٔ ضلالت میں پیاسا مرے گا تو خوب کان کھول کر سن لو اور لوحِ دل پر نقش کر رکھو کہ جسے کہتا سنو ''ہم اماموں کا قول نہیں جانتے ہمیں تو قرآن وحدیث چاہیے۔'' جان لو! یہ گمراہ ہے اور جسے کہتا سنو ''ہم حدیث نہیں جانتے ہمیں تو قرآن درکار ہے۔'' سمجھ لو کہ یہ بددین دینِ خدا کا بدخواہ ہے۔ پہلا فرقہ قرآن عظیم کی پہلی آیت ''فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ'' (یعنی اے لوگو! علم والوں سے پوچھو۔) کا مخالف متکبر اور دوسرا طائفہ قرآن عظیم کی دوسری آیت ''لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ'' (یعنی لوگوں کو اس کی شرح بیان فرمادیں جوان کی طرف اترا) کا منکر ہے۔'' (٦٠)

تفہیم کا اتنا دل نشین اور پیارا طریقہ ہے کہ اپنا تو اپنا مخالف ومعاند بھی سوچنے پر مجبور ہوجائے اسی کی ایک مثال اور اسی مقدمہ سے ملاحظہ فرمائیں:

''مسلمانو! تم ان گمراہوں کی ایک نہ سنو اور جب تمہیں قرآن میں شبہ ڈالیں حدیث کی پناہ لو، اگر اس میں ایں وآں نکالیں تم ائمہ کا دامن پکڑو۔ اس تیسرے درجے پر آکر حق وباطل صاف کھل جائے گا اور ان گمراہوں کا اڑایا ہوا سارا غبار حق کے برستے ہوئے بادلوں سے دھل جائے گا۔ اس وقت یہ ضال مضل طائفے بھاگتے نظر آئیں گے۔

''كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ'' (گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہوں کہ شیر سے بھاگے ہوں۔)

اول تو حدیثوں کے آگے انہیں کچھ نہ بنے گی صاف منکر ہو بیٹھیں گے، اور وہاں کچھ چون و چرا کی تو ارشادات ائمہ معانی حدیث کو ایسا روشن کردیں گے کہ پھر انہیں یہی کہتے بن آئے گی کہ ہم حدیث کو نہیں جانتے یا اماموں کو نہیں مانتے۔ اس وقت معلوم ہوجائے گا کہ ان کا امام ابلیس لعین ہے، جو انہیں لیے پھرتا ہے اور قرآن وحدیث وائمہ کے ارشادات پر نہیں جمنے دیتا۔ ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔'' (٦١)

مقدمہ ثانیہ:

ہر بات اپنے ہی رتبے کی دلیل چاہتی ہے اس کو سمجھانے کے لیے اولا یہ بیان کیا کہ مانی ہوئی باتیں چار قسم کی ہوتی ہیں:

''اول: ضروریات دین جن کا منکر کافر، ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع

قطعیات الدلالات واضح الافادات سے ہوتا ہے جن میں شبہے کی گنجائش نہ تاویل کو راہ۔

دوم: ضروریات مذہب اہل سنت و جماعت جن کا منکر گمراہ بدمذہب، ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے اگرچہ باحتمال تاویل باب تکفیر مسدود ہو۔

سوم: ثابتات محکمہ جن کا منکر بعد وضوحِ امر خاطی و آثم قرار پاتا ہے ان کے ثبوت کو دلیل ظنی کافی جب کہ اس کا مفاد اکبر رائے ہو کہ جانب خلاف کو مطروح و مضمحل کر دے، یہاں حدیث آحاد صحیح یا حسن کافی اور قول سواد اعظم و جمہور علما سند وافی، ''فان ید اللہ علی الجماعۃ''۔

چہارم: ظنیات محتملہ جن کے منکر کو صرف مخطی کہا جائے، ان کے لیے ایسی دلیل ظنی بھی کافی جس نے جانب خلاف کے لیے گنجائش بھی رکھی ہو۔

ہر بات اپنے ہی رتبے کی دلیل چاہتی ہے:

ہر بات اپنے ہی مرتبے کی دلیل چاہتی ہے جو فرق مراتب نہ کرے اور ایک مرتبے کی بات کو اس سے اعلیٰ درجے کی دلیل مانگے، جاہل بے وقوف ہے یا مکار فیلسوف۔

ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامے دارد
گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

اور بالخصوص قرآن عظیم بلکہ حدیث ہی میں تصریح صریح ہونے کی تو اصلا ضرورت نہیں حتی کہ مرتبہ اعلیٰ اعنی ضروریات دین میں بھی بہت باتیں ضروریات دین سے ہیں جن کا منکر یقینا کافر، مگر بالتصریح ان کا ذکر آیات واحادیث میں نہیں۔

مثلا: باری عزوجل کا جہل محال ہونا۔ قرآن وحدیث میں اللہ عزوجل کے علم و احاطہ علم کا لاکھ جگہ ذکر ہے مگر امکان وامتناع کی بحث کہیں نہیں پھر کیا جو شخص کہے کہ:

''واقع میں تو اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے عالم الغیب والشہادۃ ہے کوئی ذرہ اس کے علم سے چھپا نہیں مگر ممکن ہے کہ جاہل ہو جائے''۔

تو کیا وہ کافر نہ ہوگا؟ کہ اس امکان کا سلب صریح قرآن میں مذکور نہیں۔ حاشاللہ! ضرور کافر ہے اور جو اسے کافر نہ کہے خود کافر۔ تو جب ضروریات دین ہی کے ہر جزئیہ کی تصریح صریح قرآن وحدیث میں نہیں تو ان سے اتر کر اور کسی درجے کی بات پر یہ چڑ چڑا پن کہ ہمیں تو قرآن ہی دکھاؤ ورنہ ہم نہ مانیں گے، نری جہالت یا صریح ضلالت۔'' (۶۲)

مقدمہ ثالثہ:

"جو شخص کسی بات کا مدعی ہو اس کا بار ثبوت اسی کے ذمے ہوتا ہے آپ اپنے دعوے کا ثبوت نہ دے اور دوسروں سے الٹا ثبوت مانگتا پھرے وہ پاگل و مجنون کہلاتا ہے یا مکار پرفتون، وہٰذا ظاہر جداً۔ (۶۳)

مقدمہ رابعہ:

"جو جس بات کا مدعی ہو اس سے اس دعوے کے متعلق بحث کی جائے گی خارج از بحث بات کہ ثابت ہو تو اسے مفید نہیں، نہ ثابت ہو تو اس کے خصم کو کچھ مضر نہیں ایسی بات میں اس کا بحث چھیڑنا، جان بچانا اور مکر کی چال کھیلنا اور عوام ناواقفوں کے آگے اپنے فریب کا ٹھیلنا ہوتا ہے۔" (۶۴)

مقدمہ خامسہ:

"کسی نبی کا انتقال دوبارہ دنیا میں اس کی تشریف آوری کو محال نہیں کر سکتا۔" (۶۵)

اس کے ثبوت میں آپ نے قرآن مقدس سے استدلال فرمایا ہے۔ پانچ مقدمے ذکر فرمانے کے بعد پانچ تنبیہات کو ذکر کیا ہے۔ پہلی تنبیہ میں تین مسئلے بیان فرمائے ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے:

مسئلہ اولیٰ:

مسلمانوں کا عقیدہ قطعیہ یقینیہ ایمانیہ پہلی قسم کے مسائل یعنی ضروریات دین سے یہ ہے کہ: نہ وہ قتل کیے گیے نہ سولی دیئے گیے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مکر یہود سے بچا کر آسمان پر اٹھا لیا اور ان کی صورت دوسرے پر ڈال دی۔ یہود ملاعنہ نے دھوکے میں اس کو ہی سولی دی۔ اس کا منکر یقیناً کافر ہے۔ اس کو آپ نے قرآن کریم سے ثابت فرمایا ہے۔

مسئلہ ثانیہ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرب قیامت آسمان سے اترنا اور اس عہد کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے لیا دین محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد کرنا۔ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

"یہ مسئلہ قسم ثانی یعنی ضروریات مذہب اہل سنت و جماعت سے ہے جس کا منکر گمراہ خاسر بد مذہب فاجر اس کی دلیل احادیث متواترہ و اجماع اہل حق ہے۔" (۶۶)

اس کے ثبوت میں آپ نے ۴۳ر احادیث ذکر فرمائی ہیں، آپ فرماتے ہیں:

"یہ سر دست بے قصد استیعاب تینتالیس (۴۳) حدیثیں ہیں جن میں ایک چہل حدیثیں ہیں

جن میں ایک چہل حدیث پوری پوری حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے۔" (٦٧)

مسئلۂ ثالثہ:

سیدنا روح اللہ صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ کی حیات کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ وہ اب زندہ ہیں۔

تنبیہ دوم:

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ بھی مسائل قسم ثانی (ضروریات مذہب اہل سنت و جماعت) سے ہے۔ جس میں خلاف نہ کرے گا مگر گمراہ کہ اہلسنت کے نزدیک تمام انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام بحیات حقیقی زندہ ہیں ان کی موت صرف تصدیق وعدۂ الٰہیہ کے لیے ایک آن کو ہوتی ہے پھر ہمیشہ حیات حقیقی ابدی ہے۔ اس کے ثبوت میں آپ نے قرآن، حدیث، تفسیر اور اقوال اسلاف کو دلیل کے طور پر پیش کر کے حق کو ثابت فرمایا ہے۔ اس کے بعد مخالف کے افترا کی مضبوط گرفت فرما کر کئی وجہوں سے کلام کیا ہے۔

تنبیہ سوم:

سائل نے یہ سوال کیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب سرور عالم صلی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد رجوع فرمائیں گے تو وہ نبوت و رسالت سے خود مستعفی ہوں گے یا اللہ تعالیٰ ان کو معزول فرمائے گا؟ اس پر تنبیہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"اس نئے فیشن کے مسیحوں کا سچے مسیح رسول اللہ وکلمۃ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت یہ سوال کہ اس دوبارہ رجوع میں وہ نبی نہ رہیں گے اور وہ نبوت یا رسالت سے خود مستعفی ہوں گے یا ان کو خدائے تعالیٰ اس عہدۂ جلیلہ سے معزول کر کے امتی بنا دے گا اگر از راہ نادانی ہے تو محض سفاہت و جہالت ورنہ صریح شرارت و ضلالت۔

حاشا اللہ! نہ وہ خود مستعفی ہوں گے نہ کوئی نبی نبوت سے استعفا دیتا ہے، نہ اللہ عزوجل انہیں معزول فرمائے گا نہ کوئی نبی معزول کیا جاتا ہے۔ وہ ضرور اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور ہمیشہ نبی رہیں گے، اور ضرور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی ہیں اور ہمیشہ امتی رہیں گے، یہ سفیہ اپنی حماقت سے نبی ہونے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی ہونے میں باہم منافات سمجھا یہ اس کی جہالت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قدر رفیع سے غفلت ہے۔ وہ نہیں

جانتا کہ ایک عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلاۃ والسلام پر موقوف نہیں، ابراہیم خلیل اللہ وموسیٰ کلیم اللہ ونوح نجی اللہ وآدم صفی اللہ وتمام انبیا اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم سب کے سب ہمارے نبی اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی ہیں حضور کا نام پاک نبی الانبیا ہے۔" (۶۸)

جزئیات کی کثرت:

آپ کے فتاوی میں فقہی جزئیات کی کثرت کے ثبوت میں آپ کی تصنیف "سد الفرا علی الصید الفرار" اور "الصارم الربانی علی اسراف القادیانی" و "اجتناب العمال عن فتاوی الجہال" کو پیش کیا جاسکتا ہے کہ جن میں جزئیات کی کثرت اور نقد ونظر کے بے شمار شواہد مل جائیں گے۔

فتاوی حامدیہ، ص:۱۶ر پر ایک استفتا درج ہے آپ سے جمعہ کی اذان ثانی کے بارے میں سوال کیا گیا آپ نے اس کا مختصر اور جامع جواب عنایت فرمایا لیکن اس مختصر سے جواب میں قرآن وحدیث کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب فقہ وفتاوی وغیرہ کے جزئیات اپنے موقف کے ثبوت میں پیش کیے ہیں:

(۱) فتاوی قاضی خاں: فتاوی قاضی خاں کو فتاوی خانیہ بھی کہتے ہیں کہ جس کو امام فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی فرغانی حنفی علیہ الرحمہ (م ۵۹۲ھ) نے تصنیف فرمایا۔ آپ کی تصحیح دیگر فقہا کی تصحیح پر مقدم ہوتی ہے۔ آپ فقیہ النفس تھے اور آپ کا شمار مجتہدین فی المسائل فقہائے کرام سے ہوتا ہے۔

(۲) فتاویٰ خلاصہ: یہ امام طاہر بن احمد بن عبد الرشید بخاری سرخسی، حنفی (م ۵۴۲ھ) قدس سرہ کی تصنیف ہے۔

(۳) خزانۃ المفتیین: یہ کتاب فروع کے امام شیخ حسین بن محمد سمعانی سمیقانی حنفی قدس سرہ کی تصنیف ہے۔

(۴) فتاویٰ عالم گیری: یہ کتاب مستطاب سلطان الہند ابو المظفر محی الدین محمد اورنگ زیب بہادر عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۱۱۸ھ) کے حکم سے اکابر علمائے ہند نے ان بڑی بڑی کتابوں سے جو عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کتب خانہ میں موجود تھیں یا جو موجود نہ تھیں تو ضرورت کے پیش نظر ان کا خرید کر انتظام کیا گیا ان ضروری مسائل کو منتخب کر کے جمع کیا جو بہت زیادہ پیش آتے ہیں۔

اور اس کتاب کو ترتیب دینے کے لئے جو کمیٹی بنائی گئی تھی وہ تقریباً چھ افراد پر مشتمل تھی۔

اس کے صدر شیخ نظام الدین برہانپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے۔ ملا حامد جونپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (معلم شاہزادہ محمد اکبر) قاضی مولانا محمد حسین جونپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، (آپ عالمگیر کے زمانہ میں الہ آباد اور شاہجہاں کے زمانہ میں جونپور کے قاضی تھے۔) مولانا محمد ابوالخیر ٹھٹوی، ملا جمیل صدیقی جونپوری اور مولانا جلال الدین محمد مچھلی شیری جونپوری وغیرہ (کہا جاتا ہے کہ حصہ اول آپ ہی کی تالیف کردہ ہے) اس کے مرتبین میں سے ہیں۔

(۵) بحر الرائق: فقہ حنفی کی مشہور متداول کتاب ''کنز الدقائق'' (جو حافظ ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی (م ۷۱۰ھ) کی تصنیف ہے۔) کی شرح ہے۔ اس کو شیخ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف بہ ابن نجیم قدس سرہ (م ۹۷۰ھ) نے تحریر فرمایا ہے۔

(۶) شرح نقایہ: البرجندی، شرح مختصر الوقایہ مسمّیٰ بہ ''نقایہ'' یہ کتاب علامہ نظام الدین عبد العلی بن محمد بن حسن برجندی (م ۹۳۴ھ)

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''شرح وقایہ'' تصنیف امام صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود محبوبی قدس سرہ (م ۷۴۷ھ) شیخ محمد بن الیاس رومی قدس سرہ (م ۸۵۱ھ) نے اس کی شرح فرمائی اس کا نام ''شرح النقایہ مختصر الوقایہ'' رکھا۔ الحمد للہ! اس کا مخطوطہ فقیر کے پاس موجود ہے۔

(۷) غنیۃ شرح منیہ: ''غنیۃ المستملی فی شرح منیۃ المصلی'' نام ہی سے ظاہر ہے کہ یہ شرح ہے۔ یہ شرح ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی حنفی (م ۹۵۶ھ) کی تصنیف ہے۔ اس کے متن کا نام ''منیۃ المصلی و غنیۃ المبتدی'' ہے۔ یہ فقہ حنفی کی مشہور متداول کتب میں سے ہے اس کو شیخ امام محمد بن محمد بن الرشید بن علی سدید الدین کاشغری (م ۷۰۵ھ) نے تصنیف فرمایا ہے۔

(۸) فتح القدیر: فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب ''ہدایہ'' کی شرح محمد بن عبد الواحد ابن مسعود سیواسی، کمال الدین معروف بہ ابن ہمام (م ۸۶۱ھ) کی تصنیف ہے۔ علامہ ابن ہمام اصول، تفسیر، فقہ، اصول فقہ، فرائض، حساب، تصوف، نحو و صرف، معانی و بیان وغیرہ کے امام تھے۔

(۹) طحطاوی علی مراقی الفلاح: حضرت شیخ حسن عمار بن علی شرنبلالی قدس سرہ (م ۱۰۶۹ھ) کی تصنیف ''مراقی الفلاح شرح نور الایضاح'' کی شرح ہے۔ بارہویں صدی ہجری کے معتبر عالم و فقیہ حضرت علامہ شیخ احمد بن محمد بن اسماعیل طحاوی حنفی قدس سرہ (م ۱۲۳۱ھ) نے ''مراقی الفلاح'' کی شرح ''طحطاوی علی مراقی الفلاح'' کے نام سے کی ہے۔

(۱۰) عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ: یہ حاشیہ علامہ عبد الحی فرنگی محلی قدس سرہ

(م ۱۳۰۴ھ) کا تحریر فرمودہ ہے۔ ہندوپاک کے مختلف مدارس میں قدیم زمانے ہی سے شرح وقایہ داخل درس ہے اور اب ان مدارس میں پائی جانے والی کتاب ''شرح وقایہ'' عمدة الرعایہ کے حاشیہ کے ساتھ ہی اکثر پائی جاتی ہے۔

(۱۱) مسلک متقسط: ''مسلك المتقسط فى المنسك المتوسط'' یہ کتاب مدینہ منورہ کے فضائل ومناقب کے بیان میں ہے۔ اس کو حضرت علامہ ملا علی قاری مکی حنفی قدس سرہ (م ۱۰۱۴ھ) تصنیف فرمایا ہے۔

(۱۲) درمختار: درمختار یہ تنویر الابصار کی شرح ہے اس کو محمد بن عبد الرحمن حصکفی علیہ الرحمہ (م ۱۰۸۸ھ) نے تصنیف فرمایا، آپ نے ''شرح تنویر الابصار'' کا نام ''درمختار'' رکھا اور آپ نے اس کی شرح بھی تحریر فرمائی جس کا نام ''خزائن الأسرار وبدائع الافکار'' رکھا، یہ فقہ حنفیہ کے فروع میں تھی لیکن افسوس! یہ پایۂ تکمیل کو نہ پہونچ سکی۔

(۱۳) ردالمحتار: ''ردالمحتار'' یہ علم فقہ کی مشہور کتاب ہے جو درمختار کی شرح ہے اس کو علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ (م ۱۲۵۲ھ) نے تصنیف فرمایا۔ درمختار یہ تنویر الابصار کی شرح ہے اس کو محمد بن عبد الرحمن حصکفی علیہ الرحمہ (م ۱۰۸۸ھ) نے تصنیف فرمایا اور یہ تنویر الابصار کی شرح ہے۔ تنویر الابصار ابراہیم بن محمد تمرتاشی علیہ الرحمہ (م ۱۰۰۴ھ) کی تصنیف ہے۔

(۱۴) فتاوی اسعدیہ: ''فتاوی اسعدیه'' یہ علامہ سید اسعد حسینی مدنی تلمیذ صاحب ''مجمع الانہر'' علامہ محقق، فقیہ عبد الرحمن بن محمد بن سلیمان کلیوبی (م ۱۰۷۸ھ) کے فتاوی کا مجموعہ ہے۔

(۱۵) مجمع الانہر: علامہ محقق، فقیہ عبد الرحمن بن محمد بن سلیمان کلیوبی (م ۱۰۷۸ھ) نے ''ملتقی الابحر'' تصنیف کردہ علامہ براہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی حنفی (م ۹۵۶ھ) کی شرح ''مجمع الانہر'' کے نام سے فرمائی ہے۔

حضور حجۃ الاسلام کی فقہ وافتا میں بصیرت ومہارت تامہ حاصل تھی اہل علم ان کا حد درجہ احترام کرتے تھے۔ پروفیسر مجید اللہ قادری پاکستان لکھتے ہیں:

''حجۃ الاسلام قدس سرہ کو علم وفضل اور ادب وتفقہ میں وہ ملکۂ تام حاصل تھا کہ بڑے بڑے علما دیکھ کر عش عش کر اٹھتے تھے۔'' (۶۹)

اللہ تعالیٰ ہمیں حضور حجۃ الاسلام کے علمی فیضان کا صدقہ عطا فرمائے، ان کی روش پر پختگی سے عمل پیرا رہنے کے لیے راستہ ہموار فرمائے۔ آمین یارب العالمین

حواشی:

(۱) کتاب التعریفات للشریف الجرجانی ص:۱۲۶
(۲) التوضیح لحل غوامض التنقیح ص:۳۳
(۳) مقدمۃ تاتار خانیۃ جلد اول باب فی العلم والحث علیہ ص:۱۷۵
(۴) فتاوی شامی جلد اول ص:۱۱۸تا۱۱۹
(۵) ایضاً
(۶) ایضاً
(۷) شرح مسلم الثبوت، ص:۱۱
(۸) مقدمۃ ردالمحتار جلد اول ص:۱۲۰
(۹) ایضاً، ص:۱۲۱
(۱۰) ایضاً، ص:۱۲۰
(۱۱) مقدمۃ الشامی جلد اول ص:۱۲۰
(۱۲) القرآن الکریم، [التوبۃ:۱۲۲]
(۱۳) کنزالایمان
(۱۴) خزائن العرفان
(۱۵) القرآن الکریم، پ:۳ع:۵ آیت:۲۶۹
(۱۶) کنزالایمان
(۱۷) بیہقی جلد دوم باب فضل العلم ص:۲۶۶، سنن دار قطنی جلد:۳ص:۳۰۶۶
(۱۸) صحیح بخاری جلد اول کتاب العلم باب من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین ص:۱۶، صحیح مسلم جلد اول کتاب الزکاۃ باب النھی عن المسألۃ ص:۳۳۳
(۱۹) فتح الباری شرح بخاری جلد اول ص:۱۳۴
(۲۰) مشکوۃ المصابیح کتاب العلم ص:۳۴
(۲۱) بیہقی جلد دوم باب فضل العلم ص:۲۶۶، سنن دار قطنی جلد سوم ص:۳۰۶۶
(۲۲) صحیح بخاری جلد اول کتاب العلم ص:۱۷
(۲۳) طبرانی

(۲۴) انوار مفتی اعظم، ص: ۲۵۲
(۲۵) پ: ۱۲، س: یوسف، ع: ۱۶ آیت: ۴۳
(۲۶) کنز الایمان
(۲۷) القرآن الکریم، پ: ۶، س: نساء، ع: ۴، آیت: ۱۷۶
(۲۸) کنز الایمان
(۲۹) التعریفات للشریف الجرجانی ص: ۲۶
(۳۰) ردّالمحتار جلد/۴ ص: ۳۳۶
(۳۱) القرآن الکریم، البقرة ۲/ ۸۰
(۳۲) یونس ۱۰/ ۵۹
(۳۳) فتاوی رضویہ مترجم، ج: ۱، ص: ۱۰۲
(۳۴) القرآن الکریم، پ: ۶، س: نساء، ع: ۴، آیت: ۱۷۶
(۳۵) کنز الایمان
(۳۶) القرآن الکریم، پ: ۱۱، س: توبہ، ع: ۴، آیت ۱۲۲
(۳۷) کنز الایمان
(۳۸) القرآن الکریم، پ: ۱۴، س: نحل، ع: ۱۲، آیت/ ۴۳
(۳۹) کنز الایمان
(۴۰) فتاوی شامی جلد اول ص: ۳۹۶
(۴۱) تذکرۂ جمیل، ص: ۱۱۰
(۴۲) اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے والد گرامی مولانا نقی علی خان، ص: ۱۰۳ مولانا شہاب الدین رضوی
(۴۳) خلفائے محدث بریلوی، ص: ۵۹، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
(۴۴) حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین، ص: ۸۳
(۴۵) الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ، ص: ۹۴
(۴۶) امام احمد رضا اور عالم اسلام، ۷ ۱۳، ڈاکٹر محمد مسعود احمد
(۴۷) ایضاً، ۷ ۱۳، ڈاکٹر محمد مسعود احمد
(۴۸) مقالات یوم رضا، ج: ۲، ص: ۶۰، مکتوب محررہ ۲۸/ مئی ۱۹۶۸ھ
(۴۹) نزہۃ الخواطر، ج: ۸، ص: ۴۱، مطبوعہ حیدر آباد دکن

(۵۰) خلفائے امام احمد رضا، ص: ۴۴، علامہ عبدالحکیم شرف قادری

(۵۱) سیرت مجدد دین وملت امام احمد رضا، ص: ۳۱

(۵۲) حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص: ۲۷۳، امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف

(۵۳) تذکرۂ جمیل، ص: ۲۷۱

(۵۴) مقدمہ فتاوی مفتی اعظم، ص: ۲۳۴

(۵۵) تذکرۂ جمیل، ص: ۲۰۲

(۵۶) ایضاً ص: ۲۰۱، ۲۰۲

(۵۷) ماہنامہ اعلیٰ حضرت، ستمبر ۲۰۱۶ء، ص: ۳۵، بحوالہ یادگار رضا محرم الحرام ۱۳۴۹ھ، ص: ۴، ۵

(۵۸) تذکرۂ جمیل، ص: ۱۲۲

(۵۹) ایضاً ص: ۱۰۹

(۶۰) فتاوی حامدیہ، ص: ۱۲۹، ۱۳۰، رضوی کتاب گھر دہلی

(۶۱) ایضاً ص: ۱۳۲، ۱۳۳، رضوی کتاب گھر دہلی

(۶۲) ایضاً ص: ۱۳۴، رضوی کتاب گھر دہلی

(۶۳) ایضاً ص: ۱۳۶، رضوی کتاب گھر دہلی

(۶۴) ایضاً ص: ۱۳۷، رضوی کتاب گھر دہلی

(۶۵) ایضاً ص: ۱۳۷، رضوی کتاب گھر دہلی

(۶۶) ایضاً ص: ۱۴۲، رضوی کتاب گھر دہلی

(۶۷) ایضاً ص: ۱۷۴، رضوی کتاب گھر دہلی

(۶۸) ایضاً ص: ۲۰۶، ۲۰۷، رضوی کتاب گھر دہلی

(۶۹) تذکرۂ خلفائے اعلیٰ حضرت، ص: ۲۳۶ محمد صادق قصوری، پروفیسر مجید اللہ قادری

(۷۰) تذکرۂ جمیل، ص: ۱۷۴

(۷۱) خلفائے امام احمد رضا، ص: ۱۵، علامہ عبدالحکیم شرف قادری

(۷۲) تذکرۂ جمیل، ص: ۲۴۰

☆☆☆

حجۃ الاسلام کے فتاوے

مولانا محمد فیضان سرور، اورنگ آباد

فقہ وفتاویٰ، شریعت کی روح اور اس کے عظیم مقاصد کی جان ہے۔ فقہ کے بغیر انسان خام ہے جس آدمی میں فقہ نہیں وہ معتبر عالم نہیں ہوسکتا ہے۔ فقہ وفتاویٰ کے تعلق سے کئی آیات واحادیث موجود ہیں۔ صرف فتویٰ کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے ان آیات کا ذکر ہی کافی ہے جس میں اللہ سبحانہٗ نے ''افتا'' کی نسبت خود اپنی طرف فرما رکھی ہے:

''یَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلٰلَةِ'' (النساء: ۱۷۶)

''یَسْتَفْتُوْنَكَ فِی النِّسَآءِ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِیْهِنَّ وَمَا یُتْلٰی عَلَیْكُمْ فِی الْكِتٰبِ فِیْ یَتٰمَی النِّسَآءِ'' (النساء: ۱۲۷)

دوسری بات یہ کہ فقہ کا خلاصہ آیات واحادیث کے معنیٰ مراد جاننے ہی کا نام ہے اور یہی شریعت کا مقصود اعظم ہے۔ لہٰذا اس اعتبار سے بھی یہ فن سب سے اعلیٰ نظر آتا ہے۔ فقہ وفتاویٰ کی اہمیت کے لیے یہ بات بھی کافی ہے کہ اس کا دائرۂ عمل دیگر علوم وفنون اسلامیہ کے بالمقابل کہیں زیادہ وسیع ہے۔ فقہ وفتاویٰ کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ ہر ایک کی زندگی سے مربوط اور سارے انسانوں کے شب وروز سے منسلک ہے۔ فقہ وفتاویٰ سب کی ضرورت کی چیز ہے، خواہ حاکم ہو یا محکوم، مالدار ہو یا غریب، عالم ہو یا جاہل، سن رسیدہ ہو یا کمسن، مرد ہو یا عورت، ان کے علاوہ زندگی کے تمام دیگر شعبوں میں بھی قدم قدم پر فقہ وفتاویٰ کی ضرورت درپیش ہے۔ کوئی ایسا موقع ومقام نہیں جہاں فقہ وفتویٰ کی روشنی کی ضرورت نہ ہو۔

اتنی اہمیت کا حامل ہونے کی وجہ سے یہ فن ہر کسی کو ودیعت نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے لیے مناسب اور لائق فرد کا انتخاب ضروری ہوا کرتا ہے۔ یہ فن اسی کے سپرد کیا جاتا ہے جو اس کا اہل ہو، جس کے ساتھ توفیق خداوندی اور تائید ایزدی شامل حال ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ''من یرد اللہ بہ خیرا یفقهه فی الدین'' (جامع الترمذی، ج: ۲، ص: ۹۳) اللہ تعالیٰ

جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کا فقیہ بنا دیتا ہے۔ چنانچہ ابتدائے اسلام سے آج تک بے شمار مفتیان کرام کا ورود ہوا ہے۔ انہیں اصحاب خیر اور ارباب فقہ وافتا میں سے ایک اہم شخصیت حجۃ الاسلام شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ ہیں، جہاں حضرت حجۃ الاسلام کو مروجہ تمام علوم وفنون میں ید طولیٰ حاصل تھا، وہیں فقہ وافتا میں بھی آپ کو ایک امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ اس سلسلے میں آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ ''فتاویٰ حامدیہ'' لائق مطالعہ ہے۔

آپ کے فتاوے میں اعلیٰ حضرت کی تحریری وفکری جھلک:

آپ کے فتاوے حقائق ودقائق کا خزینہ اور علوم ومعارف کا گنجینہ ہیں بعض فتاویٰ نہایت مختصر مگر جامع اور بعض فتاویٰ پر سیر حاصل کلام کر کے علم وتحقیق کے دریا بہائے گئے ہیں۔ انداز فہم عام فہم مگر دلائل کا انبار، کثرت براہین وآیات واحادیث اور اقوال فقہا سے لب ریز ہیں۔ انداز افہام وتفہیم دیکھ کر قاری کو یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ یہ کلک پیمائی اور خامہ فرسائی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کے اشہب قلم کے ذریعہ ہوئی ہے۔

ایسا ہو بھی کیوں نہ کہ فقہ وافتا میں آپ نے اپنے والد ماجد امام احمد رضا کو آئیڈیل بنایا ہے جو کہ اپنے وقت کا امام اعظم ہے۔ آپ کو شاگرد اعلیٰ حضرت اور شاہزادۂ اعلیٰ حضرت ہونے کا شرف حاصل ہے۔ تحریر وقلم میں اعلیٰ حضرت سے یکسانیت کی ایک مثال آپ کا رسالہ ''الصارم الربانی علی اسراف القادیانی'' ہے۔ جو مرزا غلام احمد قادیانی کے رد میں غالباً پہلی سعی ہے۔ اس رسالے کو اگر کوئی شخص پہلی بار پڑھے اور اس سے پہلے سے ہی وہ تحریرات اعلیٰ حضرت سے اچھی طرح لگاؤ رکھتا ہو اور اسے یہ نہ بتایا جائے کہ یہ کس کی تصنیف ہے، تو وہ برملا کہہ اٹھے گا کہ یہ بھی اعلیٰ حضرت کے رسائل میں سے ایک رسالہ ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی تحریروں میں جو مقفیٰ الفاظ ملتے ہیں۔ بعینہ وہی آپ کے اس رسالے میں بھی موجود ہیں گویا کہ آپ کے فتاویٰ ''الولد سر لابیہ'' کی مکمل تصویر اور روشن تفسیر ہیں۔

فتاویٰ حامدیہ کی چند نمایاں خصوصیات:

آپ کے فتاویٰ کا مطالعہ کرنے کے بعد ہر صاحب دانش وبینش یہ پکار اٹھتا ہے کہ آپ کی تحریر میں گہرائی اور تحقیق میں گیرائی ہے اور فکر وتدبر میں آپ اعلیٰ درجے پر فائز ہیں۔ اللہ تعالیٰ

نے آپ کے ضمیر میں آپ کے خمیر اور آپ کی سرشت وفطرت کو تفقہ فی الدین کے سانچے میں ڈھال کر اس دنیا میں بھیجا تھا۔

آپ اپنی تحقیق کے وقت جزئیات کے استنباط اور طریق استدلال میں ان تمام جہات اور اصول کو پیش نظر رکھتے ہیں جو ایک بالغ نظر فقیہ کے لیے ضروری ہے۔ اور یہ مقام بلاشبہ آپ کو اپنے والد محترم فقیہ اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی فیض صحبت کا نتیجہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ باحیات رہے آپ اپنے والد ماجد کے معتمد خاص اور ان کے دست وبازو بنے رہے اور وصال کے بعد باقاعدہ طور پر فتویٰ نویسی کی یہ اہم ذمہ داری حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے ساتھ آپ کو بھی سونپی گئی۔

آپ مسئلہ مسئولہ کے جواب میں وہی طرز استدلال اختیار کرتے ہیں اور متون مشہورہ سے اسی طرح جواب اخذ کرتے ہیں جو آپ کے فقیہ بے مثال والد محترم کا تھا۔ مسئلہ کے جواب میں تفصیلی استدلال اور حوالوں کو دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فقہی جزئیات پر آپ کی گہری نظر تھی اور فقہ حنفی کے تمام اہم کتب متون آپ کو مستحضر تھیں۔

الغرض آپ کے فتاوے میں وہ تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں جو ایک استاذ فن اور ماہر مفتی کے فتووں میں ہونی چاہئیں، مثلاً:

(۱) کتاب اللہ سے استدلال (۲) حدیث رسول سے استدلال (۳) اجماع امت سے استدلال (۴) فتاویٰ میں ثبوت کے لیے کتاب وسنت کے عموم واطلاقات سے استدلال (۵) فقہی جزئیات سے استدلال (۶) متعارض دلائل میں تطبیق (۷) ناسخ، منسوخ، مطلق، مقید کی تعیین وتشریح (۸) فتاویٰ میں تحقیق وتنقیح کا لحاظ (۹) حالات زمانہ کی رعایت (۱۰) بدمذہبوں کے دلائل کا مسکت اور الزامی جواب اور ان کی گرفت (۱۱) نو پید مسائل میں احکام کی تخریج (۱۲) جو مسئلہ منقح نہ ہو سکے اس میں توقف یا ''لا ادری'' کا اظہار (۱۳) جواب میں اختصار وجامعیت اور موقع کی مناسب سے تفصیلی جواب وغیرہ۔

فقہ وافتا کے اس سنگ لاخ میدان میں حضور حجۃ الاسلام شہ سوار ویگانہ روزگار معلوم ہوتے ہیں۔ آپ کے نام کی مہر میں درج تاریخ ۱۳۱۲ھ سے پتہ چلتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اسی سال اپنے لائق فرزند کو کار افتا کے لیے تیار کر دیا تھا تو گویا حجۃ الاسلام نے ۱۳۱۲ھ سے ۱۳۶۲ھ تک فتویٰ نویسی فرمائی جو کہ پچاس سال کا عرصہ ہے لیکن افسوس صد افسوس کہ علوم ومعارف کے اس بحر ذخار کے تمام فتاویٰ محفوظ نہ رہ سکے۔ بس کسی طرح ۱۳۰ فتوے دستیاب ہو سکے جو فتاویٰ حامدیہ

کی شکل میں آج موجود ہے۔ اگر سارے فتوے محفوظ ہوتے تو آج فقہ وافتا کے اہم علمی وفقہی سرمائے سے ہم محظوظ ہوتے۔

آیئے درج ذیل سطور میں ان کے فتاویٰ کی چند جھلکیاں ملاحظہ کریں۔ جو اُن کے ایک عظیم فقیہ و مفتی ہونے پر مکمل دلیل وثبوت ہیں۔

حضرت حجۃ الاسلام کے فتاویٰ کی چند جھلکیاں:

کسی کافر نے کہا: مجھ پر اسلام پیش کرو تو اس نے کہا فلاں عالم کے پاس چلے جاؤ تو یہ مسلم کافر ہوگیا۔

سوال: زید ایک کافرہ کو جامع مسجد میں امام مسجد کے پاس لے کر آیا۔ امام صاحب مفتی بھی تھے، جمعہ کا دن تھا امام صاحب کے پاس اتنا وقت تھا کہ کلمہ پڑھانے کے بعد نصف گھنٹہ مسجد میں تقریر بھی کرلیں جب بھی انہوں نے کہا کہ جمعہ بعد مسلمان کرونگا۔ زید نے کہا کہ یہ غسل کر کے آئی ہے پہلے کلمہ پڑھوا لیجئے تا کہ جا کر نماز بھی پڑھ لے۔ امام صاحب نے فرمایا: اسلام لانے کے بعد غسل اس پر فرض ہے لہٰذا بعد جمعہ بہتر ہوگا۔

اب دریافت امر ہے کہ بعد اسلام تجدید غسل فرض ہے یا نہیں نیز امام صاحب اس تاخیر میں حق بہ جانب ہیں؟ زید کا کیا حکم ہے۔ (اس سوال پر حضرت حجۃ الاسلام کا محققانہ جواب ملاحظہ کریں)

الجواب: زید اور اس مولوی پر توبہ وتجدید اسلام وتجدید نکاح لازم، عورت نے زید سے جس وقت کہا تھا کہ میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں اسی وقت زید پر لازم تھا کہ وہ اسے مسلمان کرتا ۔ تفصیل سے تلقین اسلام پر اگر قادر نہ تھا تو کلمہ تو پڑھا سکتا تھا۔ جتنی دیر اس نے اسے غسل کرایا پھر عالم کے پاس لایا اتنی دیر کا اس کے ذمہ "رضا بقاء الکفر" کا الزام ہے۔ عالم کے پاس جب وہ پہنچی تھی عالم پر فرض تھا کہ فوراً اسے مسلمان کرتا۔ زید نے تو ایک وجہ سے یہ تاخیر کی تھی مگر اس عالم نے بالکل بے وجہ تاخیر کی۔ اس پر اس زید سے زائد الزام ہے۔ زید پر حکم مختلف فیہ ہے مگر اس عالم پر حکم میں کوئی اختلاف نہیں معلوم ہوتا اور عقلاً بھی اس پر الزام بہ شدت ہے کہ جاہل کے لیے جہل اگرچہ شرعاً عذر نہ ہو مگر عقلاً عذر ہوسکتا ہے۔ نماز اگر قائم ہوئی جب بھی قطع صلوٰۃ کی اس اہم کام کے لیے شرعاً اجازت تھی۔ خلاصہ پھر "شرح فقہ اکبر" ملا علی قاری میں ہے:

"کافر قال لمسلم اعرض علی الاسلام فقال اذھب الی فلان العالم" یعنی اگر کسی کافر نے مسلمان سے کہا: مجھ پر اسلام پیش کرو تو اس نے کہا فلاں عالم کے پاس جاؤ تو یہ مسلم کافر ہوگیا۔ (فتاویٰ حامدیہ، ص ۱۰۷ تا ۱۱۹۔ مطبوعہ ۲۰۰۳ء، رضوی کتاب گھر دہلی)

اس کے بعد حضرت حجۃ الاسلام نے اپنے فتویٰ کو فقہی جزئیات کی روشنی میں تحریر فرمایا ہے اور زبردست بحث فرمائی جو فتاویٰ حامدیہ کے بارہ صفحات پر مشتمل ہے۔ طوالت کے خوف سے، ہم قلم انداز کررہے ہیں۔

الصارم الربانی علی اسراف القادیانی: ایک انوکھی تحقیق:

مرزا غلام احمد قادیانی کے رد میں سب سے پہلے آپ ہی نے ایک رسالہ ترتیب دیا جو اصل میں ایک استفتا کا جواب ہے۔ آپ کا یہ معرکۃ آرا فتویٰ ماہنامہ ''تحفۂ حنفیہ'' پٹنہ میں رجب ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء میں ''فتویٰ عالم ربانی برمزخرفات قادیانی'' کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس فتوے نے قصر قادیانیت میں کہرام برپا کردیا، اس وقت آپ محض ۲۳ رسال کے تھے، مرزا غلام احمد قادیانی اس وقت زندہ تھا اور اپنے کئے ہوئے پر نالاں تھا۔ اس سلسلے میں امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

> ''پہلے اس ادعائے کاذب کی نسبت سہارنپور سے سوال آیا جس کا مبسوط جواب ولد اعز فاضل نوجوان مولوی محمد حامد رضا خاں حفظہ اللہ نے لکھا اور بہ نام تاریخی ''الصارم الربانی علی اسراف القادیانی'' مسمیٰ کیا۔ یہ رسالہ حامی سنن، ماحی فتن، ندوہ فگن مکرمنا قاضی عبدالوحید صاحب فردوسی حین عن الفتن نے اپنے رسالہ مبارکہ ''تحفۂ حنفیہ'' میں کہ عظیم آباد سے ماہوار شائع میں طبع فرمادیا۔'' (حوالۂ سابق، ص:۹۹)

ہمیں تو قرآن ہی میں دکھاؤ:

خلیفۂ مرزا قادیانی کے ایک قول کے سلسلے میں استفتا ہوا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسدہ العصری ذی حیات آسمان پر اٹھالیے گئے اسے آیت قطعیۃ الدلالۃ سے ثابت کریں ہم کو صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہیے کہ جس کے تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں۔

اس پر حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے وہ جواب دیا اور مسکت اور الزامی جواب کے ساتھ ساتھ قرآن واحادیث کی روشنی میں وہ عظیم علم وفن کے جوہر دیکھائے ہیں جو لائق مطالعہ ہیں مذکورہ سوال پر حضرت حجۃ الاسلام کا ریمارک پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے پیش ہے اس کی ایک جھلک۔

> ضروریات دین میں بھی بہت سی باتیں ضروریات دین سے ہیں جن کا منکر یقیناً کافر، مگر بالتصریح ان کا ذکر آیات واحادیث میں نہیں مثلاً باری تعالیٰ کا جہل محال ہونا، قرآن وحدیث میں اللہ عزوجل کے علم واحاطۂ علم کا لاکھ جگہ ذکر ہے مگر امکان وامتناع کی بحث کہیں نہیں۔ پھر کیا جو شخص کہے: واقع میں تو بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے عالم الغیب والشہادۃ ہے، کوئی ذرہ اس کے

علم سے چھپا نہیں مگر ممکن ہے کہ جاہل ہو جائے۔ تو کیا وہ کافر نہ ہوگا؟ کہ اس امکان کا سلب صریح قرآن میں مذکور نہیں۔ حاشاللہ! ضرور کافر ہے اور جو اسے کافر نہ کہے خود کافر ہے۔ تو جب ضروریات دین ہی کے ہر جز ئیہ کی تصریح صریح قرآن وحدیث میں نہیں تو ان سے اتر کر اور کسی درجے کی بات پر یہ مڑ چڑاین کہ ہمیں تو قرآن ہی میں دکھاؤ نری جہالت ہے یا صریح ضلالت۔

اس کی نظیر یوں سمجھنی چاہیے کہ کوئی کہے: فلاں بیگ کا باپ قوم کا مرزا تھا زید کہے اس کا ثبوت کیا ہے ہمیں قرآن میں لکھا دیکھا دو کہ مرزا تھا ورنہ ہم نہ مانیں گے کہ قرآن کے تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں ہے ایسے سفیہ کو مجنون سے بہتر اور کیا لقب دیا جا سکتا ہے؟ (ایضاً،ص: ۱۳۵)

پھر قرآن پاک سے زندہ اٹھائے جانے پر آیتوں سے ثابت کرتے ہوئے ۴۳ احادیث کریمہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرب قیامت نزول فرمانا، دجال کو قتل کرنا ثابت کیا ہے۔ اس کے بعد چالیس سال تک دنیا میں قیام فرمانا، وفات کے بعد عامۃ المسلمین کا آپ کی نماز جنازہ پڑھنا ثابت کیا ہے۔ اخیر میں مفتیان عصر کی تصدیقات شامل ہیں۔

اجتناب العمال عن فتاویٰ الجہال: پر ایک نظر

یہ رسالہ بھی ایک استفتا کے جواب میں حضرت حجۃ الاسلام نے لکھا ہے ایک نہایت جاہل شخص نے قنوت نازلہ کے سلسلے میں طاعون و آفات و بلیات کے ساتھ غلبۂ کفار کی تخصیص کر دی اور "ضروری سوال" کے عنوان سے ایک چھ ورقی کتابچہ ترتیب دیا۔ اس کے ہفوات کے رد میں حضرت حجۃ الاسلام نے "مصنف ضروری سوال" کی تیس جہالتوں اور تین فریبیوں کو شمار کرتے ہوئے لاتعداد کج فہمیوں کی وضاحت کی ہے۔ اس فتوے میں آپ نے ہر مصیبت مثلاً طاعون وغیرہ کے دفع کے لیے کتب فقہ معتبرہ سے قنوت نازلہ پڑھنے کا اثبات فرماتے ہوئے فتنہ وفساد اور غلبہ کفار کی تخصیص کا سختی سے رد فرمایا ہے۔

اس فتوے پر امام اہل سنت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ، علامہ وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ ۳ دوسرے بریلی کے علما، ۸ فضلائے رام پور، ۶ مفتیان لکھنو، ۳ علمائے عظیم آباد کی تصدیقات سے اس کی افادیت کا بہ خوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ صفحات کی قلت کی وجہ سے اس رسالے کی چند جھلکیوں کی آشنائی سے گریز کر رہے ہیں۔

حجۃ الاسلام کی فتویٰ نویسی

مولانا محمد اسلم آزاد، گڈا

برصغیر ہندوپاک میں ماضی قریب کے علمائے اہل سنت کی فہرست میں ایک ایسا نام بھی ملتا ہے جس نے بیسویں صدی کے علماء، فقہا اور دانشوران ملت میں نمایاں اور ممتاز مقام حاصل کرکے اپنی علمی ودینی بصیرت اور غیر معمولی محدثانہ وفقیہانہ صلاحیت کے گہرے نقوش صفحات دہر پر ثبت کیے۔ جسے ارباب فکر ونظر نے حجۃ الاسلام شیخ الانام اور جمال الاولیاء کے القاب دیے۔ آپ کی پوری زندگی اسلام وسنیت کی حفاظت وصیانت کیلئے وقف تھی جس پر آپ کی نوک قلم سے صادر ہونے والے کثیر التعداد فتاویٰ شاہد ہیں۔ آپ نے اپنی فقہی بصیرت کے ذریعہ پیچیدہ مسائل کی گتھیوں کو اس طرح سلجھایا کہ جس نے چودہویں صدی کے نصف آخر میں پورے برصغیر کو روشن ومنور کردیا۔

مخدوم العلماء حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ چودہویں صدی کے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر تھے۔ آپ نے جملہ علوم وفنون اپنے والد ماجد محدث بریلوی علیہ الرحمہ سے حاصل کیے۔ ۱۹ر سال کی عمر میں ہی فارغ التحصیل ہو گئے تھے۔ آپ گوناگوں خوبیوں اور اوصاف وکمالات کے جامع تھے، میدان مناظرہ کے لاجواب مناظر، درس گاہ کے بہترین مدرس، تصنیف وتالیف میں ماہر مصنف، تعمیر وتربیت میں بے مثال معمار، قوم کی اصلاح وفلاح میں سچے مصلح، افراد سازی وکردار سازی میں منفرد و یکتا اور بزم اولیا میں راہ روان طریقت کے قافلہ سالار وتاجدار تھے۔ غرض کہ وہ ہر ایک وصف وخوبی کے اعتبار سے ایک تاریخ ساز ہستی تھے۔ سردست مجھے صرف ان کی فقیہانہ شان پر کچھ روشنی ڈالنا ہے۔

حجۃ الاسلام اپنے دور کے عظیم فقیہ اور ماہر و کامل مفتی تھے۔ دوسرے علوم وفنون کی طرح آپ کو فقہ کے تمام کلیات و جزئیات پر بھی مکمل عبور تھا، آپ کی نوک سے لکھے ہوئے فتاویٰ اور آپ کی درس گاہ کے فیض یافتہ فقہا تلامذہ کی جماعت اس دعویٰ کی مکمل دلیل و ثبوت ہیں۔

کسی فن کار کے علم وفن کا معیار و مقام اس کے اساتذہ، تلامذہ اور اس کی تحریریں ہوتی ہیں۔ چنانچہ یہ بھی دیکھتے چلیں کہ حضور حجۃ الاسلام نے فقہ و فتاویٰ کی تعلیم کن سے حاصل کی۔ علم فقہ میں ان کا کیا مرتبہ تھا۔ حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے جملہ علوم وفنون اپنے والد ماجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمہ سے حاصل کی تھی جنہیں اللہ عزوجل نے مجددیت کے اعلیٰ منصب پر فائز فرمایا تھا۔ جن کی شان یہ تھی کہ اپنی ۶۷ رسالہ زندگی میں ۵۵ اور بروایت دیگر ۷۰ سے زائد علوم وفنون پر ہزاروں کتابیں تصنیف فرمائیں جو برصغیر میں علم وفن کی ایک نئی تاریخ بن گئی۔ جن کی فقاہت کا عالم یہ تھا کہ علم فقہ میں تقریباً تین سو کتابیں تصنیف فرمائی (۱)۔ جن کے فتاویٰ تیس جلدوں میں موجود ہیں۔ پھر اعلیٰ حضرت نے آپ کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ فرمائی تھی۔ ایسے عظیم و جلیل القدر فقیہ کا مایہ ناز شاگرد رشید بھلا کیونہ فقہ و افتا میں ممتاز و منفرد ہوگا۔ حجۃ الاسلام اپنے خداداد علم و فضل اور استعداد و قابلیت کی بنیاد پر ہر اعتبار سے اپنے والد ماجد کے جانشیں اور وارث تھے۔ ہر تحریک اور ہر کام میں اپنے والد گرامی کا ساتھ دیا۔ حضور اعلیٰ حضرت کو اپنے اس لائق و فائق فرزند پر اعتماد بھی تھا اور فخر بھی۔ اس کا اندازہ آپ اس واقعہ سے لگا سکتے ہیں...... ایک مرتبہ حضرت سرکار مجی علیہ الرحمہ نے حضور اعلیٰ حضرت کو ایک جلسے کیلئے پوکھریرا سیتا مڑھی آنے کی دعوت دی۔ مصروفیت کے سبب اعلیٰ حضرت نے حضرت حجۃ الاسلام کو اپنے گرامی نامہ کے ساتھ اپنی جگہ پر روانہ فرما دیا، جس میں یہ تحریر تھی: ''اگرچہ میں اپنی مصروفیت کی بنا پر حاضری سے معذور ہوں مگر حامد رضا کو بھیج رہا ہوں۔'' اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے جو جملہ تحریر فرمایا ہے اس سے حضور حجۃ الاسلام کی عظمت کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں: ''یہ میرے قائم مقام ہیں ان کو حامد رضا نہیں احمد رضا ہی کہا جائے۔'' (۲)

اعلیٰ حضرت کو اپنے اس نامور فرزند پر کتنا ناز تھا اس کا اندازہ لگانے کیلئے اعلیٰ حضرت کا یہ شعر ملاحظہ فرمائیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

حامد منی و انا من حامد

حمد سے ہمد کماتے یہ ہیں

یوں ہی حضرت حجۃ الاسلام کے تلامذہ پر نظر دوڑایئے تو معلوم ہو جائے گا کہ جہاں آپ

نے لائق وفائق مدرس پیدا کیے وہیں آپ کے تلامذہ میں اچھی خاصی تعداد فقہا ومفتیوں کی بھی ہے۔ مفتی اعظم ہند علامہ مفتی مصطفی رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی، محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد، حضرت علامہ عبد الغفور ہزاروی، حضرت علامہ مفتی ابرار حسن صدیقی، حضرت مفتی عبد الحمید قادری، مفتی اعظم کانپور مفتی رفاقت حسین بہاری وغرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین آپ ہی کے درس گاہ کے فیض یافتہ ہیں جو اپنے وقت کے زبردست فقیہ اور ممتاز ومنفرد مفتی تھے اور فقہ وافتا کے میدان میں مرجع خلائق اور مرکز توجہ تھے۔(۳)

۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۴ء میں فراغت کے بعد حجۃ الاسلام نے دار العلوم منظر الاسلام میں باقاعدہ درس وتدریس کا آغاز فرمایا۔ حجۃ الاسلام کے نام کی مہر میں درج تاریخ ۱۳۱۲ھ سے پتہ چلتا ہے کہ امام اہل سنت نے اسی سال اپنے اس لائق وفائق فرزند کو افتا کا کام سپرد فرمادیا تھا۔ چنانچہ حجۃ الاسلام نے ۱۳۱۲ھ سے ۱۳۶۲ھ تک تادم حیات مسلسل ۵۰ سال تک فتویٰ نویسی فرمائی۔ حضور حجۃ الاسلام درس وتدریس کے علاوہ فتویٰ نویسی میں اپنے والد محدث بریلوی کا بھی ہاتھ بٹاتے، ان کیلئے حوالوں کی عبارتیں کتابوں سے تلاش کرتے، کبھی کبھی آپ کے فتاویٰ نقل کرتے نیز آپ کی تصنیفات کی تبییض کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے فتاویٰ میں محدث بریلوی کے فتاویٰ کا رنگ وآہنگ بدرجہ اتم موجود ہے۔ آپ کے مضامین، تصنیفات وتالیفات، تصدیقات وتقریظات کا طرز تحریر اور انداز بیان محدث بریلوی کی طرح محققانہ اور منصفانہ ہے۔(۴)

حضرت حجۃ الاسلام کی فقہی بصیرت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے تمام فتاویٰ قرآن وحدیث، اقوال ائمہ اور فقہا کی تائیدی عبارت سے مدلل اور براہین سے مزین، راجح، مفتی بہ اقوال اور مصالح شرعیہ کی رعایت سے بھرپور ہیں۔ آپ کے فتاویٰ مختصر ومطول دونوں قسم کے ہیں۔ جہاں آپ نے یہ محسوس فرمایا کہ سائل کو اختصار سے اطمینان نہ ہوگا وہاں اس کی تسلی وتشفی کیلئے جواب کو خوب شرح وبسط کے ساتھ تحریر فرمایا اور کتب فقہ کے دلائل وشواہد کے انبار لگادیے۔ ساتھ ہی ساتھ عقلی والزامی جواب کی بوچھاڑ کر کے منکر ومعاند کو مسکت ولاجواب فرمادیا اور روزمرہ کے احوال وکوائف کی مثالوں سے جواب کو عالم وجاہل سب کیلئے واضح فرمادیا ہے۔ حضور حجۃ الاسلام کے فتاویٰ میں کتاب وسنت سے استدلال، اقوال ائمہ اور مستند فقہا کی عبارتوں سے استناد، کلیات وجزئیات کا استحضار تحریر کردہ مسئلہ کو جزئیات پر منطبق

کرنے اور متعارض دلائل میں تطبیق دینے کا ملکہ، ناسخ ومنسوخ، مطلق ومقید مقامات کی تشریح وتعیین، جواب سے پیدا ہونے والے شبہات کا ازالہ، مصالح کی روایت، رسم افتا پر کڑی نظر، تعصب وعناد پر مبنی سوالات کا مسکت ودنداں شکن جواب، جواب میں اختصار وجامعیت اور حسب ضرورت تشریح وغیرہا خوبیاں بہت نمایاں طور پر نظر آتی ہیں۔

اب مطالعہ کرتے چلیے دیہات میں جمعہ وعیدین کے جائز وناجائز ہونے کا ایک اہم فتویٰ جسے آپ نے اہل زمانہ کے حالات کے مطابق عمدہ پیرایے میں دلائل کی روشنی میں تحریر فرمایا۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ ایک گاؤں میں چالیس سال سے نماز جمعہ وعیدین ہوتی چلی آرہی ہے۔ اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ شرائط نماز جمعہ وعیدین یہاں موجود نہیں ہیں اس لیے مذہب امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے اعتبار سے یہاں جمعہ جائز نہیں۔

اس کا جواب آپ تحریر فرماتے ہیں کہ جمعہ وعیدین کیلئے شہر یا متعلقات شہر ہونا شرط ہے۔ لہٰذا دیہات میں جمعہ وعیدین نہ فرض نہ اس کی ادا جائز وصحیح بلکہ پڑھنے والے متعدد گناہوں کے مرتکب ہوں گے۔ یہی ظاہر الروایۃ اور ہمارا مذہب، مفتی کو مذہب سے عدول ناجائز واتباع قول مصحح وارجح واجب ہے۔ ''ردالمحتار'' میں ہے:

''ولا یجوز العدول عنہ لأنہ ھو المذھب وعلینا اتباع ما صححوہ وما رجحوہ۔''

یعنی اس سے عدول جائز نہیں، اس لیے کہ یہی مذہب ہے اور ہم پر اس قول کی اتباع واجب ہے جس کی تصحیح وترجیح ہمارے ائمہ نے فرمائی۔

مگر علماء فرماتے ہیں کہ ''من لم یعرف أھل زمانہ فھو جاھل'' یعنی جو اپنے اہل زمانہ کو نہ پہچانے وہ جاہل ہے۔

آج کل عوام وجہال کا حال اور احکام الٰہیہ میں سستی وکاہلی بحد کمال دیکھ کر حضور اعلیٰ حضرت قبلہ (رضی اللہ عنہ) نے اپنا دستور فرمایا ہے کما صرح بہ فی فتاواہ المبارکہ: خود نہ دیہات میں جمعہ وعیدین کا حکم دیں نہ آپ انہیں پڑھنے سے روکیں نہ روکنے میں کوشش پسند فرمائیں۔ مشاہدہ ہے کہ عوام کو جہاں اس سے روکا وہ فرائض بھی چھوڑ بیٹھتے ہیں تو بہتر یہ ہے کہ جس طرح وہ خدا اور رسول کا نام لینا چاہیں اس میں سدراہ نہ ہونا چاہئے۔

سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الاسنیٰ نے ایک شخص کو بعد نماز عید نفل پڑھتے دیکھا حالانکہ بعد عید نفل ناجائز ومکروہ ہے، کسی نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین آپ منع نہیں فرماتے، فرمایا کہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ میں اس آیت کا مصداق نہ ہو جاؤں۔

''ارأیت الذی ینھی عبداً اذا صلّٰی'' کیا تو نے اسے دیکھا جو بندہ کو نماز سے منع کرتا ہے۔ ذکرہ فی الرد المختار''

آفتاب نکلتے وقت نماز ناجائز ہے مگر علماء فرماتے ہیں کہ عوام پڑھتے ہیں تو انہیں منع نہ کیا جائے کیونکہ وہ چھوڑ بیٹھیں گے کہ ایک قول پر ادا کرلینا بالکل چھوڑ دینے سے بہتر ہے۔

''درمختار'' میں ہے:

''وکرہ تحریما صلاۃ مطلقا مع شروق الاالعوام فلا یمنعون من فعلھا لانھم یترکون والاداء الجائز عند البعض اولیٰ من الترک کما فی القنیہ وغیرھا''۔ یعنی طلوع آفتاب کے وقت نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے مگر عوام منع نہ کیے جائیں گے اپنے اس فعل سے، اس لیے کہ وہ اسے ترک کردیں گے اور ادائے جائز اولیٰ ہے بعض کے نزدیک ترک سے۔ جیسا کہ قنیہ وغیرہ میں۔ (۵)

حضور حجۃ الاسلام سے فارسی میں ایک سوال ہوا کہ ایک شخص نے بلاوجہ شرعی ایک مسلمان کو حرام زادہ کہا اور ایک پاک باز ومحصنہ عورت پر زنا کا الزام لگایا۔ ایسے شخص کیلئے کیا حکم ہے؟

حضرت حجۃ الاسلام نے زبان فارسی ہی میں جواب تحریر فرمایا:

سب وشتم مسلم بے وجہ شرعی سخت کبیرہ است حرام قطعی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سباب المسلم الفسوق۔ دشنام دادن مسلمان را معصیت است کبیرہ۔ نیز می فرمایند صلی اللہ علیہ وسلم من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ ۔ کسیے کہ مسلمان را ایذاداد ما بدولت را ایزاداد وھر کہ ما بدولت را ایزاداد منتقم حقیقی را ایزا داد۔ ومی فرماید جل جلالہ: ان الذین یؤذون اللہ رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعدلھم عذا بامھینا۔ "لاریب کسانیکہ اللہ ورسول را ایذا می دھند۔ خدائے ایشان را لعنت کردہ است درنیا وآخرت مھیا کردہ است مرا ایشان را عذاب دردناک وخوار کنندہ۔ وحین است حکم قذف محصنہ کہ بے حجت شرعیہ معصیت است کبیرہ۔ سزایش ھشتاد درہ ونامقبول شھادت ابدیت برآن طرہ۔ پس در صورت مستفسرہ ایں کس ناکس فاسق است وبر فسقش خود قرآن ناطق۔ والذین یرمون المحصنت ثم لم یا تو باربعۃ شھداء فاجلد واھم ثمٰنین جلدۃ ولا تقبلو الھم شھادۃً ابداً واولئک ھم الفسقون الا

الذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا فان اللہ غفور رحیم ۔(۶)

حضور حجۃ الاسلام قدس سرہ کے فتاویٰ کی صحیح تعداد کیا ہے یہ شاید کسی کو نہیں معلوم ہے۔ آپ کی فرصت کے اکثر اوقات بھی دینی و مذہبی سوال و جواب میں صرف ہوتے لیکن کسی نے ان کو قلم بند کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ کاش آپ کے فتاویٰ کا ذخیرہ محفوظ ہوتا تو عوام وخواص، طلبہ واساتذہ اور علما وفقہا سب کے لیے رہنما اور معاون و مددگار ثابت ہوتا اور اہل سنت کی کتب فقہ وفتاویٰ میں ایک اہم کتاب کا اضافہ بھی ہو جاتا جس سے آنے والی نسلیں ہمیشہ ہمیش مستفیض ہوتی رہتیں۔

قابل صد مبارکباد ہیں مولانا عبدالرحیم نشتر فاروقی اور مولانا عمران رضاخان سمنانی قادری دام ظلہما جنہوں نے حجۃ الاسلام کے کچھ فتاویٰ کو جمع کیا اور بڑی عرق ریزی سے ان کی ترتیب وتخریج کر کے کتابی شکل میں ''فتاویٰ حامدیہ'' کے نام سے ۲۰۰۳ء میں منظر عام پر لے آئے۔ جس کے بارے میں خود منانی میاں کا اعتراف ہے کہ ''فتاویٰ حجۃ الاسلام کی جو نقوش احباب کے پاس ہیں انہیں حضرت حجۃ الاسلام کے تمام فتاویٰ کا مجموعہ کسی طرح قرار نہیں دیا جاسکتا'' جبکہ سمنانی میاں کا خیال ہے کہ اسے حجۃ الاسلام کے مجموعہ فتاویٰ کا ایک باب بھی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ لیکن اس کے باوجود جو فتاویٰ منظر عام پر آئے ہیں وہ ایک عظیم فقہی سرمایہ ہے۔

اس مجموعہ ''فتاویٰ حامدیہ'' میں حجۃ الاسلام کے تقریباً ۱۳ رفتاویٰ شامل ہیں جن میں دو مستقل رسالے ''اجتناب العمال عن فتاویٰ الجهال'' اور ''الصارم الربانی علیٰ اسراف القادیانی'' موجود ہیں۔

''اجتناب العمال'' ایک جاہل اور مکار کی ہفوات وبکواس کا چھ ورقی مجموعہ بنام ''ضروری سوال'' کا نہایت ہی محققانہ رد ہے۔ اس میں مرتب ''ضروری سوال'' نے اپنی جہالت اور فریب کاری کے ذریعہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ قنوت نازلہ فتنہ وفساد اور غلبہ کفار کے ساتھ خاص ہے۔ حضور حجۃ الاسلام نے مرتب ''ضروری سوال'' کی تیس جہالتیں اور تین فریب کاریاں نیز لاتعداد کج فہمیاں اور ترجمے کی غلطیاں شمار کرائی ہیں۔ اس فتوے میں آپ نے ہر مصیبت جیسے طاعون وغیرہ کے دفع کیلئے معتبر فقہی کتابوں کے حوالے سے قنوت پڑھنے کا اثبات فرمایا ہے اور فتنہ وفساد اور غلبہ کفار کی تخصیص کا سخت رد فرمایا ہے۔

اس فتویٰ کو آپ نے غنیۃ شرح منیہ، شرح نقایہ برجندی، بحر الرائق، منحۃ الخالق، اشباہ والنظائر، مراقی الفلاح، فتح اللہ المعین، طحطاوی، درمختار اور مرقاۃ وغیرہ کے حوالوں سے مزین

فرما کر اپنی بات کو اس طرح مزین فرمایا ہے کہ مخالفین لاجواب ہو کر رہ گئے ہیں۔

مصنف ''ضروری سوال'' نے اپنے سوالات میں تغلیط روایت اور تصحیف عبارت کے ذریعہ عوام کو گمراہ کرنے کی ناپاک جسارت کی تھی۔ حجۃ الاسلام نے اپنے برق بار قلم سے اس کی ساری قلعی کھول دی۔ اس فتوے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس فتوے پر امام اہل سنت اور محدث سورتی کے علاوہ ۳ر دیگر علمائے بریلی، ۸ر فضلائے رام پور، ۶ر مفتیان لکھنؤ، ۳ر علمائے عظیم آباد اور ۳ر فضلائے بہار شریف کی تصدیقات اور مہر ثبت ہیں۔ (۷)

''الصارم الربانی'' مرزا غلام احمد قادیانی کی تردید میں پہلی علمی کوشش ہے۔ جس نے قصر قادیانیت میں زلزلہ برپا کر دیا۔ بعد میں حجۃ الاسلام کا یہ تاریخی فتویٰ ''الصارم الربانی علی اسراف القادیانی'' کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہوا۔ حجۃ الاسلام سے مرزا قادیانی کے ایک خلیفہ نے پوچھا کہ عیسیٰ علیہ الاسلام کا جسد عنصری کے ساتھ باحیات آسمان پر اٹھالیا جانا صرف قرآن سے ثابت کریں۔ تو حضور حجۃ الاسلام اس کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ضروریات دین میں بھی بہت باتیں ایسی ہیں جن کا منکر یقینا کافر مگر بالتصریح ان کا ذکر قرآن واحادیث میں نہیں۔ جیسے باری عزوجل کا جہل محال ہونا قرآن وحدیث میں اللہ عزوجل کے علم واحاطہ علم کا لاکھ جگہ ذکر ہے مگر امکان وامتناع کی بحث کہیں نہیں پھر کیا جو شخص کہے کہ واقع میں تو بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے مگر ممکن ہے کہ جاہل ہو جائے تو کیا وہ کافر نہ ہوگا؟ کہ امکان کا سلب صریح قرآن میں مذکور نہیں، حاشاللہ ضرور کافر ہے۔ تو جب ضروریات دین ہی کے ہر جزئیہ کی تصریح قرآن وحدیث میں نہیں تو یہ بات کہنا کہ ہمیں قرآن ہی میں دکھاؤ ورنہ ہم نہ مانیں تو یہ بڑی جہالت ہے یا صریح ضلالت۔

حجۃ الاسلام نے قرآن عظیم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باحیات آسمان پر تشریف لے جانا ثابت کرنے کے بعد ۴۳ احادیث کریمہ سے آپ کا قرب قیامت آسمان سے نزول فرمانا، دجال کو قتل کرنا اور چالیس سال تک اس دنیا میں قیام فرمانے کے بعد آپ کا وفات پانا اور عامہ مسلمین کا آپ کی نماز جنازہ پڑھنا ثابت کیا ہے۔

ان فتاویٰ میں حضور حجۃ الاسلام کا تحریری اسلوب صاف، سلیس اور شستہ ہے۔ اس فتوے پر تبصرہ کرتے ہوئے حضور سمنانی میاں لکھتے ہیں: ''میں نے الصارم الربانی'' کو پہلی مرتبہ دیکھا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ بلاشبہ اگر قاری کو معلوم نہ ہو کہ کس کی تصنیف ہے تو وہ اعلیٰ حضرت، ہی کی تصنیف سمجھے گا۔ اعلیٰ حضرت کے یہاں جو مقفٰی الفاظ ملتے ہیں بعینہ اس قلم کی جولانی وروانی آپ کے فتویٰ میں موجود ہے۔'' (۸)

یہ چند مثالیں تھیں جن کی روشنی میں آپ حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا کی شان افتا کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔لیکن ان کی شان فقاہت کو پورے طور سے اجاگر کرنے کیلئے ہرگز یہ مختصر مضمون کافی نہیں بلکہ اس کیلئے تو ایک دفتر چاہئے، سفینہ چاہئے اس بحر بے کراں کے لیے۔

(۱) نور الایضاح مع مراقی الفلاح، عربی

ترجمہ امام احمد رضا خان، ص:۸، مطبوعہ: مکتبہ المدینہ

(۲) تذکرہ جمیل، ص ۱۱۲ بحوالہ فتاویٰ حامدیہ، مقدمہ

(۳) حالات فقہات ومحدثین، ص ۱۹۴

(۴) مقدمہ فتاویٰ حامدیہ، ص ۸۵ و ۹۴ ملخصاً

(۵) فتاویٰ حامدیہ، ص ۲۵۵۔۲۵۶

(٦) فتاویٰ حامدیہ، ص ۲۔۱، ۳۔۱

(۷) تفصیل کیلئے دیکھیں فتاویٰ حامدیہ، مطبوعہ: رضوی کتاب گھر

(۸) مقدمہ فتاویٰ حامدیہ

☆☆☆

باب پنجم

معرفت و تصوف

حجۃ الاسلام کے مرشد گرامی

سراج السالکین نور العارفین سیدنا ابوالحسین نوری مارہروی رضی اللہ تعالےٰ عنہ

مولانا عبد المجتبیٰ رضوی بنارس

نور جان و نور ایماں نور قبر و حشر دے
بوالحسین احمد نوری لقا کے واسطے

ولادت شریف: آپ کی ولادت باسعادت ۱۹، شوال المکرم ۱۲۵۵ھ مطابق ۲۶، دسمبر ۱۸۳۹ء بروز پنجشنبہ، مارہرہ شریف میں ہوئی

اسم شریف: آپ کا نام نامی و اسم گرامی ''سید ابوالحسین احمد نوری'' ہے اور تاریخی نام ''مظہر علی'' ہے الملقب بہ ''میاں صاحب'' قدس سرہ۔

والد ماجد: آپ کے والد ماجد کا نام نامی حضرت سید شاہ ظہور حسن مارہروی قدس سرہ ہے۔

خاندانی حالات: آپ سادات حسینی زیدی واسطی بلگرامی والد ماجد کی جانب سے ہیں، نیز والدہ ماجدہ حضرت سید محمد صغریٰ بلگرامی قدس سرہ کی بیسویں پشت میں ہیں۔ آپ کے آبائے کرام ہر عہد میں سردار و مقتداء رہے ہیں یہ خاندان آپ کا ۶۱۴ھ ۱۲۱۷ء میں بلگرام کو فتح کر کے اس مقام پر رونق افروز ہوا اور جاگیر و خطاباتِ شاہی سے معزز رہا ۱۰۱۷ھ ۱۶۰۸ء میں میر عبد الجلیل قدس سرہ یعنی آپ کے جد امجد صاحب غوث و قطب مارہرہ مقرر ہو کر رونق افروز مارہرہ مطہرہ ہوئے۔

حلیہ مبارک: حضور سراج السالکین نور العارفین سیدی شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں قدس سرہ کا سراپا اس طور پر ہے۔

قد میانہ تھا۔ لیکن باوجود میانہ قد و قامت ہونے کے مجمع میں سب سے بلند نظر آتے۔ رنگ

مبارک گندمی تھا۔ سر مبارک بڑا اور مملو۔ پیشانی خوب بڑی۔ بھنویں باریک اور یہ حضرات سادات بلگرام مین عموماً ہے۔ پلکیں دراز۔ آنکھیں بڑی اور روشن سپیدی اور سیاہی تیز سرخی کے ڈورے پڑے، شغل محمودہ میں سیاہی مطلق نظر نہ آتی۔ اور شغل بروز میں دونوں پتلیاں ایک ساعت برابر آ جاتیں۔ بینی بلند پترہ بینی وسیع، دہانہ فراخ، دندان مبارک نہایت صاف چمکدار اور مضبوط جو غالباً وقت وفات شریف تک سب دانت موجود تھے کوئی گرا نہ تھا۔ ریش مبارک نہ انبوہ اور نہ کم بلکہ پوری بھری ہوئی مرسلہ۔ سینہ مبارک چوڑا۔ ہاتھ لا بنے۔ انگلیاں باریک دراز شکم مبارک پر ایک باریک سیلی بالوں کی پڑی ہوئی۔ آخر عمر شریف میں کمر مبارک خم ہوگئی جو چلنے میں محسوس ہوتی تھی۔ پاؤں کی ایڑیاں چھوٹی اور نہایت خوبصورت۔ رفتار تیز۔ ہنسی آپ کی صرف تبسم تھی۔

بیشتر عمامہ رنگین کرتہ، سفید نقشبندی پاجامہ، ڈھیلی کلاہ مبارک دو پلی گوشے کھلے ہوئے کبھی قادری قمیص اور لمبا بھی پہنتے۔ جاڑوں میں پنی مرزئی پوری ڈھیلی آستینوں کی ناف سے نیچے لباس تھا۔ ایک چھوٹا دوپٹہ جو بشکل لا گلے میں ہوتا۔ رومال سفید استعمال فرماتے۔

تعلیم وتربیت: آپ کی عمر شریف جب ڈھائی سال کی ہوئی تو والد ماجد کا وصال ہوگیا ۔ اس لئے آپ کی تعلیم وتربیت کی تمام تر ذمہ داری جد امجد حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہ کی آغوش تربیت میں ہوئی، آپ کے درس کا آغاز حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہ نے حسب قاعدہ اقراء شریف کی چند آیات سے تلاوت فرمایا بعدہ سینہ مبارک سے لگایا اور رب یسر وتمم بالخیر کے ساتھ خاص دعائیں اور درگاہ شریف کے مکتب فارسی میں داخل فرمادیا۔

مکتب میں باقاعدہ داخلہ کے بعد آپ نے فارسی، عربی، فقہ، تفسیر، حدیث، نعت، منطق ودیگر علوم وفنون کو حاصل فرمایا۔ آپ کے اساتذہ کرام کی فہرست حسب ذیل ہیں۔ اگر آپ نے کسی سے کچھ علمی باتیں دریافت فرمائیں تو ان کی بھی تعظیم اساتذہ کی طرح کرتے۔

(۱) حضرت میاں جی رحمت اللہ صاحب (۲) حضرت جمال روشن صاحب (۳) حضرت عبداللہ صاحب قدس سرہما۔

مذکورہ بالا اساتذہ کرام کے علاوہ اور بھی دیگر اساتذہ کرام کے اسما مندرجہ ذیل ہیں۔

(۴) حضرت شیر باز خاں مارہروی (۵) حضرت اشرف علی مارہروی (۶) حضرت امانت علی مارہروی (۷) حضرت امام بخش مارہروی (۸) حضرت سید اولاد علی مارہروی ( ) حضرت احمد خاں جلسیری (۱۰) حضرت مولوی محمد سعید عثمانی بدایونی متوفی ۱۲۷۷ھ (۱۱) حضرت الٰہی

خیر مارہروی (۱۲) حضرت حافظ عبدالکریم پنجابی (۱۳) حضرت حافظ قاری محمد فیاض رام پوری ۔(۱۴) حضرت مولوی فضل اللہ جالیسری ۱۲۸۳ھ (۱۵) حضرت مولانا نوراحمد عثمانی بدایونی متوفی ۱۳۰۱ھ (۱۶) حضرت مولانا مفتی حسن خاں عثمانی بریلوی (۱۷) حضرت حکیم محمد سعید بن حکیم امداد حسین مارہروی (۱۸) حضرت مولوی ہدایت علی بریلوی (۱۹) حضرت مولوی محمد تراب علی امروہوی (۲۰) حضرت مولوی محمد حسین شاہ ولایتی (۲۱) حضرت مولوی محمد حسین بخاری کشمیری (۲۲) حضرت مولانا محمد عبدالقادر عثمانی بدایونی متوفی ۱۳۱۹ھ قدس سرہم۔

اسنادعلوم باطنیہ: آپ نے جن سے علوم باطنی کا اکتساب فرمایا اس میں سرفہرست حضور سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ ہیں جنکی بارگاہ عالی وقار میں آپ نے بدرجہ اتم فیض روحانی واسناد روحانی حاصل فرمایا۔ حضرت کے علاوہ جن اساتذۂ کرام سے اذکار واوراد وسلوک کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) حضرت سید غلام محی الدین (۲) حضرت مفتی سید عین الحسن بلگرامی (۳) حضرت شاہ شمس الحق عرف تنکا شاہ (۴) حضرت مولوی احمد حسن مرادآبادی (۵) حضرت حافظ شاہ علی حسین مرادآبادی قدس اللہ تعالیٰ سرہم۔

اجازت وخلافت: آپ کو خلافت وجازت اپنے شیخ طریقت حضرت سید شاہ آل رسول مارہروہ قدس اللہ تعالیٰ سرہ سے تھی چناں چہ راہ معرفت کی تکمیل کے بعد آپ کو اجازت عام مرحمت فرمائی اوار جس سند کو آپ کے شیخ طریقت نے عطا فرمایا تھا وہ یہ ہے۔ اللہ ولاسواہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میگوید فقیر حقیر آل رسول احمدہ کہ چوں نور دیدہ وسرور سینہ قرۃ عینی وفواد قلبی سید ابوالحسین احمد نوری ملقب بمیاں صاحب طول عمرہ وزید قدرہ را اجازت سلاسل خمسہ قادریہ، رزاقیہ وعلویہ منامیہ وہم اجازت جملہ اذکار واشغال واوراد معمولہ خاندان برکاتی بہ نہجیکہ فقیر را از جناب عمی ومرشدی ومولائی حضرت سید شاہ ابوالفضل آل احمد اچھے میاں صاحب انار اللہ تعالیٰ برہانہ وہم از جناب ابوی وقبلہ گاہی حضرت سید آل برکات عرف ستھرے صاحب نور اللہ تعالی مرقدہ اجازت رسیدہ است دادم ومجاز وموذون گردانیدم ہر کسیلہ ارادہ بیعت نماید ومرید شود اوراداخل سلسلہ عالیہ نمایند ومرید کنند وموافق استعداد اوازذکر وشغل وورد خاندانی مامور سازند۔ والمسؤل من اللہ سبحانہ الاستقامہ علی جادۃ اکابر تلک الطریقۃ واللہ المستعان وعلیہ التکلان

تحریر تاریخ دوازدہم ربیع الاول ۱۲۶۷ھ ۔ آل رسول۔

مذکورہ بالا سند کے علاوہ حضور خاتم الاکابر قدس سرہ نے آپ کو اجازت قرآن مجید وصحاح ستہ ومصنفات شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی حصن حصین، دلائل الخیرات واسماء اربعینہ وحزب البحر وحدیث مسلسل بالاولیہ وحدیث مسلسل بالاضافہ ومصافحہ اربعہ ومصافہ ومشابکہ اور تمام علوم کی سندیں جو آپ کو اپنے اساتذہ سے پہنچی تھیں مرحمت فرمائیں، جن میں سے اکثر اسناد "النور والبہا" میں طبع ہو چکی ہیں۔

فضائل: سراج السالکین، نور العارفین، شیخ طریقت، عالم شریعت حضرت سید الشاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس اللہ سرہ العزیز آپ سلسلہ عالیہ قادریہ، رضویہ کے اڑتیسویں امام وشیخ طریقت ہیں۔ آپ اپنے وقت کے نامی گرامی شیخ طریقت ہیں، آپ کے فضائل ومناقب پر امام اہلسنت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے ایک طویل نظم تحریر فرمایا ہے جس کا پہلا مصرع اس طرح ہے جو حدائق بخشش حصہ اول میں موجود ہے، ع

برتر قیاس سے ہے مقام ابوالحسین
سدرہ سے پوچھو رفعتِ بام ابوالحسین

آپ کا حلقہ بیعت وارشاد بہت وسیع تھا۔ آپ اصلاح باطن سے پہلے اصلاح ظاہر کا خصوصاً عقیدہ کی خاص خیال فرماتے تھے۔ اور آپ کا وہی مسلک ومشرب تھا جس پر حضرت تاج الفحول اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہما تھے، شیعیت تفضیلیت اور نیچریت کا تحریری رد فرمایا، اوران کے انسداد میں کوشش بلیغ فرمائی، ابھی آپ کی عمر شریف سات سے زیادہ کی نہ تھی کہ حضور خاتم الاکابر شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہ کے حکم کے مطابق صوم وخلوت اور اشغال واوراد میں مصروف ہوئے یہاں تک کہ اٹھارہ سال تک ذکر جلالی وجمالی وخلوت گزیں رہے اور سلوک کو باقاعدہ حاصل فرما کر فنائے معنوی سے بقائے حقیقی کے مقام پر فائز ہوئے۔ تصلب فی الدین کے آپ اور آپ کے خاندان نے جو نقوش چھوڑے وہ رہتی دنیا تک کے لئے آپ کے تصانیف سے ظاہر وباہر ہیں۔ تصوف کے ذریعے ہندوستان میں اسلامی معاشرہ ودینی حمیت کی ترویج واشاعت آپ تمام عمر فرماتے رہے ان بے شمار خوبیوں کے ساتھ اخلاق ومروت، جود وسخا کے پیکر تھے۔

رہے پابند احکام شریعت ابتدا ہی سے:

آپ کو گیارہ سال کی عمر شریف میں آپ کے جد اکرم وشیخ طریقت حضور خاتم الاکابر نے

مجاہدات وسلوک وریاضات طریقہ مجاہدات اور خاص خاص ادعیہ خاندانی مثل حروف ہجا، حزب البحر، چہل اسم، حرز یمانی حیدری بانت العظمت فرتیا برہتی دعوت باقاعدہ آپ ادا کرائیں۔ آپ کے جد امجد نے آپ کے اوقات کو بچپن ہی میں ایسا منضبط کر دیا تھا کہ آخر وقت تک ریاضت وصوم وخلوت شب بیداری تہجد، تلاوت ذکر عادت کریمہ ہو گئے تھے اور آپ کی ریاضت کو دیکھ کر آپ کی جدہ ماجدہ گھبرا جاتیں اور روکنا چاہتیں، تو آپ کے جد امجد ارشاد فرماتے کہ رہنے دو ان کو عیش وآرام سے کیا کام یہ کچھ اور ہی ہے اور ان کو کچھ اور ہی ہونا ہے۔ یہ اقطاب سبعہ میں سے ایک قطب ہیں جنکی بشارت حضرت شاہ بوعلی قلندر شاہ پانی پتی اور حضرت شاہ بدیع الدین قطب مدار رضی اللہ عنہما نے دی ہے اور یہی اس سلسلہ بشارت کے خاتم ہیں۔

روحانی اکتساب فیض:

حضور نور العارفین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ العزیز نے روحانی اکتساب فیض مندرجہ ذیل انبیائے کرام واولیائے عظام سے حاصل فرمایا۔

(۱) حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت مقدسہ ومصافحہ ومعانقہ وبیعت واخذ فیض کی اور آغوش رحمت میں بیٹھے۔ (۲) حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام (۳) حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام (۴) حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کی زیارت فرمائی اور ان حضرات انبیائے کرام سے بھی اخذ فیض فرمایا۔ (۵) حضرت امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم وسید الشہدا حضرت سید امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت فرمائی اور اخذ فیض فرمایا۔ (۶) حضرت غوث الثقلین ،قطب الکونین سیدنا الشیخ ابو محمد محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۷) حضرت خواجہ خواجگان شہنشاہ ہند غریب نواز حضرت شیخ خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۸) حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ (۹) اور حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے اولیائے کی بھی زیارت فرمائی اور ان حضرات سے بھی اکتساب فیض فرمایا (۱۰) نیز اپنے اکابر اقطاب مارہرہ قدست اسرارہم [از حضرت میر سیدنا عبد الجلیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ تا حضور خاتم الاکابر قدس سرہما] کی زیارتوں وخاص توجہ سے بہرہ مند ہوئے۔

اخلاق حسنہ:

شریعت وطریقت کی اس عظیم منزل پر فائز ہونے کے باوجود آپ اہل حاجات وحاضر باش لوگوں سے ہمیشہ خندہ روئی اور نہایت نرمی سے کلام فرماتے، کبھی چیں بجبیں نہ ہوتے، آپ

اعلیٰ درجہ کے خوش خوئے اور خوش خلق تھے۔ چھوٹے بچوں کو بکمال محبت وشفقت پاس بلاتے ،ست پت ہاتھ پھیرتے، کچھ چیزیں فرماتے اوران کی باتیں سنتے، جوانوں پر عنایت اور بوڑھوں کا وقار فرماتے اور یہی ہدایت اپنے خدام کو بھی فرماتے۔

صبر وثبات قدمی:

صبر وثبات قدمی میں بھی آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ آپ کے صاحبزادے جن کا نام ''سید محی الدین جیلانی'' تھا صغرسن میں انتقال فرماگئے مگر آخر عمر تک کبھی شکوہ وافسوس نہ فرمایا۔ یونہی ایک بار تپ محرقہ عارض ہوگئی۔ تو اس حالت میں بھی نہایت فرحت وسرور سے ارشاد فرماتے کہ تمام اذکار واشغال سلوک کا مقصد قلب کو حرارت پہنچانا ہے اور یہ بلا محنت بخار سے حاصل ہے تو پھر اس کو برا کیوں کہیں اور اس نعمت کا شکرانہ کیوں نہ ادا کریں؟ عامی کو بخار میں ہذیان اور سالک کو مکاشفہ ہوتا ہے۔ یہ کمال صبر ورضا ہے شدت مرض میں افسوس صرف مسجد کے ترک کا فرماتے مسجد کے علاوہ کبھی مرض کی شکایت نہ فرماتے۔ اور ارشاد ہوتا کہ صحت ومرض دونوں محکوم ہیں فرق کچھ نہیں خدائے تعالیٰ عرض عصیان وافلاس ایمان سے بچائے۔ اور اس وقت بھی آپ نے ثبات قدمی کا بہترین نمونہ پیش فرمایا کہ والدین کریمین کا وصال صغرسنی میں ہی ہوگیا تھا۔ حضور خاتم الاکابر قدس سرہ آپ کے جد اکرم کی وفات پر باوجود مدارات بعض حضرات نے آپ پر سخت حملے کیئے اور کوشش کی کہ آپ کے اور آپ کے عم مکرم کے درمیان نزاعی کیفیت پیدا کرادیں لیکن آپ نے صدمات برداشت کیئے اور حفظ مراتب وایثار میں کمی نہ فرمائی۔

جود وسخا:

اخلاق وثبات کے ساتھ جود وسخا تو آپ کا موروثی مشغلہ تھا کہ کبھی کوئی سائل آپ کے در سے محروم نہ جاتا اور اپنی ضرورت وسوال سے زیادہ پاتا۔ بعض کو تحائف وہدایات کے طور پر چیزیں مرحمت فرماتے، بہت سے مفلس خدا کی پرورش کو ضروری تصور کرتے اور ان کے حال کا اظہار بھی پسند نہیں کرتے۔ ان کی ضرورت کی چیزیں خراب وخستہ پسند فرمالیتے اور نئی اور عمدہ چیزیں ان کو عطا فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ اس نمونہ کی ہم کو مدت سے تلاش تھی۔ یہ ہم کو بہت پسند ہے۔ یہاں تک کہ آپ کسی کا لوٹا، کبھی کا پاندان اور کسی کا صندوق وغیرہ لے لیتے اور فوراً عمدہ سامان عطا فرمادیتے پھر اس کے بعد وہ سامان بھی ان لوگوں کو دیتے ہوئے کہتے کہ ہمارے پاس اور آگئی ہیں اب اس کی ضرورت نہیں۔ اور شاید ہی ہفتہ بھر لحاف، توشک، چادر، کپڑے آپ

کے پاس رہ جاتے بلکہ اسے بھی بخش دیتے، صبح سے شام تک اہل حاجات کا سلسلہ بندھا رہتا اور ہر وقت دریائے کرم جاری رہتا۔ آپ ارشاد فرماتے کہ بخیل کی صحبت سے اجتناب چاہئے اور ان سے بچنے کی عمدہ تدبیر یہ ہے کہ ان پر کوئی مالی فرمائش کی جائے وہ خود دوبارہ حاضر نہ ہوں گے۔ ایک سوداگر صاحب نے عمدہ گھڑی آپ کی خدمت میں نذر کی، صاحبزادہ صاحب نے پسند فرمالیا اور چاہا کہ کسی دوسرے وقت مانگ لوں گا، پھر جب شام کو آپ سے دریافت کیا کہ گھڑی کہاں ہے؟۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ تو دیدی، تم نے اسی وقت کیوں نہ لے لی۔ یہاں تک کہ کبھی بھی کسی چیز کو آپ نے جمع نہیں فرمایا جو پہنچتا وہ عطا میں خرچ کر دیتے۔

عیوب کی پردہ پوشی:

ان تمام خوبیوں کے ساتھ ستر حال وعیب پوشی میں آپ یگانہ روزگار تھے۔ چناں چہ "سراج العوارف فی الوصایا والمعارف" کے لمعہ سادسہ ۲۲ صفحہ ۱۸ پر ارقام کہ کسی کا عیب دیکھ کر اس کو چھپانا بڑے اجر کا باعث ہے اور اہل اللہ کی عادت ہے اگر نصحت بھی منظور ہو۔ برملا نہ کر بلکہ خلوت میں کہ یہی عادت بزرگان دین وا کابر مارہرہ قدست اسرارہم ہے۔ اس صورت میں ایک پردہ پوشی اور خدائے ستار کا پرتو بندہ پڑتا ہے جس سے ازدیاد ترقی مراتب کی امید ہے۔

اور یہ عادت کریمہ آپ کی بن چکی تھی۔ ایک خادم جو چند بار بلا اطلاع حضور کے قلمدان سے روپے غائب کرتے رہتے، آپ نے دریافت فرمایا تو اس شخص نے کہا کہ حضور کی خدمت میں موکل برابر آتے جاتے رہتے ہیں کوئی لے جاتا ہوگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے خوب بتایا آج موکلوں کو جمع کر کے چور کو گرفتار کریں گے اور سخت سزا دیں گے۔ اب اس خادم صاحب کو خوف ہوا اور انہوں نے وہ ستر ۷۰ روپئے چپکے سے قلمدان میں رکھدیئے اور آ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ روپئے قلمدان میں موجود ہیں۔ آپ نے مسکرا کر ارشاد فرمایا" ہیں میاں وہ موکل ڈر گیا، اچھا ہوا ورنہ آج ضرور حاضرات ہوتی اس کو سخت ندامت ہوتی۔

احترام فقرا وسادات کرام:

اور یہ بھی آپ کی عادت کریمہ تھی کہ ہر سالک متشرع فقیر چاہے کسی بھی خاندان سے ہوں نہایت محبت سے ملتے اور فقراء قادریہ سے خصوصیت برتی جاتی نیز صاحبزادگان کالپی شریف وبانسہ اور حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اولاد وذریات کی نہایت تعظیم وتوقیر فرماتے سجادہ نشینان وخدام آستانہ حضرات اکابر کی خاطر ومدارت فرماتے۔ آپ مجذوبوں سے دور

رہنے کی ہدایت فرماتے اور عام خدام کو بھی حکم تھا کہ ہر درویش صاحب سلوک متبع شریعت سے بلا لحاظ قادریت وچشتیت بلا غرض دنیوی صرف بقدع زیارت ملو اور سوائے دعائے دینی ،مطالب دینوی نہ چاہو، ہر فقیر کی تعظیم وخدمت کرو اور ان کے خفیہ حالات کا تجسس نہ کرو، کم از کم یہ ضروری ہے کہ بلا تحقیق و تفتیش حال کھانا جو حاضر ہو ضرور پیش کرو کہ بہترین خیرات بھوکے کو کھانا کھلانا ہے اور ہمیشہ نیک گمان رکھو۔ جس فقیر کا ظاہر خلاف شروع ہو اس سے سروکار نہ رکھو لیکن برا کہنا اور غیبت وعیب جوئی بہتر نہیں۔ حضرات سادات کرام کی عموماً مدارات فرماتے اور غیر سادات پر ان کو ہر حیثیت سے مقدم فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ سادات کرام کی تعظیم اس نسبت سے کہ وہ ذریت طاہرہ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں کرنی چاہئے۔ دو دوسری نسبتیں اور حالتیں اس کے بعد ہیں، ان کا نسب شریف کسی حال میں منقطع نہیں ہوتا۔ اور یہی موجب تعظیم ہے اگر حضرات سادات کسی غیر سید سے ارادت وتلمذ بھی کرلیں جب بھی شیخ واستاذ پر ان کی تعظیم سیادت ضروری ہے۔ سوائے کسب طریقہ اور کوئی خدمت ان سے نہ لی جائے، اس لئے کہ یہ مخدوم زادۂ عالمیان ہیں اور تمام جہان کے حقیقی اور سچے پیرزادے ہیں۔ جو دولت دین ودنیا، علم وفقر عالم میں ہیں، سب ان کے گھر کی دی ہوئی ہیں اور انہیں کے ذریعہ سے ہیں۔

الحب للہ والبغض للہ:

کسی سے دوستی اور دشمنی میں بھی آپ اپنے اسلاف کے نقش قدم کے سخت پابند تھے، اور آپ کی عادت کریمہ تھی کہ اللہ ہی کے لئے دوستی اور اللہ ہی کے لئے دشمنی کسی سے کرتے اگر منافقین وبدمذہب فاسق معلن دربار میں حاضر ہوتے اور اپنے معروضات میں کامیاب بھی ہوجاتے لیکن آپ کے عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے آپ بے اعتنائی برت رہے ہیں اور وہ قلبی لگاؤ نہیں جو ایک صحیح العقیدہ سنی کے ساتھ ہوتا ہے۔ بلکہ جلد سے جلد اس کو رخصت کرنے کا حکم فرماتے اور خدام سے فرماتے کہ معاملات دنیاوی میں ہم نہیں روکتے، لیکن کسی بدمذہب سے دوستی بری بات اور حرام ہے ان لوگوں کی مجالس مذہبی اور خاص صحبتوں میں ہرگز شرکت نہ کرو کہ یہ کم از کم مورث مداہنت اور سستی اعتقاد ہے۔

ظاہر شریعت کا التزام:

آپ کی ذات باعظمت شریعت مطہرہ کے التزام میں بھی یگانہ عصر تھی کہ عبادت وعادات کریمہ میں مستحبات تک، کبھی ترک نہ ہوتے، بدعات وشبہات اور رسوم مروجہ مشائخ عصر سے

احتراز قطعی فرماتے، وقت بیعت کبھی مریدہ کا ہاتھ نہ چھوتے اور نہ روبرو آنہ کی اجازت دیتے آیات و اسما لکھ کر چراغ میں جلانے کی اجازت نہ ملتی، فلیتہ میں عبارت نہ ہوتی۔ صرف اعداد تحریر فرماتے کہ حروف کا جلانا ممنوع ہے۔ سوائے چند ادعیہ سریانیہ کے جن کے معانی معلوم ہیں دوسرے وہ ادعیہ جن کے معانی معلوم نہیں اس دعا کے پڑھنے سے منع فرماتے بعض نقوش جو مشائخ حال نے خون سے لکھنا تجویز کئے ہیں۔ ان کو مشک و زعفران کے سوا کبھی خون سے نہ لکھنے دیتے۔ اور وہ اعمال جو مضرت مخالف کے واسطے ہیں، اس طور پر مرحمت فرماتے کہ پہلے کسی عالم متدین سے استفتا کرو کہ فلاں سبب کی وجہ سے وہ شخص کسی سزا کا مستحق ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو بقدر اسی سزا کے اسکو مضرب جو حقیقتاً دفع مضرت ہے پہنچا سکتے ہو۔ پھر بھی بہتر یہی ہے کہ ظالم کے ظلم پر صبر کرو خدائے تعالیٰ قہار ہے وہ تمہارے ساتھ ہوگا۔ اور ظالم سے انتقام لے گا۔ اور کسی خسیس متاع دنیوی کے نقصان میں صبر ہی درکار ہے، البتہ ہتک حرمت شریعت پر حسب جرم انتقام ضروری ہے، اور خدام میں سے جو علم ظاہر سے آراستہ نہ ہوتے ان کو ترغیب دیتے اور فرماتے کہ بے علم دین سیکھے اس راہ طریقت کو جانا اس پر سلوک سخت دشوار ہے۔ ظاہر شریعت پر استقامت کو لازمی ارشاد فرماتے حضور شیخ فریدالدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل فرماتے کہ عارف ذلت سے گر کر طریقت میں اور ذلت طریقت سے گر کر شریعت میں آجاتا ہے، مگر جو شریعت سے گریگا تو اس کا ٹھکانا دوزخ ہے طریقت، شریعت سے جدا نہیں ہے بلکہ انتہائے کمال شریعت کو طریقت کہتے ہیں۔ شریعت ایک سیدھی اور خطروں سے محفوظ راہ ہے مگر طریقت کی راہ نہایت پیچیدہ اور مشکل ہے اور اس میں مرشد کامل کی دستگیری کے بغیر کامیابی دشوار ہے۔

غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے قلبی لگاؤ:

غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت و قلبی لگاؤ کا یہ عالم تھا کہ آپ اکثر ارشاد فرماتے حضور غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ارضاہ عنا اور اکابر کاندان مارہرہ مقدسہ قدست اسرارہم بڑے غیور ہیں، ان کا متوسل جب بھی کہیں جائے گا پریشان نہ ہوگا اور اس بات کی تصدیق میں حضرت شیخ اکبر امام الطریقہ محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ارشاد فرماتے کہ "لن یفلح المراءۃ بین الزوجین والطالب بین الشیخین" یعنی ایک عورت دو شوہروں کی بیوی نہیں ہوسکتی اور نہ ہی ایک طالب دو شیخوں کا مرید"

راہ سلوک میں اول و آخر مرحلہ اعتقاد شیخ طریقہ کا ہے جب تک یہ نہیں کچھ نہیں اور جو ایک

دروازے کا مردود ہے۔ اس کی راہ بھی مسدود ہے ہمارے گھر میں کون سی نعمت نہیں جو کسی دوسرے دروازے پر جائیں اور سائل ہوں۔ بعض ہمارے منتسبان نے دوسری بیعت کی، جس کی وجہ سے طرح طرح کی تکالیف میں مبتلا ہو گئے اور کہنے لگے کہ فلاں نے بددعا کی ہے؟ حاشا ہم کو اس کا خیال بھی نہ آیا کیا کیجئے اس خاندان برکاتیہ کے بعض متاخرین بھی قدم بقدم حضور غوثیت مآب رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا ہیں، اس لئے وہ گوارہ نہیں فرماتے کہ ان کے منتسب حقیر وذلیل ہوں۔ اس لئے جو خاندان کی توہین کرے گا وہ خوار وذلیل ہوگا اس لئے کہ ہم تو پشتوں سے قادری ہیں اور اسی نسبت پر فخر کرتے ہیں ہم کو دعویٰ ہے کہ کم ازکم اس خاندان کے منتسب میں دو باتیں ضرور ہوں گی۔ اگرچہ بالکل طریقہ سے ناواقف ہو اور عمل سے خالی ہو اول یہ کہ کسی دوسرے خاندان کے فقیر کے ہاتھ سے صدمہ نہیں اٹھائے گا۔ اور دوسرا یہ کہ عمر بھر کسی حالت میں رہا ہو انشاء اللہ تعالیٰ وقت آخر توبہ وندامت پر مرے گا۔ کہ سرکار بہت عالی ہے۔

آپ کے روز وشب:

سراج السالکین حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہ العزیز کی عادت کریمہ تھی کہ طہارت فرما کر نماز تہجد ادا فرماتے، بعدہ اوراد واشغال معمولہ خاندان میں مشغول ہوجاتے صبح کے لئے تازہ وضو فرما کر سنن مصلیٰ پر پڑھ کر بحالت صحت مسجد میں تشریف لے جاتے اگر کوئی بھی شخص جو قرآن کریم باقاعدہ پڑھتا اور کم ازکم مسائل طہارت ونماز اور جماعت سے واقف ہوتا۔ اور اس کو حاضر پاتے تو اقتدا فرماتے ورنہ خود نماز پڑھاتے بعض نماز ابتداء ذکر بہ جہر اور عہد آخر میں بہ اخفاء فرماتے پھر دعا و وظائف معمولہ پڑھ کر صلوٰۃ الاشراق وچاشت سے فارغ ہوکر کچھ ہلکا ناشتہ فرماتے۔ پھر خدام حاضر ہوتے اور ضروری معروضات پیش کرتے نقوش وادعیہ مرحمت ہوتے بعض خدام کو اس دن کے لیے ہدایات ضروریہ ملتیں اور کسی سلوک فقہ وتاریخ کی کتاب کا مطالعہ بھی فرماتے اور حاضرین سے فوائد ضروریہ بھی بیان فرماتے جاتے۔ اگر کسی جگہ تشریف لے جانا یا دعوت منظور فرمائی ہوتی تو زوال کے قریب تشریف لے جا کر باوضو کھانا تناول فرماتے اکثر حاضرین شریک ہوتے کسی کو کوئی شئی مرحمت ہوتی بعض مریضوں کو کھانے میں کچھ تناول فرما کر مرحمت فرماتے۔ فارغ ہوکر پان نوش فرماتے اور فوراً پان تھوک کر غرارا اور کلی سے منہ صاف فرمالیتے۔ اب اس وقت جماعت عام رخصت ہوجاتی اور خاص لوگ موجود رہتے۔ جو اپنے اپنے معروضات پیش کرتے سب کے جوابات مرحمت ہوتے کبھی کوئی کتاب ملاحظہ فرماتے اور کبھی حسب روش حضور سید العارفین سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہٗ العزیز کی کتاب سرہانے رکھ کر آرام

فرماتے۔ صرف دوایک خدام مخصوص حاضر رہتے موسم گرما میں پنکھا جھیلتے ورنہ بہ آہستگی پاؤں ایک گھنٹہ جاڑے میں اور قدرے زیادہ گرما میں آرام فرما کر اُٹھتے اور طہارت فرما کر نماز ظہر باجماعت ادا فرماتے۔ بعد نماز قرآن کریم کی ایک پوری منزل پڑھتے پھر دلائل الخیرات، حصن حصین اور بعض ادعیہ پڑھنے کے بعد دربار عام ہوجاتا۔ اور خدام حاضر ہو کر معروضات پیش کرتے۔ ڈاک کے خطوط کے جوابات بھی بیشتر اسی وقت میں ارقام فرماتے اور حاجت روائی مخلوق خدا میں بکمال فرحت مصروف ہوجاتے اور علمی وعمدہ نصیحت کا آغاز فرماتے۔ یہاں تک کہ عصر کا وقت ہوجاتا نماز عصر کے لیے تازہ وضو فرما کر نماز ادا فرماتے اور اوراد مخصوصہ پڑھتے خواص حاضر ہوتے اور پھر وہی دریائے رحمت وکرم کی طغیانی ہوتی نماز مغرب ادا فرما کر بہت قلیل سا کھانا تناول فرما کر نماز عشا ادا فرماتے۔ بعد نماز اخص الخواص کچھ واردات عرض کرتے بعض ہدایات پاتے اور رخصت ہوجاتے۔ یہاں تک کہ مجمع برخواست ہوجاتا اور خدام خاص سے ذکر حضور خاتم الاکابر قدس سرہٗ سنتے ہوئے استراحت فرماتے۔

تصنیفی وعلمی خدمات:

آپ کی تصانیف میں بے شمار علمی نکات مضمر ہیں جن کا مطالعہ اہل علم ودانش کے لیے دینی ودنیاوی فوائد سے خالی نہیں۔ اور آپ کی فقید المثال شخصیت کی ایک جھلک آپ کی تصنیفات ہی سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔ مذکورہ تصانیف، سے کچھ طبع ہوئی ہیں۔ باقی ہنوز تشنۂ طباعت ہیں۔ جس کی فہرست مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ العسل المصفیٰ فی عقائد ارباب سنۃ المصطفیٰ (اردو) عقائد حقہ اہلسنت کے بیان میں مطبوعہ۔

۲۔ سوال جواب (اردو) یہ مختصر مگر جامع مسئلہ تفضیل کا فیصلہ ہے۔

۳۔ اشتہار نوری، یہ ندوہ کے مکائد پر ہیں

۴۔ تحقیق التراویح غیر مقلدین وہابیہ کے رد اور تعداد رکعات تراویح پر ہیں۔

۵۔ دلیل الیقین من کلمات العارفین، یہ روافض کے رد میں ہے جو تفضیل علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قائل ہیں۔

۶۔ عقائد اہلسنت (اردو) یہ جنگ جمل، صفین ونہروان کی تفصیلات وموقف اہل سنت کی وضاحت ہے۔

۷۔ الجفر، یہ قواعد علم جفر میں ہے۔

۸۔لطائف طریقت، کشف القلوب، یہ سلوک میں ہے۔

۹۔النور والبہا فی اسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء عربی یہ اذکار واوراد میں ہے۔

۱۰۔سراج العوارف فی الوصایا والمعارف، اس میں وصایا وہدایات درج ہیں۔

۱۱۔النجوم، علم نجوم پر یہ لاجواب رسالہ ہے۔

۱۲۔صلوٰۃ غوثیہ، اس میں شجرۂ عالیہ قادریہ مع اسمائے حسنیٰ درج ہیں۔

۱۳۔صلوٰۃ معینیہ، شجرۂ چشتیہ اس میں بطور اوراد درج ہیں۔

۱۴۔مجموعہ، اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وحضرت علی وحضرت حسنین کریمین وغوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ننانوے اسمائے عالیہ کا ذکر ہے۔

۱۵۔صلوٰۃ نقشبندیہ، اس میں بھی حضرت خواجہ نقشبند کے ننانوے صیغے واسماء کا ذکر ہے۔

۱۶۔صلوٰۃ صابریہ، صلوٰۃ ابی العلائیہ، صلوٰۃ مداریہ، اس میں بھی اکثر اسماء ننانوے صیغے کے ساتھ درج ہیں۔

۱۷۔صلوٰۃ الاقرباء اس میں بیشتر خاندانی بزرگوں کے اسمائے گرامی مذکور ہیں۔

۱۸۔صلوٰۃ المرضیہ لفقراء المادہرویہ، اس میں اکثر خاندانی خلفاء کے نام درج ہیں۔

۱۹۔اسرار اکابر برکاتیہ، یہ آخری تصنیف جس میں خاندانی اسرار ونکات مذکور ہیں۔

۲۰۔مجموعہ ہائے اعمال واشغال، اس کا شمار نہیں۔قریب چند مجموعہ ہر سال خود تحریر فرماتے جو چند حضرات کے پاس ہیں۔

ادبی وشعری ذوق:

آپ ان تمام ہمہ گیر خصوصیات کے ساتھ ساتھ بڑا پاکیزہ ادبی ذوق بھی رکھتے تھے چنانچہ آپ کے نظم کردہ کلام سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ اردو، فارسی، عربی کے قادر الکلام شاعر تھے آپ کبھی نور اور کبھی نوری تخلص فرماتے۔ذیل میں آپ کے کلام سے چند اشعار بطور اختصار ملاحظہ فرمائیں۔

یارسول اللہ جمل حالنا	یاحبیب اللہ حسن قالنا
یامنبع الکمال ویاصاحب الظفر	من فضلك الشريف لقد كرم البشر
لاتمكن النعوت كما انت اهلها	بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

دور آنکھوں سے ہیں اور دل میں ہے جلوہ ان کا		ساری دنیا سے نرالہ ہے یہ پردہ ان کا
دل کی آنکھوں سے کرے کوئی نظارہ ان کا		نگہ دیدۂ ظاہر سے ہے پردہ ان کا
واہ کیا کہنا تمہارے وعدۂ دمدار کا		جس سے دل ٹھہرا ہوا ہے ہجر کے بیمار کا
تو بھی چل کے دیکھ آ غافل کہ اب وہ وقت ہے		پاس سے منھ تک رہے ہیں سب تیرے بیمار کا
نگاہوں میں سب ہیں جو پردے میں تو ہے		چھپے سب نظر سے کہ تو روبرو ہے
خودی کا جو پردہ اُٹھے تو بتادیں		نہ ہم اور کچھ ہیں نہ کچھ اور تو ہے

کشف وکرامات:

دور دراز آن واحد میں تشریف لے گئے۔ حضرت صاحبزادہ سید حسین حیدر صاحب وصاحبزادہ حکیم سید آل حسین صاحب جناب ڈاکٹر محمد ناصر خاں مارہروی سے خود سنی ہوئی روایت بیان کرتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب ایٹہ ضلع کے بعض مواضعات میں معالج تھے۔ ایک انجان شخص حاضر ہوا اور بیان کیا کہ قریب ہی ایک گاؤں میں ایک مریض ہے آپ چل کر دیکھیں اور دوا تجویز کردیں؟ اس شخص نے معقول فیس بھی پیش کی ڈاکٹر صاحب اس کے ہمراہ روانہ ہو گئے آبادی سے چند کوس چل کر دریا کے کنارے ایک وحشت ناک جنگل میں پہنچے تو اس شخص نے وہاں روک کر آواز دی اس آواز پر فوراً دو شخص لاٹھیاں لئے ہوئے آ گئے اور ان تینوں بدمعاشوں نے ارادہ کیا کہ ڈاکٹر صاحب کا سامان اور نقد روپے چھین لیں اور قتل کر کے دریا میں ڈال دیں۔ ان لوگوں کی بھیانک شکل، تنہائی، جنگل اور ان لوگوں کے ارادۂ قتل سے ڈاکٹر صاحب موصوف کو سخت خوف پیدا ہوا۔ اس مشکل وقت میں ڈاکٹر صاحب نے حضرت کو یاد فرمایا اور استغاثہ کیا بغیر حضرت کی امداد کے ان کے چنگل سے چھوٹنا مشکل ہے۔ للہ مدد فرمایئے اور اپنے خادم کو اس بلائے ناگہانی سے نجات دلایئے۔ اس خیال کے ساتھ ہی ڈاکٹر صاحب نے دیکھا کہ دوسری جانب حضرت تشریف فرما ہیں اور اشارہ فرما رہے ہیں کہ گھبراؤ نہیں ہم آ گئے ہیں حضرت کے اشارے سے وہ تینوں بھاگ گئے اس کے بعد میں پریشان ہوا کہ اس اندھیری رات میں کہاں

جاؤں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے ساتھ چلے آؤ روانہ ہوئے اور تھوڑی ہی دیر میں اپنے گاؤں میں پہنچ گئے۔ آبادی میں پہنچ کر اچانک حضرت ہم سے علیحدہ ہو گئے اور مجھ سے ارشاد فرمایا تم آبادی میں چلے آئے ہو۔ گھر پہنچ کر صبح تک شدید بخار اور غشی میں مبتلا رہا دوسرے دن حسب الحکم خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے تبسم آمیز لہجے میں فرمایا الحمد للہ انجام بخیر ہوا۔ گھبراؤ نہیں یہ بات قابل تذکرہ نہیں۔

آئندہ باتوں کا علم:

جناب منشی عبد الغفار والد منشی عبد العزیز صاحب بدایونی پر قتل کا ایک مقدمہ چلا اور پولس نے موقع کی شہادت بھی پیش کر دی انہوں نے حضرت کی خدمت مبارکہ میں آکر استغاثہ پیش کیا حضرت نے فرمایا، مطمئن رہو کچھ نہ ہوگا تمام کاغذات پولس داخل دفتر ہو جائیں گے اور تم سے جواب نہ لیا جائے گا۔ چنانچہ باوجود افسر کی رپورٹ کے کچھ نہ ہو سکا اور بلا جواب رہا ہو گئے۔ (۲) اسی طرح مولوی حاجی عطا محمد و مولوی محبوب احمد ساکنان بدایوں پر مقدمہ چلا اور بچنے کی کوئی امید نہ رہی حضرت نے حکم فرمایا کہ کچھ نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ تمام مخالفین عاجز آ گئے اور کچھ نہ کر سکے۔

بارگاہ خواجہ میں عرضیاں:

جناب مولانا غلام شبر بدایونی تذکرۂ نوری میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت اپنے خدام کی جماعت کے ساتھ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین حسن اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس مبارک میں حاضر ہوئے اور رجب المرجب شریف کی پانچویں تاریخ کو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ: حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار سے فقر کو حکم ہوا ہے کہ تم خدام میں سے جس کسی کو کچھ خاص عرض کرنا ہو تو درخواست لکھ کر حضور میں پیش کرو وہ عرضیاں ہمارے ذریعے سے حضور میں پیش ہونگی اور تم کو حکم ملے گا۔ خادم نے عرض کیا کہ وہ عرضیاں کس طریقہ سے دربار تک پیش ہونگی تو ارشاد فرمایا کہ آستانہ کے خدام کچھ جنات بھی ہیں۔ جو اس کام پر مامور ہیں کہ تمہاری عرضیاں لے جا کر پیش کر دیں۔ یہ معلوم کر کے خادم کو خیال ہوا کہ حضور سے وہ عرضیاں لے کر اس آستانے کے خادم کی زیارت اور کچھ خاص عرض حال کروں گا۔ یہاں تک کہ عرضیاں مرتب ہوئیں اور سبھوں نے جمع کر کے حضرت کی خدمت میں حاضر کیے اور حضرت نے وہ تمام خطوط حافظ نذر اللہ خاں صاحب بدایونی کو عنایت کر کے حکم فرمایا کہ آستانۂ عالیہ کے غرب و جنوب والے گوشہ پر کوہ چلہ کی جانب جو ایک سربستہ درہ ہے وہاں جاؤ اور جو شخص تم سے

عرضیاں طلب کرے اُسے دے دو؟

یہ خادم (مولانا غلام شبر بدایونی) حکم والا سن کر حافظ نذر اللہ خاں صاحب کے پیچھے لگا اور ہر چہار جانب نہایت ہوشیاری سے نظر ڈالتا ہوا یہ خیال لیے چل رہا تھا کہ شاید موقع زیارت مجھے بھی مل جائے جب مذکورہ درہ میں داخل ہوئے تو حافظ نذر اللہ صاحب اور میرے درمیان چند سکنڈ کا فاصلہ ہو گیا بہت جلد میں نے آگے بڑھ کر غور کیا کہ مذکورہ جگہ یہی ہے اب ضرور کوئی تشریف لا کر ملیں گے اور عرضیاں طلب کریں گے۔ لیکن دیکھتا کیا ہوں کہ حافظ نذ اللہ صاحب خالی ہاتھ ہیں۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ عرضیاں کہاں ہیں؟ موصوف نے جواب دیا کہ مذاق کرتے ہو ابھی تم نے مجھ سے یہ کہہ کر کہ حضور نے عرضیاں طلب فرمائی ہیں سب عرضیاں مجھ سے لے لیے اب مجھی سے پوچھتے ہو؟ اس جواب پر میں حیران سا ہو گیا یہاں تک کہ حضرت کی خدمت میں آکر حافظ صاحب نے عرض حال کیا اور میں کھڑا رہا۔ اس کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا کہ وہی خادم آستانہ تھے جو اس صورت میں تم سے عرضیاں لے گئے۔ پھر مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا تو بھی گیا تھا میں نے عرض حال کیا، ارشاد ہوا یہ تمہارے سبب سے ہوا ہے بتاؤ تمہارا کیا ارادہ تھا جواب دینے پر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ بھی حضور سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاص کرم تھا ورنہ مجھ جیسے ہزاروں فقراء اس دربار عالی میں حاضر ہوتے ہیں اور اپنا اپنا سالانہ لے جاتے ہیں۔ مگر یہ خاص نگاہ کرم بعض خدام خاص پر ہوتی ہیں کہ وہ اپنے متوسلوں کی عرضیاں حضور میں پیش کریں۔ تیسرے دن عرضیاں ہم سب واپس ملیں اور سب پر احکامات درج تھے جو نوادرات سے تھے۔

عقد مبارک:

آپ کا عقد شریف عم مکرم حضرت چھٹو میاں صاحب قبلہ قدس سرہٗ کی دختر نیک اختر سے ہوا۔ زوجۂ اول صاحبہ کی وفات کے بعد حضرت کا دوسرا عقد اپنے پھوپھا سید محمد حیدر صاحب قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوا ، جو نواسی تھیں حضرت شاہ اولاد رسول قدس سرہٗ العزیز کی ان دونوں میں کسی سے بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

خلفاء کرام:

اگرچہ حضرت کو کوئی اولاد نہیں تھی مگر آپ کی روحانی اولادوں کی تعداد بے شمار ہیں جو آپ کے دامن کرم سے وابستہ ہو کر عالم اسلام کی عظیم خدمات انجام دی ہیں۔ جن سے آپ کا سلسلہ قیامت تک زندہ و تابندہ رہے گا۔ چند مشاہیر خلفاء کے اسمائے گرامی درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) مجدد اعظم حضرت شاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی (۲) حضرت شاہ مہدی حسن

(۳) حضرت سید شاہ ظہور حیدر (۴) حضرت حاجی سید شاہ حسن (۵) حضرت سید ابن حسن (٦) حضرت حاجی سید شاہ اسماعیل حسن (۷) حضرت سید شاہ ارتضیٰ حسین عرف پیر میاں (۸) حضرت سید محمد ایوب حسن (۹) حضرت نواب معین الدین خاں (۱۰) حضرت سید اسحاق حسن (۱۱) حضرت سید اقبال حسن (۱۲) حضرت سید فضل حسین (۱۳) حضرت حکیم سید آل حسن (۱۴) حضرت مولانا محمد عطاء اللہ خاں (۱۵) حضرت مولانا محمد جمیل الدین (۱٦) حضرت مولانا حکیم محمد عبد القیوم (۱٦) حضرت مولانا قاضی مشیر اسلام عباسی (۱۷) حضرت مولانا غلام حسنین (۱۹) حضرت مولانا جعفر خاں الملقب عارف شاہ (۲۰) حضرت مولانا محمد طاہر الدین (۲۱) حضرت مولانا مشتاق احمد سہارنپوری (۲۲) حضرت سکندر شاہ خاں (۲۳) حضرت حکیم عنایت اللہ بریلوی (۲۴) حضرت سید محمد ابراھیم میاں (۲۵) حضرت شاہ حسام الحق عرف فیض محمد شاہ (۲٦) حضرت قاضی حسن شاہ (۲۷) حضرت میاں محمد رمضان شاہ (۲۸) حضرت مولانا بخاری (۲۹) حضرت ملا طفیل محمد (۳۰) حضرت حاجی سید محمد علی نقوی (۳۱) حضرت حاجی مولانا عطا محمد (۳۲) حضرت حافظ محمد سراج الدین (۳۳) حضرت شاہ ثقلین شاہ (۳۴) حضرت مولانا سید محمد نذیر (۳۵) حضرت محمد عبد الغنی (۳٦) حضرت مفتی عزیز الحسن (۳۷) حضرت سید شاہ فخر عالم (۳۸) حضرت ملا سید احمد شاہ (۳۹) حضرت نواب سید یحیٰی حسن خاں (۴۰) حضرت مولانا شاہ حافظ محمد عمر (۴۱) حضور سیدی و مرشدی تاجدار اہل سنت قطب عالم مفتی اعظم ہند شاہ مصطفےٰ رضا قادری بریلوی (۴۲) حضرت امین الدین (۴۳) حضرت شیخ اشرف علی (۴۴) حضرت مولانا محمد عادل (۴۵) حضرت شاہ عبد العزیز (۴٦) حضرت شیخ کرامت حسین (۴۷) حضرت سید احمد حسین (۴۸) حضرت نواب رستم علی خاں (۴۹) حضرت مولانا عبد الرحمٰن دہلوی (۵۰) حضرت مولانا حافظ محمد امیر (۵۱) حضرت مولانا مفتی محمد حسن خاں (۵۲) حضرت حاجی سید عبد اللہ (۵۳) حضرت مولانا مفتی احمد حسن خاں (۵۴) حضرت مولانا محمد صدیق (۵۵) حضرت مولانا سراج الحق (۵٦) حضرت مولانا ریاض الاسلام (۵۷) حضرت مولانا غلام قنبر (۵۸) حضرت مولانا حافظ اعجاز احمد (۵۹) حضرت مولانا عبد الحی (٦۰) حضرت مولانا عطا احمد (٦۱) حضرت مولانا غلام سادات (٦۲) حضرت مولانا محمد نور الدین (٦۳) حضرت کفایت اللہ خاں (٦۴) حضرت مولانا مفتی عزیز الحسن بریلوی (٦۵) حضرت مولانا مفتی بدر الحسن (٦٦) حضرت مولانا غلام شبر بدایونی (٦۷) حضرت میر شاہ علی گڑھی (٦۸) حضرت امیر الدین خاں میرٹھی۔

اقوال زریں:

آپ کے اقوال زریں سے کچھ کلمات بطور تبرکاً نقل کئے جاتے ہیں، جو علم وحکمت وشریعت وطریقت کا انمٹ قول ہے۔ حصول ورع کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ ورع کامل اس وقت نہیں ہوسکتا جب تک اپنے لیے ان دس صفات جلیلہ کی پابندی ضروری قرار نہ دے۔

(۱) زبان کو قابو میں رکھنا (۲) غیبت سے احتراز کرنا (۳) کسی بھی آدمی کو اپنے سے حقیر نہ جانے (۴) محارم (جن کا دیکھنا حرام ہو، ان) پر نظر نہ ڈالے (۵) جب بات کہے تو سچ اور انصاف کی کہے (۶) انعامات واحسانات الٰہیہ کا اعتراف کرتا رہے (۷) مال ومتاع راہ خدا میں صرف کرتا ہے (۸) اپنی ہی ذات کے لیے بھلائی کا خواہاں نہ رہے (۹) پنجوقتہ نماز کی پابندی کرے (۱۰) سنت نبوی اور اجماع مسلمین کا احترام کرے۔ بخیل کی صحبتوں سے دور رہو۔ بدمذہبوں کی صحبت سے دور رہو کہ اس کی وجہ سے اعتقاد میں فرق وسستی آتی ہے۔ چالیس دن تک لگاتار گوشت کھانے سے قساوت قلبی پیدا ہوتی ہے۔ طریقت شریعت سے الگ نہیں ہے بلکہ انتہائے کمال شریعت کو طریقت کہتے ہیں۔ سماع مروجۂ حال سراسر لغو ولہو ہے ایسے مجمع میں اہل سماع کو جانا بھی درست نہیں کہ سماع کے لیے بہت سے شرائط ہیں۔ اور فرماتے ہیں:

اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند　　غلام غوث اعظم بے کس ومضطر نمی ماند

وصال مبارک:

آپ نے ۱۱؍رجب المرجب ۱۳۲۴ھ مطابق ۳۱؍اگست ۱۹۰۶ء میں وصال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مزار مبارک:

درگاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے برآمدۂ جنوب میں آپ کا مزار مقدس زیارت گاہ خلائق ہے۔

مادۂ تاریخ وصال:　　خاتم اکابر ہند۔ ۱۳۲۴ھ

□□□□

خانقاہ رضویہ: ایک تعارف

مفتی محمد سلیم رضوی: منظر اسلام بریلی شریف

خانقاہ عالیہ رضویہ کا قیام:

سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چونکہ پوری زندگی دین وسنیت کی بے مثال خدمت انجام دی اور ہمیشہ معمولات اہل سنت، عقائد اہل سنت اور صوفیائے کرام کے مسلک حق کو مدلل ومبرہن کرنے کے لیے آپ اپنی زبان وقلم کا استعمال بحسن وخوبی کرتے رہے۔ ایک طرف جہاں آپ نے فقہ حنفی کو دلائل عقلیہ ونقلیہ کے ذریعے مدلل کرنے کا بے مثال کارنامہ انجام دیا وہیں آپ نے عقائد اہل سنت اور معمولات اہل سنت پر ہونے والے بدمذہبوں کے اعتراضات کا بھی دندان شکن جواب دیا اور اس طرح آپ نے تجدید دین کا ایسا بے مثال زریں کارنامہ انجام دیا کہ جس کی مثال ماضی قریب میں نہیں پائی جاتی اسی وجہ سے اس وقت کے جلیل القدر علمائے عرب وعجم نے متفقہ طور پر آپ کو مجدد دین وملت، امام اہل سنت اور اعلیٰ حضرت تسلیم کیا۔

یوں تو رشد وہدایت، بیعت وارشاد اور خانقاہی رسوم کی ادائیگی کا سلسلہ آپ کے جد امجد سیدنا سرکار مفتی محمد رضا علی خاں علیہ الرحمہ ہی کے زمانے (۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) سے باقاعدگی کے ساتھ جاری وساری تھا مگر سرکار اعلیٰ حضرت کے دینی ومذہبی بے مثال کارناموں کی وجہ سے پوری دنیائے سنیت کے خطہ خطہ سے علماء، مشائخ اور عوام وخواص آپ کی طرف پروانہ وار کشاں کشاں آنے لگے، جس کی وجہ سے اس خانقاہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کو بے پناہ فروغ حاصل ہوا۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے متحدہ ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کو عروج وارتقا حاصل ہونے لگا۔ خانقاہ رضویہ کا ایک جامع تعارف کراتے ہوئے استاذ گرامی وقار حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی تحریر فرماتے ہیں کہ:

مرکز اہل سنت بریلی شریف کا خانوادۂ رضویہ دوسو سال سے امت مسلمہ کی قیادت وسیادت

کا فریضہ انجام دیتا آرہا ہے۔ اس خانوادۂ عالیہ میں سات پشتوں سے ولایت وکرامت کا تسلسل برقرار ہے، لیکن اسے عالمگیر شہرت اور مقبولیت، امام اہل سنت مجدد دین وملت عارف باللہ قطب الارشاد عاشق رسول شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء۔ ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کی ذات ستودہ صفات کی بدولت نصیب ہوئی۔ پھر سلسلۂ قیادت وسیادت اور شہرت ومقبولیت کو آپ کے شہزادگان حجۃ الاسلام مرشد الانام حضرت علامہ شاہ محمد حامد رضا قادری (م ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳) ، حضور مفتی اعظم قطب عالم شاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری (م ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء) مفسر اعظم ہند حضرت ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں، مفکر اعظم ریحان ملت حضرت علامہ مفتی ریحان رضا خاں اور نبیرۂ اعلیٰ حضرت تاج الشریعہ سراج الطریقہ قطب زماں قاضی القضاۃ فخر ازہر علامہ شاہ اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم القدسیہ اور موجودہ صاحب سجادہ نبیرۂ اعلیٰ حضرت، محسن قوم وملت حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں و دیگر خانوادۂ اعلیٰ حضرت نے اپنی بے لوث دینی، علمی، روحانی، ملی خدمات کے ذریعہ تسلسل کے ساتھ باقی رکھا اور اس سلسلے کو عالمی سطح پر مزید وسعت بخشی۔

خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ برصغیر میں سلسلۂ قادریہ کو فروغ دینے والی ایک عظیم خانقاہ ہے۔ جس تناسب سے سلسلۂ قادریہ کا فروغ اس خانقاہ عالیہ کے ذریعہ ہوا اور ہو رہا ہے، وہ اپنے آپ میں بے نظیر ہے۔ براہ راست خانوادۂ رضویہ کے مشائخ طریقت کے ذریعہ سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ سے وابستہ ہونے والے افراد کی تعداد بارہ سے پندرہ کروڑ تک پہنچتی ہے اور آئے دن اس میں اضافہ ہوتا جاتا ہے، اور خاص بات یہ ہے کہ سلسلۂ قادریہ رضویہ کی یہ وسعت صرف ایک صدی کی دین ہے۔ بعض دیگر خانقاہوں کی طرح اپنے خلفا کے مریدین کو خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ اپنے خانے میں ڈالنے کی قائل نہیں ورنہ رضوی قادریوں کی تعداد میں کئی کروڑ کا مزید اضافہ ہو جائے۔

خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ، بریلی شریف کی چند خصوصیات حسب ذیل ہیں:

علم وفضل اور تصنیف وتالیف کی خوبیاں بہت سی خانقاہوں اور خانوادوں میں ملتی ہیں، لیکن جیسی وسعت، ہمہ گیری اور مقبولیت خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ کے مشائخ کی تصانیف عالیہ کو نصیب ہوئی، وہ اپنے آپ میں بے نظیر ہے۔ یہ خانقاہ تقریباً دو صدی کی مدت میں ڈیڑھ ہزار سے زائد نہایت قیمتی تصانیف امت مسلمہ کو نذر کر چکی ہے جس کی گراں قدری، ہمہ گیری، حوالہ جاتی حیثیت اور اشاعت کا پھیلاؤ اس قدر عظیم ہے کہ یہ بحر وبر کی وسعتوں کو اپنے دامن میں

سمیٹ چکی ہیں اور کروڑوں کی تعداد میں چھپ کر یورپ، ایشیا، مشرق وسطیٰ، عالم عرب، آسٹریلیا اور افریقہ کے براعظم میں پھیل چکی ہے۔ صرف اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی مطبوعہ تصانیف تین سو سے زائد ہیں، کئی سو مخطوطات کی صورت میں ہیں اور نہ جانے کتنی گردش زمانہ کی نذر ہو گئیں۔ حضرت مفتی اعظم قطب عالم قدس سرہٗ کی تصانیف کی تعداد تقریباً پچاس ہے، حضرت تاج الشریعہ کی تصانیف مبارکہ ستر سے تجاوز کر چکی ہیں جو عربی، انگریزی اور دیگر زبانوں میں ترجمہ اور شائع ہو کر عالم عرب اور یوروپی ممالک میں پھیل چکی ہیں۔ یہ تصانیف عالیہ ملت اسلامیہ کے ایمانی تحفظ، علمی افادے اور روحانی بالیدگی میں کلیدی کردار ادا کرتی ہیں اور ہر جگہ اہل سنت کے لیے حوالہ اور ماخذ کا کام دیتی ہیں۔ اسی بنیاد پر بریلی شریف کو اہل سنت کی مرکزیت نصیب ہے۔

نعت و مناقب کے مجموعے دیگر عالی خانقاہوں کے بزرگوں نے بھی پیش کرنے کی سعادت حاصل فرمائی ہے جن میں سے بعض مجموعے اور کلام عوام اہل سنت میں خاصے مقبول اور رائج ہیں لیکن خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ کے مشائخ کے تحریر فرمودہ مجموعہ ہائے نعت و مناقب کو جیسا قبول عام اور رواج دوام حاصل ہے، وہ اپنے آپ میں بے مثل و بے مثال ہے۔ یہ ان بزرگوں کی اللہ اور اس کے مقدس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں قرب خاص اور مقبولیت کی روشن دلیل ہے۔ اعلیٰ حضرت، استاذ زمن، سرکار مفتی اعظم، حضور ریحان ملت اور حضرت تاج الشریعہ کے کلام کو اہل سنت کے درمیان لافانی مقبولیت حاصل ہے۔ صرف حدائق بخشش کے لاکھوں نسخے ہر سال شائع ہو کر محبان رسول کے ہاتھوں میں پہنچتے ہیں۔ کلام رضا اور سلام رضا کی مقبولیت کا یہ عالم ہے ساری دنیا میں پورے ذوق وشوق کے ساتھ پڑھا اور سنا جاتا ہے، حتیٰ کہ جہاں اردو زبان جاننے والے عام طور سے نہیں ملتے، وہاں بھی یہ سلام روزانہ بعد نماز فجر اور میلاد شریف کی محفلوں میں پڑھا جاتا ہے۔ ایک صاحب نے بتایا کہ میں ایک ایسے ملک میں پہنچا جہاں زمین کی سرحدیں ختم ہو جاتی ہیں اور صرف سمندر رہ جاتا ہے، اور وہاں کے لوگ اردو زبان سے بھی واقف نہیں، وہاں بھی میں نے فجر کی نماز کے بعد سلام رضا کا نغمہ اپنے کانوں سے سنا۔ بقول علامہ کوثر نیازی "اذان کے بعد فضاؤں میں سب سے زیادہ گونجنے والا کلام اور نغمہ سلام رضا ہے" جس سے ایمان کو بالیدگی نصیب ہوتی ہے۔ **ذٰلک فضل اللہ یو تیہ من یشاء۔**

عملیات کی دنیا میں بہت سے بزرگوں کی کتابیں موجود اور رائج ہیں لیکن جیسی مقبولیت "شمع شبستان رضا" اور "مجموعۂ اعمال رضا" کو ملی، وہ بے مثل ہے۔ بلا مبالغہ شمع شبستان رضا کی ہزار ہا ہزار جلدیں ہر سال فروخت ہوتی ہیں اور درجنوں طباعتی ادارے اسے شائع کرتے ہیں۔ ایک حاسد خانقاہ نے اس کے بالمقابل اپنی شبستان کی شمع روشن کی لیکن وہ شمع شبستان رضا کے

بالمقابل بالکل پھیکی اور ماند رہی۔۔

سرکار اعلیٰ حضرت اور سرکار مفتی اعظم قطب عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مستخرجہ نقوش وتعویذات بھی پوری دنیا میں مقبول ومعروف ہیں اور آج بھی خلق خدا کی حاجت روائی اور دستگیری کرتے ہیں، بالخصوص اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا چراغ قادری اور سرکار مفتی اعظم قطب عالم قدس سرہٗ کا تحفۂ نوری، امت مسلمہ کے لئے لازوال تحفہ اور آسیب، سحر اور شر دشمناں کو دفع کرنے میں بعونہ تعالیٰ اکسیر ہے۔ بریلی شریف کے تعویذات ونقوش اور تعویذات پر مشتمل انگشتریاں افادیت، مقبولیت اور شہرت میں بے نظیر ہیں۔ یہ بھی اس خانقاہ عالیہ کی ایک عظیم ملی، دینی اور سماجی خدمت ہے۔

شریعت کی پابندی اور علم دین کا فروغ خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ اور اس سے وابستگان کی خاص پہچان ہے۔ اسی لیے یہ خانقاہ اور اس کے منتسبین، متوسلین اور اس کی نیاز مند خانقاہیں غیر شرعی رسوم وآداب سے بالکل پاک اور جادۂ شریعت مصطفویہ پر پوری استقامت کے ساتھ جمی رہتی ہیں۔ عقیدے کا تصلب اور شریعت کا اہتمام اس خانقاہ عالیہ کی شناخت ہے۔ میرے ایک چشتی دوست نے دوران گفتگو مجھ سے بیان کیا کہ ''میں نے حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کے جتنے مرید بھی دیکھے، سب میں عقیدے کی پختگی کے ساتھ خشیت الٰہی کا عنصر خاص طور سے پایا'' یہ خانقاہ عالیہ رضویہ کے مشائخ کی بارگاہ خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مقبولیت کی دلیل ہے کہ ان سے وابستہ ہونے والا بھی اللہ والا ہو جاتا ہے۔

خانقاہیت اور بیعت وارشاد کا ہمہ گیر اور وسیع ترین خداداد سلسلہ، خانوادۂ رضویہ پر عنایات ربانی کا صرف ایک گوشہ ہے۔ اس خانوادۂ کریمہ کا اصل طرۂ امتیاز یہ ہے کہ اس نے دوصدی کے دوران ہر زمانے میں تحفظ ایمان وسنیت کا مشن جاری رکھا، عشق مصطفیٰ کی شمع فروزاں رکھی، اس کی لو کبھی مدھم نہ ہونے دی، ناموس مصطفیٰ کی حفاظت کے لیے ہمیشہ سینہ سپر رہا۔ اسلام پر غیروں یا اپنا کہلانے والوں نے جب بھی نگاہ ترچھی کی، اساطین خاندان رضویہ نے اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اپنی مساعی جمیلہ سے اسلامی قدریں اس قدر محفوظ اور مستحکم رکھیں کہ ہلائے نہ ہلیں۔ اسلام وسنیت اور شریعت کے خلاف جس کے قدم بھی اٹھے، اس خانوادۂ کریمہ نے پاسبانیٔ اسلام کے فرائض پوری تندہی اور ذمہ داری سے ادا کئے۔ اللہ کی رضا کے حصول کے لیے کسی بھی دنیاوی مصلحت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے تحریک قادیانیت، وہابیت، نیچریت، دیوبندیت، رافضیت، بہائیت، شمع نیازی، جاہل متصوفین کی ہر بے راہ روی کا تعاقب یہاں سے کیا گیا۔ انہیں دعوت اصلاح وتوبہ دی گئی۔ جنہوں نے بے راہ روی سے توبہ کرلی، انہیں سینے سے لگالیا گیا، ورنہ اہل

سنت کو شرعی حکم کے مطابق ان سے رابطہ ختم کر لینے کی تلقین کی گئی۔ دین وشریعت کے معاملے میں اس خانوادے کا معیار اکھرا اور بے لوث ہے۔ یہاں دین اور خانقاہیت کے نام پر کوئی سیاست نہیں ہوتی۔ جو کچھ ہوتا ہے، اس سے مقصود رضائے الٰہی کے حصول کے لیے دین وشریعت، اسلام وسنیت اور اکابرین تصوف کی روحانی قدروں کا تحفظ ہوتا ہے اور اس میں اپنے اور بے گانے کی کوئی تمیز نہیں ہوتی۔ (ماہنامہ اعلیٰ حضرت شمارہ ستمبر ۲۰۱۵ء)

خانقاہ رضویہ کے پانچوں سجادہ: ایک نظر میں

(۱) خانقاہ رضویہ کے پہلے سجادہ حضور حجۃ الاسلام اور ضابطۂ سجادگی

۲۵ رصفر المظفر ۱۳۴۰ھ/ ۲۸ راکتوبر ۱۹۲۱ء میں جب سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہو گیا تو آپ کی وصیت کے مطابق اس وقت کے جلیل القدر علما، مشائخ، خلفائے اعلیٰ حضرت، سجادگان اور بالخصوص بزرگان مارہرہ مطہرہ نے متفقہ طور پر سرکار حجۃ الاسلام کو خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ کا سجادہ نشین، جامعہ رضویہ منظر اسلام کا مہتمم اور سرکار اعلیٰ حضرت کا جانشین منتخب فرما کر مسند سجادگی پر متمکن کر دیا۔ چونکہ سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی حیات ہی میں ایک مرتبہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب سرکار محبی کی دعوت پر مصروفیت کے باعث بنفس نفیس تشریف نہ لے جانے کی وجہ سے حضور حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں علیہ الرحمہ کو ایک خط کے ساتھ روانہ کیا تھا جس میں یہ تحریر فرمایا تھا کہ:

> ”اگرچہ میں اپنی مصروفیت کی بنا پر حاضری سے معذور ہوں مگر حامد رضا کو بھیج رہا ہوں یہ میرے قائم مقام ہیں۔ ان کو حامد رضا نہیں احمد رضا ہی سمجھا جائے“ (فتاویٰ حامدیہ، ص ۵۱)

ایک وقف نامہ کی رجسٹری میں سرکار حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کو متولی قرار دیتے ہوئے سرکار اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمایا تھا کہ:

> ”مولوی حامد رضا خاں پسر کلاں جو لائق، ہوشیار اور دیانت دار ہیں، کو متولی کر کے قابض ودخیل بحیثیت تولیت کاملہ کر دیا۔“ (فتاویٰ حامدیہ، ص ۵۲)

حجۃ الاسلام کے لیے اعلیٰ حضرت کی تحریر کردہ سند جانشینی:

سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مرشد اجازت اور سرکار حجۃ الاسلام کے پیرو مرشد نور العارفین، سلالۃ الواصلین سیدی سرکار ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم، اپنے مخلص علمائے دین، عمائد شہر کے مشورے، اس سلسلہ میں کئے جانے والے اپنے استخارے اور ایک رویائے صادقہ (سچے خواب) میں دی جانے والی بشارت کی بنیاد پر اپنے پیرو مرشد خاتم

اکابر ہند سیدنا سرکار آل رسول احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس مؤرخہ ۱۸؍ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ بروز جمعرات کو ایک سند تحریر فرما کر اس کا اعلان فرمایا تھا کہ جس میں سرکار حجۃ الاسلام کو اپنا ولی عہد، اپنے مابعد اپنا سجادہ و جانشین اور جملہ اوقاف کا متولی نامزد فرمایا تھا۔ یہ سند عربی زبان میں ہے جس کا مضمون یوں ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''الحمدللہ هادی القلوب وغافر الذنوب وساتر العیوب وکاشف الکروب وافضل الصلاۃ واکمل السلام علیٰ احب محبوب مصحح الحسنات، عقیل العثرات شفیع الحوب وعلیٰ آلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ عدد النور والستور والطلوع والغروب وبعد. فان ربنا تبارك وتعالیٰ هو الحی الذی لایموت وکل شیئ سواہ فلا بد یوماً ان یفوت فسبحٰن الذی قهر عبادہ بالموت وتفرد بالدوام. وکل من علیها فان ویبقیٰ وجہ ربك ذی الجلال والکرام. اری شمس عمری قد تدلت للغروب وآذنت بالرحیل وحسبنا اللہ ونعم الوکیل. أسأله متوسلا الیه بجاہ حبیبه الاکرم وعبدہ وصفیه غوثنا الاعظم صلی اللہ تعالیٰ علی المصطفیٰ علیه وسلم ان یختم لی بالحسنیٰ علی السنة السنیة والدین الاسنی. فاطر السمٰوات والارض انت ولی فی الدنیا والأخرۃ توفنی مسلما والحقنی بالصٰلحین. رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علیّ وعلیٰ والدیّ وان اعمل صٰلحا ترضٰہ واصلح لی فی ذریتی. انی تبت الیك وانا من المسلمین والحمد للہ رب العٰلمین. وقد بقیت فی امر استخلافی واجلاس أحد علی مسند أسلافی اقدم رجلا وأخری علما منی بان الامر بالتثبت احری فانی احب سنة ابی بکر وعمر واستعین باللہ من سنة کسریٰ وقیصر فاستخرت ربی واستشرت ناسا صادقین فی حبی فاشاروا الی ماتری فی اٰخر هٰذہ الحجة وتاید ذلك برؤیا رأیتها فی هٰذا الشهر الکریم ذی الحجه فما هو الا ان شرح اللہ لذلك صدری وارجوان یکون فی ان شاء اللہ رشد امری وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وعلیه ثم علیٰ رسوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم التعویل. وقد کنت اجزت ولدی الاعز محمد ن المعروف بالمولوی حامد رضا خاں. سلمه الرحمٰن عن طوارق الحدثان ونوازغ الشیطان وجعله خیر خلف لسلفه الصالحین ووفقه مدة عمرہ لحمایة الدین ونکایة المفسدین وانه ولی ذلك وخیر مالك والحمد للہ رب العٰلمین. بجمیع السلاسل والعلوم والاذکار والاشغال والاوراد والاعمال وسائر

ما وصلت الی اجازته من مشایخی الاجلاء اولی الافضال و کان ذلک بامر شیخه
نور الکاملین سلالة الواصلین سیدنا السید الشاہ ابی الحسین احمد النوری
میاں صاحب المارھوری قدس سرہٗ النوری و الآن متوکلا علی الرحمٰن جعلته
ولی عهدی و وارث السجادۃ القادریة من بعدی و اجلسته علی مسند اسلافی
وولیته امرا و قافی. واسأل ربی وهو حسبی متضرعا الیه بهذا الحبیب الکریم
علیه وعلیٰ اٰله افضل الصلاة والتسلیم ثم بهذا الولی الاکرم سیدنا و مولانا
الغوث الاعظم ان یرشد لما یحب و یرضاه و یسدد صورته و معناه و یجعله اهلا
لما تولاه و اٰخرته خیرا من اولاه. اٰمین! اٰمین! یا مجیب السائلین. اٰمین والحمد
لله رب العٰلمین. وصلی الله تعالیٰ و بارک وسلم علیٰ هٰذا الحبیب المرتجی
والشفیع المجتبیٰ و اٰله و صحبه وابنه و حزبه صلوٰۃ تحل العقد و تحل المدد تفرج
الکرب و ترفع الترب و تشرح الصدور و تیسر الامور والحمد لله العزیز الغفور۔
وکان ذلک یوم عرس سیدی و سندی و مولائی و مرشدی و کنزی و ذخری لیومی
وغدی سیدنا السید الشاہ اٰل رسول الاحمدی رضی الله تعالیٰ عنه بالرضی
السرمدی اٰمین اٰمین والحمد لله رب اللمین. ۱۸ ذی الحجة الحرام یوم الخمیس
۱۳۲۳ من هجرۃ انفس نفیس صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قاله بفمه ورقمه بقلمه
احد کلاب الباب القادری عبد المصطفیٰ احمد رضا المحمدی السنی الحنفی
القادری البرکاتی غفر الله له ما جری منه و ما یاتی و حقق امله واصلح عمله اٰمین
اٰمین والحمد لله رب العٰلمین۔"

ترجمہ: ساری خوبیاں اللہ عزوجل کے لیے جو دلوں کا رہنما، گناہوں کا بخشنے والا، عیبوں کا
پردہ پوش، غموں کا دور کرنے والا ہے اور سب سے بہتر درود اور کامل تر سلام سب پیاروں سے
زیادہ پیارے، نیکیوں کے درست کرنے والے، لغزشوں کے دور کرنے والے اور گناہوں کے
بخشوانے والے۔ اوران کے آل واصحاب، ان کے صاحبزادے اوران کے گروہ پر بے شمار انوار
واسرار و بے تعداد طلوع وغروب۔ بعد حمد ونعت یقیناً ہمارا رب تبارک وتعالیٰ وہی زندہ ہے جسے
موت نہیں اوراس کے ماسوا ہر ایک شئی کے لیے ایک دن فنا ضروری ہے۔ تو پاک ہے وہ جس نے
اپنے بندوں کو موت سے مغلوب کیا۔ اور ہمیشگی سے متفرد ہوا۔ "زمین میں جتنے ہیں سب کو فنا ہے
اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت اور بزرگی والا" میں دیکھ رہا ہوں اپنے آفتاب عمر کو کہ
غروب کے قریب پہنچا اوراس نے کوچ کا اعلان کردیا۔ "اور ہمارے لیے کافی ہے اللہ بہتر کام
بنانے والا" میں اسی سے مانگتا ہوں اس کے حبیب اکرم کی وجاہت کے وسیلے سے اوراس کے
برگزیدہ بندے حضور غوث اعظم کے صدقے میں "اللہ تعالیٰ درود وسلام بھیجے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر پھر

ان پر" میرا خاتمہ خیر و خوبی کے ساتھ روشن سنت اور بہت درخشاں دین پر کرے۔" اے آسمان وزمین کے بنانے والے! تو میرا کام بنانے والا ہے اور آخرت میں مجھے مسلمان اٹھا اور ان سے ملا جو تیرے قرب خاص کے لائق ہیں۔ اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں شکر کروں تیرے احسان کا جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے اور یہ کہ میں وہ بھلا کام کروں جو تجھے پسند آئے۔ میری ذریت کی اصلاح فرما۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور اس حالت میں کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں اور ساری خوبیاں ہیں پروردگار عالم کے لیے" مجھے اپنی جانشینی اور کسی کو اپنے بزرگوں کی مسند پر بٹھانے کا کام باقی رہا۔ اس میں میں پس وپیش کرتا رہا یہ جان کر کہ اس میں پختگی زیادہ بہتر ہے کیونکہ حقیقتاً میں حضرات شیخین ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سنت کریمہ کو دل سے پیار کرتا ہوں اور میں پناہ مانگتا ہوں اللہ سے قیصر و کسریٰ کی روش سے۔ تو میں نے اپنے رب کریم سے استخارہ کیا اور اپنے سچے مخلص احباب سے مشورہ چاہا تو انہوں نے مجھے اس طرف اشارہ کیا جو اس سند کے آخر میں دیکھو گے اور اس کی تائید مجھے اس خواب سے ہوئی جو میں نے اس ماہ ذی الحجہ مبارکہ میں دیکھا تو اس کے لیے اللہ نے میرا سینہ کھول دیا۔ میں امید رکھتا ہوں کہ اس مین ان شاء اللہ میرے کام کی سچی سیدھی راہ ہے۔" اور ہمارے لیے اللہ کافی اور بہتر کام بنانے والا ہے" اور اسی پر پھر اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر بھروسہ ہے۔

بلاشک میں اپنے عزیز تر بیٹے محمد معروف بمولوی حامد رضا خاں کو (اللہ تعالیٰ اسے اچانک حادثوں، شیطان کے کوچوں سے محفوظ رکھے اور مولائے کریم اسے سلف صالحین کا بہتر جانشین بنائے اور تمام عمر اسے حمایت دین ورد مفسدین کی توفیق عطا فرمائے۔ بلاشبہ وہی مولیٰ تعالیٰ اس کا مددگار اور بہتر مالک ہے۔ پروردگار عالم ہی کے لیے حمد ہے) تمام سلسلوں، تمام علوم سارے اذکار واشغال اور اوراد و اعمال کی اور ہر اس چیز کی کہ جس کی مجھے اپنے برگزیدہ مشائخ کرام سے اجازت پہنچی، اجازت دے چکا تھا اور میرا اجازت دینا ان (حجۃ الاسلام) کے مرشد برحق و شیخ طریقت، نور الکاملین، خلاصۃ الواصلین سیدنا سید شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہٗ النوری کے حکم سے تھا اور اب میں اپنے مہربان اللہ پر توکل کرتے ہوئے انہیں (حجۃ الاالاسلام کو) اپنا ولی عہد اور اپنے بعد وارث سجادہ قادریہ بناتا ہوں اور اسے اپنے مشائخ کی مسند پر متمکن کرتا ہوں اور اپنے تمام اوقاف کا متولی بناتا ہوں اور اپنے رب سے گڑگڑا کر دعا کرتا ہوں اور وہی مجھے کافی ہے بوسیلہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ولی مکرم سیدنا مولانا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ وہ اس کی رہنمائی فرمائے اس چیز کی طرف جو اسے محبوب و پسندیدہ ہے اور اس کے ظاہر و باطن کو سنوارے اور اس کا اہل کرے جو اس کے سپرد کیا گیا ہے۔ اور اس کی دنیا سے آخرت کو بہتر فرمائے۔ الٰہی یوں ہی کر یوں ہی کر! اے مانگنے والوں کی التجا قبول فرمانے والے! قبول فرما اور حمد الہ کے لیے اور صلوٰۃ و سلام اور اس کی برکتیں حضور پُرنور حبیب

مرتجی شفیع مجتبیٰ اور ان کی آل واولاد اور اصحاب اور اس کے گروہ پر صلوٰۃ وسلام جو گرہ کھول دے
اور مدد نازل کرے اور غم دور کرے اور رتبہ بڑھائے اور سینے کھولے اور کاموں میں آسانی
کرے اور حمد ہے اللہ غالب بخشش فرمانے والے پر۔ یہ اجازت میرے سردار و مرشد برحق،
دریائے رحمت، آقائے نعمت سیدنا شاہ آل رسول احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس سراپا قدس
(مؤرخہ ۱۸رذی الحجہ) کے دن (معرض وجود میں آئی) ہے۔ آمین والحمدللہ رب العالمین۔

۱۸رذی الحجہ ۱۳۳۳ھ۔

اسے کہا اپنے منھ سے اور لکھا اپنے قلم سے سگ آستانۂ قادری عبدالمصطفیٰ احمد رضا خاں
سنی حنفی برکاتی نے۔ اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ وآئندہ گناہ بخشے اور اس کی مرادیں برلائے اور اس
کے کام بنائے۔ آمین آمین یارب العالمین۔

واضح رہے کہ اس سند کو حضرت مولانا عنایت محمد خاں غوری فیروز پوری مجاز وماذون سلسلہ
عالیہ قادریہ نے ایک تمہید، حضرت حجۃ الاسلام کے تعارف اور اپنے ذریعہ کئے جانے والے اردو
ترجمہ کے ساتھ بریلی الیکٹرک پریس بریلی سے شائع فرمایا تھا۔ جس کی مطبوعہ کاپی حضور صاحب
سجادہ حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں مدظلہ النورانی نے اعلیٰ حضرت کے
تلمیذ وخلیفہ حضرت مفتی محمد غلام جان قادری رضوی ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کتب خانہ سے
ان کے جانشین اور شہزادے حضرت مولانا محمد مظفر اقبال رضوی مصطفوی سے حاصل فرمائی ہے۔

اسی طرح سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا وقت جب قریب آگیا تو
آپ اپنے سے مرید ہونے والے لوگوں کو سرکار حجۃ الاسلام کے پاس ہی بیعت کے لیے بھیج
دیتے چنانچہ اپنے وصال سے صرف ایک جمعہ پہلے ہی اعلیٰ حضرت سے مرید ہونے کے خواہاں
حضرات کو اپنے شہزادے سے بیعت کرنے کی تلقین وہدایت اس انداز میں فرمائی:

"ان کی بیعت میری بیعت ہے، ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے، ان کا مرید میرا مرید، ان سے
بیعت کرو۔" (ایضاً، ص ۵۲)

حضور حجۃ الاسلام کی جانشینی کے سلسلہ میں ارشاد فرمائے جانے والے یہ تمام جملے کوئی
اتفاقی جملے نہیں تھے بلکہ یہ سب ارشادات طیبہ سرکار اعلیٰ حضرت کے کشف وکرامت کا ایک بے
مثال نمونہ تھے، کیونکہ آپ کی نگاہ مجددیت، نظر قطبیت اور آپ کی قوت کشف وکرامت یہ دیکھ
چکی تھی کہ میرے دونوں شہزادگان میں سے میری نسل حامد رضا خاں ہی سے چلے گی اور انہیں کی
نسل سے مرکز اہل سنت کے پلیٹ فارم سے دین ومذہب، مسلک ومشرب، علوم وفنون، رشد
وہدایت، قادریت وبرکاتیت، بیعت وارشاد پر مشتمل بے مثال قومی وملی کارنامے انجام دیئے

جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے قصیدے ''الاستمداد'' کے اندر سرکار حجۃ الاسلام کی تعریف میں جو شعر ارشاد فرمایا ہے وہ مذکور میرے تمام تر دعووں کی تصدیق کا مونھ بولتا ثبوت ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

حامد منی انا من حامد
حمد سے ہمد کماتے یہ ہیں

حامدی رجسٹرڈ وصیت نامہ:

آپ سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد پوری زندگی خانقاہ رضویہ، درگاہ اعلیٰ حضرت، رضا مسجد اور منظر اسلام کی خدمت انجام دیتے رہے۔ مگر جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے مذکورہ بالا تمام اوقاف کے لیے ایک رجسٹرڈ وصیت نامہ تیار کیا جس میں آپ نے اپنے بعد اپنے بڑے شہزادے سرکار مفسر اعظم ہند حضرت مفتی محمد ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں علیہ الرحمہ کو اپنا جانشین، نائب مطلق، خانقاہ رضویہ کا سجادہ نشین، منظر اسلام کا مہتمم اور مسجد کا متولی نامزد فرمایا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی اپنی کتاب ''مفسر اعظم ہند'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''حجۃ الاسلام نے اپنے وصال ۱۷؍ جمادی الاول ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳؍ مئی ۱۹۴۳ء سے قبل اپنے دونوں صاحبزادگان مفسر اعظم حضرت محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں اور حضرت حماد رضا خاں نعمانی میاں رحمۃ اللہ علیہم کے لئے اپنی خلافت کا اعلان فرما دیا تھا اور اپنی وصیت کے مطابق حضور مفسر اعظم کو اپنا نائب مطلق، خانقاہ عالیہ رضویہ کا سجادہ نشین اور دار العلوم منظر اسلام کا مہتمم نامزد فرمایا تھا۔'' (مفسر اعظم، ص ۱۸)

سرکار حجۃ الاسلام کی اسی وصیت کی قدرے وضاحت کرتے ہوئے حضرت مولانا ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطیفی استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام اپنی کتاب ''جہان ریحان'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''۱۹۳۸ء کی شام کاشانہ اعلیٰ حضرت، گھر کے تمام افراد چار پائیوں پر تشریف فرما تھے، حجۃ الاسلام حامد رضا خاں نے فرمایا: میں نے اپنی وصیت تحریر کرا دی ہے۔ تمام موجود اہل خانہ ہمہ تن گوش تھے۔ آپ فرما رہے تھے ''میرے بعد میرا فرزند اکبر محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں اور بعدہٗ، فرزند اصغر نعمانی میاں اور اس کے بعد ہمارا سجادہ نشیں و متولی ریحان رضا ہوگا'' زمانہ حیران تھا کہ ریحان رضا ابھی صرف ۴ رسال کے ہیں اور حجۃ الاسلام نے ریحان رضا کو اعلیٰ حسرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی خانقاہ کا سجادہ نشین نامزد کر دیا۔

مذکورہ بالا اقتباسات سے یہ بخوبی ظاہر ہو جاتا ہے کہ سرکار حجۃ الاسلام نے ان تمام اوقاف کے انتظام وتولیت کے سلسلہ میں سرکار ریحان ملت تک نام بنام اپنی وصیت تحریر فرما کر خانقاہ رضویہ کی سجادگی کا ایک مستحکم ضابطہ اور قانون بھی مرتب فرما دیا تھا۔ اس وصیت نامہ کے مطابق ہی آپ کے وصال کے بعد یہ سلسلہ آگے چلنا تھا۔ مگر جب تقسیم ہند کے بعد حضرت مولانا محمد حماد رضا خان عرف نعمانی میاں علیہ الرحمہ جو سرکار مفسر اعظم ہند کے برادر اصغر اور حجۃ الاسلام کے چھوٹے شہزادے تھے انہوں نے پاکستان ہجرت فرمالی اور کراچی ہی میں ان کا وصال بھی ہو گیا تو ہندوستانی قانون کے مطابق وہ خود ہی مذکورہ بالا وصیت سے علیٰحدہ ہو گئے۔

خانقاہ رضویہ کے دوسرے سجادہ:

۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳ر مئی ۱۹۴۳ء میں جب سرکار حجۃ الاسلام کا وصال ہوا تو سرکار اعلیٰ حضرت کے چھوٹے شہزادے تاجدار اہل سنت سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی کی وجہ سے سرکار مفسر اعظم ہند کے بے پناہ انکار کے باوجود سلسلہ رضویہ کے مریدوں اور خلفا نے حضرت جیلانی میاں ہی کو خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ، درگاہ اعلیٰ حضرت کا سجادہ نشین، رضا مسجد کا متولی اور منظر اسلام کا مہتمم بنا دیا۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی تحریر فرماتے ہیں:

"خاندان اعلیٰ حضرت کا یہ دستور ہے اور اکثر خانوادوں اور خانقاہوں میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ صاحب سجادہ کے بعد بڑے صاحبزادے کو سجادہ نشینی ملتی ہے۔ البتہ علم وعمل کی شرط ہے۔ یہی دستور خانوادۂ رضا کا بھی ہے۔ حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد خانقاہ عالیہ قادریہ کے صاحب سجادہ ومتولی اور یادگار رضا جامعہ رضویہ منظر اسلام کے مہتمم ان کے صاحبزادۂ اکبر حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا محمد حامد رضا خاں علیہ الرحمہ ہوئے۔ اب ظاہر ہے کہ حجۃ الاسلام (برادر اکبر حضور مفتی اعظم) کے وصال کے بعد سجادہ نشین اور تولیت وغیرہ ان کے صاحبزادۂ اکبر مفسر اعظم علامہ مولانا محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں صاحب کی طرف منتقل ہو جانی چاہیے تھی۔"

(مفسر اعظم، ص ۲۵)

اس طرح سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باحیات ہوتے ہوئے انہیں کی موجودگی میں تمام علماء، مشائخ اور خاص کر مشائخ مارہرہ مطہرہ وخلفائے اعلیٰ حضرت نے سرکار مفسر اعظم ہند ہی کو خانقاہ رضویہ کا سجادہ نشین ومتولی منتخب فرمایا اور اسے تسلیم بھی کیا۔

سرکار مفسر اعظم ہند ۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ/ ۲۳ مئی ۱۹۴۳ء سے لے کر ۱۱ صفر

۱۳۸۵ھ / ۱۲ جون ۱۹۶۵ء تک خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ درگاہ اعلیٰ حضرت کے سجادہ نشین ومتولی، رضا مسجد کے متولی اور منظر اسلام کے مہتمم اور دیگر اوقاف کے متولی رہے۔

(۳) خانقاہ رضویہ کے تیسرے سجادہ:

سرکار حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ ہی اپنے مذکورہ بالا رجسٹرڈ وصیت نامے میں سرکار مفسر اعظم کے بعد حضرت ریحان ملت کو تمام اوقاف کا متولی اور خانقاہ رضویہ کا سجادہ نشین منتخب فرما گئے تھے اس لیے جب سرکار مفسر اعظم ہند اس دار فانی سے تشریف لے گئے تو اس وقت بھی سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ موجود تھی۔ مگر اس وقت کے تمام خلفائے سلسلہ رضویہ برکاتیہ، مریدین ومتوسلین، علماومشائخ، خانقاہوں کے سجادگان اور بالخصوص مشائخ مارہرہ مطہرہ نے سرکار ریحان ملت کو ہی خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ درگاہ اعلیٰ حضرت کا سجادہ نشین، رضا مسجد اور دیگر اوقاف کا متولی، جامعہ رضویہ منظر اسلام کا مہتمم اور ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا مدیر اعلیٰ منتخب بھی کیا اور تسلیم بھی کیا۔ جبکہ تاجدار اہل سنت سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے تمام تر علمی ومذہبی وقار کے ساتھ موجود تھے۔ اس طرح سرکار ریحان ملت ۱۱ رصفر ۱۳۸۵ھ / ۱۲ جون ۱۹۶۵ء سے ۱۸ ررمضان المبارک ۱۴۰۵ھ / ۸ جون ۱۹۸۵ء تک خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ کے سجادہ نشین اور تمام اوقاف کے متولی رہے۔

(۴) خانقاہ رضویہ کے چوتھے سجادہ:

جب ۱۹۸۵ء میں حضرت ریحان ملت علیہ الرحمہ کا وصال ہو گیا تو خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ درگاہ اعلیٰ حضرت کا سجادہ نشین، جامعہ رضویہ منظر اسلام کا مہتمم، ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا مدیر اعلیٰ، رضا مسجد اور دیگر اوقاف کا متولی حضرت ریحان ملت کے شہزادۂ اکبر حضور صاحب سجادہ حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں مدظلہ النورانی کو منتخب فرما گیا۔ جیسا کہ آپ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب کے اقتباس میں پڑھ چکے ہیں کہ خانقاہ رضویہ اور دیگر خانقاہوں کے دستور کے مطابق چونکہ آپ سرکار ریحان ملت کے بڑے شہزادے تھے اس وجہ سے آپ کو یہ تمام منصب تفویض کیے گئے۔ مگر اس دستور کے علاوہ حضرت ریحان ملت علیہ الرحمہ کی ایک رجسٹرڈ وصیت بھی تھی جس کی روسے آپ ہی کو سجادہ نشین اور تمام اوقاف کا متولی بننا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت کے تمام علماء مشائخ، خانقاہی سجادگان، خلفائے سلسلہ قادریہ رضویہ اور دیگر عوام وخواص جو حضرت ریحان ملت کے عرس چہلم مورخہ ۱۷ رجولائی کو تشریف لائے تھے ان کی

موجودگی میں سرکار اعلیٰ حضرت کے پیر خانے خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے سجادہ نشین سرکار احسن العلماء حضرت سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں علیہ الرحمہ کی طرف سے ارسال کردہ دستار مبارک جانشین مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری مدظلہ النورانی نے اپنے دست مبارک سے شہزادۂ ریحان ملت نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں مدظلہ النورانی کے سر مبارک پر سجائی جس کی تائید وتصدیق نعروں کی گونج میں تمام حاضرین نے نہایت ہی جوش وخروش کے ساتھ فرمائی۔

□□□

حجۃ الاسلام کے سلاسل طریقت

علامہ ابراہیم خوشتر صدیقی، ماریشش

حجۃ الاسلام مرجع الانام علیہ الرحمۃ والرضوان کے مرشد گرامی وقار حضرت نور العارفین مولانا سید ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ تعالی عنہ (م ۱۳۲۴ھ۔۱۹۰۶ء) اور مرشد گرامی ہی کے حکم سے آپ کے والد نامدار امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ نے آپ کو تمام سلاسل عالیہ اور تمام علوم عقلیہ نقلیہ، جملہ وظائف اوراد و اشغال میں ماذون ومجاز فرمایا۔

امام احمد رضا نے اس کا ذکر سند مسند جانشینی میں ۱۸/ذی الحجہ ۱۳۳۳ء ۱۹۱۵ء کو اپنے مرشد سراپا فضل وکمال سید آل رسول احمد مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۲۹۶ھ۔۱۸۷۹ء) کے روز عرس سراپا قدس اس طرح کیا۔

''بلاشک میں اپنے عزیز تر بیٹے محمد معروف بمولوی حامد رضا خاں کو تمام سلاسل اور تمام علوم اور سارے اذکار واشغال اور اوراد واعمال اور ہر اس چیز کی جس کی مجھے اپنے برگزیدہ مشائخ کرام سے اجازت پہنچی اجازت دے چکا تھا اور میرا اجازت دینا اس کے مرشد برحق شیخ طریقت نور الکاملین خلاصۃ الواصلین سیدنا شاہ ابوالحسن احمد نوری میاں صاحب قدس سرہٗ النوری کے حکم سے تھا'' (اردو ترجمہ مختصراً)

طریقت ومعرفت کے جن تیرہ سلاسل میں آپ کو اجازت وخلافت حاصل تھی وہ یہ ہیں۔

(۱) قادریہ برکاتیہ جدیدہ (۲) قادریہ آبائیہ قدیمہ (۳) قادریہ اہدائیہ (۴) قادریہ رزاقیہ (۵) قادریہ منوریہ (۶) چشتیہ نظامیہ قدیمہ (۷) چشتیہ جدیدہ (۸) سہروردیہ قدیم (۹) سہروردیہ جدید (۱۰) نقشبندیہ علائیہ صدیقیہ (۱۱) نقشبندیہ علائیہ علویہ (۱۲) بدیعیہ (۱۳) علویہ منامیہ۔

ان میں افضل سلاسل سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ جدیدہ مندرجہ ذیل ہے:

حضرت حجۃ الاسلام کا شجرۂ طریقت

شجرۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ رضویہ

سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مولائے کائنات	۲۱ ررمضان ۴۰ھ نجف اشرف		سیدنا امام حسین	۱۰ رمحرم ۶۱ھ کربلا
سیدنا امام زین العابدین	۱۸ رمحرم ۹۴ھ مدینہ طیبہ		سیدنا امام باقر	۷ رذی الحجہ ۱۱۴ھ مدینہ طیبہ
سیدنا امام جعفر	۱۵ ررجب ۱۴۸ھ مدینہ طیبہ		سیدنا امام موسیٰ کاظم	۵ ررجب ۱۸۲ھ بغداد شریف
سیدنا امام علی رضا	۲۱ ررمضان ۲۰۳ھ مشہد مقدس		سیدنا شیخ معروف کرخی	۲ رمحرم ۲۰۰ھ بغداد شریف
سیدنا شیخ سری سقطی	۱۳ ررمضان ۲۵۳ھ بغداد شریف		سیدنا جنید بغدادی	۲۷ ررجب ۲۹۷ھ بغداد شریف
سیدنا ابوبکر شبلی	۲۷ رذی الحجہ ۳۳۴ھ بغداد شریف		سیدنا عبدالواحد تمیمی	۲۶ رجمادی الاخریٰ ۴۲۵ھ بغداد شریف
سیدنا ابوالفرح طرطوسی	۳ شعبان ۴۴۷ھ بغداد شریف		سیدنا ابوالحسن علی ہکاری	یکم محرم ۴۸۶ھ بغداد شریف
سیدنا ابوسعید مخزومی	۷ شعبان ۵۱۳ھ بغداد شریف			

سیدنا غوث اعظم جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۱ر۱۷ رربیع الآخر ۵۶۱ھ بغداد شریف

سیدنا عبدالرزاق	۶ رشوال ۶۲۳ھ بغداد شریف		سیدنا ابوصالح نصر	۲۷ ررجب ۶۳۲ھ بغداد شریف
سیدنا محی الدین ابونصر	۲۷ رربیع الاول ۶۵۶ بغداد شریف		سیدنا سید حسن	۲۳ شوال ۷۳۹ھ بغداد شریف
سیدنا سید موسیٰ	۱۳ رجب ۷۶۳ بغداد شریف		سیدنا سید علی	۲۶ صفر ۷۸۱ھ بغداد شریف
سیدنا سید احمد جیلانی	۱۹ محرم ۸۵۳ھ بغداد شریف		سیدنا بہاالدین	۱۱ ذی الحجہ ۹۲۱ھ آباد کن ہند
سیدنا ابرہیم ایرجی	۵ ربیع الآخر ۹۵۳ھ دہلی		سیدنا بھکاری بادشاہ	۹ ذی قعدہ ۹۸۱ھ کاکوروی
سیدنا قاضی ضیاالدین	۲۱ رجب ۹۸۹ھ لکھنو		سیدنا شیخ جمال الاولیا	شب عیدالفطر ۱۰۴۷ھ جہان آباد
سیدنا سید محمد	۶ شعبان ۱۰۷۱ھ کالپی شریف		سیدنا سید احمد	۱۹ صفر ۱۰۸۴ھ کالپی شریف
سیدنا فضل اللہ	۱۸ ذی قعدہ ۱۱۱۱ھ کالپی شریف		سیدنا شاہ برکت اللہ	۱۰ محرم ۱۱۴۲ھ مارہرہ شریف
سیدنا شاہ آل محمد	۱۶ رمضان ۱۱۶۴ھ مارہرہ شریف		سیدنا شاہ حمزہ	۱۴ رمضان ۱۱۹۸ھ مارہرہ شریف
سیدنا شاہ آل محمد اچھے میاں	۱۷ ربیع الاول ۱۲۳۵ھ مارہرہ شریف		سیدنا شاہ آل رسول	۱۸ ذی الحجہ ۱۲۹۶ مارہرہ شریف
سیدنا ابوالحسین احمد نوری	۱۱ رجب ۱۳۲۴ھ مارہرہ شریف		سیدنا امام احمد رضا	۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ بریلی شریف

حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خان قادری برکاتی رضوی

سلسلہ چشتیہ نظامیہ قدیمہ کے مشائخ کرام مندرجہ ذیل ہیں

سلسلہ چشتیہ نظامیہ قدیمہ

ترتیب	اسمائے گرامی	وصال	مدفن
۱	سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ	۱۲ رربیع الاول سنہ ۱۱ھ	
۲	حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نجف اشرف	۲۱ ررمضان سنہ ۴۰ھ	
۳	خواجہ حسن بصری بصرہ	۴ رمحرم سنہ ۱۱۱ھ	
۴	خواجہ عبدالواحد بن زید بصرہ	۲۷ رصفر سنہ ۱۷۰ھ	
۵	خواجہ فضیل بن عیاض مکہ معظّمہ	۲۶ رجمادی الاولیٰ سنہ ۱۸۱ھ	
۶	خواجہ حذیفہ مرعشی مرعش شام	۲۴ رشوال سنہ ۲۵۲ھ	
۷	خواجہ ہبیرہ بصری بصرہ	۷ رشوال سنہ ۲۷۹ھ	
۸	خواجہ ممشاد علی دینوری دینور عراق	۴ رمحرم سنہ ۲۹۹ھ	
۹	خواجہ ابو اسحٰق شامی چشتی ،عکہ شام	۲۴ رربیع الثانی سنہ ۳۲۹ھ	
۱۰	خواجہ ابو احمد ابدال چشتی ، چشت	۱۰ رجمادی الثانی سنہ ۳۵۵ھ	
۱۱	خواجہ محمد بن احمد چشتی //	ربیع الثانی سنہ ۴۱۱ھ	
۱۲	خواجہ ناصر الدین ابو یوسف بن محمد چشتی ، //	۴ رربیع الاول سنہ ۴۵۹ھ	
۱۳	سلطان الہند خواجہ معین الدین حسن چشتی ، اجمیر شریف	۶ رر جب سنہ ۶۳۳ھ	
۱۴	حضرت قطب الدین بختیار کاکی ، دہلی	۱۴ رربیع الاول سنہ ۶۳۴ھ	
۱۵	حضرت فرید الحق والدین گنج شکر ، پاکپٹن	۵ رمحرم سنہ ۶۶۴ھ	
۱۶	حضرت خواجہ نظام الدین بدایونی ، دہلی	۱۷ رربیع الثانی سنہ ۷۲۵ھ	
۱۷	حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی	۱۸ ررمضان سنہ ۷۵۷ھ	
۱۸	حضرت سید جلال بخاری مخدوم جہانیاں	سنہ ۷۸۵ھ	
۱۹	میر سید راجو قتال		

۲۰	مخدوم شیخ سارنگ، لکھنؤ	سنہ ۸۵۵ھ
۲۱	حضرت شاہ مینا، لکھنؤ	۴ر صفر سنہ ۸۷۴ھ
۲۲	شیخ سعد بڈھن خیر آبادی، خیر آبادی	سنہ ۸۸۲ھ
۲۳	شاہ صفی، سائی پور	۱۹ر محرم سنہ ۹۳۳ھ
۲۴	شاہ حسین، سکندرہ	سنہ ۹۷۶ھ
۲۵	میر عبدلواحد، بلگرام	۳۰ر رمضان سنہ ۱۰۱۷ھ
۲۶	شاہ عبدالجلیل، مارہرہ شریف	۸ر صفر سنہ ۱۰۵۷
۲۷	شاہ اویس، مارہرہ شریف	۲۰ر رجب سنہ ۱۰۹۷ھ
۲۸	شاہ برکت اللہ، مارہرہ شریف	۱۰ر محرم سنہ ۱۱۴۲ھ
۲۹	آل محمد، مارہرہ شریف	۱۶ر رمضان سنہ ۱۱۶۴ھ
۳۰	سید شاہ حمزہ، مارہرہ شریف	۱۴ر رمضان سنہ ۱۱۹۸ھ
۳۱	سید آل احمد اچھے میاں، مارہرہ شریف	۱۷ر ربیع الاول سنہ ۱۲۳۵ھ
۳۲	سید شاہ آل رسول، مارہرہ شریف	۱۸ر ذی الحجہ سنہ ۱۲۹۶ھ
۳۳	شاہ ابوالحسین احمد نوری، مارہرہ شریف	۱۱ر رجب سنہ ۱۳۲۴ھ
۳۴	شاہ امام احمد رضا قادری برکاتی، بریلی شریف	۲۵ر صفر سنہ ۱۳۴۰ھ
۳۵	مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں، بریلی شریف	۱۷ر جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۶۲ھ

حضرت حجۃ الاسلام کا شجرۂ سہروردیہ مندرجہ ذیل ہے

سلسلۂ سہروردیہ

۱	سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ	۱۲ر ربیع الاول سنہ ۱۱ھ
۲	حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، نجف اشرف	۲۱ر رمضان سنہ ۴۰ھ
۳	خواجہ حسن بصری، بصرہ	۴ر محرم سنہ ۱۱۱ھ
۴	شیخ حبیب عجمی	سنہ ۱۵۶ھ

نمبر	نام		تاریخ
۵	شیخ داؤد طائی		سنہ ۱۶۲ھ
۶	خواجہ معروف کرخی، بغداد شریف		۲؍محرم سنہ ۲۰۰ھ
۷	خواجہ سری سقطی، بغداد شریف		۱۳؍رمضان سنہ ۲۵۳ھ
۸	خواجہ جنید بغدادی، بغداد شریف		۲۷؍رجب سنہ ۲۹۷ھ
			سنہ ۹۸، ۲۹۹ھ
۹	خواجہ ممشاد علو دینوری، دینور		۴؍محرم سنہ ۲۹۹ھ
۱۰	خواجہ ابو احمد اسود دینوری		
۱۱	خواجہ محمد المعروف بعمویہ		
۱۲	خواجہ وجیہ الدین ابو حفص		
۱۳	شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی		
۱۴	شیخ شہاب الدین سہروردی، بغداد		سنہ ۲۳۲ھ
۱۵	شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی، ملتان		سنہ ۶۶۱ھ
۱۶	شیخ صدر الدین		
۱۷	شیخ رکن الدین		سنہ ۷۹۶ھ
۱۸	مخدوم جہانیان		سنہ ۷۵۸ھ
۱۹	سید راجو		
۲۰	شیخ سارنگ، لکھنؤ		سنہ ۸۵۵ھ
۲۱	حضرت مخدوم شاہ مینا، لکھنؤ		۴؍صفر سنہ ۸۷۴ھ
۲۲	شیخ سعد بڈھن خیر آبادی، خیر آباد		سنہ ۸۸۲ھ
۲۳	شاہ صفی، سائی پور		۱۹؍محرم سنہ ۹۳۳ھ
۲۴	شاہ حسین، سکندرہ آباد		سنہ ۹۷۶ھ
۲۵	میر عبد الواحد، بلگرام		۳؍رمضان سنہ ۱۰۱۷ھ

۲۶	شاہ عبدالجلیل، مارہرہ		۸؍صفر ۱۰۵۷ھ
۲۷	شاہ اویس، مارہرہ		۱۰؍رجب ۱۰۹۷ھ
۲۸	شاہ برکت اللہ، مارہرہ		۱۰؍محرم ۱۱۴۲ھ
۲۹	شاہ آل محمد، مارہرہ،		۱۶؍رمضان ۱۱۶۴ھ
۳۰	سدشاہ ہمزہ، مارہرہ		۱۴؍رمضان ۱۱۹۸ھ
۳۱	شاہ آل احمد اچھے میاں، مارہرہ		۱۷؍ربیع الاول ۱۲۳۵ھ
۳۲	سید شاہ آل رسول، مارہرہ		۱۸؍ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ
۳۳	شاہ ابوالحسین احمد نوری، مارہرہ		۱۱؍رجب ۱۳۲۴ھ
۳۴	شاہ امام احمد رضا قادری برکاتی، بریلی		۲۵؍صفر ۱۳۴۰ھ
۳۵	شاہ محمد حامد رضا نوری بریلوی، بریلی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)		۱۷؍جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ

سلسلہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ علویہ صدیقیہ کے مشائخ کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ علویہ

۱	حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۲؍ربیع الاول ۱۱ھ	مدینہ منورہ
۲	حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۱؍رمضان ۴۰ھ	نجف اشرف
۳	حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰؍محرم الحرام ۶۱ھ	کربلا
۴	حضرت امام زین العابدین	۱۸؍محرم ۹۴ھ	مدینہ منورہ
۵	حضرت امام محمد باقر	۷؍ذی الحجہ ۱۱۴ھ	؍؍
۶	حضرت امام جعفر صادق	۱۵؍رجب المرجب ۱۴۸ھ	؍؍
۷	حضرت بایزید بسطامی	۱۵؍۱۷؍شعبان ۲۶۱ھ	بسطام
۸	خواجہ ابوالحسن خرقانی	۱۰؍محرم ۴۲۴ھ ۴۲۵ھ	خرقان نزد قزوین

۹	شیخ ابوالقاسم گرگانی	سنہ ۴۵۰ھ	گرگان
۱۰	شیخ ابوعلی فارمدی طوسی	۴؍ربیع الاول سنہ ۴۷۷ھ	طوس
۱۱	شیخ ابویوسف ہمدانی	۲۷؍رجب سنہ ۵۳۵ھ	مزد
۱۲	خواجہ عبدالخالق غجدوانی	۱۲؍ربیع الاول سنہ ۵۷۵ھ	غجدوان نزد شہر بخارا
۱۳	خواجہ محمد عارف ریوگری	یکم شوال سنہ ۶۱۵ھ؍۶۱۶ھ	موضع ولوگر نزد بخارا
۱۴	خواجہ محمود الخیر فغنوی	۱۷؍ربیع الاول سنہ ۷۱۵ھ	وابکنی
۱۵	خواجہ عزیزان علی رامتینی	۲۷؍رمضان ۲۸؍ذیقعدہ سنہ ۷۲۱ھ	خوارزم
۱۶	خواجہ محمد بابا سماسی	۱۰؍جمادی الاولیٰ سنہ ۷۵۵ھ	سماس
۱۷	خواجہ سید امیر کلاں	۸؍جمادی الاولیٰ ۱۵؍جمادی الاخریٰ سنہ ۷۷۲ھ	موضع سوخار مضافات بخارا
۱۸	حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند	۳؍ربیع الاول سنہ ۷۹۱ھ	بخارا
۱۹	حضرت خواجہ یعقوب چرخی	۵؍صفر سنہ ۸۵۱ھ	موضع ہلغتو مضافات حصار
۲۰	حضرت خواجہ عبیداللہ احرار	۲۹؍ربیع الاول سنہ ۸۹۵ھ	سمرقند
۲۱	خواجہ عبدالحق		
۲۲	خواجہ یحییٰ		
۲۳	حضرت شیخ ابوالعلائی سید عبداللہ		آگرہ
۲۴	سید محمد کالپوی	۶؍شعبان سنہ ۱۰۷۱ھ	کالپی
۲۵	میر سید احمد کالپوی	۱۰؍صفر سنہ ۱۰۸۴ھ	کالپی
۲۶	میر سید شاہ فضل اللہ	۱۴؍ذیقعدہ سنہ ۱۱۱۱ھ	کالپی
۲۷	حضرت شاہ برکت اللہ	۱۰؍سنہ ۱۱۴۲ھ	مارہرہ

۲۸	حضرت شاہ آل محمد	۱۶؍رمضان ۱۱۶۴ھ	مارہرہ
۲۹	سید شاہ حمزہ	۱۴؍رمضان ۱۱۸۹ھ	مارہرہ
۳۰	سید آل احمد اچھے میاں	۱۷؍ربیع الاول ۱۲۳۵ھ	مارہرہ
۳۱	سید شاہ آل رسول	۱۸؍ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ	مارہرہ
۳۲	سید شاہ ابوالحسین احمد نوری	۱۱؍رجب ۱۳۲۴ھ	مارہرہ
۳۳	شاہ امام احمد رضا قادری برکاتی	۲۵؍صفر ۱۳۴۰ھ	بریلی
۳۴	شاہ محمد حامد رضا بریلوی	۱۷؍جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ	//

سلسلہ نقشبندیہ علائیہ صدیقیہ کی ترتیب مندرجہ ذیل ہے

سلسلہ نقشبندیہ علائیہ صدیقیہ

۱	سید دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۲؍ربیع الاول ۱۱ھ	مدینہ منورہ
۲	حضرت ابوبکر صدیق	۲۲؍جمادی الاخریٰ ۱۳ھ مدینہ منورہ	
۳	حضرت سلیمان فارسی	۱۰؍رجب ۳۳ھ/۳۴ھ	مدائن
۴	حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر	۱۴؍جمادی الاخریٰ ۱۰۱یا۱۰۶ھ	مدینہ منورہ
۵	حضرت امام جعفر صادق	۱۵؍رجب ۱۴۸ھ	مدینہ منورہ
۶	حضرت خواجہ بایزید بسطامی	۱۵/۱۷؍شعبان ۲۶۱ھ	بسطام

بقیہ ترتیب سلسلہ مندرجہ بالا کے مطابق ہے۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

مندرجہ بالا سلاسل میں آخری سلسلہ بیعت "علویہ منامیہ" رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ قریب ہے کیونکہ حضرت حجۃ الاسلام نے اپنے شیخ طریقت حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری اور اپنے والد امام احمد رضا قادری برکاتی کے ہاتھ پر بیعت کی اور اُن دونوں نے اپنے مرشد سید آل رسول احمدی کے ہاتھ پر بیعت کی اور انہوں نے صرف اس سلسلے میں شاہ عبدالعزیز دہلوی کے ہاتھ پر بیعت کی اور انہوں نے اپنے سچے خواب میں امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ کے ہاتھ پر بیعت کی اور انہوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی جن کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ اور جنکی بیعت اللہ کی بیعت ہے۔ یعنی ہم سب کے آقا ہم سب کے مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست حق پرست پر تو بحمدہٖ تعالیٰ یہ سند شاہ محمد حامد رضا سے جلیل الشان آقا تک صحیح مسلم کی اعلیٰ سند رباعی کی طرح صرف چار واسطوں سے پہنچتی ہے۔

حجۃ الاسلام کی عارفانہ زندگی

ان کے خلیفہ مفتی محمد عنایت اللہ قادری رضوی حامدی کی زبانی

مولانا محمد افضال حسین نقشبندی: سانگلہ ہل پاکستان

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت، کشتۂ عشق رسالت، شیخ الاسلام والمسلمین، الشاہ امام احمد رضا خاں قادری حنفی کے بڑے صاحبزادے حجۃ الاسلام، شیخ الانام، جمال الاولیاء شہزادہ اعلیحضرت الشاہ محمد حامد رضا خاں قادری برکاتی رضوی بارہ ربیع الاول شریف کی پرنور، پرسرور اور دلکش ساعتوں میں ۱۲۹۲ھ بمطابق ۱۸۷۵ میں محلہ سوداگراں بریلی شریف (یو۔پی) میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد گرامی نے آپ کا نام مبارک حدیث مبارکہ کی روشنی میں محمد رکھا،، عرف حامد رضا رکھا گیا۔ حجۃ الاسلام، شیخ الانام اور جمال الاولیاء کے القابات آپ کی شخصیت جلیلہ کی حسین عکاسی کرتے ہیں۔آپ نے اپنے والد گرامی قدر سے علوم وفنون کی تکمیل کی اور انیس برس کی عمر میں دستار فضیلت سے مشرف ہوکر عربی زبان وادب اور معقول ومنقول میں مہارت تامہ حاصل کر کے مرجع العلماء قرار پائے۔

علم وفضیلت:

سیدی حجۃ الاسلام محض سیدی اعلیٰ حضرت (جو کے مجدد برحق ہیں) کے شہزادے ہونے کی بنا پر ہی مشہور ومخدوم اور محترم نہ تھے، بلکہ اپنے خداداد اعلم وفضل اور عمل وعرفان کی بدولت حجۃ الاسلام کے لقب سے ملقب اور بلند پایہ منصب پر فائز ہوئے تھے۔علوم ادبیہ میں آپ بڑے پایہ کے ادیب اریب تھے۔اکابر علماء ومشائخ نے آپ کی استعداد اور لیاقت کا لوہا مانا اور فرمایا کہ: ہم نے آپ جیسا عربی دان نہیں دیکھا،

خلیفہ حجۃ الاسلام، شیر اہلسنت، مناظر اہلسنت، فاتح خارجیت ورافضیت علامہ مفتی محمد عنایت اللہ قادری رضوی حامدی نے ایک مجلس میں فرمایا کہ:

’’ابوالکلام آزاد نے سیدی ومرشدی حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان قادری بریلوی

رضوی کو عربی زبان میں مناظرے کا چیلنج کیا آپ نے مناظرے کا چیلنج قبول کرتے ہوئے ساتھ یہ شرط بھی رکھ دی کہ مناظرہ بے نقطہ عربی میں ہوگا۔ یہ جواب سن کر اس نے راہ فرار میں ہی اپنی عافیت جانی"

زہد و تقویٰ:

حضرت شیر اہلسنت m فرماتے ہیں کہ:

حضرت حجۃ الاسلام مفتی محمد حامد رضا خان قادری متقی، پارسا اور نہایت ہی پرہیز گار شخصیت کے مالک تھے۔ جوں ہی تدریس واستفتا کی سرگرمیوں سے آپ کو فرصت ملتی آپ ذکر الٰہی اور اوراد و ظائف میں مصروف ہو جاتے۔ آپ کے جسم اقدس پر ایک پھوڑا نکل آیا جس کا آپریشن ناگزیر تھا۔ ڈاکٹر نے بے ہوشی کا انجکشن لگانے کا کہا آپ نے فرمایا مجھے کتنی دیر بے ہوش رکھا جائے گا؟ ڈاکٹر نے کہا دو گھنٹے بے ہوش رکھا جائے گا۔ آپ نے سختی سے منع فرما دیا اور کہا کہ آپ مجھے دو گھنٹے بے ہوش رکھنا چاہتے ہیں جبکہ میں تو ایک لمحہ کے لئے بھی یادِ الٰہی سے غافل نہیں رہ سکتا یہ کہہ کر منع فرمایا اور کہا کہ تم آپریشن کرو میں تکلیف اور درد کو برداشت کروں گا بالآخر ہوش کے عالم میں ہی دو گھنٹے تک آپریشن ہوتا رہا اور آپ نے اس تکلیف اور درد کے دوران بھی ذکر الٰہی اور درود شریف کا ورد جاری رکھا۔ یہاں تک کے آپریشن ختم ہو گیا یہ منظر اور نظارہ دیکھ کر آپ کی ہمت اور استقامت پر ڈاکٹر حیران وششدر رہ گیا۔"

اس سخت تکلیف کے دوران صبر کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا اور نہ ہی زبان پر حرف شکایت لانا بلکہ ہنستے مسکراتے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے غم اور تکلیف کو برداشت کرنا یہ ان اللہ والوں کا ہی خاصا ہے۔ آپ کا بے ہوشی کا انجیکشن صرف اس لیے نہ لگوانا کہ دو گھنٹے اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو جاؤں گا اور سخت تکلیف برداشت کر لینا اور ہوش میں آپریشن کروانا اور مسلسل یادِ الٰہی میں رہنا اور زبان کو درود پاک سے تر رکھنا آپ کے کمال تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے قرب پر بہترین دلیل ہے۔

مستجاب الدعوات شخصیت:

حضرت شیر اہلسنت سے منقول ہے کہ:

سیدی حجۃ الاسلام کا ایک مرید جو کہ گھاس فروخت کر کے اپنی روزی کماتا تھا

۔لیکن حضرت حجۃ الاسلام سے حد درجہ پیار کرتا تھا۔ایک دن سیدی حجۃ الاسلام جامعہ منظر الاسلام بریلی شریف میں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں وہ مرید حاضر خدمت ہوا جو اب ضعیف العمر ہو چکا تھا اپنی توتلی زبان سے عرض کرنے لگا حضور دعا کیجئے اللہ تعالیٰ بس مجھے حج کروا دے سیدی حجۃ الاسلام نے فوراً ہاتھ اٹھائے اور اس مرید کے لئے حج کی دعا فرمائی۔آپ کی دعا اُس کے حق میں حرف بحرف قبول ہوئی اُس نے اسی سال حج کی سعادت حاصل کی۔"

اسی طرح آپ کے مستجاب الدعوات ہونے پر ایک واقعہ یوں بیان فرمایا:

ایک دفعہ سیدی حجۃ الاسلام اپنی نشست پر جلوہ فرما تھے فقیر بھی خدمت اقدس میں حاضر تھا کافی لوگ بیٹھے ہوئے تھے، اسی دوران ایک شخص نے مصافحہ کرتے وقت بے تکلف عرض کر دیا: حضور کچھ رقم کی ضرورت تھی۔سیدی حجۃ الاسلام نے فرمایا ابھی مل جائے گی، ان شاء اللہ پھر خاموش ہو گئے، تھوڑی دیر میں ایک شخص آیا اس نے کچھ رقم حضرت حجۃ الاسلام کے ہاتھ پر رکھی۔حضرت نے آواز دے کر فرمایا: ارے بھائی وہ شخص کہاں گیا۔وہ بولا حضور بیٹھا ہوں فرمایا: فقیر نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی لو تمھارا بندوبست ہو گیا ہے۔اس نے رقم دیکھ کر فرمایا حضور مجھے اتنوں کی ضرورت نہیں یہ تو زیادہ ہیں۔فرمایا لے جا تیری موج ہو گئی۔

زبان مبارک کی تاثیر و برکت:

حضرت شیر اہلسنت بیان کرتے ہیں کہ:

ایک محمد شریف نامی شخص سیدی حجۃ الاسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اُس کے ساتھ اس کا کوئی سات آٹھ سال کا بچہ بھی تھا۔عرض گزار ہوا: مولوی جی! میرا یہ بچہ گالیاں بہت دیتا ہے اور باوجود منع کرنے کے بھی یہ عادت نہیں چھوڑتا۔سیدی حجۃ الاسلام نے اس کی شکایت سُن کر بچے کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: بیٹا اب گالیاں نہیں دیا کرو گے؟ پھر فرمایا: وعدہ کرو کہ پھر کبھی کسی کے لئے گالی نہیں نکالو گے، بچے نے ہاں میں سر ہلایا ۔اس کے بعد سیدی حجۃ الاسلام نے بچے کے والد کو مخاطب کر کے فرمایا۔لو جی! آپ کے بیٹے نے فقیر سے وعدہ کر لیا ہے۔ان شاء اللہ آئندہ گالی نہیں دے گا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضرت حجۃ الاسلام کی توجہ اور برکت سے اس بچے نے بعد میں گالی نہیں دی۔یہ تاثیر ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی زبان میں کے چھوٹے بچے بھی

پھر وہ کام نہیں کرتے۔

ایک واقعہ کچھ یوں بیان فرمایا:

''منشی سلطان احمد صاحب کسی کام سے بریلی شریف آئے، تو سیدی حجۃ الاسلام کے حسن و جمال، اخلاق عالیہ، علم وفضل اور جودوکرم کا ذکر تو پہلے ہی سے سن رکھا تھا ،اس دوران سیدی حجۃ الاسلام کے پیچھے جمعۃ المبارک ادا کیا۔آپ کے حسن و جمال، اخلاق عالیہ اور مواعظ حسنہ کو سن کر اتنے متاثر ہوئے کہ مرید ہونے کا ارادہ ظاہر کیا اور ساتھ ہی بیعت کرنے پر اصرار کرتے ہوئے کہنے لگے کہ حضور اپنا لیں تو میرے لیے اس جہان میں اس سے بڑی سعادت کوئی اور نہ ہوگی۔آپ نے منشی صاحب کو بیعت فرمالیا۔ منشی صاحب کے والد جناب احمد بخش صاحب گاؤں میں ہی تھے لیکن نماز سے غفلت تھی منشی صاحب اپنے والد صاحب کے اس عمل سے بہت کڑھتے تھے اور بے حد بے چین اور متفکر تھے۔کچھ ماہ بعد انکے والد ماجد انہیں ملنے کے لیے بریلی شریف آئے تو منشی صاحب اپنے والد گرامی کو لے کر سیدی حجۃ الاسلام سے اپنے والد گرامی کا تعارف کرواتے ہوئے نماز کی غفلت کا بھی ذکر کردیا۔سیدی حجۃ الاسلام نے احمد بخش صاحب کو غور سے دیکھ کر فرمایا:

''بزرگو! جب بندہ بچہ ہوتا ہے تو اسے جوان ہونے کی امید ہوتی ہے اور جب جوان ہوجاتا ہے تو اسے شادی اور بچوں کی امید ہوتی ہے جب شادی ہوجائے اللہ تعالیٰ اولاد نرینہ سے نواز دے تو صرف ایک امید رہ جاتی ہے کہ ابھی مجھے بوڑھا ہونا ہے اور جب بندہ بوڑھا ہوجائے تو سب امیدیں دم توڑ جاتی ہیں اس وقت بندہ اپنے آپ کو موت کے دہانے پر ہی کھڑا پاتا ہے جانے کب آجائے تو نماز کی پابندی کیا کرو۔''

سیدی حجۃ الاسلام اتنا فرما کر چند لمحے خاموش رہے اور پھر دوسرے احباب کی طرف متوجہ ہوگئے۔ منشی صاحب کہتے ہیں میں سمجھتا تھا کہ حضرت اقدس سیدی حجۃ الاسلام قرآن و حدیث کے دلائل دے کر والد صاحب کو سمجھائیں گے اور آخر میں نماز کی پابندی کا وعدہ لیں گے لیکن ادھر یہ کچھ بھی نہ ہوا۔جب سیدی حجۃ الاسلام نشست سے اُٹھنے لگے تو منشی صاحب نے لڑ کھڑاتی آواز میں عرض کیا حضور: میرے والد کے لئے دعا ہی فرمادیں۔سیدی حجۃ الاسلام نے مسکرا کر فرمایا منشی صاحب آپ اب پریشان نہ ہوں دعا بھی کریں گے اور چل دیئے۔

منشی صاحب اپنے والد گرامی کے ساتھ رخصت ہوئے دوسرے دن احمد بخش صاحب

گاؤں واپس چلے گئے اور جاتے ہوئے کہنے لگے بیٹا جب بھی میں آئندہ بریلی شریف آؤں گا تمھارے پیر صاحب سے ضرور ملوں گا۔ منشی صاحب کہتے ہیں کہ چند ہفتوں کے بعد میرا کوئی ملنے والا آیا اور میرے ہاں رات ٹھہرا گاؤں کے حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے تعجب سے کہا یار تمھارے والد تو بریلی شریف سے جانے کے بعد بڑے پکے نمازی بن گئے ہیں میں تو بتانا ہی بھول گیا۔ اب تو کئی بار ان کو مسجد میں تہجد کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

منشی صاحب نے بڑی حیرانی سے سنا اور یقین نہ کرتے ہوئے بار بار اس بارے میں سوالات کئے اور کئی بار اقرار کرانے پر بھی تسلی نہ ہوئی تو مہمان نے جھنجھلا کر کہا یار میں کوئی مذاق تو نہیں کر رہا ہوں، وہ اب اپنا اکثر وقت مسجد میں ہی گزارتے ہیں۔ یقین نہیں آتا تو جب گاؤں آؤ گے تو خود دیکھ لینا۔ منشی صاحب کہتے ہیں اگلے ہفتے میں گاؤں پہنچ گیا، واقعی والد صاحب کی کایا پلٹ چکی تھی۔ کچھ دنوں بعد منشی صاحب کا واپس بریلی شریف پھر آنا ہوا تو والد صاحب نے بھی سیدی حجۃ الاسلام سے ملاقات کا اظہار کیا تو منشی صاحب والد صاحب کو خوشی خوشی لے کر سیدی حجۃ الاسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ احمد بخش صاحب نے بھی سیدی حجۃ الاسلام کے ہاتھ پر بیعت کی۔

سیدی حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی چادر کی برکت:

حضرت شیر اہلسنت بیان کرتے ہیں کہ

آپ کے ایک مرید کی بیٹی کی شادی تھی، مہمان توقع سے زیادہ بارات کے دن آ گئے، کھانا کم محسوس ہوا وہ بھاگتا ہوا سیدی حجۃ الاسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا حضور عزت کا معاملہ ہے۔ مہمان توقع سے بڑھ کر آ گئے ہیں کھانا کم محسوس ہوتا ہے سیدی حجۃ الاسلام نے اس کے چہرے سے اور گفتگو سے بھی اس کی پریشانی کا اندازہ لگا لیا تھا اور اپنے کندھے سے چادر اتار کر اسے عنایت فرمائی اور کہا اس کو کھانے پر ڈال دینا اور نیچے سے کھانا تقسیم کرتے رہنا اور جب سب مہمان کھانا کھا چکیں تو چادر کو کھانے سے اتار لینا۔ اُس نے ایسا ہی کیا کھانے میں اتنی برکت ہوئی کے سب مہمانوں کے کھانے کے بعد بھی وہ کھانا ویسا کا ویسا ہی لگ رہا تھا۔ جب مہمان چلے گئے تو وہ واپس سیدی حجۃ الاسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا لیکن معاملہ پہلے کی نسبت یکسر مختلف تھا یعنی پہلے جتنا پریشان تھا اب اتنا ہی خوش تھا، عرض گزار ہوا حضور کھانا تو ویسے کا ویسا ہی پڑا ہے فرمایا: اب یہ سارا کھانا اپنے ہمسائیوں اور غربا میں تقسیم کردو۔

عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

حضرت شیر اہلسنت فرماتے ہیں کہ ایک دن حدیث شریف کا درس ہو رہا تھا، سرکار نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زلفوں کا تذکرہ آیا تو سیدی حجۃ الاسلام نے فرمایا:

''نجدی لوگ تو کہتے ہیں کہ نبی ہمارے مثل بشر ہیں معاذ اللہ میں کہتا ہوں اگر زمین و آسمان کاغذ بن جائیں، سمندر سیاہی بن جائے، درخت قلمیں بن جائیں، زمین و آسمان کے تمام جن و انس اور ملائکہ کرام لکھنے بیٹھ جائیں تو ہمارا اہلسنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ زمین و آسمان ختم ہو جائیں گے، سمندر خشک ہو جائیں گے، قلمیں گھس گھس کر ختم ہو جائیں گے، لکھنے والے تھک ہار کر بیٹھ جائیں گے لیکن یاد رکھو مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زلف مبارک کے ایک بال کی بھی شان ختم نہیں ہو سکتی''۔

حضرت شیر اہلسنت کہتے ہیں کہ سیدی حجۃ الاسلام مسجد میں تشریف فرما تھے، ایک شخص نے عرض کیا مولانا صاحب! مسجد نبوی میں بعد کے لوگوں نے بڑی زیب و زینت پیدا کر دی ہے اور قیمتی قالین بچھا دیئے ہیں، کاش مسجد نبوی اپنی پہلی سادگی والی حالت میں ہوتی۔ سیدی حجۃ الاسلام نے فرمایا: ''ارے بھائی اور زیادہ زینت ہو، دنیا میں جہاں کہیں بھی جمال اور زیب و زینت ہے انہیں کے صدقہ میں تو ہے''۔

وہ شخص کہنے لگا مجھے شرمندگی ہوئی اور احساس ہوا کہ یہ لوگ کس قدر محبت سے بھرے ہوتے ہیں۔

صحابہ کرام سے محبت:

ایک موقع پر فرمایا رافضیوں کے نظریے کو دیکھا جائے تو ان کے نزدیک حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال باکمال کے بعد سب صحابہ کرام معاذ اللہ ثم معاذ اللہ مرتد ہو گئے تھے سوائے چار کے یہ نظریہ انکی کئی کتب میں لکھا ہوا ہے۔ اگر اس نظریے اور اصول کو دیکھا جائے تو پھر اسلام میں تو کچھ بھی نہیں رہ جاتا اور حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی کمال ہی معلوم نہیں ہوتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک بزرگ کی صحبت سے ہزاروں لاکھوں انسانوں کی اصلاح ہو جاتی ہے اور صحبت کی برکت سے لوگ پکے دین دار بن جاتے ہیں، حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے صرف چار ہی پکے مسلمان بن سکے باقی سب پکے مسلمان نہ بن سکے؟ (معاذ اللہ)

ردِ قادیانیت:

حضرت شیر اہلسنت بیان فرماتے ہیں کہ چتوڑ گڑھ میں ایک مرتبہ قادیانیوں نے مسلمانوں سے مناظرہ طے کر لیا مسلمان سادے، کچھ پتہ نہیں تھا جو شرطیں قادیانیوں نے لگائیں

سب منظور کرلیں اور مناظرہ اس بات پر تھا کہ حضرت عیسیٰ افضل ہیں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل ہیں۔ حضرت شیر اہلسنت بیان کرتے ہیں کہ ایک طالب علم جو کے ہمارے ساتھ پڑھتا تھا وہ اسی علاقہ کا تھا اس نے سیدی حجۃ الاسلام کی بارگاہ میں گزارش کی کہ حضرت وہاں یہ صورتحال ہے مسلمان کافی پریشان ہیں۔ آپ وہاں کے مسلمانوں کی پریشانی سن کر کافی مضطرب ہوئے پھر فرمایا: چلوان قادیانیوں کا محاسبہ کرتے ہیں۔

چنانچہ مناظرہ میں قادیانی نے دلیل دی کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین کے نیچے ہیں اس لئے حضرت عیسیٰ افضل ہیں یہ دلیل سن کر سیدی حجۃ الاسلام نے فرمایا کہ اگر یہی تمھاری دلیل ہے کہ جو اوپر ہو وہ افضل ہے تو ہم یہ کہیں گے قادیان کا چوہڑا اور بھنگی مرزا قادیانی سے افضل کیونکہ قادیان میں مرزا زمین کے اندر ہے اور چوہڑا اور بھنگی زمین کے اوپر ہیں۔ پھر فرمایا: قادیان کا کتا، خنزیر اور گدھا سب، مرزا قادیانی سے افضل ہوئے کیونکہ یہ سب اوپر ہیں اور مرزا زمین کے نیچے ہے۔ بس یہ سننا تھا کہ قادیانی نے گالیاں نکالنی شروع کردیں وہاں کے مسلمانوں نے ان قادیانیوں کو جو وہاں شر پھیلا رہے تھے وہاں سے جوتے مار کر نکالا اور پھر وہاں ختم نبوت پر ایک عظیم الشان جلسہ ہوا آپ کا مناظرہ اور جلسہ سن کر کئی قادیانیوں نے اسلام قبول کیا۔

کشف وکرامات:

حضرت شیر اہلسنت فرماتے ہیں

زمانہ طالب علمی میں یہ فقیر شہر سے باہر ایک مسجد میں امامت وخطابت کرتا تھا یہ ذمہ داری سیدی حجۃ الاسلام نے خود لگائی تھی آپ کہتے ہیں ایک دن میرے دل میں خیال آیا کہ اگر سیدی حجۃ الاسلام اجازت مرحمت فرمادیں تو میں اس مسجد میں فجر کی نماز کے بعد درس قرآن شروع کردوں تاکہ لوگ بدمذہبوں کے درس سننے نہ لگ جائیں، یہ خیال دل میں لے کر خدمت میں حاضر ہوا لیکن آپ کے پاس کافی سارے احباب بیٹھے ہوئے تھے اس لئے میں اپنے خیال کا اظہار نہ کرسکا۔ کافی دیر کے بعد فقیر نے سیدی حجۃ الاسلام سے رخصت ہوتے وقت مصافحہ کیا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اس مسجد میں درس قرآن شروع کردو تو بہتر ہے۔

حضرت شیر اہلسنت نے فرمایا کہ

سیدی کے ایک مرید قاضی احمد علی نے اپنا واقعہ خود سنایا کہ ان کے پیٹ میں

پھوڑا تھا جس سے بہت زیادہ اذیت ہوتی تھی، ایکسرے لیا گیا اور اگلے دن ہسپتال میں داخلے کا انتظام کیا گیا اگلے دن داخلے سے قبل مجھے خیال آیا کہ میں اتنی خطرناک بیماری میں مبتلا ہوں آپریشن ہوگا سیدی ومرشدی قبلہ حامد میاں کی قدم بوسی کے بعد ہی ہسپتال کی راہ لوں گا۔ مرشدی دعا فرمائیں گے جلد صحت یاب ہو جاؤں گا یہ خیال کر کے سیدی حامد میاں کے دردولت پر حاضری ہوئی حضرت نے نہایت شفقت اور محبت سے عرض سنی اور میری ہمت بندھاتے ہوئے فرمایا اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہیے۔ سرکار کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ سے اللہ تمہیں شفا دے۔ قاضی صاحب کہتے ہیں اور ساتھ ہی جہاں پھوڑا تھا وہاں ہاتھ رکھ کے کچھ پڑھا اور پھر دم فرما دیا۔ قاضی احمد علی صاحب کہتے ہیں کہ جب میں واپس ہوا تو درد اور تکلیف بالکل ختم ہو چکی تھی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے میں کبھی درد اور تکلیف میں تھا ہی نہیں، میں نے گھر آ کر کہہ دیا میں آپریشن نہیں کراؤں گا۔ گھر والوں نے ڈاکٹر صاحب کو گھر ہی بلوا لیا اور ڈاکٹر صاحب کو میرے ارادے سے آگاہ کیا، لیکن وہ مطمئن نہ ہوا اور کہنے لگا کہ ان دنوں میں ہی آپریشن کروالوں تو بہتر ہے ورنہ مرض بڑھ جائے گا اور جان بھی جا سکتی ہے۔ سب حضرات کے اصرار پر ایکسرے دوبارہ کروانے کا فیصلہ ہوا۔ ایکسرے کروایا گیا تو پیٹ میں پھوڑے کا کہیں نام ونشان تک نہ تھا۔ ڈاکٹر صاحب بھی یہ سب دیکھ کر ششدر رہ گئے۔

اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

حضرت شیر اہلسنت بیان کرتے ہیں کہ

میرے ایک دوست اور پیر بھائی نے سیدی حجۃ الاسلام کو اپنے ہاں کھانے کی دعوت دی وہ کہتے ہیں کہ حضرت حجۃ الاسلام میرے اصرار پر میرے گھر تشریف لائے۔ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ کھانا پسند ہو یہ نہ ہو کبھی نقص نہیں نکالتے تھے۔ جب آپ کے سامنے کھانا رکھا گیا تو کھانے میں نمک کی زیادتی کی وجہ سے سالن کچھ کڑوا ہو گیا تھا آپ نے بدقت کھانا کھایا مگر میرے ساتھ کچھ تذکرہ نہ کیا۔ ہوا یہ کہ میری والدہ محترمہ نے نمک کی جو ڈلی ہنڈیا میں ڈالی تھی وہ نکالنی یاد نہ رہی حضرت کے تشریف لے جانے کے بعد جب ہم کھانا کھانے لگے تو ہمیں اس بات کا احساس ہوا۔ میری والدہ سیدی حجۃ الاسلام کے اس

عمل کو دیکھ کر بڑی متاثر ہوئیں۔

فیضان میلاد شریف:

حضرت شیر اہلسنت سے منقول ہے کہ

ایک شخص بارگاہ سیدی حجۃ الاسلام میں حاضر ہوا، اس وقت سیدی حجۃ الاسلام کے پاس صرف یہ فقیر بیٹھا پاؤں دبا رہا تھا۔ آنے والے شخص نے جس سے فقیر کی شناسائی تھی میرے کان میں کہا حضرت سے کہیے کہ میرے لئے دعا فرمائیں، اللہ تعالیٰ مجھے بیٹا عطا فرمائے۔ فقیر نے اس کی یہ بات سیدی حجۃ الاسلام سے عرض کر دی آپ نے فرمایا کہ قرآن کریم کی فلاں سورت پڑھنے کو لکھ دیں اللہ تعالیٰ بیٹا دے گا مگر شرط یہ ہے کہ شکرانے کے طور پر تم سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا میلاد شریف کراؤ گے۔ فقیر نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عرض کیا کہ اگر کسی اور نے بیٹے کی دعا کے لئے کہا تو حضرت حجۃ الاسلام نے فرمایا کہ جو بھی مانگے یہ سورۃ پڑھنے کے لئے بتا دینا مگر شرط یہ ہے کہ وہ شکرانے کے طور پر میلاد شریف کرائے گا۔

چنانچہ فقیر نے وہ سورۃ پڑھنے کے لئے اس شخص کو لکھ کر دی اللہ تعالیٰ نے اسے بیٹا عطا فرمایا اور وہ اب ہر سال شکرانے کے طور پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا میلاد اپنے بیٹے کی پیدائش کے شکرانے پر کرواتا ہے۔ فقیر نے اس عمل کو کئی بار آزمایا ہے مگر صحیح پایا ہے۔

□□□

بیاضِ حجۃ الاسلام

حضرت مفتی عبدالواجد قادری مدظلہ
امین شریعت مرکزی ادارہ شرعیہ بہار

اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ محی السنۃ کاسر البدعۃ نور الظلام امام العلماء الاعلام، منبع العلم والفیضان صاحب خزائن العرفان، مجدد اعظم محقق مسلم، حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی، موجودہ تحقیقات رضویہ کی روشنی میں ایک سو پچیس علوم وفنون کے کامل ماہر اوران میں سے بعض علوم وفنون کے موجد اول تھے نقوش اعدادیہ وحروفیہ اور پیش گوئی کے فنون میں آپ علامۃ الفہامہ ابن العربی علیہ الرحمہ کو امام اکبر تسلیم کرتے تھے، نقوش شمس المعارف واضطرلاب کے آپ نہ صرف ماہر تھے بلکہ اس میں امامت کا مقام حاصل تھا۔ ان علوم وفنون میں صرف آپ کی تصنیف ہی موجود نہیں ہے بلکہ دو چار اسباق بھی اگر کسی کو پڑھادیا تو اس علم وفن میں وہ یکتائے روزگار ہوگیا آپ کے نائب حقیقی، پسر اکبر، حجۃ الاسلام، شیخ الانام، استاذ حضور مفتی اعظم، سجادہ نشیں اول حضرۃ العلام مفتی شاہ حامد رضا خانصاحب علیہ الرحمہ والرضوان کی عظیم وجلیل شخصیت تو اپنی مثال آپ ہے۔

حضور ملک العلماء سرمایۂ بہار مصنف الجامع الرضوی معروف بہ صحیح البہاری حضرت علامہ سید شاہ محمد ظفر الدین صاحب قبلہ اسم بامسمیٰ قدس سرہٗ نے تو بعض علوم وفنون کو باضابطہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے سیکھا اور اُن علوم وفنون میں ممتاز العلما قرار پائے مگر علم ہندسہ، علم الاعداد، نقوش مثلث، مربع، مخمس، مسدس، مسبع، مثمن، وعشر بالعشر وغیرہا کو باضابطہ نہیں سیکھا تھا لیکن اپنے ذہن رسا، وقوۃ حافظہ کی بنیاد پر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے بعض نقوش کو دیکھ کر ایسی مہارت وکمال حاصل فرمالیا تھا کہ اپنی مثال آپ بن گئے چنانچہ آپ کے شاگرد رشید جامع معقولات حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب سابق شیخ المعقولات دارُ العلوم المشرقیہ حمیدیہ دربھنگہ نے فقیر راقم الحروف سے بیان کیا کہ جب حضور ملک العلماء مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے اول اول پرنسپل ہوئے اس دور میں ہندوستان گیر

شہرت کے حامل ایک عامل صاحب تشریف لائے جن کے متعلق مشہور تھا کہ نقوش وتعویذات میں ملک کے اندر کوئی ان کا مقابلہ کرنے والا نہیں ہے۔ شدہ شدہ یہ افواہ ملک العلماء تک بھی پہنچ گئی۔ حضرت ملک العلماء نے فرمایا میں بھی اس بزرگ کی زیارت کر کے کچھ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ ملاقات کی تاریخ، دن، اور وقت طے ہو گیا وقت مقررہ پر دونوں حضرات شاہ گنج ہی میں دیگر کئی علماء کرام کے ساتھ ملاقی ہوئے۔ رسمی خبر وخیریت کے بعد آیات شفاء اور اعداد ابجدی کے ذریعہ نقوش پُر کرنے کی بات چلی، ملک العلماء نے فرمایا میں نے سنا ہے حضور عالی کو ہر قسم کے نقوش پر کرنے میں کمال مہارت حاصل ہے اگر آپ کرم فرمائیں تو آپ کے اس فن سے ہم لوگ بھی کچھ فیضیاب ہو جائیں۔ اُس نو وارد بزرگ نے فرمایا جی ہاں یہ آپ ہی لوگوں کی دعاء کی برکت ہے کہ میں نقش مثلث سے ستہ عشر خانوں تک کے نقوش کو مختلف طریقوں سے پُر کر سکتا ہوں جس میں بعونہٖ تعالیٰ کوئی غلطی نہیں ہوگی اور یہ طریقہ میں نے کئی رمال و جفار اور خانقاہی بزرگوں کی خدمات حاصل کر کے سیکھا ہے۔ حضرت ملک العلماء نے اُن کی باتوں میں دل چسپی لیتے ہوئے پوچھا۔ حضرت! یہ بتائیے کہ نقش مربع 4x4 آپ کتنے طریقوں سے بھر سکتے ہیں؟ بزرگ نے جواباً کہا مولانا میں ایک سے سولہ طریقوں تک ایسا بھر سکتا ہوں جس میں کسی غلطی کا امکان نہیں ہے اور اگر آپ لوگ مجھے موقع دیں تو میں نقش مربع کو چوبیس (۲۴) طریقوں تک بھی بھر سکتا ہوں۔ اس بزرگ نے پوچھا کیا آپ بھی اس فن میں دل چسپی رکھتے ہیں؟ ملک العلماء نے فرمایا: ہاں کچھ شدھ بدھ ہے۔ عجلت میں اس بزرگ نے پلٹ کر سوال کر دیا آپ کتنے طریقوں سے سولہ خانوں (4x4) کو بھر سکتے ہیں؟ ملک العلماء نے جواب دیا اگر آپ چند منٹوں کے لیے اطمینان سے بیٹھ جائیں تو میں مربع کو چونسٹھ (۶۴) طریقوں سے بھر سکتا ہوں اور اگر کوشش کروں تو ایکسو ساٹھ (۱۶۰) طریقوں سے پُر کر سکتا ہوں۔ یہ جواب سن کر نو وارد بزرگ کی پیشانی عرق آلود ہو گئی وہ ورطۂ حیرت میں ڈبکیاں کھانے لگے۔ اور پوچھا آپ کے کہنے پر مجھے یقین ہے لیکن یہ بتائیے کہ آپ نے یہ فن کس شخصیت سے سیکھا ہے۔ ملک العلماء نے فرمایا میں نے اس فن کو سیکھا تو نہیں ہے لیکن ایک ماہر فنون کی خدمت مبارکہ میں کچھ دنوں رہنے کا موقع ملا ہے بس اُن کی نظر کرم نے اس فن میں بھی کچھ سیکھنے سکھانے کا ذوق پیدا کر دیا ہے۔ اُس بزرگ کے اشتیاق کو دیکھتے ہوئے ملک العلماء نے فرمایا وہ ذات بابرکات اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت فاضل بریلوی کی ذات ہے۔ اس بزرگ نے سوال کیا آخر اعلیٰ حضرت اس نقش کو کتنے طریقوں سے پر فرما سکتے ہیں ملک العلماء نے فرمایا اُن کے یہاں درجنوں اور سیکڑوں کی بات نہیں ہے ہزاروں کا معاملہ ہے۔ جب اُن کا قلم فیض رقم رواں دواں ہوتا ہے تو صرف نقش کو پُر نہیں کرتا بلکہ نقوش پُر کرنے کے اصول وضوابط کا انبار لگ جاتا ہے۔

۱۹۵۸ء میں سورسنڈ (ترائی نیپال) ضلع سیتامڑھی بہار کے اندر حضرت مولانا عظیم الدین صاحب کی تحریک پر ایک عظیم الشان جلسہ کا اہتمام ہوا جس میں حضور حمیت کے ساتھ حضور ملک العلماء علیہ الرحمہ کی شرکت ہوئی۔ اُن دنوں کاتب الحروف مدرسہ رحمانیہ حامدیہ پوکھریرا میں درسی خدمت انجام دے رہا تھا بنا بریں جلسہ مذکورہ میں شرکت تو نہیں ہوسکی لیکن حضور ملک العلماء کی قدمبوسی کا شوق انگڑائیاں لیتا رہا، سورسنڈ سے ان کی واپسی کا پروگرام معلوم کرتا رہا۔ جب وہ سورسنڈ سے بذریعہ ٹائر گاڑی سیتامڑھی کے لیے روانہ ہوئے تو میں اپنے ایک دوست حافظ امان اللہ صاحب مدرس مدرسہ رحمانیہ حامدیہ کے ساتھ بذریعہ سائیکل پوکھریرا سے چلا۔ سیتامڑھی پہنچ کر معلوم ہوا کہ ابھی حضرت ملک العلماء کی سواری یہاں نہیں پہنچی ہے تو ہم دونوں سورسنڈ کی کچی سڑک پر سرسنڈ کے لیے رواں دواں ہو گئے، وہاں پہنچ کر دیکھا کہ دو چار آدمی سڑک ہی پر حضرت والا کی آمد کا انتظار کر رہے ہیں لیکن ہملوگ آگے بڑھتے رہے ابھی اسلام پور کماں کی آبادی سے گزر رہے تھے کہ بیل گاڑی (ٹائر) کو آتے ہوئے دیکھا اس ٹائر پر حضور ملک العلماء اور مولانا عظیم الدین دونوں حضرات سوار تھے۔ پہلوان گاڑی ہانک رہا تھا، ہم لوگوں نے اشارہ کیا تو گاڑی روک دی گئی۔ ادب واحترام کے ساتھ ہملوگ قدم بوس ہوئے پھر کماں گاؤں تک گاڑی کے ساتھ ساتھ چلتے رہے حضرت مولانا شاہ عظیم الدین صاحب مکن پوری ثم پوکھریروی نے حضرت والا سے ہم لوگوں کا تعارف کرایا تو حضور ملک العلماء نے فرمایا اچھا یہی جواں سال مفتی عبدالواجد ہیں میں نے ان کے دو فتویٰ کو دیکھا ہے ان کو یہیں بلا لیجئے، چنانچہ میں نے اپنی سائیکل مولوی عباس اسلامپوری کے حوالہ کر دی اور خود حضور ملک العلماء کے قدموں میں حاضر ہو گیا۔ پہلے تو حضور عالی نے میری مصروفیات سے متعلق کچھ سوالات فرمائے پھر تدریس اور افتاء نویسی کے متعلق پوچھا۔ میں نے عرض کیا افتاء نویسی کا ذوق میرے اندر زمانہ طالب علمی ہی سے ہے لیکن دستار سے ایک سال پیشتر جب میں بریلی شریف حاضر ہوا تو تقریباً روزانہ ہی حضور مفتی اعظم ہند کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر ان سے فیضیاب ہونے کا زریں موقع ہاتھ آیا بس میں اُنہی کی دعاؤں سے ہلکے پھلکے سوالوں کا جواب لکھ لیا کرتا ہوں۔ مجھے باضابطہ بالاستیعاب کسی دارُالافتاء میں کام کرنے کا موقع نہیں ملا۔ مدرسہ رحمانیہ حامدیہ پوکھریرا میں چونکہ مستقل کوئی مفتی نہیں ہے اس لیے وہاں آئے ہوئے سوالات کو حضرت مولانا شاہ ولی الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سنجھلے صاحبزادے جن کی ابھی دستار فضیلت بھی نہیں ہوئی حضرت (مولانا سعید الرحمٰن صاحب راز علیمی) استفتاء کو پڑھتے ہیں اور اپنی رائے بھی دیا کرتے ہیں۔ ویسے جوابات میں خود ہی لکھتا ہوں۔

حضور ملک العلماء میری معروضات کو غور سے سماعت فرماتے رہے، پھر فرمایا جوابات کو جن دلائل و براہین سے آپ مرصع کریں اُس کو بار بار پڑھ لیا کریں اگر ذرا بھی شبہ ہو تو ہر گز اس کو نقل نہیں کریں، میں نے آپ کے ایک جواب کو پڑھا جس میں نقل عبارت میں سہو ہوا ہے۔ اس کی تصحیح کی ضرورت ہے، میں نے عرض کیا حضور عالی کا تنبیہ نامہ مجھے مل چکا ہے اور تصحیح کے بعد میں نے سائل کو دوبارہ اسے بھیج بھی دیا ہے اور دوبارہ جو جواب میں نے لکھا اُس کی تصویب حضرت استاذی مولانا شاہ احسان علی صاحب قبلہ فیض پوری نے فرمائی ہے۔ حضور ملک العلماء اس بات سے خوش ہوئے اور فرمایا اگر آپ کے جوابات کی تصویب و تائید کوئی بزرگ تجربہ کار عالم اہلسنت فرما دیا کریں تو یہ آپ کے لیے زیادہ مناسب رہے گا، میں نے عرض کیا میں اپنے گھر کی معاشی حالت کو دیکھتے ہوئے ملازمت کے لے مجبور ہوں اگر اس صورت حال میں بھی حضور عالی اپنی خدمت مبارکہ میں دو چار مہینے رہنے کی اجازت عطا فرما دیں تو میں اپنے لیے خوش نصیبی سمجھوں گا۔

حضور ملک العلماء نے فرمایا اس کے لیے آپ کو شاہ ٹولی پٹنہ یا بحر العلوم کٹیہار آ کر رہنا ہوگا لیکن جب اپنے اہل و عیال کے کفیل بھی آپ خود ہیں تو اسقدر وقت نکالنا بھی دشوار ہے۔ بہر حال مشاقی جاری رکھئے اور جہاں کوئی مشکل سامنے آئے خط و کتابت کے ذریعہ اس کو حل کرنے کی سعی کریں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے آپ کی مدد فرمائے۔ درمیان گفتگو جب میں نے دو ایک تعویذ کی اجازت طلب کی تو فرمایا اس کے لیے تو اس وقت حضور مفتی اعظم ہند کے مقابل ہندوستان میں کوئی ایسی شخصیت نہیں ہے جو آپ کی دست گیری کر سکے۔ آپ خود حضرت سے بھی خط و کتابت کے ذریعہ ضروری تعویذات کی اجازت لے سکتے ہیں۔

حضور مفتی اعظم چونکہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ کے نور نظر لخت جگر ہیں علوم و فنون دینیات کے ماہر اور بعض فنون میں موجد کی حیثیت رکھتے ہیں عددی و ملفوظی نقوش مثلث و مربع و مثمن وغیرہا پر کرنے میں کامل مہارت رکھتے ہیں۔ انہوں نے بعض نقوش مربع کی اجازت فقیر راقم الحروف کو دے رکھی ہے۔ اور خود حضور سیدی مفتی اعظم نے علوم و فنون دینیات کے علاوہ علوم تکسیر و تضریب اور بعض نقوش کو پُر کرنے کا طریقہ اپنے استاذ شیخ الانام حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ سے سیکھا اور چلتے پھرتے تعویذات لکھنے میں مہارت حاصل فرمائی۔ یہاں تک کہ اپنے دور میں اس فن کے اندر پورے ملک میں لاثانی و بے نظیر ہو گئے۔ میں نے خود ترائی نیپال اور ضلع سیتا مڑھی کے علاقوں میں انہیں دیکھا کہ چلتے ہوئے یا بیل گاڑی پر سواری کرتے ہوئے پنسل سے تعویذات لکھ رہے ہیں اور حاجتمندوں کی حاجت روائی فرما رہے ہیں۔ اور وہ تعویذات بحمدہٖ تبارک و تعالیٰ تیر بہدف ثابت

ہوتی ہیں۔ اب آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ کے معلم واستاذ کا اس فن میں کیا علم رہا ہوگا۔
میں اپنے بچپنے کا ایک واقعہ بذریعہ تحریر آپ کے باصرہ نواز کرتا ہوں کہ جس سے حضور حجۃ الاسلام مرشد الانام علیہ الرحمۃ السلام کے فنون تعویذات کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

آپ اپنے عزیز شاگرد حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب کے پیہم اصرار پر ان کے آبائی مکان واقع ''رتھوس'' براہ کھتول ریلوے اسٹیشن تشریف لے گئے، صرف ایک شب وروز کے قیام کے دوران پوری آبادی مسخر ہوگئی ابتک ان کی زیارت کرنے والے حضرات زندہ ہیں جوان کی مقناطیسی شخصیت کا تذکرۂ جمیلہ کرتے رہتے ہیں۔ وہاں سے واپسی کے وقت کھتول بازار میں بسنے والے دو چار گھر درزی برادری کے لوگوں نے منت وسماجت کے ساتھ حضرت والا کو رُکنے پر مجبور کردیا۔ چنانچہ آپ ان کے یہاں ٹھہر گئے حافظ عثمان صاحب اوران کے کئی ساتھی حضرت والا کے ہاتھوں سلسلۂ رضویہ برکاتیہ میں داخل ہو گئے۔ مسلمانوں سے زیادہ غیر مسلموں کا مجمع اکٹھا ہو گیا جو دیکھتا آپ کے حُسن صورت کو دیکھ کر مبہوت رہ جاتا۔ چرنوں کو بوسہ دیئے بغیر آگے بڑھ جانا ان کے لیے ممکن نہ تھا۔ جمعرات کے دن آپ کھتول بازار میں وارد ہوئے تھے جمعہ کی شب وہیں گزاری۔ اس درمیان علاقہ کے اکثر اطراف میں آپ کی تشریف آوری کی اطلاع پہنچ گئی۔ جمعہ کی صبح سے حاجت مندوں کی بھیڑ لگنی شروع ہوگئی آپ کی نظر کیمیا اثر جس پر اُٹھ گئی اس کا مرض جاتا رہا، حاجتیں پوری ہونی شروع ہو گئیں۔ مہلک بیماریوں میں مبتلا حضرات بھی کثرت کے ساتھ جمع ہونے لگے اُنہیں میں دو نو عمر جوان بھی جالے سے حاضر ہوئے۔ ان میں سے ایک حافظ عبدالرؤف تھے جو جامعہ منظر اسلام بریلی میں درجہ حفظ کے اندر زیر تعلیم تھے۔ اور دوسرے ان کے بڑے بھائی عبدالشکور تھے۔ حافظ عبدالرؤف نے عرض کیا

ٹرین چل پڑی۔ حضور عالی نے انگلی سے ق ط لکھا اور فرمایا قط، آپ کا یہ کہنا تھا کہ ٹرین رُک گئی (گویا کسی نے زبردستی روک دی ہو) پھر حضور عالی نے فرمایا پیچھے جا کر دیکھو، کوئی شخص پائیدان سے پھسل کر نیچے گر گیا ہے۔ ٹرین کے رکتے ہی شور برپا ہو گیا کہ آدمی کٹ گیا آدمی کٹ گیا واقعی ایک ادھیڑ عمر کا آدمی پائیدان سے کھسک کر ریل کی دونوں پٹریوں کے درمیان چلا گیا تھا لیکن اس کا ایک بال بھی بیکا نہیں ہوا تھا ٹرین کے رُکتے ہی صحیح وسالم ان کو نکال لیا گیا۔ خطرہ سے دوچار ہونے والا ایک غیر مسلم تھا مگر حجۃ الاسلام کے علم جفر کی مشاقی نے ایک بال برابر بھی ٹرین کو آگے نہیں بڑھنے دیا۔

سردی کا موسم تھا بریلی شریف نینی تال کے نشانے پر واقع ہے، لہٰذا نسبتاً وہاں سردی کچھ زیادہ پڑتی ہے ایک شخص اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ علیہ الرحمہ کے مزار اقدس پر ہانپتے کانپتے حاضر ہوا دیر تک وہ اپنی سانسوں پر قبضہ نہیں پا سکا، مزار شریف کے پائتیں ہی وہ لمبا ہو گیا، فجر کی نماز

کے بعد حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ والرضوان فاتحہ کے لیے مزار اعلیٰ حضرت پر حاضر ہوئے فاتحہ خوانی کے بعد اپنے خادم کو حکم دیا کہ اس شخص کو جب کچھ افاقہ ہوجائے تو کتب خانہ میں لیکر آجاؤ (واضح ہو کہ کتب خانہ حامدی مزار اعلیٰ حضرت کے بالائی منزل پر جانب شمال تھا جس میں حضور حجۃ الاسلام کتب بینی فرمایا کرتے تھے) وہ شخص جو انتشار الدم (دمہ) کا مریض تھا۔ کتب خانہ میں لایا گیا، حضور عالی نے ایک کعب لانے کا حکم دیا، کعب کی ایک طرف مریض کو بٹھا دیا اور دوسری طرف خود بیٹھ گئے پھر مریض کے دونوں ہاتھوں کو مضبوطی کے ساتھ پکڑلیا اُس پر توجہ دینی شروع کی چند لمحوں کے بعد حضور عالی پر متلی کی کیفیت شروع ہوئی۔ پھر اُلٹی (قے) ہونی شروع ہوئی۔ چند ہی منٹ میں کعب کف سے گویا بھر گیا۔ پھر مریض کے ہاتھوں کو چھوڑ دیا وہ بیہوش ہوکر فرش پر ڈھیر ہوگیا۔ حضور عالی نے دوبارہ وضو فرمایا اور چائے نوشی کی۔ جب وہ مریض ہوش میں آیا تو تنفس کی شکایت ایسی ختم ہوگئی جیسے کہ اس کو دمہ کبھی تھا ہی نہیں۔ یہ روایت جناب حاجی کفایت اللہ صاحب رحمہم اللہ خادم خاص اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ نے فقیر راقم الحروف سے بیان فرمائی جو شب و روز مزار اعلیٰ حضرت کی عمارت ہی میں قیام فرماتے تھے، حضور حجۃ الاسلام علیہ رحمۃ السلام کے شاگرد و خادم اور مرید و ماذون حضرۃ العلام مولانا شاہ محمد فضل کریم صاحب قاضی اول ادارۂ شرعیہ بہار علیہ الرحمہ کے پاس بیاض حامدی کا اکثر حصہ موجود تھا جس میں سے ایک چوتھائی حصہ سے کچھ کم میں نے زیر کس کرالیا تھا اور اسی زیر کس والے حصہ پر حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ فقیر کو تحریری اجازت نامہ بھی اپنے قلم سے رقم فرمادیا جو اب تک میرے پاس محفوظ ہے۔ حضرت قاضی صاحب کی وفات کے بعد میں نے بیاض حامدی کے بقیہ حصہ کو تلاشنے کی انتھک کوشش کی لیکن میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکا۔ جو کچھ میں نے زیر کس کردیا اس میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے اوراد و وظائف اور بعض تعویذات بھی منقول ہیں۔ اور اکثر اوراد و اعمال و نقوش ہیں جو حجۃ الاسلام علیہ رحمۃ السلام کے اپنے مستخرج ہیں یا آپ کے استعمال میں رہا کرتے تھے۔ اس مختصر سے بھی آپ کے تبحر کا اندازہ ہوتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اُس بیاض حامدی کے بعض صفحات کی زیارت سے ناظرین کرام کی نظروں کو بھی روحانی ٹھنڈک پہنچاؤں اور ان کی دعاؤں سے فیضیاب ہوں۔

نوٹ: حضرت کے مفتی صاحب کے عطا کردہ یہ نقوش آثار و تبرکات کے باب میں ملاحظہ کریں

□□□

رئیس العلماء تاج الاتقیاء حجۃ الاسلام

سلسلہ برکاتیہ رضویہ کے چالیسویں امام طریقت

شہید اہلسنت مولانا عبد المجتبیٰ رضوی، نیپال

حجت اسلام وسنت سیدی حامدی رضا
جانشین حضرت احمد رضا، امداد کن

ولادت شریف: آپ کی ولادت باسعادت شہر بریلی میں ماہ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ /۱۸۷۵ء میں ہوئی۔ عقیقہ میں آپ کا نام حسب دستور خاندانی ''محمد'' رکھا گیا۔ جن کے اعداد ۹۲ ہیں اور یہی نام آپ کا تاریخی ہوگیا اور عرفی نام حامد رضا اور خطاب آپ کا حجۃ الاسلام ہے۔

تعلیم وتربیت: آپ کی تعلیم وتربیت آغوش والد ماجد امام اہلسنت شاہ احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ میں ہوئی، والد ماجد آپ سے بڑی محبت فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ حامد منی انا من حامد جملہ علوم وفنون آپ نے اپنے والد ماجد سے حاصل کیا، یہاں تک کہ حدیث تفسیر، فقہ وکتب معقول ومنقول کو پڑھ کر صرف ۱۹؍ سال کی عمر شریف میں فارغ التحصیل ہوگئے۔

بیعت وخلافت: آپ مرید وخلیفہ حضرت شاہ ابو الحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہٗ کے تھے۔ اور والد ماجد اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا قدس سرہٗ سے بھی آپ کو خلافت واجازت حاصل تھی۔

فضائل: رئیس العلماء تاج الاتقیاء، آفتاب شریعت وطریقت، شیخ المحدثین، راس المفسرین، مفکر اسلام، عالم علوم اسلام حضرت علامہ الشاہ حجۃ الاسلام مولانا الحاج قاری محمد حامد رضا خان قدس سرہٗ العزیز آپ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے چالیسویں امام و شیخ طریقت ہیں آپ خلف اکبر امام اہل سنت شیخ الاسلام والمسلمین شاہ احمد رضا خاں قدس سرہٗ العزیز کے ہیں۔ آپ اپنے والد ماجد کی تمام خوبیوں کے جامع تھے۔ آپ کی شخصیت

وحقانیت اسلام کی بولتی تصویر تھی۔ بیشتر غیر مسلم آپ کے چہرہ انور کو دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے، حسن ظاہری کا یہ عالم تھا کہ ایک نظر میں دیکھنے والا پکار اُٹھا تھا کہ ھٰذا حجۃ الاسلام (یہ اسلام کی دلیل ہیں)

آپ کمالات باطنی کے جامع تھے، اپنے عہد کے لاثانی اور بے نظیر مدرس تھے، حدیث وتفسیر کا درس خاص طور پر مشہور تھا اور عربی ادب میں منفرد حیثیت کے مالک تھے۔ شعر وادب کا بہت نازک اور پاکیزہ ذوق رکھتے تھے۔ آپ نے مسلک اہل سنت وسلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ کی بے مثال خدمت انجام دیں اور ساری عمر مسلمانان عالم اسلام کی فلاح وترقی میں کوشاں رہے۔

عادات کریمہ: آپ اپنے اسلاف وآباواجداد کے مکمل نمونہ تھے۔ حسنِ اخلاق وعادات کے جامع تھے۔ آپ جب بات کرتے تو تبسم فرماتے ہوئے، لہجہ انتہائی محبت آمیز ہوتا، بزرگوں کا احترام، چھوٹوں پر شفقت کا برتاؤ آپ کی شرست کے نمایاں جوہر تھے۔ ہمیشہ نظریں نیچی رکھتے۔ درود شریف کا اکثر ورد فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر آپ کو نیند کے عالم میں درود شریف پڑھتے دیکھا گیا۔ آپ کی طبیعت انتہائی نفاست پسند تھی چنانچہ آپ کا لباس آپ کی نفاست کا بہترین نمونہ ہوتا تھا انگریز اور اس کی معاشرت کے آپ اپنے والد ماجد کی طرح شدید مخالف رہے اور اس کی مخالفت میں نمایاں کام انجام دیئے۔

انکساری: حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد حامد رضا قدس سرہٗ علوم وفنون کے شہنشاہ، زہد وتقویٰ میں یگانہ اور خطابت کے شہ سوار تھے۔ آپ نے اپنے اخلاق وکردار سے اپنے اسلاف کا جو نمونہ قوم کے سامنے چھوڑا ہے وہ ایک عینی شاہد کی زبانی ملاحظہ ہو:

''شیخ الدلائل مدنی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ حجۃ الاسلام نورانی شکل وصورت والے ہیں، میری اتنی عزت کرتے کہ جب میں مدینہ طیبہ سے ان کے یہاں گیا۔ کپڑا لیکر میری جوتیاں تک صاف کرتے اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتے۔ ہر طرح خدمت کرتے، کچھ روز کے قیام کے بعد جب میں بریلی شریف سے واپس عازم مدینہ ہونے لگا تو حضرت حجۃ الاسلام نے فرمایا، مدینہ طیبہ میں سرکار اعظم میں میرا سلام عرض کرنا اور کہنا۔

اب تو مدینے لے بلا گنبد سبز دے دکھا
حامد و مصطفٰے ترے ہند میں غلام دو

حسن سیرت: جس طرح حجۃ الاسلام کا چہرہ خوبصورت تھا۔ اسی طرح ان کا دل بھی حسین تھا

وہ ہر اعتبار سے حسین تھے صورت وسیرت، اخلاق وکردار، گفتار ورفتار، علم وفضل، تقویٰ وزہد سب حسین وخوبصورت۔

حجۃ الاسلام بلند پاکیزہ اخلاق کے مالک تھے۔ متواضع اور خلیق، مہربان اور رحیم وکریم، اپنے تو اپنے بیگانے بھی ان کے حسن سیرت اور اخلاق کی بلندی کے معترف تھے۔ البتہ آپ دشمنان دین وسنیت اور گستاخان خدا اور رسول کے لیے برہنہ شمشیر تھے اور غلامان مصطفےٰ کے لیے شاخ گل کی مانند لچکدار اور نرم۔

شب برأت آتی تو سب سے معافی مانگتے حتیٰ کہ چھوٹے بچوں اور خادماؤں اور خادموں اور مریدوں سے بھی فرماتے کہ ''اگر میری طرف سے کوئی بات ہوگئی ہو تو معاف کردو اور کسی کا حق رہ گیا ہو تو بتادو'' آپ الحب للہ والبغض للہ اور اشداء علی الکفار ورحماء بینھم کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ آپ اپنے شاگردوں اور مریدوں سے بھی بڑے لطف وکرم اور محبت سے پیش آتے تھے اور ہر مرید اور شاگرد یہی سمجھتا تھا کہ اسی سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔

ایک بار کا واقعہ ہے کہ آپ لمبے سفر سے بریلی شریف واپس ہوئے۔ ابھی گھر پر اترے بھی نہ تھے اور تانگہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ بہاری پور بریلی کے ایک شخص نے جس کا بڑا بھائی آپ کا مرید تھا اور اس وقت بستر علالت پر پڑا ہوا تھا۔ آپ سے عرض کیا کہ حضور روز ہی آکر دیکھ جاتا ہوں لیکن چونکہ حضور سفر پر تھے اس لیے دولت کدے پر معلوم کرکے ناامید لوٹ جاتا تھا میرے بھائی سرکار کے مرید ہیں اور سخت بیمار ہیں چل پھر نہیں سکتے۔ ان کی بڑی تمنا ہے کہ کسی صورت اپنے مرشد کا دیدار کرلیں۔ اتنا کہنا تھا کہ آپ نے گھر کے سامنے تانگہ رکواکر اسی پر بیٹھے ہی بیٹھے اپنے چھوٹے صاحبزادے نعمانی میاں صاحب کو آواز دی اور کہا سامان اتروالو میں بیمار کی عیادت کرکے ابھی آتا ہوں اور آپ فوراً اپنے مرید کی عیادت کے لیے چلے گئے۔

بنارس کے ایک مرید آپ کے بہت منہ چڑھے تھے اور آپ سے بے پناہ عقیدت بھی رکھتے تھے اور محبت بھی کرتے تھے۔ ایک بار انہوں نے دعوت کی مریدوں میں گھرے رہنے کے سبب آپ ان کے یہاں وقت سے کھانے میں نہ پہنچ سکے۔ ان صاحب نے کافی انتظار کیا اور جب آپ نہ پہنچے تو گھر میں تالا لگا کر اور بچوں کو لیکر کہیں چلے گئے۔ آپ جب ان کے مکان پر پہنچے تو دیکھا کہ تالا بند ہے مسکراتے ہوئے لوٹ آئے بعد میں ملاقات ہونے پر انہوں نے ناراضگی بھی ظاہر کی اور روٹھنے کی وجہ بھی بتائی۔ آپ نے بجائے ان پر ناراض ہونے یا اسے اپنی ہتک سمجھنے کے انہیں الٹا منایا اور

دلجوئی کی۔

آپ خلفائے اعلیٰ حضرت اور اپنے ہم عصر علماء سے نہ صرف محبت کرتے تھے بلکہ ان کا احترام بھی کرتے تھے جب کہ بیشتر آپ سے عمر اور تقریباً سبھی علم وفضل میں آپ سے چھوٹے اور کم پایہ تھے۔ سادات کرام خصوصاً مارہرہ مطہرہ کے مخدوم زادگان کے سامنے تو بچھ جاتے تھے اور آقاؤں کی طرح ان کا احترام کرتے تھے۔

حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ سے آپ کو بڑی انسیت تھی اور دونوں میں اچھے اور گہرے میراسم بھی تھے ان کو آپ ہی نے ''شبیہ غوث اعظم'' کہا، آپ ہر جلسہ اور خصوصاً بریلی کی تقریبات میں ان کا بہت شاندار تعارف کراتے تھے۔ محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ سے بھی اچھے مراسم تھے۔ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی اور صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی کو مانتے اور چاہتے۔ شیر بیشہ اہل سنت حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب سے بڑے لطف وعنایت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ آپ کی شادی میں حضور حجۃ الاسلام نے شرکت کی۔

حافظ ملت حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور پر بھی خصوصی توجہ فرماتے تھے ان کی دعوت پر اپنے فرزند اصغر حضرت نعمانی کے ہمراہ ۱۳۲۴ھ میں آپ مبارک پور تشریف لے گئے۔

آپ کو اپنے داماد شاگرد اور خلیفہ حضرت مولانا تقدس علی خاں سے بھی بڑی محبت تھی۔ مولانا تقدس علی خاں سفر میں آپ کے ہمراہ رہا کرتے تھے۔

زہد وتقویٰ:

حضور حجۃ الاسلام قدس سرہٗ العزیز نہایت ہی متقی، اور پرہیز گار تھے علمی وتبلیغی کاموں سے فرصت پاتے تو ذکر الٰہی اور درود شریف کے ورد میں مصروف ہو جاتے۔ آپ کے جسم اقدس پر ایک پھوڑا ہو گیا تھا جس کا آپریشن ناگزیر تھا ڈاکٹر نے بے ہوشی کا انجکشن لگانا چاہا تو منع فرمادیا اور صاف کہہ دیا کہ میں نشے والا ٹیکہ نہیں لگواؤں گا۔ عالم ہوش میں دو تین گھنٹے تک آپریشن ہوتا رہا درود شریف کا ورد کرتے رہے اور کسی بھی درد وکرب کا اظہار نہ ہونے دیا۔ ڈاکٹر آپ کی ہمت واستقامت اور تقویٰ پر ششدر رہ گئے۔

علمی وتبلیغی کارنامے:

حضور حجۃ الاسلام قدس سرہٗ ایک بلند پایہ خطیب، مایہ ناز ادیب اور یگانۂ روزگار عالم وفاضل تھے۔ دین متین کی خدمت وتبلیغ، ناموس مصطفیٰ کی حفاظت، قوم کی فلاح وبہبود ان کی زندگی کے اصل مقاصد تھے اور یہی سچ ہے کہ وہ غلبۂ اسلام کی خاطر زندہ رہے اور سفر آخرت فرمایا تو پرچم اسلام بلند کر کے اس دنیا سے سرخرو وکامران ہوکر گئے۔ اس صدی کے مجدد ان کے والد محترم سیدنا اعلیٰ حضرت نے خود ان کی علمی ودینی خدمت کو سراہا ہے۔ اور ان پر ناز کیا ہے۔ مسلک اہل سنت وجماعت کی ترویج واشاعت کی خاطر آپ نے برصغیر کے مختلف شہروں اور قصبوں کے دورے فرمائے ہیں گستاخان رسول وہابیہ سے مناظرہ کئے ہیں۔ سیاست دانوں کے دام فریب سے مسلمانوں کو نکالا ہے۔ شدھی تحریک کی پسپائی کے لیے جی توڑ کر کوشش کی ہے اور ہر جہت سے باطل اور باطل پرستوں کا رد اور انسداد کیا ہے۔

راجہ گوالیار کی عقیدت:

آپ کے حسن وجمال کا یہ عالم تھا کہ صرف صورت دیکھ کر لوگ عاشق وشیدا بن جاتے تھے چنانچہ آپ ایک مرتبہ گوالیار تشریف لے گئے۔ آپ کا قیام جب تک وہاں رہا ہر روز وہاں کا راجہ صرف آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوتا تھا اور آپ کے حسن وجمال کو دیکھ کر حیرت زدہ ہوتا تھا۔ اسی طرح چتوڑ گڑھ اودے پور کے راجگان آپ کے بڑے شیدائی رہے۔

یونہی ایک مرتبہ آپ سفر سے تشریف لائے اسٹیشن پر آپ جس وقت اترے تو اسی وقت عطاء اللہ بخاری بھی اترا۔ اس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے جانشین حضرت مولانا حامد رضا خاں ہیں یہ سن کر کہنے لگا کہ میں نے مولوی تو بہت دیکھے مگر انسے زیادہ حسین کسی مولوی کو نہ پایا۔

حج وزیارت:

آپ زیارت حرمین شریفین سے بھی مشرف ہوئے چنانچہ ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں اپنے والد مکرم امام اہل سنت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہٗ العزیز کے ہمراہ حج کو تشریف لے گئے۔ یہ حج آپ کا علمی وتحقیقی میدان میں عظیم حج تھا اور جو کارہائے نمایاں آپ نے اس حج میں ادا فرمایا وہ الدولۃ المکیۃ کی ترتیب ہے جسے فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے صرف آٹھ گھنٹے کی قلیل مدت میں قلم برداشتہ لکھا مذکورہ کتاب کے اجزاء حضور حجۃ الاسلام کو دیتے جاتے۔ آپ ان کو صاف کرتے جاتے تھے پھر اس کا ترجمہ بھی آپ ہی نے کیا یہ ترجمہ بہت ہی اہم ہے جو دیکھنے

سے تعلق رکھتا ہے۔

زیارت سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشتیاق کس درجہ آپ کو تھا۔ اس کا صحیح اندازہ آپ کے مندرجہ ذیل شعر سے ہوتا ہے۔ ع

اسی تمنا میں دم پڑا ہے یہی سہارا ہے زندگی کا
بلالو مجھ کو مدینے سرور نہیں تو جینا حرام ہوگا

اور دوسرا حج آپ نے ۱۳۲۴ء میں ''انجمن حزب الاحناف'' کے سالانہ جلسہ میں شرکت کی غرض سے لاہور تشریف لے گئے چنانچہ اسی دوران سرگروہ دیابنہ کو مناظرہ کا چیلنج دیا گیا اور مناظرہ کی غرض سے آپ کے ساتھ اکابر علمائے اہلسنت تشریف لے گئے۔ لیکن عین وقت پر فریق مخالف نے عذر لنگ پیش کر کے جلسہ گاہ میں آنے سے انکار کر دیا۔

اسی مناظرہ کے موقع پر حضرت حجۃ الاسلام کی ملاقات ڈاکٹر اقبال سے بھی ہوئی اور علامہ اقبال کو جب حجۃ الاسلام نے دیوبندی مولوی کی گستاخانہ عبارتیں سنائیں تو وہ سن کر حیرت زدہ رہ گئے اور بے ساختہ بولے کہ ''مولانا یہ ایسی عبارات گستاخانہ ہیں کہ ان لوگوں پر آسمان کیوں نہیں ٹوٹ پڑا، ان پر تو آسمان ٹوٹ پڑ جانا چاہیے۔''

اس جلسہ سے سب سے بڑا فائدہ جو دنیائے سنیت کو ہوا وہ حضرت محدث اعظم پاکستان علامہ مولانا سردار احمد صاحب قدس سرہٗ جیسی بزرگ ترین ہستی کا حصول ہے۔

ملی خدمات:

آپ نے برصغیر کے مسلمانوں کی معاشرتی ناگفتہ بہ حالت کو بہتر بنانے کے لئے ۱۹۲۵ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس منعقدہ مرادآباد میں چند تجاویز کا ذکر اپنے خطبہ صدارت میں کیا ہے مگر غور سے دیکھا جائے تو یہ ایک ایسا دستور العمل ہے کہ اگر اس کے مطابق کام ہوا ہوتا تو آج مسلمانوں کی حالت کچھ اور ہی ہوتی اور معاشی، تعلیمی تجارتی ہر دینی و دنیاوی امور میں مسلمان کسی بھی قوم سے پیچھے نہ ہوتا۔ اسی خطبہ صدارت میں ملازمت کی حوصلہ شکنی کر کے صنعتی اور تعلیم و تجارت پر زور دیا ہے۔ ملازمت کا حال یوں بیان فرماتے ہیں: ''ہمارا ذریعہ معاش صرف نوکری اور غلامی ہے اور اس کی بھی یہ حالت ہے کہ ہندو نواب مسلمان کو ملازم رکھنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ رہیں گورنمنٹی ملازمین ان کا حصول طول امل ہے۔ اگر رات دن کی تگ و دو اور ان تھک کوششوں سے کوئی معقول سفارش پہنچی تو کہیں امیدواروں میں نام درج ہونے کی نوبت آتی

ہے۔برسوں بعد جگہ ملنے کی امید پر روزانہ خدمت مفت انجام دیا کرو اگر بہت بلند ہمت ہوئے اور قرض پر بسر و اوقات کر کے برسوں کے بعد کوئی ملازمت حاصل بھی کی تو اس وقت تک قرض کا اتنا انبار ہو جاتا ہے جس کو ملازمت کی آمدنی سے ادا نہیں کر سکتے پھر ہندوؤں کے اکثریت کی باعث آنکھوں میں کھٹکتے رہتے ہیں۔۔۔۔ ہمیں یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ہماری روزی نوکری میں منحصر ہے ہمیں حرفے اور پیشے سیکھنا چاہئیں۔۔۔۔۔اب میں اس کی تمام ہیچ ہیں، سندیں بے کار ہیں، زندگی وبال ہے، اولاد کی تربیت اس ناداری میں کیونکر ہو سکے خود تباہ، نسل برباد، لیکن پیشہ ور ہوتا، ہاتھ مُس کوئی ہنر رکھتا تو اس طرح محتاج نہ ہو جاتا نوکری گئی بلا سے اس کا ذریعہ معاش اس کے ساتھ ہوتا ہمیں نوکری کا خیال ہی چھوڑ دینا چاہیے۔نوکری کسی قوم کو معراج ترقی تک نہیں پہنچا سکتی۔دست کاری اور پیشے اور ہنر سے تعلق پیدا کرنا چاہیے۔"

شدھی تحریک:

آپ نے مسلمانوں کی حفاظت و تبلیغ کی وہ خدمت انجام دی ہیں جسے کبھی فرموش نہیں کیا جا سکتا ہندوستان میں شدھی تحریک نے بڑا فتنہ برپا کیا تھا اور مسلمان کو اس کے مذہب سے پھیر نے کی بڑی بڑی اسکمیں بنائی تھیں جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ ارشاد فرماتے ہیں:

"اب تک تو شدھی کی کوششیں راجپوتانہ ہی میں تھیں لیکن اب انہوں نے اپنا میدان عمل اوسیع کر دیا ہے اور تمام ہندوستان میں جہاں موقع ملتا ہے ہاتھ مارتے ہیں۔تومیں کی قوموں ان کی دستبرو سے تباہ ہو رہی ہیں۔مسلمانوں کی مذہبی انجمنیں ہر جگہ نہیں ہیں جو ہیں ان میں رابطہ نہیں۔جس سرزمین کو خالی دیکھا۔وہاں آریہ دوڑ پڑے، جب تک علمائے اسلام کو کسی حصہ ملک سے بلائے تب تک کتنے غریب شکار ہو چکتے ہیں۔راجپوتانہ میں ہمیں تجربہ ہو چکا ہے کہ آریوں کے زر زروطمع اور وباؤ وغیرہ کی تمام قوتیں اس لامی فضلا کی دوت حق کے مقابل بیکار ہو جاتی ہیں۔

جاہل ناداروں کے سامنے ہزار ہا روپیہ پیش کیا جاتا تھا، اور انہیں مرتد ہو جانے پر بہت ولولہ انگیز مژدے سنائے جاتے تھے۔۔وہاں ہمارے پاس اسلامی زہد اور بزرگوں کے ذکر کے سوا کوئی نسخہ نہ تھا جو ایسے مریض پر کارگر ہوتا ہے مگر یہ نسخہ ایسا بے خطا اثر کرتا تھا کہ دیہاتی نوجوان اپنی سرمستی سے ہوش میں آ کر دل لبھانے والی صورت اور مال و منال کے لالچ دونوں کو نفرت کے ساتھ ٹھوکر مار کر اطاعت الٰہی کے

لیے کمر بستہ ہو جاتا تھا۔"

دوسرے فریقوں کے ساتھ اتحاد کی مضرت اور اس کے نتائج پر تبصرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"ہمارے سنی حضرات کے دل میں جب کبھی اتفاق کی امنگیں پیدا ہوتیں تو انہیں اپنوں سے پہلے مخالف یاد آئے جو رات دن اسلام کی بیخ کنی کے لیے بیچین ہیں اور سنیوں کی جماعت پر طرح طرح کے حملے کر کے اپنی تعداد بڑھانے کے لے مضطر اور مجبور ہیں ہمارے برادران کی اس روش نے اتحاد و اتفاق کی تحریک کو بھی کامیاب نہ ہونے دیا کیونکہ اگر وہ فرقے اپنے دلوں میں اتنی گنجائش رکھتے کہ سنیوں سے مل کر سکیں تو علیٰحدہ ڈیڑھ اینٹ کی تعمیر کر کے نیا فرقہ ہی کیوں بناتے اور مسلمانوں کے مخالف ایک جماعت کیوں بناتے وہ تو حقیقتاً مل ہی نہیں سکتے اور صوۃً مل بھی جائیں تو ملنا کسی مطلب سے ہوتا ہے جس کے حصول کے لیے ہر دم تیشہ زنی جاری رہتی ہے اور اس کا انجام جدال و فساد ہی نکلتا ہے، یہ تو تازہ تجربہ ہے کہ خلافت کمیٹی کے ساتھ ایک جماعت جمعیۃ العلماء کے نام سے شامل ہوئی جس میں تقریباً سب سے سب یا زیادہ وہابی اور غیر مقلد ہیں۔ نادر ہی کوئی دوسرا شخص ہو تو ہو اس جماعت نے خلافت کی تائید کو تو عنوان بنایا۔ عوام کے سامنے نمائش کے لیے تو یہ مقصد پیش کیا مگر کام اہل سنت کے رواوران کی بیخ کنی کا انجام دیا۔ اپنے مذہب کی ترویج اسی پردہ میں خوب کی میرے پاس جناب مولوی احمد مختار صاحب صدر جمعیۃ العلماء صوبہ بمبئی کا ایک خط آیا ہے جو انہوں نے مدراس کا دورہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے اس میں لکھتے ہیں کہ وہابی اس صوبہ میں اس قومی روپیہ سے جو ترکوں کے دردناک حالات بیانکر کے وصول کیا گیا تھا۔ اب تک دو لاکھ تقویۃ الایمان چھپا کر مفت تقسیم کر چکے ہیں۔ اب بتائیے کہ ان جماعتوں کا ملانا "رز دادن و درد سر خریدن" ہوا یا نہیں۔ اپنے ہی روپے سے اپنے ہی مذہب کا نقصان ہوا"۔

تعلیم نسواں:

تعلیم نسواں پر آپ نے اپنے خطبہ صدارت میں کافی زور دیا ہے بلکہ لڑکیوں کی تعلیم اور اس کی فلاح و ترقی کے لیے بھی آپ بے حد کوشاں رہے اور صنف نازک کی بقاو استحکام نیز اس کے تعلیم کے فوائد پر آپ بڑی گہری نظر رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ کے کتنے ملک گیر دورے اسی مقصد کے تحت ہوئے آپ کے ٹھوس تاثرات و تجاویزات جو کانفرنسوں میں پاس ہوتے جن کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ قدرت نے آپ کے دل میں قوم مسلم کی بقاء و ترقی کا کتنا درد ودیعت فرمایا تھا۔ ذیل میں کانفرنس مرادآباد کی تجاویز اس کی روشن دلیل ہے۔ فرماتے ہیں:

> ''لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام بھی نہایت ضروری ہے اور اس میں دینیات کے علاوہ سوزن کاری اور معمولی خانہ داری کی تعلیم تا بحد امکان لازمی ہے۔ پردے کا خاص اہتمام کرنا چاہیے۔''

المختصر یہ کہ خطبۂ صدارت مرادآباد آپ کی ذہانت اور قائدانہ صلاحیت کی بھرپور روشن دلیل ہے۔ جس کا مطالعہ ہر ذی علم اور قومی و علمی کام کرنے والوں کے لیے از حد ضروری ہے جس میں سمندر کو کوزے میں بھر دیا ہے۔

مریدین خلفائے کرام تلامذہ:

حجۃ الاسلام کے مریدین کی تعداد یوں تو لاکھوں میں تھی۔ لیکن اب بھی ہزاروں کی تعداد میں ان کے مریدین موجود ہیں چتوڑ گڑھ، جے پور اودے پور، جودھپور، سلطان پور، بریلی و اطراف کانپور، فتح پور، بنارس اور صوبہ بہار وغیرہ میں ان کے مریدین زیادہ ہیں۔ کراچی میں بھی حامدیوں کی خاصی تعداد پائی جاتی ہے۔ ان کے خلفاء اور تلامذہ میں محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد صاحب علیہ الرحمہ سرفہرست ہیں۔

ان کے علاوہ حضور مجاہد ملت مولانا شاہ حبیب الرحمٰن صاحب، حضرت مولانا شاہ رفاقت حسین صاحب، حضرت مولانا شاہ حشمت علی خاں صاحب، حضرت مولانا شاہ ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں صاحب، خلف اکبر حضرت حماد رضا صاحب، حضرت مولانا احسان علی صاحب فیض پوری سابق شیخ الحدیث دارالعلوم منظر اسلام بریلی، حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ صاحب ازہری، حضرت مفتی تقدس علی خاں صاحب، حضرت مولانا عنایت محمد خاں صاحب غوری، حضرت مولانا عبدالغفور صاحب ہزاروی، حضرت مولانا محمد سعید شبلی صاحب فرید کوٹی، حضرت مولانا ولی الرحمٰن

صاحب پوکھریروی، حضرت مولانا حافظ محمد میاں صاحب اشرفی رضوی، حضرت مولانا ابوالخلیل انیس عالم صاحب سیوانی، حضرت مولانا قاضی فضل کریم صاحب بہاری حضرت مولانا رضی احمد صاحب وغیرہ۔

پاکستان کے مشہور شاعر حسان العصر جناب اختر الحامدی مرحوم بھی حجۃ الاسلام کے مرید تھے

ذکر وصال:

جب تری یاد میں دنیا سے گیا ہے کوئی
جان لینے کو دلہن بن کے قضا آئی ہے

(حسن رضا خاں)

آپ اپنی کیفیت وصال بیان کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ زبان ذکر صلوٰۃ وسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مشغول ہوگی اور روح قرب وصال کے چھلکتے کیف وسرور کے جام سے محظوظ ہوگی۔

حضور روضہ ہوا جو حاضر تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامد
خمیدہ سر بند آنکھیں لب پہ مرے درود وسلام ہوگا

وصال: آپ ۱۷ر جمادی الاول ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۴ رمئی ۱۹۴۳ء بعمر ۷۰ رسال عین حالت نماز میں دوران تشہد دس بجکر ۴۵ رمنٹ پر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جنازے کی نماز آپ کے خلیفہ خاص حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قدس سرہٗ نے مجمع کثیر میں پڑھائی۔

مزار مبارک: آپ کا مزار مبارک خانقاہ رضویہ بریلی شریف میں والد ماجد کے پہلو میں ہے ہر سال عرس کی تاریخ میں بیشمار علماء ومشائخ کے ساتھ عوام شریک ہوتے ہیں۔ اور اپنے اپنے دامنوں کو ہر مراد سے پر کرتے ہیں بریلی شریف کے خانقاہ کے علاوہ بھی برصغیر پاک وہند میں آپ کے بے شمار متوسلین مذکورہ تاریخ پر آپ کی روحانی فیض سے مستفیض ہوتے ہیں اور مقالے وتقریر سے آپ کی علمی، دینی وتصوفانہ کارنامے کو پیش کرتے ہیں۔

(ملخصا بحوالہ: تذکرہ مشائخ قادریہ برکاتیہ رضویہ، ص ۴۸۲)

☆☆☆

حجۃ الاسلام اور دعوتِ دین

مولانا محمد ادریس رضوی۔ ایم، اے
سنّی جامع مسجد پتری پُل، کلیان۔ مہاراشٹر

حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں، امام احمد رضا خاں قادری کے بڑے صاحبزادے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت ساری خوبیوں سے نوازا تھا، آپ نے دعوتِ دین کے تقاضوں کو بھی پورا فرمایا اور دعوتِ عمل کے تقاضوں کو بھی۔۔۔ آپ دعوتِ اصلاحِ عقائد کے معاملے میں بھی سرگرم تھے اور دعوتِ اصلاحِ اعمال کے معاملے میں بھی۔۔۔۔ دعوتِ خیر کے اہم مبلغ تھے اور دعوتِ اجتنابِ شر کے بھی۔۔۔۔ دعوتِ خوفِ الٰہی میں پیش پیش تھے تو دعوتِ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں آگے آگے۔۔۔ ترویجِ مسلک کے ترجمان تھے اور احقاقِ حق کے علمبردار بھی۔۔۔ یہ کام آپ نے زبان سے بھی کیا اور قلم سے بھی۔۔۔۔ تقریر سے بھی کیا اور تحریر سے بھی۔۔۔۔ خلوت میں کیا اور جلوت میں بھی۔۔۔ سفر میں بھی کیا اور حضر میں بھی، صورت سے بھی کیا اور سیرت سے بھی، دیکھنے والوں نے دیکھا تو آپ کی خوبصورتی کو دیکھتے رہ گئے، کہنے والے کہتے ہیں کہ آپ جب چلتے تھے تو آپ کے چہرے کو دیکھ کر لوگ رُک جاتے تھے کہ اتنا حسین آدمی ہم نے نہیں دیکھا ہے، یہ جھوٹ بولنے والے کا چہرہ نہیں ہے، آپ کی صورت کو دیکھ کر بہت سارے غیر مسلموں نے کلمہ پڑھا ہے۔

دعوتِ دین دینا، دین کی آغوش میں بیٹھانا، کلمۂ توحید پڑھانا، ظلمت سے نکال کر ہدایت کی راہ پر لگانا، مسلمان بنانا تر نوالہ نہیں، سخت مشکل کام ہے، لوٹا کٹورا لے کر اپنوں کے درمیان گھوم لینا آسان اور سہل کام ہے مگر پرائے کو اپنا بنانا دشوار امر ہے، کہنے اور عملی طور پر کرنے میں بہت بڑا فرق ہے، جس نے کچھ کیا ہی نہیں وہ اگر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری پر تنقید کرتا ہے تو اس کے کیا معنی ہیں؟ دنیا یہی نہ کہے گی کہ یہ سازش کے تحت

ہے، امام احمد رضا کے مبلغوں میں پہلے حضرت حامد رضا خاں کی تبلیغ کا جائزہ لیتے ہیں، لیجئے پڑھئے اور غور کر کے انصاف سے بتائیے کہ امام احمد رضا نے مبلغ پیدا کئے ہیں یا نہیں؟ پڑھنے کے بعد یہ بھی بتائیے کہ امام احمد رضا کے مبلغین کے جیسے مبلغین آج کے دور میں بھی ہیں؟ عبد النعیم عزیزی لکھتے ہیں:۔

''حضور حجۃ الاسلام بہت ہی حسین وجمیل اور وجیہہ وشکیل تھے، جانے کتنے غیر مسلم حتیٰ کہ عیسائی پادری بھی آپ کے نورانی چہرہ کو دیکھ کر مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں، اس کا چہرہ ہی برہان تھا اور یہ صورت وسیرت ہر اعتبار اور ہر ادا سے اسلام کی حجت تھے، حقانیت کی دلیل اور سچائی کے برہان تھے۔ جے پور، چتوڑ گڑھ، اُودے پور اور گوالیار کے راجگان آپ کے دیدار کے لئے بے تاب رہا کرتے تھے اور آپ جب ان راجگان میں سے کسی کے شہر میں بسلسلہ پروگرام یا مرید ومتوسلین کے یہاں تشریف لے جاتے تھے تو آپ کی زیارت کرلیا کرتے تھے۔ کئی بدمذہب اور مرتدین صرف آپ کے چہرہ زیبا کو دیکھ کر تائب ہوئے ہیں'' (۱)

جس کی شکل وصورت دیکھ کر لوگ اسلام قبول کر لیتے تھے اس کی زبان نے کتنا کام کیا ہوگا، اس کی تقریر نے کتنی دھوم مچائی ہوگی، اس کی تبلیغ نے کتنے کا کایا پلٹ دیا ہوگا، یہ تو تاریخ کا ایک نہفتہ باب بن کر رہ گیا ہے، جو کچھ عیاں ہے اس سے تو یہی پتا چلتا ہے کہ آپ کی تبلیغ سے غیر مسلم بھی مسلمان بنے ،عیسائی پادری کو بھی ایمان نصیب ہوا، اس تعلق سے انتخاب عارف صدیقی امروہی بھی لکھتے ہیں:

''حجۃ الاسلام سلسلہ قادریہ رضویہ کے چالیسویں شیخ طریقت تھے، حجۃ الاسلام کی ذات بابرکات اسلام کی حقایت کی منھ بولتی تصویر تھی، آپ کی خوبصورتی کا یہ عالم تھا کہ کتنے غیر مسلم صرف آپ کے رُخ زیبا کو دیکھ کر مشرف بہ اسلام ہوگئے، آپ کے حسن ظاہری کی خاصیت یہ تھی کہ آپ کو ایک نظر دیکھنے والا بیساختہ پکار اُٹھتا تھا، ھذا حجۃ الاسلام، یہ اسلام کی دلیل ہیں، حجۃ الاسلام قدس سرہٗ نے بے پناہ تبلیغی وتحریری خدمات انجام دیں'' (۲)

مبلغ اسلام حضرت حجۃ الاسلام کے وصال کے تقریباً ۶۴ رسال بعد مولانا محمد ابراہیم صدیقی قادری رضوی نے آپ کی سوانح پر مشتمل ''تذکرۂ جمیل'' نام کی کتاب سب سے پہلے تحریر کی ،اس میں لکھتے ہیں:

''اودے پور، میواڑ راجستھان کو شرف رہا ہے کہ سارا کا سارا علاقہ حضرت حجۃ الاسلام کے گیسوئے ارادت کا اسیر تھا اور آپ کی روحانی مملکت کی راجدھانی، یہاں آپ کا قیام مسلسل رہتا

،لوگ شب وروز دیوانہ وار آپ کی زیارت سراپا کرامت کرتے، پروانہ وار نثار ہوتے، زائرین کے سیلابِ رواں میں آپ کا روئے تاباں زیارت گاہ عالم ہوتا، اس منظر کی چشم دید رپورٹ پڑھئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ رپورٹ قمرالدین احمد انجم کی ہے، مولانا خوشتر صاحب لکھتے ہیں ''راقم الحروف کے نام جناب قمرالدین احمد انجم صدر پاکستان نعت کونسل کراچی کا گرامی نامہ''۔

بارہ سال کی عمر میں پہلی بار حجۃ الاسلام کی زیارت کا مجھے شرف حاصل ہوا، اُودے پور سلاوٹ واڑی محلہ کی جامع مسجد میں مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ انسانوں کا ایک سیلاب حجۃ الاسلام کی زیارت کے لئے رواں دواں دیکھا، اور اتنے عظیم اجتماع میں مجھے بھی حجۃ الاسلام کی ایک جھلک دیکھنے کا موقعہ نصیب ہوا، اس سے پہلے میری آنکھوں نے ایسا گورا اور نورانی چہرہ نہیں دیکھا تھا، بس ایک جھلک ہر بڑے چھوٹے کو مبہوت کردیتی تھی ، اور ہر آنے والا حلقۂ ارادت میں داخل (مرید ہوکر) ہی لوٹ پاتا تھا، چونکہ ہزاروں لاکھوں اس فیض سے استفادہ کررہے تھے لہذا کپڑے کی ململ جو کئی گزوں پر مشتمل ہوتی تھی وہ لمبی کردی جاتی تھی اور لوگ اس طرح ململ کپڑے کو پکڑ لیتے تھے اور حلقۂ ارادت میں داخل ہوتے جاتے تھے، یہ عمل گھنٹوں جاری رہتا تھا، ایک ایسی کشش آپ کے وجود میں موجود تھی جو نہ صرف مسلمانوں بلکہ کئی غیر مسلموں کو اسلام کی سعادت حاصل ہونے کا سبب ہوتی اور یہ فیضان جب تک وہ ذات ''اُودے پور'' میں رہی یہ سلسلہ بڑھتا ہی گیا۔آپ کے اودے پور دورہ کے بعد بیس سال کی عمر تک میں نے دیکھا کہ اودے پور میں ایک بھی وہابی ڈھونڈنے سے نہیں مل پاتا تھا اور ۱۹۴۸ء میں جب مَیں پاکستان آگیا تو پھر تقریباً ہر سال اودے پور اور اجمیر شریف عرس میں حاضری کی سعادت حاصل رہی ہر گھر میں محفل میلاد اور صلوٰۃ وسلام کی برکتیں آج بھی وہاں موجود ہیں'' (۳)

سبحان اللہ، الحمد للہ۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

الحاج سید ایوب علی رضوی نے کیا خوب کہا ہے کہ:

بنگال تیرا مجرائی مشتاق تیرا بمبئی

پنجاب پروانہ ترا حامد رضا حامد رضا

(۴)

اگر کسی کی آنکھ میں کوئی خرابی نہیں ہے۔۔۔دل بگڑا نہیں ہے۔۔۔۔تعصب کا روگ لگا نہیں ہے۔۔۔۔کینے کے مرض نے گھیرا نہیں ہے۔۔۔۔عقل سلامت ہے۔۔۔۔مت ماری نہیں گئی ہے۔۔۔۔بغض کے دریا میں ڈوبا نہیں ہے تو اس تحریر کی

روشنی میں وہ بتائے کہ امام احمد رضا نے مبلغ پیدا کئے کہ نہیں؟ اور مبلغ بھی ایسا کہ جس علاقے میں تبلیغ کے لئے قدم رکھ دیا وہابیت کا خاتمہ ہوگیا۔۔۔۔غیر مسلموں نے کلمہ پڑھ لیا۔۔۔۔پادریوں نے اسلام قبول کرلیا۔۔۔۔۔لوگ فرائض وواجبات کے پابند ہوگئے۔۔۔۔۔مردہ سنتیں زندہ ہوگئیں۔۔۔۔۔پھر بھی یہ کہا جاتا ہے کہ امام احمد رضا نے مبلغ پیدا نہیں کئے، یہ جھوٹ ہے کہ نہیں؟۔۔۔۔فریب ہے کہ نہیں؟۔۔۔۔دغا ہے کہ نہیں؟۔۔۔۔لوگوں کو تاریکی کے غار میں گرانا ہے کہ نہیں؟۔۔۔۔امام احمد رضا سے لوگوں کو متنفر کرنا ہے کہ نہیں؟

امام احمد رضا کا مبلغ بیک وقت دعوتِ دین میں بھی کامیاب ہے اور دعوتِ عمل بھی ۔۔۔۔دعوتِ اصلاح عقائد کے معاملے میں بھی اور دعوتِ اصلاح اعمال میں بھی۔۔۔۔دعوتِ خیر میں بھی اور دعوتِ اجتناب شر میں بھی۔۔۔۔۔دعوتِ خوفِ الٰہی میں بھی اور دعوتِ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی۔۔۔۔۔۔علامہ نور احمد قادری، ایم، اے فارسی۔تاریخ اسلام انٹرنیشنل ایلشینز ایم، او، ایل۔ایل، ایل، بی۔ایچ، پی۔ایچ، یو۔ایم، کے۔ایل، ای۔اے، یو، کے، آنرز۔۔۔۔لکھتے ہیں:

۔۔۔۔"اور آپ (حجۃ الاسلام حامد رضا خاں) کی یہ زندہ کرامت تھی کہ کئی بڑے بڑے ہندو کایست ۱۹۳۴ء میں اجمیر شریف میں حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے عرس شریف کے موقع پر صرف آپ کا شمع کی طرح روشن چہرہ دیکھ کر ہی حلقہ بگوش اسلام ہوئے وہ یہ کہتے تھے کہ یہ روشن چہرہ بتاتا ہے کہ یہ حق وصداقت اور روحانیت کی تصویر ہے (۵)

اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل تحریر بھی ملاحظہ کرلیجیے:

"تدریس اور تحریر کی طرح حجۃ الاسلام کی تقریر بھی ایسی مدلل اور موثر ہوتی تھی کہ حاضرین پر رقت طاری ہوجاتی، مجمع پر عجب کیفیت طاری ہوجاتی، کئی بدمذہب تائب ہوجاتے ،اور غیر مسلم دولتِ اسلام سے مالامال ہوجاتے (۶)

کہئے دل کے در و بام پر کچھ حقیقت کی بوندیں ٹھہریں یا وہ بوندیں پتھر دل کو دیکھ کر سِل کی طرح سخت محسوس کر کے، کہیں اور گزر گئیں؟ حقیقت کا نشان پا کر زبان کی بولی بدلی یا وہی اناپ شناپ ہے کہ "احمد رضا نے تو کتابیں بہت لکھیں مگر مبلغین پیدا نہیں کئے" امام احمد رضا کے مبلغین کے ہم پلہ مبلغین بنانے میں بڑا وقت لگے گا، وجہ؟ وجہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نوازشوں اور عنایتوں کا تاج چھین کر کوئی شخص اپنے سر پر سجا نہیں سکتا۔۔۔۔امام احمد رضا کے مبلغ حضرت حامد رضا خاں پر تبلیغ کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایتیں تھیں، ان کی شکل وصورت کو ہی تبلیغ کا ذریعہ بنا دیا تھا، اس سلسلہ میں یہ بھی پڑھ لیجیے:

"حضرت حجۃ الاسلام علم وفضل اور حُسنِ سیرت کے ساتھ حُسنِ صورت کی دولت سے بھی سرفراز تھے، آپ کی وجاہت، چہرہ کی رونق، نورانیت اور خداداد حُسن وجمال بھی ایسا تھا کہ جس سے اہل سنت کی خود بخود تبلیغ ہو جاتی، آپ کے نورانی چہرہ کو دیکھ کر ہی لوگ خود رفتہ ہو کر پروانہ وار جمع ہو جاتے اور آپ کے سلسلہ میں داخل ہو جاتے" (۷)

اس بات کا اقرار سب کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حامد رضا خاں قدس سرہٗ کو ایسا وجیہہ بنایا تھا کہ ان کا چہرہ ہی اسلام وسنیت کی تبلیغ کرتا تھا، چنانچہ انتخاب عارف صدیقی رقمطراز ہیں کہ:

"حجۃ الاسلام سلسلہ قادریہ رضویہ کے چالیسویں شیخ طریقت تھے، حجۃ الاسلام کی ذات بابرکات اسلام کی منھ بولتی تصویر تھی، آپ کی خوبصورتی کا یہ عالم تھا کہ کتنے غیر مسلم صرف آپ کے رخ زیبا کو دیکھ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے، آپ کے حسن ظاہری کی خاصیت یہ تھی کہ آپ کو اک نظر دیکھنے والا بے ساختہ پکار اٹھتا تھا "ھذا حجۃ الاسلام" یہ اسلام کی دلیل ہے، حجۃ الاسلام قدس سرہٗ نے بے پناہ تبلیغی وتحریری خدمت انجام دیں (۸)

آج کل تو معاملہ ہی الٹا ہے۔۔۔۔ بعض پیر اپنے مریدوں کی تعداد بڑھانے کے لئے بہت ساری تدبیریں کرتے۔۔۔۔ کرواتے۔۔۔۔ اہل ثروت کو پکڑنے کے لئے ایجنٹ کا بھی انتظام کرتے ہیں۔۔۔۔ یہ ایجنٹ جھوٹی کرامت گڑھتے لوگوں کو سناتے۔۔۔۔ اکساتے۔۔۔۔ رغبت دلاتے ہیں کہ ان سے بیعت ہو جاؤ۔۔۔۔ ان کے جیسا دوسرا کوئی پیر ہی نہیں ہے۔۔۔۔ وہ مرید جب دھوکہ دہی کی مارکیٹ سے دھوکہ کھا کر پلٹتا ہے تو پیر کے نام ہی سے نفرت کرنے لگتا ہے، لیکن الحمدللہ امام احمد رضا کے مبلغین نے کبھی ایسا نہیں کیا، مولانا حامد رضا خاں کے تبلیغی کارنامے کو آپ ملاحظہ کر رہے ہیں، یقیناً انصاف پسند لوگوں کی طبیعت خوش ہو گئی ہو گی کہ امام احمد رضا کے مبلغ حامد رضا خاں نے دین اسلام اور مسلکِ سنیت کی خوب تبلیغ کی، اس تعلق سے ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی علیگ لکھتے ہیں:

"جانشین اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ ایک بلند پایہ خطیب، مایہ ناز ادیب، اور یگانہ روزگار عالم وفاضل تھے، دین متین کی خدمت وتبلیغ، ناموسِ مصطفی کی حفاظت، قوم کی فلاح وبہبود ان کی زندگی کے اصل مقاصد تھے، اور یہی سچ ہے کہ وہ غلبۂ اسلام کی خاطر زندہ رہے اور سفر آخرت فرمایا تو پرچم اسلام بلند کر کے اس دنیا سے سرخرو وکامران ہو کر گئے، اپنی صدی کے مجدد ان کے والد محترم سیدنا اعلیٰ حضرت نے خود ان کی علمی ودینی خدمت کو سراہا ہے اور ان پر ناز کیا ہے، مسلک اہل سنت وجماعت کی ترویج واشاعت کی خاطر آپ نے برصغیر کے مختلف شہروں اور قصبوں کے دورے فرمائے ہیں، گستاخانِ رسول وہابیہ سے مناظرے کئے ہیں، سیاست دانوں کے دامِ فریب سے

مسلمانوں کو نکالا ہے، شُدھی تحریک کی پسپائی کے لئے جی توڑ کوشش کی ہے اور ہر جہت
سے باطل اور باطل پرستوں کا رڈ اور انسداد کیا ہے" (۹)

امام احمد رضا نے تبلیغِ اسلام کے مقصد سے ۱۹۲۰ء میں "جماعت رضائے مصطفیٰ" کی بنیاد رکھی، یکے بعد دیگرے اس میں کئی شعبے بنائے گئے، مثال کے طور پر (۱) شعبۂ اشاعتِ کتب (۲) شعبۂ تبلیغ وارشاد (۳) شعبۂ صحافت (۴) شعبۂ سیاست (۵) شعبۂ دارالافتاء وغیرہم

شعبۂ تبلیغ وارشاد کے اول مبلغ کے طور پر مولانا محمد جمیل الرحمٰن خاں قادری رضوی کو متعین کیا گیا، اور مولانا حشمت علی خاں کو مناظرے کا شعبہ سپرد کیا گیا پھر اس کے بعد ان شعبوں میں علماء کا اضافہ ہوتا رہا، شعبۂ تبلیغ وارشاد کی خدمات کے تعلق سے مولانا محمد شہاب الدین رضوی لکھتے ہیں:

"جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کا دوسرا اہم شعبہ "تبلیغ وارشاد" تھا اس کے شعبہ کے ذریعہ دیگر شہروں اور دیہات میں علماء ومقررین روانہ کئے جاتے تھے اور باطل فرقوں کے رد کے لئے مناظر بھی بھیجے جاتے تھے، ائمۂ مساجد کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا، رمضان کے مہینہ میں حفاظ کی تقرری بھی ہوتی تھی "شعبۂ تبلیغ وارشاد" میں خصوصیت کے ساتھ یہ لوگ شامل تھے۔

(۱) مناظر اعظم ہند مولانا حشمت علی خاں رضوی لکھنوی۔

(۲) ملک العلماء مولانا ظفر الدین رضوی بہاری۔

(۳) شیر بیشۂ اہل سنت مولانا ہدایت رسول نوری رامپوری۔

(۴) مداح الحبیب مولانا محمد جمیل الرحمٰن خاں قادری رضوی بریلوی۔

(۵) مولانا قطب الدین برہمچاری معروف پردیسی مولانا۔

شعبۂ تبلیغ وارشاد کی جدوجہد سے نہ جانے کتنے ہندوؤں نے اسلام قبول کیا، وہابی اور غیر مقلد افراد نے توبہ کی، اور اہل سنت سوادِ اعظم میں داخل ہوئے (۱۰)

امید ہے کہ معترضین کی معلومات میں اضافہ ہو گیا ہو گا اور وہ کہتے ہوں گے کہ ہم اپنی بھول کی بنیاد پر دھول اڑاتے ہیں کہ "امام احمد رضا نے کتابیں بہت لکھیں مگر مبلغ پیدا نہیں کئے" امام احمد رضا کی قائم کی ہوئی "جماعت رضائے مصطفیٰ" کے ذریعے سے جو تبلیغ ہوئی اور ہندوؤں نے جو اسلام قبول کئے، بدمذہبوں نے توبہ کی، بے عمل مسلمانوں نے جو عمل کا جامہ پہنا اس کا جائزہ بعد میں لیں گے، یہاں پر تو حضرت حجۃ الاسلام حامد رضا خاں کی تبلیغ کی بات ہو رہی ہے، ایک بات ذہن نشین کر لیجئے کہ حضرت امام احمد رضا کے وصال کے بعد "جماعت رضائے مصطفیٰ" کی

کمان حجۃ الاسلام حامد رضا خاں نے تھامی تھی، اس کے کچھ دنوں کے بعد ''شُدھی تحریک'' (قائم ۱۹۲۰ء) طوفان کی طرح بڑھنے لگی، اس طوفان سے مسلمانوں کے ایمان کی دیواریں گرنے لگیں ،مسلمانوں کو کس کس طرح سے۔۔۔۔ان کے سامنے کیسے کیسے سوالات قائم کر کے۔۔۔۔ان سے ایمان کی پونجی چھینی جارہی تھی، یہ ساری تفصیل آئندہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔۔۔۔۔یہاں پر حضرت حجۃ الاسلام حامد رضا کی تبلیغ سے ایک ہی محفل میں چھ غیر مسلموں نے آپ کے ہاتھ پر کلمہ پڑھا اور مرید بھی ہوئے، تفصیل اس طرح سے ہے:

''جماعت رضائے مصطفی کے سرپرستِ ثانی مولانا حامد رضا بریلوی کے دستِ حق پرست پر چھ ہندؤں نے اسلام قبول کیا، مولانا نے قبول اسلام کے بعد سب کے اسلامی نام رکھ کر داخلِ سلسلہ بھی فرمایا۔۔ تفصیل کچھ اس طرح ہے: (۱) پھمن سنگھ ولد مولو سنگھ۔۔۔قومیت ٹھاکر۔۔۔اسلامی نام عبداللہ رکھا گیا۔(۲) مان سنگھ ولد مہر سنگھ ۔۔۔قومیت ٹھاکر۔۔۔۔اسلامی نام عبدالرحمٰن رکھا گیا۔(۳) مٹھن لال ولد بسررام ۔۔۔قومیت کایستھ۔۔۔اسلامی نام عبدالہادی رکھا گیا۔(۴) مصری لال ولد دھوم سین قومیت بقال اگروال، اسلامی نام عبدالسلام خان رکھا گیا۔(۵) پھول سنگھ ولد موہن سنگھ ۔۔۔قومیت ٹھاکر۔۔اسلامی نام عبداللہ خان رکھا گیا۔(۶) مسماۃ لڑیتی بنت شہزاد ۔۔۔قومیت نٹ۔۔۔اسلامی نام اللہ بندی رکھا گیا۔(۱۱)

بغض وعناد کی بنیاد پر بے پونجی کا آدمی بھی پونجی والو سے الجھ جاتا۔۔۔اور کہتا ہے کہ ہم تم سے کیا چیز میں کم ہیں؟ لیکن بے پونجی کے آدمی کو جب کوئی چیز کم پڑتی ہے تو پھر اسی پونجی والے سے رجوع کرتا۔۔۔اس کے سامنے ہاتھ پھیلاتا۔۔۔روتا گڑگڑاتا۔۔۔آہ و بکا کرتا۔۔۔اپنا حال کہتا۔۔۔دامن بھر کر واپس آتا ہے تو شرمندہ ہوتا ہے کہ اہل ثروت سے الجھ کر اچھا نہیں کیا تھا۔۔۔لوگ بھی اس کو لتاڑتے اور کہتے ہیں کہ ''کہاں راجا بھوج کہاں گنگوا تیلی رام رام کہاں ٹیں ٹیں'' اپنی حیثیت کو نہیں دیکھا اور الجھ گئے بڑے بڑوں سے، اسی طرح معترضین بھی اپنی حیثیت کو پہچانتے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو اور شاید ان کے مبلغین کے مقام کو بھی جانتے ہیں۔۔۔۔لیکن بغض کا بلا جب ان کو نوچتا۔۔۔۔کینہ کا کوا جب ان کو کاٹتا۔۔۔۔دشمنی کی ڈائن جب ان کو ڈستی ہے تو یہ باؤلے بابو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا پر مختلف قسم کے اعتراضات کے ڈھول اڑاتے ہیں جو انہیں پر پڑتے ہیں، پھر شرمندہ ہوتے ہیں۔۔۔وقت پڑنے پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور ان کے مبلغین کی جانب ہی رجوع کرتے ہیں۔۔۔۔گرمی کے موسم میں جن کو آنکھ دِکھا رہے تھے ٹھنڈی کے موسم میں انہیں کے بستر پر آرام کے لئے دوڑنے والے

کو اپنی حیثیت اچھی طرح سے پہچان لینی چاہئے۔۔امام احمد رضا نے ایک سے بڑھ کر ایک مبلغین پیدا کئے۔۔۔امام احمد رضا کو اللہ تعالیٰ نے تبلیغ ہی کے لئے پیدا کیا تھا۔۔۔امام احمد رضا اگر تبلغ نہیں کئے ہوتے اور مبلغین پیدا نہیں کرتے تو معترضین بھی نہ جانے کون سے گھاٹ پر ہوتے۔۔۔اس کا پتا خود معترضین کو بھی نہیں ہے۔

حضرت حجۃ الاسلام امام احمد رضا کے ہی تربیت یافتہ مبلغ تھے۔۔۔جنہوں نے بے لوث دین کی خدمت کی ہے یہ کوئی مبالغہ آرائی نہیں بلکہ حقیقت ہے۔۔۔حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ نے ''مولانا وجاہت رسول قادری ابن مولوی حاجی وزارت رسول حامدی کے نام جو مکتوب روانہ کیا تھا، اسے پڑھئے:

''عزیزم مولوی امانت رسول سلمہ' کا خط دیکھا، مولیٰ تعالیٰ انہیں دونوں جہان کی نعمت و دولت سے سرفراز کرے، ان کی ہمدردی کا شکریہ، دل سے دعائے خیر کے سوا کیا ہوسکتا ہے مگر فقیر کوئی زبردست دنیادار عبدالدرہم عبدالدنیا فقیر نہیں، اعلیحضرت قبلہ کی روش میرے لئے بہترین اسوہ ہے، میں نے ناظم تلگندہ عزیز محترم منشی شیخ محمد حسین صاحب مرحوم کی تحریک پر جب بارہ سو روپے ماہوار کی جگہ پر نظر نہ کی تو اب چھ سو روپے کی ملازمت کر کے کیا دنیا طلبی کروں گا، نواب رام پور نے پچاس ہزار روپے خانقاہ شریف کے نام سے دینے کا لالچ دیا اور بار باران کے خطوط بنام فقیر آئے مگر الحمد للمولیٰ تعالیٰ کہ فقیر اصلاً توجہ نہ کی، مولیٰ تعالیٰ دینِ حق کا خادم رکھے اور اس کی سچی خدمتوں کی توفیق رفیق فرمائے اور خلوص نیت و اخلاصِ عمل کے ساتھ خالصا لوجہ اللہ خدمتِ دین نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر چلائے، اسی پر مارے اور اسی پر محشور فرمائے (آمین) میں جب کبھی حیدر آباد گیا ان سے ملوں گا، انہیں مطلع کروں گا، یہ میرا کام نہیں کہ میں اپنی مبالغہ آمیز تعریف کا اشتہار چھپوا کر وہاں بھیجوں اور دنیا سازی سے طلب دنیا کا جال بچھاؤں، جب جاؤں گا اپنے کسی عزیز کے یہاں قیام کروں گا، جس سے میرا روحانی یا خون کا رشتہ ہوگا، بڑے بڑے روسا سے میرا کوئی علاقہ وواسطہ نہیں، رہی دین کی خدمت وہ جس طرح میرا رب مجھ سے لے، میں اس کے لئے ہر وقت حاضر ہوں۔

والدعا۔۔۔فقیر محمد حامد رضا خاں غفرلہٗ

خادم سجادہ وگدائے آستانہ رضویہ بریلی

دو شعبان الخیر ۱۳۵۲ھ روز دوشنبہ

(۱۲)

یہ خط بھی حضرت حجۃ الاسلام حامد رضا خاں کے استغنا کی تبلیغ کر رہا ہے۔۔۔ایسا استغنا رب قدیر کسی بندے کو عطا کرتا ہے تو وہ۔۔۔۔اپنی گدڑی میں مست رہ کر دین کی تبلیغ

کرتا ہے۔۔۔دین کی تبلیغ کرنے کی بھیک کوئی حامد رضا کی چوکھٹ سے مانگے۔۔۔دین کی تبلیغ کا جذبہ کوئی حامد رضا سے سیکھے۔۔۔اسی جذبہ نے آپ کو عظیم مبلغ بنایا۔۔۔دین کا سچا خادم بنایا، مبلغ اسلام حضرت حامد رضا خاں نے ایک غیر مسلم میاں بیوی کو کلمہ پڑھا کر مسلمان بنایا، وہ واقعہ یہ ہے:

"دیا چند ولد سوگند چند اور نرائنی بنت پرشادی" کو بھی کلمہ پڑھا کر۔۔۔اسلام کی آغوش میں لا کر مرد کا نام عبداللہ اور عورت کا نام تبسم رکھا، یہ دونوں آپس میں میاں بیوی تھے (۱۳)

اللہ تعالیٰ بندے کے دل کو۔۔۔نیت کو۔۔۔ارادے کو۔۔۔خلوص کو۔۔۔اخلاص کو دیکھتا ہے۔۔۔اگر یہ سب صحیح ہے۔۔۔دل میں خدمتِ دین کی للک ہے۔۔۔تڑپ ہے۔۔۔درد ہے۔۔۔جذبہ ہے۔۔۔نیت خدمت کی طرف ہے۔۔۔اللہ کی رضا میں رہتی ہے۔۔۔ارادہ مضبوط ہے۔۔۔اخلاص میں للٰہیت ہے۔۔۔خلوص میں سچائی ہے۔۔۔تو بندے کی شکل وصورت میں۔۔۔چہرہ مہرہ میں۔۔۔بال کھال میں۔۔۔ہاتھ پاؤں میں وہ تاثیر پیدا کر دیتا ہے کہ دنیا عش عش کر اٹھتی ہے۔

حجۃ الاسلام ساری زندگی دین کی تبلیغ کرتے رہے۔۔۔بندوں کے درمیان ایمان وعمل کی دعوت دیتے رہے۔۔۔لوگوں کو شریعت وسنت کا پابند بناتے رہے۔۔۔گمراہوں کو راہِ راست پر لاتے رہے۔۔۔اور دنیا سے چلے تو دین کی تبلیغ کرتے ہوئے چلے۔۔۔لیجئے جناب محمد صادق قصوری کی تحریر سے حامد رضا کی تبلیغ کا ایمان افروز واقعہ پڑھئے:

"جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو ایک حشر برپا تھا اور بے پناہ ہجوم تھا، لوگ جنازہ کو کاندھا دینے کے لئے سرتوڑ کوشش کر رہے تھے، ایک بہت بڑے گراونڈ میں آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی، آپ کی وصیت کے مطابق نماز جنازہ کی امامت کے فرائض آپ کے تلمیذ رشید حضرت شیخ الحدیث (مولانا سردار احمد خاں) نے سرانجام دیئے، ظاہری زندگی میں جس طرح آپ کی نورانی صورت سے تبلیغِ حق ہوئی تھی اسی طرح آپ کے جنازہ مبارکہ سے بھی تبلیغ ہوئی، ایک ہسپتال کی نرس آپ کا جنازہ دیکھ کر مشرف بہ اسلام ہوئی اور کئی مذبذب قسم کے لوگ یہ نورانی سما دیکھ کر صحیح العقیدہ سنی بن گئے" (۱۴)

زندہ باد حجۃ الاسلام زندہ باد۔۔۔پائندہ باد حامد رضا پائندہ باد۔۔۔زندگی بھر اسلام وسنیت کی تبلیغ کرتے رہے، بعد وصال بھی تبلیغ دین کی، آپ کی تبلیغ کا مرکز کلکتہ اور مضافاتِ کلکتہ۔۔۔اجمیر۔۔۔بمبئی، بنارس، پٹنہ، مظفر پور، پوکھریرا، اودے پور، جودھپور، چتوڑ گڑھ

لکھو، کانپور، لاہور۔۔۔حیدرآباد اور ملک کے دوسرے حصوں میں رہا، جہاں آپ نے سینکڑوں آدمیوں کو کلمہ پڑھا کر مسلمان بنایا اور ہزاروں فاسق و فاجر کو اسلام کا راستہ دکھایا۔

لوگوں کو تبلیغ کرنے کا مشورہ دینا:

حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں علیہ الرحمہ نے خود تبلیغ کی اور لوگوں کو تبلیغ کرنے کا مشورہ دیا۔۔۔تبلیغ پر ابھارا۔۔۔تبلیغ کے فوائد بتائے۔۔۔تبلیغ کی تاریخ دکھائی۔۔۔تبلیغ کی راہ پر چلنے کے لئے کہا۔۔۔تبلیغ کوئی نئی چیز نہیں ہے۔۔۔تبلیغ سے بگڑی ہوئی قوم سدھرتی ہے۔۔۔تبلیغ سے تہذیب و تمدن زندہ ہوتا ہے۔۔۔تبلیغ سے اسلام و قرآن کا پھریرا بلند ہوتا ہے۔۔۔تبلیغ سے آدمیوں میں آدمیت آتی، ادب واخلاق کا معیار بلند ہوتا ہے۔۔۔بگڑا ہوا بن جاتا ہے۔۔۔گراہ ہُوا اٹھ جاتا ہے۔۔۔جام تھامنے والا اپنے ہاتھوں میں قرآن تھام لیتا ہے۔۔۔گالیاں دینے والا قرآن پڑھ لیتا ہے۔۔۔بے راہ رو ادب کی راہ چلنے لگتا ہے۔۔۔حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں علیہ الرحمہ نے ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' مراد آباد منعقدہ ۲۰ تا ۲۳ شعبان المعظم ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۶ تا ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء میں تبلیغ کے سلسلہ خطبۂ صدارت کے ذریعے جو آئینہ دکھایا۔۔۔اُسے قارئین بھی دیکھیں۔

''ہمارا پہلا مقصد تبلیغ ہے۔۔۔جس دن سے اسلام دنیا میں چمکا اسی روز سے اس کی شعاعوں نے دشت و جبل، بر و بحر کو اپنا فیض پہنچانا شروع کیا۔۔۔داعی اسلام علیہ الصلوۃ والسلام کی پہلی صدا دین کی تبلیغ تھی۔۔۔اور تمام عمر شریف کا لمحہ لمحہ تبلیغ میں صرف ہوا۔۔۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو ربانی ہادی وانبیا علیہم الصلوۃ والسلام تشریف لاتے رہے وہ بھی ہمیشہ تبلیغ فرماتے رہے۔۔۔اور اسی وجہ سے انہیں بے شمار جانکاہ اور خطرناک مصیبتیں اور ایذائیں برداشت کرنا پڑیں۔۔۔جن کو رضائے الٰہی کے لئے وہ بخوبی برداشت فرماتے رہے۔۔۔حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے صحابہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اور تابعین کا ہر فرد اسلام کا مبلغ تھا۔۔۔اور ایسا مبلغ کہ اس کی زندگی کا مقصد تنہا اسلام اسلام کی تبلیغ تھی اور بس۔۔۔اس تبلیغ کے لئے انہوں نے کیسی کیسی محنتیں اٹھائیں۔۔۔مشقتیں برداشت فرمائیں۔۔۔جانیں نذر کیں۔۔۔مال فدا کئے۔۔۔یہ ان کے کارناموں پہ نظر ڈالنے سے ظاہر ہے۔۔۔ان کے بعد مسلمان بھی اسی طرح اس میں مصروف رہے کہ ان کے احوال کا مطالعہ انسان کو حیرت میں ڈالتا ہے۔۔۔اقالیم وممالک کے فاتحین وسیع اور زرخیز ملکوں پر قابض ہو کر دولت و مال اور حکومت و سلطنت کی پرواہ نہ کرتے تھے۔۔۔دین کا اعلان اور اسلام کی تبلیغ وہ

چیز تھی جوان کا نصب العین رہتی تھی۔۔۔ جب تو ان کے غلاموں نے سلطنتیں کیں۔۔۔ اور ایسی سلطنتیں کہ تاجداری کا عہدہ درویشی اور دینداری کی زندگی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔۔۔ وہ تخت سلطنت پر متمکن رہ کر ایک نادار فقیر کی طرح بسر اوقات کرتے تھے۔۔۔ سلطنت کے معمور خزانوں کے باوجود اس کی معاش ان کے اپنے ہاتھ کے کسب پر موقوف تھی۔۔۔ ان کا طرز عمل دینداری و پاکبازی کا بہترین معلم تھا۔۔۔ غرض مسلمانوں کے جس طبقہ پر نظر ڈالئے وہ اسلام کا مبلغ نظر آتا ہے۔۔۔ بادشاہ ہے تو مبلغ۔۔۔ وزیر ہے تو مبلغ۔۔۔ امیر ہے تو مبلغ۔۔۔ بینوا فقیر ہے تو مبلغ۔۔۔ حضر و سفر میں تبلیغ۔۔۔ بحر و بر میں تبلیغ۔۔۔ دنیا میں دھوم مچا دی۔۔۔ غلغلے ڈال دیئے۔۔۔ زمانہ معمور کر دیا۔۔۔ جہاں رنگ ڈالا عالم کو اسلام کا متوالا بنا دیا۔۔۔ سرزمین کفر میں توحید کی صدائیں بلند کیں۔۔۔ گنگا اور جمنا کے کنارے۔۔۔ برج اور کاشی کے میدان پرستاران توحید اور علمبرداران اسلام سے بھر دیئے۔۔۔ جو قومیں صدیوں سے تاریکی میں تھیں۔۔۔ جن کی پشتہا پشت سے بت پرستی آبائی ترکہ چلی آتی تھی۔۔۔ ان کے دل منور کئے۔۔۔ اللہ لاشریک لہٗ کے حضور ان کی گردنیں جھکائیں۔۔۔ جہاں ناقوس بجتے تھے وہاں سے قرآن کی آوازیں گونجنے لگیں۔۔۔ غرض ہر قرن میں مسلمان مصروف تبلیغ رہے رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اور تابعین کا ہر فرد اسلام کا مبلغ تھا۔ (۱۵)

قارئین کرام! اس طویل اقتباس کو غور سے پڑھنے کے بعد اگر ہم دھڑکتا ہوا دل رکھتے ہیں تو اپنے آپ پر افسوس ہوتا ہے۔۔۔ یا تنقید کرنے کو جی چاہتا ہے۔۔۔ کوسنے کا من کرتا ہے۔۔۔ نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں تو اہلِ علم کے انجماد پر ہنسی آتی ہے۔۔۔ پیروں کی سلطانی پر ترس آتا ہے۔۔۔ مفاد کے لئے سب کی زبانیں کھلتی ہیں لیکن اسلام کی بھلائی کے لئے۔۔۔ دین کی حمایت میں۔۔۔ تبلیغ کے سلسلے میں اکثر کی زبان نہیں کھلتی ہے۔۔۔ اس اقتباس میں تاریخ کے اہم ابواب پوشیدہ ہیں۔۔۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تبلیغ کا نتیجہ ہے کی کفر کی آہنی دیوار گرنے لگی۔۔۔ جو لوگ کلمہ پڑھتے تھے ان پر ظلم و جور کی طغیانی امنڈ آتی تھی۔۔۔ اس کے باوجود وہ لوگوں میں تبلیغ کا کام کرتے تھے۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے اعلان نبوت کے دسویں سال ماہ شوال میں طائف کا دعوتی دورہ کیا۔۔۔ طائف میں بڑے بڑے امرا اور روسا موجود تھے۔۔۔ دس دن یا ایک مہینہ وہاں قیام فرمایا۔۔۔ ''بنی ثقیف'' مشہور قبیلہ تھا۔۔۔ اس قبیلہ میں بڑے بڑے لوگ تھے۔۔۔ رحمۃ للعالمین نے سب کو اسلام کی دعوت پہنچائی لیکن ان لوگوں نے اسلام قبول

نہیں کیا۔۔۔ بلکہ ان ظالموں نے اپنے جوانوں اور بد معاشوں کو بھڑ کا دیا۔۔۔۔۔۔۔ یہ سب رسول کائنات علیہ ﷺ کو پتھر مارتے اور ہنستے، شور مچاتے۔۔۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پتھر لگتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیٹھ جاتے۔۔ ۔۔وہ ظالم مسل کر آپ کے دونوں بازو پکڑ کر کھڑا کرتے۔۔۔۔ پھر پتھر مارتے۔۔۔۔ گالیاں دیتے۔۔۔ تالیاں بجاتے۔۔ ۔۔بازاریوں اور راہگیروں کو بھڑ کاتے۔۔۔۔ اتنے پتھر مارے کہ آپ کے دونوں نعلین شریف خون سے بھر گئے۔۔۔۔ حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تھے۔۔۔۔ بچاؤ کی تدبیر میں حضرت زید کے سر بھی زخمی ہو گئے۔۔۔۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے پیروکاروں کی تیرہ سالہ مکی تبلیغ کا مطالعہ تو یہی کہتا ہے۔۔۔ کافروں کے جبر و جور و استبداد کی تاریخ بڑی لرزہ خیز ہے۔۔۔ مسلمانوں پر ہر طرح کے ظلم و ستم اور اذیتوں کے ساتھ عذاب بھی دیتے تھے۔۔۔۔ کلمہ پڑھنے والے روزانہ حضور سرور کائنات کی بارگاہ میں اس حالت میں آتے کہ کسی کا سر پھٹا ہوا ہوتا تھا تو کسی کا ہاتھ ٹوٹا ہوتا تھا۔۔۔۔ کسی کے پاؤں پر پٹی بندھی ہوئی ہوتی تھی۔۔۔۔ کسی کے جسم سے خون رِس رہا ہوتا تھا۔۔۔۔ محسنِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب کو سمجھاتے کہ صبر کرو۔۔۔ لیکن کافروں کے ظلم و ستم کے کم ہونے کا نام ہی نہیں تھا۔۔۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرام کو حبشہ کی جانب ہجرت کے کی اجازت دے دی ۔۔۔اور گیارہ نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی مدینے کی طرف ہجرت کے ارادے سے نکل پڑے ،حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ساتھ میں تھے۔۔۔ کفارِ مکہ نے راستے میں بھی پیچھا کیا۔۔۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گرفتار کرنے والوں کو انعام کا لالچ دیا۔۔۔ لیکن آپ علیہ ﷺ خیریت سے مدینہ منورہ پہنچ گئے، اب تو کافرِ مکہ کو خاموش بیٹھ جانا چاہئے تھا، لیکن وہ خاموش نہیں بیٹھے، بلکہ مدینہ کے یہودیوں کو خط لکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کے پیروکار مدینہ پہنچ گئے ہیں تم لوگ ان سب کو قتل کر دو نہیں تو ہم لوگ مدینے آ کر تم لوگوں کا صفایا کر دیں گے۔

تبلیغ میں بڑی تکلیف ہوتی ہے۔۔۔ لیکن دین اسلام سے محبت کرنے والے تبلیغ کرتے ہیں۔۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے حضرت علامہ حامد رضا نے بھی خوب تبلیغ کی۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو بھی انہیں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے (آمین یارب العالمین)

مراجع

(۱) عبدالنعیم عزیزی، ماہنامہ حجاز جدید دہلی دسمبر ۱۹۸۹ء، صفحہ ۴۶

(۲) انتخاب عارف صدیقی امروہی، ماہنامہ اعلیٰ حضرت: اپریل، مئی، جون ۲۰۰۶ء، صفحہ ۱۱۰
(۳) مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری ''تذکرۂ جمیل''، ص ۱۹۶ر سنی رضوی اکاڈمی ماریشس
(۴) الحاج سید ایوب علی رضوی
(۵) تذکرۂ جمیل، ص ۱۹۸ر مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری، سنی رضوی اکاڈمی ماریشس
(۶) مرتبین محمد صادق قصوری و پروفیسر مجید اللہ قادری، تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت، ص ۲۳۸ر
(۷) مرتبین محمد صادق قصوری و پروفیسر مجید اللہ قادری، تذکرۂ خلفائے اعلیٰ حضرت ۲۳۸ر
(۸) انتخاب عارف صدیقی، ماہنامہ ''اعلیٰ حضرت'' بریلی شریف، ص ۱۱۰ر اپریل، مئی، جون ۲۰۰۶ء
(۹) عبد النعیم عزیزی، ماہنامہ حجاز جدید دہلی: ص ۴۸ر
(۱۰) مولانا شہاب الدین رضوی: تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، ص ۴۹، ناشر رضا اکیڈمی، ممبئی
(۱۱) مولانا شہاب الدین رضوی: تاریخ جماعت رضائے مصطفی، ص ۲۸۶۔ ناشر رضا اکیڈمی ممبئی
(۱۲) تذکرۂ جمیل، ص ۱۰۲۔ ۲۰۲ر مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری سنی رضوی اکاڈمی ماریشس
(۱۳) مولانا شہاب الدین رضوی: تاریخ جماعت رضائے مصطفی، ص ۲۹۰۔ ناشر رضا اکیڈمی ممبئی
(۱۴) تذکرۂ خلفائے اعلیٰ حضرت: صفحہ۔ ۲۵۲ر مرتبین محمد صادق قصوری و پروفیسر مجید اللہ قادری
(۱۵) حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں ''خطبۂ صدارت آل انڈیا سنی کانفرنس'' مرادآباد منعقدہ ۲۰۔ تا ۲۳ شعبان المعظم ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۶۔ تا ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء۔ صفحہ ۲۹۔ ۳۰۔ ادارہ اشاعت تصنیفاتِ رضا ۴۳ سوداگران بریلی

Mob.9869781566

☆☆☆

حجۃ الاسلام: علم و معرفت کا سنگم

مولانا کوثر امام قادری

استاذ دارالعلوم قدوسیہ، مہراج گنج، یوپی

برصغیر میں سلسلۂ قادریہ کے فروغ واشاعت اور برکات غوث اعظم کی تقسیم میں مشائخ مارہرہ نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ نہ صرف یہ کہ تاریخ کے زریں اوراق پہ ثبت ہیں بلکہ ماتھے کی نگاہوں سے دیکھی جانے والی ایک ظاہر و باہر حقیقت ہے، ایسی حقیقت جو نہ تو جھٹلائی جاسکتی ہے اور نہ ہی ہوش وحواس کی موجودگی میں اس کا انکار کیا جاسکتا ہے۔

علوم ظاہری کی ترویج ہو یا باطنی وروحانی فیضان کی ترسیل، ہر چیز کا مرکز و منبع اور بالخصوص تطہیر فکر ونگاہ، تزکیۂ نفوس، روحانی بالیدگی، کشف صدور، انشراح قلوب، پاکیزگی باطن کا چشمہ جہاں صدیوں سے ابلتا رہا ہے وہ مارہرہ مطرہ کی پرافتخار سرزمین ہے۔

یہاں سے نہ جانے کتنے ذرے خورشید ہدایت بن کر چمکے، کتنے بھٹکے ہوئے سالار رہروان منزل مقصود پر چھا گئے، یہاں جہلا، گمراہ، کفار، مشرکین، گم گشتہ راہ ہدایت، علمائے اسلام، فقہائے کرام، مفتیان امت، محدثین، مقررین، خطبا، عوام بے جھجک آئے اور گوہر مراد سے مالا مال ہو کر لوٹے ساتھ ہی وقت کے عظیم مجدد سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی بھی اپنی تمام تر خوبیوں اور کمالات کے باوجود کہیں نہ جا کر انہیں مشائخ مارہرہ کے در دولت پر حاضر ہوئے اور برکاتی مشائخ اور اکابر مارہرہ کی توجہ، عنایات، فیض وفیضان، جودوسخا، لطف وعطا کا مرکز بنے اور وہ سب کچھ حاصل کر لیا جو کاتب قدرت نے نوشتہ ازل میں مرقوم فرما دیا تھا۔

بھلا یہ کیوں کر ممکن تھا کہ جس چشمۂ نور ونکہت سے خود سیراب ہوں اس سے اپنوں اور بالخصوص صاحبزادگان کو محروم رکھیں لہٰذا اپنے بڑے صاحبزادے مفتی حامد رضا خاں قادری برکاتی

بریلوی کو بھی اسی برکاتی چشمہ سے زلال صافی کا جام نوش کرانا پسند فرمایا۔
چنانچہ اپنے اس فرخندہ فال، طالع اقبال، فرزند ارجمند کو جمیع علوم عقلیہ ونقلیہ سے آراستہ وپیراستہ فرما کر حضور سیدنا سرکار نور العارفین الشاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروری کے قدموں میں ڈال دیا۔ اور سرکار مارہرہ نے روحانیت وولایت اور کشف وکرامت کے کون کون سے مراحل ومدارج طے کرائے یہ کون جانتا۔ ہاں کچھ ان چیزوں کا انکشاف ہوا جن کا ظہور خلق خدا اور امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں نعمت عظمیٰ سے کم نہیں۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

> بلاشک میں اپنے عزیز تر بیٹے محمد معروف بمولوی حامد رضا خاں کو تمام سلاسل اور تمام علوم اور سارے اذکار واشغال واوراد واعمال اور ہر اس چیز کی جس کی مجھے اپنے برگزیدہ مشائخ کرام سے اجازت پہنچی، اجازت دے چکا تھا اور میرا اجازت دینا اس کے مرشد برحق شیخ طریقت نور الکاملین، خلاصۃ الواصلین، سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہ النورانی کے حکم سے تھا۔ (تجلیات حجۃ الاسلام، ص ۴۳)

سرکار نور سے آپ کو طریقت ومعرفت کے جن تیرہ سلاسل میں اجازت وخلافت حاصل تھی وہ مندرجہ ذیل ہیں:
(۱) قادریہ برکاتیہ جدیدہ (۲) قادریہ آبائیہ قدیمہ (۳) قادریہ ہدائیہ (۴) قادریہ رزاقیہ (۵) قادریہ منوریہ (۶) چشتیہ نظامیہ قدیمہ (۷) چشتیہ جدیدہ (۸) سہروردیہ قدیمہ (۹) سہروردیہ جدیدہ (۱۰) نقشبندیہ علائیہ صدیقیہ (۱۱) نقشبندیہ علائیہ علویہ (۱۲) بدیعیہ (۱۳) علویہ مناسیہ۔
مختصر یہ کہ سلسلۂ برکاتیہ کے وابستگان وخلفا اور مریدین کی فہرست میں ایک حسین وجمیل نام حجۃ الاسلام کا بھی ہے۔ جنہوں نے پوری زندگی خدمت دین، تحفظ سنیت وشریعت، اشاعت مذہب حنفیہ میں صرف فرمائی اور اپنے والد گرامی سدی اعلیٰ حضرت کے نقش قدیم پر چلتے ہوئے مشائخ مارہرہ کے مشن کو خوب خوب فروغ دیا اور سلسلہ قادریہ برکاتیہ کی ترویج میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ یہاں آپ کی زندگی کے بعض پہلوؤں پر مختصر روشنی ڈالنا چاہوں گا۔

سوانح حیات:

ربیع النور ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء کے پر بہار موسم میں حجۃ الاسلام کی ولادت ہوئی، امام احمد رضا نے ۹۲ کا لحاظ کرتے ہوئے آپ کا تاریخی نام ''محمد'' رکھا جس کے اعداد بانوے ہیں، اسی نام سے عقیقہ ہوا جبکہ پکارنے کا نام ''حامد رضا'' تجویز ہوا جس کے اعداد زبروبینہ میں ۱۳۶۲ھ ہوتے ہیں اور یہی ۱۳۶۲ھ آپ کا سن وصال ہے۔

جب آپ کی عمر چار سال چار ماہ چار دن ہوئی تو تعلیم کا آغاز ہوا۔ خاندانی روایت کے مطابق حجۃ الاسلام نے اپنے گھر ہی میں تعلیم و تربیت کے سارے مراحل طے کئے اعلیٰ حضرت کے فیضان علم و فضل سے ایک زمانہ سیراب ہو رہا تھا، صاحبزادہ گرامی نے بھی خوب خوب آسودگی حاصل کی۔ تمام کتب درسیہ و دینیہ اعلیٰ حضرت سے پڑھیں اور انیس سال کی عمر ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۴ء میں علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل سے فراغت ہوئی۔

یہ گھرانہ چونکہ پچھلے کئی سالوں سے فقہ و فتاویٰ کا مرکز اور تصنیف و تالیف کا سینٹر رہا ہے اور جب اعلیٰ حضرت منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئے تو پورے عالم اسلام کا مرکز توجہ بن گیا، ہر طرف سے استفتا آتے اور یہاں سے شرعی جوابات بھیجے جاتے۔ حجۃ الاسلام کو بہت حسین موقع ملا، اپنے والد ماجد کی خدمت میں رہ کر فتویٰ نویسی اور تصنیف و تالیف کے انداز و مناہج اور طریقے وضابطے معلوم کئے اور ۱۸۹۵ء سے ۱۹۴۲ء تک تقریباً ۴۷ سالوں تک فتویٰ نویسی اور تصنیف وتالیف کے کارہائے نمایاں انجام دیے۔

رب تبارک وتعالیٰ نے آپ کو علم و عمل اور فضل و کمال کے ساتھ حسن صورت و حسن سیرت کی دولت سے بھی مالا مال کیا تھا، انتہائی خوب رو اور پر کشش جسم، چاند جیسا چہرہ۔

آپ کے حسن و جمال، عمامہ کی بندش، داڑھی کی وضع قطع، پاکیزہ صاف ستھرا لباس اور بزرگی دلوں کو مسخر کر رہی تھی۔ وہابیہ اور شیعہ حضرات نے کہا کہ "ایسی نورانی صورت آج تک دیکھی نہ گئی۔"

مولانا شمس بریلوی کہتے ہیں:

آپ نہایت حسین و جمیل شخصیت کے مالک تھے۔ سرخ و سفید چہرہ، اس پر سفید ریش اور آپ کا قد بالا ہزاروں لاکھوں کے مجمع میں پہچان لیا جاتا تھا۔ (تجلیات حجۃ الاسلام)

مولانا نور احمد قادری لکھتے ہیں:

حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا چہر مبارک نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوؤں سے ایسا روشن تھا کہ بس دیکھنے والے کا یہی دل کرتا کہ وہ حضرت کے شمع کی طرح روشن چہرے کو دیکھتا ہی رہے اور آپ کی یہ زندہ کرامت تھی کہ کئی بڑے بڑے ہندو کانستھ ۱۹۳۴ء میں اجمیر شریف میں حضرت خواجہ غریب نواز کے عرس شریف کے موقع پر صرف آپ کا شمع کی طرح روشن چہرہ دیکھ کر ہی حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ وہ یہ کہتے تھے کہ یہ روشن چہرہ بتاتا ہے کہ یہ حق و صداقت اور روحانیت کی تصویر ہیں۔ (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا،

ص ۸)

ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی رقمطراز ہیں:

جس طرح حجۃ الاسلام کا چہرہ خوبصورت تھا اسی طرح آپ کا دل بھی منور تھا۔ وہ ہر اعتبار سے حسین تھے۔ صورت و سیرت، اخلاق و کردار، رفتار و گفتار، علم و فضل، زہد وہ ہر اعتبار سے حسین تھے۔ صورت و سیرت، اخلاق و کردار، رفتار و گفتار، علم و فضل، زہد و تقویٰ سب میں بے مثل و بے نظیر تھے۔ بلند پایہ کردار اور پاکیزہ اخلاق کے مالک تھے۔ بہت ہی متواضع، وضع دار، رحم دل، مہربان اور رحیم و کریم تھے، اپنے ہوں یا بیگانے بھی ان کے حسن صورت و حسن سیرت اور حسن اخلاق کے معترف تھے۔ البتہ دشمنان دین و سنیت اور گستاخان خدا اور رسول کے لیے شمشیر برہنہ اور غلامان مصطفیٰ و نیاز مندان اولیا کے لیے شاخ گل کی طرح نرم و نازک اور لچک دار تھے۔ (تجلیات حجۃ الاسلام، ص ۷۵)

اعلیٰ حضرت کی بڑی بہن حجاب بیگم جن کی شادی عالی جناب حاجی وارث علی خاں سے ہوئی تھی، آپ سنت و شریعت اور پردہ کی سخت پابند تھیں۔ صالحہ، متقیہ، خاتون تھیں۔ آپ کی صاحبزادی کنیز عائشہ سے حضرت حجۃ الاسلام کا عقد مناکحت ہوا۔ یہی وہ خانوادہ رضویہ کی پاک بیوی ہیں جن سے اعلیٰ حضرت کی اولاد کا سلسلہ چلا اور خانوادۂ رضویہ کے موجودہ صاحبزادگان آپ ہی کے پوتے، پر پوتے ہیں۔ آپ ہی کے بطن سے مفسر اعظم ہند مولانا شاہ ابراہیم خاں جیلانی میاں، مولانا حماد رضا خاں نعمانی میاں جیسے جلیل القدر اساطین ملت پیدا ہوئے۔

کارنامے:

امام احمد رضا کے تحریک و عمل کا دائرہ کافی وسیع تھا۔ مختلف شعبہائے عمل کا اہتمام فرماتے، قوم مسلم کی فلاح و بہبود اور مذہبی ضروریات کے بہت سارے پہلوؤں پر آپ کی بھرپور توجہ تھی۔ فتویٰ نویسی، تصنیف و تالیف، رد و مناظرہ، وعظ و نصیحت، ادارہ منظر اسلام کا انتظام و انصرام، تبلیغی اسفار، دینی و ملی رہنمائی، اٹھتے ہوئے فتنوں کا سد باب، ابطال باطل، احقاق حق وغیرہ صدہا چیزیں ایسی تھیں جو رضوی مشن کے دائرہ اثر میں تھیں اور اسی مشن کو بعد کے زمانے میں بھی جاری رکھنا تھا اس لیے امام احمد رضا نے حضرت حجۃ الاسلام کو اس کے لیے تیار کیا اور لوگوں کو بتادیا کہ میرے بعد اس مشن کی ذمہ داری جس کے کاندھے پہ آنے والی ہے وہ کوئی معمولی شخصیت کا مالک نہیں بلکہ یکتائے روزگار ہے اور ہر جہت سے میرا جانشین ہے۔

حضور اعلیٰ حضرت کو پوکھریرا (جو پہلے ضلع مظفر پور بہار میں تھا اور اب ضلع سیتامڑھی بہار میں ہے) کے ایک جلسہ کے لیے مولانا عبد الرحمٰن صاحب محبیؔ نے دعوت دی، مصروفیت کے

سبب اعلیٰ حضرت نے اپنی جگہ پر حجۃ السلام کو ایک گرامی نامہ کے ساتھ روانہ کر دیا جس میں یہ تحریر فرمایا:

اگرچہ میں اپنی مصروفیت کی بنا پر حاضری سے معذور ہوں مگر حامد رضا کو بھیج رہا ہوں۔ یہ میرے قائم مقام ہیں ان کو حامد رضا نہیں احمد رضا ہی سمجھا جائے۔

اعلیٰ حضرت نے اپنے وصال کے ایک جمعہ قبل اپنے پاس مرید ہونے کے لیے آنے والوں کو حجۃ الاسلام سے بیعت کی ہدایت ان الفاظ میں فرمائی:

ان کی بیعت میری بیعت ہے، ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ ان کا مرید میرا مرید ہے۔ (تجلیات حجۃ الاسلام، ۴۶)

منظر اسلام کا جب قیام عمل میں آیا تو اس کے نظم و نسق اور اہتمام کی ساری ذمہ داری پہلے اعلیٰ حضرت کے برادر اوسط استاذ زمن حضرت مولانا حسن رضا خاں اور پھر حجۃ الاسلام کے سر آئی۔ آپ نے عمر کے آخر دور تک انتظام و اہتمام کو اپنے ہاتھوں میں رکھا اور انتہائی خلوص کے ساتھ فرائض منصبی کو نبھایا، اس پر مستزاد یہ کہ انتظام و انصرام کے ساتھ درس و تدریس سے بھی وابستہ رہے۔

آپ کی بارگاہ سے اکتساب علم و فضل کرنے والوں میں مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خاں، علامہ حسنین رضا خاں، محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد ر، مولانا سید وزارت رسول قادری رضوان اللہ علیہم کے نام سرفہرست ہیں۔

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ آپ نے ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں ۳۱ سال کی عمر میں زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل کی اور دوسری مرتبہ ۱۳۲۴ھ میں حج و زیارت کے شرف سے مشرف ہوئے۔

تصنیف و تالیف:

آپ کی رشحات قلم سے نکلی ہوئی چند کتابوں کے اسما حسب ذیل ہیں:

(۱) الصارم الربانی علی اسراف القادیانی (۱۳۱۵ھ) (۲) اجتناب العمال عن فتاویٰ الجہال (۳) وقایہ اہل سنت حاشیہ مکتوبات امام احمد رضا (۴) حاشیہ ملا جلال (قلمی) (۵) تمہید و ترجمہ الدولۃ المکیہ (۶) حاشیہ کنز المعلی (۷) سلامۃ اللہ لاہل السنہ ۸۰، اجلی انوار الرضا۔

علاوہ ازیں فتویٰ نویسی کا فریضہ بھی آپ کو خاندانی ورثہ میں ملا تھا جس کو تادم آخر آپ نے سنبھال کر رکھا۔ ۱۸۹۵ سے ۱۹۴۲ء تک اس فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں آنے دی اور کئی سو

فتاویٰ لکھے۔ افسوس کہ وہ سارے فتاویٰ محفوظ نہ رہ سکے۔ بڑی تگ ودو کے بعد کچھ فتاویٰ دستیاب ہوئے تو انہیں ''فتاویٰ حامدیہ'' کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ اس سے آپ کے اندراز تحریر، طرز استدلال، دقیقہ رسی، بالغ نظری، جزئیات ومبادیات، دلائل وبراہین، اصول ومعانی کے استحضار کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

سلسلہ برکاتیہ کا فروغ:

اس دور میں مختلف ناموں سے بہت سارے سلسلہ طریقت رائج ہیں: سلسلہ رضویہ، برکاتیہ، نوریہ، نظامیہ وغیرہ دراصل یہ سارے سلاسل حضور سیدنا سرکار غوث اعظم کے ہی بحر فیضان سے نکلی ہوئی نہریں ہیں جو قریب کے مشائخ کی طرف منسوب ہیں۔ ہر شیخ نے سلسلہ قادری کے فروغ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ خود بھی لوگوں کو مرید کرتے اور دوسروں کو بھی اجازت وخلافت دیتے تاکہ دوسرے بھی اس کار حسن کو بحسن وخوبی انجام دیں جس سے ایک طرف خلق خدا کو روحانی دولت ملے تو دوسری طرف بارگاہ غوثیت میں سرخروئی حاصل ہو۔

سیدنا نور العارفین شاہ ابوالحسین نوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حجۃ الاسلام کو اجازت وخلافت سے نوازا۔ یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری تھی۔ جس کو آپ نے نہایت ہی اخلاص کے ساتھ نبھایا۔ بکثرت لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کیا، اور غوثیت مآب کی غلامی حاصل کی۔ آپ جہاں بھی جاتے علما، طلبا، عوام، خواص کی بھیڑ لگ جاتی اور لوگ جوق در جوق خدمت میں حاضر ہو کر سلسلہ میں داخل ہوتے۔ اس سلسلہ میں آپ نے ملک وبیرون ملک کے مختلف صوبوں اور شہروں کا دورہ کیا اور بندگان الٰہی کو حصول فیضان کا موقع بخشا۔

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی رقمطراز ہیں:

> میواڑ راجستھان کے علاقوں اودے پور، چتوڑ گڑھ، بھیل واڑہ وغیرہ کے بیشتر سنی حجۃ الاسلام ہی کے حلقہ ارادت میں شامل تھے اودے پور کے مشہور نعت گو اور آرکیٹکٹ جناب قمر انجم صاحب جو ۱۹۴۷ء کے بعد کراچی پاکستان منتقل ہو گئے تھے۔ بارہ سال کی عمر میں اودے پور ہی میں حجۃ الاسلام سے بیعت ہو گئے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ تقسیم ہند سے قبل اودے پور میں ایک بھی وہابی ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل پاتا تھا اور یہ سب حضرت حجۃ الاسلام کے قدموں کی برکت تھی۔ (تجلیات حجۃ الاسلام، ص ۵۵)

حضرت حجۃ الاسلام نے لاہور کے متعدد اسفار کئے تھے لاہور میں آپ کا قیام عام طور سے حضرت شاہ محمد غوث قادری علیہ الرحمہ کے مزار پر ہوتا، یہاں علما اور عوام وخواص آپ سے

خوب خوب استفادہ کرتے، لوگ جوق در جوق داخل سلسلہ ہوتے۔ (ایضاً: ۵۷)

بنارس میں آپ کے مریدین اور معتقدین کی ایک کثیر تعداد تھی۔ شیر بیشہ اہل سنت علامہ ہدایت رسول کے خانوادہ کے افراد سے خصوصی تعلق تھا، ان کے صاحبزادہ مولانا وزارت رسول صاحب حجۃ الاسلام کے خاص مرید و خلیفہ اور تلمیذ تھے۔ ان سے آپ کو بہت محبت تھی۔ (ایضاً: ۶۴)

مدھیہ پردیش میں گوالیار میں حضرت حجۃ الاسلام کے مریدوں کی اچھی خاصی تعداد تھی اور آپ ان شہروں کا اکثر دورہ فرمایا کرتے تھے۔ یہ شہر راجاؤں کے شہر تھے، راجگان بھی آپ کے دیدار کے لیے بیتاب رہا کرتے تھے۔ آپ جب ان مقامات میں سے کسی مقام پر جاتے تو کسی نہ کسی بہانے سے راجگان آپ کا دیدار کر لیتے۔ (ایضاً: ۷۲)

حضرت حجۃ الاسلام کی بدولت بہت سارے لوگوں کو سلسلہ قادریہ میں دخول کا موقع ملا۔ علاوہ ازیں آپ نے بہت سی شخصیات کو اجازت و خلافت عطا فرمائی جنہوں نے ہند و پاک سلسلہ کے توسیع کا کام کیا، آپ کے نامور خلفا کی تعداد بہت ہے ان میں بعض کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

مفسر اعظم ہند، مولانا محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں (متوفی ۱۹۶۵)

محدث اعظم پاکستان، مولانا سردار احمد فیصل آباد (متوفی ۱۹۶۲)

شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں پیلی بھیت (متوفی ۱۹۶۰)

مجاہد ملت حبیب الرحمٰن دھام نگر (متوفی ۱۹۸۱)

امین شریعت مفتی محمد رفاقت حسین، کانپور (متوفی ۱۹۸۳)

محدث جلیل مولانا محمد احسان علی بہاری (متوفی ۱۹۸۲۹)

نبیرہ حجۃ الاسلام مولانا ریحان رضا خاں (متوفی ۱۹۸۵)

شیخ الحدیث مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی (متوفی ۱۹۸۶) وغیرہم

مرشدان طریقت سے عقیدت:

یوں تو ہر شخص کو اپنے مرشد سے عقیدت و محبت ہوتی ہے اور ہونی بھی چاہیے تا کہ فیضان مشائخ کا سلسلہ جاری رہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی اپنے مشائخ کا بہت احترام فرماتے تھے، ان کی شان میں متعدد نظمیں لکھیں۔

حضرت حجۃ الاسلام کو اپنے مشائخ کا احترام، مشائخ و پیران طریقت سے والہانہ لگاؤ، بڑوں کی تعظیم، چھوٹوں پر شفقت یہ سب کچھ وراثت میں ملا تھا۔ اپنے والد گرامی کے نقش قدم

پر چلتے ہوئے مارہرہ مطرہ کی عظمتوں اور اپنے مشائخ کی شان رفیع کا جس محبت وعقیدت کے ساتھ ذکر کیا ہے اسے پڑھ کر طبیعت جھوم اُٹھتی ہے۔ فرماتے ہیں:

ٹھنڈی ٹھنڈی نسیم مارہرہ
دل کی کلیاں کھلائے آل رسول
نوری مسند پہ نوری پتلا ہے
اچھا ستھرا رضائے آل رسول

اس طرح پچاس سے زائد اشعار لکھ کر حضرت حجۃ الاسلام نے مشائخ مارہرہ کی عظمتوں کو خراج عشق ومحبت پیش کیا ہے۔ (حوالہ: فیضان مارہرہ وبریلی، ص ۱۷۵)

حج وزیارت

زیارت حرمین شریفین ایک سرمدی نعمت ہے جسے حاصل کرنے کیلئے ہر مومن کا دل مچلتا ہے اور وہاں کی حاضری کے لطیف تصور سے ہی روح جھوم جھوم جاتی ہے۔ پھر سراپا حاضری کا کیف آور روح پرور سماں، کا کیا پوچھنا حجۃ الاسلام کا قلب وجگر بھی اسی نعمت عظمیٰ کے حصول اور اسکے سوز گداز میں مچلتا تڑپتا رہا اور جب یہی جذبۂ عشق والفت اور شوق وفدایت وذوق شیفتگی وسپردگی پروان چڑھا تو فراق یار میں یوں پکار اٹھے۔

اب تو مدینے لے بلا گنبد سبز دے دکھا
حامد و مصطفی تیرے ہند میں ہیں غلام دو

اور جذبۂ صادق کو روضۂ انور کی حاضری پہ اپنی نیازمندانہ حالت اور عاشقانہ سج دھج کی فکر ہوئی تو یوں کہا۔

حضور روضہ ہوا جو حاضر تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامد
خمیدہ سر، بند آنکھیں، لب پر میرے درود وسلام ہوگا

حجۃ الاسلام نے ۳۱؍سال کی عمر میں حج وزیارت کیلئے پہلا سفر سراپا ظفر ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں اپنے والد بزرگوار کی معیت میں فرمایا۔ اس سفر میں حضور کی والدۂ محترمہ اور آپ کے عم محترم مولانا محمد رضا خاں صاحب آپکے ہمراہ تھے۔ حجۃ الاسلام کے اس سفر سراپا ظفر کا واقعہ بھی بڑا ہی دلچسپ اور ایمان افروز ہے۔ حضرت علامہ ابراہیم خوشتر صدیقی صاحب اسکا ذکر یوں فرماتے ہیں۔

امام احمد رضا جھانسی تک زوّار مدینہ کو پہنچا کر بریلی واپس تو ہوئے مگر اضطراب کا یہ عالم تھا خود ہی ارشاد فرمایا۔

وائے محرومئی قسمت کہ پھر اب کے برس
رہ گیا ہمراہ زوّار مدینہ ہوکر

پورا ہفتہ اسی اضطراب میں گزرا۔

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

امام احمد رضا نے اس سفر جلیل کا تذکرہ جمیل اس طرح فرمایا۔

یہاں ننھے میاں (برادر اصغر) اور حامد رضا خاں (خلف اکبر) مع متعلقین بارادۂ حج روانہ ہوئے۔ لکھنؤ تک ان لوگوں کو پہنچا کر میں واپس آگیا۔ لیکن طبیعت میں ایک قسم کا انتشار رہا۔ ایک ہفتہ یہاں رہا طبیعت سخت پریشان رہی (الملفوظ ص ۳)

اور یہی اضطراب سبب بن گیا۔ تاآنکہ آپ نے حج وزیارت کا ارادہ فرمالیا۔ بریلی سے بمبئی تک ریزرویشن بھی ہوگیا۔ اور بمبئی سے جدہ تک تمام مراحل بخیر و جوبی آسان ہوگئے۔

الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبۃ۔ اسی حج وزیارت کے دوران کی عظیم شاہکار ہے جس میں امام احمد رضا کی قلمی جولانی اور تصنیفی جواہرات کے ساتھ ساتھ حجۃ الاسلام کی سرعت قلمی اور تصنیف کے انمول موتی بکھیر رہے ہیں۔ تصنیف و تبییض کے ان دو عظیم کارناموں کا ازآغاز تا انجام صرف ساڑھے آٹھ گھنٹے میں انجام پذیر ہوجانا یقیناً ایک مافوق الفطرت کارنامہ ہے جسے صرف مصنف اور تبییض کی کرامت کا نام دیا جاسکتا ہے اور بس۔

اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ العزیز نے اس کا ذکر یوں فرمایا ہے۔

"حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے فرمایا۔ کل سہ شنبہ پرسوں چہار شنبہ ہے۔ ان دو روز میں ہوکر پنج شنبہ کو مجھے مل جائے کہ میں شریف کے سامنے پیش کردوں۔ میں نے اپنے رب عزوجل کی عنایت اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت پر بھروسہ کر کے وعدہ کرلیا اور شان الٰہی کہ دوسرے ہی دن بخار نے عود کیا۔ اسی حالت میں رسالہ تصنیف کرتا اور حامد رضا خاں تبییض کرتے۔ چہار شنبہ کے دن بڑا حصہ یوں بالکل خالی نکل گیا اور بخار ساتھ ہے بقیہ دن میں اور بعد عشاء بفضل الٰہی و عنایت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کہ کتاب کی تکمیل و تبییض سب پوری کرادی۔ "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" اس کا تاریخی نام ہوا اور پنج شنبہ کی صبح ہی کو حضرت مولانا شیخ صالح کمال کی خدمت میں پہنچادی گئی۔

(الملفوظ۔ مصطفیٰ رضا خاں۔ مفتی اعظم ہند۔ مطبوعہ قادری کتاب گھر بریلی شریف حصہ ۲ ص ۱۳)

حجۃ الاسلام نے قیام مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے دران شیخ العلیٰ حضرت علامہ محمد سعید بالصیل مکی اور فضیلت الشیخ حضرت علامہ سید احمد برزنجی جیسے اعاظم علمائے حرمین طیبین کے حلقہ درس میں شریک ہوئے اور ان سے اکتساب فیض کیا۔ اکابر علماء نے آپ کو سندات سے بھی نوازہ حضرت علامہ خلیل خربوطی نے آپ کو سند فقہ حنفی عطا فرمائی جو حضرت علامہ سید طحطاوی سے انہیں صرف دو واسطوں سے حاصل تھی۔

(حجۃ الاسلام۔عبدالنعیم عزیز۔ڈاکٹر۔مطبوعہ ادارہ سنی دنیا بریلی شریف ص ۱۶)

حجۃ الاسلام نے دوسری بار حج وزیارت کا شرف ۱۳۲۴ھ میں حاصل کیا۔

□□□

حجۃ الاسلام

خاتم الاکابر سیدنا آل رسول قدس سرہ کی بارگاہ میں

ڈاکٹر امجد رضا امجدؔ

حجۃ الاسلام کے مجموعہ کلام میں ایک علمی روحانی عرفانی منقبت بھی ہے جو" ذریعہ التجا" کے تاریخی نام سے ہے، آپ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ سے شرف بیعت وخلافت رکھتے تھے اس نسبت سے وہاں کی سرکاروں کی بارگاہ میں نیاز عقیدت پیش کرنا تقاضائے عشق تھا چنانچہ آپ نے ایسا کیا اور خوب کیا۔ "ذریعہ التجا" جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، ایک التجا ہے مگر اس میں عشق ومحبت ادب ومعرفت فقر وغنا، فنا وبقا سارے مباحث شاعرانہ انداز میں بیان ہوئے ہیں التجا بھی ہے تو اس پیرایہ میں ہے کہ ملتجی پر پیار آنا اور اسے قبول ہونا ہی چاہئے۔

یہ قصیدہ مطلع سے لے کر مقطع تک یکساں بہاؤ اور رچاؤ سے ہم آہنگ ہے لگتا ہے جیسے دریا کی روانی ہے جو لہراتی بل کھاتی منزل کی طرف رواں دواں ہے عشق کا ایک جذب وکیف ہے جو شاعر کو اپنے جلو میں مائل پرواز ہے قصیدہ کے آغاز ہی میں جو رنگ باندھا گیا ہے وہ قاری کو بھی اپنے حصار میں لے لیتا ہے اس قصیدہ کے مطلع کے چند اشعار دیکھئے۔

ماومن سے بچپائے آل رسول	من وعن ہوں رضائے آل رسول
حق میں مجھ کو گمائے آل رسول	مجھ کو حق سے ملائے آل رسول
میری آنکھوں میں آئے آل رسول	میرے دل میں سمائے آل رسول
تو ہی جانے فدائے آل رسول	قدر سمو سمائے آل رسول

دوسرے اور تیسرے بند میں پھر چند مطلع آپ نے بڑی کیفیت میں کہے ملاحظہ کیجئے:

یا الٰہی برائے آل رسول		دل میں بھر دے ولائے آل رسول
پار بیڑا لگائے آل رسول		ڈوبے بجرے ترائے آل رسول
جو ہیں اپنے پرائے آل رسول		سب کو اپنا بنائے آل رسول

خاتم الاکابر سیدنا آل رسول احمدی علیہ الرحمہ والرضوان کی رفعت شان سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرماتے ہیں:

سات افلاک زینے پھر کرسی		عرش رفعت سرائے آل رسول
چاندنا چاند کا مدینے کے		لمعۂ حق نمائے آل رسول
ہے ارداہ ترا ارداۂ حق		حق کی مرضی رضائے آل رسول
بعد جس کے نہ ہوگا فقر کبھی		وہ غنا ہے غنائے آل رسول
صبغۃ اللہ کی چڑھی اپنی		حق کی رنگت رچائے آل رسول

پھر اپنے لئے جو التجائیں بارگاہ آل رسول میں پیش کی ہیں وہ طلب دنیا نہیں، جاہ وحشمت نہیں، رعب ودبدبہ ثروت نہیں بلکہ فنائیت بے خودی، عشق، معرفت اور سرخ روئی آخرت ہے ذیل کے اشعار دیکھیں اور اندازہ لگائیں کہ ان میں تصوف کا کتنا گہرا رنگ شامل ہے

ہو خودی دور اور خدا باقی — ہو خدا ہی خدائے آل رسول

موت سے پہلے مجھ کو موت آئے — میری ہستی مٹائے آل رسول

یوں مٹوں میں کہ مجھ میں مٹ جائے — مجھ کو مجھ سے گمائے آل رسول

جیتے جی، جی میں میں گزر جاؤں — پھول میری اٹھائے آل رسول

بیڑی کٹ جائے ہر تشخص کی — قید سے یوں چھڑائے آل رسول

یہ خودی بھی فدائے دعوئی ہے — کر دے بے خود خدائے آل رسول

صورت شیخ کا تصور ہو — ہوں میں محو لقائے آل رسول

سر تا پا یم فدا سرو پایت — وہ چہ نور وضیائے آل رسول

بھر دے قطرے کہ سینے میں قلزم — نم میں یم کو سمائے آل رسول

دل میں حق حق زبان پہ حق حق ہو — دید حق کی کرائے آل رسول

پانی ہو جاؤں شیخ میں اپنے — ہو بہو ہو ادائے آل رسول

یہ تقرب ملے نوافل سے — ہوں حبیب فدئے آل رسول

میری ہستی حجاب ہے میرا	تو ہی پردہ اٹھائے آل رسول
قرب حاصل ہو پھر فرائض کا	صوفی کامل بنائے آل رسول
ملک لاہوت سے الی الناسوت	ہو نے رجعت نہ پائے آل رسول
سیر فی اللہ اور من اللہ ہو	درجے سب طے کرائے آل رسول
پھر الی اللہ فنا مطلق سے	پورا سالک بنائے آل رسول
قید ناسوت سے رہائی ہو	پھیرے میرے بڑھائے آل رسول

شاخ لاہوت پر بسیرا ہو
ہو یہ طائر ہمائے آل رسول

مارہرہ اور بریلی کی نسبت کتنی عالی ہے یہ اہل نظر اور صاحبان علم سے مخفی نہیں۔ حجۃ الاسلام کی اس منقبت نے دونوں روحانی وعلمی مراکز کے درمیان جو تعلق دکھایا ہے اور اس بڑی بارگاہ میں جس انداز میں اپنا استغاثہ پیش کیا ہے وہ دل میں ایک خاص کیفیت پیدا کرتی ہے۔ مارہرہ و بریلی سے نسبت دکھاتے ہوئے کتنے پاکیزہ اشعار کہے ہیں ملاحظہ کریں

ٹھنڈی ٹھنڈی نسیم مارہرہ		دل کی کلیاں کھلائے آل رسول
آتے دیکھیں جو اعلیٰ حضرت کو		آنکھیں کہہ دیں یہ آئے آل رسول
ہے بریلی میں آج مارہرہ		اعلیٰ حضرت ہیں جائے آل رسول

یہ قصیدہ اشعار پر مشتمل ہے جس کا ہر شعر پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے اہل ذوق حجۃ الاسلام کے دیوان میں مکمل قصیدہ ملاحظہ کر سکتے ہیں یہاں ان چند جملوں کے ذریعہ صرف یہ دکھانا مقصود تھا کہ حجۃ الاسلام نے اپنے پیر خانہ سے جو روحانی تعلق رکھا ہے قارئین اس کی ایک جھلک دیکھیں، اور اندازہ لگائیں کہ مرشد سے والہانہ عشق کیسا ہونا چاہئے۔

یہ ساری باتیں قصیدہ کے موضوع کے حوالہ سے تھیں زبان وبیان، جدت تراکیب اور محاسن شعری پہ گفتگو ابھی باقی ہے ویسے اول نظر میں یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ "ذریعہ التجا" کی زبان ،اس کا اسلوب اور اس کی ادبیت ہر اعتبار سے ایک بڑے شاعر کی کھنکتی شاعری کی پہچان ہے

□□□

باب ششم

تعارف و تجزیہ

حجۃ الاسلام کی تصنیفات: ایک جائزہ

ڈاکٹر محمد امجد رضا امجد

حجۃ الاسلام اپنے والد اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے جانشین اور ہم عصر علما میں ممتاز شمار ہوتے تھے، ان کی تصانیفات بھی بڑے پایہ کی ہیں اسلوب، زبان وبیان، قوت استدلال اور اتمام حجت کے اعتبار سے بھی آپ کی تصنیفات اہمیت کی حامل ہیں۔ حجۃ الاسلام کے سوانح نگاروں نے اس کا اظہار کیا ہے مگر اس اظہار کے ساتھ ان کتابوں کی تعداد بتانے میں یہ حضرات متعدد الخیال ہیں۔

حجۃ الاسلام کی سوانحی کتابوں میں دو ہی کتاب مارکیٹ میں دستیاب ہے ایک مولانا ابراہیم خوشتر کی ''تذکرہ جمیل'' اور دوسری ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب کی ''تجلیات حجۃ الاسلام'' ان کتابوں کے علاوہ ایک اہم فہرست علامہ محمد حنیف خان صاحب کا مضمون ہے جس میں ان کی تصانیف کا تذکرہ ہے

تذکرہ جمیل کی فہرست یہ ہے

مجموعہ فتاویٰ

الصارم الربانی

نعتیہ دیوان

تمہید اور اردو ترجمہ الدولۃ المکیہ

الاجازات المتینہ لعلما بکۃ والمدینہ

تمہید کفل الفقیہ الفاھم

تاریخی نام، خطبہ الوظیفۃ الکریمہ

سد الفرار

سلامۃ اللہ لاہل السنہ

حاشیہ ملا جلال

کنز المصلی پر حاشیہ

اجلی انوار الرضا

آثار المبتدعین

وقایہ اہل سنت، حاشیہ مکتوبات امام احمد رضا

یہ کل ۱۴؍اسما ہیں۔ یہ کتاب ۱۴۱۲ھ میں شائع ہوئی مگر حیرت ہے ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی صاحب پر کے اس کتاب کے ۱۶؍سال بعد انہوں نے اپنی کتاب ''تجلیات حجۃ الاسلام'' شائع کی مگر اس میں انہوں نے ترتیب بدل کر من وعن انہیں کتابوں کو شمار کرایا۔ مولانا حنیف صاحب قبلہ نے اپنی فہرست میں صرف ایک کتاب ''تنبیہ العمال عن فتاویٰ الجھال'' کا اضافہ فرمایا۔ اس طرح یہ پہلو اہل تحقیق کی دل چسپی کا متقاضی ہے انہیں اس طرف متوجہ ہونا چاہئے۔

اس فہرست میں یہ چیز بھی قابل غور ہے کہ کیا صرف تمہید لکھدینے سے کوئی کتاب کسی کی طرف منسوب کی جاسکتی ہے، جیسا کہ ''تمہید کفل الفقیہ الفاہم'' لکھ کر اسے حجۃ الاسلام کی کتاب شمار کرایا گیا ہے۔

حجۃ الاسلام کی تصانیف کے حوالہ سے دوسری اہم بات یہ سامنے آتی ہے کہ ان کی تصانیف کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے نام بھی منسوب کیا جاتا رہا ہے اس سلسلہ میں دو کتاب ''اجتناب العمال'' اور ''اذان من اللہ'' کو سامنے رکھا جاسکتا ہے۔ ''اجتناب العمال'' کو اہل پاکستان نے مترجم وجدید فتاویٰ رضویہ میں شامل کردیا ہے اور اب ہندوستانی ایڈیشن میں بھی وہ اسی طرح شائع ہورہی ہے، حالانکہ یہ کتاب حجۃ الاسلام کی ہے۔ یہ کتاب سب سے پہلے ماہنامہ تحفہ حنفیہ پٹنہ میں قسط وار حجۃ الاسلام کے نام سے شائع ہوئی ترتیب اس طرح ہے:

ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ

جمادی الاولی ۱۳۲۰ھ

رجب ۱۳۲۰ھ

رمضان ۱۳۲۰ھ

شوال ۱۳۲۰ھ

اس میں مدیر رسالہ مولانا ضیاالدین ہمدم پیلی بھیتی کا ۳۲ ر صفحات پر مشتمل مقدمہ ہے۔

جس میں انہوں نے لکھا ہے:

یہ استفتا اور ملا صاحب (۔۔۔۔) کی تینوں تحریریں مجدد مأۃ حاضرہ۔۔۔۔۔۔۔اعلیٰ حضرت مخدومنا محمد احمد رضا خان صاحب کی خدمت سراپا افاضت میں پیش کی گئی حضرت موصوف نے ان کو ملاحظہ فرمایا اور آپ کے فرزند لائق، فاضل نوجوان، حامی سنت، ماحی بدعت جناب مولانا مولوی محمد حامد رضا خان صاحب ادام فیوضہ اللہ الواہب نے نہایت شرح وبسط کے ساتھ جواب باصواب تحریر فرمایا اور اس کا تاریخی نام اجتناب العمال عن فتاویٰ الجہال رکھا گیا،

پھر اس کتاب کی تعریف کرتے ہوئے لکھا:

جس اہل علم کے ملاحظہ میں یہ رسالہ مبارکہ گیا اسے حضرت مجیب کی خوبی لیاقت وحسن تحریر کی داددی اور بلاتردد تائیدی تحریر لکھ کر اس پر اپنی مہر لگائی اور سب سے پہلے اس کی تصحیح میں حضرت فاضل بریلوی نے عبارت قلِ دل لکھ کر مہر شریف فرمائی

اعلی حضرت کی تصدیق ملاحظہ کریں:

مجیب سلمہ القریب المجیب نے جو امور بالجملہ میں لکھے ضرور قابل لحاظ و مستحق عمل ہیں مسلمانوں کو ان کی پابندی چاہئے کہ باذنہٖ تعالیٰ مضرت دینی سے محفوظ رہیں وباللہ العصمۃ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

اس کتاب پر جن حضرات کی تصدیقات ہیں اسے عزیزی مفتی غلام سرور قادری نے اپنے مضمون میں شامل کرلیا ہے جو حجۃ الاسلام نمبر میں شامل ہے۔اب اس کے باوجود اس کتاب کو اعلیٰ حضرت کی تصنیف شمار کرنا حیرت انگیز ہے۔

جہاں تک تصنیفات حجۃ الاسلام کے حوالہ سے میں نے تحقیق کی ہے، اس سے ان کی تصانیف کی تعداد ۲۲ ر تک پہنچی ہے مزید تحقیق کا سلسلہ جاری ہے۔جدید فہرست یہ ہے

الصارم الربانی علی اسراف القادیانی مطبوعہ مطبوعہ

سد الفرار مطبوعہ

دو آفت بدایوں کی خانہ جنگی مطبوعہ

نکس اباطیل مدرسہ خرما	مطبوعہ
اجلیٰ انوار رضا	مطبوعہ
اجتناب العمال	مطبوعہ
سلامۃ اللہ لاہل السنہ	مطبوعہ
رمز شیریں چاہ شور	مطبوعہ
قصدیم شیریں باچاہ شور	مطبوعہ
خطبہ اسقبالیہ	مطبوعہ
اذان من اللہ	مطبوعہ
مراسلت سنت وندوہ	مطبوعہ
تیسیر المعیون للسکون فی وباء الطاعون	مطبوعہ
فائحۃ الریاحین بطیب آثار الصالحین	مطبوعہ
جبل اللہ المتین	
تعلیقات فتاوی رضویہ (تیسری جلد)	مفقود
کنز المصلی پر حاشیہ	مفقود
مسئلہ اذان کا حق نما فیصلہ	مطبوعہ
حاشیہ ملا جلال	مفقود
ترجمہ الدولۃ المکیہ	مطبوعہ
ترجمہ حسام الحرمین	مطبوعہ
فتاویٰ حامدیہ	مطبوعہ
دیوان نعت (بنام "تحائف بخشش")	مطبوعہ

اذان من اللہ کو حضرت مولانا محبوب علی خان صاحب نے اعلیٰ حضرت کا رسالہ شمار کیا ہے یہ انتساب بھی قابل غور ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ اس حوالہ سے تفصیلی مقالہ لکھوں مگر حجۃ الاسلام نمبر پریس کے حوالہ ہو رہا ہے اس لئے اسے بعد کے لئے اٹھا رکھتا ہوں مگر اپنی پیش کردہ فہرست کے حوالہ سے میرے پاس کافی شواہد موجود ہیں ان شاء اللہ جلد ہی اسے پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔

□□□

ردقادیانیت میں ایک گراں قدر تصنیف

الصارم الربانی علی اسراف القادیانی

مولانا عبدالسلام رضوی بریلی شریف

انگریزوں کی یہ گندی پالیسی رہی ہے کہ ”پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو“۔ متحدہ ہندوستان میں ان کی اس گندی پالیسی کو کامیاب بنانے میں قوم مسلم کے جو لوگ ان کا مہرہ بنے ان میں قادیان صوبہ پنجاب کا ”مرزا غلام احمد“ بھی ہے۔ اس دجال قادیانی نے قوم مسلم کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ اس نے اسلامی عقائد و نظریات کی صریح مخالفت کی، اور ایسی بے ہودہ اور ناپاک باتیں بکیں اور لکھیں کہ الامان والحفیظ اور اس طرح اس نے مسلمانوں میں انتشار و افتراق پیدا کیا۔

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں: اس کا ایک رسالہ ہے جس کا نام ”ایک غلطی کا ازالہ“ ہے۔ اس کے صفحہ نمبر ۶۷۳ پر لکھتا ہے کہ ”مَیں احمد ہوں جو آیت مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ میں مراد ہے۔“ اس قول میں صراحۃً اِدّعا ہوا کہ وہ رسول پاک جن کی جلوہ افروزی کا مژدہ حضرت مسیح لائے مرزا قادیانی ہے۔ توضیح مرام طبع ثانی ص ۹ پر لکھتا ہے کہ ”مَیں محدث ہوں اور محدث بھی ایک معنی میں نبی ہوتا ہے۔“ دافع البلا مطبوعہ ریاض ہند ص ۹ پر لکھتا ہے کہ ”سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔“ [۱]

یہ ادعاے نبوت و رسالت ہی اس کے ارتداد و خلود فی النار کے لیے کافی تھا۔ لیکن اس نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ اس کے علاوہ بھی درجنوں کفریات بکے اور اپنی کتابوں میں لکھے۔ انبیاے کرام کی شان میں بڑی بے باکی کے ساتھ گستاخیاں کیں، خصوصاً حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام اور آپ کی والدۂ ماجدہ طیبہ طاہرہ صدیقہ حضرت مریم کی شان میں تو وہ بے ہودہ

کلمات بکے جن سے مسلمان کا دل لرز جائے۔ معجزات کو مسمریزم کہا، انبیاے کرام کی پیشین گوئیوں کو جھوٹا بتایا، آیات کریمہ میں تحریف کی، جو آیات حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ہیں ان کو اپنے اوپر منطبق کیا۔ معاذ اللہ رب العالمین۔ مختصر یہ کہ اس کے کفریات وہذیانات کی ایک طویل فہرست ہے۔

صدر الشریعہ حضرت مفتی ابوالعلا محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان نے بہار شریعت حصہ اوّل میں اس کے تین درجن اقوال کفریہ نقل فرمائے ہیں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں: ''غرض اس دجال قادیانی کے مزخرفات کہاں تک گنائے جائیں اس کے لیے دفتر چاہیے۔ مسلمان ان چند خرافات سے اس کے حالات بہ خوبی سمجھ سکتے ہیں، کہ اس نبی اولوالعزم (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) جن کے فضائل قرآن میں مذکور ہیں ان پر کیسے کیسے گندے حملے کر رہا ہے۔ تعجب ہے ان سادہ لوحوں پر کہ ایسے دجال کے متبع ہو رہے ہیں یا کم از کم اس کو مسلمان جانتے ہیں اور سب سے زیادہ تعجب ہے ان پڑھے لکھے کٹ بگڑوں سے کہ جان بوجھ کر اس کے ساتھ جہنم کے گڑھے میں گر رہے ہیں کیا ایسے شخص کے کافر ومرتد، بے دین ہونے میں کسی مسلمان کو شک ہو سکتا ہے؟ حاش للہ! مَنْ شَکَّ فِی عذابِہٖ وکفرِہٖ فَقَدْ کَفَر، جو ان خباثتوں پر مطلع ہو کر اس کے عذاب وکفر میں شک کرے خود کافر ہے۔ [۲]

لوگوں کا حال یہ ہے کہ کوئی شخص کیسے ہی باطل وبے ہودہ نظریات لے کر اٹھ کھڑا ہو کچھ نہ کچھ لوگ بہ اغواے شیطان اس کے ساتھ ہو ہی جاتے ہیں اور اگر ان باطل نظریات کے ساتھ سیم وزر کی توقع بھی ہو تو بگاڑ اور زیادہ ہوتا ہے۔ چناں چہ اس دجال قادیانی کے طاغوتی جھنڈے کے نیچے بھی کچھ لوگ آ گئے اور اس طرح قوم مسلم میں ایک اور باطل وناری فرقہ وجود میں آ گیا۔ جو ''قادیانی'' اور ''مرزائی'' کہلاتا ہے۔

علماے حق نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے پوری پوری جد وجہد فرمائی۔ قادیانی اور اس کے متبعین کے رد میں تقریریں فرمائیں، کتابیں تصنیف کیں اور مناظرے بھی کیے سیّدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے بھی اس کے رد میں یہ رسائل تصنیف فرمائے۔ السوء والعقاب علی المسیح الکذاب، قہر الدیان علی مرتد بقادیان، جزاء اللہ عدوہ باباہٗ ختم النبوۃ، حتیٰ کہ پاکستانی علماے حق کو اس فتنہ کے دبانے میں قید وبند کے مصائب بھی برداشت کرنا پڑے۔ لیکن ان کے بلند ارادوں میں کوئی ضعف نہ آیا اور انجام کار ان کی مخلصانہ کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۷ر نومبر ۱۹۷۳ء کو پاکستان کی

قانون ساز اسمبلی میں قادیانیوں کو مرتد اور غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی ماننے کے خلاف عقیدہ کا اظہار اور اس کی تبلیغ قابل تعزیر جرم قرار دی گئی۔ ۳

علمائے حق کی مساعی سے اس فتنے کے بڑھتے ہوئے قدموں کو روک تو لگی لیکن مشیت ایزدی کہ اس کا استیصال نہ ہوا اور یہ فتنہ آج بھی اپنے فرنگی آقاؤں کے زیر سایہ موجود ہے اور ان کی سرگرمیاں یہاں کی بہ نسبت یورپ، امریکہ اور افریقی ممالک ہی میں زیادہ ہیں۔ قادیانی کے چیلے چپاٹے جہاں پہنچتے ہیں وہاں مسلمانوں کے عقائد بگاڑنے اور ان کو اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے زعم باطل میں قادیانی کو مسیح موعود ثابت کرنے کی غرض سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس دعوے کے اثبات کے لیے آیات واحادیث کے من گڑھت مطالب بیان کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں سیدھے سادے مسلمان پریشانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

ایسی ہی صورت ضلع سہارن پور کی بستی ''سرساوہ'' میں پیش آئی۔ وہاں پر ایک شخص جو مرزا غلام احمد قادیانی کو ''مسیح موعود'' اور خود کو اس کا خلیفہ بتاتا تھا۔ اس نے ۱۳ ررمضان المبارک ۱۳۱۵ھ میں چند مسلمانوں کو ایک تحریر دی، جس میں مندرجہ ذیل امور تھے۔

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسدہ العنصری وبحیات جسمانی آسمان پر اٹھائے گئے اور کسی وقت پھر آسمان سے نزول کریں گے، یہ بات کس قطعیۃ الدلالۃ وصریحۃ الدلالۃ آیت سے ثابت ہے؟ جو آیت پیش کی جائے اس میں لفظ ''حیات'' ہو خواہ کسی صیغہ کی صورت میں ہو اور آیت کا جو معنی بیان کیا جائے وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کسی صحابی سے منقول ہو اور بخاری شریف میں موجود ہو۔ صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہیے جس کے تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں ہے۔

(۲) اور جب وہ نازل ہوں گے تو نبی نہ رہیں گے، تو وہ نبوت ورسالت سے خود مستعفی ہوں گے یا اللہ تعالیٰ ان کو اس عہدۂ جلیلہ سے معزول کر کے امتی بنا دے گا؟

(۳) دو آیات کریمہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کی گئی تھی اور یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ ان آیات کے یہ معنی بخاری شریف میں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور حضرت ابن عباس سے منقول ہیں۔ وہ آیات یہ ہیں:

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ط وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ (مائدہ: ۱۱۷)

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (آل عمران: ۵۵)

(۴) یہ سوال بھی کیا گیا تھا کہ حضرت امام مہدی کا ظہور اور دجال کا ہونا قرآن شریف میں مذکور ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس آیت میں ہے؟ اور اگر قرآن شریف میں نہیں ہے تو وجہ؟

مذکورہ بستی کے باشندے یعقوب علی خاں صاحب نے ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ میں اس تحریر کو استفتا کی شکل دے کر بریلی شریف روانہ کر دیا اور گزارش کی کہ مجھے یقین ہے کہ بہت جلد جواب سے مشرف ہوؤں گا۔ بہ صورت تاخیر کئی لوگوں کا ایمان جاتا رہے گا۔ وہ انھیں اپنی راہ پر لے آئے گا۔ سرکار اعلیٰ حضرت کے خلف اکبر، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قدس سرہ نے اس کا بڑا مدلل و مفصل جواب تحریر فرمایا۔ جو ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ بروز دوشنبہ پایۂ تکمیل کو پہنچا اور تاریخی نام ''الصارم الربانی علی اسراف القادیانی'' سے موسوم ہوا۔ ۴؎

حضرت مولانا مفتی محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی صاحب ''فتاویٰ حامدیہ'' کی تقدیم میں لکھتے ہیں: ''حجۃ الاسلام کا یہ معرکتہ الآرا فتویٰ ماہ نامہ ''تحفۂ حنفیہ'' عظیم آباد پٹنہ رجب المرجب ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء میں بہ عنوان ''فتویٰ عالم ربانی، بر مزخرفات قادیانی'' شائع ہوا۔ جس نے قصر قادیانیت میں زلزلہ برپا کر دیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۳ رسال تھی، مرزا غلام احمد قادیانی اس وقت زندہ تھا اور اپنے علمی جنازے پر محض مرثیہ خوانی کر رہا تھا۔ بعد میں یہ تاریخی فتویٰ ''الصارم الربانی علی اسراف القادیانی'' کے نام سے کتابی شکل میں رضوی پریس بریلی شریف سے شائع ہوا۔'' ۵؎

اعلیٰ حضرت اس رسالہ کے تعلق سے فرماتے ہیں: ''پہلے اس ادعاے کاذب کی نسبت سہارن پور سے سوال آیا تھا۔ جس کا ایک مبسوط جواب ولد اعز، فاضل نوجوان، مولوی محمد حامد رضا خان حفظہ اللہ تعالیٰ نے لکھا اور بنام تاریخی '' الصارم الربانی علی اسراف القادیانی'' مسمّٰی کیا۔'' ۶؎

راقم کے مطالعہ میں ''الصارم الربانی'' کا جو نسخہ ہے وہ ''انڈین اسلامک مشن'' ممبئی ۳ کا نشر کردہ ہے۔ اڈیشن پانچواں اور سن اشاعت صفر المظفر ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء ہے۔ یہ رسالہ ۶۸ رصفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں پانچ مقدمات اور پانچ ہی تنبیہات ہیں۔ استفتا میں مذکور پہلی تین باتوں کا جواب تین تنبیہات کے تحت دیا گیا ہے۔ چوتھی اور پانچویں میں قادیانی کے مسیح موعود ہونے کے دعوے کا رد فرمایا گیا ہے۔ اور آخری سوال کا جواب ''جواب سوال اخیر'' سرخی کے تحت ہے اور اس پر رسالہ کا اختتام ہے۔

یہ رسالہ رد قادیانیت میں بڑی اہمیت و وقعت کا حامل ہے اور جن امور کو لے کر یہ فرقہ سادہ لوح مسلمانوں کو فریب دیتا ہے ان امور کا اس رسالہ میں خوب مدلل و مفصل اور تسلی بخش جواب

دیا گیا ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام نے جو مقدمات ذکر کیے ہیں وہ بہت ہی کارآمد ہیں اور باذن اللہ ہزاروں گمراہیوں سے حفاظت کا ذریعہ ہیں۔ لہٰذا پہلے ان مقدمات کی تلخیص پیش کی جاتی ہے اس کے بعد تنبیہات خمسہ کے بعض مندرجات بھی ذکر کیے جائیں گے۔

مقدمۂ اولیٰ :

اللہ عزوجل نے قرآن عظیم اتارا ''تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ (نحل:۸۹) جس میں ہر چیز کا روشن بیان ...... تو کوئی ایسی بات نہیں جو قرآن میں نہ ہو۔ مگر یہ بھی فرمادیا گیا: وَمَا یَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ (عنکبوت: ۴۳) یعنی اس کی سمجھ نہیں مگر عالموں کو۔ اسی لیے فرمایا گیا: فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (الانبیا:۷) یعنی علم والوں سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے ہو۔ اور پھر یہی نہیں کہ علم والے آپ ہی آپ کتاب اللہ کے سمجھنے پر قادر ہوں، نہیں بلکہ ارشاد ہوتا ہے: وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ (نحل: ۴۴) اے نبی ہم نے یہ قرآن تمہاری طرف اس لیے اتارا کہ تم لوگوں سے شرح بیان کردو اس چیز کی جو ان کی طرف اتاری گئی۔

ان آیات میں کلام الٰہی کو سمجھنے کا طریقہ بتادیا گیا کہ اے بے علمو تم کلام علما کی طرف رجوع کرو اور اے عالمو تم ہمارے رسول کا کلام دیکھو تو ہمارا کلام سمجھ میں آئے۔ یعنی ہم پر تقلید ائمہ واجب فرمائی۔ اور ائمہ پر تقلید رسول اور رسول پر تقلید قرآن۔ امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی ''میزان الشریعۃ الکبریٰ'' میں فرماتے ہیں:

اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی شریعت سے مجملات قرآن عظیم کی تفصیل نہ فرماتے تو قرآن یوں ہی مجمل رہتا اور اگر ائمہ مجتہدین مجملات حدیث کی تفصیل نہ کرتے تو حدیث یوں ہی مجمل رہتی اور اسی طرح ہمارے اس زمانے تک کہ اگر کلام ائمہ کی علمائے مابعد شرح نہ فرماتے تو ہم اسے سمجھنے کی لیاقت نہ رکھتے۔

تو یہ سلسلۂ ہدایت رب العزت کا قائم فرمایا ہوا ہے۔ جو اسے توڑنا چاہے وہ ہدایت نہیں چاہتا بلکہ کھلی گمراہی کی راہ چل رہا ہے۔ اسی لیے قرآن عظیم کی نسبت فرمایا گیا، یُضِلُّ بِهٖ کَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ کَثِیْرًا یعنی اللہ تعالیٰ اسی قرآن سے بہتیروں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتیروں کو سیدھی راہ دیتا ہے۔ تو جو مذکورہ سلسلۂ ہدایت کے مطابق چلتے ہیں، وہ بفضلہٖ تعالیٰ ہدایت پاتے ہیں اور جو سلسلہ توڑ کر اپنی ناقص اوندھی سمجھ کے بھروسے قرآن عظیم سے خود مطلب نکالنا چاہتے ہیں وہ چاہِ

ضلالت میں گرتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: قریب ہے کہ کچھ ایسے لوگ آئیں جو تم سے قرآن عظیم کے مشتبہ کلمات سے جھگڑیں گے تم انھیں احادیث سے پکڑو، کہ حدیث والے قرآن کو خوب جانتے ہیں اور امام سفیان بن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اَلْحَدِیْثُ مُضِلَّۃٌ اِلَّا لِلْفُقَھَاءِ یعنی حدیث گمراہ کرنے والی ہے مگر ائمہ مجتہدین کو۔ وجہ وہی ہے کہ قرآن مجمل ہے جس کی توضیح حدیث نے فرمائی اور حدیث مجمل ہے جس کی تشریح ائمہ مجتہدین نے کی۔ تو جو ائمہ کا دامن چھوڑ کر خود قرآن و حدیث سمجھنا چاہے گا بہکے گا اور جو حدیث چھوڑ کر قرآن مجید سے مطلب حاصل کرنا چاہے گا وادی ضلالت میں پیاسا مرے گا۔

(حضرت حجۃ الاسلام تاکید فرماتے ہیں) خوب کان کھول کر سن لو اور لوح دل پر نقش کر رکھو کہ جسے کہتا سنو ہم اماموں کا قول نہیں جانتے ہمیں تو قرآن و حدیث چاہیے جان لو یہ گمراہ ہے اور جسے کہتا سنو کہ ہم حدیث نہیں جانتے ہمیں صرف قرآن درکار ہے سمجھ لو کہ یہ بددین خدا کا دشمن ہے۔

پہلا فرقہ جو کہتا ہے ہم اماموں کا قول نہیں جانتے ہمیں تو قرآن و حدیث دکھاؤ وہ اس آیت قرآنی کا مخالف ہے کہ فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور دوسرا گروہ جو کہتا ہے ہم حدیث نہیں جانتے ہمیں صرف قرآن درکار ہے وہ اس آیت کا منکر ہے کہ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: سن لو مجھے قرآن عطا ہوا اور قرآن کے ساتھ اس کا مثل۔ خبردار! نزدیک ہے کہ کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر پڑا کہے کہ یہی قرآن لیے رہو۔ اس میں جو حلال پاؤ اسے حلال جانو اور جو حرام پاؤ اسے حرام مانو۔ حالاں کہ جو چیز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حرام کی وہ اسی کے مثل ہے جو اللہ نے حرام فرمائی۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

آپ کی پیشین گوئی کے مطابق ایک تو پیٹ بھرے بے فکرے نیچری تھے جنھوں نے حدیثوں کو یکسر رد ہی کر دیا اور بہ زور زبان صرف قرآن عظیم پر دارومدار رکھا۔ حالاں کہ واللہ وہ قرآن کے دشمن اور قرآن ان کا دشمن۔ دوسرے یہ لوگ نئے فیشن کے مسیحی ہیں کہ ہم کو صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہیے جس کے تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں۔ وجہ یہی ہے کہ یہ دونوں گمراہ طائفے دل سے خوب جانتے ہیں کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں ان کا ٹھکانہ نہیں۔ آپ کی روشن حدیثیں ان کے مردود خیالات کے صاف پرزے بکھیر رہی ہیں۔ لہٰذا

اپنی بگڑتی بنانے کو پہلے ہی دروازہ بند کرتے ہیں کہ ہمیں صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہیے۔ جس میں عوام کے سامنے اپنے دل سے مطلب گڑھنے کی گنجائش ہو۔

مسلمانو! تم ان گمراہوں کی ایک نہ سنو۔ اور جب تمہیں قرآن میں شبہہ ڈالیں تو تم حدیث کی پناہ لو۔ اور اگر اس میں این وآں نکالیں تو ائمہ کا دامن پکڑو۔ اس تیسرے درجہ پر آ کر حق وباطل صاف کھل جائے گا اور یہ بھاگتے نظر آئیں گے۔ اول تو حدیثوں ہی کے آگے انھیں کچھ نہ بنے گی۔ صاف منکر ہو بیٹھیں گے اور اگر وہاں کچھ چون وچرا کی تو ارشادات ائمہ معانی حدیث کو ایسا روشن کر دیں گے کہ پھر انھیں یہی کہتے بنے گی کہ ہم حدیث کو نہیں جانتے یا ہم اماموں کو نہیں مانتے۔ اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ ان کا امام ابلیس ہے جو انھیں لیے پھرتا ہے۔ اور قرآن وحدیث اور ائمہ کے ارشادات پر نہیں جمنے دیتا (آخر میں حضرت حجۃ الاسلام فرماتے ہیں) ''یہ نفیس وجلیل فائدہ ہمیشہ یاد رکھو کہ ہر جگہ کام آئے گا اور باذن اللہ ہزاروں گمراہیوں سے بچائے گا۔'' ؎

مقدمۂ ثانیہ:

مانی ہوئی باتیں چار قسم کی ہیں۔ اوّل: ضروریاتِ دین جن کا منکر کافر ہے۔ ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی قطعیات الدلالات وواضحۃ الافادات سے ہوتا ہے۔ جن میں نہ شبہے کو گنجائش ہو نہ تاویل کو راہ۔

دوّم: ضروریاتِ مذہب اہل سنّت جن کا منکر گمراہ وبدمذہب ہے۔ ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے اگر چہ باحتمال تاویل باب تکفیر مسدود ہوتا ہے۔

سوم: ثابتات محکمہ جن کا منکر بعد وضوح امر خاطی وآثم قرار پاتا ہے۔ ان کے ثبوت کو دلیل ظنی کافی ہے کہ اس کا مفاد اکبر رائے ہو کہ جانب خلاف کو مطروح ومضمحل کر دے۔ یہاں آحاد صحیح یا حسن کافی اور قول سواد اعظم وجمہور علما سند وافی فان ید اللہ علی الجماعۃ۔

چہارم: ظنیات محتملہ جن کے منکر کو صرف مخطی کہا جائے گا ان کے لیے ایسی دلیل ظنی بھی کافی ہے جس نے جانب خلاف کے لیے بھی گنجائش رکھی ہو۔

ہر بات کے ثبوت کے لیے اس کے مرتبہ کی دلیل چاہیے۔ ایسا نہیں کہ بات قسم چہارم کی ہے اور اس کے لیے دلیل اس سے اعلیٰ مرتبہ کی طلب کی جائے، جو فرق مراتب نہ کرے اور ایک مرتبہ کی بات کے لیے اس سے اعلیٰ درجہ کی دلیل مانگے وہ جاہل بے وقوف ہے یا مکار فیلسوف ؎

هر سخن وقتے و هر نکته مقامے دارد گر
فرق مراتب نہ کنی زندیقی

اور کسی بات کی بالخصوص قرآن عظیم بلکہ حدیث ہی میں تصریح صریح ہونا تو اصلاً ضروری نہیں، حتیٰ کہ ضروریات دین میں بہت ایسی باتیں ہیں جن کا منکر یقینا کافر ہے مگر بالتصریح ان کا ذکر آیات واحادیث میں نہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا جہل محال ہونا، یہ ضروریات دین میں سے ہے لیکن قرآن وحدیث میں صراحۃً مذکور نہیں قرآن وحدیث میں اللہ عزوجل کے علم اور احاطۂ علم کا ذکر تو بہت مقامات پر ہے مگر امکان وامتناع کی بحث کہیں نہیں۔ اب اگر کوئی شخص معاذ اللہ باری تعالیٰ کا جہل ممکن مانے تو کیا وہ صرف اس بنا پر کہ اس امکان کا سلب صریح قرآن میں مذکور نہیں کافر نہ ہوگا۔ ضرور کافر ہے اور جو اسے کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ تو جب ضروریات دین ہی کے ہر جزیہ کی تصریح صریح قرآن وحدیث میں ضروری نہیں تو ان سے نیچے درجہ کی بات پر یہ اصرار کہ ہمیں تو قرآن ہی دکھاؤ ورنہ ہم نہ مانیں گے نری جہالت ہے یا صریح ضلالت۔

اس کی نظیر یوں سمجھی جائے کہ کوئی شخص کہے حضرت یحییٰ علیہ السلام نے وصال فرمایا۔ زید کہے میں نہیں مانتا۔ مجھے خاص قرآن دکھاؤ کہ ان کا وصال ہو چکا۔ قرآن مجید میں تو یہ آیا ہے وَسَلٰمٌ عَلَيۡهِ يَوۡمَ وُلِدَ وَيَوۡمَ يَمُوۡتُ (مریم: ۱۵۔ اور سلامتی ہے اس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرے گا) "مات یحییٰ" تو کہیں نہیں آیا۔ تو اس احمق سے یہی کہا جائے گا کہ قرآن میں صراحۃً کتنے انبیائے کرام کے وصال کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ خاص حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ذکر ضرور ہوتا۔ بلکہ قرآن مجید نے تو انبیا ہی گنتی کے گنائے۔ قرآن عظیم میں صرف ۲۶ پیغمبروں کے نام مذکور ہیں۔ تو ایک عاقل کے نزدیک جس طرح ہزاروں انبیائے کرام کا قرآن کریم میں اصلاً تذکرہ نہ ہونے سے ان کی نبوت معاذ اللہ باطل نہیں ٹھہر سکتی اسی طرح وصال حضرت یحییٰ اور حیات حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے ذکر نہ ہونے سے اُن کا وصال اور اِن کی حیات بے ثبوت نہیں ہو سکتی۔ ۸؎

مقدمۂ ثالثہ:

جو شخص کسی بات کا مدعی ہو اس کا بار ثبوت اسی کے ذمہ ہوتا ہے۔ جو خود تو اپنے دعوے کا ثبوت نہ دے اور دوسروں سے الٹا ثبوت مانگتا پھرے وہ پاگل ومجنون کہلاتا ہے یا مکار پرفنون۔ ۹؎

مقدمۂ رابعہ:

جو شخص جس بات کا مدعی ہو اس سے اسی دعوے کے متعلق بحث کی جائے گی۔ خارج از

بحث بات کہ ثابت ہو تو مدعی کو مفید نہیں اور اگر ثابت نہ ہو تو اس کے مخالف کو مُضر نہیں۔ ایسی بات میں مدعی کا بحث چھیڑنا مکر کی چال چلنا اور عوام کو فریب دینا ہے۔ مثلاً زید مدعی ہو کہ میں قطب وقت ہوں اور جب اس سے ثبوت مانگا جائے تو اپنے قطب ہونے کا تو کچھ ثبوت نہ دے بلکہ بحث اس امر میں چھیڑ دے کہ اس زمانے کے جو قطب تھے ان کا انتقال ہو گیا۔ اس عیار سے یہی کہا جائے گا کہ اگر ان کا انتقال ثابت بھی ہو جائے تو اس سے تیرا دعویٰ کیسے ثابت ہو جائے گا۔ کیا ان کے انتقال سے یہ ضروری ہے کہ تو ہی قطب ہو جائے۔ ۱۰ے

مقدمہ خامسہ:

کسی نبی کا انتقال دوبارہ دنیا میں اس کی تشریف آوری کو محال نہیں کر سکتا۔ قرآن مجید کی سورۂ بقرہ کی آیت ۲۵۹ میں حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو وفات دی اور آپ ایک سو برس اسی حال میں رہے اور بقدرت خداوندی لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہے۔ ایک سو برس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو پھر زندہ فرمایا۔

اسی واقعہ سے متصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ مذکور ہے کہ آپ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی، اے میرے رب مجھے دکھا کہ تو مردے کیسے جلائے گا، تو حکم ہوا کہ چار پرندے لے کر ان کو اپنے ساتھ ہلالے پھر انھیں ذبح کر کے متفرق پہاڑوں پر ان کے اجزا رکھ دے۔ پھر انھیں بلا وہ تیرے پاس دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے۔ چناں چہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار پرندے لیے اور انھیں بحکم الٰہی ذبح کر کے ان کے پر اکھاڑے اور قیمہ کر کے ان کے اجزا باہم خلط کر دیے اور اس مجموعے کے کئی حصے کر کے متفرق پہاڑوں پر رکھ دیے اور سر سب کے اپنے پاس رکھے۔ پھر آپ نے آواز دی کہ چلے آؤ۔ تو حکم الٰہی سے یہ فرماتے ہی وہ اجزا اترے اور ہر پرندہ کے اجزا علاحدہ علاحدہ ہو کر اپنی ترتیب سے جمع ہوئے اور پرندوں کی شکلیں بن کر اپنے پاؤں سے دوڑتے ہوئے حاضر ہوئے اور اپنے اپنے سروں سے مل کر بعینہ پہلے کی طرح مکمل ہو کر اڑ گئے۔ ۱۱ے

راقم نے ان مقدمات کی نقل میں تلخیص بھی کی ہے اور کہیں کہیں پیرایۂ بیان میں بھی معمولی تبدیلی ہے ذکر مقدمات کے بعد حضرت حجۃ الاسلام فرماتے ہیں: فقیر غفرلہ المولی القدیر ان مقدمات خمس سے منکر شمس کے حواس درست کر کے بتوفیق اللہ تعالیٰ جانب جواب عطف عنان اور چند تنبیہوں میں حق واضح کو ظاہر و بیان کرتا ہے۔

تنبیہ اوّل : حضرت حجۃ الاسلام فرماتے ہیں: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہاں تین مسئلے ہیں۔

مسئلہ اولیٰ یہ ہے کہ نہ آپ قتل کیے گئے، نہ سولی دیے گئے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکر یہود عنود سے صاف سلامت بچا کر آسمان پر اٹھالیا اور آپ کی صورت دوسرے پر ڈال دی۔ یہود نے آپ کے دھوکہ میں اس کو سولی دی۔ یہ ہم مسلمانوں کا عقیدۂ قطعیہ، یقینیہ ایمانیہ پہلی قسم کے مسائل یعنی ضروریات دین سے ہے۔ جس کا منکر یقینا کافر ہے۔ اس کی دلیل قطعی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اس کے بعد آپ نے سورۂ نساء کی آیات نمبر ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹ر ذکر کی ہیں۔ یہاں پر صرف ان کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔

اور ہم نے یہود پر لعنت کی بہ سبب ان کے کفر کرنے اور مریم پر بڑا بہتان اٹھانے اور ان کے اس کہنے کے کہ ہم نے قتل کیا۔ مسیح عیسیٰ بن مریم خدا کے رسول کو۔ اور انھوں نے نہ اسے قتل کیا نہ اسے سولی دی بلکہ اس کی صورت کا دوسرا بنا دیا گیا ان کے لیے، اور بے شک وہ جو اس کے بارے میں مختلف ہوئے (کہ کسی نے کہا اس کا چہرہ تو عیسیٰ کا سا ہے مگر بدن عیسیٰ کا سا نہیں یہ وہ نہیں، کسی نے کہا بلکہ وہی ہے) البتہ اس سے شک میں ہیں، انھیں خود بھی اس کے قتل کا یقین نہیں مگر یہی گمان کے پیچھے ہو لینا اور بالیقین انھوں نے اسے قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اور نہیں اہل کتاب سے کوئی مگر یہ کہ ضرور ایمان لانے والا ہے عیسیٰ پر اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن عیسیٰ ان پر گواہی دے گا۔ ۱۲ ؎

مسئلہ ثانیہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرب قیامت آسمان سے اترنا اور دنیا میں دوبارہ تشریف فرما ہو کر دین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد کرنا۔ یہ مسئلہ قسم ثانی یعنی ضروریاتِ مذہب اہل سنّت سے ہے جس کا منکر گمراہ خاسر، بد مذہب فاجر ہے۔ اس کی دلیل احادیث متواترہ اور اجماع اہل حق ہے۔ ۱۳ ؎

اس کے بعد حضرت حجۃ الاسلام نے ۴۳ر احادیث نقل کی ہیں۔ یہاں ان میں سے صرف ۳ر احادیث کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔ حدیث کا نمبر وہی نقل کیا گیا ہے جو "الصارم الربانی" میں ہے۔

حدیث اوّل: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "کیسا حال ہوگا تمہارا جب تم میں ابن مریم نزول کریں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔ یعنی اس وقت کی تمہاری خوشی بیان سے باہر ہے کہ روح اللہ تم میں اتریں،

تم میں رہیں، تمہارے معین و مددگار بنیں اور تمہارے امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں۔

حدیث دوّم: صحیحین و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ میں انہیں سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بے شک ضرور نزدیک آتا ہے کہ ابن مریم تم میں حاکم عادل ہو کر اتریں، پس

صلیب کو توڑ دیں، خنزیر کو قتل کریں اور جزیہ کو موقوف کر دیں گے (یعنی کافر سے سوائے اسلام کے کچھ قبول نہ فرمائیں گے) اور مال کی کثرت ہوگی یہاں تک کہ کوئی لینے والا نہ ملے گا۔ یہاں تک کہ ایک سجدہ تمام دنیا اور اس کی سب چیزوں سے بہتر ہوگا۔ یہ حدیث بیان کر کے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے: تم چاہو تو اس کی تصدیق قرآن مجید میں دیکھ لو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: عیسیٰ کی موت سے پہلے سب اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے۔ [14]

حدیث چہارم: صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و جامع ترمذی و سنن نسائی و سنن ابن ماجہ میں حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک قیامت نہ آئے گی جب تک تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ از آں جملہ ایک دھواں اور دجال اور دابۃ الارض اور آفتاب کا مغرب سے طلوع کرنا اور عیسیٰ بن مریم کا اترنا اور یاجوج ماجوج کا نکلنا۔ [15]

مسئلہ ثالثہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات:

اس کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اب زندہ ہیں۔ یہ بھی مسائل قسم ثانی سے ہے جس میں خلاف نہ کرے گا مگر گمراہ۔ کہ اہل سنّت کے نزدیک تمام انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بحیات حقیقی زندہ ہیں۔ ان کی موت صرف تصدیق وعدۂ الٰہیہ کے لیے ایک آن کو ہوتی ہے۔ پھر ہمیشہ حیاتِ حقیقی ابدی ہے۔ ائمہ کرام نے اس مسئلہ کو محقق فرما دیا ہے۔ اور اس مسئلہ کو سیّدنا الوالد المحقق دام ظلہ (امام احمد رضا) نے اپنی کتاب "سلطنۃ المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ" میں مفصل بیان فرمایا ہے۔

دوسرے یہ کہ اب تک ان پر موت طاری نہ ہوئی بلکہ زندہ ہی آسمان پر اٹھا لیے گئے اور بعد نزول دنیا میں سالہا سال تشریف رکھ کر بعد اتمام نصرت اسلام وفات پائیں گے۔ یہ مسائل قسمین اخیرین سے ہیں۔ اس کے ثبوت کو اولاً اسی قدر کافی ہے کہ رب عزوجل نے فرمایا: وَاِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ (سورۂ نساء: ۱۵۹) جس کی تفسیر صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے گزر چکی۔ (یعنی حدیث دوّم میں) مخالف نے اپنی جہالت سے صرف

بخاری شریف کی تخصیص کی تھی لیکن یہ تفسیر بخاری و مسلم دونوں میں موجود ہے۔

شرح مشکوٰۃ شریف للعلامۃ الطیبی میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصدیق حدیث کے لیے نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اس آیت (وَاِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ) سے استدلال فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر کتابی عیسیٰ کی موت سے پہلے ضرور اس پر ایمان لانے والا ہے اور وہ یہود و نصاریٰ ہیں جو بعد نزول عیسیٰ علیہ السلام ان کے زمانے میں ہوں گے تو تمام روئے زمین پر صرف ایک دین ہوگا دین اسلام۔ نقلہ عنہ الملا علی قاری فی المرقات۔ یہی تفسیر بہ سند صحیح دوسرے صحابی جلیل الشان ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی ہے جن سے مخالف نے بخاری شریف میں قول موت حضرت عیسیٰ منقول ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ بخاری کی شرح ارشاد الساری میں ہے کہ "اس حدیث کو روایت کر کے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث کی تصدیق قرآن سے بتانے کے لیے آخر زمانے میں حضرت عیسیٰ کے نزول پر دلیل لائے۔ فرمایا: تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: وَاِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہر کتابی ضرور ایمان لانے والا ہے عیسیٰ پر ان کی موت سے پہلے اور وہ، وہ کتابی ہیں جو اس وقت ان کے زمانے میں ہوں گے تو سارے جہان میں صرف ایک دین اسلام ہوگا اور اسی پر جزم کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس حدیث میں جو ان سے ابن جریر نے ان کے شاگرد رشید سعید ابن جبیر کے واسطے سے بہ سند صحیح روایت کی (عربی سے ترجمہ)

اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھا لیے جانے پر ائمہ کرام اور مفسرین عظام کی کثیر تصریحات ذکر کی ہیں ان میں سے چند کا صرف ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔

(۱) اِنِّیۡ مُتَوَفِّيۡكَ قَابِضُكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنیا من غیر موت یعنی اللہ عزوجل نے عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا میں تجھے اپنے پاس لے لوں گا اور دنیا سے بغیر موت دیے اٹھالوں گا۔ (تفسیر جلالین للعلامۃ جلال الدین السیوطی)

(۲) عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھا لیے گئے ہیں اور اس کے بعد وفات دیے جائیں گے۔ (تفسیر امام ابوالبقا عکبری)

(۳) وہ آسمان پر اٹھا لیے گئے ہیں، اور اس کے بعد زمین پر اتر کر اور شریعت محمدیہ کے مطابق حکم کر کے وفات پائیں گے۔ (تفسیر سمین، تفسیر فتوحات الٰہیہ)

(۴) دلیل سے ثابت ہو چکا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث آئی ہے کہ وہ عن قریب اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ پھر اس کے بعد اللہ عزوجل انھیں وفات دے گا۔ (تفسیر کبیر للامام فخر الدین الرازی)

(۵) آیت کریمہ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ الآیہ کی جو تفسیر حضرت ابو ہریرہ نے فرمائی وہی امام حسن بصری سے بطریق ابی رجا مروی ہوئی کہ انھوں نے فرمایا معنی آیت ہیں کہ تمام کتابی موت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے ان پر ایمان لانے والے ہیں اور فرمایا خدا کی قسم عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور اکثر اہل علم کا یہی مذہب ہے۔

(عمدۃ القاری للامام بدر الدین محمود العینی)

مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ ان کتابوں سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ اٹھا لیے جانے پر عبارات نقل کی گئی ہیں۔ تفسیر معالم التنزیل امام بغوی، تفسیر عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی علامہ شہاب الدین خفاجی، تجرید الصحابہ امام شمس الدین ، عبد اللہ محمد ذہبی، کتاب القواعد امام تاج الدین سبکی، اصابہ فی تمیز الصحابہ امام ابن حجر عسقلانی۔ ان تصریحات کے نقل کے بعد حضرت حجۃ الاسلام فرماتے ہیں" یہی قول جمہور ہے۔ اور قول جمہور ہی معتمد ومنصور ہے، ابھی شرح صحیح بخاری عمدۃ القاری سے گزرا ذهب اليه اکثر اهل العلم یہی قول مصحح ومرجح ہے اور قول صحیح کا مقابل ساقط ونامعتبر۔ امام قرطبی صاحب مفہم شرح صحیح مسلم، پھر علامۃ الوجود امام ابو السعود تفسیر" ارشاد العقل السلیم" میں فرماتے ہیں" الصحیح ان الله تعالى رفعه من غير وفاة ولا نوم كما قال الحسن و ابن زيد، هو اختيار الطبرى، وهوا لصحيح عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ بیدار اٹھا لیا نہ ان کا انتقال ہوا نہ اس وقت سوتے تھے۔ جیسا کہ امام حسن بصری اور ابن زید نے تصریح فرمائی۔ اور اسی کو امام طبری نے اختیار کیا۔ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی صحیح روایت یہی ہے۔ عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے القول الصحيح انه رفع وهو حیٌّ صحیح قول یہ ہے کہ وہ زندہ اٹھا لیے گئے۔ ۱۶

تنبیہ دوّم :

مرزا غلام احمد قادیانی کے خلیفہ نے اس امر پر کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں دو آیات کریمہ سے استدلال کیا تھا۔ اس تنبیہ میں اسی استدلال کا جواب دیا گیا ہے۔

پہلی آیت: فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ط وَأَنْتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (مائدہ:۱۱۷)

ترجمہ: جب تو نے مجھے وفات دی تو ہی ان پر مطلع رہا، اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔

اس استدلال کا جواب حضرت حجۃ الاسلام نے یہ دیا ہے کہ اولاً لفظ "توفی" معنی موت کے لیے خاص نہیں ہے اور اگر یہاں بمعنی موت ہو جب بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت قبل نزول آیت سے ثابت نہ ہوگی کیوں کہ آپ یہ بات بارگاہ رب العزت میں بہ روز قیامت عرض کریں گے۔

اس کے بعد حجۃ الاسلام نے آیت مذکورہ سے پہلے اور بعد کی آیات نقل کی ہیں جن کا ترجمہ یہاں پر نقل کیا جاتا ہے۔

جس دن جمع فرمائے گا اللہ تعالیٰ رسولوں کو۔ پھر فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا؟ بولے ہمیں کچھ خبر نہیں بے شک تو ہی خوب جانتا ہے۔ سب چھپی باتیں۔ جب فرمایا اللہ نے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے یاد کر میرے احسان اپنے اوپر (پھر احسانات گنا کر فرمایا) اور جب فرمایا اللہ نے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تو نے کہہ دیا تھا لوگوں سے کہ بنالو مجھے اور میری ماں کو دو خدا اللہ کے سوا؟ بولا پاکی ہے تجھے مجھے روا نہیں کہ وہ کہوں جو مجھے نہیں پہنچتا۔ اگر میں نے کہا تو تجھے خوب معلوم ہوگا ،تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے۔ بے شک تو ہی خوب جانتا ہے سب چھپی باتیں۔ مَیں نے نہ کہا ان سے مگر وہی جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ پوجو اللہ کو جو مالک ہے میرا اور تمہارا اور میں ان پر گواہ تھا۔ جب تک میں ان میں تھا۔ جب تو نے مجھے وفات دی تو تو ہی ان پر مطلع رہا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔ اگر تو انھیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں بخش دے تو بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔ فرمایا اللہ نے یہ وہ دن ہے جس میں نفع دے گا سچوں کو ان کا سچ۔

صاف صاف ظاہر و روشن ہے کہ اوّل سے آخر تک یہ ساری گفتگو روز قیامت کی ہے۔ یہ کس نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کبھی وفات پائیں گے ہی نہیں کہ روز قیامت بھی اپنی وفات کا ذکر نہ کر سکیں۔ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ آپ کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ پھر قریب قیامت نازل ہوں گے اور چالیس برس دنیا میں رہ کر دین محمدی کی حمایت و نصرت فرمائیں گے۔ اس کے بعد وفات پائیں گے۔ تو قیامت کے دن آپ کا یہ فرمانا کہ "جب تو نے مجھے وفات دی" ہمیں کیا مُضر ہے۔

حضرت حجۃ الاسلام اس کے بعد فرماتے ہیں: شاید جاہل یہاں "قال اللہ" اور "قال

سُبْحٰنَكَ ”میں ماضی کے صیغے دیکھ کر یہ سمجھا کہ یہ تو گزری ہوئی باتیں ہیں اور قیامت کا دن ابھی نہیں گزرا۔ حالاں کہ وہ نہیں جانتا کہ کلام فصیح میں آئندہ بات کو جو یقینی ہونے والی ہے ہزار جگہ ماضی کے صیغے سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی وہ ایسی یقینی الوقوع ہے کہ گویا واقع ہو لی۔ قرآن مجید میں بہ کثرت ایسے محاورے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے قرآن حکیم سے متعدد مثالیں ذکر کی ہیں جن میں روز قیامت کے واقعات کو صیغہائے ماضی سے ارشاد فرمایا ہے۔

دوسری آیت : اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (آل عمران:۵۵)

ترجمہ: جب اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا اور اپنی طرف اٹھانے والا اور کافروں سے دور کر دینے والا ہوں۔

اس آیت سے خلیفۂ قادیانی نے یہ ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وفات دی اس کے بعد آپ کی صرف روح آسمان پر اٹھائی گئی۔

اولاً لفظ ”توفی“ معنی موت میں متعین نہیں بلکہ اس آیت میں مفسرین کرام نے دیگر معانی بھی ذکر کیے ہیں۔ حضرت حجۃ الاسلام نے پہلا جواب ”توفی“ بمعنی موت تسلیم کرنے کی صورت میں دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ اولاً حرف ”واو“ ترتیب کے لیے نہیں، کہ اس میں جو پہلے مذکور ہو اس کا پہلے ہی واقع ہونا ضرور ہو۔ تو آیت سے صرف اتنا سمجھا گیا کہ ”وفات، رفع، اور تطہیر“ سب کچھ ہونے والے ہیں اور یہ بلاشبہ حق ہے۔ یہ کہاں سے مفہوم ہوا کہ ”رفع“ سے پہلے ”وفات“ ہوگی۔ تفسیر امام عکبری میں ہے مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ، كلا هما للمستقبل و التقدير رافعك اِلَیَّ ومتوفيك لانه رفع الى السماء ثمّ يتوفى بعد ذٰلك۔ یعنی متوفيك ورافعك اِلَیَّ یہ دونوں مستقبل کے لیے ہیں۔ تقدیر یوں ہے کہ رافعك اِلَیَّ ومتوفيك یعنی اے عیسیٰ میں تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا اور وفات دوں گا۔ اس لیے کہ یہ ثابت ہے کہ آپ آسمان کی طرف اٹھا لیے گئے اور وفات اس کے بعد پائیں گے۔ تفسیر جمل، تفسیر مدارک، تفسیر کشاف، تفسیر بیضاوی اور تفسیر ارشاد العقل میں ہے: واللفظ للنسفی ای مُمِيْتُكَ فى وَقْتِكَ بَعْدَ النزول مِنَ السَّمَاءِ ورافعك الأن۔ اذ الواو لا يوجب الترتيب۔ یعنی اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ میں تجھ پر موت طاری کروں گا آسمان سے نزول کے بعد اور اٹھاؤں گا اب۔ اس لیے کہ حرف ’واو‘ موجب ترتیب نہیں۔

تفسیر کبیر میں ہے: اَلْاٰیَۃُ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ تعالٰی یَفْعَلُ بِہٖ ھٰذِہِ الافعالَ فَاَمَّا کَیْفَ یَفْعَلُ وَمَتٰی یَفْعَلُ فَالْاَمْرُ فِیْہِ موقوف علی الدلیل ۔ وَقَدْ ثَبَتَ بِالدَّلِیْلِ انہ حیّ ۔ یعنی آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں یہ جملہ افعال فرمائے گا۔ (انھیں وفات بھی دے گا اور انھیں اٹھائے گا بھی) رہی یہ بات کہ کیسے کرے گا اور کب کرے گا تو یہ دلیل پر موقوف ہے۔ اور دلیل سے یہ ثابت ہے کہ آپ زندہ ہیں۔

اب حضرت حجۃ الاسلام "توفی" کے ان دیگر معانی کا ذکر کرتے ہیں جو مفسرین نے یہاں مراد لیے ہیں۔

"توفی" کے معنی موت دینے کے علاوہ "کسی چیز کو پورا لینا" بھی ہیں۔ اس صورت میں آیت کے معنی ہوں گے "میں تمھیں مع جسم و روح تمام و کمال اپنی طرف اٹھالوں گا۔" یہ معنی تفسیر کبیر اور معالم التنزیل میں بیان کیے گئے ہیں۔ "توفی" کے معنی "استیفاے اجل یعنی مدت پوری کرنا" بھی ہیں۔ اس صورت میں آیت کا یہ معنی ہوگا کہ "مَیں تمھیں تمھاری عمر کامل تک پہنچاؤں گا۔ اور ان کافروں کے قتل سے بچاؤں گا۔ ان کا ارادہ پورا نہ ہوگا تم اپنی عمر مقرر تک پہنچ کر اپنی موت انتقال کروگے۔ یہ معنی تفسیر سمیں، تفسیر جمل، تفسیر مدارک، تفسیر کشاف، تفسیر بیضاوی ،اور تفسیر ارشاد العقل میں بیان کیے ہیں۔

"توفی" کے معنی "نیند طاری کرنا" بھی ہیں۔ اس صورت میں آیت کے معنی ہوں گے کہ مَیں تم پر نیند طاری فرمادوں گا اور سوتے میں آسمان پر اٹھالوں گا کہ اٹھائے جانے میں دہشت لاحق نہ ہو۔ یہ معنی تفسیر معالم، تفسیر مدارک، تفسیر کشاف اور تفسیر ارشاد العقل میں ذکر کیے گئے ہیں۔ ان معانی کے علاوہ اور بھی بعض وجوہ کلماتِ علما میں مذکور ہیں۔ تو وفات کو بمعنی موت لینا اور اسے قبل از رفع ٹھہرا دینا محض بے دلیل ہے۔ جس کا آیت میں اصلاً پتہ نہیں۔ ۱ھ ۔ (حضرت حجۃ الاسلام نے مذکورہ تفاسیر کی عبارات بھی نقل فرمائی ہیں لیکن بقصد اختصار یہاں نقل نہیں کی گئیں۔)

خلیفۂ قادیانی نے دعواے وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر دو آیات پیش کی تھیں اور یہ دعویٰ کیا تھا کہ یہ معنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ حضرت حجۃ الاسلام فرماتے ہیں کہ یہ افترا ہے۔

یہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ یہ معنی حضرت عبداللہ ابن عباس سے بھی مروی ہیں۔ حضرت حجۃ الاسلام فرماتے ہیں: یہ بھی افترا ہے۔ انھوں نے ہرگز آیات کے یہ معنی نہیں بتائے۔ صفحات گزشتہ میں ثابت ہو چکا ہے کہ ان سے بہ سند صحیح اس کا خلاف ثابت ہے۔ وہ اسی کے قائل ہیں کہ

عیسیٰ علیہ السلام نے ابھی وفات نہ پائی۔ ان کی موت سے پہلے یہود و نصاریٰ ان پر ایمان لائیں گے۔ امام قرطبی سے گزرا کہ یہی روایت حضرت ابن عباس سے صحیح ہے، رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اس نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ معنی بخاری شریف میں مذکور ہیں۔ حضرت حجۃ الاسلام فرماتے ہیں: یہ بخاری شریف پر افترا ہے کہ اس میں یہ تفسیر حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ حالاں کہ اس میں بروایت ابن عباس صرف اس قدر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا حشر ہوگا اور کچھ لوگ بائیں طرف یعنی معاذ اللہ جہنم لے جائے جائیں گے۔ تو مَیں وہ عرض کروں گا جو بندۂ صالح عیسیٰ ابن مریم نے عرض کیا کہ مَیں ان پر گواہ تھا جب تک ان میں موجود رہا۔ جب تو نے مجھے وفات دی تو ہی ان پر مطلع رہا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔ اگر تو انھیں عذاب کرے وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں بخش دے تو تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

اس حدیث میں مدعی کے اس دعوے کا کہاں پتہ ہے کہ آسمان پر جانے سے پہلے وفات ہوئی اور صرف روح اٹھائی گئی۔ ۱۸؎

تنبیہ سوم:

خلیفۂ قادیانی کی طرف سے یہ سوال بھی کیا گیا تھا کہ ''جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تو وہ نبی نہ رہیں گے۔ تو وہ نبوت و رسالت سے خود مستعفی ہوں گے، یا اللہ تعالیٰ ان کو اس عہدۂ جلیلہ سے معزول کر کے امتی بنادے گا؟''

حضرت حجۃ الاسلام فرماتے ہیں کہ ''ان نئے فیشن کے مسیحوں کا یہ سوال اگر از راہ نادانی ہے تو محض سفاہت و جہالت ہے ورنہ صریح شرارت و ضلالت۔ حاش للہ! نہ وہ خود مستعفی ہوں گے نہ اللہ عزوجل انھیں معزول فرمائے گا نہ کوئی نبی معزول کیا جاتا ہے۔ وہ ضرور اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور ہمیشہ نبی رہیں گے اور ضرور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی ہیں اور ہمیشہ امتی رہیں گے،

یہ سفیہ اپنی حماقت سے نبی ہونے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی ہونے میں باہم منافات سمجھا یہ اس کی جہالت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قدر رفیع سے غفلت ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ ایک عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر موقوف نہیں ابراہیم خلیل اللہ، موسیٰ کلیم اللہ، نوح نجی اللہ اور آدم صفی اللہ تمام انبیاء اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم سب کے سب ہمارے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی ہیں۔ حضور کا نام پاک نبی الانبیا ہے۔ ۱۹؎

اس کے ثبوت میں آپ نے دو احادیث اور سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۸۱ اور ۸۲ نقل کی ہیں۔

تنبیہات چہارم وپنجم:

ان دونوں میں حضرت حجۃ الاسلام نے مرزا قادیانی کے دعوائے مسیحیت کا رد فرمایا ہے جو آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہاں تنبیہ چہارم کا صرف ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے۔

مرزا قادیانی نے دنیاوی شہرت و دولت حاصل کرنے کے خیال میں جہاں ہزاروں گل کھلائے، صدہا جل کھیلے وہاں ایک ہلکا سا پیچ یہ بھی چلے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو مر بھی گئے۔ اب وہ کیا خاک اتریں گے اور کیا کریں دھریں گے۔ جو کچھ ہیں ہم ہی ذات شریف ہیں۔ ہم ہی قاتل خنزیر، ہم ہی کاسر صلیب، ہم ہی مسیح موعود، گویا انہی کی ماں کنواری، انہی کا باپ معدوم، احادیث متواترہ میں انہی کے آنے کی دھوم، مگر یہ ان کی نری ہوس ہے اور حیات موت عیسوی میں ان کی گفتگو عبث۔ (چند سطروں کے بعد فرماتے ہیں) بفرض باطل یہ سب کچھ سہی (یعنی یہی فرض کرلیں کہ حضرت عیسیٰ وفات پاگئے) پھر آخر تمہاری مسیحیت کیوں کر ثابت ہوئی؟ ثبوت دو اور اپنے دعوے کی غیرت کی آن ہے تو صرف قرآن سے دو۔ وہ دیکھو قرآن کی بارگاہ سے محروم پھرتے ہو۔ اچھا وہاں نہ ملا حدیث سے دو۔ وہ دیکھو حدیث کی درگاہ سے بھی خائب و خاسر پلٹتے ہو۔ خیر یہاں بھی ٹھکانہ نہ لگا تو کسی صحابی ہی کا ارشاد، کسی تابعی ہی کا اثر، کسی امام ہی کا قول، کچھ تو پیش کرو کہ احادیث متواترہ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو نزول عیسیٰ کی بشارت دی ہے اس سے مراد کوئی ہندی پنجابی ہے۔ جہاں جہاں ابن مریم ارشاد ہے وہاں کسی پنجابن کا بچہ مغل زادہ مراد ہے۔ جب ایسے بدیہی البطلان دعووں کا کہیں سے ثبوت نہ دے سکو ہر طرف سے ناامید ہر طرح سے باطل تو عوام کو فریب دینے اور الٹے اچھلنے سے کیا حاصل؟ حضرت مسیح مع جسم و روح یا صرف روح سے بعد انتقال گئے یا جیتے جاگتے تمہیں اس سے کیا نفع اور تم پر سے ذلت بے ثبوتی کیوں کر دفع؟ تمہارا مطلب ہر طرح مفقود، تمہارا ادعا ہر طرح مردود۔ پھر اس بے معنی بحث کو چھیڑ کر کیا سنبھالو گے، اور عیسیٰ کی وفات سے مغل کو مرسل، پنجابن کو مریم، نطفے کو کلمہ، اذل کو اکرم، بیاہی کو کنواری، ادخال کو دم کیوں کر بنالو گے؟ ۲۰؎

جواب سوال اخیر:

اس سرخی کے تحت فرماتے ہیں: اب نہ رہا مگر سائل کا حضرت امام مہدی واعور دجال کی بہ نسبت سوال۔ بتوفیق اللہ تعالیٰ اس کے جواب لیجیے (قولہ)۔ حضرت امام مہدی اور دجال کا ہونا

قرآن شریف میں ہے یا نہیں؟ (اقول) ہے اور بہت تفصیل سے۔ (قولہ)۔ ہے تو اس کی آیت؟ (اقول)۔ ایک نہیں متعدد۔ دیکھو سورۂ والنجم شریف کی آیت تیسری اور چوتھی۔ سورۂ فتح شریف کی آخری آیت کا صدر، سورۂ قلب القرآن مبارک کی پہلی چار آیتیں۔ وغیر ذٰلک مواقع کثیرہ۔

جواب دوم: دیکھو مقدمہ اولیٰ۔

جواب سوم:

قادیانی کا نکلنا، اس کا عیسیٰ موعود ہونا قرآن شریف میں ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کی آیت اور نہیں تو وجہ؟ کَذٰلِكَ الْعَذَابُ ط وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اکبر لَوْ کانوا یعلمون [۲۱]۔

خاتمہ میں فرماتے ہیں: الحمدللہ کہ یہ مختصر جواب ۲۲ رمضان المبارک روز جان افروز دو شنبہ ۱۳۱۵ھ کو حُلّہ پوش اختتام اور بہ لحاظ تاریخ ''الصارم الربانی علی اسراف القادیانی'' نام ہوا۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و مولانا محمد و آلہ وصحبہ اجمعین۔ وآخر دعوٰنا ان الحمدللہ رب العالمین۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اور اس مضمون کی یہ اختتامی سطور ۲۴ رذی الحجہ ۱۴۲۸ھ بروز جمعہ مبارکہ لکھی جارہی ہیں۔ ارادہ یہ تھا کہ اس رسالۂ مبارکہ میں جن کتب تفاسیر واحادیث کے نام آئے ہیں ان میں سے جو جامعہ نوریہ رضویہ میں دستیاب ہیں ان کی جلد، صفحہ اور مطبع کی نشان دہی بھی کردی جائے۔ لیکن اس ارادے کی تکمیل نہ ہوسکی۔ آئندہ جو صاحب بھی اس کی اشاعت کریں وہ اس امر کو ملحوظ رکھیں کیوں کہ یہ تقاضائے وقت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت حجۃ الاسلام علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں علیہ الرحمہ کی تربت انور پر اپنے فضل وکرم کی بارشیں فرمائے۔ آمین!

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه سیدنا و مولانا محمد وآله وصحبه اجمعین ۔ برحمتك یا ارحم الراحمین ۔

مصادر ومراجع

(۱) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں، فتاویٰ رضویہ، ج ۶، ص ۲۹۹، نشر کردہ رضا اکیڈمی ممبئی

(۲) حضرت صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی، بہار شریعت، ج اوّل، ص ۶۱، رضوی کتب خانہ بازار صندل خاں بریلی شریف

(۳) حضرت پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، فکر فاروقی، ص ۳۴۷، نشر کردہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

(۴) حضرت حجۃ الاسلام، الصارم الربانی، ص ۶۷، نشر کردہ انڈین اسلامک مشن ممبئی ۳

(۵) حضرت مفتی عبدالرحیم نشتر فاروقی ، تقدیم بر فتاویٰ حامدیہ، ص ۹۸ ، ناشر ادارہ تصنیفات رضا بریلی شریف

(۶) فتاویٰ رضویہ، ج ۶، ص ۲۹۸ (۷) الصارم الربانی، ص ۶ تا ۱۰

(۸) حوالہ مذکور، ص ۱۱ تا ۱۲ (۹) حوالہ مذکور، ص ۱۳

(۱۰) حوالہ مذکور، ص ۱۳ (۱۱) حوالہ مذکور، ص ۱۴۔ ۱۵

(۱۲) حوالہ مذکور، ص ۱۶۔ ۱۷ (۱۳) حوالہ مذکور، ص ۱۷

(۱۴) حوالہ مذکور، ص ۱۸ (۱۵) حوالہ مذکور، ص ۲۰

(۱۶) حوالہ مذکور، ص ۴۰ تا ۴۶ (۱۷) حوالہ مذکور، ص ۴۹ تا ۵۳

(۱۸) حوالہ مذکور، ص ۴۸ (۱۹) حوالہ مذکور، ص ۵۶

(۲۰) حوالہ مذکور، ص ۶۱۔ ۶۲ (۲۱) حوالہ مذکور، ص ۶۷

سد الفرار: ایک مطالعہ ایک جائزہ

مفتی جمیل احمد قادری، پٹنہ

نام کتاب: سد الفرار

مصنف: حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا بریلوی قدس سرہٗ

صفحات: ۲۰۸

سن اشاعت: باراول ۱۳۳۳ھ باردوم ۲۰۰۹ء

آج سے تقریباً ایک سو برس پہلے امام احمد رضا کے عہد زریں میں، دیگر کئی مسائل کی طرح جمعہ کی اذان ثانی کا مسئلہ کھڑا ہوا کہ ''آیا یہ اذان اندرون مسجد ہو یا خارج مسجد؟'' امام احمد رضا نے مجددانہ شان سے اس کا تفصیلی، مسکت اور تشفی بخش جواب مرحمت فرمایا، کہ جمعہ کی اذان ثانی خارج مسجد سنت ہے، کہ یہی عہد رسالت اور خلفائے راشدین کے زمانے کا معمول ہے۔ اس کے برخلاف مسجد کے اندر اذان، خواہ جمعہ کی ہو یا کوئی اور، مکروہ ہے۔ اور یہ جواب اتنا واضح اور محقق تھا کہ اس میں غور و تامل کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی۔ فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۴۸۹ تا ۴۹۸ (پرانا نسخہ) میں وہ فتویٰ آج بھی اسی آن بان کیساتھ موجود ہے۔

اہل سنت کے تقریباً تمام حلقے میں جہاں اس کے خلاف عمل جاری تھا، اصلاح کر لی گئی۔ یعنی منبر کے پاس اذان دینے کی بجائے خارج مسجد اذان دی جانے لگی۔

لیکن ایک مخصوص دائرے میں اسی پرانی روش اور سابق رواج کو باقی رکھا گیا۔ یعنی خطبے کی اذان خطیب کے روبرو منبر کے سامنے عین مسجد کے اندر ہوتی رہی۔ حالانکہ امام احمد رضا کے فتوے کے بعد کچھ عرصے تک وہاں بھی اس پر عمل ہوا، لیکن پھر بند ہوگیا۔ اس پر استقرار باقی نہیں رہا۔ شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

”کئی جمعے قبول کر کے عدول کیا۔ اور فتنہ انگیزی سے کام لیا اور مسئلہ دینیہ کو اپنی سرہنگی کا جھگڑا کر دیا“ (سد الفرار، ص ۱۸)

اس کے پیچھے اسباب کیا تھے، کن وجوہ کی بنا پر ایسا کیا گیا، حجۃ الاسلام کے حق نگار قلم نے کچھ عقدہ کشائی کی ہے، فرماتے ہیں:

”مسئلہ اذان ثانی جمعہ بھی آج کا نہیں۔ یہاں (بریلی شریف میں) عملی طور پر قرنوں سے دروازہ مسجد پر ہوتی، اطراف کے علمائے کرام ہمیشہ تشریف لایا کئے اور منکر نہ ہوئے۔ بائیس برس ہوئے اس کا فتویٰ بلگرام گیا، مارہرہ شریف پہنچا، بنگالے بھیجا، محرم ۲۲ھ کے ”تحفہ حنفیہ“ میں چھپا، ملک میں شائع ہوا، تحفہ، سب حضرات کے یہاں جاتا تھا۔ نہ گزشتہ اکابر نے زبان ہلائی نہ پسماندہ اصاغر نے کان، یہاں تک کہ اب حال میں بعض مکار، تقیہ فروش، وہابیوں نے ایک تازہ ذکر اقدس حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے آزار پا کر چند نادان جاہلوں کو ابھارا۔ ادھر ایک مجددی انتساب کے متعدد اشخاص نے سرکار قادری کی غلامی و بندگی سے شرف دارین حاصل کرنے کو تجدید بیعت کی۔ حالانکہ نہ یہاں خبر تھی۔ نہ ان طالبان خدا نے تذکرہ کیا۔ سلسلہ علیہ عالیہ غوثیہ میں داخل ہونے کی درخواست جیسے ہزاروں بندے کرتے ہیں انہوں نے بھی کی، اور مقبول ہوئی۔

مگر جہاں جہل و تعصب کا جوش، یا پیری مریدی ذریعۂ ناؤنوش ہو، وہ زمین و آسمان میں تمیز تو رکھتے نہیں۔ تبدیل و تجدید کا فرق کیا جانیں؟

شہد، سم ہوا۔ اور کسی کی وہابیت، کسی کی پیریت، بعض کی جہالت، بعض کی عصبیت، چاروں مل گئیں، کئی جمعے قبول کر کے عدول کیا۔ اور فتنہ انگیزی سے کام لیا اور مسئلہ دینیہ کو اپنی سرہنگی کا جھگڑا کر دیا۔

آخر پہلی بھیت کا سوال لکھنؤ اور رام پور گیا لکھنو سے جواب خلاف مراد پایا۔ دوسری جگہ کہ علل اربع تقریباً سب جمع تھیں بعض مستطیع و نامستطیع حضرات نے اپنی عقل شریف سے کام لیا وہ بھی اس وجہ سے کہ صوری مقابلہ و معارضہ ایک دوسرے سنی عالم سے تھا۔ وہابیہ خذلھم اللہ تعالیٰ کہ مار سرکوفتہ و دم بریدہ کی طرح عمروں سے پیچ و تاب میں تھے۔ انہیں سر اُٹھانے کا موقع ملا۔ یوں یہ ردوکد کا سلسلہ بڑھ چلا۔ مگر الحمد للہ وہابیہ و حاسدین، یا ان کے ورغلائے ہوئے جاہلین، بہ رسم جاہلیت تقلید آباء کے منہمکین ہی خلاف ہوئے۔ اور آفاق و اطراف کے اہل علم و ایمان اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عامل ہوئے“ (سد الفرار، ص ۱۷، ۱۸)

بلکہ اپنوں کا یہ اختلاف اس قدر سر اٹھایا کہ خدا کی پناہ! اجمیر معلیٰ کی ایک علمی شخصیت، سید فضل المتین صاحب چشتی نے اپنے محتاط قلم سے حالات کی جو عکاسی کی ہے وہ ملاحظہ کے قابل ہے۔ سید صاحب رقمطراز ہیں:

''دونوں جانب سے دلائل پیش ہوئے، وضاحت کی گئی، لیکن اتفاق رائے نہ ہو سکا۔ اور اس مسئلہ پر تحریر وتقریر کا سلسلہ جاری رہا۔ اور کتابوں کی اشاعت بار بار ہوتی رہی اور تائید وتردید کے موقف پر ہر فریق قائم رہا'' (سد الفرار، ص ٦)

بات اپنوں کی تھی، مسئلہ بھی ایمانی یا اعتقادی نہیں تھا۔ لہٰذا احیائے سنت کا جذبہ لیے مجدد اسلام کا قلم اپنا کام کرتا رہا۔ اور ایک مقام پر خلوص ومحبت کا پھول برساتے ہوئے یوں رقمطراز ہوا:

''مسلمان بھائیو! یہ دین ہے کوئی دنیوی جھگڑا نہیں۔ دیکھو تمہارے نبی ﷺ کی سنت کیا ہے۔ تمہاری مذہبی کتابوں میں کیا لکھا ہے؟

حضرات علمائے کرام سے معروض: حضرات! احیائے سنت آپ کا کام ہے اس کا خیال نہ فرمائیے کہ آپ کے ایک چھوٹے نے اسے شروع کیا۔ وہ بھی آپ ہی کا کرنا ہے آپ کے رب کا حکم ہے ''تعاونوا علی البر والتقویٰ'' اور اگر آپ کی نظر میں یہ مسئلہ صحیح نہیں، تو غصہ کی حاجت نہیں بے تکلف بیان حق فرمائیے! اور اس وقت لازم ہے کہ ان دسوں سوالوں کے جدا جدا جواب ارشاد ہوں۔ اور ان کے ساتھ ان پانچ سوالوں کے بھی۔

١۔ اشارت مرجوح ہے یا عبارت؟ اور ان میں فرق کیا ہے؟

٢۔ کیا محتمل صریح کا مقابل ہو سکتا ہے؟

٣۔ تصریحات کتب فقہ کے سامنے کسی غیر کتاب فقہ سے ایک استنباط پیش کرنا کیسا ہے؟ خصوصاً استنباط بعید یا جس کا منشا بھی غلط۔

٤۔ حنفی کو تصریحات فقہ حنفی کے مقابل کسی غیر کتاب حنفی کا پیش کرنا کیسا ہے۔

٥۔ قرآن مجید کی تجوید فرض عین ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا ہندی علماء بجا لاتے ہیں، یا سو میں کتنے۔ بینوا توجروا۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم نسخہ، جلد دوم، ص ٤٩٤)

سوال نمبر ٥ بظاہر اپنے موضوع سے جداگانہ معلوم ہوتا ہے کہ اذان جمعہ کی بحث میں تجوید قرآن کی بات کہاں سے آگئی۔ لیکن راقم (جمیل احمد قادری) کے خیال میں یہ اپنے موضوع سے مربوط سوال ہے، سوال کیا۔ سوال کے پیرائے میں مشفقانہ جواب ہے کہ جب تجوید جیسا فرض عین ہر قاری قرآن بجا نہیں لاتا۔ بلکہ ہندی علماء کی بڑی تعداد اس میں پیچھے نظر آتی ہے جب عالم دین فرض عین کی ادائیگی سے قاصر نظر آتا ہے۔ تو ہر عالم سے یہ توقع کرنا اور کہنا کہ اذان ثانی خارج مسجد سنت تھی تو فلاں فلاں عالم نے کیوں نہیں اس پر عمل کیا کرایا۔ کیسے درست ہو سکتا ہے، نیز علماء ہندوستان کی اکثریت کا جب فرض میں تغافل کا یہ عالم ہے تو ان سے کسی سنت کے احیاء کا

سوال کتنا عجیب ہے۔

آمدم برسر مطلب، سد الفرار نامی کتاب ردو تنقید کا ایک ایسا گرانمایہ، فقید المثال اور رہنما علمی اثاثہ ہے جس کی ایک ایک سطر سے فقاہت و بصیرت کی شعاعیں پھوٹتی نظر آتی ہیں۔ زبان و بیان کی عظمتوں کے ساتھ مراتب شناسی کا جوہر بھی نمایاں نظر آتا ہے۔ صاحب کتاب خود فرماتے ہیں:

''مسئلہ اذان میں بدایونی تحریر کا جواب منیر کہ اُدھر کی بے حد سخت زبانیاں دیکھ کر مناسب تھا اس کا تاریخی نام یہ ہوتا ''سد الفرار علی الصید الفرار'' مگر بعونہٖ تعالیٰ ہم انکی روش نہ چلیں گے۔ غصہ کے جواب میں کام تحمل سے لیں گے، لہٰذا زبر وبینات میں اس کا نام یہ ہو ''ناز برداری جور بدایوں'' (سد الفرار اندرونی سرورق)

صبر و تحمل: اور واقعی، ہوا بھی یہی، مقابل نے ایک جگہ حجۃ الاسلام کو لکھا کہ:

''فتوائے بدایوں کی اردو منظر اسلام ہی کے کسی طالب علم سے پڑھ لیتے۔ اگر شمس العلوم کی شاگردی سے عار تھی۔''

یعنی مقابل کے نزدیک حجۃ الاسلام کو اردو کی عبارت سمجھنے کی لیاقت نہیں، لہٰذا انہیں چاہئے کہ اپنے مدرسہ منظر اسلام کے کسی طالب علم سے پڑھ لیتے یعنی اتنے گئے گزرے اور جاہل ہیں کہ منظر اسلام کا طالب علم انہیں اردو پڑھائے۔

دوسری جگہ لکھا:

''پھر وہی کہنا پڑتا ہے کہ کسی طالب علم سے فتوائے بدایوں سبقاً سبقاً پڑھئے۔'' (سد الفرار، ص ۷۸)

یہ وہ مقام تھا کہ بڑا سے بڑا بردبار بھی صبر و حلم کا دامن چھوڑ دیتا۔ جواب آں غزل کے طور پر مقابل کی وہ درگت بنا تا کہ دیکھتے بنتی۔ لیکن واہ رے رحمۃ للعالمین کے سچے نائب، نہ غصے کا اظہار نہ لعن طعن کی روش بلکہ نہایت نرمی اور کمال سنجیدگی سے فرمایا تو یہ فرمایا کہ:

اولاً جناب والا فتوائے بدایوں تو خود مفتی ہی آج تک نہ سمجھے ہم باآں کہ رد کر رہے ہیں اسے حتی الوسع کلام مہمل ولغو محض ہونے سے بچاتے ہیں کہ غلط تو ہے ہی۔ جنون تو نہ اور آپ ہر بار اسے معنیٰ سے معطل اور لغو مہمل کر لیتے ہیں الخ، (سد الفرار، ص ۷۸)

حضور حجۃ الاسلام نے مخاطب کو جناب والا اور مفتی، تحریر فرمایا، بلکہ ایک مقام پر تو نہایت عاجزی کے ساتھ بارگاہ رب العزت میں ان کے لیے دعائے خیر فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہوں دعا کے

الفاظ:

''اے اللہ! اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجنے والے یہ تیرا مبارک مہینہ رمضان، مبارک رات شب جمعہ اور مبارک وقت رات کا ثلث اخیر ہے۔ صدقہ اپنے محبوب سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کہ ہمارے بھائی اپنے بندے، ۔۔۔۔ (مقابل کا نام لیکر) کو انصاف و اتباع حق کی توفیق دے۔ اور ہمارے ذات میں کی اصلاح فرمادے الخ'' (سد الفرار، ص ۵۸)

اور دعا سے چند سطر پہلے ہے:

''ہمارے معزز، گرامی برادر، حضرت مولانا''

کیا یہ گالیاں سن کر دعائیں دینے والے پیغمبر کی سچی اتباع نہیں ہے۔

مقابل نے ایک جگہ اپنی تحریر میں آئینہ دیکھنے کی بات کی ہے۔ اور محاورے میں آئینہ دکھانا جن معانی میں بولا جاتا ہے اہل علم پر مخفی نہیں۔ یہ کسی اچھے معنیٰ میں نہیں بولا جاتا مخاطب کو اس کی اوقات وحیثیت یاددلانے کے لیے، یا اس کے ان کرتوتوں کو جنہیں وہ ظاہر کرنا نہیں چاہتا اس کے سامنے بیان کرنے کو یہ محاورہ بولا جاتا ہے۔ مقابل کی مراد بھی اس محاورے سے ایسی ہی ہے۔

حجۃ الاسلام نے بھی اس محاورے کو استعمال فرمایا ہے لیکن بالکل ہی الگ معنیٰ میں جس سے نہ مخاطب کی تنقیص شان ہوتی ہے، نہ اس کی دل آزاری کا کوئی پہلو نکلتا ہے۔ بلکہ اخلاص اور محبت کی خوشبو محسوس ہوتی ہے، ملاحظہ ہو حضرت کا ارشاد:

''برادرم! کہہ دیا تھا کہ کچھ لکھیے تو آئینہ سامنے رکھ لیا کیجیے' کہ آپ کو یاد رہے کہ آپ کون ہیں آپ نے نہ مانی اور وہی دن پیش آیا'' (سد الفرار، ص ۷۷)

مقابل نے ایک جگہ طیش میں آکر لکھا ہے:

''آپ تو ایسے حواس باختہ ہو گئے ہیں کہ کوئی بات ٹھکانے کی کہتے ہی نہیں''

اس جملے میں حجۃ الاسلام کو حواس باختہ کہا گیا ہے۔ جو ان کی عظمت شان کے لیے گالی سے کم نہیں، لیکن ادھر سے صاف جواب تحریر فرمایا کہ:

''میں تو نہ کہوں گا مگر آپ خود ہی اپنی عبارت شریفہ دہرا لیجئے کہ آپ تو ایسے حواس باختہ الخ'' (سد الفرار، ص ۸۷)

تحقیقی میدان میں مد مقابل کی قلابازیاں، فرار و گریز اور الٹی سیدھی تاویلیں اس قسم کی تھیں کہ واقعی اسے اگر حواس باختہ کہا جاتا تو بے جا نہ تھا۔ مگر حجۃ الاسلام کے وقار و تمکنت اور علم

دلم نے صاف انکار کر دیا کہ تم کہتے ہو تو کہو۔ میں تو نہ کہوں گا"

حرمت سادات: اس قلمی مناظرے میں ایک سید صاحب کا نام آگیا ہے اور وہ بھی حزب مخالف میں، سید صاحب کا مضمون حجۃ الاسلام کے موقف کے رد میں ہے۔ یہ بڑی صبر آزما گھڑی تھی۔ ایک شخص حق وصداقت کا پرچم لیے شب وروز مصروف عمل ہو۔ دن کا چین اور راتوں کی نینداس فکر میں قربان کئے ہو کہ لوگ حق آشنا ہو جائیں ایسے میں کسی گوشے سے اس کے "مشن" کے خلاف آواز اٹھتی ہے۔ اور مخالفوں میں اس کا کوئی اپنا عزیز بھی شامل ہو تو، ایسے وقت حق کا علمبردار تمام رشتے ناطے بھول جاتا ہے۔ اور وہ اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ میرے راستے میں آنے والا میرا کیا لگتا ہے۔

اس سے میرا کون سا رشتہ ہے۔ مخالف کیمپ کا فرد سمجھ کر تمام "نوازشات" کا مستحق اسے بھی گردانتا ہے۔ محمود وایاز کا فرق بھول کر سب کو ایک ہی صف میں رکھتا ہے۔

لیکن حجۃ الاسلام کا باہوش قلم حق کی پاسداری میں پرجوش ہونے کے باوجود نسبت و رسالت وغوثیت کا حددرجہ ادب آشنا تھا۔ مقابل کو چاروں شانے چت گراتے ہوئے بھی سید صاحب پر آنچ نہ آنے دی۔ اوران کے ساتھ کچھ ناروا برتاؤ نہ کرنے کے باوجود بھی آخر میں ان سے معذرت خواہی کی۔

فرمایا:

"حضرت جناب سید عبدالفتاح صاحب، جناب کو جیلانی لکھا ہے۔ اگر یہ نسبت صرف بحیثیت سکونت سابقہ نہیں۔ جیسے دہلوی بوجہ سکونت حال۔ بلکہ من حیث النسب الکریم ہے۔ تو ہم حضور پرنور شاہ جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بندگان خانہ زاد ہیں۔ یہ رُکھائی، یہ بے اعتنائی، جو جناب کے ساتھ برتی گئی۔ ہمارے برادران بدایوں تو اس سے انکار فرماتے ہیں۔ اور واقعی ان کے شایان بھی نہیں کہ وہ بھی سرکار قادری کے غلامان خانہ زاد ہیں۔

اولاد وامجاد حضور پرنور، قطب الارشاد، غوث الافراد، سلطان بغداد رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہ برتاؤ کیا برتتے۔" (سد الفرار، ص ۶۲، ۶۳)

پدری میراث:

حضور حجۃ الاسلام کے برق بار قلم کو پدری میراث کہوں یا تربیتی کوششوں کا انمول شاہکار۔ مجھے تو ان کی ذات میں فیضان نظر اور مکتب کی کرامت کے دونوں جلوے نظر آتے ہیں۔ ان کے والد گرامی، عرب وعجم کے مقتداء، اہلسنت کے امام، مجدد اسلام سرکار اعلیٰ حضرت

نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ تین چیزیں صرف کتابیں پڑھ لینے سے حاصل نہیں ہو جاتیں۔ ان کے لیے کسی طبیب حاذق کا مطب درکار ہوتا ہے۔ وہ اور تین فنون ہیں۔

(۱) افتاء (فتویٰ نویسی)

(۲) طبابت (علاج و معالجہ)

(۳) رد

(الملفوظ ج ا، ص ۴۷)

حجۃ الاسلام کو کسی طبیب حاذق کے پاس جانا نہیں پڑا۔ اس صدی کا سب سے بڑا طبیب جس کی شاگردی پر عرب و عجم نازاں ہوں ان کا روحانی و جسمانی مربی تھا۔

آنکھ کھلی تو انہیں دیکھا، انگلی پکڑ کر چلنے کی نوبت آئی تو ان کی انگشت مبارک تھامی، بسم اللہ سے لیکر بخاری شریف تک مروجہ نصاب کی متداول کتابیں ان کی زیر نگرانی پڑھیں۔ وجود کے ساتھ تعلیمی نشونما انہیں کے سائے تلے ہوئی۔

ایسے سچے جانشین کے قلم میں اگر امام احمد رضا کی علمی جاہ و سطوت نظر نہ آئے تو یہ حیرت کی بات تھی۔ امام احمد رضا کی تحقیقات کے بارے میں بار بار ایک فقرہ سننے اور پڑھنے کو ملتا ہے کہ جس مسئلہ پر قلم اٹھایا اس میں نہ موافق کو ضرورت افزائش نہ مخالف کو دم زدن کی گنجائش" سد الفرار کے مطالعہ سے لگتا ہے کہ اس فقرے کی صداقت حجۃ الاسلام کی تحقیقات کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی ہے۔ آپ بھی اس کے جلوے ملاحظہ فرمائیں۔ ایک مذہبی رسالے میں کسی صاحب قلم کا ایک دینی مضمون شائع ہوا۔ جس کا اقتباس درج ذیل ہے۔

"معزز سامعین! میں آپ لوگوں سے اپنا تعارف کراؤں کہ میں کس کس رنگ میں ہمرنگ ہو چکا ہوں، میں کیا تھا۔ اور کس طرح آپ لوگوں تک پہنچا یہ کچھ ایسی ان کہی ہے کہ زبان کو طاقت بیان نہیں۔ عالم مادیات و مجردات، عالم علوی و سفلی، عالم عقل و فکر، سب جھگڑوں سے الگ تھلگ رہ کر علم مطلق کے لقب سے ملقب ہو کر، صفت بن کر، عین موصوف ٹھہر کر۔ کچھ ایسا گمنام رہا کہ کسی نے نہ جانا۔ پھر اس گمنامی نے ایسا نامور بنایا کہ ہر جگہ میرا ہی ظہور۔ خبر نہیں کیا تھا۔ ہاں اتنا جانتا ہوں کہ میں ہی میں تھا اور میرا نہ ہونا نہ ہو سکتا تھا"

یہ طویل عبارت ایک چیستاں کی طرح ہے یہ کیا ہے کس ذات کے اوصاف ہیں بادی النظر میں پتہ نہیں چلتا۔ لیکن حضور حجۃ الاسلام کی نظروں میں آیا تو اس کے سارے کل پرزے بکھر گئے۔ ظاہر ہی نہیں اس کا باطن بھی کھل گیا۔ ایکسرے مشین کی غیر مرئی شعاعیں بھی جن

تہوں تک پہنچنے سے قاصر رہیں۔ اللہ والے ایک نظر میں تاڑ لیتے ہیں۔ حجۃ الاسلام کی باریک بینی نے ان کا تفصیلی تجزیہ کرلیا۔ آپ فرماتے ہیں۔

"ناظرین ملاحظہ فرمائیں! کہ یہ اوصاف علم الٰہی قدیم کے سوا کس کے لئے ہو سکتے ہیں۔ کہ عالم علوی وسفلی سب سے منزہ علم مطلق، صفت بن کر عین موصوف، وہی وہ تھا، اور اس کا نہ ہونا ممکن نہ تھا، اسی کو کہا اسے طاقت بیان نہیں، اسے خود اپنی حقیقت سے خبر نہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یقین ہے کہ کوئی دوسرا ایسا کہتا تو اس پر کفر نہیں تو گمراہی وبد دینی کا فتویٰ ضرور دیتے۔ اپنے لیے شاید براۃ فی الزبر ہو" (سد الفرار، ص ۱۱۷)

یہاں تو صرف شناخت بتائی۔ معمہ کا حل پیش کیا۔

اب آگے اس کی خرابیاں دودھ میں پڑی مکھی کی طرح واضح کر دیں، ملاحظہ ہوں، فرماتے ہیں:

"پھر عالم علوی بھی جھگڑا ہے، عقل وفکر بھی جھگڑا ہے حالانکہ قرآن عظیم جا بجا ان کی مدح اور ان کے نہ ہونے پر مذمت فرماتا ہے۔ غرض زبان کے آگے کھائی، خندق سب ہموار"

جسمانی طبیب بھی اگر مخلص ہوگا تو بیماری کے ساتھ اس کا علاج بھی ضرور بتائے گا۔ ورنہ اسے محسوس ہوگا جیسے اپنے فن اور پیشہ کے ساتھ ناانصافی کر رہا ہے۔

حجۃ الاسلام تو روحانی طبیب تھے، شرعی معالج، وہ بھلا علاج بتائے بغیر کیسے آگے بڑھ جاتے، چنانچہ فرمایا:

"میں یہاں اس کو ذکر نہ کرتا مگر آپ صاحبوں کی خیر خواہی کہ ایسے شدید ضلالت آمیز کلمات سے توبہ فرمائیں اور لکچراری کے شوق میں زبان کو اتنا بے لگام نہ بنائیں، داستان گوئی اور ناول سرائی کا شوق ہے تو اور بہت سے موضوع ہیں"

اور اس کے فوراً بعد تحریر فرمایا:

"آپ پر توبہ چھاپ کر شائع کرنا شرعی لازم ہے یہی کیا ضرور ہے کہ صفات الٰہیہ پر افترا اٹھایا جائے۔ اور وہ بھی ایسا شنیع کہ اصل ایمان کے خلاف، اللہ تعالیٰ توفیق توبہ دے۔"
(سد الفرار، ص ۱۱۸)

حکم شرعی بیان فرما کر توبہ کی تلقین کی۔ اور توبہ عموماً رات کی تاریکی یا تنہائی میں کی جاتی ہے۔ ممکن تھا کہ علم الٰہی جو باری تعالیٰ کی صفت قدیم ہے۔ پر بہتان جیسے شدید جرم کی توبہ چپکے سے کر لی جاتی۔ جو در حقیقت اس کی توبہ ہوتی ہی نہیں لہٰذا اس امر پر بھی خاص توجہ دلا دی کہ اتنے بڑے جرم کی توبہ کس طرح ہوگی۔ فرمایا:

"کیا آپ توبہ فرمائیں گے ہو تو علانیہ ہو، یہ ضلالت چھاپ کر ملک میں شائع فرمائی۔ گھر

کی چہار دیواری میں اس کی توبہ نہ ہو۔ بلکہ وہ بھی یوں ہی چھپ کر شائع ہو کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اذا عملت سئیة. فاحدث عند ها توبة توبة السر بالسر والعلانية بالعلانية۔

ورنہ اشاعت فاحشہ کا گناہ بدستور قائم رہے گا۔ اور گناہ قائم رکھنے کے ساتھ توبہ جمع نہیں ہو سکتی۔ بلکہ حدیث میں ہے۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

المستغفر من الذنب هو مقيم عليه كالمستهزى بربه، جو گناہ پر قائم رہ کر استغفار کرے وہ اس کی مثل ہے۔ جو اپنے رب سے ٹھٹھا کرتا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ" (سد الفرار، ص ۱۱۸)

مذکورہ بالا مضمون میں ایک جملہ تھا "صفت بن کر عین موصوف ٹھہر کر" اس میں شرعی قباحت تھی لہٰذا حجۃ الاسلام نے اس کی گرفت فرماتے ہوئے فرمایا کہ:

پھر اشد غضب یہ کہ یہاں صفت کو عین موصوف بتایا۔ تو اب وہ عجز و جہل کہ علم کی طرف نسبت کیا۔ براہ راست عالم عز جلالہ کی طرف نسبت کرتا ہوا کہ آپ کے نزدیک اللہ تعالیٰ خود ہی علم ہے۔ اور علم عاجز و جاہل تو یہ آپ نے اپنے رب کو کیا کہا۔ آپ ہی اس پر فتویٰ دیجئے" (سد الفرار حوالہ مذکورہ)

مضمون نگار نے صفت علم کو عین موصوف کہا تھا۔ یعنی جو علم ہے وہی عالم ہے اس بنیاد پر علم کی توہین عالم کی توہین اور علم کی تعظیم عالم کی تعظیم ٹھہری۔ اور مضمون میں علم کو عاجز اور جاہل بتایا گیا تھا۔ عاجز یوں کہ "زبان کو طاقت بیان ہیں" اور جاہل اس طرح ٹھہرایا کہ لکھا "خبر نہیں کیا تھا" تو علم مطلق جو صفت خداوندی ہے۔ اسے عاجز اور جاہل بتا کر علم کی توہین کی اور علم ہی اس کے نزدیک عالم ہے اور عالم خدائے ذوالجلال، لہٰذا خدائے وحدہٗ لاشریک کی توہین ہوئی۔

اگر کوئی اسے تسلیم نہ کرے اور صفت کی توہین کو موصوف کی توہین نہ مانے۔ بلکہ دونوں کا حکم جدا جدا ثابت کرے تو اس کی بھی پیش بندی فرمادی۔ حجۃ الاسلام نے فرمایا:

"بلکہ علم اگر عین عالم نہ ہو جب بھی علم کی طرف جہل کی نسبت، بعینہٖ عالم کی طرف ہے۔ فلاں کے علوم کو اس کی خبر نہیں اس کے یقیناً یہی معنیٰ ہیں کہ اس عالم کو اس کی خبر نہیں۔ اب مفر کدھر"

اس طرح حضور شہزادۂ اعلیٰ حضرت نے مخالف کے فرار کی تمام راہیں مسدود کر دی ہیں۔ ایک دور کی پتلی گلی رہ گئی تھی۔ جس کا سہارا لیکر شاید مضمون نگار بھاگنے کی کوشش کرتا۔

لیکن شیر رضا نے اسے بھی اس قابل نہ چھوڑا، وہ دور والی پتلی گلی یہ تھی کہ مرتا کیا نہیں کرتا،

کے اصول پہ چلتے ہوئے مضمون نویس مکر جاتا اور کہتا کہ ہم نے صفت کو عین موصوف کہا تو کیا غلط کہا یہ بہت سارے صوفیہ کا مسلک ہے۔ لہٰذا یہ اگر جرم ہے تو اس کے مجرم ہم نہیں۔ بلکہ وہ تمام صوفیہ ٹھہریں گے جن کا مسلک ہے۔ میں تو صرف ناقل ہوں۔

اس لئے حجۃ الاسلام نے فرمایا کہ:

''پھر یہاں صفت کہ عین موصوف کہنے میں تو آپ اپنی، ناواقفی سے بے فہم مراد متاخر صوفیہ کرام کا دامن پکڑیں گے۔ حالانکہ یہ تمام علمائے متکلمین اہلسنت کے خلاف ہے'' (سد الفرار، ص۱۹۹)

وسعت مطالعہ:

ایک جگہ دوران بحث ''قرب مطلق'' کا لفظ آیا۔ حجۃ الاسلام کی ژرف نگاہی اور وسعت مطالعہ کا جلوہ آنکھوں کو خیرہ کر گیا۔ مقابل کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:

''آپ کو خبر ہے کہ فقہائے کرام نے ابواب کثیرہ فقہیہ میں کہاں کہاں قرب مطلق بولا، اور اس سے کیا کیا مراد لیا ہے۔ اور کس کس قدر اسے وسعت دی ہے۔

اپنی اس تنگ حد پر عرف فقہائے کرام کو محدود کر دینا۔ کیا فقہاء پر صریح افتراء نہ ہوگا؟

وہ تمام مقامات اور فقہائے کرام کے اطلاقات میرے پیش نظر ہیں۔ مگر آپ کی فقہ دانی دیکھنے کو آپ ہی پہ چھوڑتا ہوں۔ بتایئے تو کس کس باب میں، کس کس مسئلہ میں قرب مطلق بولے، اور ان کے عرف میں اس سے کیا کیا مقصود ہوئے۔

نہ ملے تو برادرانہ استفادہ کے طور پر ہماری ہی طرف رجوع لانا، بعونہ تعالیٰ وہ دیکھئے گا کہ عرف عرف کی ساری حقیقت کھل جائے گی'' (سد الفرار، ص ۵۵،۵۶)

اسے لاف وگزاف یا مقابل پر دھونس جمانے کی کوشش نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ یہ اظہار حقیقت تھا۔ حجۃ الاسلام کوئی عام انسان نہ تھے جو ڈینگیں مار کر اپنے منہ میاں مٹھو جیسی رکیک حرکت کرتے وہ تو امام اہلسنت کے سچے جانشین اور طہارت وتقویٰ کا پیکر تھے۔

دوسری بات یہ کہ اس قلمی مناظرے میں جو آپ کا مقابل تھا وہ بھی کوئی ایسا ویسا نہیں کہ صرف لفاظی سے مرعوب ہوجائے بال کی کھال نکالنے والے لوگ تھے۔ ان کے سامنے کھوکھلے دعوے اور مرعوب کن سوالات زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتے لہٰذا جو بھی فرمایا واقعی اور نفس الامری بات تھی۔ تیسری بات یہ کہ حضور حجۃ الاسلام نے اپنے دعوے کو بلا دلیل نہیں رکھا بلکہ ثابت کر دیا کہ میں نے جو کہا وہ لفظ بہ لفظ صحیح اور درست ہے۔

فرماتے ہیں:

''براہ دوستی اتنا پتا بھی دیدوں کہ عرف فقہائے کرام میں قرب مطلق چار قسم پر ملے گا چاروں ان کے عرف ہیں۔

اول قرب۔۔۔ اچھا ابھی کیوں گناؤں۔ پہلے آپ غوطے لگا لیجئے۔ اسی حیلہ سے کتب بینی تو ہو۔

اتنا تو جب کہا۔۔۔ اور اب یہ اور اضافہ کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ العزیز آپ کو ان چار اطلاقات فقہا کا پتا ملنا بہت دوبھر ہے۔ کہ ان کے لیے کوئی باب وفصل معین نہیں۔۔۔ یہ نعمتیں مولا تعالیٰ خادم فقہ کو عطا فرماتا ہے'' (سد الفرار، ص ۵۶)

اسی طرح مقابل نے ایک جگہ لکھ دیا کہ اول تو مطلق فرد کامل پر محمول ہوتا ہے اس کے جواب میں علم کے وہ دریا بہائے کہ اہل علم جھوم اٹھیں۔

ایک طرف فرمایا کہ:

''یہاں اس مسئلہ کی تحقیق بازغ بیان نہیں کرتا، مجھے سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد یاد ہے۔ یستفیین منك علما ویتخذنك وعدوا'' (سد الفرار، ص ۸۸)

لیکن لگے ہاتھوں اپنے خزانہ علم کے اتنے موتی بکھیرے کہ چننے والے صاحب نصاب ہو جائیں۔

تبیین الحقائق، منحۃ الخالق، تنقیح وتوضیح اور ردالمحتار کی عبارتوں سے اپنے وقف کی تائید اور مقابل کی تردید کے وہ رنگ جمائے جسے دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ مقابل چونکہ مسلکاً حنفی تھا لہٰذا اس کے دعوے کو رد کرتے ہوئے فرمایا:

''اجمالاً گزارش کہ حنفیہ کے نزدیک مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے۔ یہاں تک کہ بلاضرورت اسے مقید پر محمول کرنا ناجائز جانتے ہیں۔ تمام کتب اصول میں اس کی تصریح ہے''

اس کے بعد متعدد فقہی کتابوں کے حوالے دیئے۔

روتے ہنس پڑیں:

اور بحث کے آخر میں مقابل کے دعوے کی روشنی میں ایک ایسی بات کہی کہ سنجیدہ سے سنجیدہ آدمی بھی مسکرائے بغیر نہیں رہ سکتا۔

بحث چونکہ جمعہ کی اذان ثانی کے اندرون مسجد، منبر کے پاس ہونے اور نہ ہونے کی تھی۔ مقابل اس بات کا مدعی تھا کہ اذان اندرون مسجد ہو۔ لہٰذا حجۃ الاسلام نے فرمایا کہ:

''کامل سے اضافی مراد تو، کنارۂ صحن یقیناً اور اس سے اقرب ہے اور حقیقی مقصود، تو لازم کہ موذن وقت اذان خطیب سے سینہ بہ سینہ وصل ہو۔ کہ فرد کامل یہ ہے'' (سد الفرار، ص ۸۹)

یعنی قرب سے مراد بقول مقابل فرد کامل ہے تو اس کی دو صورتیں، اول فرد کامل اضافی دوسری فرد کامل حقیقی اگر اضافی مراد ہے تو مسجد کا کنارۂ صحن قرار پائے گا کہ وہی اس سے زیادہ قریب ہے۔

اور اگر فرد کامل سے حقیقی مقصود ہے تو پھر لازم آئے گا کہ وقت اذان موذن امام کے آمنے سامنے اتنے قریب ہو جائے کہ سینہ بہ سینہ وصل ہو کیوں کہ اس سے دور رہنے میں قرب کا فرد کامل حقیقی نہیں پایا جائے گا۔

دوسری مثال:

اسی طرح ایک مضمون نگار نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں خراج محبت پیش کرتے ہوئے لکھا:

پریم کی بنسی بجائی سید ابرار نے
من میں یہ لیلا رچائی سید ابرار نے

مندرجہ بالا الفاظ مجازی معنی میں مستعمل ہیں۔ لیکن حجۃ الاسلام کی نگاہوں سے جب یہ الفاظ گزرے تو آپ نے پہلے ان کا حکم شرعی تحریر فرمایا کہ:

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بنسی بجانا، ایسا تجوز بلا شبہ بے ادبی ہے۔

اور پھر آگے ارشاد فرمایا:

''قصور معاف! تجربے گواہ ہیں کہ بعض لوگوں کو فقرۂ بے ادبی جب تک اللہ و رسول کے متعلق ہے بے ادبی نہیں معلوم ہوتا۔ جب اپنے خاص معظموں پر نظر پڑتی ہے۔ اب ادب و بے ادبی کا فرق کھلتا ہے۔

للہ انصاف! کیا کوئی خلف سعید (نیک بیٹا) اپنے آبائے کرام کی نسبت ایسے الفاظ روا رکھے گا مثلاً:

فلاں جگہ کا طائفہ عجب دل لبھانے والا تھا، فلاں صاحب رد وہابیہ کی سارنگی بجاتے، اور ان کے پیچھے فلاں صاحب رد نجدیہ کا طبلہ ٹھونکتے۔

ہیں تو یہ بھی مجاز اور جو مقصود ہے یعنی رد وہابیہ و نجدیہ، ضرور محمود، مگر ایسی تعبیر قطعاً بے ادبی و مردود'' (سد الفرار، ص ۱۶۸)

تبحر علمی:

سکندر یونانی جو آتش پرست تھا اس کی نسبت مضمون نگار نے لکھا کہ:

''نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی اصلاح حال کی خبر دی ہے''

اس پر حجۃ الاسلام کا پر جلال قلم جوش میں آیا۔ اور مذکورہ روایت کی دھجیاں بکھیرتا ہوا حقائق کے ایسے جوہر دکھائے کہ عقل دنگ ہو۔

فرماتے ہیں:

''کافر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اصلاح کی خبر دیں، امام عماد الدین ابن کثیر پھر مفتی الوجود علامہ ابو السعود عمادی تفسیر ارشاد العقل السلیم'' میں فرماتے ہیں، یعنی بہت لوگ دونوں سکندروں کو ایک سمجھتے اور یہ جانتے ہیں کہ قرآن عظیم میں اسی پچھلے سکندر رومی کا ذکر ہے اس سے بڑی خطا اور بہت فساد واقع ہوتا ہے پہلے سکندر (کہ ذو القرنین اور قرآن عظیم میں مذکور ہیں) نیک مسلمان بندے تھے انکے وزیر خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے، بعض نے ان کو نبی تک کہا اور یہ دوسرا (کہ رومی یونانی بانی اسکندریہ ہے) یہ یقیناً کافر تھا۔

اس کا وزیر ارسطو ہے اس میں اور سکندر ذو القرنین میں دو ہزار برس سے زیادہ فاصلہ ہے'' (سد الفرار، ص ۱۶۴)

یہاں تک بات ختم تھی۔ تفسیری حوالے نے دن دوپہر کی طرح معاملہ صاف کر دیا تھا کہ سکندر دو ہیں ایک مومن دوسرا کافر۔ قرآن عظیم والے سکندر مومن تھے اور روم والا کافر تھا، دونوں میں تقریباً دو ہزار برس کا فاصلہ۔ مضمون نگار کو غلطی ہوئی اور اس نے حضور پاک کا ممدوح سکندر رومی کو ٹھہرا دیا۔ عام مفتی کی طرف سے اتنا جواب کافی تھا۔ لیکن جو اپنے سینے میں علوم کا سمندر رکھتا ہو۔ جس کے مربی کے بارے میں اہل زبان کہیں۔

جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

ایسے کے فیض تربیت سے مستفیض ہونے والا ایک آدھ حوالوں پر کیسے قانع ہوتا اس کے قلم کو تو دریا اور در بے بہانے کی عادت تھی اس لیے مزید فرمایا:

''امام عسقلانی شرح صحیح بخاری، پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

سکندر کافر تھا، اس کا استاد ارسطو تھا وہ اس کے حکم پر چلتا اور وہ یقیناً کافر تھا۔

امام عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

سکندر یونانی بانی اسکندریہ کافر مشرک تھا اور ذوالقرنین نیک بندے"

اتنے حوالوں کے بعد بھی جذبہ تحقیق کو تسکین نہیں ہوئی۔ ذہن کے کسی گوشے میں یہ خیال ابھرا ہوگا کہ مضمون نگار، یا پھر کوئی دوسرا یہ کہکر اپنا دامن بچانے کی کوشش کرے کہ میں نے اپنی طرف سے نہیں لکھا، کتاب میں پڑھا ہے۔ ایک روایت ایسی ہے لہٰذا حجۃ الاسلام کے حق نگار قلم نے اس گوشے کو بھی تشنہ نہیں چھوڑا۔

فرماتے ہیں:

"پھر جس نامعتبر روایت کے بھروسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہ یہ حکم بالجزم لگایا۔ ائمہ ناقدین تصریح فرماتے ہیں کہ ضعیف ہے، منکر ہے، بنی اسرائیل کی خبر ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہونا صحیح نہیں

تفسیر ابن کثیر میں ہے هو ضعيف وفيه نكارة ورفعه لا يصح واكثر ما فيه انه من اخبار بنی اسرائیل اه مختصراً

اور اسے ابن جریر نے روایت کیا، اور اس میں ابن لہیعہ ہے۔ اور اس میں افریقی ہے اور اس میں دو مبہم ہیں" (سد الفرار، ص ۱۶۵)

ایک مقام پر حاسدوں کے حسد کا شکوہ کیا کہ: "بعض آسے پاسے کے مقدس محبین جن کے سنیوں میں آتش حسد شعلہ زن تھی، الخ"

تو جواب میں کہا گیا کہ دلوں کا حال آپ کیسے جانے آپ علام الغیوب تو نہیں۔ حجۃ الاسلام نے اس سرپھرے اعتراض کا جس متانت سے جواب تحریر فرمایا اور تحقیق کے جو جلوے بکھیرے وہ آنکھوں کو نور اور ذہن وفکر کو جولانی بخشتے ہیں۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں:

"اب ملاحظہ ہو کہ اکابر علماء قرناً فقرناً (ہر زمانے میں) اپنے حاسدوں کے شاکی رہے ہیں۔ فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں ترجمہ: یعنی بعض اوقات میری زبان سے یہ بات نکلتی تھی کہ سورہ فاتحہ شریف کے فوائد ونفائس سے دس ہزار مسئلے نکال سکتے ہیں۔ اسے بعض حاسدوں اور کچھ جاہل گمراہ معاندوں نے بعید جانا"

یعنی ہم ہی شاکی نہیں دیکھئے امام رازی بھی حاسدوں کے حسد کے شکار تھے۔ اور صرف وہی نہیں بلکہ اور بھی کئی مقتدر شخصیات ہیں۔ چنانچہ حجۃ الاسلام نے دوسرے نمبر پر امام عبد الوھاب شعرانی کا نام گنوایا۔

فرمایا:

''امام اجل عارف باللہ سید عبدالوہاب شعرانی کتاب الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر میں فرماتے ہیں: ترجمہ، مصر اور مکہ معظمہ میں بعض حاسدوں نے شائع کیا کہ علمائے مصر نے جو میری کتابوں پر تقریظیں لکھی تھیں۔ ان سے رجوع کر لی اُس پر میں نے کتاب علماء کے پاس پھر بھیجی انہوں نے تحریر فرمایا۔ واللہ جھوٹا ہے جو ہماری طرف اس رجوع کی نسبت کرتا ہے''

امام شعرانی کے بعد امام مناوی کے حالات پیش کئے اور حضور حجۃ الاسلام نے فرمایا:

''علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں: ترجمہ، جب میں نے جامع صغیر کی شرح لکھی، اس نے حاسد کے دل کو داغ دیا۔ اس نے کوشش کی کہ ویسی لائے، اس کی نظر خیرہ و درماندہ ہو کر پلٹ آئی۔ جب اس نے اپنا قصور و نقصان دیکھا۔ اب میری شرح میں تطویل کا طعن کرنے لگا۔ لہٰذا حاسدوں کی زبان کاٹنے کے لیے مجھے بعض محبوں نے اختصار کا حکم دیا''

حسد وہ چیز ہے جس کا شکار قریباً ہر صاحب مرتبہ کو ہونا پڑتا ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام نے علامہ مناوی کے بعد امام سیوطی کا ذکر فرمایا۔

لکھتے ہیں:

''اور امام جلال الملۃ والدین سیوطی کا شکایت حاسدان میں ایک رسالہ ہے۔ ''الصواعق علی الفواعق'' اور علامہ حصکفی درمختار میں فرماتے ہیں: لوگ مجھ سے حسد رکھتے ہیں اور سب میں بدتر وہ جو ایک دن زندگی ایسی گزارے کہ کوئی اس کا حاسد نہ ہو، اسی میں ہے۔ مصنفوں کی آبروئیں زبان حاسدان کے تیروں کا نشانہ رہیں۔

اسی میں ہے:

میری زندگی میں میری کتاب سے حاسدوں کی روگردانی مجھے مضر نہیں''

حجۃ الاسلام نے حسد کے شکار موقر شخصیات کی فہرست میں ماضی قریب کی نامور ہستی حضرت تاج الفحول کا نام نامی بھی پیش کیا، ان لفظوں میں کہ: ''اور زیادہ نقول کی کیا حاجت۔ خود حضرت تاج الفحول کے دیوان اپنے حاسدوں کی شکایت اور ان پر استمداد و استعانت سے مملو ہیں''

اتنا فرما کر حضرت تاج الفحول کے دیوان سے منتخب چھ اشعار نقل کئے ہیں۔ ناظرین کی ضیافت کی خاطر میں بھی نقل کئے دیتا ہوں۔

حسد جو مجھ سے رکھتے ہیں ستاتے ہیں زبردستی
میری خاطر انہیں کر زیر یا محبوب سبحانی
دوست عزت سے رہیں، ہوں مخذول

میرے سب حاسدو ہارج یا غوث
حسد عبث ہے، عداوت ہے عدو کو بیکار
خبر نہیں ہے آقا ہے تو میرا یا غوث
پھنسا ہوں دام تفکر میں المدد یا غوث
کہ بے سبب ہیں عدو در پئے حسد یا غوث
فقیر قادری کو ہے فقط کافی کرم تیرا
رہیں حساد گو آمادہ جنگ وجدل یا غوث
بچالے مجھ کو ان کے شر سے جو مجھ بے سروپا سے
یہ دل رکھتے ہیں بغض وبیر یا محبوب سبحانی

(سد الفرار، ص ۱۳۳)

حسد ہی کی بحث میں مقابل نے لکھ دیا تھا کہ:

"آپ یوں ہی معاذ اللہ علام الغیوب ہونے، مجددیت سے نبوت بلکہ الوہیت کا دعویٰ کریں"

وہ کہتے ہیں نا، کہ آدمی جوش میں ہوش کھو دیتا ہے۔ اس مقام پہ کچھ ایسا ہی ہوا۔ مقابل کا بہکا ہوا قلم جانے کس دھن میں تھا کہ انجام کی پرواہ کئے بغیر ایسی بات لکھ گیا۔ بے شمار اکابرین کی طرح حضرت حجۃ الاسلام نے بھی اپنے حاسدوں کی شکایت کی اور وہ بھی شبنمی لہجے میں نہایت اپنائیت کے ساتھ کہ:

"بعض آسے پاسے کے مقدس محبین جنکے سینوں میں آتش حسد شعلہ زن تھی"

جس کے بارے میں خود فرماتے ہیں کہ "ایک مجمل کلام لکھا تھا" اس میں کسی کا نام نہ تھا، لیکن مقابل کو لگا کہ اشارہ میری طرف نہیں ہے۔ لہٰذا غضب میں آکر حجۃ الاسلام کو نبوت والوہیت کا مدعی ٹھہرا دیا۔

یہ کاری ضرب ایسی نہ تھی کہ ہنس کر ٹال دیا جاتا۔ بات تکفیر کی تھی۔ لہٰذا حجۃ الاسلام نے پر جلال لہجے میں فرمایا۔

"مولانا اللہ واحد قہار کو ایک جان کر کہئے کہ نبوت والوہیت کے دعوے کو آپ کفر جانتے ہیں یا نہیں، اگر نہیں جانتے تو جس مسلمان سے چاہئے پوچھ دیکھئے یا اپنے اب وجد قدس سرہما کے ارشادات دیکھئے کہ یہ صریح کفر وارتداد ہوگا۔

اور اگر جانتے ہیں اور ضرور جانتے ہیں تو یہ آپ نے صراحۃً تکفیر کی اور بلاشبہ کافر کہا جس سے آپ کو انکار کی گنجائش نہیں اور کہا کا ہے پر، صرف اتنی بات پر کہ بعض کے سینوں میں حسد بتایا"

اور پھر کئی اکابرین کے اقوال بالترتیب ذکر کے جن میں حاسدوں کی شکایات تھیں، فرمایا:

"اب فرمایئے کہ جو ان سب اکابر رضی اللہ عنہم کو اس بنا پر کہ انہوں نے دوسروں کے دلوں میں حسد بتایا مدعی نبوت والوہیت قرار دیکر کافر کہے۔ وہ وجہ شرعی سے کہتا ہے یا بلا وجہ۔ اگر وجہ شرعی سے کہتا ہے تو آپ کے نزدیک یہ سب اکابر معاذ اللہ وجہ شرعی سے کافر ہوئے۔ اسے قبول نہ کرے گا مگر مردود و مفتون، بے ایمان ملعون، لاجرم ماننا ہوگا کہ اس نے بلا وجہ شرعی کافر کہا۔

اور خود اسی بنا پر مسلمان کی تکفیر فرما چکے تو ثابت ہوا کہ آپ نے بلا وجہ شرعی مسلمان پر حکم کفر لگایا۔

اب فرمایئے! جو بلا وجہ شرعی مسلمان پر حکم کفر لگائے وہ بحکم احادیث صحیحہ وفتاوئے کثیرہ اکابر ائمہ خود آپ کافر ہے یا نہیں، اور بالاجماع ان پر تجدید اسلام وتجدید نکاح کا حکم ہے یا نہیں بینوا توجروا" (سد الفرار، ص ۱۳۳)

دیکھا جائے تو یہ وہ شرعی ناکہ بندی ہے جس میں گھرا ہوا آدمی خود کو اسقدر بے دست وپا محسوس کریگا کہ باہر نکلنے کی سوچے گا بھی نہیں۔ سارے حوصلے دم توڑ جائیں گے۔

لیکن حضور حجۃ الاسلام نے اسی پر بس نہیں فرمایا بلکہ وہ جو کہتے ہیں نا، کہ گھر تک پہنچا دیں گے وہی گھر تک پہنچانے کے سارے انتظام فرما دیئے۔ چنانچہ آگے ارشاد ہوا۔

"چہارم، آپ کے نزدیک مغیبات سے کسی بات کے جاننے کا کوئی ممکن طریقہ علم ذاتی مختص بخدا، ووحی نبوت مخصوص بہ انبیاء کے سوا ہوتا تو اتنی بات پر کہ بعض کے دلوں میں حسد ہے۔ آپ دعوئ نبوت والوہیت کا حکم نہ فرما سکے۔

کیا بلا ثبوت مسلمان کی تکفیر فرما کر خود کافر کہلاتے لاجرم آپ کے نزدیک کسی غیب کی بات جاننا الوہیت ونبوت ہی میں منحصر ہے۔ لیکن تاج الفحول قدس سرہٗ احسن الکلام بحث ولایت اولیا کرام میں فرماتے ہیں۔ ترجمہ: یعنی ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اولیا کو علم غیب دیتا ہے۔ اور علم غیب جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اس سے صرف علم ذاتی مراد ہے۔

تو آپ کے نزدیک یہ اولیا کو خدا و نبی ماننے کا اعتقاد ہوا۔ اس پر کیا حکم ہے، بینوا توجروا"

حجۃ الاسلام کے قلم نے چوتھے وار کے بعد لگے ہاتھوں پانچواں وار بھی کر ہی ڈالا۔ فرمایا:

"پنجم بعض کے دل میں حسد بتانا آخر اسی لیے دعوئ الوہیت ونبوت ٹھہرا کر حال قلب پر

اطلاع کا دعویٰ ہے۔

اب خود بدولت اپنی ملاحظہ فرمائیں خط بمبئی میں کہ اس تحریر ''شافی جواب'' اس میں بھی کچھ فرق دیکر چھاپا ہے۔ علمائے کرام کی نسبت فرماتے ہیں:

''دل دعویٰ عصمت کرتا ہے کہ ہر مسئلہ میں حق ہماری ہی طرف ہوتا ہے۔ زبان سے اس کا اظہار پسند نہیں کرتے۔''

ملاحظہ ہو حال قلب پر اطلاع کا کیسا کھلا دعویٰ ہے اور وہ بھی ایسے خفی حال کا کہ جن کے دلوں میں ہے وہ اس کا اخفا چاہتے ہیں۔ اب یہ جناب نے کیسا بے تکان الوہیت و نبوت کا دعویٰ فرمادیا، اس کی نسبت حکم ارشاد ہو بینوا توجروا'' (سد الفرار، ص ۱۳۴)

مقابل نے اپنی عبارت میں نبوت بلکہ الوہیت، لکھا تھا۔ اس کے وہم وگمان میں بھی نہ ہوگا کہ یہ نبوت والوہیت کا لفظ میرے گلے کی ہڈی بن جائے گا۔ چنانچہ وہی ہوا حجۃ الاسلام کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔

''برادرم! الوہیت و نبوت دونوں کا اجتماع محال۔ کیا آپ دونوں کے مدعی ہوئے۔ یا ایک کے ایک کے۔ تو کس ایک کے۔''

یہاں تو صرف اتنا ہی پوچھ کر رہ گئے حاشیہ میں اسے اور واضح کردیا ہے کہ:

''وہ دونوں کے مدعی ہوئے کہ اور ایک کے اور ایک کے تو خاص الوہیت کے انہوں نے فرمایا ہے نبوت بلکہ الوہیت یہ ''بلکہ'' اگر ترقی پہلے تو دونوں کے مدعی ہوئے۔ اور اضراب کے لیے ہے تو الوہیت کے، بہر حال الوہیت کے مدعی ہر طرح ہوئے۔ اور آخر میں حکم شرع تحریر فرمایا کہ:

''بالجملہ یہ وجوہ خمسہ بلاشبہ بالاجماع کم از کم پانچ حکم لازم کرتی ہے۔

اول: تجدید اسلام۔

دوم: جس طرح ان اقوال مردودہ کی اشاعت ہوئی یوں ہی ان سے توبہ کی اشاعت۔

سوم: تجدید نکاح۔

چہارم: اعادہ حج کہ اس کا وقت عمر ہے۔ نماز، روزے جو گئے، گئے کہ ان کا وقت بھی گیا۔

پنجم: تجدید بیعت، یہ سب سے مشکل ہے۔ تجدید اسلام کو ایک اپنی زبان چاہیے۔ تجدید نکاح کو دو کی زبان، دو کے کان، لیکن تجدید بیعت کو پیر درکار، ظاہراً اسے نفس کسی طرح قبول نہ کرے گا۔ گپ چپ کا معاملہ ہوا تو قہر درویش بر جان درویش، مگر جو مشیخت پر بیٹھا ہے اور سیکڑوں

نہیں تو بیسیوں اس کے مرید ہو چکے ہیں۔ اس کا دیا شجرہ پڑھتے ہیں۔ اب وہ نیا پیر بنائے اور اپنے سب مریدوں کو اطلاع دے۔ کہ تمہارا وہ سلسلہ ٹوٹ گیا تمہارا پیر ہی بیعت سے نکل گیا۔ اب اس نے نیا پیر بنایا ہے۔ تمہاری عقیدت اب بھی باقی ہو۔ اور جی چاہے تو تم سب ازسرنو اس سے بیعت کرو، نیا شجرہ لو۔

اسے کیونکر گوارا کرے گا، نفس امارہ اسے ذلت ورسوائی جانے گا اور آمد میں بھی رفت کا اندیشہ کرے گا۔

رہی آخرت کی رسوائی اور وہاں مریدوں پر اس فضیحت کا ظاہر ہونا اس کی کیا پرواہ ہے۔

غرض ہے سخت مشکل دنیا وآخرت سوتیں ہیں۔ دونوں کا راضی رکھنا نہ ہو سکے گا۔ بندہ دنیا، دنیا لیتے ہیں۔ عار پر نار کو ترجیح دیتے ہیں جو خاص بندہ خدا ہے۔ آخرت اختیار کرتا ہے" (الفرار، ص ۱۳۶)

الغرض، سد الفرار اسم بامسمیٰ ہے اس نے واقعی فرار کے سارے راستے بند کر دیئے ہیں۔ باریک سے باریک اور مخفی سے مخفی گوشے تلاش کر کے اس پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

مسئلہ اذان تو ایک بہانہ تھا۔ ایک ذریعہ اور حیلہ تھا۔ اس کے توسط سے ہم جیسے چھوٹوں کو ایک علمی خزانہ مل گیا۔ میرے ان جملوں کو کوئی لفاظی یا غلوئے عقیدت پر محمول نہ کرے۔ یہ ایک سچائی ہے۔ چنانچہ خود صاحب کتاب کا ارشاد ہے:

> "ایک سہل فروعی مسئلہ جس پر کتابوں میں آدھی سطر سے زیادہ نہ ملے۔ کون کہتا کہ اس میں یہ علوم کے دریا بہہ جائیں گے۔ جن کے ادنیٰ ساحل پر شبہات خلاف غوطے کھائیں گے"
> (سد الفرار، ص ۱۵)

مولیٰ تعالیٰ ہم سنیوں کو کج روی و کج فکری سے محفوظ فرما کر راہ سنت پہ چلنے کی توفیق بخشے اور اکابر کے علمی ذخائر کی حفاظت واشاعت کی سبیل پیدا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین۔

فتاویٰ حامدیہ: ایک جائزہ

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی بریلوی شریف

مجدد اسلام، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے خلف اکبر حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا مفتی محمد حامد رضا خان علیہ الرحمۃ الرضوان اسلام کی حجت تھے۔ ان کا چہرہ ہی نورانی تھا۔ جس کی نورانیت دیکھ کر نہ جانے کتنے غیر مسلم دولت ایمان سے مالا مال ہوئے، بدعقیدگی کے تہہ خانے میں قید کتنوں کو ایمان کا اجالا نصیب ہوا۔ جس نے بریلی کے علمی مرکز سے نصف صدی تک فتویٰ نویسی کا فریضہ انجام دے کر فقہ کا انمول خزانہ عطا کیا۔ جس نے اپنی علمی و قلمی اور ادبی تب وتاب اور توانائی لٹا کر گراں بہا کتب و رسائل، تقدیمات و تقریظات و خطابات اور تقدیسی شاعری کے روپ میں عشق نبوی کا جام الست عطا کیا۔ افسوس ہم ان کے علمی، فقہی اور ادبی سرمایہ سے مستفید ہونے اور زمانہ کو مستفید کرنے کے بجائے اس سرمایہ کو بھی سنبھال کر نہ رکھ سکے۔ بھلا اپنے عظیم محسن پر اس سے بڑھ کر ظلم اور کیا ہو سکتا ہے؟

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے جانشین اول، ان کے وکیل و معتمد دست راست اور علم و فضل و فقہ و فتویٰ کے وارث و امین حجۃ الاسلام کے وصال کے چالیس سال بعد بھی ان کی حیات و شخصیت اور کارناموں پر کوئی کتابچہ بھی نہ شائع ہو سکا۔ راقم نے ۱۹۸۲ء میں آپ کے وہ خطاب جو ۱۹۴۳ سنہ میں آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد میں پیش فرمائے تھے، یکجا کر کے بنام "خطبات حجۃ الاسلام" شائع کیا اور بعد میں ۶۴ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ آپ کی حیات اور تقدیسی کارناموں پر بعنوان "حجۃ الاسلام" شائع کیا۔ اس کے کئی برسوں بعد علامہ ابراہیم خوشتر رحمۃ اللہ علیہ نے "تذکرۂ جمیل" (سوانح حجۃ الاسلام) مرتب فرما کر شائع کیا اور پھر خاموشی! لیکن اس عالم خاموشی میں ایک سنجیدہ مزاج نوجوان فاضل خموش اور لگن کے ساتھ حجۃ الاسلام کی بسیط سوانح ترتیب دینے میں لگا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ حجۃ الاسلام کے فتاویٰ کی تلاش و جستجو کرتا رہا، محبت و جستجو رنگ لائی تیرہ فتاوے دستیاب ہوئے اور اس طرح "فتاویٰ حامدیہ" زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آیا۔

حجۃ الاسلام کے ان فتاویٰ کی تلاش تو ایک مشکل کام تھا ہی، کرم خوری اور بوسیدگی کے سبب

ان کی تبیض اور بھی زیادہ دقت ووقت طلب تھی۔ لیکن فاضل نوجوان مفتی عبد الرحیم نشتر فاروقی کے خلوص نے اس مشکل کو بھی آسان بنا دیا۔ اب ایک اور اہم مسئلہ تھا کہ ان فتاویٰ کو کتابی شکل میں لانے کا نبیرۂ حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا محمد منان رضا خان صاحب قبلہ اور ان کے فرزند اکبر مولوی محمد عمران رضا سلمہٗ نے اس کی طباعت واشاعت کا ذمہ لیا اور پھر یہ مجموعہ بنام ''فتاویٰ حامدیہ'' منظر عام پر آیا۔ چند ہی فتاوے سہی، کچھ نہ ہونے سے کچھ تو ہے۔ کم سے کم حجۃ الاسلام کے فقہی خزانے کے چند لعل وگوہر کی زیارت تو نصیب ہوئی۔ لاریب اس اہم کام کے لیے محترم مفتی عبد الرحیم صاحب نشتر فاروقی ہم تمام مسلمانان اہل سنت بالخصوص خواجہ تاشان رضویت کے بہت بہت شکریے کے مستحق ہیں اور لائق صد مبارک باد ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ حضرت علامہ محمد منان رضا خان صاحب اور ان کے صاحبزادے مولوی محمد عمران رضا صاحب بھی قابل مبارک باد اور شکریے کے مستحق ہیں۔

مفتی عبد الرحیم نشتر صاحب نے اس کتاب کی ترتیب میں بڑے سلیقہ سے کام لیا ہے اور بہت ہی زوردار اور وقیع مقدمہ لکھا ہے۔ راقم کا رسالہ ''حجۃ الاسلام'' حضور حجۃ الاسلام کے تعارف کے طور پر اس میں شامل کرلیا ہے۔ نیز حضور حجۃ الاسلام کے دو رسائل، رسالہ ''اجتناب العمال'' اور ''الصارم الربانی علی اسراف القادیانی'' بھی شامل کرلیا ہے۔

فتاویٰ کو ''باب العقائد'' کتاب الطہارۃ، باب القرأۃ والجمعۃ باب الوتر والنوافل، کتاب البیوع، کتاب الحظر والاباحۃ، کے ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ حجۃ الاسلام کے ان فتاویٰ کے مطالعہ سے ایسا لگتا ہے جیسے ''فتاویٰ رضویہ'' (از اعلیٰ حضرت) کا مطالعہ کیا جارہا ہے۔ اسلوب تحریر صاف وسلیس اور شگفتہ ہے۔ مفتی عبد الرحیم صاحب فاروقی نے عربی عبارات کے اردو تراجم بھی کردیئے ہیں۔ ہر فتویٰ بہت ہی مدلل ہے۔ ضرورت کے تحت قرآن واحادیث اور کتب فقہ وتفاسیر کے حوالے پیش فرمائے گئے ہیں۔ کتاب کی کتابت وطباعت بہت ہی صاف ستھری، کاغذ چکنا، اور اعلیٰ کوالٹی کا استعمال ہوا ہے۔ کتاب مجلد ہے، لغوی اور معنوی ہر اعتماد سے خوبصورت اور گرانقدری کا حامل ہے۔ زیادہ کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں! مطالعہ کیجئے اور جانشین رضا کو رضا کے فقہ وفتویٰ کا وارث وامین تسلیم کیجئے۔

☆☆☆

حجۃ الاسلام کا ایک گمنام رسالہ

فائحۃ الریاحین بطیب آثار الصالحین

مفتی عبدالرحیم نشتر فاروقی: مدیر سنی دنیا بریلی شریف

زیر نظر کتاب حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ العزیز کی ایک معرکۃ الآراء تصنیف ہے جو ۱۳۵۰ھ میں ماہنامہ یادگار رضا بریلی شریف کے جلد ۶ ر ص ۵۲ تا ۶۱ ماہ جمادی الاخریٰ کے شمارے کی زینت بنی اور غالباً تب سے اب تک اس کو کتابی شکل میں طبع ہونا نصیب نہیں ہوا، طبع ہونا تو دور کی بات، جہاں تک میری معلومات ہے ، اکثر محققین کو یہ بھی نہیں معلوم کہ حجۃ الاسلام کی ایسی کوئی تصنیف بھی ہے، حتی کہ آپ کے سوانح نگار بھی اس سلسلے میں مہر بلب ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ کی حیات پر لکھی جانے والی کسی بھی کتاب میں اس کا تذکرہ نہیں ملتا۔

حضور حجۃ الاسلام نے اس رسالہ کی تکمیل پر یہ واضح کیا ہے کہ صرف دو دن میں آپ نے یہ رسالہ کسی ضرورت مند کے لئے ترتیب دیا چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

> نسئل اللہ تعالیٰ العفو والعافیۃ فی الدین والدنیا والآخرۃ الحمد للہ کہ یہ عجالۂ نافعہ علی سبیل الارتحال وجناح الاستعجال سیٹھ حاجی صدیق صاحب کی موجودگی میں کہ کلکتہ سے فقیر سے ملنے کو آئے اور اجمیر مقدس کے لئے مستعجل تھے باوجود کثرت کار و ہجوم افکار دو دن میں تمام اور بلحاظ تاریخ فائحۃ الریاحین بطیب آثار الصالحین نام ہوا وحسن اللہ تعالیٰ علی مدار التمام ونور الظلام سیدنا مولانا محمد وعلی آلہ وصحبہ البررۃ الکرام ماسجع الحمام علی افتاق البستام۔

رسالہ کی اہمیت تو پڑھنے سے معلوم ہوگی مگر یہاں اس کتاب میں جو مباحث آئے ہیں اس کا مفہوم ملاحظہ کریں تاکہ پڑھنے کا اشتیاق پیدا ہو۔

تبرکات صالحین، انبیا ومرسلین کاادب واحترام قرن اوّل ہی سے اہل عقیدت ومحبت اور صاحبان دل کا شیوہ رہاہے، انھوں نے نہ صرف اپنے قبلۂ محبت کی تعظیم وتکریم کی بلکہ ان سے منسوب ہر شئی کو آنکھوں پہ بٹھایا، دل میں بسایا، سینے سے لگایا ہے، خواہ وہ محبوب کی نسل ہو، اس کا شہر ہو، اس کے تبرکات ہوں، اس سے مس ہونے والی کوئی چیز ہو یا اس کی تقریر وتحریر۔

اہل محبت اپنے محبوب کی ہر ہر ادا، اس کی اولاد وامجاد، اس کی گلیوں اور اس سے تعلق رکھنے والی ہر چیز کو اپنا حرز جاں بنائے رہتے ہیں، ان کا لذت آشنا دل اسی میں سکون وراحت محسوس کرتا ہے، انھیں اسی میں کیف وسرور ملتا ہے، وہ اسی میں مست والست رہتے ہیں۔

یاد محبوب میں سرمست حضرت ابوالحکم بن عبدالرحمٰن المعروف بابن المرحل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ والہانہ پن ملاحظہ کیجئے:

مثال لنعلی من احب هويته	فها انا فی يومی وليلی لاثمه
اجرعلی رأسی ووجهی اديمه	وألمثمه طوراوطوراالازمه
امثله فی رجل اكرم من مشی	فتبصره عينی ومااناحالمه
احرک خدی ثم احسب وقعه	علی وجنتی خطواهناک يداومه
ومن لی بوقع النعل فی حروجنتی	لماش علت فوق النجوم براجمه
ساجلعه فوق الترائب عوذة	لقلبی لعل القلب يبردحاجمه
واربطه فوق الشوؤن تميمة	لجفنی لعل الجفن يرقأ ساجمه
الابابی تمثال نعل محمد	لطاب الحاذيه وقدس خادمه
يودهلال الافق لوأنه هوی	ينراحمنافی لثمه ونزاحمه
سلام عليه كلماهبت الصبا	وغنت باغصان الاراک حمائمه

”یعنی میں اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقش نعل پاک کو عزیز رکھتا ہوں اور دن رات اسے بوسہ دیتا ہوں اور اسے اپنے چہرے پر رکھتا ہوں، کبھی اسے چومتا ہوں، کبھی سینے سے لگاتا ہوں، جب میں اسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پائے اقدس میں تصور کرتا ہوں تو شدت صدق تصور سے گویا اپنی جاگتی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہوں، اس نقش

مقدس کو اپنے رخسار پر رکھ کر جنبش دیتا ہوں اور خیال کرتا ہوں کہ گویا حضور اسے پہنے ہوئے میرے رخسار پر چل رہے ہیں، آہ کوئی ایسی صورت کر دے کہ وہ پائے اقدس جو ستارگان آسمان ہشتم کے سروں پر بلند ہوئے، چلنے میں میرے رخسار پر پڑے، میں نقشہ نعل پاک کو اپنے سینے پر دل کا تعویذ بنا کر رکھوں گا شاید کہ آنکھ ٹھنڈی ہو جائے، میں اسے سر پر آنکھوں کا تعویذ بنا کر باندھوں گا شاید بہتی پلکیں رک جائیں، سن لو! نقش کفش مقدس پر میرا باپ نثار، کیسا اچھا ہے اس کا بنانے والا اور جو اس کی خدمت کرے پاک ہو جائے، ماہ نو کی تمنا ہے کہ اے کاش! آسمان سے اتر کر اس نقش مبارک کے بوسے میں، میں اور وہ باہم مزاحمت کرتے اللہ عزوجل کا سلام ہو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جب تک باد صبا چلے اور جب تک شجر اراک کی ڈالیوں پر کبوتر چہکیں۔" [مواہب، ۲/۴۶۹]

اہل محبت اور محبوبان خدا کی روحیں اپنے مسلک، اپنے سلسلے، اپنے نسب اور اپنے مقرب بلکہ اپنے متعلق ہر چیز پر نظر کرم فرماتی ہیں جس کی وجہ سے حق تعالیٰ جل شانہ کی عنایتیں بھی اس میں شامل ہو جاتی ہیں۔

حضرت علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ القوی فرماتے ہیں:

"ان الانسان اذا صار محبوبا فکان منظورا للحق وللملاء الاعلیٰ عروسا جمیلا فکل مکان حل فیه انعقدت وتعلقت به همم الملاء الاعلیٰ و انساق الیه افواج الملئکة وامواج النور لاسیما اذا کانت همته تعلقت بهذا المکان والعارف الکامل معرفة وحالا له همة یحل فیها نظر الحق یتعلق باهله وماله وبیته ونسله ونسبه وقرابته واصحابه یشمل المال الجاه وغیرها ویصلحها فمن ذٰلك تمیزت ماثر الکل من ماثر غیرهم۔

یعنی بے شک جب انسان محبوب بندہ ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ

کا منظور نظر اور ملاء اعلیٰ کا خوب رُو دولہا بن جاتا ہے، وہ جس جگہ رہتا ہے وہاں ملاء اعلیٰ کی توجہات مرکوز ہو جاتی ہیں اور فرشتوں کی فوجیں اور نور کی موجیں اس جگہ نازل ہوتی ہیں، خصوصاً وہ مکان جہاں اس مقبول بندے کی توجہ مرکوز ہوتی ہے اور معرفت میں کامل عارف کی ہمت میں حق تعالیٰ کی نظر رحمت مرکوز ہوتی ہے جس کا عارف کے اہل، مال، گھر، نسل، نسب، قرابت اور اس کے اصحاب سے یوں تعلق ہو جاتا ہے کہ اس سے متعلق ہر چیز کو وہ تعلق شامل ہو جاتا ہے، اسی بنا پر لوگوں کے آثار، کامل اور غیر کامل حضرات کے آثار سے ممتاز ہوتے ہیں۔'' فیوض الحرمین، ۴۹

ایک دوسرے مقام پر یوں فرماتے ہیں:

''ان تام المعرفة لروحه تحديق وعناية بكل شئی من طريقته ومذهبه وسلسلته ونسبه وقرابته وكل مايليه وينسب اليه وعنايته هذه يختلط بها عناية الحق۔ یعنی بے شک تمام اہل معرفت کی روحیں اپنے متعلق ہر چیز، طریقہ، مسلک، سلسلہ، نسب اور قرابت بلکہ ان کی طرف جو کچھ بھی منسوب ہوتا ہے اس پر نظر کرم کرتی ہیں جس کی وجہ سے حق تعالیٰ کی عنایت بھی اس کے شامل حال ہو جاتی ہے۔''

[فیوض الحرمین، ۱۶۱-۱۶۲]

یعنی صلحائے کاملین بارگاہ رب العزت میں اس درجہ مقبول و محبوب ہو جاتے ہیں کہ ان کے مکان، ان کے اہل خاندان، ان کے رشتہ دار، ان کے مقرب، ان کے اصحاب اور ان سے ادنیٰ سی نسبت رکھنے والی چیز میں بھی بزرگی اور کمال پیدا ہو جاتا ہے، جن کے ذریعہ مخلوق خدا کو مصائب و آلام اور آفات و بلیات سے نجات حاصل ہوتی ہے، ان آثار و تبرکات کا ادب و احترام لازم ہے کیوں کہ ان کی برکت سے دعائیں مقبول اور حاجتیں روا ہوتی ہیں اور ان کی بے حرمتی سے احتراز ضروری ہے کیوں کہ اس سے انسان ضلالت و گمراہی اور تباہی و بربادی کے فتنہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى

وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ یعنی ان سے ان کے نبی نے فرمایا اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت، جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی، اٹھاتے لائیں گے اسے فرشتے، بے شک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لئے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔"

[البقرۃ، ۲/۲۴۸]

یہ تابوت شمشاد کی لکڑی کا ایک سونے سے بنا صندوق تھا جس کی لمبائی تین ہاتھ اور چوڑائی دو ہاتھ کی تھی، اسے اللہ نے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا جس میں تمام انبیائے کرام کے آثار و تبرکات تھے، یہ تابوت حضرت آدم علیہ السلام سے یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا جس میں آپ توریت کے علاوہ کچھ مخصوص چیزیں رکھتے تھے، نیز اس صندوق میں آپ کا عصائے مبارک، ملبوسات مقدس، نعلین شریفین اور حضرت ہارون علیہ السلام کے عمامہ مقدسہ، ان کی عصائے مقدس اور کچھ من تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جنگ کے موقعوں پر اس صندوق کو سب سے آگے رکھتے جس سے جنگ میں فتح یابی اور بنی اسرائیل کے دلوں کو تسکین ہوتی تھی، آپ کے بعد یہ تابوت بنی اسرائیل میں یکے بعد دیگرے متوارث ہوتا رہا، جب بھی انھیں کوئی مشکل درپیش ہوتی تو وہ اس تابوت کو سامنے رکھ کر دعائیں کرتے اور کامیاب ہوتے، دشمنوں کے مقابلہ میں اس کی برکت سے فتح یاب ہوتے، جب بنی اسرائیل میں فساد پیدا ہو گیا اور ان کی بد عملی حد سے بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عمالقہ کو مسلط فرما دیا وہ ان سے تابوت چھین لے گئے اور اسے نجس و ناپاک جگہوں پر رکھا، اس کی بے حرمتی کی، جس کی وجہ وہ طرح طرح کے امراض و مصائب میں مبتلا ہو گئے، ان کی پانچ بستیاں مکمل ہلاک ہو گئیں، جب انھیں یقین ہو گیا کہ تابوت کی اہانت ان کی بربادی کا سبب ہے تو انھوں نے تابوت کو ایک بیل گاڑی میں رکھ کر بیلوں کو چھوڑ دیا، فرشتوں نے تابوت کو بنی اسرائیل کے پاس طالوت کے سامنے پہنچا دیا جسے بنی اسرائیل نے طالوت کی بادشاہی کی طرف اشارہ سمجھا اور بغیر کسی پس و پیش کے جہاد کے لئے تیار ہو گئے کیوں کہ دوبارہ تابوت پا کر انھیں اپنی فتح کا یقین ہو گیا۔

معلوم ہوا کہ جس چیز کو صالحین سے نسبت ہوجائے وہ باذنہ تعالیٰ دافع بلا، شافی امراض اور باعث فتح ونصرت ہوجاتی ہے، اس سے راحت قلب وسینہ اور سکون جاں حاصل ہوتا ہے، اس کے توسل سے دعائیں قبول ہوتی ہیں اور مرادیں برآتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ روز اوّل ہی سے اہل محبت آثار صالحین کا ادب واحترام اور اس سے توسل واستشفاع کرتے آرہے ہیں۔

دیکھئے حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا فرمارہے ہیں:

"وددت یارسول الله انك تأتینی فتصلی فی بیتی فاتخذه مصلی۔ یعنی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری تمنا ہے کہ حضور میرے گھر تشریف لاکر کسی جگہ نماز پڑھ لیں تاکہ میں اسے نماز پڑھنے کے لئے متعین کرلوں۔" [بخاری،۱/۶۰]

اس حدیث کے تحت حضرت امام ابوزکریا نووی قدس سرہ القوی فرماتے ہیں:

"فی هذا الحدیث انواع من العلم و فیه التبرك بآثار الصالحین وفیه زیارة العلماء و الصلحاء و الکبار و اتباعهم و تبریکهم ایاهم۔ یعنی اس حدیث میں کئی قسم کے علوم ومعارف ہیں، اس میں بزرگان دین کے آثار سے تبرک اور علما، صلحا، اکابرین اور ان کے متبعین کی زیارت اور ان سے حصول برکات کا ثبوت ہے۔"

[المنہاج لشرح صحیح مسلم بن الحجاج،۱/۲۴۷]

چنانچہ صحابہ کرام نے آثار وتبرکات کے ادب واحترام ان سے حصول تبرک اور ان کی زیارت وتوسل کی وہ مثال پیش کی ہے کہ رہتی دنیا تک اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

حضرت علامہ قاضی عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا فرمارہے ہیں:

"وکانت فی قلنسوة خالدبن ولیدرضی الله تعالیٰ عنه شعرات من شعره صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فسقطت قلنسوته فی بعض حروبه فشدعلیهاشدة انکرعلیه اصحاب النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کثرة من قتل فیهافقال لم افعلهابسبب القلنسوة بل لماتضمنته من شعره صلی الله تعالیٰ وسلم لئلااسلب برکتهاوتقع فی ایدی المشرکین۔و رأی بن عمررضی الله تعالی عنهما واضعایده علی مقعد النبی صلی الله تعالیٰ

عليه وسلم من المنبرثم وضعها على وجهه۔ ولهٰذا كان مالك رحمه الله لایركب بالمدينة دابة وكان يقول:استحی من الله ان أطأ تربة فيها رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم بحافر دابة۔

یعنی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چند موئے مبارک تھے، اتفاق سے کسی لڑائی میں وہ ٹوپی گر گئی، حضرت خالد بن ولید نے اس کے لئے ایک شدید حملہ کیا کہ جس میں بہت سے مسلمان شہید گئے، ان کی اس شدت پر بعض صحابہ نے اعتراض کیا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میرا یہ حملہ محض ٹوپی کے لئے نہ تھا بلکہ حضور کے موئے مبارک کے لئے تھا کہ مبادا اس کی برکت مجھ سے چھن نہ جائے اور مشرکوں کے ہاتھ نہ لگ جائے ، نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا گیا کہ انھوں نے منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جو جگہ خاص بیٹھنے کی تھی ، اسے ہاتھوں سے مس کر کے اپنے چہرے کا غازہ بنایا اور حضرت مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدینہ منورہ میں سوار ہو کر نہیں چلتے اور فرماتے کہ: مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ جس زمین پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیادہ چلے ہوں، میں اسے جانوروں کے کھروں سے روندوں۔" [شفاء شریف، ۲/۴۲]

دیکھئے اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آپ کے آثار مقدسہ سے کس درجہ عقیدت و محبت تھی کہ اپنی جان کی بازی لگادی مگر موئے مبارک کو کافروں کے ہاتھ نہ لگنے دیا نیز انھیں حضور کے بیٹھنے کی جگہ کتنی پیاری تھی کہ اس پر جمی ہوئی دھول کو اپنے چہرے کا غازہ بنایا اور اس زمین پر سوار ہو کر چلنا گوارہ نہ کیا جس پر حضور پیدل چلے تھے حالانکہ اس میں کوئی مضائقہ بھی نہ تھا لیکن اہل محبت کا معاملہ اور محبت کا تقاضہ ہی الگ ہے کہ جس چیز سے محبوب کو نسبت ہو یا جس چیز کی محبوب سے نسبت ہو، اس کی تعظیم و تکریم کی جائے کیوں کہ یہ تعظیم دراصل محبوب ہی کی تعظیم ہے اور محبوب کی تعظیم و تکریم معراج محبت کی ضامن ہے۔

دیکھئے حضرت علامہ قاضی عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا فرما رہے ہیں:

”ومن اعظامه واکبارہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم اعظام جمیع اسبابه واکرام مشاهده وأمکنته من مکة والمدینة ومعاهده ومالمسه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم اوعُرف به۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر ہی سے ہے ان تمام اسباب کی تعظیم جو حضور کے نشانات، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے مقامات ہیں، جنھیں حضور سے کچھ نسبت ہو، حضور نے جن چیزوں کو چھوا ہو اور جو حضور کے نام پاک سے پہچانی جاتی ہوں۔“

[شفاء شریف، ۲/۴۲]

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”اعتمر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ولعلها عمرة الجعرانة فحلق رأسه فابتدر الناس شعره فسبقتهم الی ناصیة فجعلتها فی هٰذه القلنسوة فلم اشعر قتالا وهی معی الا تبین لی النصر۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرہ فرمانے کے بعد اور غالباً وہ عمرۂ جعرانہ تھا، سر مبارک منڈایا، صحابۂ کرام نے موئے مبارک حاصل کرنے کے لئے بڑی کوشش کی، میں نے ان پر سبقت کی اور پیشانی کے موئے مبارک حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا اور اپنی اس ٹوپی میں رکھ لیا، اسی کی یہ برکت ہے کہ میں جب بھی کسی جنگ میں شریک ہوا اور یہ ٹوپی میرے ساتھ رہی تو فتح مجھے ہی نصیب ہوئی۔“

[آداب الاخیار، ۱۳]

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام آثار مقدسہ کو نہایت ذوق وشوق سے حاصل کرتے اور غایت درجہ ادب واحترام کے ساتھ رکھتے، ان کی زیارت کرتے، حتی کہ آثار وتبرکات کو دنیا ومافیہا سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔

حضرت ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”قلت لعبیدة عندنا من شعر النبی صلی اللہ علیه وسلم اصبناہ من قبل انس أومن قبل اهل انس، فقال لان تکون عندی شعرة منه احب الی من

الدنیا ومافیہا۔

یعنی میں نے حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میرے پاس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک ہیں جو ہمیں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا ان کے متعلقین سے حاصل ہوئے ہیں، حضرت عبیدہ نے فرمایا کہ: اگر میرے پاس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک موئے مبارک ہو، تو وہ مجھے تمام دنیا ومافیہا سے زیادہ عزیز ہے۔"

[آداب الاخیار، ۳۱]

صحابہ کرام یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار وتبرکات سے رنج وغم اور پریشانیاں دور ہوتی ہیں، دشمنوں پر غلبہ حاصل ہوتا ہے اور بیماروں کو شفا ملتی ہے۔

چنانچہ نور الایمان میں ہے:

"کان أم عمارۃ شعرات من شعر رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کانت تغلھا ولیشرب غسالتھا المرضی یحصل لھم الشفاء۔ یعنی حضرت ام عمارہ کے پاس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک تھے، وہ انھیں دھو کر مریضوں کو غسالہ پلاتی تھیں جس سے وہ شفایاب ہو جاتے تھے۔" [آداب الاخیار، ۳۱]

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی تھی جو آپ کے دست اقدس میں رہی، آپ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست حق پرست میں رہی، جب وہ انگوٹھی اریس نامی کنوئیں میں گر گئی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام کے ساتھ مسلسل تین دنوں تک اسے تلاش کیا حتی کہ کنوئیں کا پانی بھی نکلوا دیا مگر انگوٹھی نہ ملی۔

علامہ زرقانی قدس سرہ الربانی فرماتے ہیں:

"انما بالغ فی التفتیش علیہ لکونہ اثر النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد لبسہ واستعملہ وختم بہ۔ یعنی اس انگوٹھی کی تلاش میں اس قدر مبالغہ کرنے کی اصل وجہ یہی تھی کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار شریفہ میں سے تھی، حضور نے اسے پہنا تھا، اسے استعمال فرمایا تھا اور اس سے مہر فرمائی تھی۔" [آداب الاخیار، ۲۸]

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کے نزدیک آثار مبارکہ

کی کیا قدر و منزلت تھی، وہ کس قدر ان کی تعظیم و توقیر کا اہتمام فرماتے تھے اور ان تبرکات سے متعلق ان کے کیا عقائد تھے۔

علامہ زرقانی قدس سرہ الربانی آگے فرماتے ہیں:

''کان ذلك فی السنة السابعة من خلافته ومن یومئذ انقض امر عثمان وخرج علیه الخوارج وکان ذلك مبدأ الفتنة التی افضت الی قتله و انصلت الی اٰخر الزمان قال بعض العلماء فکان فی ھٰذا الخاتم النبوی من السر شی مما کان فی خاتم سلیمان لانه لما فقد خاتمه ذھب ملکه۔ یعنی یہ واقعہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے ساتویں سال پیش آیا اور اسی روز سے امر خلافت خلل پذیر ہوا، اسی موقع پر خوارج نے آپ پر خروج کیا اور یہی اس فتنہ کی ابتدا تھی، جس کا نتیجہ آپ کی شہادت کی شکل میں ظاہر ہوا اور وہ فتنہ اخیر تک باقی رہا، بعض علما نے فرمایا کہ اس انگوٹھی میں کوئی ایسا راز تھا جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی میں تھا کہ وہ گم ہوگئی تو حکومت جاتی رہی۔''

[زرقانی علی المواہب، ۵/۳۰]

یعنی اس انگوٹھی میں ایسی برکت تھی کہ جب تک وہ خلفائے راشدین کے پاس رہی امور خلافت بحسن وخوبی انجام پذیر ہوتے رہے اور جب وہ گم ہوئی تو یہ صرف امور خلافت میں رخنہ اندازی نہ ہوئی بلکہ ''خروج'' جیسا عظیم فتنہ ظہور پذیر ہوا اور یہ فتنہ اس طرح ہولناک ثابت ہوا کہ اسلام کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی شکل میں ایک ناقابل تلافی نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی طرح جب تک حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس انگوٹھی موجود رہی تب تک دنیا پر ان کی بے مثال حکومت قائم رہی اور جب وہ گم ہوگئی تو ان کی حکومت بھی جاتی رہی۔

اس واقعہ سے یہ بھی درس ملتا ہے کہ آثار صالحین کا محض ادب واحترام ہی لازم نہیں اور ان کی بے حرمتی اور توہین وتحقیر سے اجتناب ہی واجب نہیں بلکہ ان کی حفاظت بھی ازحد ضروری ہے تاکہ ان کے فیوض وبرکات سے محرومی مقدر نہ بن جائے۔

حضرت امام غزالی قدس سرہ المعالی فرماتے ہیں:

''جس طرح کوئی شخص کسی بادشاہ کا تابع وفرماں بردار ہے، جب کسی شہر میں جاتا ہے اور یہ دیکھتا ہے کہ وہاں کے لوگ اس کے بادشاہ کی بڑی تعظیم وتوقیر کرتے ہیں اس کے نشانیوں کا ادب واحترام کرتے

ہیں تو وہ بھی اس شہر والوں کے ساتھ محبت ومروت سے پیش آتا ہے، اسی
طرح فرشتے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تابع فرمان ہیں جب یہ کسی
شہر میں حضور کے آثار وتبرکات اوران کا ادب واحترام دیکھتے ہیں تو اس
شہر اور اہل شہر کی تعظیم وتوقیر کرتے ہیں اور عذاب سے محفوظ رکھتے ہیں۔''

[بالاستشفاع والتوسل، ۷۶]

مذکورہ دلائل وبراہین سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ آثار صالحین خواہ وہ تبرکات اصلیہ ہوں یا تمثال آثار کی تعظیم وتکریم اوران سے توسل روز اوّل سے آج تک حق پرستوں کا شیوہ رہا ہے اور وہ ان کے توسل سے اپنی ضرورتوں میں کامیاب ہوتے رہے ہیں اور ان کی بے ادبی سبب خسران اور وبال جان ہوئی ہے۔

اس قدر واضح ثبوتوں کے بعد بھی آثار صالحین سے حصول برکت کے مخالف گندم نما جوفروشوں کی عقلیں نہ معلوم کہاں چرنے چلی گئیں ہیں کہ دن کے اجالے میں بھی انھیں حق نظر نہیں آتا، ان روشن حقیقتوں سے وہی منہ موڑ سکتا ہے جس کا دل ''خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ'' کا مصداق ہو چکا ہے، سچ کہا ہے کسی نے:

خدا جب دین لیتا ہے تو عقل چھین لیتا ہے

لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ آثار صالحین کی تعظیم وتوقیر کے مخالف گندم نما جوفروشوں کے مکرو فریب میں نہ آئیں بلکہ چشم بصیرت واکر کے انبیائے عظام، صحابہ کرام اور اولیائے اسلام کے طرز عمل کو اپنا مشعل راہ بنائیں اسی میں دونوں جہان کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔

راقم اہل علم وقلم سے التماس کرتا ہے کہ حجۃ الاسلام پر کوئی مضمون، مقالہ یا کتاب لکھتے وقت تصانیف حجۃ الاسلام میں اس کتاب کا شمار ضرور کریں تا کہ احباب اہل سنت کو اس گم گشتہ سرمایہ کا علم ہو سکے اور وہ اس سے استفادہ کر سکیں۔

الصارم الربانی پر
قادیانی تنقید کا پوسٹ مارٹم

مفتی جمیل احمد قادری، خادم جامع رضا پٹنہ

مکرمی محبی ڈاکٹر امجد رضا صاحب قبلہ سلام مسنون

حسب ارشاد یہ چند سطور حاضر خدمت ہیں۔ ورنہ قادیانیوں کی کسی تحریر کو منہ لگانے کا مطلب اپنے تضیع اوقات کے علاوہ عوام مسلمانوں کو یہ تاثر دینا بھی ہوا کہ قادیانیت بھی کوئی قابل التفات چیز ہے، اسلامی معاشرے میں قادیانیوں کی بھی کوئی گنتی اور شمار ہے۔ سچ پوچھیں تو ان کی خواہش بھی یہی ہے کہ لوگوں میں ہمارا نام آتا رہے۔ موقع بہ موقع لوگ ہمیں پڑھتے اور سنتے رہیں۔ جیسا کہ اپنے مضمون میں ایک صاحب نے لکھا ہے

> ''ہم انفاس مسیح سے فیض یافتہ حضرات کی خدمت میں التماس ہے کہ ایسی گندی تحریرات کی زہریلی ہواؤں سے پبلک کو بچانے کے لیے ٹریکٹ سیرز کے طور پر کچھ نہ کچھ شائع کرتے رہنے کا التزام فرمائیں ورنہ کم سے کم اخبار کے ذریعے ریویو کی صورت میں ان طاغوتی اجرام کی مخرب ایمان وجاں ستاں تاثیرات سے خلق اللہ کو ضرور متنبہ کرتے رہیں''

(الحکم نمبر ۱۳ ج ۱۲، ۶ مئی)

اس بے چارے نے کم سے کم والا راستہ اپنایا ہے یعنی حجۃ الاسلام شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی حامد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہٗ کے ایک مبسوط فتوے پر اپنا باطنی بخار اتارا ہے، ریویو کی صورت میں۔ ورنہ ان کے یہاں ٹریکٹ سیرز کے طور پہ کچھ نہ کچھ شائع کرتے رہنے کا التزام اول درجے کا کام ہے۔ رہ گئی گندی تحریرات ان کی زہریلی ہوائیں طاغوتی اجرام اور ان کی مخرب ایمان اور جاں ستاں تاثیرات، تو عنقریب ہم اپنے قارئین کو ان سے متعارف

کرائیں گے۔ فی الحال یہ بتاؤں کہ مضمون نگار کا انداز، زمانہ رسالت کے ان کافروں سے مختلف نہیں جو تین سو ساٹھ (۳۶۰) بتوں کے پجاری تھے۔ اخلاقی وسماجی جرائم کی دلدلوں میں گلے تک ڈوبے ہوئے تھے اور ایک خدا کی پرستش کرنے والے اور کلمہ گو مسلمانوں کو بے دین کہتے تھے، مرتد کہتے تھے۔

زمانہ جانتا ہے، اسلامی دنیا کا ہر ہر فرد واقف ہے کہ قادیان (پاکستان) کا رہنے والا مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ نبوت کر کے اپنے ایمان کا ستیاناس کر لیا۔ اس کے کفر پر عرب وعجم کے تقریباً تمام مذہبی شخصیتوں نے متفقہ طور پر مہر لگادی ہے۔ حسام الحرمین میں جہاں ہندوستان کے دیگر فرقوں اور ان کے بانیوں کے نام سے کفر وارتداد کا فتویٰ ہے، وہیں اسی جگہ مرزا غلام احمد قادیانی کا نام بھی ہے۔ اور اس کے کفر وارتداد کا فتویٰ بھی ہے۔ الصوارم الہندیہ میں جہاں ڈھائی (۲۵۰) سو کے قریب علما و مفتیان نے دیگر بے دین لوگوں کے کفر و بے دینی کی تصدیق کی ہے، وہیں غلام احمد قادیانی کی تکفیر اور ارتداد پر بھی ان کا دستخط ہے۔ بعض تحریروں کے مطابق حکومت پاکستان نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے رکھا ہے۔ دین و دنیا کی اس ذلت ورسوائی کے باوجود ان کی سوچ کا یہ انوکھا انداز ملاحظہ کریں۔ ایمان والوں کو کن کن انداز میں یاد کرتے ہیں۔ مضمون نگار کے الفاظ ہیں

> "دغاباز، کور باطن، ستم پیشہ، نفس پرست، مولوی عوام الناس کو یہ پٹی پڑھاتے ہیں کہ نہ قادیانیوں کی کتابیں دیکھنی چاہئیں نہ ان کی باتیں سننی چاہئیں۔ اس لیے بہت سے عقل کے اندھے گانٹھ کے پورے یہود سیرت، بلید الطبع ملاؤں کی ہر سفیہانہ خائنانہ لکچر، کفر آمیز تحریر کو آیت حدیث سمجھ کر آمنا صدقنا کہنا شروع کر دیئے ہیں۔ غرض اس طرح باطل کی حمایت کا جوش ایک عجیب طوفان بے تمیزی برپا کر کے باطل پرستوں کو اہل حق کو جان کا دشمن اور خون کا پیاسا بنا دیتا ہے۔" (الحکم نمبر ۷)

اس اقتباس میں باطل پرست کس کو کہا ہے اور اہل حق کون ہے آپ سمجھ سکتے ہیں۔ ایک جگہ اور لکھتا ہے

> "مجھے ایک افسوس اور سخت افسوس ہے کہ الباطل کے شیفتہ اور جھوٹو (جھوٹ) اور ناراستی کے دلدادہ گروہ میں شاذ و نادر ہی کوئی ایسا مولوی پایا جاتا ہے۔ جس کی تحریر شرافت و دیانت اور تہذیب و متانت سے حقیقی تعلق رکھتی ہو۔ ورنہ عموماً ان کی گندی اور متعفن کتابیں اپنے گندہ اور نجس مضامین کے اعتبار سے نجاست کے ٹوکروں اور پر عفونت سنڈاسوں سے کچھ کم وقعت نہیں رکھتیں۔ کاش پبلک حق و باطل میں تمیز کے لیے پر اثر و دلکش، مہذب و مدلل تقریر کو ایک

ضروری معیار فرماتے۔" (الحکم نمبر، ص ۷)

شرافت و دیانت، تہذیب و متانت سے حقیقی تعلق رکھنے والے کی "پراثر دلکش مہذب و مدلل تقریر" ہمارے ناظرین نے ملاحظہ فرمالی۔ یہ چند سطریں بطور نمونہ ہیں ورنہ دو صفحہ کا یہ مضمون اپنے دامن میں ایسا ایسا لعل و گہر سمیٹے ہوا ہے کہ جس کی جولانی کے سامنے نگاہیں نہیں ٹھہرتیں۔

دراصل یہ مضمون حجۃ الاسلام علامہ مفتی حامد رضا قادری بریلوی کے رسالہ "الصارم الربانی" کا رد اور جواب ہے۔ مضمون نگار قادیانی عقائد و نظریات کا حامل، صادق حسین صادق نامی کوئی اٹاوہ کا رہنے والا فرد ہے۔ علمی لیاقت اور دینی فکر و شعور تو بڑی چیز ہے، تہذیب و شرافت سے بھی اس کا واسطہ نظر نہیں آتا۔ جیسا کہ ناظرین نے خود ملاحظہ فرمایا۔ ایسا شخص اگر حجۃ الاسلام کی کسی تحریر کا جواب لکھنے کی سوچے گا تو اس کے سوا اور کیا انجام ہوگا، جو مضمون نگار نے اپنے الفاظ میں خود بیان کیا۔ لکھتا ہے

"جس طرح چاند پر خاک نہیں پڑ سکتی۔ اور آفتاب پر تھوکا ہوا منہ کو آتا ہے۔ اسی طرح ان مولویوں کی اڑائی ہوئی خاک انہیں کے سر پر پڑتی رہی اور پڑتی رہے گی۔ اور ان کا تھوکا انہیں کے منہ پر آتا رہا اور آتا رہے گا۔"

حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا بریلوی کی "الصارم الربانی" جو فتاویٰ حامدیہ کے ساتھ چھپی ہے، صفحہ ۱۲۱ سے ۲۲۱ تک پورے ایک سو صفحات کو محیط ہے، جس میں ایک مسئلے پر ۴۳/احادیث ذکر کر کے آپ فرماتے ہیں:

"یہ سردست بے قصد استیعاب ۴۳/حدیثیں ہیں جن میں ایک چہل حدیث پوری حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ الخ" (فتاویٰ حامدیہ، ص ۱۷۴)

یہ کتاب حقائق و معارف اور دلائل و براہین کا گنج گراں مایہ ہے۔ ارباب علم و دانش اور صحیح فکر و شعور کے حامل حضرات اسے آنکھوں سے لگائیں گے، دلوں میں بسائیں گے۔ لیکن جن کے دلوں پر خدا نے مہر لگا دی ہے، ایسے کور باطن نہ اسے سمجھ سکتے ہیں نہ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں کیونکہ اس کے لیے آنکھوں میں نور اور دل میں شعور چاہئے

آنکھ والا ترے جلوے کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

حقائق سے آنکھیں موند کر بدمست شرابی کی طرح گالیاں بکتے جانا کسی ہوش مند انسان کا کام نہیں۔ اور نہ ہی یہ مردانگی کے اوصاف میں سے ہے۔ صادق حسین صادق جو انجمن احمدیہ

اٹاوہ کے سکریٹری ہیں ان میں اگر اتنا ہی دم خم تھا تو حجۃ الاسلام کے دلائل کا جواب دیتے۔ قرآن وحدیث کی باتیں ان کی فہم وادراک سے ورا تھیں تو کم از کم فقہی دلائل یا پھر حوالہ جات ہی پر گفتگو کرتے۔ لیکن ان تمام باتوں سے یکسر صرف نظر کر لینا صاف بتاتا ہے کہ حجۃ الاسلام کی تحریریں جو قادیانیوں کے رد اور اہل حق کی تائید میں ہیں، حرف بہ حرف درست ہیں۔ ان کا ہر جملہ بلکہ ہر ہر لفظ اپنی جگہ حقانیت کا پہاڑ ہے۔ جبھی تو صادق صاحب اپنا تمام تر زور صرف کرنے کے باوجود کچھ نقص نہیں نکال سکے۔ ناچار گالیوں، بدگوییوں پر اتر آئے۔

کہاں تو بڑے طمطراق سے خم ٹھوکتے ہوئے چلے تھے کہ

"اب میں مصنف الصارم الربانی علیٰ اسراف القادیانی کی علمی قابلیت ان کے فہم فراست ودیانت وامانت، تہذیب ومتانت کی قلعی کھولنا اوران کی برائے نام الصارم الربانی کی حقیقت کو طشت ازبام کرنا ضروری سمجھتا ہوں" (الحکم نمبر، ص ۷)

اور کہاں ہوا نکلے غبارے کی طرح پھسپھسا کر بیٹھ گئے۔ اور کسی کثیر العیال بیوہ عورت کی طرح چھاتی پیٹ پیٹ کر کوسنا دینا شروع کر دیا کہ:

"ارے مفتی ملا! تجھے جھوٹ بولتے اور افترا پردازی کرتے شرم کیوں نہیں آئی۔ کیا تجھے مرنا نہیں! اے حنفی بھائیو! تمہیں خدا کے واسطے آنکھیں کھولو! الخ۔"

قادیانی جی! مرنا تو سب کو ہے۔ آپ کے "مسیح موعود اور مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام" بھی مر گئے۔ ایک دن آپ بھی (اگر ابھی تک مرے نہیں ہوں گے تو) مر جایئے گا۔ بات مرنے اور جینے کی نہیں۔ ہاں شرم سے مرنا ایک الگ بات ہے۔ اس لیے سب سے پہلے آپ اپنے "علیہ الصلوٰۃ والسلام" سے پوچھئے قرآن میں محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو خاتم النبیین فرمانے کے باوجود انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تو انہیں شرم آئی تھی یا نہیں۔ سیکڑوں احادیث میں سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے آخری نبی ہونے کی صراحت کے باوجود قادیان کے غلام احمد کو نبی کہلاتے ہوئے شرم آئی تھی یا نہیں۔ تمام امت کے اجماعی اور متفقہ عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف جدید نبی بنتے ہوئے شرم آئی تھی یا نہیں۔

انجمن احمدیہ کے سکریٹری صاحب! آپ حنفی بھائیوں کو آنکھ کھولنے کی دہائی دے رہے ہیں۔ اس سے آپ کے کفر وضلالت میں کوئی کمی آنے والی نہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارے سارے حنفی بھائی اپنی آنکھیں ہمیشہ کھلی رکھتے ہیں۔ جبھی تو آپ جیسا بدلگام احمدی دین ومذہب کی پرسکون گلیوں میں آوارہ پھرتا نظر آتا ہے تو فوراً اسے لگام دے کر اس کے "اصلی مقام" تک پہنچا دیتے ہیں

۔آپ کے ''علیہ الصلوٰۃ والسلام'' ہوں یا ان کے پجاری احمدی گروپ، دن کے اجالے میں انہیں تارے دکھانے کا کام ہمیشہ حنفیوں نے ہی کیا ہے۔آج قادیانیوں کے مذہبی مکروہ چہرے کو دنیا کے سامنے بے نقاب کرنے والے بڑی تعداد میں حنفی ہی ہیں۔لہٰذا آپ اپنی خیر منائیں۔حنفیوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ان کی نگہبانی کے لیے اللہ اور اس کے رسول کافی ہیں۔

ناظرین! حجۃ الاسلام کی کتاب ''الصارم الربانی'' میں قادیانی مبصر نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔یہ کہتے ہوئے کہ

''قبل اس کے کہ میں فتوے کے عیب وصواب کی طرف ناظرین کی توجہ مبذول کراؤں''

لیکن بے چارہ تھکے ہوئے بیل کی طرح ہار کر بیٹھ گیا ہے۔پوری کتاب کھنگالنے کے بعد اُسے عیب کے نام پر دو باتیں نظر آئی ہیں۔جو بظاہر تو دو ہیں لیکن فی الحقیقت دونوں ایک ہی ہیں۔

پہلا عیب: حضور حجۃ الاسلام نے کسی غیر احمدی کی تحریر کو احمدی کی تحریر سمجھ لیا ہے۔صادق حسین کا کہنا ہے کہ

''یعقوب خاں صاحب ناظرین کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ استفتاء کی عبارت کسی احمدی کی لکھی ہوئی ہے۔اور مفتی صاحب نے بھی اسی یقین کی بنا پر اپنے فتوے میں احمدیوں کے خلاف بعض ریمارک کیے ہیں۔ (الحکم نمبر، ص ۷'')

دوسرا عیب: شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی حامد رضا نے نیچریوں کی طرح قادیانیوں کو بھی منکر حدیث سمجھا ہے۔چنانچہ صادق حسین لکھتے ہیں: ''اس تحریر میں مفتی صاحب نے پبلک کو یہ یقین دلانا چاہا ہے کہ فرقۂ نیچریہ کی طرح فرقۂ احمدیہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں سے منکر ہے'' (الحکم نمبر، ص ۷)

صادق صاحب! کسی غیر کی عبارت کسی احمدی کی طرف منسوب کرنا اگر جرم وعیب ہے تو یہ عیب آپ میں بدرجہ اتم موجود ہے۔آپ پہلے اپنا محاسبہ کیجئے۔دل ودماغ میں فحش گالیوں کے علاوہ اگر کچھ سنجیدگی اور قوت فکر بھی ہے تو سوچیے اور غور کیجئے کہ مستفتی نے جب اپنے سوال میں صاف تحریر فرمادیا ہے۔جسے آپ نے بھی اپنے ریویو میں نقل کیا ہے کہ ''اس قصبہ سرسادہ میں ایک شخص جو اپنے آپ کو نائب مسیح یعنی مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود کا خلیفہ بتلاتا ہے، رہتا ہے۔پرسوں اس نے ایک عبارت پیش کی جس کا مضمون ذیل میں پیش کرتا ہوں۔۔۔۔در صورت تاخیر کئی مسلمانوں کا ایمان جاتا رہے گا۔وہ اپنی راہ پر لے آئے گا''

یعنی ایک ایسا شخص جو خود کو مرزا غلام احمد قادیانی کا خلیفہ اور نائب بتاتا ہے۔اور ایک

ایسی تحریر پیش کرتا ہے جو خالص اس کے مذہب اور دین سے متعلق ہے۔ مستفتی کہتا ہے حضور اگر اس تحریر کا فوری جواب نہیں دیا گیا تو کئی مسلمانوں کا ایمان ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ مرزا قادیانی کا خلیفہ اس تحریر کے ذریعہ مسلمانوں کو گمراہ کر کے اپنی راہ پر لے آئے گا۔ اب آپ ہی بتائیے اتنی صراحت ووضاحت کے بعد بھی اس تحریر کو کسی یہودی یا عیسائی کی تحریر سمجھی جائے گی یا کسی ہندو یا سکھ کی۔ جس تحریر کے ابتدائی الفاظ ہی قرآن وحدیث کے خلاف اور عقائد مسلمین سے متصادم ہیں۔ انہیں مسلمان کی تحریر کیسے گردانی جائے گی۔ صاف لکھا ہے ”اس بارے میں ایک آیت قطعی الدلالۃ اور صریح الدلالۃ یا کوئی حدیث مرفوع متصل اس مضمون کی عنایت فرمائیں۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسدہ العصری، ذی حیات جسمانی آسمان پر اُٹھالیئے گئے ہیں اور کسی وقت میں بعد حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان سے رجوع کریں گے۔ اور اس دوبارہ رجوع میں وہ نبی نہ رہیں گے۔ اور وہ نبوت یا رسالت سے خود مستعفی ہونگے یا ان کو خداتعالیٰ اس عہدۂ جلیلہ سے معزول کردے گا۔“

صادق صاحب! نبوت کوئی ٹوفی یا کھلونا نہیں کہ جب چاہا دیا جب چاہا چھین لیا۔ یا لینے والا جب تک جی چاہے رکھے اور جب من چاہے واپس لوٹا دے۔ نبوت ورسالت ایک انمول قدرتی عطیہ ہے۔ جو خوش بختوں کو دائمی طور پر ملتا ہے اسے واپس نہیں لیا جاتا۔ لہٰذا یہ بات آئینے کی طرح صاف ہوگئی کہ وہ تحریر کسی مسلمان کی تحریر نہیں۔ ایسی تحریر یا عبارت کو مسلمان کی تحریر سمجھنا یہ عیب ہے۔ حجۃ الاسلام نے جو احمدی کی تحریر قرار دی ہے وہ سوفی صد حق اور درست ہے۔ آپ نے سارا زور لگا کر اس تحریر کا انکار کیا ہے اور دلیل جو دی ہے۔ ماشاء اللہ! ایسی دلیل کو شاید دلال کہنا چاہیے۔ مبلغ علم تو یہ ہے اور نخوت اس درجے کی لکھتے ہیں

”اگرچہ سلسلہ عالیہ احمدیہ اور مخالفین کے درمیان جو مسائل متنازع فیہ ہیں ان کے متعلق متعدد اور ضخیم کتابوں میں مبسوط بحثیں ہو چکی ہیں۔ جن کے رد کی مخالفین سلسلۂ عالیہ کو نہ آج تک توفیق نصیب ہوئی نہ آئندہ ہوگی۔“

احمدی صاحب! آپ کی دلال نما دلیل کا چہرہ میں اپنے ناظرین کو دکھانا چاہتا ہوں تا کہ لوگوں کو پتا چل جائے کہ اٹھنی پر بیٹھا ہوا مینڈک کون ہے اور ہاتھی کون؟ جانتے ہیں ایک تالاب کے کنارے کسی کی ایک اٹھنی (پچاس پیسے کا سکہ) گر پڑی تھی ایک مینڈک اس پر شان سے بیٹھتا اور سینہ تان کر کہتا کہ میں بادشاہ ہوں خزانے کا مالک ہوں۔ ایک ہاتھی جب اس تالاب سے پانی پینے آتا تو یہ متکبر مینڈک اچھل اچھل کر اسے لات مارتا اور خوب خوش ہوتا ایک دن وہ مینڈک اور اس کا غرور دونوں خاک میں مل گئے۔ ہوا یہ کہ ہاتھی نے انجانے میں اس پر پاؤں رکھ دیا۔

جس عظیم المرتبت شخصیت کی تحریر کو آپ نے چھیڑنے کی غلطی کی ہے ان کے شاگردوں کی گرد راہ کو بھی آپ جیسے نہیں پہنچ سکتے۔ حضور حجۃ الاسلام کا علمی مقام ورتبہ تو نہایت اعلیٰ ہے۔

ناظرین کرام" ! انفاس مسیح سے فیض یافتہ" جناب صادق صاحب کا طرز استدلال ملاحظہ فرمائیں۔ موصوف کہتے ہیں

"یعقوب خاں صاحب ناظرین کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ استفتاء کی عبارت کسی احمدی کی لکھی ہوئی ہے۔ اور مفتی صاحب نے بھی اسی یقین کی بنا پر اپنے فتوے میں احمدیوں کے خلاف ریمارک کئے ہیں مثلاً یہ بات کہ احمدی لوگ صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہتے ہیں۔ اور اس لیے ظاہر ہے کہ حدیث سے منکر ہیں۔ مگر احمدیوں کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں۔ پس قطعی طور پر ثابت ہوا کہ استفتاء کی عبارت کسی احمدی کی لکھی ہوئی نہیں"۔

احمدی جی کا یہ انوکھا استدلال بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی مسلمان کسی کی سونے کی انگوٹھی چرالے، وکیل صفائی کورٹ میں جج کے سامنے یہ دلیل پیش کرے کہ مردوں کے لیے سونا حلال نہیں لہٰذا قطعی طور پر ثابت ہوا کہ مسلمان چور نہیں۔

احمدی صاحب استفتاء میں صاف لکھا ہوا ہے کہ "ہم کو صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہیے جس کے تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں ہے۔"

اور اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ یہ عبارت پیش کرنے والا مرزا غلام احمد قادیانی کا نائب اور خلیفہ ہے۔ اب آپ ہی بتائیے کہ صرف قرآن سے ثبوت مانگنے والا یہ احمدی ہوا یا کوئی دوسرا۔ آپ حجۃ الاسلام کی شرم وغیرت کو للکار رہے تھے۔ اب میں آپ ہی کے لفظوں کو آپ کے سامنے دہراؤں کہ "ارے احمدی ملا! تجھے جھوٹ بولتے اور افترا پردازی کرتے ہوئے شرم کیوں نہیں آئی؟ کیا تجھے مرنا نہیں ہے۔ اے حنفی بھائیو! تمہیں خدا کے واسطے آنکھیں کھولو دروغ (جھوٹ) بات اور افترا پر فدا احمدیوں کی تحریر پر بھروسہ کر کے اپنے ایمان کو برباد نہ کرو"۔

احمدی جی! حضور حجۃ الاسلام نے یہ کہاں لکھا یا دعویٰ کیا ہے کہ احمدیوں کا عقیدہ ایسا ہے ویسا ہے۔ حجۃ الاسلام نے تو صرف اتنا تحریر فرمایا ہے کہ

"اب دوسرے یہ حضرات نئے فیشن کے مسیحی اس انوکھی آن والے پیدا ہوئے کہ ہم کو صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہیے جس کے تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں ہے۔

(فتاویٰ حامدیہ، ص ۱۳۲)

اور جواب میں آپ نے غلام احمد قادیانی کی کتاب ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۵۵۵ کا لمبا چوڑا

اقتباس نقل کر کے خواہ مخواہ مضمون کو طویل کرنے کی کوشش کی ہے۔اور گویا گلا پھاڑ کر چلایا ہے کہ

''آؤ میں تمہیں دکھاؤں کہ مسیح موعود اور مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بارے میں اپنی جماعت کو کیا تعلیم دی ہے۔حضرت اقدس ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں۔الخ''

ازالہ اوہام کی عبارت سے زیادہ سے زیادہ اتنا ثابت ہوا کہ غلام احمد قادیانی نے اپنے متبعین کو بعض مخصوص قسم کی احادیث کو قابل اعتبار ماننے کی ہدایت دی ہے جیسا کہ پیش کردہ طویل عبارت کے اس حصے سے معلوم ہوتا ہے

''جو حدیث قرآن شریف کے مخالف نہیں بلکہ اس کے بیان کو اور بھی بسط سے بیان کرتی ہے وہ بشرطیکہ جرح سے خالی ہو۔قبول کرنے کے لائق ہے۔''

اس اقتباس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ ہر احمدی تمام احادیث کو اپنے کلیجے سے لگائے رکھتا ہے اور تا قیام قیامت لگائے رکھے گا۔بڑے میاں! جب قرآن جیسی مقدس کتاب اور نازل فرمانے والا قہار و جبار، اس کے باوجود بھی اس کی تمام ہدایتوں پر مسلمان عامل نہیں ہو پاتے تو ازالہ اوہام اور اس کے مصنف بے چارے مرزا غلام احمد قادیانی کی ایسی کی تیسی۔

صادق حسین صاحب! مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مان کر آپ کا مرتد ہونا اور بات ہے۔میں مانتا ہوں کہ اب آپ مسلمان نہیں رہے اسلام سے آپ کا رشتہ ٹوٹ چکا ہے لیکن انسان تو آپ اب بھی ہیں کافر ہی سہی تہذیب و شرافت کا مظاہرہ تو کر ہی سکتے ہیں۔یوں علمائے اہل سنت کو گالیاں دے کر، ان کی شان میں بکواس کر کے آپ کون سا معرکہ سر کر لیں گے۔

آپ کی جماعت اور اس کے مطمح نظر کو دنیا پہچان چکی ہے۔کس کے اشارے پر یہ کھیل شروع کیا گیا؟ اور آج بھی آپ لوگوں کی پشت پناہی کون کرتا ہے۔یہ ساری باتیں اب طشت از بام ہو چکی ہیں۔آپ اخباروں اور رسالوں میں ریویو چھاپیں یا ٹریکٹ سیرز جاری کریں اس سے کچھ فرق پڑنے والا نہیں۔ہاں اگر صدق دل سے توبہ کر کے۔از سر نو کلمہ اسلام پڑھ لیں تو بات الگ ہے دنیا بھی سنور جائے گی اور آخرت میں بھی نجات کی امید قائم رہے گی۔ورنہ یاد رکھئے! اسلام کے دشمن یہودی ہمیشہ آپ کی پیٹھ نہیں سہلاتے رہیں گے۔کام نکل جانے یا دوسرا متبادل ذریعہ حاصل ہو جانے کے بعد پرانے جوتوں کی طرح اپنی زندگی سے آپ سب کو باہر کر دیں گے۔اب بھی وقت ہے جو مر گئے مر گئے جنہیں زندگی کی مہلت حاصل ہے وہ فائدہ اُٹھائیں اس سے زیادہ کیا کہہ سکتا ہوں آگے آپ مالک ہیں۔

حجۃ الاسلام کا مایہ ناز رسالہ

خطبہ صدارت: تعارف وجائزہ

ڈاکٹر مفتی محمد امجد رضا امجدؔ

القلم فاؤنڈیشن سلطان گنج پٹنہ ۶

حضور حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان کی ۶۸ رسالہ زندگی علم وفضل کے ساتھ جماعت اہل سنت کی تنظیم وقیادت کی ایسی زریں اور گران قدر تاریخ ہے جسے دنیا کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے مسلمانان اہل سنت کو ایمان وعقائد کے تحفظ کے ساتھ ان کی علمی شان وشوکت، روحانی آسودگی اور سیاسی طور پر آبرومندانہ زندگی گزارنے کا جو پیغام دیا تھا حضور حجۃ الاسلام نے اس پیغام کو ان کے جانشین ہونے کی حیثیت سے عملاً بہت آگے بڑھایا۔ان کے اندر اعلیٰ حضرت کا علم، عمل، تفقہ، تدبر سب کچھ موجود تھا اور تاریخ شاہد ہے کہ انہوں نے ان اوصاف کو ملی قیادت اور مسلمانان ہند کے عقائد واعمال واملاک کے تحفظ کے لئے استعمال کیا جس کے پائیدار اثرات مرتب ہوئے۔

انگریزوں کے دور اقتدار سے لے کر آزادی کی جنگ تک ہندوستانی مسلمان کیسے کیسے مصائب وآلام کے شکار ہوئے وہ تاریخ کے واقف کاروں سے مخفی نہیں، شدھی تحریک کے ذریعہ مسلمانوں کو ہندو بنانے کی مہم، جگہ جگہ مسلمانوں کے جان مال اور املاک تباہ کرنے کی مسلسل کوشش، تعلیمی نظام کا فقدان، دیہات سے لے کر ضلع اور صوبے تک انتشار کا ماحول، یعنی ایک ہنگامہ محشر تھا جس سے مسلمانان ہند دوچار تھے، تقسیم ہند کے حالات نے مسلمانوں کا جینا دوبھر کردیا تھا اور کانگریسی علماء جو دو ایک کو چھوڑ کر بالعموم دیوبند کے فکری نظریہ کے تابع تھے اہل سنت کی مخالفت پر کمربستہ تھے۔ایسے عالم میں اکابر اہل سنت نے مرادآباد میں ۴ روزہ سنی کانفرنس کا انعقاد کیا جس میں حضور اشرفی میاں قبلہ حضرت صدر الافاضل، حضرت صدر الشریعہ، حضرت برہان

ملت، حضرت شیر بیشہ اہل سنت، حضور مفتی اعظم ہند علیہم الرحمہ والرضوان وغیرہ نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں حضور حجۃ الاسلام نے ہندوستان کے حالات کے پیش نظر اپنا خطبہ صدارت پیش فرمایا۔ یہ خطبہ اتنا جامع ہے کہ اس وقت سے لے کر آج تک اس کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔

یہ وہ خطبہ ہے جس میں ہماری ترقی اور تحفظ کا راز مضمر ہے، ہماری جمعیت کا دستور، ہمارے اکائی کا منصوبہ اور متحد ہونے کا ایک ایسا لائحہ عمل جو ہمیں تنزلی سے نکال کر ترقی کی شاہراہ پہ گامزن کرنے اور تباہی کے دہانے سے نکال کر تعلیمی، اقتصادی، سماجی اور روحانی سکون عطا کرنے کی حکمت سے بھرپور ہے۔ مگر افسوس کہ جس طرح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے ۱۰ ارنکاتی منصوبے کو ہم سے زیادہ ہمارے مخالفین نے استعمال کیا اور ہمارے ہی خلاف صف آرا ہوئے، ویسے ہی حضرت حجۃ الاسلام کے اس تاریخی خطبہ صدارت کے نکات کو نہ ہم نے سنجیدگی سے لیا نہ اس پر عمل پیرا ہوئے، اغیار نے اس کا فائدہ اٹھایا اور ہمیں سیاسی و اقتصادی اعتبار سے بہت پیچھے چھوڑ دیا۔

حضور حجۃ الاسلام نے ہندوستانی مسلمانوں کے احیا، فروغ، استحکام اور پروقار معاش کے لئے اس خطبہ صدارت میں چار مقاصد بیان فرمائے ہیں:

(۱) تبلیغ

(۲) مذہبی تعلیم

(۳) حفظ امن

(۴) اصلاح معاشرت

انہیں چاروں مقاصد کے حصول کے لئے انہوں نے اس کانفرنس کے لئے یہ طویل خطبہ لکھا جو کتابی سائز میں ۶۴ راوراق پر ادارہ سنی رضانگر سوداگران بریلی شریف نے دوسری بار شائع کیا۔ خطبہ لکھتے وقت ہندوستان کے حالات کیا تھے خود حضرت حجۃ الاسلام نے اس کا نقشہ کھینچا ہے:

> "دردمندان اسلام کس سوز و گداز میں ہیں اور ان کی راتیں کس بے چینی سے سحر ہوتی ہیں، ان کے دماغ کس پیچ و تاب میں رہتے ہیں، لیل و نہار کی ساعات ان پر کیسے مکدر اور کرب و اضطراب میں گزرتے ہیں، حسرتوں کی تصویریں اور امیدوں کے بن بن بگڑنے والے نقشے ان کے لئے عذاب جاں ہو رہے ہیں میں خود بھی مدتوں سے اس سرگردانی میں ہوں بایں خیال کہ کوئی عالی دماغ دردمند مذہب اس مقصد کے لئے کوئی تدبیر اور مسلمانوں کے فلاح و اصلاح کا کوئی مؤثر و کامیاب طریقہ تجویز فرمائے تو وہ ضرور ان کے حق میں نافع ہوگا۔ میری فکر کیا چیز ہے جو پیش کرنے کے قابل

ہو۔لیکن جب کسی طرف سے صدا نہ اٹھی اور مسلمانوں کے لئے حالات موجودہ کے اعتبار سے کوئی دستور العمل تجویز نہ کیا گیا تو بہ ناچاری میں نے قصد کیا"

ان حالات میں مسلمانوں کے فلاح واصلاح کے لئے یہ دستور العمل لکھا گیا کاش کل اس پر عمل ہو گیا ہوتا یا آج اس پر عمل ہو جائے تو مسلمانوں کے مذہبی تعلیمی اقتصادی معاشرتی اور معاشی سارے مسئلے حل ہو جائیں۔ یہ دستور العمل ماضی میں جتنا مفید تھا آج بھی اتنا ہی مفید ہے۔

(۲۔۱) تبلیغ، مذہبی تعلیم:

آپ نے اس خطبہ میں پہلا مقصد تبلیغ قرار دیا ہے اور اس پر بھر پور روشنی ڈالی ہے۔اس وقت کے حالات کا نقشہ کھینچا ہے شدھی تحریک کی نقاب کشائی کی ہے اور بتایا ہے کہ ان حالات میں تبلیغ کا فریضہ انجام دینا انتہائی ضروری ہے مگر ساتھ ہی مبلغین کے تربیت یافتہ نہ ہونے کے سبب جو پریشانیاں ہوئیں اس کا نقشہ کھینچتے ہوئے مدرسۃ التبلیغ قائم کرنے کی تجویز بھی دی ہے فرماتے ہیں:

علاقہ راجپوتانہ میں تبلیغ کے سلسلہ میں معقول تعداد کام کرنے والوں کی دو ڈھائی سال سے مصروف عمل ہے، اس میں بہت سے افراد ناکارہ بلکہ بعض مضر اور سخت مضر ثابت ہوئے، ان سے بجائے فائدے کے ایسے نقصان پہنچے جن کی تلافی دشوار تھی، اس کا باعث اکثر واغلب ان کی ناتجربہ کاری اور کام کی ناواقفیت تھی۔اس تجربہ کے بعد یہ طرز عمل اختیار کیا گیا کہ نئے آدمیوں کو کارکردہ لوگوں کے ساتھ رکھ کر کچھ دنوں کام سکھالیا جاتا تب انہیں تنہا کسی مقام پر بھیجا جاتا تھا،لیکن ایسا کہاں تک ممکن ہے اور اس طرح کتنے آدمی کام کے قابل ہو سکتے ہیں، اس لیے ضرورت ہے کہ کم از کم ایک مدرسۃ التبلیغ کھولا جائے جس میں مدرس، مبلغ، اور مناظر کے تین امتحان ہوں، اسی مدرسہ کے سند یافتہ سلسلہ تبلیغ میں رکھے جائیں،اس ضرورت پر نظر کر کے انجمن اہل سنت وجماعت مراد آباد نے مدرسۃ التبلیغ کی تجویز کی۔

اس مدرسہ کو دیہات، قصبہ، ضلع اور صوبے تک قائم کرنے کی صلاح دی گئی اور بڑی جگہ کو بڑے مدرسہ کے لئے مختص کیا گیا۔ساتھ ہی صوبائی مدرسہ کو مدرسہ عالیہ قرار دیتے ہوئے ماتحت کے ضلعی مدارس کو اس کی شاخ قرار دینے کی صلاح دی چنانچہ آپ نے لکھا ہے:

ملک میں ایسے کامل الانصاب مدرسے ہونا ضروری ہیں جو جملہ علوم وفنون کی تکمیل کا عمدہ ذریعہ ہوں، بلکہ ہر صوبہ میں کم از کم ایک ایسا مدرسہ ہونا ضروری ہے، ان سب مدارس کو مدرسۂ عالیہ کہنا چاہیے،باقی تمام مدرسے ان کے ماتحت ہوں،اور مدارس عالیہ مدارس ماتحت کی نگرانی کے ذمہ دار

قرار دیئے جائیں اور حسب ضرورت ان مدارس کو ان سے مدد بھی ملے، یہ جملہ مدارس ایک جمعیۃ عالیہ کے ماتحت ہوں، ایک محکمہ تصنیف ہونا چاہیے، جس میں ملک کے منتخب افاضل شامل ہوں، اور وقتی ضروریات کے علاوہ جو دفعتاً پیش آئیں، باقی ہر تصنیف جمعیۃ عالیہ کی پسندیدگی اور منظوری کے بعد قابل رواج سمجھی جائے، یہ بہت فتنوں اور اختلافوں کا سد باب ہے۔

ہر صوبائی مدرسہ میں محکمہ تصنیف قائم کرنے اور اس میں منتخب افاضل رکھنے کا مشورہ کتنا مصلحت آمیز ہے اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں پھر "ہر تصنیف جمعیۃ عالیہ کی پسندیدگی اور منظوری کے بعد قابل رواج سمجھی جائے، یہ بہت فتنوں اور اختلافوں کا سد باب ہے" تو رواروی میں پڑھ کے نکل جانے کا نہیں۔ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ آج اسی چیز کے فقدان کے سبب ہمارے درمیان اختلافات کی خلیج پیدا ہوئی۔ ان کی مومنانہ فراست نے پہلے ہی اس دروازے کو بند کر دینے کی صلاح دی مگر افسوس کہ اس وقت سے لے کر آج تک اس پر عمل نہیں ہوسکا۔

اسی طرح ہر بڑے ادارہ میں دار الافتا قائم کرنے کی بھی آپ نے صلاح دی مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ:

> ہر کامل النصاب (صوبائی مدرسہ) مدرسہ میں ایک دار الافتا بھی ہو مگر اہم فتاویٰ جمعیۃ عالیہ کے ملاحظہ کے لیے بھی بھیجے جائیں اور تا مقدور ہر طبع ہونے والی چیز جمعیۃ عالیہ کے اذن سے طبع کی جائے، واعظ، مدرس، مناظر، مفتی سب کے لیے ایک ضروری نصاب لازمی ہو جس کی تکمیل کے بعد انہیں جمعیۃ عالیہ یا اس کے ماتحت کسی کامل النصاب مجاز مدرسہ سے سند دی جائے، موجودہ اصحاب جو ان عہدوں پر کام کر رہے ہیں سند سے مستثنیٰ کیے جائیں مگر فتویٰ اور تصنیف بہر حال محکمہ تصنیف کی تصدیق و منظوری کے بعد قابل قبول سمجھا جائے۔

اس اقتباس میں "مگر فتویٰ اور تصنیف بہر حال محکمہ تصنیف (مرکزی بورڈ) کی تصدیق و منظوری کے بعد قابل قبول سمجھا جائے" کا ٹکڑا کتنا معنیٰ خیز اور مدبرانہ ہے۔ آج بھی اگر ملکی سطح کا ایک بورڈ قائم ہوتا یا تھا تو برقرار رہتا تو ہمارے درمیان "فاصلے" جنم نہیں لیتے اور دوریاں نہیں بڑھتیں۔

اسی خطبہ میں آپ نے باہمی تعلقات کا عنوان قائم کر کے باہم متحد رہنے کی بھی صلاح دی ہے۔ اتحاد کی تین نوعتیں تھیں

- ہنود سے اتحاد
- باطل فرقوں سے اتحاد

● مسلمانوں سے اتحاد

اسی لئے آپ نے پہلے اسے واضح کر دیا ہے کہ اتحاد کس سے ممکن اور مفید ہے اور کس سے مضر و نقصان دہ۔ چنانچہ آپ نے اس عنوان کے تحت پہلے یہی لکھا کہ:

''سب سے بڑی اصل جس کو پیش نظر رکھنا تمام مسائل پر مقدم ہے، وہ یہ غور کر لینا ہے کہ کن دو فرد وں میں اتفاق ممکن ہے اور ان کے جمع ہونے سے حسب مراد نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے، اگر ہم نے یہی غور نہ کیا اور اتفاق کی صدا اٹھاتے رہے تو وہ بے سود ہو گی اور ہماری تمام کوششیں رائیگاں جائیں گی''

آگے لکھا:

''اس لیے ہمیں سب سے پہلے یہ تحقیق کر لینا ہے کہ جن دو فردوں کو ہم ملا رہے ہیں ان کا ملنا کوئی اچھا نتیجہ رکھتا ہے یا یہ ملاپ ان دونوں کی یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی ہستی کو فنا کر ڈالنے والا ہے۔

پھر آپ نے قرآنی آیات سے یہ ثابت کیا کہ ہنود سے اتحاد کسی طرح مفید نہیں ہو سکتا اس میں مسلمانوں کا نقصان ہو گا اور ہوا۔

فرقہ باطلہ کے ساتھ اتحاد کے حوالہ سے آج بھی وقفہ وقفہ سے آوازیں اٹھتی رہتی ہیں جواز و عدم جواز کے حوالے دئے جاتے ہیں آپ نے اس خطبہ میں اس پہلو کو بھی تشنہ نہیں چھوڑا۔ آپ فرماتے ہیں:

اب یہ مسئلہ اور غور طلب ہے کہ جو فرقے باطل اور اہل ہوا ہیں، بعض ان میں سے گمراہ ہیں، بعض مرتد جو کفر کی سرحد میں داخل ہو چکے ہیں، ان فرقوں کے ساتھ اتحاد کیا جائے، یا نہ کیا جائے، لوگ کہتے ہیں کہ ضرورت کا وقت ہے، کفار کا مقابلہ ہے، آپس کی مخالفتوں پر نظر نہ کرنا چاہیے۔ دراصل یہ بہت بڑی غلطی ہے اور حامیان اتفاق ہمیشہ اس کے مرتکب رہے ہیں اور اسی وجہ سے انہیں کبھی اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہو سکی۔

آج ہمارے یہاں اپنے جماعتی حریف کے ساتھ مل کر کام کرنے کا رجحان عام ہوتا جا رہا ہے اور لطف یہ ہے کہ حوالے کے طور پر حضرت حجۃ الاسلام ہی کے ایک واقعہ کو پیش کیا جاتا ہے۔ اگر حجۃ الاسلام کے اس عمل کے ساتھ (جس کی وضاحت بار بار آ چکی ہے) ان کا یہ نظریہ بھی پیش نظر رکھ لیا جاتا تو ان فرقوں کے ساتھ اتحاد کی حقیقت واضح ہو جاتی آپ نے فرماتے ہیں:

ہمارے سنی حضرات کے دل میں جب کبھی اتفاق کی امنگیں پیدا ہوئیں تو انہیں اپنوں سے پہلے مخالف یاد آئے جو رات دن اسلام کی بیخ کنی کے لیے بے چین ہیں

اور سنیوں کی جماعت پر طرح طرح کے حملے کر کے اپنی تعداد بڑھانے کے لیے مضطر اور مجبور ہیں۔ ہمارے برادران کی اس روش نے اتحاد و اتفاق کی تحریک کو بھی کامیاب نہ ہونے دیا، کیوں کہ اگر وہ فرقے اپنے دلوں میں اتنی گنجائش رکھتے کہ سنیوں سے مل سکیں تو علاحدہ ڈیڑھ اینٹ کی تعمیر کر کے نیا فرقہ ہی کیوں بناتے اور مسلمانوں کے خلاف ایک جماعت کیوں بناتے وہ تو حقیقتاً مل ہی نہیں سکتے۔ اور صورۃً مل بھی جائیں تو ملنا کسی مطلب سے ہوتا ہے جس کے حصول کے لیے ہر دم تیشہ زنی جاری رہتی ہے اور اس کا انجام جدال و فساد ہی نکلتا ہے

حضرت حجۃ الاسلام نے ان کے ساتھ مل کر اپنی شناخت ختم کرنے کے بجائے خود کی تنظیم بنانے اور اسے منظم کرنے کا کتنا مدبرانہ مشورہ دیا ہے ملاحظہ کریں:

ہمارے سنی جو بفضلہٖ تعالیٰ تعداد میں تمام فرقوں کے مجموعہ سے قریب قریب آٹھ گنے زیادہ ہیں، نہ ان میں نظم ہے نہ ارتباط، نہ کبھی ان کی کوئی آل انڈیا کانفرنس قائم ہوئی نہ اپنی شیرازہ بندی کا خیال آیا۔ انہیں اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی ہمت ہی نہیں، اگر کبھی اپنی درستی کا خیال آیا تو اس سے پہلے اغیار پر نظر گئی اور یہ سمجھا کہ وہ شامل نہ ہوئے تو ہم کچھ نہ کر سکیں گے، باوجودیکہ اگر صرف یہی باہم متحد ہو جائیں اور چھ کروڑ کی جماعت میں نظم قائم ہو تو انہیں ان کی کچھ حاجت ہی نہیں بلکہ اس وقت ان کی شوکت دوسرے فرقوں کو ان کی طرف مائل ہونے پر مجبور کرے گی اور یہ اختلافات کی مصیبت سے بچ کر اپنے اتحاد و انتظام میں کامیاب ہو سکیں گے۔

(۳) حفظ امن:

حفظ امن کے تعلق سے آپ نے مختلف جہتوں سے حقائق اور واقعات کا جائزہ لیا ہے اور

- ہندو مسلم فساد ایک منظم سازش
- حتی الامکان فساد سے دور رہنے کی کوشش
- اغیار کے ساتھ برتاؤ
- حکومت کے محکمہ تفتیش کے ساتھ تعاون
- تفتیش کے دوران اپنے افراد کھڑے کرنے کا مشورہ

وغیرہ موضوعات پہ سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔

(۴) اصلاح معاشرت:

چوتھا مسئلہ اصلاح معاشرت تھا جس کا آپ نے محققانہ جائزہ لیا اور سب سے پہلے

مسلمانوں کے آپسی عصبیت پر تبصرہ کرتے ہوئے اس لعنت سے باہر نکلنے کی تاکید کی۔آج مسلمان آپس میں پیشہ حرفت تجارت اور دیگر عصبیت کا شکار ہیں۔ برادرانہ تعصب اور علاقائی تقسیم نے انہیں کہاں سے کہاں پہنچادیا پھر بھی ان کی آنکھیں نہیں کھلیں۔اس ذہنیت کو ختم کرنے کے لئے آپ نے مصلحانہ مشورہ دیا اور فرمایا:

وہ اختلاف جو مسلمانوں کے شیرازہ کو درہم برہم کرتا ہے اور جس کی بنیاد تکبر وغرور اور نفسانیت وخودنمائی کی زمین میں رکھی گئی ہے اس کو دور کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی گئی، مسلمانوں کے درمیان شریعت طاہرہ نے عقائد واعمال سے تو امتیاز قائم کیا ہے، لیکن پیشہ اور حرفت ونسب کو ذریعہ جدال نہیں بنایا، آج ایک مسلمان جو بد مذہب بے دین کافر تک کے لیے آغوش محبت روا رکھتا ہے اپنے حقیقی بھائی سے ملنے کے لیے تیار نہیں، اگر وہ سبزی بیچتا ہے، یا کپڑا بنتا ہے تو مسلمانوں کو مختلف قوموں میں تقسیم کرنا اور انہیں حقارت ونفرت کی نگاہوں سے دیکھنا، وہ سلام کریں تو تیوری میں بل ڈالنا، اتفاق کے لیے سم قاتل ہے، اور جب تک تم میں یہ خصلت موجود ہے اس وقت تک اتفاق کی طمع سعی لاحاصل ہے، اسلام کی قدر کرنے والا کب پیشہ اور حرفہ اور شان وصورت اور نسب ونام پر نظر ڈالتا ہے۔

پھر آپ نے یہ پیغام دیا:

اگر آپ اجتماعی قوت حاصل کرنا چاہتے ہیں اور جماعتی طاقت سے زبردست ہو کر دنیا کی قوموں میں عزت ووقار کی زندگی آپ کا مقصود ہے تو اپنے چھوٹوں کو بڑھایئے، چھوٹوں کو ملایئے، گروں کو اٹھایئے، ہمارا ہر بھائی خواہ وہ کوئی پیشہ کرتا ہو ہماری نگاہ میں دنیا کے تاجوروں سے زیادہ عزیز اور پیارا ہے، اس کو دیکھتے ہی ہمارا چہرہ شگفتہ ہو جانا چاہیے۔

اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت حجۃ الاسلام کا دل ہندوستانی مسلمانوں کے مسائل کے حل کے لئے کتنا بے چین ومضطرب تھا اور انہوں نے کس طرح امت محمدیہ کو بھنور سے نکالنے کی سعی کی ہے۔اصلاح معاشرت کے ضمن میں انہوں نے:

- مسجد کو انجمن سمجھنے کا پیغام
- تجارت کو فروغ دینے کی صلاح
- مصارف کم کرنے پر زور

● سودی قرض کی لعنت

● گورنمنٹ سے شرح سود کی حد مقرر کرانے کی کوشش

● بیت المال قائم کرنے کا مشورہ

موضوعات پر تفصیل سے لکھا ہے اور جس دردمنانہ لہجہ میں لکھا ہے وہ ایک قائد ہی کا کردار ہوسکتا ہے۔ یہ خطبہ مسلمانان ہند کے وقار وافتخار کے لئے کلیدی حیثیت کا حامل ہے اور یہ اسی طرح مسلمانان ہند کے لئے اہمیت کا حامل ہے جس طرح مسلمانوں کو معاشی اعتبار سے مضبوط ومستحکم کرنے والا امام احمد رضا کا رسالہ ''تدبیر فلاح نجات'' ----- پاکستان میں ایک صاحب نے اپنے پی ایچ، ڈی کے مقالہ میں اس رسالہ پر فاضلانہ بحث کی ہے، اسی طرح حضرت حجۃ الاسلام کا یہ رسالہ تحقیقی بحث کا متقاضی ہے اور ساتھ ہی کاغذ سے زمیں پر اتارنے کا بھی۔

چند گھنٹوں میں لکھے گئے یہ چند بے ترتیب اور منتشر جملے اس فاضلانہ خطبہ صدارت کے حقیقی خدوخال کو اجاگر کرنے کے لئے کافی نہیں، یہ کتاب واقعی ایسی ہے کہ اس پر خاطر خواہ کام ہونا چاہئے اور یہ امید کرتا ہوں کہ اہل علم وصاحبان نظر اس کتاب پر فاضلانہ مقالہ ضرور لکھیں گے اور اسے حالات کا تقاضہ سمجھ کر کاغذ سے دلوں میں اتارنے کا فریضہ انجام دیں گے۔

مراسلت سنت وندوہ: ایک مطالعہ

ڈاکٹر محمد امجد رضا امجد

حجۃ الاسلام کی تالیفات میں ایک اہم تالیف مراسلت سنت وندوہ ہے۔ یہ آپ کی مستقل تصنیف نہیں بلکہ امام احمد رضا اور مولانا محمد علی مونگیری کے درمیان مراسلت کا مجموعہ ہے جس پر آپ نے اہم مقامات پہ حواشی تحریر کئے ہیں، مراسلت کا موضوع ندوہ ہے۔ امام احمد رضا نے ندوہ کی خرابیوں اور خلاف اہل سنت عقائد کے سبب اصلاح کے لئے مولانا محمد علی مونگیری کو خطوط لکھے اور انہوں نے جوابات دئے۔ خطوط کی تعداد ۵ رہے۔ ان خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا مونگیری نے امام احمد رضا کے مخلصانہ جذبہ کو قدر کی نگاہوں سے نہیں دیکھا اور ان پر تیکھے وار کئے اس کے باوجود امام احمد رضا کے لہجے میں تلخی نہیں آئی۔ زیر نظر مقالہ میں جانبین کے خطوط اور ان پر حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا کے حواشی کے حوالہ سے اشارۃً گوشے پیش کئے جا رہے ہیں۔

یہ رسالہ کل ۲۴ رصفحات پر مشتمل ہے اور اس میں کل ۵ رخطوط ہیں، تین اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اور دو مولانا محمد علی مونگیری کے۔ قابل ذکر بات یہ ہے مراسلت کا یہ دورانیہ صرف ۲۹ رشعبان ۱۳۱۳ھ سے ۱۶ ررمضان ۱۳۱۳ھ تک کا ہے جس کی صورت یہ ہے

نامہ اول امام احمد رضا ۲۹ رشعبان ۱۳۱۳ھ	بنام مولانا محمد علی مونگیری
جواب مولانا محمد علی مونگیری ۳۰ رشعبان ۱۳۱۳ھ	بنام امام احمد رضا
نامہ دوم امام احمد رضا ۵ ررمضان ۱۳۱۳ھ	بنام مولانا محمد علی مونگیری
جواب مولانا محمد علی مونگیری ۱۱ ررمضان ۱۳۱۳ھ	بنام امام احمد رضا
نامہ سوم امام احمد رضا ۱۵ ررمضان ۱۳۱۳ھ	بنام مولانا محمد علی مونگیری

اس تیسرے خط کے جواب میں مولانا مونگیری کی خموشی کے سبب مولف رسالہ حجۃ الاسلام نے دونوں طرف کی مراسلت کو "مراسلت سنت وندوہ" (۱۳۱۴ھ) کے تاریخی نام سے "مطبع نظامی واقع بریلی" سے ۱۰ر شوال ۱۳۱۳ھ کو شائع کردیا تاکہ اصلاح ندوہ کے حوالہ سے امام احمد رضا کی مخلصانہ جدوجہد سامنے آسکے۔ رسالہ کے سرورق کے حاشیہ میں یہ عبارت لکھی گئی ہے:

اہل انصاف نظر فرمائیں کہ حضرت امام اہل سنت مدظلہ نے کس قدر نرمی بلکہ عاجزی برتی، یہاں تک کہ جواب خطوط میں بہت اعتراضات ذکر نہ فرمائے کہ کہیں حضرات کو ناگوار نہ ہو، جنہیں اب اخیر درجے مولانا مؤلف سلمہ نے بالاجمال تحریر فرمایا۔۔۔۔۔۔۔۔

جس وقت یہ مراسلت ہوئی اس وقت حجۃ الاسلام کی عمر صرف ۲۱ رسال کی تھی ،اور فراغت کو صرف تین سال ہوئے تھے،مگر اسی عمر میں آپ نے والد گرامی کے مجاہدانہ جدوجہد میں حصہ لینا شروع کیا اور اس مشن کی تکمیل میں مصروف ہوگئے جس کے لئے پروردگار عالم جل مجدہ نے اعلیٰ حضرت قبلہ کو پیدا فرمایا تھا۔ حجۃ الاسلام کی مؤلفہ یہ کتاب ان کے اسی مخلصانہ جدوجہد کی عظیم یادگار ہے۔ یوں دونوں طرف کے مراسلت کو جمع کردینا کوئی بڑا کام نہیں مگر یہ بڑا کام حجۃ الاسلام کی حاشیہ آرائی سے ہوا ہے جس کے مطالعہ سے مؤلف کی علمی لیاقت مخلصانہ جذبہ اور بالخصوص ان کے تنقیدی بصیرت پہ بھرپور روشنی پڑتی ہے۔ یہاں اس حوالہ سے چند نمونے پیش ہیں:

پہلے مکتوب میں امام احمد رضا نے لکھا:

یہ بعض خدام اجلہ علمائے اہل سنت کی جانب سے بنظر ایضاح حق حاضر ہوئے ہیں اخوت اسلامی کا واسطہ دے کر بنہایت الحاح گزارش کہ غور کامل فرمایا جائے۔۔۔۔ (آخر میں لکھا) للہ چند ساعت کے لئے لحاظ ہر این وآں سے خالی الذہن ہو کر اپنے جد کریم علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والتسلیم کی احادیث پیش نظر رکھ کر تنہائی میں نظر تدبر فرمائیں"

اس انداز تخاطب پر بھی مولانا مونگیری اصلاح وحال واصلاح ندوہ پر آمادہ نہ ہوئے بلکہ وہ اپنی تائید میں مختلف حوالے پیش کرتے رہے، ان دلائل کی شرعا کیا حیثیت تھی اور ان کا موقف کتنا غلط تھا یہ حجۃ الاسلام نے ان کے مکتوبات پہ حواشی میں جرح وقدح کے ذریعہ

واضح فرمادی ہے۔ان حواشی میں دلائل وشواہد اور تنقید و تحقیق کی ایک ایک دنیا آباد ہے۔
میں یہاں مولانا مونگیری کے مکتوبات پہ حجۃ الاسلام کے چند تنقیدی حواشی بطور نمونہ پیش کرتا ہوں جس سے نفس مسئلہ میں ایضاح حق کے ساتھ ان کی تنقیدی بصیرت بھی ہویدا ہے، مولانا مونگیری کی عبارت کو قولہ اور ان کی تنقیدات کو حواشی کے نام سے ذیل میں ملاحظہ کریں۔

قولہ:

کچھ سروکار نہیں اور ان کے عقائد درکنار ان کی وضع سے نفرت ہے باقی رہی جزئیات، جن پر گفتگو ہو سکتی اور اس پر (حق کا) دارومدار نہیں جن کے چھوڑنے سے ندوہ کے مقاصد صحیحہ فوت ہونے کا اندیشہ ہو اسی واسطے عرض یہ تھی آپ ایسے دانشمند بزرگ بھی اسمیں شریک ہوتے۔

تنقید:

مولانا یہی تو غضب ہے کہ آپ سروکار نہیں رکھتے، چور گھر میں آئے، گھر کے لوگ کہیں اس سے کچھ سروکار نہیں اس گھر کا خدا حافظ۔۔۔۔۔۔۔(آگے واضح نہیں)

قولہ:

مجھے امید(۱) ہے ان کی شرکت تو آپ بھی مضر (۲) نہ فرمائیں گے اور جن کی حالات نامعلوم ہے ان کی شرکت بضرروت (۳) رکھی گئی اور الضرورات تبیح المحذورات(۴) مسلمہ قاعدہ فقہیہ ہے کتب فقہ سے ظاہر ہے کہ بعض باتیں (۵) جو متقدمین نے حرام لکھیں متاخرین نے ان پر جواز کا فتویٰ دیا۔آپ کے روبرو ان کا بیان کرنا فضول ہے۔کسی کافر کو ولی بتانا اور بات ہے اور(۶) الا ان تتقوا منھم تقاہ(۷) پر عمل کرنا اور بات ہے

تنقید:

(۱) جہاں واقع کا یہ حال وہاں توقع کا کیا خیال، ''قیاس کن زگلستان او بہارش را'' (۲). جی بھلا کاہے کو۔ مذہب اعلانیہ ذبح ہو گیا اور ضرر کے نام خون بھی نہ چھنکا

مرتا ہوں اس آواز پہ ہر چند سر اڑ جائے
جلاد کو لیکن وہ کہے جائیں کہ ہاں اور

(۳) ضرورت کیا ہے، رد سنت، و اعلائے بدعت، و اجازت و اشاعت اقوال ضلالت، انا للہ

وانا الیہ راجعون۔

(۴) ''محذورات'' بطائے معجمہ لکھئے، بارے ان کاروائیوں کو حرام تو مان چکے، اب اس جانگزا فاقہ کا ثبوت آپ پر رہا، جس میں مردار حلال کرلیا پھر ضرورت بھی ہے تو اصلاح دین یا توہین سنت، وتحسین بدعت ودعوت ضلالت سے افساد دین، یہ دین کی اصلاح ہوئی یا دین میں اصلاح دی، بیمار کا اچھا علاج کیا، کہ دوا کی جگہ زہر ہلاہل دیا۔

(۵) معلوم نہیں کہ ترک مذہب اور اشاعت بدمذہبی کس اجتہاد جدید سے حلال ہوئی، سوالات دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ گنگا الٹی بہی، یہ جو پیش خویش اب حلال کرلیا، اگر بالفرض جب حلال ہوتا تو اب حرام ہوجاتا، جب حلال تھا تو حرام تھا تو اب حرام تر ہوا نہ کہ الٹا حلال؟ ان هٰذا الاضلال

(۶) ہیہات، دنیا بھر میں سنیت کی پکار اور یہ تقیہ کا دھوم دھامی اقرار، قطع نظر اس سے کہ ایک جماعت ائمہ کے نزدیک یہ آیت مطلقا منسوخ ہے کمافی التفسیر الکبیر ومعالم التنزیل۔ بہت ائمہ کے نزدیک حکم صرف حربی کافروں کے باب میں ہے کمافی المعالم وغیرھا۔

اولا: جن بدمذہبوں سے آپ اقراری تقیہ کررہے ہیں ان کی سلطنت نہیں ان کا غلبہ نہیں، بلکہ الحمدللہ اہل سنت ہی کثیر ہیں اور وہ قلیل وذلیل، پھر ایسے ڈر کا کیا علاج کہ صاحب الزمان ایران کی سلطنت دیکھ کر بھی غار سے نہ نکلیں۔

ثانیا: تقیہ کا محل وقت اکراہ شرعی ہے، سنیوں کے گلے پر معاذاللہ کس کی چھری ہے۔ معالم وخازن وغیرھما تفاسیر میں ہے التقیة لاتکون الامع خوف القتل وسلامت النیة قال اللہ تعالٰی الامن اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان یوں تو نصرانیت کا تقیہ زیادہ چست ہے کہ انہیں کی حکومت انہیں کا وقت ہے۔

ثالثا: بفرض باطل اگر یہ دینی حالت، حاجت تقیہ پہنچی تو ایسے بلاد (شہروں) سے ہجرت واجب تھی، مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب ''تحفہ اثنا عشریہ'' میں فرماتے ہیں:

طریق آں تقیہ در شرع آنست کہ ہرگاہ مومن در جائے واقع شود کہ اظہار دین ومذہبِ خود نتواند کرد بسبب تعارض مخالفان بروے ہجرت

واجب می گردد ہرگز اور اجائز نیست کہ طریق خود را مخفی داشتہ تمسک بعذر استضعاف شود بدلیل نصوص قطعیہ قرآن

کہ یہیں بیٹھے دفتر جمائیں اور تقیہ کی بدولت چندہ کمائیں۔

رابعا: تقیہ ہو بھی تو اپنی جان بچانے کو یا دوسروں کی جان پر آفت ڈھانے کو، تفسیر کبیر میں اسی آیت کے تحت اور تقیہ کی بحث میں ہے اما یرجع ضررہ الی الغیر فذالک غیر جائز البتہ یہ جو تمام عوام کو اختلاط حرام و اتحاد نا فرجام کی پر جوش دعوتیں دی جا رہی ہیں علی الاعلان ڈنکے کی چوٹ بدعت کی تحسین سنت کی توہین ضلالت کی توہین کی جا رہی ہے ان سے عوام بے چاروں کا دین گیا یا رہا؟ ایسا تقیہ کس نے کہا

خامسا: تقیہ وقت ضرورت تعریضات کا نام ہے، یا صریح دعوے، ثبوتوں کے لچھے، تاکیدوں کے جھاڑ تائیدوں کے گچھے۔ تفسیر کبیر میں ہے التقیہ انما تجوز اذا کان الرجل فی قوم کفار ویخاف منھم علیٰ نفسہ ومالہ فیداریھم باللسان وذالک بان لایظھر العداوۃ باللسان بل یجوز ایضا ان یظھر الکلام الموھم للمحبۃ والموالات لکن بشرط ان یضمر خلافہ ان یعرض فی کل مایقول

سادسا: جنابا! تقیہ بچانے کو ہوتا ہے نہ کہ مٹانے کو۔ چور سے گٹھری یوں بچائی کہ بتی بتائی آگ دکھائی، ذرا سوالات ملاحظہ ہو۔

سابعا: سب جانے دیجئے آخر تقیہ بچارے کہ پاؤں کتنے؟ اب کہ آپ نے کھلم کھلا اقرار کیا، اور ہم نے چھاپ دیا سب پر کھل گیا، اب تقیہ کہاں رہا اب تو باز آیئے؟ اور کھلے بندوں ہو جایئے؟۔ تقصیر معاف! بار بار باجمال و اقتصار قبول حق کے لئے عرض کرنے اور مسموع نہ ہونے نے ہمیں اس قلیل تفسیر پر مجبور کیا ہے۔ کرم جناب سے عفو کی تمنا ہے

(۷) خط شریف میں یونہیں لکھا ہے مگر اس کی رسم خط قرآن عظیم میں تقٰة ہے۔ کہ یعقوب وغیرہ نے تقیة پڑھا ہے۔ (سنت وندوہ: ص ۱۲۔ ۱۳)

قولہ:

ذرا انصاف وغور سے ملاحظہ کیجئے کہ ہماری سختی (۱) اور تشدد نے ہمارے فرقہ اہل سنت اور بالخصوص احناف کو کیسا سخت صدمہ پہنچایا ہے۔ ہندوستان میں تقریبا

تمام اہل سنت حنفی تھے غیر مقلد کا شاید نشان بھی نہ ہو ابتدا میں ایک دو شخصوں کی رائے نے غلطی کی یا جو باعث ہو، انہوں نے بعض مسائل میں اختلاف کیا۔

تنقید:

دین پر تصلب تو مقصود و محمود ہے، ولیجدوا فیکم غلظة واشدھم فی امر اللہ۔ ہاں جو بے جا سختی ہے اسے مٹایئے نا کہ بالتی ھی احسن کے بجائے سرے سے جادلھم ہی کو بہایئے۔ (ص: ۱۳)

قوله:

ہمارے بعض حضرات (۱) بنظر حمایت حق (۲) انہیں مخاطب بنایا اور انہیں رد کیا، اگر چہ ان کی نیت (۳) خیر تھی اور اس کا ثواب وہ پائیں گے ان شاء اللہ تعالی۔ مگر اتنی مدت کے تجربہ نے یہ معلوم کرادیا کہ یہ حمایت (۴) خلاف مصلحت ہوئی، اگر وہ بعض کجرو (۵) مخاطب نہ بتائے جاتے اور ردوکد کا اعلان نہ ہوتا تو وہ گوشہ گمنامی میں نہ پڑے (۶) رہتے؟ نہ انہیں (۷) اپنی حمایتیوں کی تلاش کی حاجت پڑتی نہ اپنی بات کے اعلان کا اس قدر خیال ہوتا۔

تنقید:

(۱) بھلا غیر مقلدوں کی کثرت کا الزام تو ان بعض حضرات پر آیا جن میں مولانا ناظم کے استاذ عظیم الجاہ حضرت مولانا مولوی لطف اللہ صاحب دامت فیوضہم بھی داخل اور رافضیوں کی جوش کا گناہ شاہ عبد العزیز صاحب کے ماتھے جائے گا کہ انہوں نے تحفہ (اثنا عشریہ) لکھا

(۲) جنابا! آپ نے مقلد و غیر مقلد تخالف میں بے دھڑک ایک طرف حق کا۔۔۔ لگا کر دوسری جانب کو باطل ٹھہرادیا۔ آپ کے نزدیک تو یہ تخالف ایسا ہے جیسے حنفی شافعی کا باہم خلاف، ملاحظہ ہو روداد دوم صفحہ ۹ اور ۱۰۔ اور شاہ عبد العزیز صاحب تحفہ میں فرماتے ہیں

"ہمی است شان محتاطین از علمائے راسخین کہ در اجتہادیات مختلف فیہا جزم باحد الطرفین نمی کنند"

(۳) آپ نیت خیر بتایئے مگر افسوس کہ آپ کی رودادوں کے خطبے اسے نفسانیت وخودکشی کہہ رہے ہیں ملاحظہ ہو روداد اول ص ۱۰۲ وغیرہ

(۴) مصلحت ندوہ کے خلاف ہو مگر سنت اللہ وسنت الرسول سنت صحابہ وسنت ائمہ وسنت علما کے مطابق تھی، جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآن وحدیث واقوال ائمہ وعلمائے قدیم

وحدیث (جدید) میں آج تک رد اہل ضلالت ہی معمول رہا نہ وہ جو مولانا روداد اول ص: ۴۴۳ پر فرماتے ہیں کہ "باہمی رد وکد کا صیغہ ہی اڑا دیا جائے" قرآن عظیم سے تحفہ اثنا عشریہ وغیرھا تک گمراہوں کو مخاطب ہی بنا کر ان کا رد ہوا ہے اور جادلھم کا صیغہ خود اس کا حکم دے رہا ہے نہ وہ جو آپ فرماتے ہیں کہ مخاطب نہ بنائے جاتے، رد کا اعلان نہ ہوتا۔

(۵) کجرو کیسے؟ جب آپ کے نزدیک حنفی وشافعی کے مثل، تو آپ حنفیہ کو کہتے ہیں یا شافعیہ کو۔ ہاں کہتے تو کچھ تعجب بھی نہیں کہ آپ کے نزدیک تو ان سب پر باہمی قول واعتقاد کی رو سے کفر لازم ہے ان کے عقائد کو خیال کیجئے تو انہیں اسلامی شرکت بھی نہ رہی۔ ملاحظہ ہو روداد دوم ص ۱۰۔ آہ آہ یہ دوروز صحبت نے آپ مولویوں کی تو یہ حالت کردی، عوام بے چاروں کی کیا درگت ہوگی۔

(۶) اور چھپی آگ کی طرح چپکے ہی چپکے پھونکتے رہتے

(۷) جناباً! آپ کیا جانیں؟ بدمذہبوں میں دعوت باطلہ وتکلب جہلہ کا کس قدر پرجوش داعیہ ہوتا ہے جس سے کسی اشتعال کی حاجت نہیں، اچھی کہی کہ وہ اپنا کام کرتے رہتے اور اہل حق چپکے دیکھا کرتے، موذی کو کوئی نہ مارے تو دل تک مارتا چلا جائے ع

نیش عقرب نہ از پئے کیں است

یہ چند نمونے ہیں حجۃ الاسلام کی تنقیدات کے، مگر اس سے یہ آئینہ ہوگیا کہ فقہی مسائل میں بھی انہوں نے فن تنقید سے وہی کام لیا ہے جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے فتاویٰ میں لیا ہے۔ حجۃ الاسلام کی زبان بھی ایسی ہے کہ اگر نام نہ لیا جائے تو رضا وحامد کی زبان میں فرق مشکل ہوجائے گا۔

اس کتاب میں اس طرح کی تنقیدات اور علمی موشگافیوں کی بہترین مثالیں موجود ہیں، اہل علم ونظر کو اس طرف متوجہ ہونا چاہئے۔

ردقادیانیت پر حجۃ الاسلام کی معرکۃ الآرا کتاب

الصارم الربانی ایک مطالعہ

مولانا محمد صابر رضا محب القادری

القلم فاؤنڈیشن، سلطان گنج، پٹنہ-٦

تاریخ دانوں سے مخفی نہیں کہ ہندوستان میں ایک صدی پہلے بنام مسلم صرف دو فرقے پائے جاتے تھے، اہل سنت و جماعت اور اہل تشیع لیکن یہاں کی تاریخ میں مسلمانوں کے زوال پذیر ہوتے ہوتے بہت سے فرقے معرض وجود میں آگئے، انگریز کی شاطرانہ ذہنیت کا شکار ہو کر بنام اہل سنت مسلمان بہترے فرقوں میں بٹ گئے سرزمین نجد سے اٹھنے والی تحریک ابن عبد الوھاب نجدی کے باطل نظریات نے یہاں کے سازگار فضاء کو مسموم اور پراگندہ کر کے رکھ دیا، مولوی اسماعیل دہلوی نے نجدی تحریک سے متاثر ہو کر تقویۃ الایمان نامی کتاب لکھی اور مسلمانوں میں افتراق و انتشار کی نہ پٹنے والی خلیج پیدا کر دی اور یہ کتاب تقویۃ الایمان، تفویۃ الایمان ثابت ہوئی۔

کسی نے کذب باری تعالیٰ کا قول کیا تو کسی نے ختم نبوت کا انکار کیا کسی نے علم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کی تو کسی نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجبور محض لکھا۔ اس طرح کے عقیدے پنپنے لگے ملت اسلامیہ کا شیرازہ منتشر ہو کر رہ گیا۔ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سے قلوب عاری ہو گئے۔ دلوں کی دنیا ویران ہونے لگی، ضیائے ایمانی کا ضیاع ہونے لگا، چیخ و پکار سے فضا کراہنے لگی، علمائے حق میدان عمل میں آئے، مناظرے ہوئے مباحثے ہوئے، کتابیں لکھی گئیں، مجاہد حریت علامہ فضل حق خیرآبادی نے ابطال الطغوی' امتناع نظیر شاہ فضل رسول بدایونی نے المعتقد' سیف الجبار، علامہ عبد السمیع رامپوری نے انوار ساطعہ ان کے علاوہ بہت سے اکابر علماء و مشائخ نے کتابیں تحریر فرمائیں اور باطل نظریات فاسد خیالات رکھنے والے علماء سو کو دنداں شکن جواب دے۔

لیکن یہ بدعقیدگی کا نہ تھمنے والا سیلاب زوروں پر تھا کہ اللہ رب العزت نے سرزمین بریلی میں فقیہ اسلام مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کو علم وفضل کا نیر تاباں بنا کر جلوہ گر فرمایا۔ انہوں نے اپنے عہد میں پائے جانے والے تمام فرقہائے ضالہ قادیانیت' نیچریت' نجدیت' وہابیت ' دیوبندیت، مودودیت اور شیعیت کا خوب خوب رد بلیغ فرمایا۔

اس وقت میرا موضوع قادیانیت کے حوالے سے ہے۔ امام احمد رضا ہی کے عہد میں انگریزوں کی سرپرستی اور ان کے تعاون سے قادیانیت کا فتنہ ظہور میں آیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی پنجاب کے ضلع گرداس پور کے علاقہ قادیان میں ۱۸۳۹ کو پیدا ہوا۔ مرزا قادیانی کی زندگی کے مختلف مرحلے ہیں۔ ۱۸۸۰ میں اس نے مجدد ہونے کا دعوی کیا۔ ۱۸۸۲ میں مسیح موعود بن بیٹھا۔ ۱۸۹۱ میں جب اس کے حواریوں کی تعداد بڑھ گئی تو اپنے نبی ہونے کا راگ الاپنے لگا ۱۹۰۱ میں باضابطہ شریعت گڑھ بیٹھا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے ۱۹۰۸ میں وہ واصل جہنم ہوا۔ اس کے رد وابطال میں بھی علماء حق نے کوئی کسر نہ چھوڑی۔ علامہ غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے تحقیقات دستگیر یہ رد ہفوات براہنیہ' رجم الشیاطین رد غلوطات البراھین' فتح رحمانی بدفع کید قادیانی' تصدیق المرام بتکذیب قادیانی ولیکھ رام' جیسی معرکتہ الآ را کتابیں تحریر فرمائیں۔ ان کے علاوہ بہت سے علمائے اہل سنت نے قادیانیت کی مخالفت میں حصہ لیا۔ اور ان کے گمراہ کن عقائد ونظریات کو قرآن وسنت کی روشنی میں واضح فرمایا۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے بھی اس کی تردید میں نا قابل فراموش کارنامے انجام دئے۔ قادیانیوں کے رد میں آپ نے مندرجہ ذیل کتب ورسائل تحریر فرمائے ہیں۔

(1) السوء والعقاب علی المسیح الکذاب ۱۳۲۰ھ

(2) قہر الدیان علی مرتد بقادیان ۱۳۲۳ھ

(3) الجزء اللہ الدیانی علی المرتد قادیانی ۱۳۴۰ھ

مرزا غلام احمد قادیانی کی حقیقت کو جاننے کے لیے علامہ قصوری اور امام احمد رضا قدس سرہما کے مندرجہ بالا کتب ورسائل کا مطالعہ ضروری ہے۔ اور حسام الحرمین میں امام احمد رضا نے جن علمائے سو کی تکفیر کی ہے اور علمائے حرمین شریفین نے تصدیق فرمائیں ہیں اس میں سب سے پہلا نام مرزا غلام احمد قادیانی کا ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ کے دو صاحبزادے تھے ایک حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں اور دوسرے مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضا خاں یہ دونوں بھی اپنے فضائل وکمالات اور گراں قدر کارناموں کے سبب اپنے والد گرامی کے سچے جانشین ثابت ہوئے اور الولد سر لابیہ کے مصداق ٹھہرے اور فرقہائے ضالہ کے رد وابطال اور احقاق حق میں پوری زندگی صرف فرمائی۔

حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں کی ولادت ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۵ء میں ہوئی ۱۱ ۱۳ھ/ ۱۸۹۴ء صرف ۱۹ سال کی عمر میں درس نظامی سے فارغ ہوئے فراغت کے ایک سال بعد ۱۸۹۵ھ/ ۱۳۱۲ء میں مسند افتاء پر جلوہ گر ہوئے اور فتوی نویسی کی ذمہ داری سنبھالی ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۵ میں زیارت حرمین شریفین سے فیضیاب ہوئے بیعت وارادت کا شرف حضرت شاہ ابوالحسین نوری قدس سرہٗ سے حاصل تھی اور والد گرامی اعلیٰ حضرت نے ۱۳ سلاسل طریقت کی خلافت واجازت سے نوازا۔ والد گرامی کے علاوہ نوری میاں اور حضرت شیخ المشائخ سید شاہ علی حسین اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ سے بھی آپ کو خلافت واجازت حاصل تھی، ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء میں جامعہ رضویہ منظر اسلام کے مہتمم ہوئے اور ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۶ء میں اسی دار العلوم کے صدر المدرسین ہوئے ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء میں آپ کا وصال پر ملال ہوا

حجۃ الاسلام نے اعلیٰ حضرت کے نقش قدم پر قائم رہ کر مختلف مذہبی سیاسی باد مخالف کا پر زور مقابلہ فرمایا، کتابیں تحریر فرمائیں، ملک اور بیرون ملک تبلیغی دورے فرمائے، اعلیٰ حضرت کی کئی کتابوں کا ترجمہ فرمایا، مقدمات تحریر کئے، قادیانیت کے رد میں ''الصارم الربانی علی اسراف القادیانی'' حجۃ الاسلام کی سب سے پہلی تصنیف ہے جو آپ نے صرف ۲۳ سال کی عمر شریف میں تحریر فرمائی ہیں۔

''الصارم الربانی'' دراصل ایک استفتاء کا جواب ہے جو سہارن پور سے مرزا قادیانی کے ایک خلیفہ اور اس کے پھیلائے ہوئے ایمان شکن مفسد عقائد سے متعلق کیا گیا ہے۔

حجۃ الاسلام نے رد قادیانیت اور عقائد صحیحہ کے ثبوت میں دلائل وبراہین کے انبار لگا دیئے ہیں، الصارم الربانی کی اہمیت کا اندازہ امام احمد رضا کی ایک تحریر سے لگایا جا سکتا ہے جو انہوں نے اپنی کتاب السوء والعقاب میں فرمایا، فرماتے ہیں پہلے اس ادعائے کاذب کی نسبت سہارنپور سے ایک سوال آیا تھا جس کا مبسوط جواب ولد اعز فاضل نوجوان مولوی حامد رضا خان حفظہ اللہ تعالیٰ نے لکھا اور بنام تاریخی الصارم الربانی علی اسراف القادیانی ۱۳۱۵ھ مسمی کیا یہ

رسالہ حامی سنن ماحی فتن ندوی فگن مکرمنا قاضی عبدالوحید صاحب فردوسی حین من الفتن نے اپنے رسالہ مبارکہ تحفۂ حنفیہ میں کہ عظیم آباد سے ماہوار شائع ہوتا ہے میں طبع فرمایا۔

اعلیٰ حضرت کی اس تحریر نے الصارم الربانی کی اہمیت سے آشکارا کیا اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کی اشاعت سب سے پہلے ماہنامہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ سے ہوئی، حجۃ الاسلام کے فتوی نویسی کی مدت نصف صدی کو محیط ہے ۱۳۱۲ھ سے ۱۳۶۲ھ تک آپ کے نوک قلم سے فتاوے صادر ہوئے لاینحل مسائل کی عقدہ کشائی آپ نے فرمائی آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ کئی جلدوں میں ہونا چاہیے تھا لیکن یہ بھی بہت بڑا المیہ ہے کہ آج آپ کے سارے فتاوے دستیاب نہیں ہیں۔ اس وقت حجۃ الاسلام کے چند فتاویٰ کا مجموعہ ''فتاویٰ حامدیہ'' راقم کے سامنے ہے جس میں الصارم الربانی استفتاء مع جواب استفتاء صفحہ ۱۲۱ تا ۲۲۱ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ استفتاء کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسد عنصری ذی حیات جسمانی آسمان پر اُٹھالیے گئے ہیں، اسے قطعیۃ الدلالہ سے ثابت کریں۔ ہم کو صرف قرآن وحدیث سے ثبوت چاہیے اور کس وقت وہ آسمان سے رجوع کریں گے۔ رجوع کے وقت نبوت ورسالت سے متصف رہیں گے یا نبوت ورسالت سلب کرلی جائے گی۔ خود مستعفی ہوجائیں گے یا اس منصب سے معزول کردیئے جائیں گے اور وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں متوفیك فلما توفیتنی پیش کرتے ہیں ان دونوں کا ترجمہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابن عباس سے پیش کرتے ہیں اور سند میں صحیح بخاری اور اجتہاد بخاری موجود کرتے، ان دونوں آیتوں کا ترجمہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کسی صحابی سے منقول ہو اور صحیح بخاری میں موجود ہو عنایت فرمائیں۔ امام مہدی اور دجال کا نکلنا قرآن میں ہے یا نہیں۔ حجۃ الاسلام نے جواب سے پیشتر اللہ عزوجل کی حمد وثنا اور بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صلوٰۃ وسلام نذر کرتے ہوئے ایک جامع خطبہ تحریر فرمایا پھر اس کے بعد نہایت ہی ملی دردوکرب کا اظہار کرتے ہوئے امت مسلمہ کی توجہ آنے والے جواب اور حالات کی طرف ملتفت فرمائی اور قاری کو نفس مسئلہ سمجھنے میں آسانی ہو اس کے لیے مقدمات خمسہ ترتیب دیئے اور ہر مقدمہ کے تحت حجۃ الاسلام نے ایسی اصولی بحث فرمائی ہے جو ورطۂ حیرت میں ڈال دے اور قاری عش عش کرنے لگے اور حق وباطل کے درمیان واضح فرق ہوجائے۔

مقدمۂ اولیٰ: گمراہ فرقوں کی علامات اور صحیح شناخت کے بیان میں ہے۔

مقدمۂ ثانیہ: تسلیم شدہ امور کے اقسام ضروریات دین ضروریات اہل سنت ثابتات

محکمہ ظنیات محتملہ کے بیان میں ہے۔

مقدمۂ ثالثہ: اس بارے میں ہے کہ اپنے دعوے پر دلیل دینا مدعی کی ذمہ داری ہے۔

مقدمۂ رابعہ: اس بات کو واضح کرتا ہے کہ جو جس بات کا مدعی ہو اس سے اس دعوے کے متعلق بحث کی جائے گی۔ خارج از بحثوں کا رد بلیغ ہوگا۔

مقدمۂ خامسہ: کسی نبی کا انتقال دوبارہ دنیا میں ان کی تشریف آوری کو محال نہیں کرسکتا۔ یہ ممکنات میں سے ہے اور اس کا وقوع بھی ہو چکا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ۔

حجۃ الاسلام نے قرآن وسنت سے استدلال کرتے ہوئے مقدمات خمسہ کی تفصیل اور تسہیل فرمائی ہے۔ اور نظریات حقہ کو ثابت اور عقائد فاسدہ کی تردید میں روشن خطوط تحریر فرمائے ہیں اس کے بعد جواب دیتے ہوئے حجۃ الاسلام رقمطراز ہیں کہ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے یہاں تین مسئلے ہیں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ قتل کئے گئے نہ سولی دیئے گئے بلکہ آسمان پر اُٹھالیے گئے اور بجسد عنصری اور بقید حیات یہ عقیدہ ضروریات دین سے ہے۔ اس کا منکر یقیناً کافر ہے اس پر حجۃ الاسلام نے قطعیۃ الدلالہ ثبوت فراہم کیے۔ اس کے بعد آپ نے مزید فرمایا:

قرآن مجید سے اتنا ثابت اور مسلمان کا ایمان کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام یہود وعنود کے مکر وکیود سے بچ کر آسمان پر تشریف لے گئے۔ آیا یہ کہ تشریف لے جانے سے پہلے ان کی روح زمین پر قبض کی گئی اور جسم یہیں چھوڑ کر صرف روح آسمان پر اُٹھائی گئی اس کا آیۃ میں کوئی ذکر نہیں یہ دعویٰ زائد ہے جو مدعی ہو ثبوت پیش کرے ورنہ بے ثبوت محض مردود ہے۔

دوسرا مسئلہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرب قیامت نزول فرمانا اور اس کے ضمن میں آپ کے زمانے میں واقع ہونے والے واقعات وآثار جیسے حضرت امام مہدی کی امامت، دجال کا فتنہ، یاجوج ماجوج کا خروج، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغ کرنا اور آپ کی خوشبو سے دجال کا مثل نمک پگھلنا سوائے اسلام کے دنیا سے سارے مذاہب کا اُٹھالیا جانا، دجال کا قتل کرنا، چالیس سال تک حکومت کرنا، شادی کرنا، صاحب اولاد ہونا، بعد وصال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ انور میں دفن ہونا وغیرہ آثار وعلامات کا حق ثابت ہونا حجۃ الاسلام نے

تینتالیس (۴۳) احادیث کریمہ سے ثابت فرمایا ہے۔ صحاح ستہ کے علاوہ درجنوں کتب احادیث کے حوالے آپ نے اس کے ثبوت میں جمع فرمادیئے ہیں جو یقینا آپ کی محدثانہ عظمت پر حجت ہے۔

تیسرا مسئلہ: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حیات سے متعلق ہے اس سلسلے میں آپ فرماتے ہیں اس کے دو معنیٰ ہیں ایک یہ کہ اب بھی وہ زندہ ہیں یہ مسائل قسم ثانی سے ہے۔ جس میں خلاف نہ کرے گا مگر گمراہ کہ اہل سنت کے نزدیک تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بحیات حقیقی زندہ ہیں۔ ان کی موت صرف تصدیق وعدۂ الٰہی کے لیے ایک آن کو ہوتی ہے۔ پھر ہمیشہ حیات حقیقی ابدی ہے۔ ائمہ کرام نے اس مسئلہ کو محقق فرمادیا ہے آگے فرماتے ہیں: سیدنا الوالد المحقق دام ظلہٗ نے اپنی کتاب سلطنت المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ میں اس کی تفصیل فرمائی۔ دوسرے یہ کہ اب تک ان پر یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت طاری نہ ہوئی زندہ ہی آسمان پر اُٹھالیے گئے بعد نزول دنیا میں سالہاسال تشریف رکھ کر اتمام نصرت اسلام وفات پائیں گے یہ مسائل قسم اخیرین میں سے ہے۔ اس کے ثبوت کو اولاً اس قدر کافی ووافی ہے رب جل وعلا نے فرمایا "وان من اہل الکتاب الا لیؤ منن بہٖ قبل موتہٖ" یعنی کوئی کتابی ایسا نہیں جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے جس کی تفسیر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گزری مخالف نے اپنی جہالت سے صرف صحیح بخاری کی تخصیص کی تھی۔ اس کی تفسیر نہ صرف اس میں بلکہ صحیح بخاری ومسلم دونوں میں موجود ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے سارے کتابی ان کے ہاتھ پر اسلام کا کلمہ پڑھیں گے اور آپ کی تصدیق کریں گے اور ابھی یہ ہوا نہیں اس کا مطلب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو موت بھی واقع نہیں ہوئی، زندہ آسمان پر اُٹھالیے گئے۔ ان کا نزول ہوگا لوگ ان کے ہاتھ پر اسلام کا کلمہ پڑھیں گے پھر ان پر موت آئے گی۔ اس امر کے ثبوت میں حجۃ الاسلام نے احادیث وتفاسیر کی جن کتابوں سے استدلال فرمایا ہے وہ یہ ہیں۔ بخاری، مسلم، شرح مشکوٰۃ للعلامہ طیبی، ترجمان القرآن، ارشاد الساری، تفسیر جلالین، تفسیر امام ابوالبقاء عکبری، تفسیر سمیں، فتوحات الٰہیہ، معالم التنزیل، تفسیر کبیر، تفسیر عنایت القاضی وکفایۃ الراضی، عمدۃ القاری، تجرید الصحابہ، کتاب القواعد، اصابہ وغیرہ۔

پھر حجۃ الاسلام نے خلیفہ مسیح موعود کذاب کے افتراء کا جواب دیا ہے۔ اور وفات کے صحیح معنیٰ ومفہوم کی وضاحت فرمائی ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوا اذقال الله یاعیسیٰ انی متوفیك ورافعك الی ومطهرك من الذین کفروا۔ جب فرمایا اللہ نے اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا اور اپنی طرف اُٹھانے والا اور کافروں سے دور کردینے والا ہوں۔

حجۃ الاسلام فرماتے ہیں

اولاً حرف واو ترتیب کے لیے نہیں جو پہلے مذکور ہوا اس کا پہلے ہی واقع ہونا ضرور ہو تو آیۃ سے صرف اتنا سمجھا گیا کہ وفات و رفع و تطہیر سب کچھ ہونے والا ہے اور یہ بلا شبہ حق ہے یہ کہاں سے مفہوم ہوا کہ رفع سے پہلے موت ہولے گی۔ اس پر حجۃ الاسلام نے تفسیر امام عکبری کی عبارت نقل فرمائی ہے۔

ترجمہ یہ ہے، یعنی یہ دونوں کلمے مستقبل کے لئے ہیں اور رافعك الی ومتوفیك مقدر یعنی تمہیں اپنی طرف اُٹھالونگا اور تمہیں وفات دونگا۔ اس لیے کہ انہیں آسمان کی طرف اُٹھالیا گیا پھر اس کے بعد ان کو وفات ہوگی۔ پھر اس کی تائید میں حجۃ الاسلام نے تفسیر سمین، تفسیر جمل، تفسیر مدارک، تفسیر کشاف، تفسیر بیضاوی، اور تفسیر ارشاد سے استدلال فرمایا اور فرماتے ہیں ثانیاً توفی خواہ مخواہ معنیٔ موت میں خاص نہیں توفی کہتے ہیں تسلیم وقبض پورا لے لینے کو اس پر دلائل دینے کے بعد ایک تیسرا معنیٔ توفی بمعنی استیفائے اجل یعنی تمہیں عمر کامل تک پہونچاؤنگا۔ اور کافروں کے قتل سے بچاؤنگا۔ ان کا ارادہ پورا نہ ہوگا۔ تم اپنی عمر مقرر تک پہونچ کر اپنی موت انتقال کروگے۔ اس کی تائید وتوثیق میں بھی آپ نے کتب تفاسیر کی بہت ساری عبارتیں نقل فرمائی ہیں۔ اور پھر ایک چوتھے معنیٰ کی جانب رہنمائی فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں وفات بمعنیٰ خواب ہے۔ قرآن مجید میں موجود ہے وهو الذی یتوفکم باللیل اللہ ہے جو تمہیں وفات دیتا ہے، رات میں سلاتا ہے۔ اس دعویٰ کے ثبوت میں حجۃ الاسلام نے اور ایک دوسری آیت کریمہ پیش فرمائی اور دلیل سے دعویٰ کو مزین فرمایا۔ استفتاء میں ایک سوال یہ بھی درج تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ رجوع میں نبی رہیں گے یا نہیں۔ نبوت ورسالت سے وہ خود مستعفی ہونگے یا خدائے تعالیٰ انہیں اس عہدۂ جلیلہ سے معزول کردے گا۔ حجۃ الاسلام فرماتے ہیں حاشاللہ نہ خود وہ مستعفی ہونگے نہ کوئی نبی نبوت سے استعفیٰ دیتا ہے نہ اللہ عزوجل انہیں معزول فرمائے گا۔ وہ ضرور اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور ہمیشہ نبی رہیں گے اور ضرور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے امتی ہیں اور

ہمیشہ امتی رہیں گے۔اس پر بھی آپ نے دلائل مرتب فرمائے اور مسلمانوں کو تنبیہ کرتے ہوئے قرآنی آیات واحادیث نقل کرنے کے بعد گمراہ بد دین کفر وشرک بکنے والوں سے متعلق ارشاد فرمایا:

''یہ ہر وقت طلب جاہ وشہرت میں مبتلا رہتے ہیں کہ کسی طرح وہ بات نکالتے جس آسمان تعلّی پر ٹوپی اچھالے دور دور نام مشہور ہو خاص وعام میں ذکر مذکور ہو اپنا گروہ الگ بنائے وہ ہمارا غلام ہم اس کے امام کہلائیں۔ان میں جن کی ہمت پوری ترقی کرتی ہے وہ انا ربکم الاعلیٰ بولتے اور دعویٰ خدائی کی دکان کھولتے ہیں۔ جیسے گزرے ہوؤں میں فرعون نمرود وغیرہما مردود، اور آنے والوں میں مسیح قادیانی کے ایک اور مسیح خرنیش یعنی دجال لعین اور جو ان سے کم ہمت رکھتے ہیں کذاب یمامہ، کذاب ثقیف وغیرہما۔ ادعائے نبوت ورسالت پر تھکتے ہیں او گھٹی ہمت والے کوئی مہدی موعود بنتا ہے کوئی غوث زمانہ کوئی مجتہد وقت چنین وچناں''۔

حجۃ الاسلام نے جھوٹے مسیح موعود کو مضبوط دلائل وشواہد کے ذریعے جگہ جگہ للکارا ہے اور سوالات وارد فرمائے ہیں۔اور ایک جگہ پہلے مقدمہ کی کامل وضاحت کے بعد فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق اس زمانے فساد میں ایک تو پیٹ بھرے بے فکرے نیچری حضرات تھے جنہوں نے حدیثوں کو یکسر ردی کر دیا۔اور زور زبان صرف قرآن عظیم پر دار ومدار رکھا۔حالانکہ واللہ وہ قرآن کے دشمن اور قرآن ان کا دشمن وہ قرآن کو بدلنا چاہتے ہیں اور مراد الٰہی کے خلاف اپنے ہوائے نفس کے موافق اس کا معنی گڑھنا اب دوسرے نئے فیشن کے مسیح اس انوکھی آن والے پیدا ہوئے کہ ہم کو صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہیے جس کے تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں کچھ سطور کے بعد آگے فرماتے ہیں:

''مسلمانوں تم ان گمراہوں کی ایک نہ سنو جب تمہیں قرآن میں شبہ ڈالیں تو تم حدیث کی پناہ لو اگر اس میں ایں وآں نکالیں تو تم ائمہ کا دامن پکڑو اس تیسرے درجے میں آکر حق وباطل صاف کھل جائے گا۔اور مقدمۂ ثانیہ کے تحت حجۃ الاسلام نے ایک اہم بات تحریر فرمائی فرماتے ہیں ضروریات دین میں بہت باتیں ایسی ہیں جن کا منکر یقیناً کافر ہے مگر بالتصریح ان کا ذکر آیات واحادیث میں نہیں۔مثلاً باری عزوجل کا جہل محال ہونا قرآن وحدیث میں ہے اللہ عزوجل کے علم واحاطہ،علم لاکھ

جگہ ذکر مگر امکان وامتناع کی بحث کہیں نہیں۔ پھر کیا جو شخص کہے کہ واقع میں تو بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے عالم الغیب والشہادہ ہے کوئی ذرہ اس کے علم سے چھپا نہیں مگر ممکن ہے کہ جاہل ہو جائے تو کیا وہ کافر نہ ہوگا کہ اس امکان کا سلب صریح قرآن میں مذکور نہیں حاشا اللہ ضرور کافر ہے۔ اور جو اسے کافر نہ کہے خود کافر ہے۔ تو جب ضروریات دین ہی کی ہر جزیہ کی تصریح صریح قرآن وحدیث میں موجود نہیں تو ان سے اتر کر اور کسی درجے کی بات پر یہ مڑ چڑا پن کہ ہمیں تو قرآن ہی دکھاؤ ورنہ ہم نہ مانیں گے۔ نری جہالت ہے یا صریح ضلالت۔ اس کی نظیر یوں سمجھنا چاہیے کہ کوئی کہے فلاں بیگ کا باپ قوم کا مرزا تھا زید کہے اس کا ثبوت کیا ہے ہمیں قرآن میں لکھا دکھاؤ کہ مرزا تھا ورنہ ہم نہ مانیں گے۔ کہ قرآن کے تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں ہے۔ ایسے سفیہ کو مجنون سے بہتر اور کیا لقب دیا جا سکتا ہے"۔

آخری سوال تھا امام مہدی اور دجال سے متعلق کہ قرآن شریف میں ہے یا نہیں اس پر آپ فرماتے ہیں، ہے اور بہت تفصیل سے ہے ایک نہیں متعدد آیتیں دیکھو سورہ والنجم شریف آیۃ تیسری اور چوتھی، سورہ فتح شریف آخری آیۃ کا صدر، سورۂ قلب القرآن مبارک کی پہلی چار آیتیں وغیرہ ذٰلک مواقع کثیرہ۔

الصارم الربانی میں قادیانیوں سے حجۃ الاسلام کا یک آخری اور اہم سوال جس نے قادیانیت کو مبہوت کر کے رکھ دیا آج تک کسی قادیانی سے جواب نہ بن سکا اور قیامت تک جواب نہیں بن پائے گا۔ حجۃ الاسلام فرماتے ہیں قادیانی کا نکلنا اور اس کا عیسیٰ موعود ہونا قرآن شریف میں ہے یا نہیں اگر ہے تو اس کی آیۃ اگر نہیں تو اس کی وجہ؟ آج بھی حجۃ الاسلام کا یہ سوال قادیانیوں کی گردن پر لٹکتی تلوار بن کر عائد ہے۔ کسی بھی قادیانی سے قیامت کی صبح تک جواب نہیں بن سکتا الصارم الربانی اس وقت تحریر میں آئی جب مرزا کذاب زندہ تھا اور وہ کوئی جواب نہ دے سکا۔ دراصل قادیانیت دجل وفریب کفر وارتداد قرآن واحادیث سے متصادم خبیث عقائد ونظریات کا مجموعہ ہے۔ اس پر مرزا کی کتابیں شاہد ہیں۔ جیسے کشتی نوح، اعجاز احمدی، ضمیمہ، دافع الوسواس، مواہب الرحمٰن، ازالہ اوہام، التبلیغ یہ ساری کتابیں کذب وافتراء اور فاسد خیالات پر مشتمل ہیں۔ اللہ عزوجل کا شکر واحسان ہے کہ حجۃ الاسلام نے اس فتنہ کی ہرزہ سرائیوں کا جواب دیا۔ اور مرزا قادیانی کی عیاری ومکاری کو طشت از بام فرمایا۔ اور قادیانیوں کے کفریات سے

عالم اسلام کو آشکارا کیا۔ بلاشبہ یہ معرکۃ الآراء کتاب الصارم الربانی رد قادیانیت میں بے نظیر ہے۔ اور اپنی اہمیت وافادیت کے اعتبار سے گراں قدر حجت ہے۔ اس کتاب نے قادیانیت کی ساری قلعی کھول کر رکھ دی ہے قادیانیت کے علاوہ دیگر فرق باطلہ کی شناخت بھی آسان کردیا ہے۔ اس کے ورق ورق سے حجۃ الاسلام کی محدثانہ عظمت، فقیہانہ بصیرت، مفسرانہ شان واضح ہے دلائل وبراہین کی کثرت اس کا روشن ثبوت ہے۔ کہ آپ علم وفن کے کوہ ہمالہ تھے اور صحیح معنوں میں اپنے والد امام احمد رضا کے علوم وفنون کے سچے وارث اور جانشین ہیں۔ اللہ تعالیٰ عزوجل آپ کے درجات کو بلند اور فیضان کو عام فرمائے اور امت مسلمہ کو تمام فرقہائے ضالہ سے محفوظ رکھے۔ آمین!

اجتناب العمال: اپنے مصدقین کی نظر میں

مولانا غلام سرور قادری مصباحی
القلم فاؤنڈیشن سلطان گنج پٹنہ

جانشین اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام علامہ مفتی حامد رضا قدس سرہٗ کی ولادت باسعادت ربیع الاول ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء محلہ سوداگران بریلی شریف میں ہوئی۔ ''محمد'' نام پر عقیقہ ہوا، عرفاً ''حامد رضا'' رکھا گیا اس طرح پورا نام ''محمد حامد رضا'' ہوا۔ جب آپ چار سال چار ماہ چار دن کے ہوئے تو بسم اللہ خوانی کی شاندار محفل منعقد کی گئی جس میں آپ کے جد مکرم حضرت مفتی نقی علی خاں علیہ الرحمہ کے علاوہ علماء اسلام، مشائخ طریقت اور مفتیان شریعت کی موجودگی میں آپ کے والد محترم امام اہلسنت سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے بسم اللہ خوانی کی رسم پوری فرمائی۔ ناظرہ قرآن مع تجوید اپنی والدہ معظمہ سے آپ نے ختم کیا۔ فارسی اور ابتدائی عربی قواعد اپنی جدہ مشفقہ سے پڑھا۔ پنج گنج، نحو میر، علم الصیغہ، ہدایۃ النحو اور کافیہ کی تعلیم کے بعد جدہ مکرمہ نے آپ کو امام اہلسنت کے سپرد کر دیا، جہاں آپ نے بارہ سال تک زانوئے تلمذ تہ فرمایا اور مختلف علوم وفنون خصوصاً قرآن وتفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، ادب، تاریخ وسیر، مناظرہ اور رد بد مذہباں میں مہارت حاصل کی۔ درس کے وقت آپ کے بعض سوالات حضور اعلیٰ حضرت کو ایسے پسند آتے کہ ''قال الولد الاعز'' لکھ کر سوال اور جواب قلمبند فرما دیتے۔ (۱) ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۸۹۵ء انیس ۱۹ سال کی عمر میں دستار سے نوازے گئے۔ فراغت کے بعد دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف میں باقاعدہ درس وتدریس کا آغاز فرمایا معقولات ومنقولات میں اعلیٰ درجہ کی کتابیں پورے اعتماد اور اس شان وشوکت سے پڑھاتے کہ طلبہ کو مکمل سیرابی حاصل ہوتی۔ آپ ایک موقع سے اپنی درسی مصروفیت کے متعلق رقم طراز ہیں:

''اس سال بوجہ حدیث شریف پڑھانے کے فقیر کو قطعاً فرصت نہ ملی
درمیان سال میں مدرس اول دارُ العلوم منظر اسلام بعض احباب کے اصرار
سے میرٹھ بھیج دیئے گئے درس فقیر کے سر رہا'' (۲)

حضور حجۃ الاسلام درس و تدریس کے علاوہ فتاویٰ نویسی میں اپنے والد گرامی امام اہلسنت کا بھی ہاتھ بٹاتے، ان کے لیے حوالوں کی عبارتیں کتابوں سے تلاش کرتے، آپ کے فتاویٰ نقل کرتے اور آپ کی تصنیفات و تالیفات کی تبییض بھی کرتے جیسا کہ ''الدولۃ المکیہ'' سے متعلق خود اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

''اسی حالت تپ میں رسالہ تصنیف کرتا اور حامد رضا تبییض کرتے'' (۳)

آپ اپنے زمانے کے زبردست عالم دین، بالغ النظر مفتی و فقیہ اور بے نظیر مدرس تھے، خود امام احمد رضا قدس سرہٗ آپ کے علم و فضل کے تعلق سے فرماتے ہیں: ''ان (حجۃ الاسلام) جیسا عالم اودھ میں نہیں'' (۴) ''صاحبزادہ جناب مولانا الحاج مولوی محمد حامد رضا خاں صاحب محلہ سوداگران بریلی عالم، فاضل، مفتی کامل، مناظر، مصنف، حامیٔ سنت و مجاز طریقت ہیں'' (۵)

حضور حجۃ الاسلام کی علمی سطوت اور زور بیان کا یہ عالم تھا کہ آپ کے سامنے بڑے بڑے صاحبان جبہ و دستار کو لب کشائی کی ہمت نہیں ہوتی۔ مولانا ابوالکلام آزاد جس کی طلاقت لسانی، علمی طمطراق اور زبان دانی بین الناس مشہور تھی وہ بھی ایک بار آپ کے علمی رعب و دبدبہ کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گئے۔ واقعہ یہ ہے کہ:

''مولانا ابوالکلام آزاد نے ایک بار عربی زبان میں مناظرہ کا چیلنج دیا تو حجۃ
الاسلام نے منظور کرتے ہوئے یہ شرط رکھی تھی کہ مناظرہ بے نقطہ عربی میں ہوگا، یہ سن
کر وہ ہکا بکا رہ گئے اور خاموشی سے نکل جانے ہی میں اپنی عافیت سمجھی'' (۶)

حضور حجۃ الاسلام ان تمام اوصاف حمیدہ سے متصف تھے جو ایک مجدد کے جانشین کے لیے ضروری ہیں یہی وجہ تھی کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ اپنے اس لائق فائق فرزند کو اپنا جانشین مقرر فرمایا اور حجۃ الاسلام نے بھی اپنے والد گرامی کی روش پر چلتے ہوئے حیات مستعار کی آخری بہار تک درس و تدریس، تقریر و بیان، بحث و مناظرہ اور تصنیف و تالیف کے ذریعے دینی، ملی، سماجی اور سیاسی خدمات انجام دیتے رہے۔

حجۃ الاسلام کی جملہ تصانیف حقائق و معارف کا آئینہ، دلائل و براہین کا گنجینہ اور تحقیقات و تدقیقات کا گلشن بے خزاں ہیں۔ ''اجتناب العمال عن فتاویٰ الجہال'' بھی آپ کی ایک معرکۃ

الآراء تصنیف ہے جو قنوت نازلہ کے متعلق مولوی نور محمد وہابی کی تردید میں لکھی گئی ہے جو فتاوی حامدیہ میں صفحہ ۲۸۹ سے ۴۱۹ تک محیط ہے۔

یہ کتاب سب سے پہلے ماہنامہ تحفہ حنفیہ میں سن ۱۳۲۰ھ میں شائع ہوئی، اس کے بعد اس کی دوسری اشاعت فتاوی حامدیہ میں ضم ہوکر ہوئی۔ مگر دونوں ایڈیشن میں فرق یہ ہے کہ تحفہ میں شائع تصنیف میں ایک نہایت ہی علمی مقدمہ بھی ہے جو کتاب کے شروع میں ہے یہ مقدمہ رسالہ کے شمارہ ربیع الآخر ۱۳۲۰ اور جمادی الاولیٰ ۱۳۲۰ میں ۲۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے مطالعہ ہی سے معلوم ہوا کہ حجۃ الاسلام کی یہ کتاب جناب مولوی نور محمد کے ۶ ورقی رسالہ کے رد میں ہے۔ جب کہ فتاوی حامدیہ میں اس نام کی جگہ ''زید'' کا استعمال ہوا ہے۔ ذیل میں میں نے جہاں جہاں بھی اس حوالہ سے گفتگو کی ہے وہاں تحفہ کا مضمون میرے پیش نظر رہا ہے اس لئے اسے اسی تناظر میں دیکھا جائے۔

پس منظر یہ ہے کہ مولوی نور محمد وہابی نے ایک ۶ ورقی کتابچہ ''ضروری مسائل'' کے نام سے ترتیب دیا جس میں انہوں نے بڑی دلیری اور جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ دعوی کیا کہ نماز فجر میں قنوت پڑھنا فتنہ وفساد اور غلبہ کفار کے ساتھ خاص ہے اور باقی کسی مصیبت و سختی مثلاً طاعون وو باء وغیرہ کے وقت جائز نہیں ہے اور طاعون یا وبا کے لیے قنوت ماننے کو کذب و بہتان بتایا۔ چنانچہ ماہنامہ تحفہ حنفیہ پٹنہ کے مدیر حضرت مولانا ابوالمساکین ضیاء الدین پیلی بھیتی نے حقیقت حال سے واقفیت اور اصل مسئلہ کی تفہیم کے لیے، امام اہلسنت فاضل بریلوی کی بارگاہ میں ایک استفتاء کیا جس میں اقوال ائمہ وارشادات فقہاء کی روشنی میں تفصیلی جواب طلب کیا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے یہ سوال اپنے معتمد خاص، لائق فائق فرزند حضور حجۃ الاسلام کے سپرد فرماتے ہوئے جواب لکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ حضور حجۃ الاسلام نے قرآنی آیات کتب حدیث واصول حدیث، مستند کتب فقہ واصول فقہ، کتب نحو اور معتبر کتب لغات سے تقریباً تیس (۳۰) ناقابل تردید دلائل کے ذریعہ اصل مسئلہ کی وضاحت فرمائی کہ ہر مصیبت کے وقت قنوت پڑھنا جائز ہے۔ اس کو فتنہ وفساد اور غلبۂ کفار کے ساتھ خاص کرنا فضول اور ادعاء محض ہے۔ چنانچہ حضور حجۃ الاسلام ''غنیۃ شرح منیہ'' شرح نقایہ برجندی، بحر الرائق، منحۃ الخالق، الاشباہ والنظائر، مراقی الفلاح، فتح اللہ المعین، طحطاوی درمختار اور مرقات وغیرہ کی عبارات سے مسئلہ کی توضیح کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

اولاً ان سب عبارات میں نازلہ بلیہ حادثہ سب لفظ مطلق ہیں کسی میں فتنہ وغلبۂ کفار کی تخصیص نہیں نازلہ ہر سختی کو کہتے ہیں جو لوگوں پر نازل ہو۔ ''اشباہ'' میں ہے:

''قال فی المصباح النازلۃ المصیبۃ الشدیدۃ تنزل بالناس انتھیٰ وفی القاموس النازلۃ الشدیدۃ انتھیٰ وفی الصحاح النازلۃ الشدیدۃ من شدائد الدھر تنزل بالناس انتھیٰ''

یعنی مصباح میں کہا کہ ''نازلہ'' وہ مصیبت شدیدہ ہے جو لوگوں پر نازل ہوتی ہے اور قاموس میں فرمایا کہ ''نازلہ'' ہر سختی ہے اور صحاح میں فرمایا کہ ''نازلہ'' زمانے کی سختیوں میں سے ایک سختی ہے۔ جو لوگوں پر نازل ہوتی ہے۔ خود مصنف ''ضروری سوال'' کو اقرار ہے کہ ''عند النازلۃ کی قید سے ہر سختی سمجھی جاتی ہے'' بایں ہمہ برخلاف اطلاقات علماء اپنی طرف سے خاص فتنہ وفساد وغلبۂ کفار کی قید لگانا اور کہنا کہ ''ہر ایک نازلہ نہیں'' کلام علماء میں تصرف بیجا ہے۔ (۷)

اس کے بعد ابن حبان کی کتاب ''التقاسم والانواع'' اور خطیب بغدادی کی ''کتاب القنوت'' سے مندرجہ ذیل دو حدیثیں نقل فرما کر اولاً اصول حدیث کی روشنی میں دونوں حدیثوں کی اسناد میں گفتگو فرماتے ہوئے فتح القدیر، غنیۃ اور مرقات شرح مشکوٰۃ کے حوالے سے سندوں کو صحیح بتایا تاکہ کوئی وہابی غیر مقلد ضعیف ضعیف کی رٹ لگا کر احادیث کو ساقط الاعتبار اور ناقابل استدلال قرار نہ دے۔

(۱) ''قال کان رسول اللہ ﷺ لا یقنت فی صلاۃ الصبح الا ان یدعو لقوم او علی قوم'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز صبح میں قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے لیے ان کے فائدے کی دعا فرماتے یا کسی قوم پر ان کے نقصان کی دعا کرتے۔

(۲) ان النبی ﷺ کان لا یقنت الا اذا دعا لقوم او دعا علی قوم، نبی صلی اللہ علیہ وسلم قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے لیے یا کسی قوم پر دعا فرمانی ہوتی۔

حضور حجۃ الاسلام فرماتے ہیں:

''یہ دونوں حدیثیں بھی مطلق ہیں ان میں کوئی تخصیص فتنہ وغلبۂ کفار کی نہیں اور شک نہیں کہ مثلاً رفع طاعون، دفع وبا، زوال قحط کے لیے دعا بھی ''دعا لقوم'' کے اطلاق میں داخل کہ یہ بھی مسلمانوں کے لیے دعائے نفع ہے تو صحیح حدیثوں سے اس (قنوت نازلہ) کا جواز ثابت ہوا۔ (۸)

مصنف ''ضروری سوال'' مولوی نور محمد کے تعلق سے فرماتے ہیں:

''زید کی ترکیب وبندش الفاظ وانشاو املا اگرچہ سب میں خطاہائے فاحشہ موجود ہیں مگران سے تعرض داب محصلین نہیں لہذا انہیں چھوڑ کر اس کے باقی کثیر وبسیار اغلاط وجہالات سے صرف بعض کا اظہار کیا جاتا ہے۔''(۹)

اس طرح حضور حجۃ الاسلام نے قرآن، حدیث واصول حدیث، فقہ واصول فقہ، تاریخ وسیر اور علم نحو وغیرہ کے متعلق مولوی نور محمد وہابی کی تیس (۳۰) جہالات تقریباً انیس اغلاط تصحیف (یعنی عبارت کچھ ہے اور پڑھیں کچھ) علماء ومشائخ کی شان میں متعدد گستاخیاں اور فریب کاریاں شمار کی ہیں۔

اجتناب العمال کے مصدقین:

اس رسالے کی معنویت وافادیت کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ کیسی کیسی عظیم الشان اور علم وفضل کے جبل شامخ شخصیات نے اس کی تصدیق فرمائی اور اپنی آراء سے نوازا۔ ذیل میں اس حوالہ سے تصدیقات کے چند نمونے ملاحظہ کریں:

اعلیٰ حضرت فاضل بریلی قدس سرہٗ:

مجیب سلمہ القریب المجیب نے جو امور بالجملہ میں لکھے ضرور قابل لحاظ و مستحق عمل ہیں مسلمانوں کو ان کی پابندی چاہیے کہ باذنہٖ تعالیٰ مضرت دینی سے محفوظ رہیں وباللہ العصمۃ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حضرت علامہ محمد وصی احمد قادری محدث سورتی:

الغرض علامہ مجیب دام ظلہ نے جو تفصیل جواب میں افادہ فرمایا وہ اس میں مصیب ہیں اور امور جو کہ انہوں نے بالجملہ کے ذیل میں ثبت فرمائے ہیں وہ سب قرین صواب اور واجب العمل ہیں۔

حضرت علامہ مفتی محمد سلامت اللہ صاحب:

جو شخص ذکی منصف بنظر انصاف اصل معانی تحریر جواب فاضل محقق مولوی حامد رضا خان صاحب کو ملاحظہ کرے گا میری طرح اس کے منہ سے بے ساختہ یہی جملہ جمیلہ نکلے گا کہ ''نعم الجواب وحبذا التحقیق'' یعنی کیا ہی اچھا جواب ہے اور کیا ہی عمدہ تحقیق ہے۔ حق تعالیٰ فاضل جلیل

وعالم بے عدیل، فخر بیت الاماثل، مجیب مصیب کو اس جواب باصواب کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ فاضل مجیب نے دھجیاں اڑا کر مخالفین کے پر کاٹ دیئے۔۔۔۔حاصل کلام وخلاصہ مرام یہ ہے کہ علامہ علیم وفہامہ حکیم، مجیب مظفر ومصیب مفخر جن کی صور تقریر سے مخالفین قیامت زادہائے آہ در بر، جن کا رعد تحریر اعدائے دین کے ہوش وحواس کے لیے برق انداز محشر

ادام اللہ ظلالہ وعم الغلمین نوالہ وخص العالمین بافضالہ ومتع اللہ المسلمین بطول حیاتہ وافاضاتہ نے مقدمات جواب کی تنقیح وتحقیق میں جس توضیح وتفصیل سے فیصلہ لکھا اس میں ان کی رائے صائب اور اصابت رائے کا مرافعہ عند العلماء الربانیین بحال اور جو تلویح بالجملہ کے جملے میں تصریح افادہ فرمائی جملہ قرین صواب بلکہ ایجاب عمل در آمد کا فرمان شاہی بے قیل وقال۔

حضرت علامہ محمد اعجاز حسین رامپوری:

مجیب مصیب نے بطرز عمدہ تحریر فرمایا وللہ در المجیب قد اتی بجواب عجیب واللہ سبحانہ اعلم بالصواب۔

حضرت علامہ محمد عبد الغفار خاں رامپوری:

بمقتضائے تصریح شارحین فقہائے حنفیہ قنوت نازلہ جائز ہے، ضرور سوال کی تحریروں میں غلطیاں کھلی ہوئی موجود ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت علامہ مفتی محمد ظہور الحسین رامپوری:

فللہ در رد المجیب حیث اصاب فی الرد واتی بجواب فصل فیہ تفصیلاً وعول فیہ علی المرویات عن جماہیر الفقہاء وائمۃ الحدیث تعویلاً، تو اللہ ہی کے پاس ثواب ہے مجیب کے رد کرنے کا کہ انہوں نے درست رد کیا اور مفصل جواب دیا اور اس میں انہوں نے مدد لی جمہور فقہاء اور محدثین سے مرویات پر۔

حضرت علامہ خواجہ احمد صاحب رامپوری:

الجواب صحیح والمجیب مصیب والراد نجیح، جواب صحیح ہے، اور مجیب کامیاب اور رد کرنے والا درست ہے۔

حضرت علامہ ارشد علی صاحب رامپوری:

بلاشبہ قنوت واسطے کسی حادثہ عظیم مثلاً وباوغیرہ ہے جائز ہے، درالمختار اوراس کے حاشیہ ردالمحتار، میں پوری تصریح موجود ہے اس کے خلاف جو کوئی قول کرے سراسر باطل اور مخالف جماہیر فقہاء کے ہے۔

حضرت علامہ رکن الدین مبارک اللہ:

بیشک قنوت پڑھنا کسی حادثہ عظیم میں موافق مذہب محدثین وفقہا جائز ہے تغلیط "ضروری سوال" کی اہل تحقیق کوضروری اوراظہارنا قابلیت مصنف رسالہ مذکور کا صاحب علم کامل کوقابل قبول ومنظور واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت علامہ مفتی عبدالباقی لکھنوی:

حقیقت میں ائمہ حنفیہ کی تحقیق قنوت فجر نزول نازلہ میں مختص بنازلۃ دون نازلۃ نہیں بلکہ طاعون ووبا ودیگر نوازل کو بھی شامل ہے اور نا اہلوں کوفتویٰ دینا ناجائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت علامہ مفتی محمد عبدالمجید لکھنوی:

واقعی علمائے حنفیہ کے نزدیک نماز فجر میں قنوت مخصوص بفتنہ وفساد غیر طاعون ووباء نہیں ہے جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے اور نااہل کوفتویٰ دینا درست نہیں۔

حضرت علامہ مفتی محمد قیام الدین صاحب:

اصاب المجیب واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت علامہ مفتی محمد عبدالمجید لکھنوی:

لاشك ان القنوت ليس مشروعاً عندنا في الفجر الا اذا نزلت نازلة كالطاعون وغيره یعنی بلاشبہ قنوت ہمارے نزدیک مشروع نہیں مگر جب کوئی مصیبت نازل ہو جیسے طاعون وغیرہ۔

حضرت علامہ مفتی محمد عبدالعلی لکھنوی:

پس جو کچھ اس کے حق میں مفتی لبیب نے تحریر فرمایا مقرون

بصواب ہے اور مستند بسنت وکتاب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت علامہ مفتی محمد ہدایت رسول لکھنوی:

الحمدللہ علی احسانہ کہ حضرت مجیب مصیب حامی سنت ماحیٔ بدعت قامع اساس لامذہبان جناب خیر وبرکت مآب مولانا مولوی حامد رضا خان صاحب دام فیضہ خلف الرشید وفرزند سعید مخدوم الانام، حجۃ الاسلام افضل المحققین، فخر المتقدمین، تاج العلماء سراج الفقہا، خاتم المحدثین، سند المفسرین، جامع علوم ظاہری وباطنی، واقف حقائق خفی وجلی، صاحب حجت قاہرہ، مجدد مائۃ حاضرہ، عالی جناب مولانا المولوی احمد رضا خان صاحب قادری بریلوی مدظلہم العالی کی ذات بابرکات کو اللہ رب العزت جل جلالہ نے اپنے مقدس محبوب کی پیشین گوئی کے مطابق اس مقدس ومظفر طائفے سے بنایا ہے جس کا نیزۂ قلم ذوالفقار حیدری اور جس کے حجج باہرہ وبراہین قاطعہ معجزات احمدی کی جلوہ دکھار ہے ہیں۔

خداوند قدیر اس محمدی پہلوان اور حنفی شیر کو مقدس اہل سنت کے سروں پر سایہ افگن اور سلامت رکھے، جس کے نام سے شیاطین انس کے پر جلتے اور دشمنان اہل سنت کے دم نکلتے ہیں پس جو کچھ اس خدا کے شیر نے تحریر فرمایا ہے وہ سراسر حق وبجا ہے، اس پر عمل ضروری اور انحراف خسران ابدی ہے اور زید بے قید سرآمد جہال ہے تحریر اس کی حماقت وتزندق سے مالامال ہے اس کے قول پر عمل کرنا ابلیس کی روح کو شاد اور دین کو برباد کرنا ہے، جب تک یہ خرانٹ بزرگ توبہ نہ کرے مسلمان اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت علامہ مفتی محمد عبداللہ صاحب پٹنوی:

مجھ کو اپنے جواں صالح فخر اماثل مفتی وفاضل عالم بے ہمتا، علامۂ یکتا حضرت مولانا مولوی حامد رضا خاں صاحب خلف اشرف مخدوم ومولیٰ مجدد وقت حضرت اقدس مولانا عبدالمصطفیٰ احمد رضا خاں صاحب مدظلہ ودامت برکاتہ کی مقدس تحریر کے حرف حرف سے اتفاق ہے اللہ جل جلالہ اس رئیس ملت اور مقتدا ومرشد اہل سنت کو دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے آمین ہندوستان میں کس اہل علم کو یہ جرأت ہوسکتی ہے کہ اس سلطان الفقہاء

کے مقابلے میں قلم اٹھا سکے افسوس ہے دشمن اسلام زید بے قید کے حال پر جس شقی وہ بد بخت کی وہ تحریر ہو جس کا رد حضرت مولانا ایسے یکتائے روزگار متبحر کو لکھنا پڑے ان شامت زدہ وہابیہ کا تو یہ مسلک ہے کہ۔ ع

بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

حضرت علامہ مفتی محمد نجم الدین داناپوری:

اما بعد! فاعلموا یا معشر۔ المسلمین من اھل السنۃ و الجماعۃ ان ما افاد الفاضل ابن الفاضل امام اھل السنۃ البریلوی سلمہ اللہ تعالیٰ بالبرکات والحسنات حق و صحیح موافق بالکتاب و سنۃ سید المرسلین لا ینکرہ الا من انکر الدین کیف لا و تحقیقات الفقھاء و تصریحات المحدثین دالۃ علی ان القنوت ثابت عند النوازل سیما عند الطاعون لانہ من اشد النوازل کما بینہ المجیب الفاضل بالتحقیق و التفصیل۔------

امابعد! تو جان لو اے مسلمانان اہل سنت و جماعت بے شک جو افادہ فرمایا فاضل ابن فاضل امام اہل سنت بریلوی سلمہ اللہ تعالیٰ بالبرکات والحسنات نے وہ حق اور صحیح ہے موافق کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہے، اس سے انکار نہ کریگا مگر وہ جو منکر دین ہے، کیوں نہ ہو تحقیقات فقہاء اور تصریحات محدثین اس بات پر دال ہیں کہ قنوت عند النوازل ثابت ہے خاص کر طاعون کے وقت کہ وہ سخت تر بلاؤں میں سے ہے جیسا فاضل مجیب نے کتب محققین سے تحقیق و تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا)

حضرت علامہ مفتی محمد وحید فردوسی عظیم آبادی

الحمد لولیہ و الصلاۃ علی اھلھا ھٰذا ھو عین التحقیق وما سواہ باطل سحیق فقد اصاب من اجاب و من انکر فقد خسر و خاب بلا شک و ارتیاب واللہ اعلم بالصدق و الصواب و عندہ حسن الثواب والیہ المرجع والمآب الراجی رحمۃ ربہ الوھاب۔

یعنی تمام تعریفیں لائق حمد (اللہ) کو اور درود و سلام ہو اس کے اہل

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم) پر، یہی تحقیق کا چشمہ ہے اور اس کے سوا باطل محض ہے تو وہ کامیاب ہوئے جنہوں نے جواب دیا اور جس نے اس سے انکار کیا وہ بلاشک وشبہ خائب وخاسر ہوا اور اللہ صدق وصواب جانتا ہے اسی کے پاس بہتر ثواب ہے اور وہی مرجع ومآب ہے، اپنے رب وہاب کی رحمت کا امیدوار۔

حضرت علامہ مفتی محمد عبدالواحد قادری پٹنوی:

بسم اللہ حامداً ومصلیاً

اما بعد! رفع طاعون ووبا کے لیے قنوت جائز ہے کیونکہ بحرالرائق وفتح القدیر وردالمحتار وغیرہا کتب معتمد علیہا میں مطلقاً نازلہ کے وقت قنوت کو مشروع لکھا ہے کسی خاص فتنہ ومصیبت کی قید نہیں۔ پس طاعون بھی اس میں داخل ہے چنانچہ صاحب الاشباہ والنظائر نے اس امر کی تصریح فرمادی ہے کہ طاعون سخت ترین مصائب سے ہے۔ انتہی۔

حضرت علامہ مفتی محمد نبی بخش عظیم آبادی:

اما بعد! فان القنوت فی صلاۃ الفجر لرفع الطاعون جائز کما حققه الفاضل البریلوی فلله درہ حیث حقق الحق وابطل الباطل والله اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب۔

اما بعد! بے شک نماز فجر میں قنوت جائز ہے رفع طاعون کے لیے جیسا کہ مجیب فاضل بریلوی نے ثابت فرمایا، تو اللہ ہی کے پاس اس کا ثواب ہے، جس نے حق کو حق اور باطل کو باطل کیا اور درست اللہ ہی زیادہ جانتا ہے، وہی مرجع مآب ہے۔

ادیب اہل سنت حضرت علامہ محمد ضیاء الدین صاحب:

اگر شہ سواران سنت، نگہبانان بوستان شریعت کی چند متبرک صورتیں نہ پڑتیں تو نہ معلوم دشمنان دین متین کی کس قدر ہمتیں بڑھتیں۔ آخر ایک شیر بیشۂ شریعت عالم اہلسنت ماحیٔ بدعت اُٹھ کھڑا ہوا، جملہ روباہ بازیوں کو آن کی آن میں نیست ونابود کردیا حالات اندرونی وبیرونی کو آشکارا کیا، یعنی ''ضروری سوال'' کا جواب لاجواب سراپا صدق وصواب مسمیٰ باسم تاریخی ''اجتناب العمال عن فتاوی الجھال'' اس خوبی سے تحریر فرمایا کہ مخالفین نے نعرۂ مرحبا بلند کیا، حسن

لیاقت کی کامل داد دی تحقیق انیق کی بہت کچھ تعریف کی۔

اے قادر توانا حضرت مجیب لبیب مولانا مولوی محمد حامد رضا خان صاحب کو دارین میں جزائے خیر عنایت فرما جنھوں نے حمایت شریعت اعانت اہل سنت و جماعت فرما کے بہت سے سنیوں کو ورطۂ گمراہی سے نکالا۔

ماخذ و مراجع:

(۱) فتاویٰ حامدیہ، ص ۴۸

(۲) تذکرہ جمیل، ص ۱۸۰

(۳) الملفوظ، ج ۲، ص ۱۱

(۴) تجلیات حجۃ الاسلام، ص ۴۰

(۵) خلفائے اعلیٰ حضرت، ص ۹

(۶) فتاویٰ حامدیہ، ص ۵۶

(۷) فتاویٰ حامدیہ، ص ۲۹۸

(۸) فتاویٰ حامدیہ، ص ۲۹۹

(۹) فتاویٰ حامدیہ، ص ۳۱۲

☆☆☆

اصول فقہ: اور الصارم الربانی

مولانا عبدالباسط خان رضوی مصباحی

اسلام کسی انسان کا خود ساختہ مشن نہیں بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی امانت ہے۔ جسے اس نے انسان کو دیگر بے شمار نعمتوں کی طرح ہی عطا فرمایا ہے۔ اگر انسان اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہو جائے تو وہ اشرف المخلوقات نہیں بلکہ جانوروں کی طرح ایک مخلوق محض کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنی اس امانت کا امین انسان کو بنایا۔ جس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ''انا عرضنا الامانة علی السموات والارض والجبال فأبین ان یحملنها واشفقن منها وحملها الانسان انه کان ظلوماً جهولاً'' (سورہ احزاب ۷۲) ترجمہ: ہم نے پیش کی یہ امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انہوں نے انکار کر دیا اس کے اٹھانے سے اور وہ ڈر گئے اس سے اور اٹھالیا اس کو انسان نے۔ بے شک انسان بڑا ظالم اور نادان ہے۔ اس امانت کو سب سے پہلے انسان اول البشر حضرت آدم علیہ السلام نے قبول فرمائی۔ پھر انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا سلسلہ چل پڑا۔ جو یکے بعد دیگرے اس امانت کی حفاظت فرماتے رہے۔ آخر میں اللہ رب العزت نے اپنے محبوب نبی آخر الزماں علیہ الصلوۃ وسلام کو اس امانت کا امین بنا کر مبعوث فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہمیشہ کیلئے باب نبوت کو بند فرما دیا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے غلاموں کو یہ صلاحیت واہلیت عطا فرمائی کہ وہ قیامت تک ہر طوفان کا مقابلہ کر کے اس دین متین کی حفاظت فرماتے رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی رحلت کے بعد خلیفۂ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت سے لیکر آج تک جتنے بھی طوفان اٹھے نبی کے غلاموں نے سینہ سپر ہو

کران کا مقابلہ کیا۔ اور ان فتنوں کا ایسا سدباب فرمایا کہ بعض تو ہمیشہ کیلئے صفحۂ ہستی سے مٹ گئے اور جو رہ گئے ان کی طاقت وقوت اس طرح سلب کرلی گئی کہ آج بھی وہ جاکنی میں مبتلا ہیں۔ فتنہ قادیانیت اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، علماء نے اس فتنے کا بھی مقابلہ کیا اور آج بھی علمائے اہل سنت کی کوششیں جاری وساری ہیں۔ لیکن حجۃ الاسلام حضرت الشاہ حامد رضا خان علیہ الرحمہ نے اس فتنہ قادیانیت کے رد میں ایک ایسا مدلل فتویٰ صادر فرمایا اور دلائل و براہین کی روشنی میں ایسا جواب عنایت فرمایا جن کے آگے تمام قادیانی دم مارتے نظر آئے اور آج بھی مخالفین کے پاس آپ کے اس فتویٰ کا کوئی جواب نہیں۔ علماء نے آپ کی اس سعی بے بہا کو فتنہ قادیانیت کی تردید میں پہلی علمی کوشش بتایا۔ واضح ہو کہ سرکار حجۃ الاسلام سے ایک استفتاء کیا گیا، جس میں سوال کیا گیا کہ دو گروہ ہیں ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حیات کا مدعی اور دوسرا منکر حیات۔ دونوں فریق میں سے کون حق پر ہے۔ اس بارے میں قطعیۃ الدلالۃ اور صریحۃ الدلالۃ یا کوئی حدیث مرفوع متصل اس مضمون کی عنایت فرمائیں، جس کے جواب میں حجۃ الاسلام کا یہ معرکۃ الآراء فتویٰ "ماہانہ تحفۂ حنفیہ" عظیم آباد پٹنہ 1319ھ / 1901ء میں بعنوان "فتویٰ عالم ربانی برمز خرفات قادیانی" شائع ہوا۔ بعد میں حجۃ الاسلام کے اس مدلل فتویٰ کو الصارم الربانی علیٰ اسراف قادیانی کے نام سے کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔ الصارم الربانی میں حجۃ الاسلام نے جس قدر آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ سے استدلال فرمایا اور اصول کی روشنی میں بحث کی ہے اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ حجۃ الاسلام ایک ماہر وحاذق مفتی ہی نہیں بلکہ اپنے عہد کے ایک بے مثال مفسر بھی تھے اور بے نظیر محدث بھی۔

الصارم الربانی 56 صفحات پر مشتمل ہے، جس میں 5 مقدمات اور چند تنبیہات ہیں۔ پہلے مقدمہ میں آپ نے منکرین حدیث اور منکرین تقلید کا بلیغ رد فرمایا۔ اس مقام پر حجۃ الاسلام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں اصولی بحث فرمائی ہے۔ اور حجت میں مختلف آیات واحادیث کو نقل فرمایا ہے جس سے نہ صرف اہل قرآن کے نظریہ مذہب کا سخت رد ہوتا ہے بلکہ مخالفین تقلید اور دشمنان ائمہ فقہ کی بھی زبردست تردید ہوتی ہے۔ کیونکہ جو لوگ ذخیرۂ احادیث سے دامن جھاڑ کر محض قرآن کا نعرہ بلند کررہے ہیں وہ بھی گمراہی و بددینی میں مبتلا ہیں اور جو تقلید سے روگردانی کرکے صرف احادیث سے جڑے ہوئے ہیں وہ بھی فتنوں میں مبتلا ہیں۔ اس طور پر یہ دونوں گروہ صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ تو جن کے پاؤں میں کفر والحاد کی زنجیریں پڑی ہوں وہ

دوسروں کے لیے نجات کے باعث کیونکر ہو سکتے ہیں۔ حجۃ الاسلام نے جن احادیث کو دلیل میں پیش کیا ہے ان کو تمام ضروری حوالوں سے مزین کیا ہے۔ جو ایک بڑے محدث کا طریقہ ہوتا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ انہیں علم حدیث اور اس سے ملحق تمام علوم پر عبور حاصل تھا اس سے اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ بیٹے کے علم کا یہ حال ہے تو باپ کے علوم کی بلندیوں کا کیا عالم ہوگا جو نہ صرف اپنے زمانے کے جامع العلوم تھے بلکہ خداوند قدوس نے انہیں مجدد کے منصب پر فائز فرمایا تھا۔ حجۃ الاسلام کا اصول استدلال:

"اللہ عزوجل نے قرآن عظیم اتار اتبیانا لکل شئی جس میں ہر چیز کا روشن بیان تو کوئی ایسی بات نہیں جو قرآن میں نہ ہو مگر ساتھ ہی فرمادیا وما یعقلھا الا العالمون اس کی سمجھ نہیں مگر عالموں کو اس لئے فرماتا ہے کہ فاسئلو اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون علم والوں سے پوچھو اگر تم نہ جانتے ہو اور پھر یہی نہیں کہ علم والے آپ سے کتاب اللہ کے سمجھنے پر قادر ہوں نہیں بلکہ اس کے متصل ہی فرمادیا وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس مانزل الیھم اے نبی ہم نے یہ قرآن اس لئے اتارا کہ لوگوں سے شرح بیان فرمادے۔ اس چیز کی جو ان کی طرف اتاری گئی۔ قرآن عظیم کے لطائف ونکات منتہی نہ ہوں گے۔ ان دو آیتوں کے اتصال سے رب العالمین نے ترتیب وار سلسلہ فہم کلام الٰہی کا منتظم فرمادیا کہ اے جاہلو! تم کلام علماء کی طرف رجوع کرو اور اے عالمو! تم ہمارے رسول کا کلام دیکھو تو ہمارا کلام سمجھ میں آئے۔ غرض ہم پر تقلید ائمہ واجب فرمائی اور ائمہ پر تقلید رسول اور رسول پر تقلید قرآن وللہ الحجۃ البالغۃ والحمد للہ رب العالمین"۔

بعد کے مقدمات میں حجۃ الاسلام نے چند اصول بیان فرمائے ہیں۔ جن میں حجۃ الاسلام نے ایسے اصول کو وضع کیا ہے جس پر فقہ حنفی بالخصوص مذہب اہلسنت کی عمارت قائم ہے اور یہ جملہ اصولی باتیں تمام علماء وفقہاء مناظرین کے لیے بے حد ضروری ہیں۔ ان کی روح تک پہونچے بغیر کوئی نہ بہترین عالم ہوسکتا ہے نہ دوررس مفتی اور نہ کامیاب مناظر گو کہ حجۃ الاسلام نے علم کی روح کو چند جملوں میں نچوڑ کر پیش فرمادیا گویا ایک قطرہ ہے جس میں سمندر لہریں مار رہا ہے یا چند جملے ہیں جن میں ایک دفتر پنہاں ہے۔ حجۃ الاسلام نے ان اصولوں کو نہایت ہی آسان عام فہم اور ہر کہ ومہ کے ذہن وفکر میں اتر جانے والے انداز میں بیان فرمایا ہے۔ اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو نہ صرف لوح وقلم پر دسترس حاصل تھا بلکہ درسیات کا کوئی گوشہ آپ سے مخفی نہ تھا۔ حضور حجۃ الاسلام کو یہ مقدمہ وضع اصول کے اعتبار سے اتنا نادر ونایاب ہے کہ اس کی شرح وتفصیل میں کئی رسالے تیار کئے جاسکتے ہیں۔ جن لوگوں نے مقدمات کے ان اصولی باتوں کو اخذ کیا ہماری جماعت کی تاریخ بتاتی ہے کہ وہ اپنے زمانے کے بہترین عالم دین عظیم مفتی اور

ایک تجربہ کار مناظر بن کر چمکے بلکہ جن خطباء نے ان افادات کو اپنی خطابت کا حصہ بنایا وہ آسمان خطابت کے ماہ و نجوم بن کر چمکے۔ میں سمجھتا ہوں ان مقدمات کو بیان کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

مقدمہ ثانیہ: (اصول نمبر ۱)

"مانی ہوئی باتیں چار قسم کی ہوتی ہیں۔ اول: ضروریات دین جن کا منکر کافران کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی قطعیات الدلالات واضحۃ الافادات سے ہوتا ہے۔ جن میں شبہے کو گنجائش نہ تاویل کو راہ دوم۔ ضروریات مذہب اہلسنت و جماعت جن کا منکر گمراہ بدمذہب ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے۔ اگر چہ باحتمال تاویل باب تکفیر مسدود ہو۔ سوم: ثابتات محکمہ جن کا منکر بعد وضوح امر خاطی و آثم قرار پاتا ہے۔ ان کے ثبوت کو دلیل ظنی کافی جبکہ اس کا مفاد اکبر رائے ہو کہ جانب خلاف کو مطروح و مضمحل کردے۔ یہاں حدیث آحاد صحیح یا حسن کافی اور قول سواد اعظم و جمہور علماء سند وافی فان ید اللہ علی الجماعۃ۔ چہارم: ظنیات محتملہ جن کے منکر کو صرف مخطی کہا جائے۔ ان کے لئے ایسی دلیل ظنی بھی کافی جس نے جانب خلاف کیلئے بھی گنجائش رکھی ہو۔

اصول نمبر ۲: ہر بات اپنے ہی مرتبے کی دلیل چاہتی ہے، جو فرق مراتب نہ کرے اور ایک مرتبہ کی بات تو اس سے اعلیٰ درجے کی دلیل مانگے جاہل و بیوقوف ہے۔ ان اصول کو ذکر کرنے کے بعد حجۃ الاسلام نے ان لوگوں کیلئے بڑی عمدہ مثال پیش کی جو ہر بات پر ہمیں قرآن میں دکھاؤ، حدیث میں دکھاؤ ورنہ ہم نہ مانیں گے کی رٹ لگائے رہتے ہیں۔

"ضروریات دین میں بھی باتیں ضروریات دین سے ہے جن کا منکر یقیناً کافر مگر بالتصریح ان کا ذکر آیات آحادیث میں نہیں، مثلاً باری عزوجل کا جہل محال ہونا قرآن وحدیث میں اللہ عزوجل کے علم و احاطہ علم کا لاکھ جگہ ذکر ہے مگر امکان و امتناع کی بحث کہیں نہیں پھر کیا جو شخص کہے کہ واقع میں بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے عالم الغیب والشہادہ ہے کوئی ذرہ اس کے علم سے چھپا نہیں مگر ممکن ہے کہ جاہل ہو جائے تو کیا وہ کافر نہ ہوگا کہ اس امکان کا سلب صریح قرآن میں مذکور نہیں۔ حاش للہ ضرور کافر ہے اور جو اس کو کافر نہ کہے خود کافر تو جب ضروریات دین ہی کے ہر جزئیہ کی تشریح صریح قرآن وحدیث میں ضرور نہیں تو ان سے اتر کر اور کسی درجے کی بات پر یہ مرچڑا پن کہ ہمیں تو قرآن ہی میں دکھاؤ ورنہ ہم نہ مانیں گے نئی جہالت یا صریح ضلالت۔

مقدمہ ثالثہ: اصول نمبر (۳)

جو شخص کسی بات کا مدعی ہو اس کا باری ثبوت اسی کے ذمہ ہوتا ہے۔ آپ اپنے دعویٰ کا ثبوت نہ دیں اور دوسروں سے الٹا ثبوت مانگتا پھیرا وہ پاگل و مجنون کہلاتا ہے۔

مقدمہ رابعہ: اصول (۴)

جو جس بات کا مدعی ہو اس سے اس دعویٰ کے متعلق بحث کی جائے گی۔ خارج از بحث بات کہ ثابت ہو تو اسے مفید نہیں نہ ثابت ہو تو اس کے خصم کو مضر نہیں۔

مقدمہ خامسہ: اصول (۵) مقدمہ کے آخری اصول میں انہوں نے فرمایا:

''کسی نبی کا انتقال دوبارہ دنیا میں اس کی تشریف آوری کو محال نہیں کرسکتا'' اس کو انہوں نے قرآن کے مختلف آیات سے منطبق فرمایا اور ان کے واضح مفہوم سے اپنے دعوے کو مزین فرمایا ۔ حجۃ الاسلام استدلال فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں'' او کالذی مر علیٰ قریۃ وھی خاویۃ علی عروشھا ج قال انی یحیی ھذہ اللہ بعد موتھا ج فاماتہ اللہ مائۃ عام ثم بعثہ قال کم لبثت قال لبثت یوماً او بعض یوم قال بل لبثت مائۃ عام فانظر الی طعامک وشرابک لم یتسنہ وانظر الیٰ حمارک ولنجعلک آیۃ للناس وانظر الی العظام کیف ننشز ھا ثم نکسوھا لحما فلما تبین لہ قال اعلم ان اللہ علی کل شیءٍ قدیر ۔ ترجمہ: یا اس کی طرح جو گزرا ایک بستی پر اور وہ گری ہوئی تھی اپنی چھتوں پر بولا کہاں جلائے گا اسے اللہ بعد اس کی موت کے سوا سے موت دی اللہ نے سو برس پھر اسے زندہ کیا اور فریا تو یہاں کتنا ٹھہرا بولا میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ فرمایا بلکہ تو یہاں ٹھہرا سو برس اب دیکھ اپنے کھانے اور پینے کو (جو دو روز میں بگڑ جانے کی چیز تھے وہ اب تک) نہ بگڑے) اور دیکھ اپنے گدھے کو (جس کی ہڈیاں تک گل گئیں) اور تا کہ ہم تجھے نشانی بنائیں لوگوں کے لئے (کہ اللہ تعالیٰ یوں مردوں کو جلاتا ہے) اور دیکھ ان ہڈیوں کو کہ ہم کیونکر انہیں اٹھاتے پھر گوشت پہناتے ہیں جب یہ سب اس کے لئے ظاہر ہو گیا (اور اس کی آنکھوں کے سامنے ہم نے اس کے گدھے کی گلی ہوئی ہڈیوں کو درست فرما کر گوشت پہنا کر زندہ کر دیا) بولا میں جانتا ہوں کہ اللہ سب کچھ کرسکتا ہے'' حجۃ الاسلام ان آیات کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ جب چرندوں پرندکا اور عزیر یا ارمیا علیہما الصلوۃ والسلام مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ممکن ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے بالفرض انتقال بھی فرمایا ہو تو ان کی دوبارہ تشریف آوری کے لئے کیا مانع ہو سکتا ہے۔ یہ الصارم الربانی کے مقدمات تھے رہے تنبیہات تو جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا ہے الصارم الربانی میں حجۃ الاسلام نے پانچ تنبیہات بیان فرمائے ہیں۔ پہلی تنبیہ میں حجۃ الاسلام نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ السلام ودیگر انبیائے کرام علیہ السلام کے متعلق تین مسئلے بیان فرمائے۔ مسئلہ اولیٰ یہ کہ وہ نہ قتل کئے گئے اور نہ انہیں سولی دی گئی بلکہ اللہ رب العزت نے انہیں یہود کے مکر سے بچا کر بحفاظت آسمان پر اٹھالیا۔ اور ان کی صورت دوسرے پر ڈال دی گئی۔ جسے یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے دھوکے میں سولی دی۔ مسئلہ ثانیہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ

السلام قرب قیامت آسمان سے دنیا میں تشریف لائیں گے۔ مسئلہ ثالثہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حیات طیبہ کے متعلق ہے۔ جس کے آپ نے دو معنیٰ بتائے معنیٰ اول یہ کہ وہ اب زندہ ہیں، معنیٰ دوم یہ کہ اب تک ان پر موت طاری نہ ہوئی زندہ ہی آسمان پر اٹھالئے گئے اور بعد نزول دنیا میں تشریف فرما کر نصرت اسلام کو مکمل کر کے وفات پائیں گے۔ مسئلہ اول پر آپ نے آیات قرآنیہ سے استدلال فرمایا اور ثابت کیا کہ یہ ضروریات دین سے ہے۔ جس کا منکر کافر خارج از ایمان ہے۔ آیات وبکفرھم وقولھم علی مریم بھتانا عظیما وقولھم انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ وما قتلوہ وما صلبوہ لکن شبہ لھم وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ مالھم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزا حکیما وان من اھل الکتب الا لیومنن بہ قبل موتہ ویوم القیمۃ یکون علیھم شھیدا ترجمہ: اور ہم نے یہود پر لعنت کی بسبب ان کے کفر کرنے اور مریم پر بہتان اٹھانے اور ان کے اس کہنے کے کہ ہم نے قتل کیا مسیح عیسیٰ بن مریم خدا کے رسول کو اور انہوں نے نہ اسے قتل کیا نہ اسے سولی دی بلکہ اس کے صورت کا دوسرا بنا دیا گیا ان کے لئے اور بے شک وہ جو اس کے بارے میں مختلف ہوے (کہ کسی نے کہا کہ اس کا چہرہ تو عیسیٰ کا سا ہے مگر بدن عیسیٰ کا سانہیں کسی نے کہانہیں بلکہ وہی ہیں) البتہ اس سے شک میں ہیں انہیں خود بھی اس کے قتل کا یقین نیں مگر گمان کے پیچھے ہولینا اور بالیقین انہوں نے اسے قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے اور انہیں اہل کتاب سے کوئی مگر یہ ضرور ایمان لانے والا ہے عیسیٰ پر اس کے موت سے پہلے اور قیامت کے دن عیسیٰ ان پر گواہی دے گا۔"

مسئلہ ثانی پر آپ نے 43 احادیث سے استدلال فرمایا اور اس مسئلے کے تائید میں چند تفاسیر بھی بیان فرمائے ساتھ ہی ثابت فرمایا کہ یہ ضروریات مذہب اہلسنت جماعت سے ہے جن کا منکر گمراہ ہے۔ چند احادیث ملاحظہ ہو۔ حدیث اول صحیح بخاری صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "کیف انتم اذانزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم "یعنی کیسا حال ہوگا تمہارا جب تم میں ابن مریم نزول کریں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔ حدیث دوم: نیز صحیحین وجامع ترمذی وسنن ابن ماجہ میں انہیں سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:" والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان نزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ یفیض المال حتی لایقبلہ احد حتی یکون السجدۃ الواحدۃ خیرا من الدنیا ومافیھا ثم یقول ابو

ھریرۃ فاقرؤا ان ئتم وان من اھل الکتب الا لیؤ منن بہ قبل موتہ ''قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بے شک ضرور نزدیک آتا ہے کہ ابن مریم تم میں حاکم عادل ہو کر اتریں پس صلیب کو توڑ دیں اور خنزیر کو قتل کریں اور جزیہ کو موقوف کر دیں گے (یعنی کافر سے سوا اسلام کے کچھ قبول نہ فرمائیں گے) اور مال کی کثرت ہوگی یہاں تک کہ کوئی لینے والا نہ ملے گا یہاں تک کہ ایک سجدہ تمام دنیا اور اس کی سب چیزوں سے بہتر ہوگا، یہ حدیث بیان کر کے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں تم چاہو تو اس کی تصدیق قرآن مجید میں دیکھ لو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''عیسیٰ کی موت سے پہلے سب اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے'' مسئلہ ثالثہ: جس کے آپ نے دو معنیٰ بیان کئے معنیٰ اول کہ اب وہ زندہ ہیں۔ گو کہ اس کی دلیل سے اجتناب فرمایا کیونکہ حیات انبیاء کرام علیہ السلام کو ائمہ کرام نے دلائل سے ثابت فرما دیا ہے۔ جن دلائل کی طرف نظر کرتے ہوئے آپ نے اس مسئلہ کو ضروریات مذہب اہلسنت سے قرار دیا۔ معنیٰ دوم کہ اب تک موت طاری نہ ہوئی اس مسئلہ سے متعلق فرمایا کہ قسم اخیرین سے ہے یعنی ثابتات محکمہ، ظنیات محتملہ سے۔ جس کے ثبوت میں حضرت ابو ہریرہ وعبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ و دیگر مفسرین کرام کی تفاسیر پیش فرمائی۔ بلاشبہ سرکار حجۃ الاسلام نے قرآن پاک، احادیث طیبات، معتبر کتب تفاسیر واقوال ائمہ کی روشنی میں عقائد اہلسنت کو واضح فرمایا اور قادیانیوں کے افکار باطلہ واوہام ضالہ کی تردید فرمائی اور ثابت فرمایا کہ عقائد اہلسنت ہی حق ہے۔ اسی میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔ اللہ عزوجل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی ہے الصارم الربانی احقاق حق وابطال باطل کی بہترین نظیر ہے۔

□□□

فتاویٰ حامدیہ: ایک مطالعہ

مولانا محمد طفیل احمد مصباحی
نائب مدیر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہٗ (متوفی ۱۳۴۰) کے فرزند بلند اقبال حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری علیہ الرحمہ (متوفی ۱۳۶۲ھ) صحیح معنوں میں اپنے والد گرامی کے علمی وارث وامین اور سچے جاں نشیں تھے۔ علمی جلالت، شان تفقہ اور عظمت فتویٰ نویسی آپ کو پدر بزرگ وار سے وراثت میں ملی تھی۔ دینی شعور، فکری بصیرت اور عربی زبان وادب میں مہارت بھی آپ کے ''مظہر اعلیٰ حضرت'' ہونے کی گواہی دیتی ہے آج گلشن اعلیٰ حضرت میں جتنے بھی پھول کھلے ہیں اور اپنی خوشبوؤں سے دنیا کو مہکا رہے ہیں، یہ سب حضور حجۃ الاسلام ہی کی بدولت ہے۔ خاندان اعلیٰ حضرت کا سلسلہ آپ سے ہی آگے بڑھا اور ان شاء اللہ قیامت تک آگے بڑھتا ہی رہے گا۔ حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کی دینی، ملی اور سیاسی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ آپ نصف صدی تک خدمت دین متین اور اصلاح امت کا مقدس فریضہ خلوص وللّٰہیت کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ آپ کی تہہ دار شخصیت جن گوناگوں علمی اوصاف وکمالات کی حامل تھی اس اعتبار سے آپ کی سیرت وسوانح اور حیات وخدمات پر ایک مسبوط سوانحی دستاویز اور انسائکلو پیڈیا لکھا جانا چاہیے تھا مگر غفلت کے باعث ایسا نہ ہوسکا اور نیتجتاً آپ کی عبقری شخصیت پردۂ گم نامی میں چھپ کر رہ گئی۔ یہی وجہ ہے کہ آج نہ ہمیں آپ کی تصانیف کی صحیح تعداد کا علم ہے اور نہ آپ کی دینی وفقہی خدمات کا صحیح اندازہ ہے۔ جب کہ ۱۳۱۲ھ سے ۱۳۶۲ھ تک یعنی مکمل نصف صدی تک آپ فتویٰ نویسی کا کام انجام دیتے رہے اور دنیا آپ کے علمی فیضان سے مستفید ہوتی رہی۔ فی الوقت آپ کی جو تصانیف اور رسالے زیور طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آچکے ہیں، ان میں ''فتاویٰ حامدیہ'' کو

ایک بلند ترین مقام اور شہکار کا درجہ حاصل ہے۔

اس فقہی سرمایہ سے حضرت حجۃ الاسلام کی علمی بصیرت، عظمت فتویٰ نویسی، مجتہدانہ شان اور محدثانہ مقام کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ بلاشبہ ''فتاویٰ حامدیہ'' آپ کی ایک بلند پایہ تصنیف ہے۔ اس کی اہمیت وافادیت کا صحیح اندازہ تو مفتیان کرام ہی لگا سکتے ہیں تاہم بطور تعارف چند سطریں لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

''فتاویٰ حامدیہ'' کے علمی مباحث پر تفصیلی گفتگو کرنے سے پہلے ذیل کا یہ اقتباس ملاحظہ کریں کہ کتاب کا اجمالی تعارف اول نظر میں ہو جائے۔ مولانا عمران قادری سمنانی لکھتے ہیں ''آپ کے فتاویٰ حقائق ودقائق کا خزینہ اور علوم ومعارف کا گنجینہ ہیں۔ بعض فتاویٰ اگرچہ مختصر ہیں لیکن نہایت جامع ہیں اور بعض فتاویٰ پر سیر حاصل کلام کر کے نہایت تک پہنچا دیا ہے۔ انداز بیان عام فہم مگر دلائل کا انبار، کثرت براہین، احادیث وآیات اور اقوال ائمہ سے مملو ہیں اور بہت سی جگہوں پر ایسا گمان ہوتا ہے کہ یہ قلم حق رقم تو مجدد اعظم امام احمد رضا کا ہے۔'' (فتاویٰ حامدیہ، ص ۴۳)

مندرجہ بالا اقتباس کو ہم عقیدت محضۃ کی کرشمہ سازی یا خاندانی بزرگوں کی مبالغہ آمیز تعریف کا نتیجہ قرار نہیں دے سکتے۔ بلکہ عقیدت سے ماورا حقیقت کا یہ ایک برملا اظہار ہے۔ حضور حجۃ الاسلام واقعی اسلام وسنیت کی ایک مضبوط دلیل اور ظاہری وباطنی علوم ومعارف کی ایک چلتی پھرتی تصویر تھے۔ بلا مبالغہ آپ آسمان علم وفضل کے ایسے بدر کامل تھے جس کے سامنے اچھے اچھوں کے علمی چراغ گل ہو گئے اور ابوالکلام آزاد جیسا علمی تب وتاب رکھنے والا شخص بھی آپ کی علمی سطوت کے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گئے۔ آپ کی زندگی کا یہ ایک مشہور واقعہ ہے کہ ابو الکلام آزاد نے ایک بار عربی زبان میں مناظرہ کا چیلنج دیا تو حجۃ الاسلام نے منظور کرتے ہوئے یہ شرط رکھی تھی کہ مناظرہ بے نقطہ عربی میں ہوگا۔ یہ سن کر (ابوالکلام آزاد جو کہ عربی النسل تھے اور جن کی پیدائش مکۃ المکرمہ میں ہوئی تھی) ہکا بکا رہ گئے اور خاموشی سے نکل جانے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔ (فتاویٰ حامدیہ، ص ۵۶)

حضور حجۃ الاسلام ایک بالغ نظر مفتی اور فقہ حنفی کے متون وجزئیات پر گہری نظر رکھنے والے ایک بے مثال فقیہ تھے۔ فقہ کی تائید، مختلف فیہ مسائل کی توضیح وتنقیح اور اپنے موقف کے اثبات میں جب آپ کا قلم حق رقم اٹھا ہے تو علوم وفنون اور معارف وحقائق کا دریا بہاتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا ہے۔ فتاویٰ حامدیہ کی سطر سطر سے آپ کی علمی جلالت، فقہی بصیرت اور فنی کمال کا عکس صاف جھلکتا ہے۔

کہنے کوتو یہ کتاب آپ کے ۱۳ فتاویٰ اور دو مستقل رسائل پر مشتمل ہے مگر آپ نے اپنی خداداد صلاحیت سے سمندر کو کوزے میں بند کرنے کا جو کارنامہ انجام دیا ہے، اس کا صحیح اندازہ تو کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد ہی لگایا جا سکتا ہے۔ یہ مجموعۂ فتاویٰ بالترتیب کتاب العقائد، رسالہ ''الصارم الربانی علی اسراف القادیانی'' کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، باب الاذان والاقامۃ، باب القرأۃ والجمعۃ، باب الوتر والنوافل، رسالہ اجتناب العمال عن فتاوی الجھال، کتاب البیوع اور کتاب الخطر والاباحت پر مشتمل ہے۔ آپ نے سائل کی منشا کے مطابق تمام سوالات کے مدلل اور تشفی بخش جوابات دیئے ہیں تاکہ مسائل اچھی طرح واضح ہو جائیں اور حقیقت آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہو جائے۔ بوقت ضرورت تفصیلات سے بھی کام لیا گیا ہے۔

''فتاویٰ حامدیہ'' کے تمام مباحث کا تجزیہ اور ان کے جملہ مشمولات کا تعارف دشوار ہے۔

''مشتے نمونہ از خروارے'' کے طور پر یہاں صرف ''اجتناب العمال عن فتاویٰ الجھال'' اور ''الصارم الربانی علی اسراف القادیانی'' کے چند علمی مباحث کو بیان کیا جاتا ہے۔

اجتناب العمال عن فتاویٰ الجھال:

ایک وہابی مولوی نے ۶ ورقی کتابچہ ''ضروری سوال'' کے نام سے ترتیب دیا اور اس میں دعویٰ کیا کہ نماز فجر میں قنوت پڑھنا فتنہ اور غلبۂ کفار کے ساتھ خاص ہے۔ ان کے علاوہ کسی دوسری مصیبت اور پریشانی مثلاً طاعون، وبا اور زلزلہ وغیرہ کے وقت قنوت پڑھنا جائز نہیں ہے۔ طاعون اور وبا کے وقت قنوت پڑھنے کو اس جاہل مولوی نے کذب وافترا بتایا تھا۔ صورت مسئلہ کی تفہیم اور حقیقۃً امر دریافت کرنے کی غرض سے حضور حجۃ الاسلام کی بارگاہ میں ایک استفتا آیا اور اقوال ائمہ وارشادات فقہا کی روشنی میں آپ سے جواب طلب کیا گیا۔ حضور حجۃ الاسلام نے فتنہ وفساد اور غلبۂ کفار کی تخصیص کا سختی سے رد کرتے ہوئے احادیث نبویہ اور معتبر کتب فقہیہ سے ناقابل شکست دلائل کی روشنی میں یہ مسئلہ واضح فرمایا کہ ''ہر مصیبت کے وقت قنوت پڑھنا جائز ہے۔ اسے صرف فتنہ وفساد اور غلبہ کفار کے ساتھ خاص کرنا سراسر غلط اور ادعائے محض ہے۔''

سائل نے اپنے سوال میں نوعیت مسئلہ کے پیش نظر اس کی ۷ رشقیں نکالی تھیں اور ہر ایک شق سے متعلق جواب دریافت کیا تھا۔ لہٰذا حضور حجۃ الاسلام نے ہر ایک شق پر تفصیلی کلام کرتے ہوئے اپنے موقف کے اثبات میں دلائل کے انبار لگا دیئے اور کتاب کا نام ''اجتناب العمال عن فتاویٰ الجھال'' رکھا۔

آپ نے پہلے لغت کی معتبر کتابوں سے ''نازلہ'' کی توضیح وتشریح کی ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔ ''فقال فی المصباح النازلة المصیبة الشدیدة تنزل بالناس انتھیٰ وفی القاموس: النازلة الشدیدة انتھی وفی الصحاح النازلة الشدیدة من شدائد الدھر تنزل بالناس انتھی''

(فتاویٰ حامدیہ، ص ۲۹۸)

ترجمہ: یعنی مصباح میں کہا کہ ''نازلہ'' وہ سخت مصیبت ہے جو لوگوں پر نازل ہوتی ہے اور قاموس میں ہے کہ نازلہ ہر سختی کا نام ہے اور صحاح میں کہا گیا کہ نازلہ یہ زمانے کی سختیوں اور مصیبتوں میں سے ایک مصیبت ہے جو لوگوں پر نازل ہوتی ہے۔

اس کے بعد ابن حبان کی ''التقاسیم والانواع'' اور خطیب بغدادی کی ''کتاب القنوت'' سے انس بن مالک سے مروی یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ ''ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لایقنت الا اذا دعا لقوم او دعا علیٰ قوم'' یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے لیے ان کے فائدے کی دعا فرماتے یا کسی قوم پر ان کے نقصان کی دعا فرماتے۔

حضرت حجۃ الاسلام نے اصول حدیث کی روشنی میں مندرجہ بالا حدیث کی سند پر بھی گفتگو فرمائی اور حدیث کی روشنی میں مندرجہ بالا حدیث کی سند پر بھی گفتگو فرمائی اور حدیث کی سند کو صحیح بتایا ہے کہ تا کہ کوئی غیر مقلد ضعیف ضعیف کی رٹ لگا کر حدیث کو نا قابل استدلال اور ساقط الاعتبار قرار نہ دے سکے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں فتح القدیر، غنیۃ اور مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے ''وھو سند صحیح'' یہ سند صحیح ہے۔ امام زیلعی کی نصب الرایہ میں ہے سند ھٰذین الحدیثین صحیح وھما نص فی ان القنوت مختص بالنازلة۔ یعنی ان دونوں حدیثوں کی سند صحیح ہے اور ان میں صاف تصریح ہے کہ قنوت ہر مصیبت کے ساتھ خاص ہے۔ (فتاویٰ حامدیہ، ص ۳۰۰)

اس کے بعد غنیۃ شرح منیہ، شرح نقایہ برجندی، فتاویٰ شامی، مراقی الفلاح، بحر الرائق، الاشباہ والنظائر اور مرقات شرح مشکوٰۃ سے اپنے موقف کی تائید میں عبارتیں پیش کی ہیں اور آخر میں دوٹوک الفاظ میں یہ فیصلہ سنایا ہے کہ ''ضروری سوال میں جو حکم اختیار کیا ہے محض خلاف تحقیق ہے۔ ہمارے ائمہ کرام کی تصریحات، کتب متون دیکھئے تو عموماً یہ ارشاد ہے کہ غیر وتر میں قنوت نہیں، ان میں وقت غلبۂ کفار کا بھی کہیں استثنا نہیں اور اگر تحقیقات، جمہور شارحین کرام پر نظر ڈالئے تو مطلقاً ''نازلہ'' کے لیے قنوت لکھتے ہیں۔ خاص فتنہ وغلبہ کفار کی ہرگز قید نہیں لگاتے۔''

(فتاویٰ حامدیہ، ص ۲۹۱)

اپنے موقف کو دلائل حقہ کی روشنی میں واضح کرنے کے بعد آپ نے ''ضروری سوال'' کے مصنف کی ۳۰؍جہالتیں ۳۰؍فریب اور بے شمار کج فہمیوں کی نشان دہی فرمائی ہے۔

کتاب کے جملہ مباحث خالص علمی اور فقہیہ انداز کے ہیں۔ ان مباحث کا مطالعہ کر کے ہم اپنے ذہن وفکر کے بند دریچے کھول سکتے ہیں۔

الصارم الربانی علی اسراف القادیانی:

حضور حجۃ الاسلام کے دور میں قادیانی فتنہ بہت زور سے آندھی کے مانند اٹھا تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے خانہ ساز عقائد ونظریات نے امت مسلمہ کو ایک عجب دینی اضطرابی کیفیت میں مبتلا کر دیا تھا اور اس وقت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات وممات کا مسئلہ محل نزاع بنا ہوا تھا۔ یہ حضور حجۃ الاسلام ہی کی ذات تھی جس نے سب سے پہلے اس فتنے کی سرکوبی فرمائی اور قادیانیوں کے مصنوعی تاج محل کو اپنے قلمی تیشہ سے دلائل وبراہین کی روشنی میں پاش پاش کر کے رکھ دیا۔ آپ کی بارگاہ میں ایک استفتاء آیا اور اس کا اطمینان بخش جواب طلب کیا گیا۔ سوال یہ تھا کہ ''ایک مدت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات میں ہر جگہ گفتگو ہوتی ہے اور اس میں دو گروہ ہیں۔ ایک وہ گروہ ہے جو مدعی حیات ہے اور ایک وہ گروہ ہے جو منکر حیات ہے۔ اور ان دونوں فریق میں سے کون حق پر ہے؟ بس اس بارے میں ایک آیت قطعیۃ الدلالۃ اور صریحۃ الدلالۃ یا کوئی حدیث مرفوع متصل اس مضمون کی عنایت فرمائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسدہ العنصری ذی حیات جسمانی آسمان پر اٹھا لئے گئے ہیں اور کسی وقت میں بعد حضرت خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان سے رجوع کریں گے۔''

حضور حجۃ الاسلام نے اس سوال کا نہایت عمدہ اور تفصیلی جواب دیا ہے اور کسی بھی گوشہ تشنہ اور نامکمل نہیں چھوڑا ہے۔ محدثانہ کلام اور متکلمانہ طریقۂ استدلال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حجۃ الاسلام بریلوی ''نہیں'' بلکہ حجۃ الاسلام امام غزالی بول رہے ہیں۔

سوال کا جواب دینے سے پہلے آپ نے ۵؍مقدمات ترتیب دیئے ہیں۔

پہلا مقدمہ: گمراہ فرقوں کی علامت کے بیان میں۔

دوسرا مقدمہ: اس امر کے بیان میں کہ مانی ہوئی باتیں چار قسم کی ہوتی ہیں۔

تیسرا مقدمہ: مدعی پر دلیل واجب ہے۔ دعویٰ کا ثبوت دیئے بغیر الٹا ثبوت مانگنا پاگل پن ہے۔

چوتھا مقدمہ: جو جس بات کا مدعی ہو اس سے اس دعوے کے متعلق بحث کی جائیگی۔ خارج از بحث بات کہ ثابت ہو تو اسے مفید نہیں، نہ ثابت ہو تو اس کے خصم (مدمقابل) کو مضر نہیں۔

یہ مقدمات خمسہ بیان کرنے کے بعد حضور حجۃ الاسلام نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کی حیات طیبہ، قرب قیامت زمین پر آپ کا نزول اجلال، علامات، قیامت امام مہدی کی اقتدا میں آپ کا نماز پڑھنا، دجال کو قتل کرنا، بعد نزول نکاح و اولاد اور بعد وصال آپ کا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اقدس میں دفن ہونا وغیرہ متعلقات پر ۴۳/احادیث بطور استشہاد نقل فرمائی ہیں۔ اپنے موقف کی تائید میں احادیث طیبہ نقل کرنے کے بعد آیت کریمہ ''انی متوفیک ورافعک الی'' میں واقع ''توفی'' اور واو عطف پر آپ نے اصول فقہ کی روشنی میں بڑا محققانہ اور عالمانہ کلام کیا ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں ''حرف واؤ ترتیب کے لیے نہیں کہ اس سے جو پہلے مذکور ہوا اس کا پہلے ہی واقع ہونا ضروری ہو۔ آیت سے صرف اتنا سمجھایا گیا کہ وفات و رفع و تطہیر سب کچھ ہونے والے ہیں اور یہ بلاشبہ حق ہے یہ کہاں سے مفہوم ہوا کہ رفع سے پہلے وفات ہوگی؟''

(فتاویٰ حامدیہ، ص ۱۹۷)

آیت میں مذکور ''توفی'' کے بارے میں رقم طراز ہیں توفی خواہ مخواہ معنی موت میں نص نہیں ''توفی'' کہتے ہیں ''تسلیم و قبض''۔ معنی یہ ہیں کہ مع جسم و روح تمام و کمال اٹھالوں گا۔ (ایضا، ص ۱۹۹) ''توفی'' کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''توفی'' بمعنیٰ استیفائے اجل ہے یعنی تمہیں تمہاری عمر کامل تک پہنچاؤں گا اور ان کافروں سے بچاؤں گا، ان کا ارادہ پورا نہ ہوگا، تم اپنی عمر تک پہنچ کر انتقال کروگے۔ وفات بمعنیٰ خواب خود قرآن میں موجود ہے ''وھوالذی یتوفاکم باللیل'' اللہ ہے جو تمہیں وفات دیتا ہے رات میں یعنی سلاتا ہے۔ (فتاویٰ حامدیہ، ص ۲۰)

حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''مسیح خدا نہیں'' جناب مسیح علیہ السلام کی حیات اور رفع آسمان سے متعلق بڑی نفیس بحث کی ہے اور آیت کریمہ میں مذکور ''توفی'' کی یہی تاویل و توجیہ کی ہے۔ لہٰذا ہم دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں بریلوی اپنے وقت کے امام غزالی تھے۔

☆☆☆

باب ہفتم

زبان وادب

حجۃ الاسلام اور عربی زبان وادب

ڈاکٹر محمد امجد رضا امجدؔ: مرکزی ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ

حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان اپنے عہد کے جید عالم دین، مرجع الانام فقیہ، سادہ اور مرصع دونوں نثر کے ماہر اور قادر الکلام شاعر تھے۔ آپ ہندوستان کے مشہور علمی ادبی اور روحانی خانوادے ''خانوادہ رضا'' میں سن ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں پیدا ہوئے۔ اور سن ۱۹۴۳ء میں انتقال فرما گئے۔ ان ۶۸ سالہ زندگی میں انہوں نے مذہب وملت اور علم وادب کی جو نمایاں خدمات انجام دیں وہ تاریخ کے صفحات کا روشن حصہ ہیں۔

آپ کی تعلیم والد گرامی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ ہی کے زیر سایہ ہوئی۔ تمام درسیات معقول منقول تفسیر، حدیث، فقہ، واصول بلکہ جملہ علوم وفنون آپ نے والد گرامی ہی سے حاصل کیا، فراغت کے بعد بھی تعلیمی سلسلہ موقوف نہیں کیا والد ماجد کی خدمت میں رہ کر فقہ ادب تصوف میں انہیں کے رنگ میں رنگتے رہے چنانچہ حجۃ الاسلام کے پہلے سوانح نگار مولانا ابراہیم خوشتر اپنی کتاب ''تذکرہ جمیل'' میں لکھتے ہیں:

فراغت (۱۳۱۲ھ مطابق ۱۸۹۵ء سے اپنے عم محترم استاذ زمن حضرت حسن بریلوی کے وصال ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء تک اپنے والد نامدار امام احمد رضا کی خدمت وصحبت میں تربیت کے مراحل سے گزرتے رہے۔ اس درمیان آپ نے مضامین بھی لکھے، استفتا کے جوابات بھی دئے اور تصنیف وتالیف کا کام بھی جاری رہا۔ آپ کے نام کے صوری ومعنوی نادر المثال مہر کی تاریخ ۱۳۱۲ھ سے پتہ چلتا ہے کہ امام احمد رضا نے اسی سال آپ کو کار افتا کے لئے تیار کر دیا تھا (۱)

۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۶ء میں آپ فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے حرمین شریفین تشریف

لے گئے وہاں آپ نے مکہ معظمہ میں شیخ العلما محمد سعید بابصیل (۲) اور مدینہ طیبہ میں مولانا سید احمد برزنجی (۳) کے حلقہ درس میں شریک ہوئے۔عرب کے اکابر علما و مشائخ نے سندیں عطا فرمائیں۔حضرت مولانا خلیل خربوطی (۴) نے سند فقہ عطا فرمائی۔جو علامہ سید طحطاوی سے نہیں صرف دو واسطوں سے حاصل تھی۔وہاں آپ مشائخ حرمین طیبین سے عربی میں مکالمہ فرماتے، مدینہ طیبہ کے جید عالم مولانا عبدالقادر طرابلسی شامی سے جو مکالمہ ہوا اس کا ملفوظات میں تذکرہ ملتا ہے (۵)

مولانا حامد رضا میں علم و فن کی جو گیرائی و گہرائی اور تہہ داری تھی وہ الولد سر لابیہ کا آئینہ دار تھی۔آپ کے والد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ اپنے عہد کے ممتاز فقیہ، عبقری عالم دین، بلند پایہ محدث و مفسر، کثیر التصانیف مصنف اور صوفی صافی بزرگ تھے۔جن کے علم کا شہرہ ہند سے بیرون ہند افریقہ و عرب تک پہنچا (۶) اور علمائے عرب و عجم نے جنہیں بڑے بڑے القابات کے ساتھ خراج تحسین پیش کیا۔اعلیٰ حضرت نے اس عہد میں جب کہ علوم و فنون کی تقسیم در تقسیم نہیں ہوئی تھی ۵۵ علوم و فنون پر ہزار سے متجاوز کتابیں تصنیف فرمائیں (۷)۔آج کی تحقیق کے مطابق ان کے علوم و فنون کی تعداد ۱۰۰ ر سے متجاوز ہے اور خاص عربی زبان میں آپ کی تصانیف کی تعداد ۲۵۰ ر کے قریب ہے جو کئی فنون کو محیط ہے (۸)۔کتابوں کا نام بھی عربی زبان میں ہے اور اتنا سلیس و مرصع ہے کہ اس سے جہاں موضوع کتاب کی وضاحت ہوتی ہے وہیں مصنف کی عربی ادب پہ مہارت تامہ کا اذعان بھی ہوتا ہے-------حضرت حجۃ الاسلام کے اندر بھی والد ہی کی خصوصیات منعکس ہوئیں آپ کی ان صلاحیتوں کا اندازہ آپ کے والد گرامی سے زیادہ کس کو ہوگا اسی لئے مختلف مواقع پر آپ نے اس کا تذکرہ فرمایا۔مثلاً سرکار محبی مولانا عبدالرحمٰن پوکھریروی (۱۰) نے اپنے یہاں کے لئے امام احمد رضا کو مدعو کیا، آپ کثرت کار کے سبب پوکھریرا نہیں جا سکے مگر اپنا قائم مقام بنا کر حجۃ الاسلام کو بھیجا اور ایک گرامی نامہ تحریر فرما کر روانہ کیا جس میں تحریر فرمایا:

"اگرچہ میں اپنی مصروفیت کی بنا پر حاضری سے معذور ہوں مگر حامد رضا کو بھیج رہا ہوں یہ میرے قائم مقام ہیں ان کو حامد رضا نہیں احمد رضا ہی کہا جائے" (۱۲)

چنانچہ اس خط کے ساتھ آپ اعلیٰ حضرت کی نیابت کرتے ہوئے پوکھریرا تشریف لے گئے اور علاقہ کے مختلف گاؤں کے لوگ آپ کی شخصیت اور علم و معرفت سے شرف یاب ہونے کا

موقع ملا۔اسی موقع سے (غالبا شعبان ۱۳۱۸ھ میں) راقم الحروف کے والد گماشتہ عبد الغفور خاں کی دعوت پہ آپ میرے گاؤں ''رضا باغ گنگٹی'' بھی تشریف لے گئے اور تقریبا ہفتہ روز قیام فرمایا جہاں خلق خدا آپ سے خوب خوب فیضیاب ہوئی۔(۱۳)

اسی طرح اپنے وصال کے وقت اپنی جانشینی کے لئے جب حضرت حجۃ الاسلام کو منتخب فرمایا تو یہ جملے ارشاد فرمائے ''ان کی بیعت میری بیعت ہے، ان کا ہاتھ میرا ہاتھ، ان کا مرید میرا مرید، ان سے بیعت کرو'' امام اہل سنت کی زبان سے نکلے ہوئے یہ جملے حجۃ الاسلام کی عظمت شان کے لئے کافی ہیں۔اسی لئے علامہ حسنین رضا خان بریلوی نے فرمایا کہ ''اعلیٰ حضرت کے بعد اگر واقعی کوئی عالم اور ادیب تھا تو وہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان تھے۔(۱۴)

اس تذکرہ کا مقصد دراصل حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا کی قابلیت ولیاقت کا اظہار تھا یہی وجہ ہے اکابر علما مشائخ نے انہیں اعلیٰ حضرت کا صحیح علمی جانشیں کہا اور جو اس بلند پایہ عالم کا صحیح علمی جانشیں ہو زبان وادب پہ اس کی مہارت کا کیا کہنا۔حجۃ الاسلام کی تصانیف ان کی اس صلاحیت کی شاہد ہیں جس میں استدلال، اسلوب تحقیق تنقید، ترجمہ تمام طرح کی خوبیاں سمٹی ہوئی ہیں۔تصانیف کی مجموعی تعداد کا اندازہ تو نہیں لگایا جاسکا تاہم معروف تصانیف کو دیکھ کی ان کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے: ان کی معروف تصانیف یہ ہیں

الصارم الربانی علی اسراف القادیانی	سد الفرار
دو آفت بدایوں کی خانہ جنگی	نکس اباطیل مدرسہ خرما
اجلی انوار رضا	اجتناب العمال
سلامۃ اللہ لاہل السنہ	رمز شیریں چاہ شور
قصدیم شیریں باچاہ شور	خطبہ اسقبالیہ
اذان من اللہ	مراسلت سنت وندوہ
تیسیر الماعون	حبل اللہ المتین
تعلیقات فتاوی رضویہ	کنز المصلی پر حاشیہ
مسئلہ اذان کا حق نما فیصلہ	تمہید وترتیب الاجازات المتینہ
حاشیہ ملا جلال	ترجمہ الدولۃ المکیہ

دیوان نعت اردو

جہاں تک عربی زبان وادب پہ حجۃ الاسلام کی قدرت وخدمت کا تعلق ہے تو یہ واقعہ ہے کہ ان کی عربی نثر نگاری وشاعری اور زبان وبیان پہ عبور ومہارت کی تعریف علمائے عرب نے بھی کی ہے۔ ۱۳۴۲ھ حجۃ الاسلام کے دوسرے حج وزیارت کے موقع پر عرب کے معروف عربی داں حضرت شیخ سید حسن دباغ اور سید محمد مالکی ترکی نے آپ کی عربی دانی اور قابلیت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اس طرح اعتراف کیا:

ہم نے ہندوستان کے اطراف واکناف میں حجۃ الاسلام جیسا فصیح وبلیغ دوسرا نہیں، دیکھا جسے عربی زبان میں اتنا عبور حاصل ہو'' (۱۵)

اسی سلسلہ میں ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب نے ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے لکھتے ہیں:

> حجۃ الاسلام کو ایک بار دارالعلوم معینیہ اجمیر شریف طلبہ کا امتحان لینے کی دعوت دی گئی، امتحان کے بعد جب واپس ہونے لگے تو مولانا معین الدین صاحب نے دارالعلوم کے معائنہ رجسٹر میں کچھ لکھنے کی فرمائش کی۔ آپ نے فرمایا کس زبان میں لکھ دوں؟ مولانا معین الدین اس وقت تک حجۃ الاسلام سے مکمل طور پر متعارف نہیں تھے انہوں نے کہہ دیا عربی میں تحریر کر دیجئے۔ حجۃ الاسلام نے قلم برداشتہ کئی صفحات کا معائنہ نہایت ہی فصیح وبلیغ عربی میں تحریر کر دیا۔ اس قلم برداشتہ لکھنے پر مولانا معین کو حیرت ہو رہی تھی کیوں کہ خود ان کو اپنی عربی دانی پہ بڑا ناز تھا۔ جب معائنہ لکھ کر حجۃ الاسلام تشریف لے آئے تو مولانا معین ان کی واپسی کے بعد اس کا ترجمہ کرنے بیٹھے۔ حجۃ الاسلام کی عربی دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گئے اور لغت دیکھ دیکھ کر بدقت تمام اس کا ترجمہ کیا'' (۱۶)

ان کے سوانح نگار نے ان کی لیاقت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بریلی میں خلافت کمیٹی کے جلسہ میں مولانا ابوالکلام آزاد سے مولانا سید سلیمان اشرف بہاری کا مکالمہ ہوا مولانا آزاد نے اپنے نخوت علم کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ پھر اس موضوع پہ ہم سے مناظرہ

کر لیجئے مگر مناظرہ عربی میں ہوگا۔ حجۃ الاسلام نے فرمایا کہ "منظور ہے، مگر اس شرط کے ساتھ کہ مناظرہ میں دونوں فریق عربی کے بے نقط الفاظ استعمال کریں گے"۔ یہ سن کر مولانا آزاد کا پندار علم ٹوٹ گیا اور مناظرہ ہونے سے رہ گیا۔ (۱۷)

حجۃ الاسلام کو عربی ادب پہ اتنا ہی عبور تھا جتنا کسی اہل زبان کو ہوتا ہے۔ نثر تو نثر ہے نظم میں بھی انہیں ویسا ہی ملکہ حاصل تھا ان کی نثر کے نمونے اعلیٰ حضرت کی عربی تصانیف:

الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ

کفل الفقیہ الفاھم فی حکام قرطاس الدراھم

الاجازۃ المتینہ لعلماء بکۃ و المدینہ

الوظیفۃ الکریمہ

کی تمہیدوں میں محفوظ ہیں۔ جنہیں آپ نے برجستہ اور قلم برداشتہ لکھا ہے اور جسے دیکھ کر والد گرامی نے خوشی کا اظہار بھی فرمایا اور بطور تمہید یا مقدمہ کتاب میں شامل کرنے کی اجازت دی۔ مناسب ہے کہ یہاں ان کی عربی تمہیدات کے چند نمونے دے دئے جائیں۔

الدولۃ المکیہ جو علم غیب کے موضوع پر علماء عرب کے سوالات کے جواب پر مشتمل ہے اور جسے امام احمد رضا نے صرف ساڑھے آٹھ گھنٹے میں قلم بند فرمایا ہے اس کی برجستہ تمہید ملاحظہ کریں جس میں پوری کتاب کا نہایت شاندار اختصار اور نصوص و آثار کا خلاصہ پیش کر دیا گیا ہے:

الحمد للہ العلام الغیوب، غفار الذنوب، ستار العیوب، المظھر من ارتضیٰ من رسول علی السر المحجوب و افضل الصلوٰۃ و اکمل السلام علیٰ ارضیٰ من ارتضیٰ و احب محبوب سید المطلعین علی الغیوب، الذی علمہ ربہ تعلیما کان فضل اللہ علیہ عظیما، فھو علیٰ کل غائب امین و ماھو علی الغیب بضنین و لا ھو بنعمۃ ربہ بمجنون مستور عنہ ما کان و مایکون، فھو شاھد الملک و الملکوت و مشاھد الجبار و الجبروت، ما زاغ البصر و ماطغیٰ، افتمرونہ علیٰ مایریٰ نزل علیہ القرآن تبیانا لکل شی فاحاط الاولین و الآخرین و بعلوم لا تنحصر بحد و ینحسر دونھا العد و لا یعلمھا احد من الغلمین فعلوم آدم و علوم العالمو علوم اللوح و علوم القلم کلھا قطرۃ من بحار علوم حبیبنا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم لان علوم مایدریک علومہ علیہ صلوٰت اللہ و تسلیمہ ھی اعظم شحہ و اکبر غرفہ من ذالک البحر الغیر

المتناهی اعنی العلم الازلی الالٰھی فھو یستمد من ربہ و الخلق یستمدون منہ فما عندھم من العلوم انما ھی لہ و بہ و منہ و عنہ ؎

و کلھم من رسول اللہ ملتمس
غرقا من البحر او شفا من الدیم
و واقفون لدیہ عند حدھم
من نقطۃ العلم او من شکلۃ الھکم

قارئین اس نثری نمونے میں حجۃ الاسلام کی مقفّی مسجع عبارت کے ساتھ برائت استہلال کا کمال ملاحظہ کریں کہ علم غیب کے مسئلہ میں ایسی آیات، اور ایسے الفاظ کا استعمال جس سے موضوع کتاب پہ بھر روشنی پڑے انہوں نے کس برجستگی سے استعمال کئے ہیں۔ ترجمہ اہل علم کے ذوق مطالعہ پہ چھوڑتے ہوئے ان کی عربی نثر کا دوسرا نمونہ حاضر کرتا ہوں۔

نوٹ کے مسئلہ پہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی ایک مایہ ناز تصنیف ''کفل الفقیہہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم'' اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ جس وقت کاغذ کا نوٹ پہلی بار مارکیٹ میں آیا تو یہ سوال سامنے آیا کہ یہ جائز ہے یا نہیں تو جہاں اوروں نے جواب دیا کہ ''بندہ کو اس کی تحقیق نہیں'' وہیں امام احمد رضا نے باضابطہ اس پہ عربی زبان میں ایک کتاب لکھ ڈالی جو اپنے استدلال اور زور بیان کے اعتبار سے انتہائی لاجواب اور بے مثل ہے۔ اس کی تمہید حضرت حجۃ الاسلام نے لکھی ہے اور اس میں وہ کمال فن دکھایا ہے کہ بقول مولانا ابراہیم خوشتر ''کفل الفقیہ الفاہم کی تمہید عربی زبان و بیان کے انمول جواہرات ہیں اور عربی ادب کے خزائن میں نوادرات کا حسین اضافہ ہیں'' اگر ان کی بات پہ یقین نہ ہو تو ذیل کا یہ اقتباس ملاحظہ کریں اور خود ہی اپنے دل کی آواز سنیں:

احمد الحمید المحمود حمد حامدا احمد او اصلی و اسلم علی احمد محمد اسمہ احمد وبعد فلما توجہ للمسیر کالبدر المنیر من حضیض الھند الی اوج ام القریٰ وزیارۃ حرم الحبیب المصطفیٰ المرتجی المرتضیٰ المجتبیٰ علیہ افضل التحیۃ والثنامرۃ اخریٰ فی العام الماضی قبل عام خلا امام اھل السنت السنیہ والجماعۃ السنیہ مجدد المأۃ الحاضرہ مؤید الملۃ الطاھرہ سنام نور الایمان انسان عین الاعیان الذی لم یکتحل بمثلہ طرف الاوان قطب المکان وغوث الزمان برکۃ الاعیان آیۃ من آیات الرحمٰن سیدی واستاذی ووالدی وملاذی حضرت المولیٰ الحاج الشیخ احمد رضاخان افاض اللہ علینا من

نثر کے بعد اب نظم کا جائزہ لیں تو یہاں بھی ایک جہان حیرت ہمیں متحیر کرنے کے لئے موجود ہے۔ اردو کی طرح برجستہ برمحل اور علمی وفنی اعتبار سے بھرپور اشعار کہنا ان کے لئے اتنا ہی آسان نظر آتا ہے جتنا غیر عربی داں کو سوچ کر بھی لکھنے میں مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اس دعویٰ کی دلیل کے لئے بھی چند نمونے دیکھیں۔

امام احمد رضا کی عربی شاعری بھی اپنا جواب آپ ہے۔ ان کے اشعار پہ اضافہ آسان نہیں ہے۔ جن لوگوں نے ان کی اردو زمین میں نعتیں کہیں ہیں وہ معیار واقدار کے اعتبار سے کس پایہ کی ہیں سب کو معلوم۔ پھر ان کی عربی شاعری پہ اضافہ کتنا مشکل ہوگا اہل علم سوچ سکتے ہیں مگر آپ کی جانشینی کا حق ادا کرتے ہوئے حضرت حجۃ الاسلام نے اس پر معیاری اشعار کا کس طرح اضافہ فرمایا ملاحظہ کریں ؎

حسبی الخیرات ماعدوتہ — یوم القیمۃ فی رضاء الرحمٰن

دین النبی محمد خیر الوریٰ — ثم اعتقادی مذھب النعمانی

وتوسلی وتوردی وارادتی — بابی الحسین احمد النورانی

الدولۃ المکیہ جسے امام احمد رضا نے علم غیب مصطفیٰ سے متعلق مکہ معظمہ میں پوچھے گئے سوال کے جواب میں صرف آٹھ گھنٹہ میں تحریر فرمایا۔ یہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی مایہ ناز تصنیف ہے جس پر علمائے عرب کی بڑی وقیع تقریظیں ہیں جیسے:

علامہ سید اسمٰعیل بن خلیل مدینہ شریف

شیخ العلما محمد سعید بن محمد بابصیل مکی، مفتی شافعیہ

شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن سراج مکی، مفتی حنفیہ

علامہ شیخ محمد عابد، مکی، مفتی مالکیہ

علامہ شیخ عبداللہ بن حمید، مکی مفتی حنبلیہ

علامہ شیخ صالح بن شیخ صدیق کمال

علامہ احمد ابوالخیر بن عبداللہ میرداد، امام مدرس وخطیب مسجد حرام

مدرس مسجد حرام محمد علی بن شیخ صدیق کمال حنفی

استاذ العلما مسجد حرام عبداللہ بن محمد صدقہ بن زینی دحلان وغیرہ وغیرہ یعنی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے کل ۷۴ علماء وشیوخ کی تقریظیں اس کتاب میں شامل ہیں۔ اس کتاب کی منظوم عربی تمہید کا انداز ملاحظہ فرمائیں ؎

وکلھم من رسول اللہ ملتمس غرقامن البحر او شفا من الدیم

وواقفون لدیہ عند حدھم من نقطۃ العلم او من شکلۃ العلم

اسی طرح حجۃ الاسلام کی مایہ ناز تالیف ''الاجازت المتینہ لعلماء بکۃ والمدینہ'' جس میں اسناد حدیث وسلال طریقت کا ذکر ہے اس کی تمہید کے یہ اشعار دیکھیں

الابابی من کان ملکا وسیدا وآدم بین الماء والطین واقف

اذا رام امرا لایکون خلافہ ولیس لذالک الامر فی الکون صارف

فقربہ تقریبا وجعلہ الالکرام حبیبا واصلہ من القلوب المحل جلیل

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے خلیفہ مولانا برہان الحق جبل پوری کی کتاب ''احلال الیقین بتقدیس سید المرسلین'' پر منظوم تقریظ کا رنگ دیکھیں:

احمد اللہ خالق النسم ذراء اللوح بارء القلم

ونصلی علی الحبیب لہ اعلم الخلق خیر کلھم

وعلی آلہ واصحابہ ماتمر السحاب بالدیم

عن الحق فیہ یا برھان نسماہ للاسمک کسم

بریلی کی جنکشن مسجد جب بن کر تیار ہوئی اور اس کی تاریخ کے لئے بعض احباب نے فرمائش کی تو آپ نے برجستہ یہ قطعہ تاریخ تحریر فرمایا

انما یعمر لمساجد من آمن بالالہ والاخریٰ

من بناہ بنالہ اللہ بیت در بجنۃ الماویٰ

شکر اللہ معی قیمہ عمر حامد رضا شفیق رضا

قلت سبحان ربی الاعلیٰ مسجد اسس علی التقویٰ

۴۷۴ 28 3 1 =۸ ۵۴

(معارف رضا، کراچی شمارہ ہفتم، ۱۹۸۷ء)

الدولۃ المکیہ پر علماء وشیوخ عرب نے عربی میں تقریظیں لکھی ہیں بعض نے منظوم تقریظ لکھی ہے اور بعض نے تقاریظ میں اشعار بھی استعمال کئے ہیں۔اور اس میں مصنف کتاب کو بڑے بڑے القابات سے نوازا یہاں اس کا ذکر میرے مضمون کا حصہ نہیں۔اس کی مکمل تفصیل کے لئے ماہر رضویات پروفیسر مسعود احمد مظہری کی مؤلفہ کتاب ''امام احمد رضا علمائے حجاز کی نظر میں'' کا مطالعہ مفید ہوگا۔الدولۃ المکیہ کے ذکر کا مقصد یہ تھا کہ اس کتاب کا ترجمہ کیا ہے حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا نے۔آپ خود عربی زبان کے ماہر زبان دان تھے جیسا کہ اس سے پہلے گزرا آپ کی یہ قابلیت اس کتاب کے ترجمہ سے بھی ظاہر ہے۔منظوم کتاب کا منظوم ترجمہ اور نثر میں شامل اشعار کا اشعار میں ترجمہ عربی ادب پہ حجۃ الاسلام کی مہارت تامہ کی دلیل ہے اس حوالہ سے چند شواہد دیکھیں:

اس کتاب پہ منظوم تقریظ حضرت شیخ عبدالقادر محمد بن سودہ القرشی کی ہے ان کے بعض اشعار ہیں ؎

ایھا الناظر فیھا ۔۔۔ انظر الحق یقینا
فھی واللہ اساس ۔۔۔ وھی نور المؤمنینا
ویخفی النور حقا ۔۔۔ من نجوم ظاھرینا
نور ھم فی الھند ظاھر ۔۔۔ من جمیع المؤمنینا
عالم الخمس یقینا ۔۔۔ بل رأی الحق مبینا

ان کا ترجمہ کیا ہے ؎

اے مرے پیارے ناظریں ۔۔۔ حق ہے یہ رسالہ بالیقیں
واللہ وہ ہیں اصل دیں ۔۔۔ نور وضیائے مؤمنین
کیا نور سچ مچ چھپ رہے ۔۔۔ انجم سے جب ہو سب کھلے
یہ نور ہند کا نور ہے ۔۔۔ مسلم میں جس کا ظہور ہے
اسے علم خمس ہے بالیقیں ۔۔۔ کہ خدا بھی اس سے چھپا نہیں

اسی طرح حرم شریف میں مدرس علامہ شاہ عطیہ محمود نے یہ تقریظ لکھی ؎

للہ در مؤلف اھدی لنا ۔۔۔ درء القدوح شرح الصدور صدورہ

اهدته للارواح راحة احمد فسما و طاب لدی الانام سروره

قد صاغ جو هره بمكة فازدهیٰ و ازداد فضلا حیث ثم ظهوره

لاشک ان الارض الاله و احمدا هٰذا الشنیع المشرقات بدوره

یامن تروم العلم بادروا و اغتنم روض العلوم الفائحات زهوره

اس کا ترجمہ کتنا سلیس کیا ہے ملاحظہ فرمائیں

دست رضا نے جام دیا ارمغاں جاں جس سے بلند خلق کا کیف وسرور ہے

مکہ میں ناز اس کے ڈھلے ناز ہے تو یہ فضل وشرف بڑھا کہ وہاں کا یہ نور ہے

پاکیزہ برگزیدہ حق اس کا ہے گر کہوں تحریر آب زر سے نگار سطور ہے

اللہ و مصطفیٰ کے حرم ارض محترم وہ آسمان علم سے بدر الدرور ہے

جلد آؤ شائقو کہ غنیمت ہے باغ علم مہکے چمن علوم کے فوز ہور ہے

اس طرح کے نمونے ان کی مختلف کتابوں میں موجود ہیں جس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ عربی نثر پہ عربی نژاد کی طرح قدرت ومہارت رکھتے تھے۔ ان کی کتابیں جن کا تذکرہ اوپر مذکور ہوا اہل علم کے مطالعہ کی زینت کے لئے بیقرار ہیں ضرورت ہے کہ خالص علمی نکتہ نگاہ سے ان کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے مجھے یقین ہے کہ مطالعہ کے بعد ہر قاری کا یہی تاثر ہوگا کہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان دیگر علوم وفنون کی طرح عربی ادب پہ بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے اور ہندوستان میں عربی ادب کی خدمت کرنے والوں میں آپ کا قابل ذکر اور ناقابل فراموش کردار ہے۔

حواشی

(۱) (تذکرہ جمیل، ص)

(۲) شواہد کے لئے مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ کیا جائے

فتاویٰ افریقہ / اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

امام احمد رضا اور علمائے عرب / پروفیسر مسعود احمد مظہری

امام احمد رضا اور علمائے مکہ / بہا الدین زکریا شاہ

خلفائے امام احمد رضا

(۳) فقیہ اسلام / ڈاکٹر حسن رضا خاں

تصانیف امام احمد رضا

رضا بک ریویو کا ''رضویات کا اشاریہ نمبر

(۴) فقیہ اسلام / ڈاکٹر حسن رضا خاں

تصانیف امام احمد رضا / مولانا عبدالمبین نعمانی

رضا بک ریویو کا ''رضویات کا اشاریہ نمبر

(۵) معارف رضا، کراچی شمارہ ہفتم (۱۹۸۷)

(۶) حضرت محبی کا اصل نام عبدالرحمٰن ہے آپ اپنے عہد کے جید عالم و عارف اور کثیر التصانیف مصنف تھے ان کے حالات مفتی محمود احمد رفاقتی کی کتاب تذکرہ علماء اہل سنت اور مولانا ریحان رضا انجم کی مرتبہ ''سرکار محبی نمبر'' میں موجود ہیں۔

(۷) یہ سن ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۹۰۰ کا واقعہ ہے۔ اس موقع پر امام احمد رضا معروف محقق قاضی عبدالودود کے والد حضرت قاضی عبدالوحید فردوسی علیہ الرحمہ کی منعقدہ سات روزہ کانفرنس میں پٹنہ تشریف لائے ہوئے تھے۔

(۸) تذکرہ جمیل / مولانا ابراہیم خوشتر انگلینڈ

اسی موقع پر حضرت حجۃ الاسلام سیتا مڑھی کے مشہور گاؤں ''پوکھریرا'' تشریف لے گئے اور یہیں سے ہماری بستی ''رضاباغ گنگٹی بھی میرے والد عبدالغفور خاں حامدی اور ان کے برادران عبدالشکور خاں وغیرہ کی دعوت پر تشریف لائے اور تقریبا سات روز قیام فرمایا

(۹) محدث بریلوی اور علما مکہ ص ۲۵۱

(۱۰) محدث بریلوی اور علما مکہ ص

(۱۱) محدث بریلوی اور علما مکہ ص

(۱۲) معارف رضا، ہفتم (شمارہ ۱۹۹۷)

(۱۳) یہ روایت امین شریعت مفتی عبدالواجد قادری مدظلہ۔

(۱۴) تذکرہ جمیل

(۱۵) تذکرہ جمیل

(۱۶) فتاویٰ حامدیہ

(۱۷) ابوالکلام کی تاریخی شکست

(۱۸) الدولۃ المکیہ

(۱۹) کفل الفقیہہ الفاھم

(۲۰) تجلیات حجۃ الاسلام / ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی

(۲۱) تاریخ مشائخ قادریہ

(۲۲) (فتاویٰ حامدیہ / مقدمہ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، ص ۵۸)

(۲۳) فتاویٰ حامدیہ / مقدمہ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، ص ۵۹

☆☆☆

حجۃ الاسلام اور فارسی زبان وادب

ڈاکٹر محمد امجد رضا امجد

علوم وفنون کی جامعیت اور اس کے ذریعہ دین متین کی خدمت میں خانوادہ رضا کی امتیازی شان ہے۔ اعلیٰ حضرت کے آباواجداد سے لے کر ان کی اولاد امجاد تک میں یہ نمایاں وصف تاریخ کا اہم حصہ ہے جسے کوئی واقف کار انکار نہیں کرسکتا۔ چھ نسلوں سے متعدد افراد کے ذریعہ فتویٰ نویسی بھی اس خانوادہ کا اختصاص ہے، فقہ وافتا کی یہ خدمت عربی فارسی اردو انگریزی تینوں زبانوں پر مشتمل ہے اور پوری دینا ان سے فیضیاب ہورہی ہے۔ یہاں اس خانوادہ بالخصوص حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ والرضوان کی فارسی زبان وادب پہ خدمات کی تھوڑی سی جھلک پیش ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی مختلف علوم وفنون پہ متعدد کتابیں نظم ونشر میں دستیاب ہیں استاذ زمن علامہ حسن بریلی کی بھی فارسی مثنوی ''صمصام حسن براد ابر فتن'' فتاویٰ رضویہ، فتاویٰ حامدیہ، فتاویٰ مفتی اعظم میں بھی فارسی فتاویٰ موجود ہیں نمونہ کے طور پر صرف اعلیٰ حضرت کا ایک فارسی فتویٰ ملاحظہ کریں۔

چہ فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں صورت کہ درخانہ شخصے دہ کس موجود است، وقربانی بر ہریک ایشاں واجب است، پس شخصے مذکور گاوے خرید از طرف ہفت کس قربانی نمود واز جانب سہ کس ہیچ نکرد، ووقت قربانی فوت گردید، پس از بواقی ساقط شود یا بمقدار آں مرفقراء ومساکین را صدقہ کنند شرعا چہ حکم است۔ بینوا بسند الکتاب توجروا من الملک الوہاب۔

اعلیٰ حضرت قبلہ جواب ارشاد فرماتے ہیں ملاحظہ کریں جواب میں کتنی سلاست روانی اور پختگی ہے وہ اظہر من الشمس ہے:

الجواب: از سہ باقی ساقط نشود فان الاضحیۃ واجبۃ عینا لا کفایۃ، وچوں وقت گزشتہ است واجب است کہ ہر ایک ازیں سہ کساں قیمت گوسپندے کہ در اضحیہ کافی شود، بر فقرا

صدقہ کند فی الدار المختار ترکت التضحیۃ ومضت ایامہا تصدق غنی بقیمۃ شاۃ تجزء فیہا

اہ ملتقطا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

ایک فتویٰ اور بھی دیکھیں طالب پور ضلع مرشد آباد کوٹھی راجہ صاحب سے محمد جان صاحب نے پوچھا

چہ می فرمایند علمائے شریعت غرا اندریں مسئلہ کہ اگر چرم اضاحی بمتولیاں مدارس دینیہ تملیکا دادہ شود وایشاں بصوابدید خود یا باشارۃ استشارہ دہندگاں چرم اور ادر ضروریات مدرسہ صرف نمایند سمتے از جواز وارد یانہ؟ بینوا توجروا

الجواب: در جواز بعد اراقۃ دم واقامت قربت صورت مذکورہ جائے سخن نیست، متولیان اگر فقراء باشند ایں تملیک تصدق باشد ورنہ ہدیہ، وہیچک ازینہا در اجزائے اضحیہ ممنوع نیست، فی النقایہ وشرحہا للبرجندی یہب من یشاء علی سبیل التملیک فقیرا او غنیا

اہ آنچہ کہ ممنوع ومکروہ است بیع بروجہ تمول ست لحدیث من باع اضحیتہ فلا اضحیۃ لہ

اہ رواہ الحاکم فی المستدرک والبیہقی فی السنن عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و پیدا است کہ ہدیہ از بیع چیزے بناشد۔ بالجملہ ایں مبنی خود در لحم اضحیہ روا است۔

وجلد بالا تراز و نیست، بالاتفاق،

اب حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ والرضوان کا ایک فتویٰ ملاحظہ کریں جو سب سے پہلے ماہنامہ ''تحفہ حنفیہ'' میں شائع ہوا پھر اسے فتاویٰ حامدیہ میں مرتب فتاویٰ مفتی عبدالرحیم نشتر فاروقی صاحب نے شامل کیا۔ اس فتویٰ میں استدلال، زور بیان، سلاست وروانی اور کتنی صفائی ہے قارئین محسوس کر سکتے ہیں ملاحظہ فرمائیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال: چہ می فرمایند علمائے دین اندریں کہ مسلمان دیگر یک مسلمان معروف النسب را ناحق دشنامہائے ناسزا یعنی حرامزادہ وبدطینت گفت وزنے محصنہ پاکیزہ را متہم بزنا کرد واستفتاء شریعت را ہم انکار نماید، یعنی چون اور اعالمے گفت کہ برہم چنین قول تو بحسب شرع فتویٰ باشد۔ گفت کہ من چندین استفتہائے شرع را حدث کردہ بر باد دادہ ام ونیز خواہم داد۔ پس حسب شرع شریف ودین منیف چہ حکم دارد ومخالطت ومجالست باورواباشد یانہ۔ بینوا توجروا

الجواب: سب وشتم مسلم بے وجہ شرعی سخت کبیرہ است حرام قطعی۔ قال رسول اللہ ﷺ ساب المسلمین الفسوق، دشنام دادن مسلمان را معصیت است کبیرہ۔ رواہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ والحاکم عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ومی فرمایند ﷺ ساب المسلمین کالمشرف علی الهلکۃ مسلم را دشنام دہندہ گویا در ہلاکت زنندہ رواہ الامام احمد والبزار عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند جید ونیز می فرمایند

صلی اللہ علیہ وسلم من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ۔ کسیکہ مسلمان را ایذا داد مابدولت را ایذا داد۔ (سرت گردم وقربانت شوم) وہر کہ مابدولت را ایذا داد منتقم حقیقی را ایذا داد۔ (عز جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم) رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن واللہ تعالیٰ شانہ می فرمایند والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم وی فرماید جل جلالہٗ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعدلھم عذاباً مھینا۔ لاریب کسانیکہ اللہ ورسول ایذا می دہند خدائے ایشان را لعنت کردہ است۔ در دنیا وآخرت ومہیا کردہ است مر ایشان را عذاب دردناک وخوار کنندہ۔ پس از فرمان حضور سرور دوجہاں علیہ التحیۃ والثنا کہ بروفق شکل اولست نتیجہ کہ حاصل شد۔ من اذی مسلماً فقد اذی اللہ صغریٰ کنیم وآیۃ کریمہ ان الذین یؤذون الآیۃ را کبریٰ پنداریم نتیجہ ببیجہ برمی خیزد کہ برناحق شاتم مسلم بلاہامی ریزدوہمی است حکم قذف محصنہ کہ بے حجت شرعیہ معصیت است کبیرہ سزائش ہشتاد درہ ونامقبول شہادت ابدیدیت برآں طرہ۔ پس درصورت مستفسرہ این کس ناکس فاسق است وبرفسقش خود قرآن ناطق والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یاتو باربعۃ شہداء فاجلدوھم ثمنین جلدۃً ولا تقبلوا لھم شھادۃً ابدًا واولئک ھم الفاسقون۔ الا الذین تابوا من بعد ذٰلک واصلحوا فان اللہ غفور الرحیم۔ وآنچہ نسبت فتاویٰ شرعیہ چنیں وچناں گفت وبہ صریح استخفاف گل دیگر شگفت از اثم وفسوق۔ بالا تاخت وسندان کفر برجام ایمانش انداخت بہ توبہ انابت پرداز دوکلمۂ شہادت وصدق قلب بزبان راند۔ ورنہ عجب نے کہ شامت این کلمات کفر بسوئے خاتمہ انجام برہمیں ارتداد جان از دست بازد۔ درخلاصہ می فرماید لوقال مرا بمجلس علم چہ کار اوقال من یقدر علیٰ اداء مایقولون یکفر اھ درعالمگیر است لو القی فتویٰ علی الارض وقال این چہ شرع است کفر اھ۔ ملخصاً ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری در شرح فقہ اکبر ارشاد می نماید القی الفتویٰ علی الارض ای اھانۃ کما یشیر الیہ عبارۃ الالقاء او قال ماذا الشرع ھٰذا کفر اھ۔ الحاصل این کس ناکس فاسق یعنی چہ فاش مرتدست مخالطت مجالست باو بالاجماع حرام وموجب ہزاران آثام ونسئل اللہ العفو والعافیہ فی الدین والدنیا والآخرۃ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم وعلمہ ومجدہٗ اتم واحکم۔

کتبہ محمد ن المعروف بہ حامد رضا

کان اللہ تعالیٰ بجاہ حبیبہ المجتبیٰ علیہ افضل التحیۃ والثناء

مناسب ہے کہ اس فتویٰ کا ترجمہ بھی کر دیا جائے مگر کتاب پریس جا رہی ہے اور میں عجلت یہ تحریر لکھ رہا ہوں اس لئے اسے بعد پہ اٹھا رکھتا ہوں۔

اعلیٰ حضرت کی فارسی شاعری بھی اپنا ایک مقام رکھتی ہے جس پر کئی مقالے شائع ہو چکے ہیں صرف ایک نمونہ یہاں دیکھیں پھر حجۃ الاسلام کی فارسی شاعری کا ایک نمونہ پیش ہوگا۔ حدائق بخشش میں اعلیٰ حضرت کے کئی فارسی کلام دستیاب ہیں اس میں سے یہ چند اشعار دیکھیں

اے شافع تر دامناں وے چارہ درد نہاں

جان و دل و روح رواں یعنی شہِ عرش آستاں

گل مست شد از بوئے تو بلبل فدائے روئے تو

سنبل نثار موئے تو طوطی بیادت نغمہ خواں

بکار خویش حیرانم اغثنی یارسول اللہ

پریشانم پریشانم اغثنی یارسول اللہ

گنہ در جانم آتش زد قیامت شعلہ می خیزد

مدد اے آب حیوانم اغثنی یارسول اللہ

اگر می رانیم از در بمن بنما درے دیگر

کجا نالم کرا خوانم اغثنی یارسول اللہ

حجۃ الاسلام کا مکمل کلام تو دستیاب نہیں کہ ان کے ساتھ جو معاصبانہ رویہ اپنا گیا اس سے ان کی کتابیں اور ان کا کلام بھی متاثر ہوا مگر بکھری ہوئی چند چیزیں جو مولانا ابرہیم خوشتر نے جمع کی ہیں ان میں ایک فارسی قطعہ بھی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے فارسی میں بھی طبع آزمائی کی ہے اگر مکمل کلام دستیاب ہوتا تو یقیناً فارسی ادب میں قیمتی اضافے کا باعث ہوتا۔ بہر حال حجۃ الاسلام کا فارسی قطعہ ملاحظہ کریں اور اسی پر قناعت کریں۔ یہ فارسی قطعہ تاریخ انہوں نے حضرت مولانا عبد الکریم درس کی وفات حسرت آیات پر کہا تھا

درس عبد الکریم عبد کریم		کرد جاں خودش بحق تسلیم
موت العالم لمتیہ العالم		ثلمۂ دین احمد بے میم
روّح الروّاح و سقاہ		زآب کوثر و جعفر و تسنیم
درس وعظ حمایت سنت		رد بدعات وطرف اہل جحیم
امر معروف نہی عن المنکر		کار او بود در حیات عبد کریم

درس دین نبی بگو حامد		ختم شد در کراچی والتسلیم
		1344

خاتم الاکابر حضور سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی قدس سرہ کی شان میں اعلیٰ حضرت نے بھی ہدیہ مناقب پیش کئے اور حجۃ الاسلام نے بھی۔ حجۃ الاسلام کی یہ منقبت اردو میں ہے اور بڑی طویل ہے جس کا تاریخی نام ''ذریعہ التجا'' ہے اس میں دو اشعار فارسی کے دستیاب ہیں اسے ملاحظہ فرمائیں۔

سر تا پایم فدا سر و پایت
وہ چہ نور وضیائے آل رسول
دل وجانم فدائے سرت گردم
لمعۂ حق نمائے آل رسول

ان کلمات سے اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ اردو وعربی کی طرح فارسی زبان پہ بھی انہیں قدرت تھی ،اور وہ بے تکلف اسے استعمال کرتے تھے۔ خدا کرے ان کی دیگر فارسی نگارشات دستیاب ہوجائیں تاکہ فارسی ادب اس خزانہ سے بھی مالا مال ہوجائے۔

حجۃ الاسلام کی اردو نثر نگاری

ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی

حضرت حجۃ الاسلام عربی، فارسی اور اردو زبان وادب میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ آپ نے تینوں زبانوں میں شاعری بھی کی ہے اور انشاء پردازی کے جلوے بھی دکھائے ہیں۔ آپ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی تصانیف ''الدولۃ المکیہ''، ''الاجازات المتینہ''، ''کفل الفقیہ الفاہم'' وغیرہ نیز دوسرے علماء کی تصانیف پر جو تمہیدات وتقریظات قلم بند فرمائی ہیں، انہیں سے آپ کی عربی انشاء پردازی اور عربی نثر نگاری کی خوبیوں کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ علاوہ ازیں یہی حال فارسی نثر کا بھی ہے۔ دراصل آپ کی تصانیف دستیاب نہیں ہیں سوائے چند فتاویٰ اور دو رسائل۔

(۱) الصارم الربانی علی اسراف القادیانی (۲) اجتناب العمال عن فتاویٰ الجہال کے۔ ان سب کو مفتی عبد الرحیم صاحب نشتر فاروقی استاذ جامعۃ الرضا، متھرا پور، بریلی شریف نے ''فتاویٰ حامدیہ'' میں شامل کردیا ہے۔ انہیں تحریروں کی روشنی میں حضرت حجۃ الاسلا کی نثر نگاری کا مختصر جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ حضرت حجۃ الاسلام ایک زبردست خطیب بھی تھے اور آپ کی خطابت میں بیان کے جوش وزور کے ساتھ نثری حسن وجلال کی لہریں مچلتی نظر آتی تھیں۔ بطور نمونہ چند اقتباس ملاحظہ کریں اور پھر اندازہ لگائیں کہ جب حسن خطابت کا یہ عالم ہے تو نثری تحریر کا کیا عالم رہا ہوگا؟

(۱) اگرچہ اسلام کی نشو ونما ہی مخالفتوں میں ہوئی اور ہر زمانہ میں مخالفین کی زبردست طاقتیں اس کے درپئے استیصال رہیں لیکن عہد حاضر کے مصائب اور دور موجودہ کے فتنے بہت

زیادہ مہیب اور بھیانک نظر آرہے ہیں۔

(خطبہ حجۃ الاسلام: مرتبہ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی ص ۹)

(۲) دردمندان اسلام کس سوزوگداز میں ہیں اور ان کی راتیں کس بے چینی سے سحر ہوتی ہیں، اس کے دماغ کس پیچ وتاب میں رہتے ہیں، لیل ونہار کی ساعات ان پر کیسے مکدر اور کرب واضطراب میں گزرتے ہیں، حسرتوں کی تصویریں اور امیدوں کے بن بن کر بگڑنیوالے نقشے ان کے لیے عذاب جاں ہورہے ہیں۔ (ایضاً ص ۱۰)

بغیر تبصرہ صرف دو ہی اقتباسات پر اکتفا کیا جارہا ہے۔ خطابیہ اسلوب کے ساتھ ساتھ نثری حسن وبانکپن بھی ان میں موجود ہے۔

علم وفن کے لحاظ سے اسلوب میں بھی فرق ہوتا ہے اور مصنف اسی اعتبار سے اسلوب اختیار کرتا ہے۔ فقہ وفتویٰ میں وضاحت واستدلال لازمی ہیں۔ یہاں انشاء پردازی سے کام نہیں لیا جاسکتا۔ البتہ یہ مصنف یا قلمکار کی قلم کاری اور شان ادبیت پر بھی منحصر ہے کہ وہ مسئلے سے ہٹ کر پیچ میں کسی امر کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی شان ادبیت کی بھی جھلک دکھا ہی دیتا ہے۔

بہرحال ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ آپ کا تحریری اسلوب صاف وسلیس اور شستہ وشگفتہ ہے۔ ان میں جامعیت بھی ہے اور اطناب بھی اور جہاں تفصیل فرمائی ہے دلائل وبراہین کے موتی بکھیر کر تحقیق کا حق بھی ادا کردیا ہے۔

نثری حسن وجمال کے چند نمونے:

رسالہ ''الصارم الربانی علی اسراف القادیانی'' میں جہاں حجۃ الاسلام اس بات کا ثبوت پیش فرماتے ہیں کہ قریب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور باوصف نبوت ورسالت حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی وناصر دین ہوکر رہیں گے۔ اسی بحث میں پیچ میں جو یہ اقتباس آیا ہے، اس کا نثری حسن ملاحظہ کریں۔

''اتنا یقینی ہے کہ وہ مبارک وقت بہت قریب آپہنچا ہے کہ وہ آفتاب ہدایت وکمال افق رحمت وجمال وقہر وجلال سے طلوع فرما کر اس زمین تیرہ وتار پر تجلی فرمائے اور ایک جھلک میں تمام کفروبدعت، نصرانیت، یہودیت، شرک، مجوسیت، نیچریت، قادیانیت، رفض وخروج وغیرہا اقسام ضلالت سب کا سویرا کردے۔ تمام جہان میں ایک دین اسلام اور دین اسلام میں صرف ایک مذہب اہل سنت باقی سب تہ تیغ وللہ الحجۃ السامیہ! مگر تعین وقت کے آج سے کتنے سال

کئے ماہ باقی ہیں نہ ہمیں بتائی گئی نہ ہم جان سکتے ہیں، جس طرح قیامت کے آنے پر ہمارا ایمان ہے اور اس کا وقت معلوم نہیں"

مندرجہ بالا اقتباس وضاحت، جامعیت اور نثری حسن کا عمدہ نمونہ ہے۔

(۲) کچھ لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوگئی تھی کہ حضور حجۃ الاسلام مسلم لیگ میں اہل سنت کی شرکت کو غلط نہیں سمجھتے ہیں بلکہ اس کی رخصت شرعیہ دیتے ہیں۔ اس کے جواب میں ایک مقام پر صفائی دیتے ہوئے اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

"یہ سارے کرتوت اہل سنت میں پھوٹ ڈالنے اور امام اہل سنت حضور پرنور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کے قلب انور کو ان کے مزار اطہر میں اذیت پہنچانے والے ہیں۔ وہ یقیناً اللہ کے سچے محبوب، عاشق رسول، سچے نائب غوث الوریٰ جل جلالہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابنہ الکریم وبارک وسلم تھے اور بحمدہ تعالیٰ انہوں نے مجھے اپنا سچا جانشین کیا اور میں نے مولانا عبدالباری لکھنوی کے ساتھ انہیں کی روش برتی جبکہ وہ لکھنؤ کے ریلوے اسٹیشن پر میرے استقبال کے لیے آئے تھے اور ان کے ہمراہ لکھنؤ کے بڑے بڑے جاگیر دار اور روسا و علماء سیکڑوں کی تعداد میں تھے۔ میری گاڑی آنے پر میرے سیکنڈ کلاس کے ڈبے کے پاس بسرعت آئے اور جب میں اترا انہوں نے سلام کیا میں نے جواب نہ دیا، انہوں نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا میں نے ہاتھ مصافحہ کو نہ دیا۔ میں ویٹنگ روم کی طرف بڑھا وہ میرے پیچھے پیچھے آئے اور دیر تک میری شرکت کے لیے اصرار کرتے رہے میں نے صاف کہہ دیا کہ جب تک میرے اور آپ کے درمیان مذہبی صفائی نہ ہوجائے میں آپ سے نہیں مل سکتا نہ آپ کے جلسے میں شرکت کروں نہ آپ سے میل جول رکھوں اور بحمدہ تعالیٰ میری اس روش سے انہیں متاثر ہونا پڑا اور انہوں نے صدر الافاضل مولانا مولوی نعیم الدین صاحب کے بالمشافہ توبہ نامہ تحریر فرمایا اس کے بعد میں ان سے ملا۔"

عزیزی مولوی حشمت علی صاحب اس کے شاہد ہیں۔ عزیزم پھر مجھ پر یہ افتراء کہ میں بدمذہبوں کے ساتھ میل جول، اتحاد وارتباط روا رکھتا ہوں کہاں تک قابل یقین ہوسکتا ہے؟ میں ہرگز ہرگز مسلم لیگ میں شریک نہیں ہوا تھا واللہ علی اقول وکیل۔ (فتاویٰ حامدیہ ص ۴۳۰)

مندرجہ بالا اقتباس وضاحت وجامعیت کا بھی نمونہ ہے اور تاثراتی نثر کا بھی۔ زبان وبیان میں صفائی، شستگی ہے اور یہی اس کا نثری حسن ہے۔

(۳) خطابیہ اسلوب کا ایک نمونہ ملاحظہ کریں جس میں نثری حسن وجمال دونوں موجود ہیں۔ یہ نثر سادہ کا عمدہ نمونہ ہے۔

''عزیزم! میں نے تو اس بلائے عظیم کو دیکھتے ہوئے چاہا تھا کہ اہلسنت کی تشکیل ہو جائے اور علمائے کرام ایک تنظیم کے تحت اپنی وہ آواز حق بلند کریں جو حضور پرنور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز تھی یعنی کفار و مشرکین سے موالات حرام ہونا اور یہ آواز حضور پرنور ہی کی آواز نہیں بلکہ اللہ و رسول جل جلالہ، صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائے برحق ہے۔

ہماری آواز پر اہل سنت لبیک کہیں گے اور ہماری منظم جماعت کی آواز ملک و قوم میں اپنے سر کے کانوں ہی تک نہیں دلوں کی گہرائیوں میں اثر کرے گی، مسلمان لیگ وغیرہ کی رو میں نہ بہیں گے بلکہ ہمارے ساتھ ہم آواز ہوں گے اس طرح ہملیگ کے شریک نہ سمجھے جائیں گے بلکہ لیگ ہماری آواز اُٹھانے والی ہوگی۔ اس منظم جماعت علماء کی ہدایت لیگ اور تمام ادارات اسلامیہ کو مذہباً ماننا پڑیں گی، مسلمان ان مفاسد شرعیہ سے محفوظ ہو جائیں گے جن کا خطرہ اب محسوس کیا جاتا ہے۔'' (فتاویٰ حامدیہ ص ۴۳۳)

ہلکے پھلکے طنز و مزاح کا بھی ایک نمونہ دیکھئے:

''سنا جاتا ہے ایک صاحبکو پانچ پانی کے زور میں نئی اپج کی سوجھی کہ مہدی بننا پرانا ہو گیا اور نرا امتی بننے میں لطف ہی کیا لاؤ عیسیٰ موعود بنیں اور ادعائے الہام کی بنیاد پر نبوت کی دیوار چنیں اور ادھر عیسائیوں کا زمانہ بنا ہوا ہے اگر کہیں صلیب کے صدقے میں نصیب جاگا اور ان کی سمجھ میں آ گیا جب تو جنگل میں منگل ہے، سولی کے دن گئے برے کی شادی کا دنگل ہے، یورپ و انڈیا سب تخت اپنے ہی ہیں، اپنے ہی بندے خداوند تاج و شہی ہیں۔ پاؤں میں چاند تارے کا جوتا، سر پر سورج کا تاج ہوگا، باپ کو جیتے جی معزول کر کے بیٹے کا راج ہوگا اور ایسا نہ بھی ہوا تو چند گانٹھ کے پورے اندھے کہیں گئے ہیں نہیں۔ یوں بھی اپنا ایک گروہ الگ تیار، شہرت حاصل، سرداری برقرار۔''

(الصارم الربانی علی اسراف القادیانی)

مندرجہ بالا اقتباس میں طنز و مزاح کے ہلکے پھلکے رنگ کے ساتھ ساتھ استعاروں اور کہاوتوں کا حسن بھی ہے۔

پانچ پانی کے زور پر، یعنی پنجاب کے ہونے کی وجہ سے، مرزا غلام احمد قادیانی پنجاب کا رہنے والا تھا۔

جنگل میں منگل (کہاوت)۔۔۔ برے کی شادی کا دنگل، صوتی آہنگ (قافیہ کی وجہ سے) گانٹھ کے پورے اندھے (کہاوت)

□□□

حجۃ الاسلام کی ترجمہ نگاری

مولانا محمد عیسیٰ رضوی قادری
الجامعۃ الرضویہ مظہر العلوم گرسہائے گنج قنوج یوپی

گرامی قدر صحافت آبروئے اہلسنت حضرت علامہ ڈاکٹر امجد رضا صاحب امجد زیدہ مجدہ امید ہے کہ مزاج بعافیت ہے۔ رب کائنات کی بارگاہ میں التجا ہے کہ وہ آپکو تا دیر سلامت رکھے، آمین

عرض خدمت یہ ہے کہ آپ کے پیہم اصرار و تقاضے کے باوجود میں ''رضا ریویو'' کیلئے قلیل سے قلیل وقت کی بھی قربانی نہ دے سکا جبکہ آپ اہم اور وقیع نمبر نکالنے کا عزم صمم کر چکے ہیں۔ مجھے اس کا بیحد احساس و اعتراف ہے کہ میں آپ کی دعوت آواز پر کما حقہ لبیک نہ کہہ سکا مجھے امید واثق ہے کہ آپ اسکا کچھ ملال نہیں فرمائیں گے۔ کیونکہ میں اپنی تصنیف و تالیفی اور دیگر مصروفیات میں جس طرح الجھا ہوا ہوں وہ آپ کو بخوبی معلوم ہے۔

وقت اگر مجھے اجازت دیتا تو میں اپنے مخدومی گرامی وقار شہزادہ والا تبار حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کی حیات طیبہ کے بعض گوشوں پر خامہ فرمائی کی ضرور سعی و کوشش کرتا اور خراج عقیدت کے طور پر ان کی بارگاہ میں چند سطور کا نذرانہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا۔ سردست ان کے تعلق سے میرے قلبی تاثرات یہی ہیں کہ مخدوم گرامی حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کو اللہ تعالیٰ نے متنوع اور گونا گوں محاسن وخوبیوں سے نوازا تھا۔ وہ علم وفن میں یکتائے روزگار تحقیق و تدقیق میں بے مثل۔ تصنیف و تالیف میں بے نظیر تعریب و ترجمہ میں منفرد، علمی، دینی خدمات میں لاثانی اور فضل و کمال میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے نائب مطلق اور سچے وارث و جانشین تھے۔ یہی وجہ تھی کہ امام احمد رضا بریلوی اپنے

خلف اکبر حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی حامد رضا خاں صاحب کو سفر و حضر میں اکثر اپنی معیت
و خدمت میں رکھتے اور ان سے علمی و دینی کام لیا کرتے تھے۔ ان کے اندر ایسی صلاحیت استعداد
اور علمی و فنی لیاقت و قابلیت تھی جس کے سبب وہ امام احمد رضا کے مرکز توجہ اور مرجع نگاہ بنے ہوئے
تھے۔ ان کے علمی کمالات و محاسن کے بذات خود امام احمد رضا خاں بھی معترف و مداح تھے۔ وہ
امام احمد رضا کے خان علم سے فیضیاب و سرشار ہوتے۔ اور دوسروں کو سیراب شاد کام کرتے تھے۔
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ جب دوسرے حج کیلئے 1323 ہجری میں مکہ مکرہ
تشریف لے گئے۔ تو انہوں نے حضرت علامہ حامد رضا خاں صاحب کو اپنی معیت و ہمراہی میں
رکھا تھا۔ تاکہ وقت ضرورت ان کو جوہر کمال سے دنیا کو آگاہ آشنا کیا جائے۔ مکہ معظہ میں علم غیب
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے متعلق پانچ سوالات پر مشتمل ایک استفتاء امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی
کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اور گزارش و تاکید کی گئی کہ اس کا جواب بعجلت لکھا جائے۔ تاکہ
وقت پر اسے شریف مکہ کے دربار میں پیش کیا جاسکے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد بریلی قدس سرہ نے
تمام سوالات کا تفصیلی و وقیع و مدلل جواب صرف ساڑھے آٹھ گھنٹے کی قلیل مدت میں اس شان
سے تحریر فرمایا کہ حرمین طیبین کے علماء فضلاء انگشت بدندہ اور حیرت زدہ رہ گئے۔ اس کے صلے
میں علمائے عرب نے امام احمد رضا بریلوی کو کلامات تحسین و تبریک سے نوازا اور دل کھول کر ان کی
تعریف و توصیف کی۔ اس کاوش میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلی کا قابل قدر اور حیرت انگیز
کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے مختصر سے وقت میں مباحث علم غیب پر مشتمل ایک ضخیم و جامع کتاب
بنام ''الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ'' 1223 ہجری میں تصنیف کردی۔ جو حرمین
طیبین اور عرب و عجم میں مشہور ہوئی۔ عالم اسلام کے علماء و فضلا نے اس پر تقریظات لکھیں۔ اور
امام احمد رضا بریلوی کو خراج عقیدت پیش کیا۔ الدولۃ المکیہ کی تشہیر میں شہزادہ اعلیٰ حضرت
حضرت علامہ حامد رضا خاں صاحب کی لائق یادگار خدمت یہ ہیکہ انہوں نے فوری طور پر اس کا
مبیضہ کیا۔ نسخہ تیار کئے اور علمائے کرام و مفتیان عظام سے تائید او تصدیقات حاصل کیں۔ پھر
اپنے وطن بریلی شریف ہندوستان واپس تشریف لائے تو کیلئے حضرت حجۃ الاسلام نے ہندوستانی
مسلمانوں اور افادہ عام کی خاطر ''الدولۃ المکیہ'' کا اردو میں ترجمہ کیا۔ جو اصل کتاب کے
ساتھ جب سے اب تک مختلف اداروں اور مکتبوں کی جانب سے شائع ہوتا ہے۔ اس کا عربی نسخہ
استانبول ترکی سے بھی متعدد بار شائع ہوا۔ اور ہندو پاک سے بھی یوں ہی اعلیٰ حضرت کی کئی
تصانیف ترکی سے اشاعت پذیر ہوئی ہیں۔ الدولۃ المکیہ کے اردو ترجمہ سے حضرت حجۃ

الاسلام کی عربی دانی ولغات عرب پر مہارت اور دسترس کا اندازہ ہوتا ہے۔ وہ عربی زبان وادب کے ماہر لسان عرب کے نشیب وفراز سے خوب تر واقف وآگاہ تھے۔ وہ اگرچہ سلیس وروانی ترجمہ باآسانی کر سکتے تھے مگر انہوں نے لفظی ترجمہ کو فوقیت وترجیح دیا۔ اور الفاظ عبارت کو ملحوظ رکھتے ہوئے عربی کو اردو کے قالب میں ڈھالا۔ تاکہ اصل کتاب کی روح مجروح وشادکام نہ ہو۔ بلکہ وہ اپنے کمال طمطراق کے ساتھ باقی ومحفوظ رہے۔ اس میں کوئی تغیر وتبدیل واقع نہ ہو۔ صرف ترجمانی زبان سے منتقل ہو جائے کیونکہ ایک زبان کو دوسری زبان میں منتقل کرنا کتنا مشکل اور صعوبت انگیز کام ہے۔ اسے وہ لوگ بخوبی جانتے ہیں۔ جو اس راہ کے مسافر واداشناس ہیں۔ اس کیلئے دونوں زبانوں کی باریکیوں اور ان کے ضروری قواعد وضوابط کا جاننا ناگریز ہے ورنہ اس کے بغیر مترجم ایسا ہو جائے گا جیسے وہ کسی انجان واجنبی اور نامعلوم شہر کی گلیوں میں کھو گیا ہے۔ مگر لائق ستائش قابل صد آفریں ہیں حضرت حجۃ الاسلام کہ انہوں نے جس حزم واحتیاط اور کمال ہنر مندی سے الدولۃ المکیہ کا اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ وہ ان کے علمی محاسن وکمالات اور فنی باریکیوں پر وسعت نظر کی روشن وواضح دلیل ہے۔ وہ ان خاردار وادیوں اور پر پیچ راہوں سے ایسے محفوظ وسلامت گزر گئے کہ کسی طرح کی لغزش اور بے اعتدالی کے شکار نہ ہوئے۔ نہ معنیٰ ومفاہم کی ادائیگی میں کسی قسم کا کوئی جھول واقع ہوا۔ نہ الفاظ وبیان کی سلاست وروانی میں کوئی فرق پڑا۔ الدولۃ المکیہ کی ایسی مقبولیت وپذیرائی ہوئی کہ علمائے عرب نے اس کی متعدد نقلیں لیں۔ اور انہیں حرز جاں بنایا۔ مباحث علم غیب اور علوم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مزید وضاحت وافادیت کے پیش نظر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدہ سرہ نے اس کے دو حاشیہ تحریر فرمائیں۔ ان میں سے ایک حاشیہ ضمنی ہے۔ جو اصل کتاب میں منسلک ہے۔ اس کا نام الفیوضات الملمکیہ لمحب الدولۃ المکیہ ہے۔ اور اس کا دوسرا حاشیہ مستقل طور پر ایک بحث کی ضمن پر تحریر فرمایا جو کافی ضخیم ومبثوت اور ایک کامل کتاب ہے۔ اس کا نام ''انباء الحی ان کلامہ المصون تبیان لکل شئی'' ہے۔ راقم الحروف (محمد عیسیٰ رضوی قادری) نے علوم القرآن کے نام سے اس حاشیہ کا اردو میں ترجمہ کیا۔ جو سلیس ہونے کے ساتھ تخاریج جو حوالوں سے بھی مزین وآراستہ ہے۔ اسکی ضخامت 696 کی ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام نے اس حاشیہ (الفیوضات المکیہ) کا اردو میں ترجمہ کیا ہے جو اصل کتاب کے ساتھ شامل ہے۔ میں نے اپنے ترجمہ کو وقیع وسلیس اور عام فہم بنانے کی ہزار کوششیں کی ہیں مگر حضرت حجۃ الاسلام نے جس انداز میں اصل کتاب اور حاشیہ کا برملا اور برجستہ ترجمہ فرمایا ہے اس کی بات ہی کچھ اور ہے وہ لاجواب اور بے مثل ہے۔

اس کے مقابلے میں علوم القرآن کو پیش کرنا انتہائی ناانصافی اور بے ادبی ہوگی اور آفتاب نیم روز کو ٹمٹماتا ہوا چراغ دکھانے کے مترادف ومساوی ہوگا بلکہ دونوں میں تقابل ہی نہیں ہے کہ مقابلہ کیا جائے۔

"الدولۃ المکیہ" اور دیگر تصانیف وفتاوے سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کا علمی چراغ ایسا روشن وفروزاں ہوا کہ وہاں کے علما اور فاضل نے ان سے سند حدیث وسند اجازت حاصل کی۔ یہ کام یکبارگی تو نہ ہوا البتہ وقفہ وقفہ سے لوگ آئے سند واجازت طلب کرتے اعلیٰ حضرت انہیں اپنے قلم سے لکھ کر عطا فرماتے، جب جب اعلیٰ حضرت کسی کو اجازت نامہ لکھ کر دیتے تو حضرت علامہ حامد رضا صاحب اس کی نقل اپنے پاس رکھتے۔ جب تک حرمین طیبین میں اعلیٰ حضرت کا قیام رہا اجازت ناموں اور سندوں کے لکھنے لکھانے کا سلسلہ جاری رہا یہانتک کہ ان کا ایک مجموعہ تیار ہوگیا جس کا نام "الاجازۃ المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ" رکھا گیا۔ پھر بعد میں افادۂ عام کے لحاظ سے غالباً حضرت حجۃ الاسلام نے ہی اس عربی مجموعے کا اردو میں ترجمہ کیا جو سلیس وبامحاورہ ہونے کے ساتھ فصیح وبلیغ بھی ہے۔ اس مجموعے کے اردو ترجمے سے بھی ان کی عربی دانی اور لسان عرب پر ان کی مہارت وعبور کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت حجۃ الاسلام کو علم وفن میں تعمق وگہرائی گویا خاندانی وراثت میں ملی تھی، وہ نائب امام احمد رضا ہونے کے ساتھ علم رضا کے وارث وامین تھے، مسلک رضا کے ناشر ومبلغ تھے، امام احمد رضا کی نیابت وجانشینی کے سچے حقدار ومستحق تھے، شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند الشاہ مولانا مصطفےٰ رضا خاں نوری علیہ الرحمہ والرضوان، حضرت حجۃ الاسلام سے عمر میں سترہ یا اٹھارہ سال کے چھوٹے تھے۔ مگر علماء وفضلاء اور عوام وخواص میں ان کی بھی کافی شہرت ومقبولیت ہوچکی تھی، اس کے باوجود حضرت حجۃ الاسلام کا اپنا ایک مقام تھا، ان کی ایک علیحدہ حیثیت تھی، اہلسنت وجماعت میں ان کا ایک تشخص ووقار تھا، لوگوں میں بے مثال احترام وتکریم تھی، اس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت حجۃ الاسلام کے وصال کے ٹھیک ایک سال کے بعد بریلی شریف میں عرس حامدی کا اہتمام وانتظام کیا گیا اس کی تشہیر واطلاع کے لیے ان کے شہزادۂ اکبر حضرت مفسر اعظم ہند جیلانی میاں نے اخبار، الفقیہ، کو جو تحریر بھیجی تھی اسمیں ان کے آداب والقاب یہ تھے۔

امام الاولیاء تاج الاتقیاء، آفتاب شریعت وطریقت، رئیس العارفین، سراج الکاملین، شیخ المحدثین، راس المفسرین، فقیہ اعظم، قبلہ عالم، شیخ الانام حجۃ الاسلام حضور پرنور حضرت مولانا مولوی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قبلہ قدس اللہ سرہٗ العزیز کا عرس سراپا قدس ۱۶ / ۱۷ / جمادی

الاولیٰ ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۰ مئی ۱۹۴۴ء بروز چہار شنبہ پنجشنبہ فیض کش عام ہوگا۔

فقیر محمد ابراہیم رضا قادری رضوی حامدی

گدائے آستانہ وخادم سجادہ محلہ سوداگران بریلی

(الفقیہ، ۱۴ مئی ۱۹۴۴ء ص ۱۱)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت حجۃ الاسلام صاحب ولایت وبصیرت اور صاحب تقویٰ وطہارت تھے۔ زہدہ پرہیز گاری میں بھی ان کی شہرت تھی وہ شریعت وطریقت کے آفتاب اور گمراہ انسانوں کیلئے عرفان وسلوک کی منزلیں طے کئے ہوئے عارفین کے سردار وشیخ تھے۔ کاملوں کیلئے چراغ رہنماء اوران کے مقتدا تھے۔ علم حدیث میں ان کا پایہ ایسا بلند تھا کہ وہ محدثین کے شیخ کہلاتے۔ علم تفسیر میں ایسی مہارت ودسترس تھی کہ مفسرین کے سردار کہلاتے۔ فقہ وفقاہت میں وہ ایسے ماہر نامور کے فقیہ اعظم سے یاد کئے جاتے۔ بیعت ارشاد میں ایسے درجہ پر فائز ومتمکن تھے کہ قبلہ عالم اور ایک مخلوق کے شیخ طریقت تھے۔ ان سب پر ان کا حجۃ الاسلام ہونا مستزاد تھا کہ اس لقب کا انتخاب ان کیلئے امام احمد رضا نے بذات خود کیا تھا۔ یہ ماننا پڑے گا کہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے اپنے عہد میں جس عالم دین اور مفتی وفقیہ کیلئے جس لقب کا انتخاب کیا تھا وہ پورے طور پر اس کے لائق تھے۔ وہ نامناسب غیر موزوں القاب وآداب دینے کے عادی نہ تھے۔ وہ قرار واقعی مقام منصب کے تعین کے بعد ہی مناسب لقب سے کسی عالم دین کو یاد کرتے۔ ان کی نظر خطانہ کرتی۔ وہ عقابی نگاہ کے مالک اور حقائق پسند تھے یہی وجہ تھی کہ امام احمد رضا بریلوی جس کیلئے جو لقب تجویز کرتے اس کی واقعیت وصداقت ہر ایک کو تسلیم وقبول ہوتی۔ وہ مبالغہ آرائی یا حذف کے قائل وعادی نہ تھے۔ وہ اصول شریعت اور دین حق کے پابند عامل تھے۔ ان کے یہاں رائی کو پہاڑ اور ذرہ کو آفتاب بنا کر پیش کرنے کی مجال وگنجائش نہ تھی۔ وہ حق کے علمبردار اور اہل حق کے امام وپیشوا تھے۔ حضرت حجۃ الاسلام کہ پورے طور پر مصداق تھے اپنے والد گرامی کی طرح ان کے اندر بھی ہمہ دانی وہمہ گیری تھی۔ علوم وفنون سے گہرا شرف تھا۔ تحقیق وتصنیفی معیار پر کامل وپختہ تھے۔ امام احمد رضا کی جن تصانیف وفتاویٰ کی طباعت واشاعت ان کی زندگی میں ہوئی ان میں حضرت حجۃ الاسلام کی کاوش محنت اور خون جگر ضرور شامل ہے۔ اس اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو ماننا پڑے گا کہ امام احمد رضا کے دوسرے کردار کا نام حامد رضا۔ امام احمد رضا کی کاوش وتدبر کا نام ہے۔ حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا کے افکار ونظریات کا نام ہے۔ حامد رضا جانشین اعلیٰ حضرت ہونے کی حیثیت سے انہوں نے اعلیٰ حضرت کے فکر فروغ

بخشا۔ اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج وتشہیر میں مساعی جمیلہ تحریر فرمائی۔ اس راہ میں اپنا فکری وعملی سرمایہ قربان کیا۔ اور اپنی زندگی کا بیشتر حصہ انہوں نے فکر رضا کی مشاطگی میں شرف فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے بعد شہرت وبلندی کے آسمان ہفتم پر آفتاب ومہتاب بن کر چمکنے لگے۔ اور فیض رضا سے مرجع خلائق ومرکزا نام ہو گئے۔ آخر عمر شریف میں جب حضرت حجۃ الاسلام مہلک مرض کے شکار ہوئے تو پورا ہندوستان دردوکرب سے چیخ اٹھا۔ ان کی صحت وسلامتی کے لئے دعاؤں کی محفل منعقد ہوئیں اور اخبار وذرائعت کے ذریعہ دعائے صحت کی گزارش والتماس کی گئی۔ صرف خواندہ رضویہ کے افراد وارکان نے ہی ایسا نہیں کیا بلکہ مختلف اضلاع وریاست کے معتقدین ومتوسلین نے بھی ایسا کیا۔ اس وقت کے اخبار ورسائل دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ لوگ ان کے کتنے گرویدہ اور کتنے عقیدت مند تھے۔ لوگ انہیں اپنی قیمتی عمر کا حصہ دینے کی رب تعالیٰ گزارش التجا اور دعا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضور مفتی اعظم ہند الشاہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوری الرحمہ رضوان کے لئے اس طرح کی دعائیں کرتے ہوئے لوگوں کو میں نے بارہاں سنا اور دیکھا ہے۔ یہ اعلیٰ حضرت اور خاندان اعلیٰ حضرت سے لوگوں کی عقیدت مندی اور نسبت غلامی بین وواضح ثبوت ہے۔

حضرت حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا صاحب علم وفضل اور تدین تقویٰ کے وہ درخشندہ آفتاب ہیں جس کی ضیاء بار کرنیں ہمارے کیلئے مینار ہدایت وارشاد ہیں۔ اس کی چمک وشعور کو تابش سے فکر وشور کی روشنی ملتی اور قلوب واذہان سے ظلم وتاریکی کا فوروزائل ہوتی ہے۔ اس کارگاہ ہستی میں ایسی ہی شخصیات کا وجود نعمت عظمیٰ ہے۔ جن کے تذکرہ جمیل سے تاریخ کی زلف برہم سنواری گئی۔ اور جن کے نقوش قدم آنے والی نسلوں کیلئے نشان منزل اور آثار ہدایت ہیں۔ حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ اپنے وجود میں محاسن کمالات سے آراستہ اوصاف حمیدہ سے مزین اور ظاہری باطنی تمام تر خوبیوں کے مالک ہیں۔ بلکہ انہیں نسبت اعلیٰ حضرت کا جو شرف اعزاز حاصل ہے وہ ان کی تمام فضل وکمال پر بھی بھاری ہے۔ اسی نسبت سے وہ اہلسنت وجماعت میں مشہور ومتعارف ہے۔

میری مشاطگی کی کیا ضرورت حسن معنٰی کی
کہ فطرت خود بخود کرتی ہے لالہ کی حنا بندی

تحائف بخشش پر ایک طائرانہ نظر

محمد قمرالزماں مصباحی، مظفر پور

رضا اور خاندان رضا اپنی خدمت دینیہ تحریر وتقریر، سلوک وتصوف، تصنیف وتالیف، فقہ وافتا، سلوک وتصوف اور زہد وتقویٰ کے اعتبار سے پورے عالم اسلام میں ممتاز ومفتخر ہے وہیں اس خانوادے نے نثری شہ پاروں اور شعر وسخن کے ذریعہ زبان وادب کے دامن کو بھی خوب مالا مال کیا ہے۔ حسان الہند امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے نعت نگاری کو جو عروج وارتقا بخشا وہ تاریخ کا اہم حصہ ہے اور یہ بھی بڑے شرف وسعادت کی بات ہے کہ آپ کی ہر نسلیں عبادت سمجھ کر گیسوئے نعت کی مشاطگی میں مصروف ہیں، خدا کرے فن کی یہ برکتیں ان کی نسلوں میں قیامت کی صبح تک منتقل ہوتی رہیں۔

شیخ الانام حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا قدس سرہ ۱۸۷۵ء/ ۱۹۴۳ء اسی خانوادے کی ایک نمایاں شخصیت ہے جن پر الولد سر لابیہ کا تاج عظمت چمک رہا ہے میرے اس جملہ کی تائید خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے فرمان ''انا من حامد وحامد منی'' سے ہوتی ہے جسے تحدیث نعمت کے طور پر حضور حجۃ الاسلام نے اپنے شعر میں استعمال فرمایا ہے

انا من حامد و حامد رضا منی کے جلووں سے

بحمد اللہ رضا حامد ہیں اور حامد رضا تم ہو

آپ نے پوری تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی کبھی کسی دوسرے مدرسہ کا رخ نہیں کیا مگر اپنی علمی جلالت، جودت طبع، قوت استدلال، فقہی مہارت اور جملہ علوم وفنون پر ملکہ کے اعتبار سے اپنے زمانے کے علما پر فائق تھے۔ عربی زبان وادب پر اس قدر عبور تھا کہ پوری جماعت کو آپ کی عربی دانی پر ناز تھا۔ دیگر علوم کی طرح نعت گوئی بھی والد گرامی سے ورثے میں پائی تھی، مگر مقام افسوس ہے کہ وہ سارا شعری اثاثہ حوادثات زمانہ کی نذر ہو گیا، خدا بھلا کرے ڈاکٹر امجد رضا امجد پٹنہ اور الحاج شاکر رضا نوری کا جن کی جگر کاوی سے ۴۰ رصفحات پر مشتمل ''تحائف بخشش'' کے نام سے ایک کتابچہ شائع ہوا، جہاں جہاں سے انہیں کلام حاصل ہوئے

اسے جمع کر کے یہ سعادت ان لوگوں نے اپنے حصے میں بٹور لیا۔ ان اشعار کے مطالعہ کے بعد یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ حسن تخیل، طرز ادا، رعنائی فکر، الفاظ کی بندش، سحر طرازی اور حسن بیان میں مکمل طور پر اپنے والد محترم کی شعری عظمتوں کے آئینہ دار ہیں۔ کہیں یاد حضور کی لذتیں، کہیں شہر طیبہ کی حسین شام کی لطافتیں، کہیں شہر نور کی صبح مسرت کا ذکر، کہیں عشق رسالت کی چاندنی، کہیں دیار رسول کے باد صبا کی سرمستی، کہیں باطنی گریہ کا درد والم، کہیں فراق طیبہ کا کرب، کہیں محبت رسول کے دل آویز نغموں کی گونج اور کہیں صحرائے مدینہ کے خار کی ناز کی الغرض پوری شاعری جمالیاتی عشق اور صوتی حسن سے آراستہ ہے۔ آپ نے نعت نگاری کو اپنے والد گرامی کی طرح ایک نئی راہ عطا کی، روایتی خول سے نکل کر نئے رجحانات، روشن امکانات اور پاکیزہ تخیلات بخشے۔

آپ نے جس عہد میں میں نعت نگاری کے ایوان میں قدم رکھا اس وقت والد محترم حضرت رضا بریلوی، عم گرامی حضرت حسن بریلوی، حضرت شفیق جونپوری، حضرت کفایت حسین کافی اور حضرت جمیل بریلوی جیسے شعرا افق نعت گوئی پر مثل کہکشاں جگمگا رہے تھے، اس بھیڑ میں اپنی شناخت قائم کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا مگر آپ نے ژالہ بار فکروں سے ہٹ کر نعتیہ گلشن میں جو تازہ پھول کھلائے اور نقش کہن کی فرسودہ چادر میں لپٹے ہوئے خیالات سے الگ تھلگ تازہ فکروں کی نئی بہار پیش کی اس سے معاصرین بھی رشک بھری نظروں سے دیکھنے لگے۔

''تحائف بخشش'' میں صرف دس کلام شامل ہیں مگر جدت تراکیب، حسین استعارے اور شوکت الفاظ کو دیکھ کر فن پر پختگی اور کامل قدرت کا اندازہ ہوتا ہے، آیئے آپ بھی ان کے حسین استعاروں اور نئے تراکیب کے چراغوں سے حریم فکر کے بام و در کو روشن و مجلی کیجئے مثلا طائران چمن، نغمہ بلبل، غنچہ آرزو، روئے صبیح پھول سے گال، صبح دم، عارض نور بار، گردش چشم مست، جبین نور، بازی زیست، شاہد گل، حجلۂ نور بہار، بارش غم، وحشت عشق، تابش رخ، حسن ازل، برق شرارہ بار، کعبہ ابرو، روح شمیم، شوق ناشکیباں، حسن کی لن ترانیاں وغیرہ اگر سارے کلام زمانے کے دست ستم سے محفوظ ہو گئے ہوتے تو نعتیہ شعر و ادب کا دامن اور بھی مالا مال ہوتا اور نعت نگاری کے باب میں ایک کامیاب اضافہ بھی۔

''ذریعۂ التجا'' کے نام سے ایک طویل منقبت جو بیاسی اشعار پر مشتمل ہے یہ حضور اعلیٰ حضرت کے مرشد گرامی خاتم الاکابر سید نا سرکار آل رسول احمدی قدس سرہ کی شان میں تحریر ہے جس کی ردیف آل رسول ہے، جس ردیف میں امام احمد رضا نے اپنے مرشد برحق کی شان میں نظم لکھی اسی قافیہ و ردیف میں حضور حجۃ الاسلام نے بھی تحریر کی، فرق صرف اتنا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے بہ زبان فارسی

لکھی اور انھوں نے اردو زبان میں۔ چند اشعار قارئین کی ضیافت طبع کے لئے پیش کر رہا ہوں تا کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ حضور حجۃ الاسلام کو بھی شاعری کی ہر صنف پر مکمل دسترس حاصل ہے۔

حق میں مجھ کو گمائے آل رسول
مجھ کو حق سے ملائے آل رسول
میری آنکھوں میں آئے آل رسول
میرے دل میں سمائے آل رسول

اعلیٰ حضرت سرکار فرماتے ہیں:

خوشا دلے کہ دہند ش ولائے آل رسول
خوشا سرے کہ کنندش فدائے آل رسول
گناہ بندہ بخش اے خدائے آل رسول
برائے آل رسول از برائے آل رسول

حضور حجۃ الاسلام فرماتے ہیں:

سر سے قربان تجھ پہ آنکھوں سے
آنکھیں سر سے فدائے آل رسول
سوکھے دھانوں پہ بھی برس جائے
ابر جود و سخائے آل رسول

سرکار احمدی قدس سرہ نے جب امام احمد رضا کو اپنی غلامی میں لیا اور شرف بیعت سے مشرف ہو کر امام احمد رضا قادری قدس سرہ حجرے سے باہر نکلے تو دیکھنے والی نگاہیں پریشان تھیں کہ کون پیر ہے اور کون مرید اس حسین جلوؤں کی تعبیر حضور حجۃ الاسلام نے جس طرح شعر کی زبان میں کیا یہ انہیں کا حصہ ہے اس سے آپ بھی لطف اٹھائیے۔

ان کی سیرت ہے سیرت نبوی
ان کی صورت ہے لقائے آل رسول
ان کے جلوؤں میں ان کے جلوے ہیں
ہر ادا سے ادائے آل رسول

حجۃ الاسلام کے شعری محاسن

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی

حضرت حجۃ الاسلام کی زبان بہت ہی پاکیزہ اور ستھری نکھری ہوئی ہے۔ زبان کی سلاست اور بے ساختگی قابل دید ہے، ساتھ ہی ساتھ مضمون آفرینی کے جلوے بھی حسن و ادا کے ساتھ موجود ہیں۔

چند اشعار دیکھئے:

خدا کہتے نہیں بنتی جدا کہتے نہیں بنتی
خدا پر اس کو چھوڑا ہے وہی جانے کہ کیا تم ہو

جیت کے ہیں لے میں ہار، فتح کے پھول ہیں نثار
تیغ کے گھاٹ ہے اتار خلد کے لالہ زار میں

برزخ صورت احمد شدہ مرآت احد
آب و گل پردۂ رحمٰن رسول عربی

عارض نور بار سے بکھری ہوئی ہٹی جو زلف
ایک اندھیری رات میں نکلے مہ تمام دو

ان کی جبین نور پر زلف سیہ بکھر گئی
جمع ہیں ایک وقت میں ضدین صباح و شام دو

تشبیہات واستعارات:

حضرت حجۃ الاسلام حامد نے اپنے کلام کو خوبصورت اور نازک تشبیہات واستعارات سے جس طرح مزین کیا ہے اس کے چند نمونے ملاحظہ کیجئے۔

گناہگاروں کا روز محشر شفیع خیر الانام ہوگا
دلہن شفاعت بنے گی دولہا نبی علیہ السلام ہوگا
کبھی تو چمکے گی نجم قسمت ہلال ماہ تمام ہوگا
کبھی تو ذرے پہ مہر ہوگی وہ مہر رخوش خرام ہوگا

کعبہ ابرو دیکھ کر سجدے جبیں میں مضطرب
دل کی تڑپ کو چین کیا تاب کہاں قرار میں
شاہد گل مصطفیٰ طیبہ چمن ہے جاں فزا
گلشن قدس ہے کھلا صحن حریم یار میں

روئے صبیح اک سحر زلف دوتا ہے شام دو
پھول سے گل صبح دم مہر میں لالہ فام دو

ساری بہار کی دلہن ہے میرے پھول کا چمن
گلشن ناز کی پھبن طیبہ کے خارزار میں

ہوا لاول ہو الآخر ہو الظاہر ہوالباطن
بکل شئ علیم لوح محفوظ خداتم ہو

چاند نا چاند کا مدینے کے
لمعۂ حق نمائے آل رسول

سفینہ ہے شریعت کا خزینہ ہے طریقت کا
ہے سینہ مجمع بحرین خضر رہنما تم ہو

صنعتوں کی بہار

صنعت ایہام:

دیس کا راگ چھوڑ کرلے میں عرب کی جنگلا چھیڑ
دھن ہو رہی حجاز کی دیس سنے گا ملار میں

اس شعر میں ایک دیس سے مراد ہے وطن یا ملک اور ایک دیس سے مراد ہے۔

راگ:

کون میں کون ہے تو ہی تو، تو ہی تو ہے یا من ہو
تو ہی تو ہے تو ہر سو، یا من لیس الا ھو

صنعت مراعاۃ النظیر:

سوسن و یاسمن سنبل و لالہ نسترن
سارا ہرا بھرا چمن پھولا اسی بہار میں

مئے کے سبو ذرا ڈھلک قلقل مینا تو چھک
جام چھلک کہ جاؤں چھک ہوش اڑیں بہار میں

آئیں گھٹائیں جھوم کر عشق کے کوہسار میں
بارش غم ہے اشکبار گریۂ بیقرار میں

صنعت تلمیح:

بازی زیست مات ہے موت کو بھی ممات ہے
موت کو بھی ہے ایک دن موت پہ اذن عام دو
برزخ صورت احمد شدہ مرات احد
آپ وگل پردۂ رحمٰن رسول عربی

تحریر ہے آب زر سے ورق ہے دل میں لکھا حامد کے سبق

انت الھادی، انت الحق، لیث الھادی الاھو
لا الہ الا ھو لا الہ الا ھو لا الہ الا ھو یا من لیس الاھو

صنعت اقتباس:

ھو الاول ھو الآخر ھو الظاہر ھو الباطن
بکل شئ علیم لوح محفوظ خدا تم ہو

انا لھا کہہ کے عاصیوں کو وہ لیں گے آغوش رحمت میں
عزیز اکلوتا جیسے ماں کو انہیں ہر ایک یوں غلام ہوگا

صنعت تلمیح:

ہے عبد کہاں معبود کہاں معراج کی شب ہے راز عیاں
دونوں حجاب نور میں تھے خود رب نے کہا سبحان اللہ

طور پر رہے غش کھا کے جناب موسیٰ
عرش پہ تم ہوئے مہمان رسول عربی

ادھر وہ گرتوں کو تھام لیں گے، ادھر پیاسوں کو جام دیں گے
صراط و میزان وحوض وکوثر یہیں وہ عالی مقام وہ گا

خیر سے دن خدا وہ لائے دونوں حرم ہمیں دکھائے
زم زم و بیر فاطمہ کے چل کے پیئیں گے جام دو

صنعت تضاد:

کہیں وہ جلتے بجھاتے ہوں گے کہیں وہ روتے ہنساتے ہوں گے
وہ پائے نازک پہ دوڑنا اور بعید ہر اک مقام ہوگا

ہے عبد کہاں معبود کہاں معراج کی شب ہے راز نہاں
دونور رحجاب نور میں تھے خود رب نے کہا سبحان اللہ

چاند سے ان کے چہرے پر گیسوئے مشکل فام دو
دن ہے کھلا ہوا مگر وقت سحر ہے شام دو

صنعت حسن تعلیل:

عارض نور بار سے بکھری ہوئی ہٹی جو زلف
اک اندھیری رات میں نکلے مہ تمام دو
باغ جہاں لہک اٹھا قصر جناں مہک اٹھا
سیکڑوں ہیں چمن کھلے پھول کی اک بہار میں

خلاصۂ کلام:

(۱) حضرت حجۃ الاسلام کا کلام شرعی خامی سے پاک ادب و احترام اور شریعت کے دائرہ میں ہے۔
(۲) کلام عقیدہ و عقیدت کی مظہر ہے
(۳) زبان سلیس اور پاکیزہ لفظ معطر اور حرف حرف معتبر
(۴) اسلوب دل کش اور متاثر کن
(۵) نعتیہ کلام تغزل سے بھرپور ہے

حجۃ الاسلام اور شعروادب

مولانا توفیق احسنؔ برکاتی، ممبئی

09819433765

شہر بریلی خانوادہ رضا کی بنیاد پر پوری دنیا میں شہرت رکھتا ہے اور اس نے کئی علمی دبستان کی بنیاد رکھی ہے، یہاں کا دار الافتاء جو علامہ رضا علی خان بریلوی کے عہد میں قائم ہوا تھا، آج بھی اپنی شناخت باقی رکھے ہوئے ہے، فروغ مذہب، احقاق حق وابطال باطل، شعروادب، فتویٰ نویسی، تصنیف کتب، مناظرہ، تدریس وخطابت کے مختلف میدانوں میں اس شہر اور خاندان رضا نے جو تاریخی کام کیے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ عمدۃ المحققین علامہ نقی علی خان اور ان کے فرزند مجدد اعظم امام احمد رضا قادری علیہما الرحمہ کی دینی وتجدیدی خدمات نے اس کی ناموری کو اوج ثریا تک پہنچا دیا۔ انھوں نے باقاعدہ نعتیہ شاعری کے مستقل دبستان کی بنیاد رکھی اور شاعری ادب وعشق سے لذت آشنا ہوئی۔ اگرچہ ان کے جد امجد اور والد ماجد بھی شاعری کی مبادیات سے آشنا تھے اور شاعری سے یک گونہ شغف رکھتے تھے لیکن امام احمد رضا قادری نے اسے اظہار عشق کا ذریعہ بنایا اور باقاعدہ شاعری کی اور کیف وکم ہر دو اعتبار سے ایوان شعروادب کو روشن رکھا، شعر ونثر کی مختلف اصناف کے نمونے ان کے یہاں مل جاتے ہیں، جو انشا پردازی کے اعلیٰ نمونے ہیں اور ان میں فکری تنقیدوں کا رس موجود ہے۔ امام احمد رضا کے برادر وتلمیذ داغ علامہ حسن رضا بریلوی کی غزلیہ اور نعتیہ شاعری کا کافی چرچا رہا، جو اردو کے ساتھ فارسی میں بھی اپنی الگ شناخت رکھتی ہے۔ یہ سلسلہ شعروادب ان کے شہزادگان اور تلامذہ میں خوب پروان چڑھا، علامہ مصطفی رضا نوری، علامہ حامد رضا قادری سے ہوتے ہوئے موجودہ شیخ تاج الشریعہ علامہ اختر رضا ازہری دام ظلہ میں یہ رنگ خوب پایا جاتا ہے۔ لیکن سر دست ہمیں گفتگو ان کے خلف اکبر علامہ حامد رضا قادری کے شعروادب تک محدود رکھنی ہے، تفصیلی مطالعے کے لیے راقم کی کتاب

"خانوادہ رضویہ کی شعری وادبی خدمات" ملاحظہ کریں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے خلف اکبر حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا قادری کی ولادت ربیع النور ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۵ء کو محلہ سوداگران شہر بریلی میں ہوئی، محمد نام پر عقیقہ ہوا، عرف حامد رضا رکھا گیا، (۱) تمام مروجہ علوم وفنون والد ماجد امام احمد رضا بریلوی سے پڑھا، ۱۹ رسال کی عمر میں سند فراغت سے نوازے گئے، (۲) علامہ حامد میاں کی فراغت کا سن ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۴ء ہے، (۳) حضرت سیدنا ابوالحسن احمد نوری علیہ الرحمۃ والرضوان سے بیعت و خلافت حاصل کی اور والد مکرم امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ نے خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا، (۴) علم وفضل، درس وتدریس، وعظ وتقریر، مناظرہ اور تصنیف وتالیف میں یگانۂ روزگار تھے، عربی زبان وادب اور اردو فارسی دوسری زبانوں میں بے تکلف گفتگو کیا کرتے، (۵) اکابر علما نے آپ کی استعداد اور قابلیت کا لوہا مانا۔

حرمین طیبین کی حاضری پر حضرت شیخ علامہ سید حسین الدباغ نے آپ کی قابلیت کو خراج تحسین وتبریک کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"ہم نے ہندوستان کے اطراف واکناف میں حجۃ الاسلام جیسا فصیح وبلیغ نہیں دیکھا۔" (۶)

آپ کی عربی دانی اور ترجمہ نگاری کی مثال بیان کی جاتی ہے، انتہائی فصاحت وبلاغت کے ساتھ برجستہ عربی زبان میں اشعار بھی کہتے اور مضامین وخطبات تحریر فرماتے، ایسا معلوم پڑتا کہ عربی آپ کی مادری زبان ہے، آپ کی علمیت اور فقاہت بھی ہر کسی کو متاثر کردیتی تھی، "انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء" کے مظہر اتم تھے، آپ کی ادب نوازی تادیر یاد کی جائے گی۔ علامہ حسنین رضا خاں بریلوی کا بیان ہے:

"اعلیٰ حضرت کے بعد اگر واقعی کوئی عالم اور ادیب تھا تو وہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان تھے۔" (۷)

حضرت حجۃ الاسلام کو نعت گوئی سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری سے ورثہ میں ملی تھی، آپ کا نعتیہ کلام بڑا فصیح وبلیغ، عشق ووارفتگی میں ڈوبا، کوثر وتسنیم میں نہایا ہوا اور رقت انگیز ہے، فکر ونظر کی گہرائی وگیرائی، محبت ووفا کی جولانی، معرفت کی دل آویزی، خیال کی پاکیزگی، فنی و ادبی نزاکتوں کی بے مثالی، سلاست وندرت کی تابندگی اور الفاظ کا برمحل استعمال ونادر تعبیرات

آپ کے نعتیہ اشعار کی خصوصیات ہیں۔

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی رقم طراز ہیں:

''(علامہ حامد رضا کو) شعر و سخن کا بھی ذوق تھا، محبت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ڈوبی ہوئی نعتیں لکھ کر ایمان کو تازگی بخشتے، بقول صاحب تذکرۂ جمیل ''نعت گوئی میں آپ کو شغف تام تھا، مگر آپ کا علمی و قلمی ذخیرہ عدم تحفظ کی نذر ہو گیا۔ ''بیاض پاک حجۃ الاسلام'' کے تاریخی عنوان سے مولانا محمد ابراہیم خوشتر صاحب نے ذخیرۂ نعت سے کچھ حصہ جمع کیا ہے۔''(۹)

ڈاکٹر امجد رضا امجد ایڈیٹر سہ ماہی رفاقت پٹنہ لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت کے خلف اکبر حضرت مولانا حامد رضا خاں کا دیوان اگرچہ محفوظ نہیں مگر ''انتخاب کلام حامد'' کے نام سے جو مجموعہ شائع ہوا ہے وہ حمد و نعت کا نہایت ہی قابل قدر نمونہ اور اردو کی نعتیہ شاعری میں گراں قدر اضافہ ہے۔''(۱۰)

اس وقت ہماری تحویل میں ڈاکٹر امجد رضا امجد کا مرتب کردہ ان کا نعتیہ مجموعہ ''تحائف بخشش'' موجود ہے جس کے کل صفحات چالیس ہیں، یہ انتخاب جولائی ۲۰۱۱ء میں القلم فاؤنڈیشن، سلطان گنج پٹنہ سے شائع کیا گیا ہے، جس کے متعلق مرتب موصوف رقم طراز ہیں:

''پیش نظر کتاب حضور حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان کے نعتیہ کلام کا انتخاب ہے، ان کا مکمل کلام محفوظ نہیں رہ سکا، اس لیے اس تعلق سے اہل طلب کو مایوسی ہوتی ہے، لیکن ان کے دستیاب کلام کو پڑھ کر یہ اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ بلاشبہ حضور حجۃ الاسلام علم، فضل اور ادب میں اپنے والد گرامی حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے جانشین تھے۔''(۱۱)

آگے ایک جگہ لکھتے ہیں:

''وہ اپنے عہد کے علم و فضل، درس و تدریس، وعظ و تقریر، تصنیف و تالیف اور مناظرہ میں یگانہ روزگار تھے، عربی، فارسی، اردو ہر زبان پر قدرت تھی۔ حرمین طیبین اور غیر منقسم ہندستان کے اکابر علما و مشائخ نے

آپ کی علمی سطوت، فقہی تفوق، ادبی محاسن اور تقریری صلاحیت کے ساتھ

صاحب ارشاد شیخ ہونے کا اعتراف کیا ہے۔" (۱۲)

حجۃ الاسلام مولانا حامدؔ رضا بریلوی قدس سرہ نے عربی، فارسی اردو نظمیں بھی لکھیں، نثر کی بھی یادگاریں چھوڑیں، حمد، نعت و دیگر اصناف سخن میں اپنے اشہب قلم کی جولانیاں بکھیریں، جو علمی و فنی اعتبار سے لازوال شاہکار ہیں اور اسلوب و کیفیت کے اعتبار سے بے مثال ہیں۔ نغمۂ توحید کے عنوان سے پیش کردہ حمد کے یہ اشعار ملاحظہ کریں:

دل میرا گد گداتی رہی آرزو		آنکھیں پھر پھر کے کرتی رہی جستجو
عرش تا فرش ڈھونڈ آیا میں تجھکو تو		نکلا اقرب ز جبل ورید گلو

اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

یاالٰہی دکھا ہم کو وہ دن بھی تو		آب زمزم سے کر کے حرم میں وضو
باادب شوق سے بیٹھ کر قبلہ رو		مل کے ہم سب کہیں یک زباں ہو بہو

اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

ان کی نعت کے یہ اشعار دیکھیں:

تیری صورت پہ میں قربان رسول عربی

پیارا جس پہ ہوا رحمان رسول عربی

ہو فدا تجھ پہ مری جان رسول عربی

تجھ پہ صدقے ترے قربان رسول عربی

طور ہی پر رہے غش کھا کے جناب موسیٰ

عرش پر تم ہوئے مہمان رسول عربی

خاک ہو جائے تری گلیوں میں مٹ کر حامدؔ

ہے مرے دل کا یہ ارمان رسول عربی

گناہ گاروں کا روز محشر شفیع خیر الانام ہوگا
دلہن شفاعت بنے گی دولہا نبی علیہ السلام ہوگا
کبھی تو چمکے گا نجم قسمت، ہلال ماہ تمام ہوگا
کبھی تو ذرے پہ مہر ہوگی وہ مہر ادھر خوش خرام ہوگا
حضور روضہ ہوا جو حاضر تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامد
خمیدہ سر، آنکھ بند، لب پر مرے درود و سلام ہوگا

حبیب کبریا تم ہو، امام الانبیاء تم ہو
محمد مصطفیٰ تم ہو، محمد مجتبیٰ تم ہو
تمھارے حسن رنگیں کی جھلک ہے سب حسینوں میں
بہاروں کی بہاروں میں بہار جاں فزا تم ہو
انا من حامد و حامد رضا منی کے جلووں سے
بحمد اللہ رضا حامد ہیں اور حامد، رضا تم ہو

ان اشعار کے مطالعے سے علامہ حامد رضا قادری کی ادبی ہنر مندی کا رنگ پہچانا جاسکتا ہے ،جن میں عشق کی گرمی بھی ہے اور ادب کی حلاوت بھی، شعری تمازت بھی ہے اور فنی جمال بھی، بلندی خیال بھی ہے اور ترفع فکر بھی، ساتھ ہی سلاست و شگفتگی، بہاریہ رنگ و آہنگ اور شاعرانہ حسن کا جلوہ بھی کئی جہتوں میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے اور ان پر اپنی تنقیدی رائے دی جاسکتی ہے۔

تصنیف و تالیف سے آپ کو گہرا شغف تھا، فتاویٰ بھی لکھتے، علمی و فکری موضوعات پر کتابیں اور تحقیقی مقالات قلم بند فرماتے، ترجمہ نگاری و حاشیہ نگاری میں آپ یکتا نظر آتے ہیں، تقریظات و تمہیدات کی رقم طرازی میں آپ کو انفرادیت حاصل رہی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی علیہ الرحمہ کی مایہ ناز تصنیف ''الدولۃ المکیۃ'' اور ''کفل الفقیہ الفاہم'' کی اردو میں آپ نے جو شاندار ترجمانی کی اس کی ادبیت قابل مطالعہ و لائق تقلید ہے۔

آپ کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ علمی و تحقیقی نگارشات کی تفصیل ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی نے اپنی کتاب تاریخ مشائخ قادریہ جلد دوم میں ذکر کی ہے۔ ان کی کل تعداد تیرہ ہے۔ (۱۳)، مولانا محمد شفیق شریفی نے آٹھ کا تذکرہ کیا ہے۔ (۱۴) اور مولانا عبد المجتبیٰ رضوی نے قابل ذکر سات بیان کی ہیں۔ (۱۵)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ نے ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء میں تحریک جماعت رضائے مصطفی قائم کی، (۱۶) آپ کے انتقال کے بعد اس جماعت کی سرپرستی حجۃ الاسلام اور مفتیِ اعظم ہند نے قبول فرمائی اور تاحین حیات سرپرستی فرماتے رہے، (۱۷) مولانا حامد رضا بریلوی نے اس جماعت کے پلیٹ فارم سے صحافتی خدمات انجام دیں، قادیانیوں کے رد میں آپ ہی کی ادارت میں ''ماہنامہ رد مرزائیت'' ایک عرصے تک شائع ہوتا رہا۔ (۱۸)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی سرپرستی میں ماہنامہ ''یادگار رضا'' کا اجرا ہوا، حجۃ الاسلام خود اس میں مضامین لکھتے تھے، (۱۹) مذہب کی خدمت بھی ہوتی، ادب بھی پروان چڑھتا رہا اور صحافت بھی ترقی کرتی رہی۔ حجۃ الاسلام قدس سرہ کی ایک الہامی منقبت ''ذریعۂ التجا'' ۸۲ر اشعار پر مشتمل ہے جو سید شاہ آلِ رسول احمد مارہروی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں ہے، مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی نے تذکرۂ جمیل مطبوعہ دہلی ۱۴۱۲ھ میں صفحہ ۲۹۰ تا ۲۹۴ میں شامل کیا ہے، جو آپ کے شعری کمال کی گواہ ہے۔ ''تحائف بخشش'' میں بھی اخیر میں وہ منقبت درج ہے جو انتہائی قابل مطالعہ اور لائق استفادہ ہے۔

شعر کے ساتھ ان کی نثر میں بھی بلا کی چاشنی اور ادبیت کار چاؤ نظر آتا ہے جس کی داد نہ دینا ادبی جرم قرار پائے گا۔ ذرا ان کے نثری اسلوب اور سلاست و ادبیت کا جاذب نظریہ رنگ ملاحظہ فرمائیں:

> ''دین کے چوروں نے مسلمانوں کی گٹھریاں ماریں، ایمان کے راہ ماروں نے متاعِ ایمان کی لوٹ کر دی، کفر و ضلال کی آندھی شورش و یورش پیروانِ گاندھی نے مسلمانوں کی جان و مال، عزت و آبرو، دین ایمان سب پر بنا دی۔ تو وہ کون تھا جس نے حمایت حق کا جھنڈا اٹھایا؟ دین الٰہی کی نصرت فرماتا میدانِ وفا میں آیا، دین کے چوروں کو کفر شکن

نعروں سے للکارا، ایمان کے قزاقوں سے مسلمانوں کا جان ومال، دین ایمان بچایا، اس کے آتے ہی فتح وظفر کے نشان چمکے، فضائے اجلال و ہوائے اقبال میں پھریرے لہرائے، سوراجی راجدھانی میں زلزلے آئے، حریفانِ اسلام کے پاؤں لڑکھڑائے، گاندھوی شغال کفروضلال کے روباہ خصال کحمر مستنفرت من قسورۃ کی مثال بھاگتے نظر آئے، یہ شیر بیشۂ اہل سنت مجدد دین وملت امام اہل سنت کے فیوض کی فوج ظفر موج کا ایک دستہ جماعت رضائے مصطفی علیہ التحیۃ والثنا کا تبلیغی شعبہ تھا، جس کے صف شکن رسالوں نے ہل من مبارز کا ڈنکا بجایا، اشتہاروں، اعلانوں نے کفر کفار کو کیفر کردار چکھایا۔'' (۲۰)

علم وفن، تفکر وتدبر اور ادب وسخن کا یہ ستارہ ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء کو ستر برس کی عمر میں بحالت تشہد غروب ہوگیا، لیکن اس کے دینی وعلمی کارنامے اور اس کی شعری وادبی خدمات آج بھی تابندہ ودرخشندہ ہیں۔ (۲۱)

مراجع:

(۱) مولانا شفیق احمد شریفی، تذکرہ اکابر اہل سنت، الہ آباد، ص ۱۱۹ ج ا

(۲) مولانا شفیق احمد شریفی، تذکرہ اکابر اہل سنت، الہ آباد، ص ۱۱۹ ج ا

(۳) ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی، تاریخ مشائخ قادریہ، دہلی، ۲۰۰۱ء، ص ۳۹۹ ج ۲

(۴) مولانا شفیق احمد شریفی، تذکرہ اکابر اہل سنت، الہ آباد، ص ۱۲۰ ج ا

(۵) ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی، تاریخ مشائخ قادریہ، دہلی، ۲۰۰۱ء، ص ۳۹۹ ج ۲

(۶) مولانا شفیق احمد شریفی، تذکرہ اکابر اہل سنت، الہ آباد، ص ۱۲۱ ج ا

(۷) ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی، تاریخ مشائخ قادریہ، دہلی، ۲۰۰۱ء، ص ۳۹۹ ج ۲

(۸) مولانا محمد شہاب الدین رضوی، مفتی اعظم اور ان کے خلفا، رضا اکیڈمی ممبئی، ص ۸۱ ج ا

(۹) ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی، تاریخ مشائخ قادریہ، دہلی، ۲۰۰۱ء، ص ۴۰۲ ج ۲

(۱۰) جہانِ مفتیِ اعظم، رضا اکیڈمی، ممبئی، ۲۰۰۷ء، ص ۶۵۵

(۱۱) ڈاکٹر امجد رضا، تحائف بخشش رجحۃ الاسلام، القلم فاؤنڈیشن، پٹنہ، جولائی ۲۰۱۱ء، ص: ۵
(۱۲) ڈاکٹر امجد رضا، تحائف بخشش رجحۃ الاسلام القلم فاؤنڈیشن، پٹنہ، جولائی ۲۰۱۱ء، ص: ۶
(۱۳) ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی، تاریخ مشائخ قادریہ، دہلی، ۲۰۰۱ء، ص ۲۰۴ ج ۲
(۱۴) مولانا شفیق احمد شریفی، تذکرہ اکابر اہل سنت، الہ آباد، ص ۱۲۸ ج ۱
(۱۵) مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی، تذکرۂ مشائخ قادریہ برکاتیہ رضویہ، المجمع المصباحی مبارکپور، ۲۰۰۲ء، ص ۴۹۴
(۱۶) مولانا محمد شہاب الدین رضوی، تاریخ جماعت رضائے مصطفی، رضا اکیڈمی ممبئی، ۱۹۹۵ء، ص ۵۵
(۱۷) مولانا محمد شہاب الدین رضوی، تاریخ جماعت رضائے مصطفی، رضا اکیڈمی ممبئی، ۱۹۹۵ء، ص ۷۸
(۱۸) مولانا محمد شہاب الدین رضوی، تاریخ جماعت رضائے مصطفی، رضا اکیڈمی ممبئی، ۱۹۹۵ء، ص ۹۹
(۱۹) مولانا محمد شہاب الدین رضوی، تاریخ جماعت رضائے مصطفی، رضا اکیڈمی ممبئی، ۱۹۹۵ء، ص ۳۸۴
(۲۰) مولانا محمد شہاب الدین رضوی، تاریخ جماعت رضائے مصطفی، رضا اکیڈمی ممبئی، ۱۹۹۵ء، ص ۴۱۱
(۲۱) ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی، تاریخ مشائخ قادریہ، دہلی، ۲۰۰۱ء، ص ۲۰۴ ج ۲

☆☆☆

حجۃ الاسلام: بحیثیت نعت گو

مولانا عبدالرزاق پیکر رضوی

مدرس الجامعۃ الرضویہ، پٹنہ 9835265943

دنیا کی کوئی بھی زبان ہو، مذہبی شاعری سے خالی نہیں لیکن اس امر میں اردو زبان سب سے زیادہ خوش نصیب و بلند اقبال واقع ہوئی ہے، کیوں کہ روز پیدائش سے ہی اس کے لب حمد و نعت سے تر رہے ہیں، عہد طفلی اس کے آغوش میں گزرا، جوانی اس کی بانہوں میں پروان چڑھی اور پھر اپنی خوشحال زندگی کا سفر اسی کے سایہ رحمت میں شروع کی، جو بحسن وخوبی تا ہنوز طے کر رہی ہے۔ تاریخ تصوف کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابتداء صوفیائے کرام نے صوفیانہ شاعری کو رواج دیا، جس کے باعث عہد قدیم میں حمدیہ شاعری زیادہ فروغ پائی اس کے باوجود حمدیہ شاعری کا دامن نعت کے گلابوں سے سجے ہوئے نظر آتے ہیں، گویا حمد الٰہی کے ساتھ نعت نبوی کے بھی تابندہ نقوش وافر مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ یہ عقیدہ ہر ایک مومن کو معلوم ہے کہ توحید اور رسالت ایمان کے دو اجزا ہیں اور یہ ایک دوسرے کے بغیر کامل نہیں ہوتے، یہی وجہ ہے کہ شعرا نے ہر دور میں ان دونوں اصناف کو اپنی خاص توجہات کا حصہ بنایا البتہ صوفی شعرا دور اولین میں حمدیہ شاعری میں نعت کے اجزا کو جزوی طور پر شامل رکھنا ضروری سمجھتے تھے لیکن جب لسانی تہذیب نکھری اور فروغ و ترقی کی جانب مائل ہوئی تو اس کے دامن میں نئی وسعت و کشادگی آئی اور نعت ایک جداگانہ صنف سخن کی حیثیت سے ظہور پائی۔ تاریخ نعت گوئی کے عہد بہ عہد مطالعہ سے یہ حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ ہر دور کے شعرا نے عظمت و تقدیس کے باعث فن نعت گوئی پر کامل توجہ صرف کی اور اس کا پورا حق ادا کیا، یہ سلسلہ تا صبح قیامت جاری رہے گا۔ اس سلسلے میں بعض شعرا تو صرف فن نعت گوئی میں ہی پوری زندگی صرف کر دی اور کسی دوسری جانب منھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا، آج اسی انفرادی خصوصیت کی وجہ سے تاریخ نعت گوئی کے افق پر ان کا نام

خورشید تاباں کی مانند چمک رہا ہے۔ اس مبارک فہرست میں بطور خاص حضرت امام رضا بریلوی کا نام آتا ہے، جنہوں نے زندگی بھر نعت نبوی کے سوا کسی دوسری صنف سے سروکار نہیں رکھا ۔اس ضمن میں ان کے خانوادہ کے نامور نعت گویوں نے بھی زمانے میں خوب شہرت پائی، ان میں حسن رضا بریلوی، حامد رضا بریلوی، نوری بریلوی، اختر رضا بریلوی وغیرہ کے نام زیادہ روشن ونمایاں ہیں تحریک عشق رسالت سے اس خانوادے کے شعرائے کرام کو عشق ومحبت رسول کی غذائیں ملتی رہی ہیں، یہی وجہ ہے کہ ایک نعت گوفنکار کی حیثیت سے تاریخ نعت گوئی میں ان بزرگوں کو وہ مرتبہ ومقام حاصل ہے کہ ان کے ذکر جمیل کے بغیر اردو فن نعت گوئی کی تاریخ پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتی۔

خانوادۂ رضویہ کے نعت گو شعرا میں جن کو درجہ امتیاز حاصل ہے ان میں حضرت حامد رضا بریلوی کا نام بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ آپ کے عہد مبارکہ میں شہر بریلی شریف ایک مرکز نعت کی حیثیت سے نکھر کر سامنے آیا، کیوں کہ آپ کی سرپرستی میں نعت کی کئی ادبی انجمنیں قائم ہوئیں اور نئی نسل کے بے شمار نعت گو ایک شاعر کی حیثیت سے منظر عام پر آئے جن کے تذکروں سے مذہبی شاعری کی تاریخ کا دامن سبز وشاداب نظر آتا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ شہر بریلی شریف میں ہر سال عرس رضوی کے موقع سے آپ ہی کی صدارت میں طرحی نعتیہ مشاعرے منعقد ہوا کیے، ان میں مقامی اور غیر مقامی شعرا بکثرت شریک ہو کر قلوب مومنین کو لذت عشق سے ہم آغوش کرتے، ان میں روشن صدیقی، شمس الحق شمس بریلوی، شفق صدیقی جونپوری، ضیاء القادری، جامی بدایونی، شیوا بریلوی، حیرت، ضمیر، خوشتر صدیقی، امید، عبرت وغیرہ کے نام زیادہ مشہور ومعروف ہیں۔ ان مشاعروں کے تعلق سے ''تذکرہ جمیل'' کے مصنف اور بالغ نظر سوانح نگار مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی سربراہ سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل ڈربن افریقہ رقم طراز ہیں

> ''عرس قادری رضوی بریلی کا نعتیہ مشاعرہ نہ صرف شرعی بلکہ ادبی حیثیت سے بھی معیاری سمجھا جاتا تھا۔ اس مشاعرہ میں نعتیہ کلام کا پڑھ لینا بھی شعرا اور شاعری کے لئے استاد کا درجہ رکھتا تھا اور یہ سب کچھ حضرت حجۃ الاسلام کی خصوصی توجہ کا نتیجہ تھا''۔

حضرت حامد رضا ایک قادر الکلام نعت گو شاعر تھے، آپ نے اپنے والد گرامی حسان الہند حضرت امام رضا بریلوی کے فن نعت کو اپنا رہنما بنایا اور انہیں کی روش پر چل کر نعت گوئی میں کمال پیدا کیا۔ آپ کے بیشتر نعتیہ کلام ماہنامہ یادگار رضا بریلی کی زینت بنتے رہے ہیں جو عدم تحفظ سے تلف ہو گئے لیکن ''بیاض پاک حجۃ الاسلام'' (۱۴۱۰ھ) کے تاریخی عنوان سے نعتوں کا ایک

نہایت مختصر حصہ موجود ہے، جس کو ان کے سوانح نگار مولانا خوشتر صدیقی نے جاں فشانی سے ترتیب دے کر ایک علمی کارنامہ انجام دیا ہے، اس میں انہوں نے مطبوعہ کلام کے ساتھ بعض غیر مطبوعہ کلام کو بھی شامل کیا ہے جو خواجہ تاشان رضویہ پر ان کا بڑا احسان ہے، آج کوئی بھی مسافر اس سنگ میل سے گزرتا ہے تو ان کو دعائیں دیئے بغیر آگے قدم نہیں بڑھاتا۔

ہندو پاک کی مذہبی تاریخ شاہد عدل ہے کہ حضرت حامد رضا بریلوی نے جس عالی گھرانے میں آنکھیں کھولیں اس کی چوکھٹ سے زمانے کو عشق رسول کے تحائف ملے، اسی امتیازی خصوصیت میں آستانہ رضویہ کی خداداد عظمتوں کا کوئی ہمسر نہیں۔ اس حقیقت صادقہ کو اپنوں کے ساتھ غیروں نے بھی تسلیم کیا ہے۔ حضرت حامد رضا اپنے نامور والد گرامی سیدنا امام احمد رضا قادری کی زندگی و دیگر خصوصیات کے عکس جمیل تھے۔ اس لئے آپ کو نعت گوئی کا شوق صغر سنی سے تھا۔ حمد، نعت اور منقبت ہمارے مذہبی شعرا کے دواوین کے اجزا ہیں، حضرت حامد رضا بریلوی کا مطبوعہ کلام جو ہم تک پہنچا ہے، ان میں یہ تینوں اجزا شامل ہیں۔ جن کے مطالعہ سے آپ کی انفرادی شان و تمکنت ابھر کر سامنے آتی ہے۔ آپ ایک خالص نعت گو شاعر ہیں، نعتیہ شاعری آپ کا اوڑھنا بچھونا، زندگی کا خلاصہ اور تمام فکر وفن کا ماحصل ہے۔ آپ نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو اس پاکیزہ مقصد کے لئے وقف کر دیا تھا۔ آپ کا دامن غیروں کی مدح سرائی کے داغ سے پاک ہے اور یہ خصوصیت خانوادہ رضویہ کے تمام شعرا کو حاصل ہے جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔

اہل نظر جانتے ہیں کہ نعت گوئی کے میدان میں فکر وفن اور جولانی طبع کی نمائش کا شوق خطروں سے بھرا ہوا ہے، یہاں دیوانگی میں ہوش کی منزل طے کی جاتی ہے، کیوں نہ ہو کہ اس میں قدم قدم پر متاع دین وایماں کے لٹنے کا خوف دامن گیر رہتا ہے، اس راہ کے مسافر کے لئے توفیق الٰہی کی دستگیری ہی سب کچھ ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کی دشواریوں کو دیکھتے ہوئے عرفی جیسے باکمال شاعر کو کہنا پڑا کہ:

ہرزہ مشتاب ایں رہ نعت ست نہ صحرا ست

مگر یہ دیکھ کر میرے شعور وفکر پر حیرت واستعجاب کا عالم طاری ہو جاتا ہے کہ حضرت حامد رضا بریلوی ایسی پُر خطر راہوں سے ٹھوکر کھائے بغیر بڑی عافیت وسلامتی کے ساتھ گزر جاتے ہیں اور دامن فکر پر ادنی داغ دھبہ تک بھی نظر نہیں آتا، اس پر مستزاد یہ کہ شعروں میں فصاحت و بلاغت، جدت وندرت اور لفظی و معنوی محاسن کے خوشرنگ گلاب بھی اگاتے چلے جاتے ہیں ۔ بیشک اس فوز وفلاح میں فیضان رضا کے ساتھ ذاتی فضل وکمال بھی شامل ہے جو ان کو قدرت کی

جانب سے ودیعت ہوئی تھی۔

حضرت حامد رضا بریلوی کے ذخیرہ کلام میں حمد کے موضوع سے دو نظم ملتی ہے پہلی نظم مثلث میں ہے جو "حمد باری" کے نام سے موسوم ہے دوسری نظم مخمس میں ہے جس کا نام "نغمۂ توحید" درج ہے۔ حمد باری میں زیادہ تر تصوف کے اسرار و رموز بیان ہوئے ہیں، جس میں اظہار و بیان کا خاص سلیقہ نمایاں ہے۔ زبان نہایت صاف و شفاف ہے اور متصوفانہ اصطلاح کو اتنے سہل انداز میں استعمال کیا گیا ہے کہ جس میں ابہام و ثقالت اور ژولیدگی کا شائبہ تک نظر نہیں آتا۔ اس نظم کے مقابلے میں نغمۂ توحید شاعرانہ حسن بیان کی عمدہ مثال ہے اس میں سیدھے سادے مضامین کو سلیس و رواں، پر لطف، موثر، اور دلکش پیرائے میں باندھا گیا ہے۔ مجموعی طور پر ان دونوں نظموں میں شاعرانہ تکنیک کے مطابق قرآن و احادیث سے استفادہ کرتے ہوئے ان کے ٹکڑوں کی خوبصورت پیوند کاری بھی کی ہے، جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ نغمۂ توحید کے دو بند جو تلمیحاتی حسن استعمال پر مشتمل ہیں آپ بھی ملاحظہ کیجئے:

طور سینا پہ تو جلوہ آرا ہوا		صاف موسیٰ سے فرما دیا لن ترا
اور انی انا اللہ شجر بول اٹھا		تیرے جلوؤں کی نیرنگیاں سو بہ سو

اللہ اللہ اللہ اللہ

کون تھا جس نے سبحانی فرما دیا		اور ما اعظم شانی کس نے کہا
بایزید اور بسطام میں کون تھا		کب انا الحق تھی منصور کی گفتگو

اللہ اللہ اللہ اللہ

حضرت حامد رضا بریلوی میں عشق رسول کا جذبہ انتہائی شدید ہے اور فطری بھی، چنانچہ ان کا سارا کلام جوش محبت سے لبریز ہے۔ مضمون آفرینی، طہارت فکر، ندرت خیال، انتخاب الفاظ اور اسلوب اظہار و بیان سے بھی ان کی فنی مہارت صاف جھلکتی ہے۔ ان کے کلام کی ایک خوبی یہ ہے کہ اولین مرحلہ میں یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ ہم حقیقی شاعری کے مطالعہ میں مصروف ہیں۔ نعتیہ افکار کو تغزل کے رنگ و آہنگ میں ڈھالنے کی روایت قدیم ہے جو فارسی شاعری کے زیر اثر مدت سے چلی آرہی ہے، اردو نعت گو شعرا نے بھی اس ادبی روایت کو کئی رخ سے فروغ دیا۔ مذہبی شاعری کی شاید ہی کوئی صنف ہو جو غزلیہ رنگ و آہنگ اور اس کے دلآویز محاسن سے خالی ہو، اردو کی نعتیہ شاعری کا دامن بھی اس کے خوش رنگ جلوؤں سے بھرا ہوا ہے لیکن اس خوبی

وکمال میں خانوادۂ رضویہ کے نعت گوشعرا نے علوئے شان پیدا کیا اور اپنی منفرد پہچان بنائی ،تاریخ میں اسکی کوئی نظیر نہیں ملتی۔حضرت حامد رضا بریلوی نے بھی اپنی فکری وفنی صلاحیتوں سے اس شعری خصوصیت کو اختیار کیا اور اپنے خاندان کی غزلیہ روایت سے اپنے شعری اسلوب کو ہم آہنگ رکھا اور اس کے حسن معیار کی پاسداری کرتے ہوئے اپنے جمالیاتی فکر و احساس سے غزلیہ نعت کے دائرے کو نئی وسعت دینے کی کوشش کی۔شواہد کے طور پر چند مثالیں کافی ہیں ،ملاحظہ کریں:

چاند سے ان کے چہرے پہ گیسوئے مشک فام دو
دن ہے کھِلا ہوا مگر وقت سحر ہے شام دو
روئے صبیح اک سحر زلف دوتا ہے شام دو
پھول سے گال صبح دم مہر ہیں لالہ فام دو
عارض نور بار سے بکھری ہوئی ہٹی جو زلف
ایک اندھیری رات میں نکلے مہِ تمام دو
ان کی جبین نور پر زلف سیہ بکھر گئی
جمع ہیں ایک وقت میں ضدیں صبح وشام دو

مزید یہ اشعار بھی ملاحظہ فرمائیں جو ذوق سلیم کو عجیب کیف وسرور سے دوچار کرتے ہیں:

شاہد گل ہے مست ناز حجلۂ نو بہار میں
ناز و ادا کے پھول ہیں پھولے گلے کے ہار میں
آئیں گھٹائیں جھوم کر عشق کے کوہسار میں
بارش غم ہے اشکبار گریۂ بے قرار میں
باغ جہاں لہک اٹھا قصر جہاں مہک اٹھا
سیکڑوں ہیں چمن کھلے ہوئے پھول کی اک بہار میں
گردشِ چشم ناز سے حامد میگسار مست
رنگ سرور و کیف ہے چشم خمار دار میں

منقبت ہماری مذہبی شاعری کی ایک پاکیزہ روایت رہی ہے۔اس موضوع پر حضرت حامد رضا بریلوی کی ایک طویل نظم ہے جو تین اجزا پر مشتمل ہے، ہر ایک جز ان کے فکر وفن کا شاہکار ہے۔اس نظم کا تاریخی نام ''ذریعہ التجا'' ہے۔اس میں انہوں نے اپنے مرشد گرامی کے جد امجد

خاتم الاکابر حضور سید شاہ آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ کی روحانی بارگاہ عالیہ میں اپنی قلبی تمناؤں کا عاجزانہ اظہار کیا ہے۔ یہ طویل نظم اپنی فکری خصوصیات وفنی محاسن کے لحاظ سے بڑی معرکۃ الآرا ہے۔ یہ ان کی والہانہ شیفتگی اور جذبۂ فدائیت کا منھ بولتا شاہکار ہے، ہر شعر بلکہ ہر مصرع دل کے جوش، امنگ، کشش، ولولہ اور ارمان واشتیاق کے پاکیزہ جذبوں میں شرابور ہے۔ اسے پڑھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ کوئی پروانہ، دیوانہ وار شمع روشن پر نثار ہو رہا ہے۔ اس میں شاعر نے سلامت روی کے ساتھ اپنے قارئین کو معراج عقیدت کی خوب سیر کرائی ہے۔ ذریعۂ التجا کا خاص جوہر اختصار، کلام کی پختگی، تناسب لفظی، بندش کی چستی اور روانی وبرجستگی ہے۔ اشعار، زبان وبیان کی پاکیزگی اور جذبات ومعنی آفرینی ہر لحاظ سے قابل قدر و پُر تاثیر ہیں آیئے چند اشعار سے ذوق طبع کی ضیافت کی جائے:

ماومن سے بچائے آل رسول — من وعن ہوں رضائے آل رسول
سات افلاک زینے پھر کرسی — عرش رفعت سرائے آل رسول
اس کی نیرنگیوں میں ہوں یکرنگ — رنگ وحدت جمائے آل رسول
بھر دے قطرے کے سینے میں قلزم — نم میں یم کو سمائے آل رسول
فانی ہو جاؤں شیخ میں اپنے — ہو بہ ہو ہو ادائے آل رسول
شاخ لاہوت پر بسیرا ہو — ہو یہ طائر ہمائے آل رسول
خم سے آسن جمائے در پہ گدا — کوئی پیالہ پلائے آل رسول

مزید تیسرے جز کے چند اشعار ملاحظہ فرمایئے جن میں سید شاہ آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ کے ساتھ ان کے نامور خلیفہ ومجاز مجدد ماُۃ حاضرہ سیدنا امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی انوکھی شان وعظمت کی جھلک ملتی ہے، نیز ان اشعار سے بریلی ومارہرہ کے روحانی تعلقات کی گہرائی وگیرائی پر بدرجہ اتم روشنی پڑتی ہے، فرماتے ہیں:

پار بیڑا لگائے آل رسول — ڈوبے بجرے ترائے آل رسول
ہیں رضا غوث کے قدم بہ قدم — ہیں قدم اُن کے پائے آل رسول
جس نے پایہ تمہارا پایا ہے — کہہ اٹھا میں نے پائے آل رسول
اپنی قدموں کے نیچے ہے جنت — اور قدم ہیں یہ پائے آل رسول
ان کی سیرت ہے سیرت نبوی — ان کی صورت لقائے آل رسول
ان کے جلوؤں میں اُن کے جلوے ہیں — ہر ادا سے ادائے آل رسول

آتے دیکھیں جو اعلیٰ حضرت کو آنکھیں کہہ دیں یہ آئے آل رسول

ہے بریلی میں آج مارہرہ اعلیٰ حضرت ہے جائے آل رسول

قادریوں کا ہے لگا میلہ ہے تماشہ ضیائے آل رسول

برکاتی برکات کا دولہا شاہ احمد رضائے آل رسول

بیل میری اب منڈے چڑھ جائے صدقہ حامد رضائے آل رسول

کہا جاتا ہے کہ سید شاہ آل رسول قدس سرہ کے عرس سراپا قدس کے موقع پر بریلی شریف میں حضرت حامد رضا نے مجمع عام میں یہ الہامی منقبت پڑھی، سامعین پر کیفیتوں کا عالم طاری تھا، اس وقت والد گرامی سیدنا اعلی حضرت علیہ الرحمہ کسی امر میں ناراض چل رہے تھے، جب انہوں نے انتہائی غور وفکر سے سماعت فرمائی تو ان کا چہرہ مسرتوں سے کھل اٹھا، وہ نہایت خوش ہوئے، فوراً بلایا پھر شہزادۂ اکبر کی پیشانی چومی اور ڈھیر ساری دعاؤں سے بھی نوازا۔ مقطع میں اسی قلبی مراد کی جانب اشارہ موجود ہے۔ اس میں ایک مشکل محاورے کو جس حسن و برجستگی اور سادگی وروانی کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے وہ داد طلب ہے۔

مجھے یہ جان کر بڑی حیرت ہوتی ہے کہ حضرت حامد رضا بریلوی کی زندگی انتہائی مصروف ترین زندگی تھی۔ اعلیٰ حضرت کے کتب ورسائل کی نشر واشاعت، قضا وفتویٰ نویسی، دعوت وارشاد، خطوط ومراسلات، تعلیم وتربیت، تصنیف وتالیف، تحقیق وتصدیق، ترجمہ وحاشیہ نگاری، تقریظ وتمہید، تنظیم واہتمام، تعاقب ومناظرہ ودیگر ملکی، ملی، مسلکی مشاغل کے ہجوم کے ساتھ خانقاہی وگھریلو فرائض اور ذمہ داریوں میں گھرے رہنے کے باوجود وہ کیوں کر نعتیہ شاعری کے لئے وقت نکال لیتے تھے، اور شاعری بھی ایسی جو تمام فنی لوازمات سے مرصع ہو۔ بلا شبہ یہ ایک سر عظیم ہے، یہاں کسب کی رسائی نہیں، وہبی توفیق کا فرما ہے۔ بہر حال خانوادۂ رضویہ کے نعت گویوں میں آپ کا نام نمایاں ہے اور سرمایۂ کلام بھی شعری لوازمات ومحاسن کا آئینہ دار ہے مگر صد افسوس کہ جس طرح آپ کے دینی وعلمی کارناموں کا بیشتر حصہ ہماری عدم توجہی کے باعث ضائع ہو گیا، اسی طرح آپ کے نعتیہ شاعری کا زیادہ تر حصہ بھی پیوند تلف ہو گیا۔ بیاض پاک کی شکل میں نعتوں کا قلیل حصہ محفوظ ہے و ایں ہم غنیمت است، لیکن آپ کی زندگی کا یہ روشن پہلو آج بھی کسی مرد میداں کی تلاش میں ہے۔

حجۃ الاسلام کی نعتیہ شاعری

ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی، مالیگاؤں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی ذاتِ ستودہ صفات سے کون واقف نہیں۔ آپ کو عالم اسلام کی عظیم المرتبت شخصیات میں شمار کیا جاتا ہے۔ آپ کی وجہ سے شہر بریلی کو وہ شہرت و مقبولیت ملی کہ آج پوری دنیا کے مسلمانوں کی ایک بڑی اکثریت اپنے آپ کو بریلوی کہنے اور کہلوانے پر فخر محسوس کرتی ہے۔ آپ کے گھرانے میں 1292ھ میں ایک یوسفِ جمال اور صاحبِ عظمت و کمال ہستی کی ولادت ہوئی جس کا نام امام احمد رضا نے محمد حامد رضا رکھا، فاضل وافضل، عالم و اعلم اور کامل و اکمل بزرگ باپ نے بہ نفس نفیس اس کی تعلیم و تربیت فرما کر اسے صاحبِ فضل و کمال بنایا۔ مارہرہ شریف کی مقدس ترین خانقاہ کے ایک عارف کامل حضور سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہٗ سے انھیں نورِ معرفت اور فیض روحانی ملا اور اس طرح جمال ظاہری و باطنی سے منور و مجلّا ہو کر وہ امت محمدیہ و شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلاۃ والتسلیم کی خدمت میں مصروف ہوئے۔ علماے وقت اور فضلاے عصر نے اُن کی عظمتوں کو تسلیم کیا۔ فضل ربانی نے اُن کو "حجۃ الاسلام" کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ یعنی حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں کی حیثیت سے آپ نے اکنافِ عالم میں شہرت پائی۔

1311ھ/1894ء میں 19 سال کی عمر میں درس نظامی سے فارغ ہوئے۔ 1323ھ/1905ء میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل کی۔ عارف کامل حضور سید شاہ ابوالحسین نوری میاں کے علاوہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی سے 13 سلاسل طریقت میں اجازت حاصل کی۔ 1326ھ/1908ء میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے مہتمم ہوئے۔ 1354ھ/1936ء میں اسی دارالعلوم کے شیخ الحدیث اور صدر المدرس کے منصب پر

فائز ہوئے۔ 17 جمادی الاول 1362ھ/ 23 مئی 1943ء کو 70 سال کی عمر میں عین حالتِ نماز دوران تشہد 10 بج کر 45 منٹ پر آپ نے وصال فرمایا۔ نماز جنازہ آپ کے قابل فخر شاگرد و خلیفہ محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قدس سرہ نے پڑھائی۔

حجۃ الاسلام حضرت شاہ محمد حامد رضا خاں بریلوی بڑے متبحر عالم، بہترین معلم، طلبہ پر نہایت ہی شفیق و مہربان تھے۔ وہ مایہ ناز خطیب بھی تھے، انھوں نے ملک گیر دورے کیے۔ رشد و ہدایت اور تبلیغ دین کا کام بڑے ہی احسن انداز میں فرمایا۔ خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو ان کی خدمات دینیہ پر ناز تھا۔ برصغیر ہند و پاک کے چھوٹے چھوٹے قصبات اور دیہی علاقوں میں آپ نے دورے کیے اور دین وسنیت کی ترویج و اشاعت فرمائی۔

حضور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ زبان و ادب پر بھی بڑی دسترس رکھتے تھے۔ آپ کو شعر و سخن سے بھی لگاو تھا۔ عربی، فارسی اور اردو میں آپ نے بڑے بہترین اشعار کہے ہیں۔ حمد و نعت و منقبت کے علاوہ دوسری اصناف میں بھی اشعار آپ کے یہاں ملتے ہیں۔ تاریخ گوئی میں تو آپ کو بڑا ملکہ حاصل تھا۔ چند شعر ملاحظہ فرمائیں جن میں محبت و عقیدت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوب صورت پرچھائیاں منعکس ہوتی نظر آتی ہیں ؎

شکیب دل قرار جاں محمد مصطفیٰ تم ہو
طبیب دردِ دل تم ہو مرے دل کی دوا تم ہو
تمہارے حسن رنگین کی جھلک ہے سب حسینوں میں
بہاروں کی بہاروں میں بہارِ جاں فزا تم ہو

پڑا ہوں میں ان کی رہ گزر میں پڑے ہی رہنے سے کام ہوگا
دل و جگر فرش رہ بنیں گے یہ دیدۂ مشق خرام ہوگا
چاند سے ان کے چہرے پر گیسوئے مشک فام دو
دن ہے کھلا ہوا مگر وقت سحر ہے شام دو
اب تو مدینے لے بلا گنبد سبز دو دکھا
حامد و مصطفیٰ ترے ہند میں ہیں غلام دو

حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کو اردو نثر و نظم کے علاوہ عربی اور فارسی نثر و نظم پر بھی کمال حاصل تھا۔ آپ کی عربی دانی کے کئی واقعات کتابوں میں موجود ہیں۔

علاوہ ازیں آپ نے تصنیفی خدمات بھی انجام دیں۔ آپ کی کئی علمی یادگاریں اہل ذوق کے لیے باعث مطالعہ ہیں۔ "الصارم الربانی علی اسراف القادیانی" یہ قادیانیوں کے رد پر عالم اسلام کا پہلا رسالہ ہے، جو حجۃ الاسلام ہی کے قلم حق رقم سے نکلا۔ الدولۃ المکیہ، حسام الحرمین کے اردو تراجم، حاشیہ ملا جلال، مقدمہ الاجازات المتینہ، نعتیہ مجموعہ، مجموعہ فتاویٰ، اور بیشتر کتب پر تقاریظ آپ نے قلم بند فرمائیں۔

حضور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی نے مختلف مذہبی اور سیاسی تحریکوں کے طوفانوں کا کڑا مقابلہ کیا۔ مثلاً قادیانی تحریک، تحریکِ خلافت، تحریکِ ترکِ موالات، تحریکِ شدھی سنگھٹن، تحریکِ ہجرت، تحریکِ مسجد شہید گنج وغیرہ وغیرہ۔

1354ھ/1935ء میں آپ نے الجمعیۃ العالیۃ المرکزیہ، مراد آباد کے تاریخی اجلاس میں جو فاضلانہ خطبہ دیا اس سے ان کی بے مثال فکر و تدبر کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کے خطبۂ صدارت کے ایک ایک لفظ پر اگر غور کیا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ یہ محض ایک خطبہ نہیں بلکہ فلاحِ ملتِ اسلامیہ کے لیے ایک ایسا دستور العمل ہے کہ اگر اس کے مطابق مسلمانانِ ہند نے اپنے رہوارِ زندگی کو مہمیز کیا ہوتا تو آج ہماری حالت ہی کچھ اور ہوتی۔ مسلمان معاشی، تعلیمی، تجارتی غرض یہ کہ ہر قسم کے دینی و دنیاوی امور میں کسی سے پیچھے نہ رہتا۔ ذیل میں آپ کے خطبۂ صدارت کا ایک اقتباس ملاحظہ کریں جس میں ملازمت کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے صنعت و حرفت اور تعلیم و تجارت پر زور دیا ہے:

> ہمارا ذریعۂ معاش صرف نوکری اور غلامی ہے اور اس کی بھی یہ حالت ہے کہ ہندو نواب مسلمان کو ملازم رکھنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ رہیں گورنمنٹی ملازمتیں، ان کا حصول طولِ امل ہے۔ اگر رات دن کی تگ و دو اور ان تھک کوششوں سے کوئی معقول سفارش پہنچی تو کہیں امیدواروں میں نام درج ہونے کی نوبت آتی ہے۔ برسوں بعد جگہ ملنے کی امید پر روزانہ خدمتِ مفت انجام دیا کرو اگر بہت بلند ہمت ہوئے اور قرض پر بسر اوقات کر کے برسوں کے بعد کوئی ملازمت حاصل بھی کی تو اس وقت

تک قرض کا اتنا انبار ہو جاتا ہے کہ جس کو ملازمت کی آمدنی سے ادا نہیں کر سکتے۔" (خطبۂ حجۃ الاسلام، ص 51/52)

اس کے بعد نوکری پر تجارت اور صنعت و حرفت کا یوں اظہار کیا:

"ہمیں نوکری کا خیال چھوڑ دینا چاہیے، نوکری کسی قوم کو معراجِ ترقی تک نہیں پہنچا سکتی، دست کاری اور پیشے و ہنر سے تعلق پیدا کرنا چاہیے۔" (خطبۂ حجۃ الاسلام، ص 51/52)

اسی خطبۂ صدارت میں آپ نے تعلیم نسواں پر بھی کافی زور دیا بلکہ لڑکیوں کی تعلیم اور اس کی فلاح و ترقی کے لیے بھی آپ بے حد کوشاں رہے۔ آپ کے خیال میں صنفِ نازک کی بقا و استحکام نیز اس کی تعلیم و تربیت میں ہی قوم کی ترقی کا راز مضمر ہے۔ آپ نے اس خطبے میں ملتِ اسلامیہ کی سیاسی بیداری پر بھی زور دیا۔ مسلمانوں کی ہمہ جہتی ترقی کو ممکن بنانے کے لیے کئی ملک گیر دورے بھی کیے۔ آپ کے ٹھوس تاثرات اور تجاویز جو آپ نے مختلف اجلاس اور کانفرنسیس میں پیش فرمائے ان کو پڑھ کر اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے سینے میں ملت اسلامیہ کی فلاح و بہبود کا کیسا درد موجزن تھا۔

آپ کی متنوع صفات شخصیت کے جملہ پہلوؤں کا احاطہ اس مضمون میں ناممکن ہے۔ مختصر یہ کہ آپ نے تاعمر ملت اسلامیہ کی ترقی و استحکام، نیز اہل سنت و جماعت کے تحفظ و بقا کے لیے اپنے آپ کو متحرک و فعال رکھا۔ حضور حجۃ الاسلام کے ذکرِ خیر میں آپ کے حسن و جمال کا تذکرہ نہ کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا چنانچہ عرض ہے کہ آپ کا حُسن ظاہری ایسا دل کش و پُرکشش تھا کہ جو دیکھتا وہ آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔ بلکہ کئی غیر مسلموں نے محض آپ کے جمال جہاں آرا کو دیکھ کر اسلام کی حقانیت و صداقت پر ایمان لائے۔ آپ کے جمالِ جہاں افروز کے کئی واقعات مشہور ہیں۔ آپ کے مرید خاص و خلیفہ مفتی اعظم و حضرت ضیاء الدین مدنی حضرت علامہ سید ظہیر احمد زیدی علیہ الرحمہ حضور حجۃ الاسلام کے حسن جہاں تاب سے متعلق اپنا چشم دید واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

24 صفر المظفر (1358ھ) کو میں نماز عشا سے فراغت پا کر مزار مبارک سے متصل مسجد کی فصیل پر کھڑا تھا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے

شاہزادہ زیب سجادہ وخلیفہ مجاز زبدۃ العارفین، عالم علوم شریعت واقف طریقت حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں نعت خوانانِ سرکار علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے جلو میں برابر والی سڑک سے آستانہ مبارکہ کی سمت جاتے ہوئے گذرے اچانک میری نگاہ حضرت پر پڑی۔ اللہ اکبر! حسن و جمال کا وہ منظر دیکھا کہ ہوش وحواس سلامت نہ رہے۔ حُسنِ عقیدت کا کوئی سوال نہیں جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں کہ اس خاندان سے میرا کوئی ربط و تعلق نہ تھا نہ پہلے سے اس خاندان کے افراد سے میری کوئی ملاقات ومعرفت تھی۔ عرس رضوی میں حاضری کا بھی پہلا موقع تھا اس سے قبل کبھی کسی اور بزرگ کے عرس میں حاضری کا بھی اتفاق نہیں ہوا تھا اس لیے جو کچھ عرض کرر ہا ہوں اس میں نہ کوئی مبالغہ ہے نہ غلط بیانی بلکہ اظہار حقیقت ہے عین الیقین ہے بلکہ حق الیقین ہے۔ میں نے دیکھا کہ حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نعت خوانوں کے جلو میں ہیں نعت خوانوں نے آپ کے گرد حلقہ بنا رکھا ہے اور نور کا ایک ستون ہے جو آسمان سے زمین تک آپ کے قد وقامت کا احاطہ کیے ہوئے ہے انوار قدسیہ اور حسن و جمال کا ایسا ہوش رُبا نظارہ تو کیا اس کا عشر عشیر اور اقل اقیل بھی آج تک میری نگاہ بلکہ میرے تصور سے کبھی نہیں گذرا تھا اس نظارہ ہی سے وارفتگی کا وہ عالم پیدا ہوا کہ صبر وقرار نہ رہا۔ مرزا غالب نے اپنے شعر میں غالبؔ اسی کیفیت کی ترجمانی کی ہے کہ ؂

جب وہ جمالِ دل فروز، صورتِ مہرِ نیم روز
آپ ہی ہو نظارہ سوز، پردہ میں منہ چھپائے کیوں

حضرت علامہ سید ظہیر احمد زیدی علیہ الرحمہ اس وقت مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کی سٹی ہائی اسکول میں لکچرار تھے۔ دوسرے روز حضرت حجۃ الاسلام کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر سلسلہ قادریہ میں داخل ہوئے جب کہ وہ خود ساداتِ زیدیہ سے تعلق رکھتے تھے اور ان کا گھرانا خود بھی اہل طریقت وشریعت میں بڑا باثر مانا جاتا تھا۔ حضور حجۃ الاسلام کے حسن و جمال کا تذکرہ ہوا اور حضرت

محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد چشتی علیہ الرحمہ کا ذکر نہ کیا جائے تو بات نامکمل تسلیم کی جائے گی۔ حضرت حجۃ الاسلام کے جمال جہاں آرا نے ہی آپ کو دنیاوی تعلیم ترک کرنے پر مجبور کیا انجمن حزب الاحناف لاہور کے تاریخی سالانہ اجلاس میں جب آپ نے حضور حجۃ الاسلام کا چہرہ زیبا دیکھا تو اتنے متاثر ہوئے کہ بے قراری اور بے تابی کا یہ عالم ہوا کہ سب کچھ ترک کر کے حضرت کے ساتھ بریلی آ گئے اور دینی علوم وفنون کا ایسا سر چشمہ بن گئے کہ آج برصغیر ہندو پاک کے علما کی ایک بڑی تعداد آپ کے خوشۂ علمی سے اکتساب فیض کر رہی ہے۔

حسنِ ظاہری و باطنی کے اس حسین سنگم کو جس نے بھی دیکھا وہ دیکھتا ہی رہا۔ آپ کی شخصیت میں بڑی عاجزی اور انکساری تھی۔ آپ ایسے متواضع اور خلیق تھے کہ اپنے تو اپنے بے گانے بھی ان کی بلند اخلاقی کے قائل اور معترف تھے۔ آپ نہایت متقی اور پرہیز گار تھے۔ علمی و تبلیغی کاموں سے فرصت پاتے تو ذکرِ الٰہی و درود و سلام کی کثرت کرتے۔ آپ کے جسم اقدس پر ایک پھوڑا ہو گیا تھا جس کا آپریشن ناگزیر تھا۔ ڈاکٹر نے بے ہوشی کا انجکشن لگانا چاہا تو منع فرما دیا۔ اور صاف کہہ دیا کہ میں نشے والا ٹیکہ نہیں لگواؤں گا۔ عالم ہوش میں تین گھنٹے تک آپریشن چلتا رہا۔ درود شریف کا ورد کرتے رہے اور کسی درد و کرب کا اظہار نہ کیا ڈاکٹر آپ کی ہمت اور استقامت و تقویٰ شعاری پر ششدر رہ گئے۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم)

☆☆☆

حجۃ الاسلام کی شاعری میں رنگ رضا

ڈاکٹر محمد امجد رضا امجد

خانوادہ رضویہ اپنی علمی وجاہت، ملی خدمات اور روحانی عظمت کے سبب پوری دنیا میں اپنی ایک منفرد شناخت کا حامل ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ الرضوان سے پہلے اور ان کے بعد کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ خانوادہ رضا ہر دور میں علم وفضل اور رشد وہدایت کا گہوارا رہا ہے۔

مذہبی خدمات کے ساتھ ساتھ ادبی خدمات کی تاریخ بھی اس خانوادہ سے وابستہ ہے۔ اعلیٰ حضرت کی شاعری نے اردو ادب کو بلندی کے جس مقام تک پہنچایا اس کی مثال نہیں ملتی۔ یہی وجہ ہے کہ علمی اور ادبی حلقوں میں انہیں "امام الکلام" اور ان کے کلام کو "کلام الامام" کے نام سے تعبیر کیا گیا۔ اس لفظ میں جو معنویت ہے وہ یہ بتانے کے لئے بہت کافی ہے کہ شعر وادب کے پارکھ امام احمد رضا کی علمی اور ادبی دراکی وگہرائی کے کتنے معترف ہیں۔

آپ کے گھر کے دیگر افراد نے مذہبی، ملی، مسلکی اور علمی خدمات کی روایات کو قائم رکھنے کے ساتھ ساتھ ادبی مشن کو بھی نعت کے حوالے سے زندہ وتابندہ رکھنے کا التزام رکھا۔ استاذ زمن حضرت حسن بریلوی، حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان، مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفی رضا خان، مفسر اعظم ہند مولانا شاہ ابراہیم رضا خان، ریحان ملت مولانا شاہ ریحان رضا خان اور تاج الشریعہ مولانا شاہ اختر رضا خان ازہری، صدر العلما مولانا شاہ تحسین رضا خان اور امین شریعت علامہ سبطین رضا خان علیہم الرحمۃ والرضوان اسی شجر علمی کے مہکتے دمکتے پھول ہیں۔ جنہوں نے سرکار ابد قرار، محبوب پروردگار روحی فداجناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں سرشار ہو کر نعت کے نغمے گنگنائے اور صلہ میں شہرت دوام اور مقبولیت انام کے تحفے پائے۔ اعلیٰ حضرت کا یہ شعر۔

گونج گونج اٹھے ہیں نغماتِ رضا سے بوستاں
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے

اس کی بین دلیل ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعت گوئی کا جو شرف انہوں نے پایا تھا آج بھی وہ شرف، نعت نگاری کے وسیلے سے اس خانوادہ کا حصہ ہے۔

حدائق بخشش، تحائف بخشش، سامان بخشش، قبالہ بخشش، نغمات اختر وغیرہ کتابیں آج بھی عوام وخواص میں مقبول ہیں، کیونکہ اس میں عشق رسالت مآب کی وہ چاشنی موجود ہے جس سے ایمان کو حرارت اور روح کو تازگی ملتی ہے۔

حضور حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان علیہ الرحمہ والرضوان جانشین اعلیٰ تھے تو اس کی جھلک ان کی نعتیہ شاعری میں بھی ملتی ہے۔ یہ المیہ ہے کہ ان کا نعتیہ دیوان کسی حاسد کی نظر حسد کی نذر ہو گیا مگر دستیاب کلام کو پڑھ کر یہ اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ بلاشبہ حضور حجۃ الاسلام علم، فضل اور ادب میں اپنے والد گرامی حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے جاں نشیں تھے۔ چنانچہ علامہ حسنین رضا خان بریلوی نے فرمایا کہ ''اعلیٰ حضرت کے بعد اگر واقعی کوئی عالم اور ادیب تھا تو وہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان تھے۔ (تاریخ مشائخ قادریہ)

حضور حجۃ الاسلام کی ولادت ربیع النور 1292ھ 1875ء کو محلہ سوداگران بریلی میں ہوئی۔ محمد نام تجویز ہوا، اسی پر عقیقہ ہوا، اور عرفی نام حامد رضا پسند کیا گیا اور اسی نام سے وہ مشہور بھی ہوئے۔ آپ کی تعلیمات والد ماجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی سے ہوئی۔ 19 سال کی عمر میں مروجہ علوم وفنون سے آپ فارغ ہوئے۔ تحقیق کے مطابق آپ کا سن فراغت 1311ھ 1894ء ہے۔ حضور سیدنا ابوالحسن احمد نوری علیہ الرحمۃ والرضوان سے بیعت خلافت کا شرف حاصل ہوا۔ والد ماجد نے بھی خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔ ظاہر ہے جسے حضرت نوری میاں کی نوری صحبت اور اعلیٰ حضرت سے فیضیابی کا شرف حاصل ہو اس کے علم وفضل کا اندازہ لگانا ممکن نہیں ہے۔ وہ اپنے عہد میں علم وفضل، درس وتدریس، وعظ وتقریر، تصنیف وتالیف اور مناظرہ ہر جہت سے یگانہ روزگار تھے۔ عربی، فارسی، اردو ہر زبان پر قدرت حاصل تھی۔ حرمین طیبین اور غیر منقسم ہندوستان کے اکابر علماء ومشائخ نے آپ کی علمی سطوت فقہی تفوق، ادبی محاسن اور تقریری صلاحیت کے ساتھ صاحب ارشاد شیخ ہونے کا اعتراف کیا۔

نعتیہ شاعری کی حیثیت سے بھی ان کی شخصیت بڑی عالی اور قد آور ہے۔ ان کی نعتوں کا مجموعہ جو کہیں ''بیاض حامد'' اور کہیں ''تحائف بخشش'' کے نام سے دستیاب ہے، اس میں حمد نعت

اور منقبت کے نمونے موجود ہیں جو یہ بتانے کے لئے بہت کافی ہیں، اگر انہوں نے شاعری پہ توجہ دی ہوتی تو وہ ہندوستان کے چند بڑے شعرا میں شمار ہوتے، حضرت پروفیسر مسعود احمد مظہری نے بھی لکھا ہے کہ "وہ نعتیہ شاعری میں کمال رکھتے تھے" ان کے کلام کو پڑھنے سے واقعی یہ کہنا پڑتا ہے کہ وہ اس فن میں کمال رکھتے تھے۔

ان کی شاعری کا اک خاص وصف یہ بھی ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی نعتوں کی طرح ان کے کلام میں بھی کیفیت اور عشق و معرفت کا سوز گداز موجزن ہے۔ وہ لفظوں کی شاعری نہیں جذب و کیف اور احساسات کی شاعری ہے، اس لئے پڑھنے اور سننے کے بعد "ساقیا اور پلا اور پلا اور پلا" کا نعرہ مستانہ زبان پہ رقص کرنے لگتا ہے۔ سچ ہے کاملوں کی باتیں بھی کامل ہوتی ہیں اور واصل حضرات ہی وصل محبوب اور وصل مولیٰ سے ہمکنار کراتے ہیں۔ حجۃ الاسلام کی کاملیت کا پوچھنا ہی کیا؟ وہ عالم و فقیہہ خشک نہیں بلکہ دریائے معرفت کے شہسوار، زاہد شب زندہ دار اور عملی تصوف کے نابغۂ روزگار تھے۔ اس لئے ان کی شاعری میں جام وحدت کا رنگ، عشق جہاں ساز کی سوزش اور گریہ نیم شبی کے وظیفے سبھی کچھ موجود ہیں۔ ذیل میں ان کی شاعری کے متنوع جہات کی چند جاں افروز جھلکیاں ملاحظہ کریں

حجۃ الاسلام کی حمد نگاری:

حجۃ الاسلام کی حمد نگاری جس دبستان فن کی نمود ہے وہ اعلیٰ حضرت ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے شعری سرمایہ میں حمد کا انداز بہت ہی نرالا اور انوکھا ہے۔ انہوں نے اپنے حمدیہ اشعار میں نعت کے پہلو کو پیش نظر رکھا ہے۔ اور حمد و نعت کی یکجائی کے نئے پہلو سے اردو ادب کو آشنا کیا ہے۔ حمد کا یہ انداز امام احمد رضا کی ایجاد اور ان کا خاصہ ہے:

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنا — ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا
تجھے حمد ہے خدایا

مژدہ باد اے عاصیو! شافع شہ ابرار ہے — تہنیت اے مجرمو ذات خدا غفار ہے

محمد مظہر کامل ہے حق کی شان عزت کا — نظر آتا ہے اس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا

تو ہی بندوں پہ کرتا ہے لطف و عطا — ہے تجھی پہ بھروسہ تجھی سے دعا
مجھے جلوہ پاک رسول دکھا — تجھے اپنے ہی عز علیٰ کی قسم

حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا کے ''انتخاب کلام حامد'' یا ''تحائف بخشش'' میں گیارہ گیارہ بند پر مشتمل دو حمدیں ہیں جو فنی اعتبار سے لازوال شہکار ہیں اور دونوں حمدیں اسلوب اور کیفیت کے اعتبار سے قاری و سامع پر روحانی کیف پیدا کرتی ہے۔ نمونے کے طور پر چند بند دیکھیں اس میں تجنیس تام اور ذولسان (عربی، اردو) ہونے کی سند موجود ہے۔

کون میں کون ہے تو ہی تو، تو ہی تو ہے یامن ہو

تو ہی تو ہے تو ہرسو، یامن لیس الا ہو

لا الہ الا ہو لا الہ الا ہو یامن لیس الا ہو

طور بنا ہے ذرہ ذرہ، نور بنا ہے قطرہ قطرہ

تیرا ثنا گر بت کا بندہ، سجدہ بتوں کا تیری سو

لا الہ الا ہو لا الہ الا ہو یامن لیس الا ہو

روح میں تو ہے دل میں تو، میری آب و گل میں تو

اصل میں تو ہے ظل میں تو حق حق حق ہو ہو ہو

لا الہ الا ہو لا الہ الا ہو یامن لیس الا ہو

روح و دل سر اور خفی، اخفی میں بھی تو ہی تو

قلب صنوبر نیل و پری، جاری ساری سب میں تو

لا الہ الا ہو لا الہ الا ہو یامن لیس الا ہو

اول تو ہے آخر تو، باطن تو ہے ظاہر تو

قادر قادر تو، اللہ اللہ اللہ

لا الہ الا ہو لا الہ الا ہو یامن لیس الا ہو

تحریر ہے آب زر سے ورق، ہے دل میں لکھا حامد کے سبق

انت الھادی انت الحق، لیس الھادی الا ہو

لا الہ الا ہو لا الہ الا ہو یامن لیس الا ہو

اور نغمہ توحید کے عنوان سے دوسری حمد یوں شروع ہوتی ہے:

دل مرا گداگداتی رہی آرزو — آنکھ پھر پھر کے کرتی رہی جستجو

عرش تا فرش ڈھونڈ آیا میں تجھ کو تو — نکلا اقرب ز حبل ورید گلو

اللہ اللہ اللہ اللہ

میں نے مانا کہ حامد گنہگار ہے　　معصیت کیش ہے اور خطا کار ہے

میرے مولا مگر تو تو غفار ہے　　کہتی رحمت ہے بندوں سے لا تقنطوا

اللہ اللہ اللہ اللہ

اندازہ لگایا جائے کہ ان دونوں حمدوں میں علم وفن کے ساتھ کتنی کیفیت ہے۔ یقیناً اردو شاعری میں اس طرح کی حمدیں خال خال ہی ملیں گی، ہاں خانوادہ رضا کے یہاں یہ رنگ اپنی جولانی پہ ہے اگر اس حمد کی مزید جلوہ سامانی سے ہمکنار ہونا ہو تو حضور مفتی اعظم ہند کے مجموعہ کلام ''سامان بخشش'' کا مطالعہ فرمائیں جہاں حمد یہ اشعار کا ایک گلستاں آباد ہے۔

حجۃ الاسلام کی نعتیں بھی سرور وکیفیت کے ساتھ اردو ادب کا اعلیٰ شہکار ہیں، زبان و بیان اور تراکیب وصنائع کے اعتبار سے یہ نعتیں حدائق بخشش کے پہلو میں ستارہ کی طرح جگمگاتی نظر آتی ہیں۔ ان نعتوں میں کہیں رنگ رضا ہے تو کہیں رنگ استاذ زمن۔ حجۃ الاسلام کی شاعری میں انہیں دونوں قادر سخن شخصیت کے جلوے ''جابجا پرتو فگن'' ملتے ہیں۔ استاذ زمن کا رنگ ان کی نظم ''ذریعہ التجا'' میں اپنے جوبن پہ ہے جب کہ نعتیہ شاعری میں دونوں کا رنگ کیفیت کو دوآتشہ کرتا ہے۔

مشکل پسندی، نئی نئی زمینوں کا انتخاب، جدید ترکیبیں، اور نئے مضامین باندھنے کا فن اعلیٰ حضرت کے یہاں عام ہے، حجۃ الاسلام کے یہاں بھی یہ چیزیں آپ کو کثرت سے ملیں گی بعض الفاظ بھی ایسے ملیں گے جو اعلیٰ حضرت ہی کی نعتیہ شاعری کا حصہ بن کر محترم ہوئے، وہ الفاظ یہاں بڑے رچاؤ سے مصرع کا حصہ بنے ہیں چند اشعار ملاحظہ کریں:

تیری اک شان ہے ہر آن رسول عربی　　اور ہر شان کی اک آن رسول عربی

لیس الانسان کما کان رسول عربی　　کل یوم ھو فی شان رسول عربی

جان کی جان مری جان رسول عربی　　اور ایمان کا ایمان رسول عربی

نزع کے وقت سلامت رہے ایمان مرا　　جاؤں دنیا سے مسلمان رسول عربی

خاک ہو جائے تری گلیوں میں مٹ کر حامد

ہے مرے دل کا یہ ارمان رسول عربی

جذب وکیف میں ڈوبی ہوئی یہ نعت بھی دیکھیں جس میں فن اور عشق دونوں باہم گلے مل رہے ہیں

گنا ہگاروں کا روز محشر شفیع خیر الانام ہوگا
دلہن شفاعت بنے گی دولہا نبی علیہ السلام ہوگا
کبھی تو چمکے گا نجم قسمت ہلال ماہ تمام ہوگا
کبھی تو ذرے پہ مہر ہوگی وہ مہر ادھر خوش خرام ہوگا
خدا کی مرضی ہے ان کی مرضی ہے، ہے ان کی مرضی خدا کی مرضی
انہیں کی مرضی پہ ہو رہا ہے انہیں کی مرضی سے کام ہوگا
جدھر خدا ہے ادھر نبی ہے، جدھر نبی ہے ادھر خدا ہے
خدائی بھر سب ادھر پھرے گی جدھر وہ عالی مقام ہوگا

مقطع کا وہ پیارا انداز دیکھیں جو دعویٰ بن کر دل سے نکلا مگر دعا بن کر باب اجابت سے مقبولیت کی سند لے آیا، ہاں حضور روضہ کی تمنا دل میں رکھنے والے کی روح اسمع صلوٰۃ اھل محبتی فرمانے والے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوگئی، اور اس شان سے حاضر ہوئی کہ آپ نماز میں حالت تشہد میں تھے اور زبان درود وسلام کا نیاز پیش کر رہی تھی،

حضور روضہ ہوا جو حاضر تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامد
خمیدہ سر، آنکھ بند، لب پر مرے درود وسلام ہوگا

محبوب کائنات سرور کون ومکاں صلی اللہ علیہ وسلم کی زلف مبارک اور چہرہ انوار کی تعریف میں عربی فارسی اردو تینوں زبان میں سینکڑوں کیا ہزاروں اشعار کہے گئے ہوں گے اور کہے جاتے رہیں گے مگر بزم ثنائے زلف میں جو رخ امام احمد رضا نے پیش کیا ہے وہ سب میں منفرد ہے فرماتے ہیں

بزم ثنائے زلف میں میری عروس فکر کو
ساری بہار ہشت خلد چھوٹا سا عطر دان ہے

حجۃ الاسلام کے بیاض کا مطالعہ کریں تو کہنا پڑے گا کہ وہ شاعری میں ''جانشین امام الکلام'' ہیں یقین نہ ہو تو ذیل کے ان اشعار کو دیکھیں جس میں ایک مفہوم یعنی ''چہرہ اطہر پہ بکھری ہوئی زلف عنبریں'' کا نقشہ کھینچا ہے مگر اس میں کتنا مفہوم باندھا ہے ملاحظہ کریں

چاند سے ان کے چہرے پہ گیسوئے مشک فام دو

دن ہے کھلا ہوا مگر وقت سحر شام دو
عارض نور بار سے بکھری ہوئی ہٹی جو زلف
ایک اندھیری رات میں نکلے مہِ تمام دو
ان کی جبین نور پہ زلف سیہ بکھر گئی
جمع ہیں ایک وقت میں ضدیں صباح و شام دو

اہل نظر جو دیکھتے ہیں عام نگاہیں نہیں دیکھتیں، قطرہ میں دریا اور دریا میں قطرہ دیکھنے کا فن خواص کا ہے عوام کا نہیں، حجۃ الاسلام نے بھی انسانی سراپا میں ''حمد و نعت'' کا پہلو تلاشا ہے یہ کمال نظر اہل کمال ہے۔ ہمارے اعضائے جوارح اور ہماری ذات میں لفظ ''اللہ محمد'' کا نقشہ موجود ہے اس حقیقت سے حجۃ الاسلام کیسے پردہ اٹھاتے ہیں ملاحظہ کریں

وسطِ مسبحہ پہ سر رکھئے انگوٹھے کا اگر
نام اللہ ہے لکھا ہ اور الف ہے لام دو
ہاتھ کو کان پر رکھو پا بہ ادب سمیٹ لو
دال ہوا ایک ح ہوا ایک آخر حرف لام دو
نام خدا ہے ہاتھ میں نام نبی ہے ذات میں
مہر غلامی ہے پڑی لکھے ہوئے ہیں نام دو
نام حبیب کی ادا جاگتے سوتے ہو ادا
نام محمدی بنے جسم کو وہ نظام دو
نام خدا مرقعہ نام خدا رخ حبیب
بینی الف ہے ہ دہن زلفِ دوتا ہے لام دو

نعت میں غزل کا رنگ و آہنگ آسان نہیں یہ قدرت کلام کا متقاضی ہے، اعلیٰ حضرت نے کبھی غزل نہیں کہی مگر ان کے اشعار میں غزل کے آہنگ بھی ہیں اور غزل کا لفظ بھی، کبھی آپ ''ہوگئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا'' اور کبھی ''یارے آج اس کو مدینہ میں غزل خواں دیکھا'' فرما کر یہ نشاندہی کرتے ہیں کہ میرے کلام کو نسبت تو مدینہ والے آقا سے ہے مگر یہ ایسی عالی نسبت ہے جس نے نسبت کے اظہار یہ کو بھی ادب کا اعلیٰ شہکار بنا دیا ہے۔ تو حجۃ الاسلام بھی اسی مکتب عشق حقیقی کے پروردہ ہیں انہوں نے بھی لغوی معنی کے اعتبار سے کبھی غزل نہیں کہی مگر ''آتش گل کے پھول سے بہار میں آگ لگانے والی'' شاعری سے دبستان غزل کو مالا مال

کر دیا ہے۔ ایسے اشعار اگر دیکھنا ہو تو حجۃ الاسلام کی بیاض کا ضرور مطالعہ کریں اور ذوق مطالعہ کو مہمیز کرنے کے لئے یہ اشعار ضرور ملاحظہ کریں

عشق نے چھوڑی پھل جھڑی دل کی لگی بھڑک اٹھی
آتش گل کے پھول سے آگ لگی بہار میں
آنکھوں سے لگ گئی جھڑی بحر میں موج آ گئی
سیل سرشک ابل پڑا نالۂ قلب زار میں
شوق کی چیرہ دستیاں دل کی اڑائی دھجیاں
وحشت عشق کا سماں دامن تارتار میں

اسی نعت میں مترادفات کی ایک دنیا آباد ہے، چٹک مہک سنک لہک نمک چمک کھٹک جھلک چھپک پھڑک پلک جھپک تک اور مشترک کیا کیا نہیں ہے مگر اک نہیں ہے تو اس کلام کی مثال اور متکلم کا ثانی۔ آپ بھی اشعار میں ان الفاظ کا روانی کے ساتھ استعمال دیکھیں اور ان کی قدرت کلام پہ مرحبا کہیں:

ان کی کلی میں ہے چٹک ان کی ہے پھول میں مہک
ان کی صبا میں ہے سنک ان کی لہک بہار میں
ان کا ہے زخم میں نمک ان کی ہے درد میں چمک
آنکھ میں ہے وہی کھٹک ان کی ہے خار میں
ان کی ہے مہر میں چمک ان کی ہے ماہ میں دمک
ان کی ہے نور میں جھلک ان کی چہک ہزار میں
ان کی ملیح میں نمک ان کی صبیح میں جھلک
ان کی ذبیح میں پھڑک ان کی پلک ہے خار میں
دل کو ہو دید زیست تک آنکھ تو تکٹکی سے تک
خار پلک کی ہے جھپک دیدۂ انتظار میں

شاعری میں پینے پلانے کا موضوع بھی پسندیدہ رہا ہے، عرفا کے کلام میں بھی کثرت سے مے، میخوار، میخانہ، شراب، ساقی اور پیمانہ کا ذکر ملتا ہے۔ عرب و عجم کے مسلم فقیہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس معاملہ حافظ شیرازی کا دفاع بھی کیا اور خود بھی ایسے اشعار کہے۔ اس تذکرہ سے ان کی مراد دنیاوی مے نہیں بلکہ وہ شراب ہوتی ہے جو مقبولان بارگاہ طالبین کو اپنی آنکھوں سے پلاتے ہیں اور عشق حقیقی کا عرفان بخشتے ہیں۔ عارف باللہ حضور حجۃ الاسلام کے یہاں بھی مَے اور مینا اور قلقل و مَے گسار کا تذکرہ ہے مگر مراد مے معرفت ہے، کیسے اور کس انداز میں ہے ملاحظہ کیجئے

مَے کے سبو ذرا ڈھلک قلقلِ مینا تو چھک
جام چھلک کہ جاؤں چھک ہوش اڑے بہار میں
گردشِ جام ناز سے حامدِ مَے گسار مست
رنگِ سرور و کیف مَے چشمِ خمار دار میں

نمونہ کلام حجۃ الاسلام

محمد حماد رضا قادری

نغمہ توحید

دل میرا گد گداتی رہی آرزو　　آنکھ پھر پھر کے کرتی رہی جستجو
عرش تا فرش ڈھونڈ آیا میں تجھ کو تو　　نکلا اقرب زحبل ورید گلو

طائران چمن کی چہک وحدہٗ　　نغمہ بلبل کا ہے لاشریک لہٗ
قمریوں کا ترانہ ہے لاغیرہٗ　　زمزمہ طوطی کا ہے ھُوَ ہٗ ھُوَ ہٗ

بلبلوں کو چمن میں رہی جستجو　　پپیہا کہتا پھرا "پی کہاں" سو بسو
پر نہ چٹکا کہیں غنچۂ آرزو　　ہاں ملا تو ملا میرے دل ہی میں تو

یا الٰہی دکھا ہم کو وہ دن بھی تو　　آب زم زم سے کر کے حرم میں وضو
باادب شوق سے بیٹھ کے قبلہ رو　　مل کے ہم سب کہیں یک زباں ہو بہو

میں نے مانا کہ حامد گنہگار ہے　　معصیت کیش ہے اور خطا کار ہے
میرے مولیٰ مگر تو تو غفار ہے　　کہتی رحمت ہے مجرم سے لاتقنطوا

حمد باری تعالیٰ

کون میں کون ہے تو ہی تو، تو ہی تو ہے یا من ہو
تو ہی تو ہے تو ہر سو، یا من لیس الا ھو
لا الٰہ الا ھو لا الٰہ الا ھو یا من لیس الا ھو
روح میں تو ہے دل میں تو، میری آب و گل میں تو
اصل میں تو ہے ظل میں تو حق حق حق ھو ھو ھو
لا الٰہ الا ھو لا الٰہ الا ھو یا من لیس الا ھو
لا معبود الا اللہ لا مشہود الا اللہ
لا موجود الا اللہ لا مقصود الا اللہ
لا الٰہ الا ھو لا الٰہ الا ھو یا من لیس الا ھو
روح و دل سر اور خفی، اخفی میں بھی تو ہی تو
قلب صنوبر نیل و مری، جاری ساری سب میں تو
لا الٰہ الا ھو لا الٰہ الا ھو یا من لیس الا ھو
حسبی ربی جل اللہ، مافی قلبی غیر اللہ
نور محمد صلی اللہ، اللہ اللہ اللہ
تحریر ہے آب زر سے ورق، ہے دل میں لکھا حامدؔ کے سبق
انت الھادی انت الحق، لیس الھادی الا ھو
لا الٰہ الا ھو لا الٰہ الا ھو یا من لیس الا ھو

دلہن شفاعت بنے گی دولہا نبی علیہ السلام ہوگا

گناہگاروں کا روز محشر شفیع خیر الانام ہوگا
دلہن شفاعت بنے گی دولہا نبی علیہ السلام ہوگا

کبھی تو چمکے گا نجم قسمت، ہلال ماہ تمام ہوگا
کبھی تو ذرے پہ مہر ہوگی وہ مہر ادھر خوش خرام ہوگا

پڑا ہوں میں ان کی رہ گزر میں پڑے ہی رہنے سے کام ہوگا
دل و جگر فرش رہ بنیں گے یہ دیدہ مشق خرام ہوگا

خدا کی مرضی ہے ان کی مرضی، ہے ان کی مرضی خدا کی مرضی
انہیں کی مرضی پہ ہو رہا ہے انہیں کی مرضی سے کام ہوگا

جدھر خدا ہے ادھر نبی ہے، جدھر نبی ہے ادھر خدا ہے
خدائی بھر سب ادھر پھرے گی جدھر وہ عالی مقام ہوگا

اسی تمنا میں دم پڑا ہے، یہی سہارا ہے زندگی کا
بلا لو مجھ کو مدینے سرور، نہیں تو جینا حرام ہوگا

حضور روضہ ہوا جو حاضر تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامد
خمیدہ سر، آنکھ بند، لب پر مرے درود و سلام ہوگا

محبوب خدا

ہے عرش بریں پر جلوہ فگن محبوب خدا سبحان اللہ
اک بار ہوا دیدار خدا سو بار کہا سبحان اللہ

حیران ہوئے برق اور نظر اک آن ہے اور برسوں کا سفر
راکب نے کہا اللہ غنی، مرکب نے کہا سبحان اللہ

ہے عبد کہاں معبود کہاں، معراج کی شب ہے راز نہاں
دونور حجاب نور میں تھے خود رب نے کہا سبحان اللہ

جب سجدوں کی آخری منزل تک جا پہنچا عبودیت والا
خالق نے کہا ماشاء اللہ خلقت نے کہا سبحان اللہ

سمجھے حامدؔ انسان ہی کیا یہ راز ہیں حسن و الفت کے
خالق کا حبیبی کہنا تھا خلقت نے کہا سبحان اللہ

منقبت

درشان اعلیٰ حضرت

امام احمد رضا قدس سرہٗ

امام اہل سنت نائب غوث الوریٰ تم ہو
مجدد دین وملت کے شہ احمد رضا تم ہو

خدا نے عزتیں بخشیں تمہیں کو تو مدینے میں
عجم کا ذکر کیا پیارے عرب کے پیشوا تم ہو

شیوخ طیبہ وبطحا نے مانا قبلہ وکعبہ
وہ قبلہ اہل قبلہ کے ہیں اور قبلہ نما تم ہو

حقائق کے حقائق کا محقق حق نے فرمایا
حقیقت میں حقیقت کے پیارے آشنا تم ہو

شریعت کے معدل منقطہ چرخ طریقت کے
مدار قادریت قطب وغوث الاولیاء تم ہو

بھکاری کو ملے ٹکڑا ہے جھولی ڈالے یہ منگتا
یہ جگ داتا ہے باڑا اور گدا کا آسرا تم ہو

غلامان شہہ کونین محبوب الٰہی ہیں
پیارے کے پیارے ہو کہ عبد المصطفیٰ تم ہو

نہیں جو بندے کا بندہ خدا کا ہو وہ کب بندہ
خدا کے خاص بندے یہ کہ عبد المصطفیٰ تم ہو

انا من حامد و حامد رضا منّی کے جلوں سے
بحمد اللہ رضا حامد ہے اور حامد رضا تم ہو

آتش گل کے پھول سے آگ لگی بہار میں

شاہد گل ہے مست ناز حجلۂ نو بہار میں
ناز و ادا کے پھول ہیں پھولے گلے کے ہار میں

گائیں گھٹائیں جھوم کر عشق کے کوہسار میں

بارش غم ہے اشک بار گریۂ بے قرار میں

عشق نے چھوڑی پھل جھڑی دل کی لگی بھڑک اٹھی
آتش گل کے پھول سے آگ لگی بہار میں

باغ جناں لہک اٹھا قصر جہاں مہک اٹھا
سینکڑوں ہیں چمن کھلے پھول کی اک بہار میں

ساری بہاروں کی دلہن ہے میرے پھول کا چمن
گلشن ناز کی پھبن طیبہ کے خار خار میں

تم ہو حبیب کبریا پیاری تمہاری ہر ادا
تم سا کوئی حسیں بھی ہے گلشن روزگار میں

خار مدینہ دیکھ کر وحشت دل ہے زور پر
دست جنوں الجھ گیا، دامن دل کے تار میں

ماہ تری رکاب میں نور ہے آفتاب میں
بو ہے تری گلاب میں رنگ ترا انار میں

غنچۂ دل مہک اٹھا موج نسیم طیبہ سے
روح شمیم تھی بسی گیسوئے مشک بار میں

شوق کی ناشکیبیاں سوز کی دل گدازیاں
وصل کی نامرادیاں عاشق دل فگار میں

شکیبِ دل قرارِ جاں محمد مصطفیٰ تم ہو

محمد مصطفیٰ نور خدا نام خدا تم ہو
شہِ خیر الوریٰ شانِ خدا اصل علیٰ تم ہو

شکیبِ دل قرارِ جاں محمد مصطفیٰ تم ہو
طبیب درد دل تم ہو، مرے دل کی دوا تم ہو

غریبوں دردمندوں کی دوا تم ہو دعا تم ہو
فقیروں بے نواؤں کی صدا تم ہو ندا تم ہو

تمہارے حسنِ رنگیں کی جھلک ہے سب حسینوں میں
بہاروں کی بہاروں میں بہار جاں فزا تم ہو

زمیں پر ہے چمک کس کی، فلک پر ہے جھلک کس کی
مہ وخورشید، سیاروں، ستاروں کی ضیا تم ہو

وہ لاثانی ہو تم آقا نہیں ثانی کوئی جس کا
اگر ہے دوسرا کوئی تو اپنا دوسرا تم ہو

ھو الاول ھو الآخر ھو الظاھر ھو الباطن

بکلِّ شیٔ علیمِ لوحِ محفوظِ خداتم ہو

نہ ہو سکتے ہیں دو اول نہ ہو سکتے ہیں دو آخر
تم اول اور آخر ابتدا تم انتہا تم ہو

خدا کہتے نہیں بنتی جدا کہتے نہیں بنتی
خدا پر اس کو چھوڑا ہے وہی جانے کہ کیا تم ہو
انا من حامد و حامد رضا منی کے جلووں سے
بحمد اللہ رضا حامد ہیں اور حامد، رضا تم ہو

چاند سے ان کے چہرے پہ گیسوئے مشک فام دو

چاند سے ان کے چہرے پہ گیسوئے مشک فام دو
دن ہے کھلا ہوا مگر وقت سحر شام دو

روئے صبیح اک سحر زلف دوتا ہے شام دو
پھول سے گال صبح دم مہر ہیں لالہ فام دو

عارض نور بار سے بکھری ہوئی ہٹی جو زلف
ایک اندھیری رات میں نکلے مہِ تمام دو

ان کی جبین نور پہ زلف سیہ بکھر گئی
جمع ہیں ایک وقت میں ضدیں صباح وشام دو

نام حبیب کی ادا جاگتے سوتے ہو ادا
نام محمدی بنے جسم کو وہ نظام دو

نام خدا مرقعہ نام خدا رخ حبیب
بینی الف ہے ہ دہن زلفِ دوتا ہے لام دو

وحشی ہے ایک دل مرا زلفِ سیاہ فام کا
بندش عشق سخت تر صید ہے ایک دام دو

تلووں سے ان کے چار چاند لگ گئے مہر ماہ کو
ہیں یہ انہیں کی تابشیں ہیں یہ انہیں کے نام دو

گاہ وہ آفتاب ہیں گاہ وہ ماہتاب ہیں
جمع ہیں ان کے گالوں پہ مہر مہِ تمام دو

بازیِ زیست مات ہے موت کو بھی ممات ہے
موت کو بھی ہے ایک دن موت پہ اذن عام دو

اب تو مدینہ لے بلا گنبد سبز دے دکھا
حامد و مصطفیٰ ترے ہند میں ہیں غلام دو

تضمین بر کلامِ حجۃ الاسلام

شوق ونظر ہیں راہ میں بکھرے ہوئے سلام کو
جلوۂ یوسفِ عرب کوئی تو انتظام ہو
واہ خوشا کہ جہاں میں یوں کرنے کو ہیں قیام وہ
چاند سے اُن کے چہرے پر گیسوئے مشک فام دو
دن ہے کھلا ہوا مگر وقت سحر ہے شام دو
نور ہے دیکھئے جدھر خوشبو کو گام گام لو
مہکے ہوئے ہیں خشک و تر فیض ہے خاص و عام کو
بات ہے اُن کے حسن پر حسن پہ کیا کلام ہو
روئے صبیح اک سحر زلفِ دوتا ہے شام دو
پھول سے گال صبح دم مہر ہیں لالہ فام دو
جلوۂ پاکباز پر ہوں گے کہاں فدا شمار
قامتِ حشر ساز پر رہتا ہے حسن بے قرار
جنبشِ پائے ناز پر حسرتیں اُٹھتیں ہیں ہزار
ایک نگاہِ ناز پر سینکڑوں جام مے نثار
نرگسِ چشمِ مست سے ہم نے پیئیں ہیں جام دو
خلق میں ساری اک بشر سب سے ہوا حسین تر
حجت حق یہ عرش پر مظہر ذات فرش پر

ہاتھ کا خط ہے اس قدر خوب وعجب عجیب تر
وسط مسیحہ پہ سر رکھئے انگوٹھے کا اگر
نام اللہ ہے لکھا "ہ" اور الف ہے لام دو

آؤ اے اہل دل سنو سن کے ذرا سا جھوم لو
لب پہ درودِ پاک ہو حلقۂ خیر میں رہو
بسترِ نیند پر پڑو شکل دو یوں وجود کو
ہاتھ کو کان پر رکھو پایہ ادب سمیٹ لو
دال ہو ایک حا ہو ایک آخر حرف لام دو

آبلہ پائے صحرا ہے مجنوں کی خرام
وحشت زدہ ہے ماجرا خواہش ناتمام کا
صبح بہار گل سے کچھ رشتہ نہیں ہے کام کا
وحشی ہے ایک دل مرا زلف سیاہ فام کا
بندش عشق سخت تر صید ہے ایک دام دو

روح قدس ہیں آگئے مژدہ سنانے شاہ کو
رفرف تیز گام پر چلیے دنیٰ کی راہ کو
پہنچا نہ کوئی آپ کی حشمت عز وجاہ کو
تلوؤں سے اُن کے چار چاند لگ گئے مہر وماہ کو
ہیں یہ انہیں کی تابشیں ہیں یہ اُنہیں کے نام دو

جلوۂ نور ذات کا اک یہی انتخاب ہیں
حسن شہودِ کون کا اک یہی انتساب ہیں
ان کا نہیں جواب کچھ سب کا یہی جواب ہیں
گاہ وہ آفتاب ہیں گاہ وہ ماہتاب ہیں
جمع ہیں ان کے گالوں میں مہر ومہ تمام دو

مطلعٔ آشکار سے برسی ہوئی ہٹی جو زلف
بوئے قدس خمار سے مہکی ہوئی ہٹی جو زلف
منظر تابدار سے چھنتی ہوئی ہٹی جو زلف

عارض نور بار سے بکھری ہوئی ہٹی جو زلف
ایک اندھیری رات میں نکلے مہ تمام دو

ہے یہ عجب معاملہ عقل یہاں ٹھہر گئی
کیف کی بات کیف کی حد سے کہیں گزر گئی
لیل و ضحیٰ ہیں ساتھ ساتھ ریزشِ دوپہر گئی
اُن کی جبینِ نور پر زلف سیہ بکھر گئی
جمع ہیں ایک وقت میں ضدینِ صبح وشام دو

گلشن زیست لہلہائے بلبل شوق چہچہائے
ایسی ہوا خدا چلائے ٹھنڈے جگر ہوں چین آئے
آنکھ ہمیں نہ خوں رلائے ہجر میں ہو نہ ہائے ہائے
خیر سے دن خدا وہ لائے دونوں حرم ہمیں دکھائے
زمزم و بیرِ فاطمہ کے پئیں چل کے جام دو

ہم تھے عدم ہی ہیں اپنی بھی کوئی بات ہے
کہتے ہو ہست جس کو تم نقش حوادثات ہے
اصل کی چھوڑ ظل کی چھوڑ بات یہ بے ثبات ہے
بازئ زیست مات ہے موت کو بھی ممات ہے
موت کو بھی ہے ایک دن موت پہ اذنِ عام دو

رازؔی و ذوالفقار کی تجھ سے ہے اب یہ التجا
صدقۂ حضرت رضا ہم کو بھی کچھ کریں عطا
کہتے ہیں ہم بھی ان طرح جیسا کہ انھوں نے کہا
اب تو مدینے لے بلا گنبد سبز دے دکھا
حامد و مصطفیٰ ترے ہند میں ہیں غلام دو

□□□

باب ہشتم

مکتوبات

مکاتیب حجۃ الاسلام بنام ملک العلما

پروفیسر مختار الدین احمد آرزو
سابق صدر شعبہ عربی مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ

علمائے کرام خاص طور پر علمائے اہل سنت و جماعت میں اپنے بچپن میں جن کی زیارت سے مشرف ہوا یا جن کی صحبت میں کچھ دیر بیٹھنے کی مجھے سعادت حاصل ہوئی ان میں (امام احمد رضا کے صاحب زادگان) حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی (م ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) اور مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوری (م ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حجۃ الاسلام سے شرف نیاز:

حجۃ الاسلام کی زیارت پہلی مرتبہ اپنے مکان ''ظفر منزل'' شاہ گنج پٹنہ میں ہوئی جہاں وہ والد محترم حضرت ملک العلما مولانا ظفر الدین قادری رضوی (م ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء) کی دعوت پر تشریف لائے تھے اور ہفتہ عشرہ تک قیام پذیر ہوئے تھے۔ اس سفر میں ان کے چھوٹے صاحب زادے حماد رضا خاں عرف نعمانی میاں (م ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء) ان کے ساتھ تھے۔ یہ میرے ہم عمر تھے اس لیے جلد ہی ہم دونوں بے تکلف ہو گئے۔ اس زمانے میں ''ظفر منزل'' میں علمائے کرام و صوفیائے عظام، حضرت کے متوسلین و مسترشدین اور سلسلۂ عالیہ برکاتیہ رضویہ میں داخل ہونے والوں کا ایک ہجوم رہتا تھا، اس لیے ملک العلما کے حکم پر میں نے مدرسۂ اسلامیہ شمس الہدیٰ سے، جہاں میں تعلیم حاصل کر رہا تھا، ہفتے عشرے کی چھٹی لے لی تھی اور میں شب و روز حضرت کی خدمت میں حاضر رہتا تھا۔ اس زمانے کی کچھ باتیں ساٹھ ستر سال گزر جانے پر بھی حافظے میں محفوظ ہیں لیکن ان کا ذکر کسی اور موقع کے لیے اٹھا رکھتا ہوں۔

حجۃ الاسلام کو دوسری بار موضع پوکھریرا ضلع مظفر پور (بہار) میں قریب سے دیکھنے اور ان کے ساتھ تین دن رہنے کا شرف حاصل ہوا، جہاں وہ مولانا ولی الرحمٰن قادری ناظم انجمن نور الاسلام کے اصرار پر حضرت مولانا عبدالرحمٰن محبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۰ھ/ ۱۹۳۱ء) کے عرس اور ان کے مدرسے کے سالانہ جلسے کی صدارت کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے۔ یہ جلسہ بڑی کامیابی سے تین دن تک ہوتا رہا، آس پاس کے مواضع کے ہزاروں مسلمان رات گئے تک جلسے میں موجود رہ کر علمائے کرام کے مواعظ حسنہ سے مستفید ہوتے رہے۔ علما میں مقامی اور آس پاس کے عالموں اور مقرروں کے علاوہ حضرت ملک العلما، مولانا عظیم اللہ، ان کے صاحب زادگان، مولانا عزیز اللہ اور مولانا علیم اللہ خاص طور پر یاد آتے ہیں۔ اب نئی نسل آخر الذکر تین علمائے کرام سے واقف نہیں ہوگی۔ مولانا عظیم اللہ غالباً ضلع بلیا (یوپی) کے رہنے والے تھے اور بہار و بنگال میں واعظ و مقرر کی حیثیت سے شہرت رکھتے تھے۔ ان کا بنگال کے کسی مدرسے تعلق تھا اور وہ کلکتہ اور آس پاس کے جوٹ ملوں کے ہزاروں مسلمان مزدوروں اور کاری گروں میں بے حد مقبول تھے۔ مولانا عزیز اللہ، مولانا عظیم اللہ کے بڑے صاحبزادے تھے، دینی جلسوں میں شریک ہوتے تھے اور تقریریں کرتے تھے۔ مولانا علیم اللہ ایک لائق و فائق اور ہونہار نوجوان تھے خوب صورت اور خوش لباس، مجھ سے عمر میں پانچ سات سال بڑے ہوں گے۔ بہت اچھے استاد اور بڑے کامیاب مقرر۔ کئی سال کے بعد جب میں حضرت ملک العلما کا ہم رکاب ہو کر کلکتہ پہنچا اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے خلیفہ و مسترشد مولانا حاجی لعل خاں مدراسی (م ۱۳۵۰ھ /۱۹۳۱ء) کے خویش حاجی عبدالعزیز خاں (منیجر الحاج زینل علی رضا، جدہ سعودی عرب) کے یہاں ۲۲ رزکریا اسٹریٹ میں مقیم تھا، تو مولانا علیم اللہ، حضرت ملک العلما کی زیارت اور ان سے استفادے کے لیے اکثر تشریف لاتے تھے۔ وہ ان دنوں زکریا اسٹریٹ کی مشہور مسجد، مسجد ناخدا میں خطیب تھے، عشا کے بعد روزانہ تفسیر بیان کرتے تھے۔ (وہاں کے امام ایک عرب عالم تھے جن کے کمرے میں، میں نے اور مولوی علیم اللہ نے پہلی مرتبہ عرب قہوہ نوش کیا) وہ وہاں روزانہ عشا کے بعد قرآن پاک کی تفسیر بیان کرتے تھے۔ میں متعدد بار اس مجلس میں شریک ہوا۔ وہ بہت مؤثر تقریر کیا کرتے تھے۔ افسوس ایام شباب ہی میں انہوں نے سفر آخرت اختیار کیا۔ خدا ان کی مغفرت فرمائے۔

پوکھریرا، اس زمانے میں ایک گاؤں تھا، پوپری ریلوے اسٹیشن سے کچھ دور، علمائے کرام ایک قسم کی بیل گاڑی پر جو تانگے سے زیادہ پر تکلف اور آرام دہ تھی، سوار ہو کر کئی گھنٹے میں

پوکھریرا پہنچتے تھے۔ حجۃ الاسلام اور ملک العلما کے لیے شاید ٹیکسی کا انتظام تھا۔ ہمارا قیام ناظم مدرسہ مولانا ولی الرحمٰن کے مکان پر تھا جہاں ان کے بھائی حکیم عطاء الرحمٰن اور صاحب زادگان مولوی محمد حمید الرحمٰن (رحمۃ اللہ علیہ) اور مولوی محمد علیم الرحمٰن میزبانی کے لیے موجود رہتے تھے۔ حکیم صاحب بعد کو برسوں پارک سرکس کلکتہ کے پاس ایک مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے رہے، میری ان سے کئی بار وہاں ملاقات ہوئی۔

پوکھریرا میں اس موقع پر لوگ جوق در جوق آس پاس کے مواضع سے آتے رہے اور حضرت حجۃ الاسلام سے شرف بیعت حاصل کرتے رہے۔ صحیح تاریخ یاد نہیں یہ اواخر مئی یا اوائل جون ۱۹۳۷ء کا زمانہ ہونا چاہیے۔ پھر برسوں حضرت کی زیارت نصیب نہیں ہوئی۔ ایک بار اوائل جنوری ۱۹۴۰ء میں دہلی سے بریلی حاضر ہوا تو حضرت کی بھی زیارت نصیب ہوئی۔ آخری بار ۱۹۴۳ء میں ان سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، جب حضرت محدث اعظم مولانا سید شاہ محمد کچھوچھوی (م ۱۳۸۳ھ) اور ملک العلما خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ اور مدرسہ منظر اسلام ومدرسہ مظہر اسلام کے بعض مسائل کے حل کے لیے بریلی حاضر ہوئے تھے۔ ملک العلما اپنے اکثر اسفار میں جب میں کم عمر تھا مجھے ساتھ رکھتے تھے۔ میں اس موقع پر بھی ان کے ساتھ موجود تھا۔ ہمارا قیام کئی دن بریلی میں رہا۔ افسوس حجۃ الاسلام سے یہ ملاقات آخری ملاقات ثابت ہوئی۔

حضرت حجۃ الاسلام ۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳ر مئی ۱۹۴۳ء کو جوار رحمت میں داخل ہو گئے۔ رحمۃ اللہ واسعۃ۔

مکاتیب حجۃ الاسلام بنام ملک العلما:

مکتوب (۱)

از دفتر جماعت رضائے مصطفیٰ (علیہ افضل الصلاۃ والثنا) خانقاہ عالیہ رضویہ بریلی

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں

خسروا عرش پہ اُڑتا ہے پھریرا تیرا

از خانقاہ عالیہ رضویہ

محلہ سوداگران بریلی

۷۸۶

مولانا المکرم المحترم زیدہ مجدہ!

بعد سلام مسنون، شوق مشحون فقیر دعا کا طالب خیر مع الخیر۔ "یادگار رضا" کے لیے آپ سے عرض داشت کی گئی تھی کہ اپنے قلم جواہر رقم سے مضامین مرحمت فرمایا کیجئے کہ رضویوں کی اعلیٰ شخصیتوں کا یادگار نمائندہ ہو، اور اپنی خدمات ملک و مذہب و قوم کے سامنے بہترین خیالات کے ساتھ پیش کر سکے، اس وقت تک آپ نے کوئی مضمون ارسال نہ فرمایا۔ اب مجبور ہو کر مجھ سے اصحاب شوریٰ نے درخواست کی اور فقیر کو مکلف ہونا پڑا۔ امید کہ فقیر کی تحریک خالی نہ جائے گی۔

نیز تقویم کے لیے بھی جناب سے گذارش ہوئی تھی، اب صرف بریلی کا وقت درج ہوتا ہے۔ اگر آپ اور بلاد کے تفاوت تحریر فرمادیں گے تو عموم کے ساتھ رسالہ کا امتیاز خاص ہوگا۔ آپ نے کسی کتاب (۱) کے متعلق طباعت کا قصد فرمایا تھا وہ بھی معرض التوا میں ہے۔ عزیزم! آپ کو معلوم ہے کہ مطبع اہل سنت، اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہٗ کا مطبع خاص ہے اور آپ کو مجھ سے اور مجھ کو آپ سے اختصاص خاص ہے۔ آپ اپنے مطبع سے اپنے شیخ کے مطبع سے اپنے محب مخلص کے مطبع سے معاملہ نہ کریں اور ادھر اُدھر نیت بھٹکائیں، باوجودیکہ جو دوسرا مطبع لے اسی پر یہ مطبع راضی ہے تو نہایت عجیب ہے، پھر جیسی تصحیح اس (مطبع میں) ہوسکتی ہے کسی مطبع میں نہ ہوگی اور ایک یہ نفع بھی ہے کہ فقیر کی نظر سے بھی کتاب گزر جائے گی جس میں جانبین کا نفع ہے۔ آپ (کے) پاس تخمینۂ طباعت (ہوگا.....) اس میں جو مناسب سمجھیں کمی فرمادیں۔ اگر مطبع کا نقصان نہ ہوگا تو مطبع اسے ضرور قبول کرنے کو تیار ہوگا۔

(میرا) وہاں (۲) سے کلکتہ جانے کا خیال ہے، وہاں کے احباب کی خواہش ہے کہ ایک بار صورت دکھا جاؤ، شنبہ کی صبح کو فقیر سوار ہوگا۔ والسلام۔ فقیر رضوی غفرلہ،

خادم آستانہ عالیہ

(لاہور) میں جلسہ حزب الاحناف ہے اس میں علمائے اہل سنت کی شرکت ہوگی، آپ کو دعوت ضرور بھیجی ہوگی، آپ بھی ضرور ضرور شریک ہوئیے اور جلسہ کو کامیاب بنائیے، اس کا اس وقت مقصد اعلیٰ طہارت حرمین از نجاست ابن سعود ہے، جواب جلد از جلد دیجئے۔ والسلام۔

مکتوب (۲)

بحمدہ سبحانہ

یکم صفر المظفر ۵۷ھ

مولانا المحترم زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بحمدہ عزوجل عرس اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز بتاریخ ۲۳، ۲۴، ۲۵ رصفر المظفر ۵۷ھ مطابق ۲۵، ۲۶، ۲۷ر اپریل ۳۸ء خانقاہ عالیہ رضویہ میں منعقد ہوگا۔ فقیر کی دلی مسرت کا باعث ہوگا اگر جناب والا شریک عرس رضوی ہوکر اکتساب فیوض و برکات اعلیٰ حضرت قبلہ کریں گے۔ فقیر جناب والا کو دعوت خصوصی دیتا ہے اور متمنی شرکت ہے، امید کہ دعوت فقیر قبول کرتے ہوئے صحیح تاریخ آمد سے مطلع فرمائیں۔ والسلام مع الاکرام۔

فقیر محمد حامد رضا خان غفرلہ، خادم سجادہ وگدائے آستانہ رضویہ

مکتوب (۳)

آستانۂ عالیہ رضویہ بریلی، شنبہ ۸ر جمادی الاولیٰ ۵۹ھ

مولانا المکرم المحترم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

فقیر بحمدہ القدیر مع الخیر ہے، آپ کی عافیت (کی خبر) پاکر مسرت ہوئی۔ جلسۂ عرس سراپا قدس میں جناب کی یہ تحریک مہتم بالشان تھی (۳) افسوس کہ حضّار جلسہ نے توجہ نہ کی، فقیر کو مجبورًا جلسہ سے آجانا پڑا تھا ورنہ فقیر کا بھی خیال اس جلسہ میں اس تحریک کا تھا اور اسی غرض سے اس سال عرس شریف میں جناب کو خصوصیت کے ساتھ مدعو کیا تھا کہ جناب کو اس سے زائد دلچسپی ہے اور حقیقتاً آپ اس کو اپنے کام سے بھی اہم خیال فرماتے ہیں، مگر شومی قسمت کہ عرس کے انتظامات کی پریشانی میں، میں اس قدر پریشان رہا کہ نہ جناب سے خاص باتیں کرسکا نہ کما حقہ آپ کی خاطر تواضع کرسکا جس کا بے حد حزن وملال رہا۔ خیر مشیت ایزدی۔ میرا ارادہ تھا کہ بنارس سے پٹنہ آؤں اور حضرت کے فتاویٰ کے چھپنے کے لیے کوئی آسان صورت آپ کے مشورہ سے نکالوں گا۔ لیکن بریلی سے متواتر خطوط آئے اور حضرت والدۂ ماجدہ دامت ظلہا کے کرم نامہ پر مجھے واپس ہونا پڑا۔ یہاں میری دوکریمہ نیک اختر کی شادی وخانہ آبادی مقرر کی جاچکی تھی، بحمدہٖ تعالیٰ اس سے بخیر وخوبی فراغ حاصل ہوگیا۔ جناب کی یہ مبارک تحریک میرے لیے بہت مسرت افزا ہے اور نہایت مہتم بالشان اور اس کے مہتم بالشان (ہونے) میں کوئی کلام نہیں لیکن بڑے زرکثیر کی ضرورت ہے:

(۱) ترتیب فتاویٰ (۲) تبییض (۳) کتابت (۴) تصحیح (۵) طباعت (۶) اصلاح سنگ (۷) اصلاح پروف (۸) نگرانی کار مطبع۔

ان سب باتوں کے واسطے تجربہ کار علما اور عملہ کی ضرورت ہے، آج کل بغیر مشین کے طباعت کا کام نہ چل سکے گا کہ پریس مین مفقود ہیں اور مشین چلانے کے لیے بہ کثرت کاپیوں کا تیار ہونا اور کافی تعداد میں کاغذ کا اسٹاک موجود رہنا، مشین میں اور مصلح سنگ وغیرہ کام کرنے والوں کی تنخواہوں کا انتظام، یہ سب ہزاروں روپے کے کام ہیں جسے میں تن تنہا نہیں کرسکتا، اللہ تعالیٰ مدد فرمائے۔ میرا خیال ہے کہ اس کے لیے فراہمی سرمایہ اس طرح کی جائے کہ کل مصارف کا تخمینہ کرکے اُس کو حصص پر تقسیم کیا جائے اور ان حصص کو احباب اہل سنت خرید لیں تو یہ ایک صورت نہایت خوش نظمی سے (۴۔۔۔) (میں خود) بہت کافی حصہ لے سکتا ہوں۔ یہ میری ایک (تجویز ہے)۔ (یہ کام تنہا) ابھی نہیں کرسکتا بہر حال میں اپنی لڑکیوں کے فرض سے سبک دوش ہوگیا اب میرے لیے کوئی فکر ناخن بدل نہیں سوائے اس بار گراں۔۔۔ کے جو میرے سر ہے، اللہ تعالیٰ اس سے سبک دوش فرمائے آپ دعا فرمائیں۔

اور رسالہ بذل الصفا آپ کی پہلی تحریک پر میں نے نقل کرادیا تھا مگر کام کرنے والوں کے تساہل سے اب تک پڑا رہا۔ مولانا نواب مرزا صاحب (۵) نے اب تصحیح کراکرا سے روانہ کردیا ہے غالباً ملا ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ فتاویٰ جلد سوم جس کی ترتیب ہوچکی ہے اور میں نے اس کے فوائد بھی کچھ تحریر کیے ہیں وہ آپ کو بھیج دوں، آپ اس کے فوائد وقت فرصت تھوڑے تحریر فرمائیں کہ ایک جلد مکمل ہوجائے، مجھے میرا جو روپیہ حاصل ہونے والا ہے اگر خدا نے یک مشت دلا دیا تو میں یہ خدمت خود ہی کرسکوں گا دعا کیجیے۔

والسلام

عزیزم محترم مولوی مختار الدین سلمہ اور اُن کی والدۂ محترمہ و ہم شیرگان کو بہت بہت دعائیں، آپ کے لیے اور ان عزیزان کے لیے اپنے اوقات خاصہ میں دعا کرتا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ دونوں جہاں کی دولتوں نعمتوں اور برکتوں سے (انہیں) مالامال کرے اور دونوں جہان میں شاد و آباد، بامراد رکھے، آمین۔ جناب مداری خاں صاحب (۶) کو سلام و دعا فرمادیں۔

آپ کو معلوم ہے کہ میں اپنے ہاتھ سے لکھنے سے معذور ہوں (۷) اس وجہ سے ضروری کاموں میں اور خط کے جواب میں تعویق ہوجاتی ہے اس لیے میں نے وہ جلد فتاویٰ کی آپ کے پاس بھیج دینا مناسب سمجھا۔

فقیر حامد رضا خاں قادری رضوی نوری بریلوی

خادم سجادہ گدائے آستانہ عالیہ رضویہ محلہ سوداگران بریلی

حواشی:

(۱) علم صرف میں رسالہ ''عافیہ'' جون ۱۹۲۵ء میں لکھی گئی اور ۱۳۴۸ھ/۱۹۲۸ء میں مولانا حسنین رضا خان کے اہتمام میں مطبع حسنی بریلی سے شائع ہوئی۔

(۲) یہاں پر چند الفاظ پڑھے نہیں جاتے، بنارس یا پٹنہ کے قیام کے بعد کلکتہ کے سفر کا خیال ہوگا۔

(۳) ملک العلما کی تحریک در بارۂ طباعت فتاویٰ اعلیٰ حضرت اور دیگر تصانیف کی اشاعت کے بارے میں ہوگی۔

(۴) یہاں خط کی ڈیڑھ سطریں ضائع ہو گئی ہیں۔

(۵) مولانا مفتی نواب مرزا، ملک العلما کے خاص دوستوں میں تھے۔ میں نے انہیں اپنے بچپن میں دیکھا تھا۔ مدرسۂ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں غالباً مولانا عبدالرشید قادری رضوی کی وفات (۷؍ دسمبر ۱۹۳۸ء) پر ایک مدرس کی جگہ خالی ہوئی تھی۔ ملک العلما کی تحریک پر انہوں نے بھی درخواست دی تھی۔ وہ انٹرویو میں بلائے گئے تھے۔ ''ظفر منزل'' شاہ گنج میں ہفتہ عشرہ ان کا قیام رہا تھا۔ کچھ ایسا یاد آتا ہے کہ مولانا وسط ۱۹۳۹ء میں پٹنہ تشریف لائے تھے اور ہفتہ عشرہ ہمارے یہاں مقیم رہے۔ تقرر مولوی حفیظ الرحمٰن رمضان پوری کا ہوا جو بعد کو مدرسے کے پرنسپل مقرر ہوئے۔

(۶) حجۃ الاسلام ۱۹۴۰ء میں پٹنہ تشریف لائے تھے۔ ابتدا میں ''ظفر منزل'' میں مقیم ہوئے تھے پھر پٹنہ سٹی (قدیم عظیم آباد) کے مخلصین و مسترشدین کے اصرار پر وہاں کے ایک تاجر جناب مداری خاں صاحب کے یہاں فروکش ہوئے۔ ان کا پورا خاندان سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ سے منسلک تھا۔ یاد آتا ہے کہ مداری خاں صاحب، ملک العلما کے ساتھ ایک سال عرس شریف میں بریلی بھی حاضر ہوئے تھے۔

(۷) یہ خط مولوی عزیز الرحمٰن صاحب حامدی کے ہاتھ کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے جو ان دنوں بریلی میں تھے۔ مولوی صاحب، مولانا احسان علی مظفر پوری، مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی کے عزیزوں میں تھے اور برسوں پٹنہ میں رہ کر انہوں نے ملک العلما سے علمی فیوض حاصل کیے تھے۔

□□□

حجۃ الاسلام کی مکتوب نگاری

مولانا ملک الظفر سہسرامی

اہل علم، اصحاب فکراور ارباب بصیرت کی مکمل زندگی اپنے آپ میں مشعل ہدایت ہے۔ پھر وہ ارباب علم اور اصحاب بصیرت جن کی فکر ونظر کا محور قرآن مقدس، احادیث طیبہ اور سیرت نبوی علیہ التحیۃ والثناء کے روشن و پاکیزہ اوراق ہوں لاریب ان کے نقوش قدم ہدایت ابدی اور نجات اخروی کی راہ میں نشان منزل بن کرابھرتے ہیں۔ ایسے ارباب کی جلوت، خلوت تحریر، تقریر، سفر، حضر، فکر ونظر گویا ابواب زندگی کے تمام اوراق سطر سطر، لفظ لفظ قوم کے لیے ہدایت ورہنمائی کا فریضہ انجام دینے کے لیے معاون ومددگار ثابت ہوتے ہیں۔

اہل علم کے مکتوبات کوعلم وفکر کے دائرۃ المطالعہ میں ہمیشہ ایک امتیازی خصوصیت حاصل رہی۔ خطوط غالب، خطوط اقبال کو دنیائے شعروسخن اور اردو زبان وادب میں بے پناہ شہرت اور قبول عام اور درجۂ سند حاصل ہے۔ ان مکاتیب کی روشنی میں شعروادب کی نہ جانے کتنی گتھیاں سلجھائی گئیں اور اہل علم وتحقیق، ارباب بصیرت ان پہ علم وتحقیق کے چراغ روشن کررہے ہیں۔ مذہبی دنیا میں مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کے ''مکتوبات امام ربانی'' کومکتوبات کی دنیا میں وہ شہرت دوام اور قبول عام حاصل ہوا کہ شاید ہی کسی دوسرے اہل علم کے مکاتیب کے حصے میں آیا ہو۔ حضرت شیخ شرف الدین یحیٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب، مکتوبات صدی اور مکتوبات دو صدی اہل معرفت کے لیے کیمیائے سعادت بنی ہوئی ہے نہ معلوم کتنے عقدۂ لاینحل ان مکتوبات کے اجالوں میں حل کئے گئے، کتنے گم گشتگان راہ کو ہدایت نصیب ہوئی۔ ان مکاتیب سے اگر علوم ومعارف کی پیچیدہ گتھیاں سلجھتی ہیں، فکر ونظر کے دریچے روشن ہوتے ہیں شعور وآگہی کی خیرات تقسیم ہوتی ہے۔ تو وہیں مکتوبات سے مکتوب نگار کی شخصیت کی نادیدہ جہتوں سے بھی نقاب

کشائی ہوتی ہے اور اس کی زندگی کے اوراق گم گشتہ پر تھوڑی روشنی پڑتی ہے۔

شخصیت شناسی کا یہ وہ سوتا ہے جس میں کسی قسم کے تصنع، بناوٹ کا کوئی عمل دخل نہیں ہے اس میں اس قدر شفافیت ہے کہ شخصیت کے مقتضی خدوخال تک بلا تکلف پہنچا جاسکتا ہے۔

اہل علم وارباب فکر کے خطوط کی باقاعدہ نگہداشت نہیں ہوسکی اور نہ ہی انہیں اس سالمیت کے ساتھ سلیقے سے محفوظ رکھنے کی سنجیدہ کوشش ہوئی ورنہ ان اصحاب فکر اور ارباب علم کے نوادر علمی سے اہل علم کو استفادے کا موقع نصیب ہوتا اور مزید یہ کہ ان کی تہہ دار شخصیت کی بادیدہ جہتوں سے نقاب کشائی کی راہ ہموار ہوتی۔

معروف محقق ونقادشہرت یافتہ ادیب پروفیسر مختار الدین احمد آرزو خلف ملک العلماء حضرت علامہ سید ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ نے راقم الحروف کو ازراہ کرم ومحبت اپنے علمی نوادر کی زیارت سے شرفیاب فرمایا اور آخر میں مکتوبات کا وہ خانہ بخانہ المیر ادکھایا جس میں معروف محققین، ناقدین اور ارباب بصیرت کے علمی وفکری شہ پارے خطوط کی شکل میں بہت سلیقے سے سجا کر رکھے گئے تھے۔ان کی زیارت کراتے ہوئے ایک خانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس میں آپ کے تحریر کردہ خطوط ہیں۔تاہم منصوبہ بندی کے بغیر بعض بڑے ارباب فکر کے مکتوبات تک اہل علم وتحقیق آبلہ پائی کرتے ہوئے پہنچ جاتے ہیں اور اس طرح دربدر کی خاک چھانتے چھانتے ان کے علمی نوادر کی روشنی سے اہل علم کی آنکھوں کی چمک بڑھ جاتی ہے۔

حجۃ الاسلام حضرت علامہ شاہ حامد رضا خاں قادری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان خلف سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی احیائے سنت، ردبدعات ومنکرات، فروغ دین اور اعلائے کلمۃ الحق کی صدائیں بلند کرتے گزری۔انہوں نے مختلف جہات سے اپنے والد گرامی کے چھوڑے ہوئے مشن کو آگے کی جانب بڑھانے میں اپنی حیات کے قیمتی لمحات وقف فرمادیئے۔

سیدی اعلیٰ حضرت کے خلفاء، تلامذہ اور فیض یافتہ اصحاب پر خاطر خواہ تحقیقی کام انجام نہیں دیئے گئے ورنہ دنیا کے علم دوست حضرات اس عبقری بارگاہ سے خوشہ چینی کرنے والے ارباب بصیرت، اصحاب فکر وتدبر اور اہل علم کے شہ پاروں سے آنکھیں روشن کرتے، اس تعلق سے مشہور محقق پروفیسر مسعود احمد اپنے دکھ درد کا اظہار بایں طور فرماتے ہیں:

حضرت فاضل بریلوی کے خلفاء میں بعض تو ایسے بھاری بھرکم ہیں ان کے حالات اور خدمات کا جائزہ لیا جائے تو ضخیم کتابیں تیار ہوجائیں۔ابھی تک کماحقہ کام نہیں کیا گیا اور نہ دنیا دیکھتی کہ

ہندوستان کے علم و دانش سے طلوع ہونے والا آفتاب اپنے دامن میں کتنے چاند سمیٹے ہوا تھا۔

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی کا صد سالہ منظر اسلام نمبر)

حجۃ الاسلام حضرت علامہ شاہ حامد رضا خان قادری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اعلیٰ حضرت کی بارگاہ علمی کے انہی رتنوں میں سے ایک اہم رتن ہیں۔ آپ نے تبلیغی، تدریسی، معاشرتی اور سیاسی میدان میں اہم، قابل قدر اور تاریخی خدمات انجام دیں، تحریک خلافت، تحریک انسداد شدھی اور تحریک ترک موالات میں آپ کی خدمات کے نقوش بہت واضح اور روشن ہیں۔

صدر الافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ کی کوششوں سے مراد آباد کی سرزمین پر آل انڈیا سنی کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا، جس عظیم تاریخی کانفرنس میں غیر منقسم ہندوستان کے تین سو علماء وارباب فکر کی شرکت ہوئی۔ اس تاریخی کانفرنس کی صدارت محدث علی پوری حضرت پیر جماعت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی اور مجلس استقبالیہ کی صدارت حجۃ الاسلام علامہ شاہ حامد رضا خان نے فرمائی۔ آپ نے بہت تفصیل سے اس کانفرنس کے تاریخی پس منظر اور مقاصد پر روشنی ڈالی اور ملت اسلامیہ کے مذہبی، سیاسی، تمدنی اور معاشرتی مسائل پر اپنے بصیرت افروز خیالات ظاہر فرمائے۔ آپ کا یہ تاریخی خطبۂ صدارت اس قدر اہم اور تفصیلی تھا کہ اسے دو نشستوں میں مکمل کرنے کا فیصلہ لیا گیا۔ آپ نے اس میں دین کی تبلیغ واشاعت، مذہبی تعلیم کے منصوبہ بند خاکے امن وامان کی بحالی اور معاشرتی اصلاح جیسے اہم مسائل اور بنیادی مسائل کی جانب ارباب بصیرت کو متوجہ فرمایا۔ اس خطبۂ صدارت کے اہم نکات کا تفصیلی جائزہ لینے پر ان کی قائدانہ، مدبرانہ اور مفکرانہ صلاحیتوں کا اعتراف ناگزیر ہو جاتا ہے۔

مقام مسرت ہے کہ مولانا مفتی محمد امجد رضا امجد نے ''رضا بک ریویو'' کا ایک شمارہ حضرت حجۃ الاسلام کی حیات وخدمات کے حوالے سے مخصوص فرما کر ان کی بارگاہ علمی میں خراج عقیدت پیش کرنے کا منصوبہ بنایا۔ چند مکتوبات روانہ فرما کر مدیر محترم نے حضرت حجۃ الاسلام کی مکتوب نگاری پہ اظہار خیال کی دعوت دی۔ ارسال کردہ مکاتیب میں بھی بعض خطوط ذاتی نوعیت کے ہیں۔ ملک العلما حضرت علامہ سید ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے نام ان کے جو خطوط ہیں ان میں سیدی اعلیٰ حضرت کے علمی وفکری نوادر کی اشاعت کے تعلق سے ان کا جذب دروں نمایاں ہو کر سامنے آتا ہے۔

ان علمی نوادر کی ترتیب تبییض، کتابت، طباعت اور اشاعت کے تعلق سے دل میں

جذبات کا تلاطم موجزن تھا جس نے دنیا کے علم دوست حضرات کے سامنے اعلیٰ حضرت کے علمی نوادر سے استفادے کی راہ روشن کر دی۔ اعلیٰ حضرت کے غیر مطبوعہ رسائل کی اشاعت وطباعت میں آپ کی خدمات کا عمل دخل بہت زیادہ ہے۔ اس تعلق سے وہ ملک العلماء کے نام تحریر کردہ خط میں اپنے خیالات وجذبات کا اظہار فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

میرا ارادہ تھا کہ بنارس سے پٹنہ آؤں اور حضرت کے فتاوے کے چھپنے کے لیے کوئی آسان صورت آپ کے مشورے سے نکالوں گا لیکن بریلی سے متواتر خطوط آئے اور حضرت والدہ ماجدہ دامت ظلہا کے کرم نامے پر مجھے واپس ہونا پڑا۔

چند سطروں کے بعد ملک العلماء کی تحریک پہ ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے یہ حوصلہ افزا کلمات رقم فرماتے ہیں:

جناب کی یہ مبارک تحریک میرے لیے بہت مسرت افزا ہے اور نہایت مہتم بالشان اور اس کے مہتم بالشان میں کوئی کلام نہیں لیکن بڑے زر کثیر کی ضرورت ہے اس کے بعد اس مہتم بالشان اور عظیم علمی کام کی راہ میں حائل دشواریوں اور مسائل یہ اظہار خیال کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

(۱) ترتیب فتاویٰ (۲) تبییض (۳) کتابت (۴) تصحیح (۵) طباعت (۶) اصلاح سنگ (۷) اصلاح پروف (۸) نگرانی کار مطبع۔

ان سب باتوں کے واسطے تجربہ کار علماء اور عملہ کی ضرورت ہے۔ آج کل بغیر مشین کے طباعت کا کام نہ چل سکے گا کہ پریس مین مفقود ہیں اور مشین چلانے کے لیے بکثرت کاپیوں کا تیار ہونا اور کافی تعداد میں کاغذ کا اسٹاک موجود رہنا مشین مین، اور مصلح سنگ وغیرہ کام کرنے والوں کی تنخواہوں کا انتظام یہ سب ہزاروں لوگوں کے کام ہیں جسے میں تنہا نہیں کر سکتا۔

اشاعت کے ان مشکل مراحل سے گزرنے کے لیے آپ نے ملک العلماء کے سامنے اپنا ایک مشورہ ظاہر فرمایا۔

میرا خیال ہے کہ اس کے لیے فراہمی سرمایہ اس طرح کیا جائے کہ کل مصارف کا تخمینہ کر کے اس کو حصص پر تقسیم کیا جائے اور ان حصص کو احباب اہل سنت خرید لیں تو یہ ایک صورت نہایت خوش نظمی سے۔ (میں خود) بہت کافی حصہ لے سکتا ہوں یہ میری ایک (تجویز ہے) (یہ کام تنہا) ابھی نہیں کر سکتا۔

چند سطروں کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

رسالہ ''بذل الصفا'' آپ کی پہلی تحریک پر میں نے نقل کرا دیا تھا۔ مگر کام کرنے والوں کے تساہل سے اب تک پڑا رہا۔ مولانا نواب مرزا صاحب نے اب تصحیح کرا کرا سے روانہ کر دیا ہے غالباً ملا ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ فتاویٰ جلد سوم جس کی ترتیب ہو چکی ہے اور میں نے اس کے فوائد

بھی کچھ تحریر کئے ہیں وہ آپ کو بھیج دوں، آپ کے اس فوائد وقت فرصت تھوڑے تھوڑے تحریر
فرمائیں کہ ایک جلد مکمل ہو جائے۔

سیدنا اعلیٰ حضرت کے علمی وفکری نوادر کی طباعت واشاعت کے تعلق سے حجۃ الاسلام کا یہ جذب
دروں ان کے قلم سے ملاحظہ کیجئے۔

مجھے میرا جو روپیہ حاصل ہونے والا ہے اگر خدا نے یک مشت دلا دیا تو میں یہ خدمت خود ہی
کر سکوں گا دعا کیجئے۔

حجۃ الاسلام کا مکمل مکتوب ملاحظہ کیجئے اردوئے معلیٰ کا نمونہ نظر آتا ہے الفاظ جملے اور ترکیب غیر
پیچیدہ اور نہایت واضح ہے۔

ملک العلماء کے نام اس مکتوب سے اس امر کی بھی نشاندہی ہوتی ہے کہ اعلیٰ حضرت کی
نگہ انتخاب نے جس شخصیت پہ مہر ثبت فرمائی وہ صرف حجۃ الاسلام بلکہ پورے خانوادۂ رضا کی نظر
میں وہ حد درجہ قابل اعتماد واعتبار تھی۔ مکتوب کی ایک ایک سطر سے اسی بھروسے کا اظہار ہو رہا ہے
جو اعلیٰ حضرت کے مکاتیب کا حصہ ہے۔

ایک دوسرے مکتوب میں ملک العلماء سے کس والہانہ انداز واطوار میں وہ تخاطب
فرماتے ہیں ملاحظہ کیجئے۔

"یادگار رضا" کے لیے آپ سے عرض داشت کی گئی تھی کہ اپنے قلم جواہر رقم سے مضامین
مرحمت فرمایا کیجئے کہ رضویوں کی اعلیٰ شخصیتوں کا یادگار نمائندہ ہو اور انہی خدمات ملک ومذہب
وقوم کے سامنے بہترین خیالات کے ساتھ پیش کر سکے۔ اس وقت تک آپ نے کوئی مضمون
ارسال نہ فرمایا اب مجبور ہو کر مجھ سے اصحاب شوریٰ نے درخواست کی اور فقیر کو مکلف ہونا پڑا۔
تقویم کے لیے بھی جناب سے گذارش ہوئی تھی۔ اب صرف بریلی کا وقت درج ہوتا
ہے۔ اگر آپ اور بلاد کے تفاوت تحریر فرما دیں گے تو عموم کے ساتھ رسالہ کا امتیاز خاص ہوگا۔

اس مکتوب سے اگر حجۃ الاسلام کی علم دوستی کا اظہار ہو رہا ہے تو اسی کے ساتھ ملک العلماء کے علمی
مناصب جلیلہ اور آپ کے وقار علمی پہ بھی روشنی پڑ رہی ہے۔

قدر جوہر شاہ داند یا بداند جوہری

ایک مکتوب میں حضرت ملک العلماء کو کس اہتمام شان کے ساتھ عرس رضوی میں
دعوت دی جا رہی ہے۔ حجۃ الاسلام کی اس مختصر لیکن دل پذیر تحریر سے ملاحظہ کیجئے۔

عرس اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہٗ العزیز بتاریخ ۲۳، ۲۴، ۲۵، صفر المظفر ۵۷ھ مطابق
۲۵/۲۶/۲۷، اپریل ۳۸ء خانقاہ عالیہ رضویہ میں منعقد ہوگا۔ فقیر کی دلی مسرت کا باعث ہوگا
اگر جناب والا شریک عرس رضوی ہو کر اکتساب فیوض وبرکات اعلیٰ حضرت قبلہ کریں گے۔ فقیر

جناب والا کو دعوت خصوصی دیتا ہے اور متمنی شرکت ہے۔ امید کہ دعوت فقیر قبول کرتے ہوئے صحیح تاریخ آمد سے مطلع فرمائیں گے۔

ملک العلماء نے ۱۹۵۹ء میں بموقع عرس رضوی اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ سیدی امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز کے غیر مطبوعہ کتب ورسائل کی اشاعت کے سلسلے میں تحریک پیش فرمائی تھی۔ لیکن ہمارے یہاں علمی، فکری اور بنیادی کاموں کے لیے عوام سے لے کر خواص تک جو تغافل وتساہل پایا جاتا ہے اس کا یہ اثر اس تحریک پر بھی رہا، اس حوالے سے حجۃ الاسلام ملک العلماء کے نام تحریر کردہ اپنے ایک مکتوب میں درد وکرب کا اظہار کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

جلسہ عرس سراپا قدس میں جناب کی یہ تحریک مہتم بالشان تھی (۳) افسوس کہ حضار جلسہ نے توجہ نہ کی، فقیر کو مجبوراً جلسہ سے آجانا پڑا تھا اور نہ فقیر کا بھی خیال اس جلسہ میں اس تحریک کا تھا اور اسی غرض سے اس سال عرس شریف میں جناب کو خصوصیت کے ساتھ مدعو کیا تھا کہ جناب کو اس سے زائد دلچسپی ہے اور حقیقتاً آپ اس کو اپنے کام سے بھی اہم خیال فرماتے ہیں، مگر شومی قسمت کہ عرس کے انتظامات کی پریشانی میں، میں اس قدر پریشان رہا کہ نہ جناب سے خاص باتیں کرسکا نہ کماحقہ آپ کی خاطر تواضع کرسکا جس کا بے حد حزن وملال رہا

معاملہ فہمی، دوراندیشی اور بالغ نظری تو حجۃ الاسلام کا طرۂ امتیاز تھا۔ بعض اہم بڑے اور سلگتے ہوئے مسائل اپنے ناخن تدبیر سے وہ اس طرح حل فرمادیتے کہ اہل ہوش وخرد دیدہ حیرت بنے رہ جاتے۔ ان کے ناخن تدبیر سے حل ہونے والے مسائل میں ایک مسئلہ حضرت مولانا سید معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق سے ہے۔ جو علمائے دیوبند کی تکفیر کے قائل نہ تھے۔ چونکہ علمائے دیوبند کی کفری اور توہین آمیز عبارتیں ان کی نظر سے نہیں گزری تھیں اور نہ ہی ان کی کتابیں دیکھنے کا اتفاق مولانا اجمیری کو ہوا تھا، حسام الحرمین بھی آپ کی نظروں سے نہیں گزری تھی۔ حجۃ الاسلام نے انہیں ناصحانہ اور مخلصانہ انداز میں مکتوب روانہ فرمایا۔ انداز تخاطب ،لب ولہجہ اور تیور دیدنی ہے۔ ملاحظہ کریں:

گرامی نامہ ملا۔ مجھے اگر آپ صاف الفاظ میں یہ تحریر فرمادیں کہ دیوبندی وگنگوہی وغیرہ انفار کے وہ کلمات جو ''حسام الحرمین'' میں ان کی کتابوں سے بحوالہ صفحہ وسطر منقول ہوئے فی الحقیقت کفریات ہیں اور ان پر جو احکام تکفیر حضرات علمائے حرمین شریفین زادھما اللہ تعالیٰ شرفاو تعظیما نے نام بنام ان قائلین پر محقق فرمائے ہیں۔ ان سب کی دل سے تصدیق کرتا ہوں۔ تو میں اور میرے بعض ہم خیال اشخاص کے قلوب کی صفائی ممکن ہے

مکتوب کی ایک ایک سطر حجۃ الاسلام کے جذبۂ اخلاص وللّٰہیت اور راست بازی کی قسمیں کھا رہی ہے۔ بنیادی اور اساسی مسائل کے تعلق سے انہیں اپنے زاویۂ فکر میں بدلاؤ لانے کی

درخواست پیش کی جارہی ہے رہے فروعی مسائل تو ان کے تعلق سے آپ کی تحریر کا یہ حصہ دوبارہ بنگاہ غائرانہ ملاحظہ فرمائیں، رہا مسئلہ اذان ثانی وہ ایک فروعی مسئلہ ہے میں اس کے متعلق آپ پر یہ جبر نہیں کرتا کہ اس کے متعلق ہماری حسب تحقیق آپ بھی معترف ہوجائیں۔

کیا ہوگیا ہے کہ آج انہیں کے عقیدت مندوں، نیازمندوں نے ایسا منظر نامہ ترتیب دے رکھا ہے کہ فروعی مسائل میں دست بگریباں ہیں۔ جہاں سمجھوتہ ہوسکتا ہے، وہاں نزاع سے گریز کیا جائے، فروعی مسائل میں نہ الجھ کر اتحاد واتفاق کے ساتھ باہم شیر وشکر ہوکر فروغ اہل سنت میں لگ جائیں۔

حجۃ الاسلام کا ناصحانہ ومخلصانہ تیور رائیگاں و برباد نہ گیا چنانچہ آپ کے جذبۂ اخلاص ہی کی یہ تاثیر تھی کہ مولانا سید معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے نام کچھ اس انداز میں مکتوب تحریر فرمایا۔

جناب محترم مولانا زادمجدہٗ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

"براہین قاطعہ" کے قول شیطانی کو، جس میں معاذ اللہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آلہ وسلم کے علم اکمل کے مقابلہ میں اپنے شیخ "شیخ نجدی" یعنی شیطان کے علم کو وسیع کہا ہے۔ دیکھ کر فقیر کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ یہ کلمات قطعا کفر ہیں اور ان کا قائل کافر۔

حجۃ الاسلام کی ان مخلصانہ کاوشوں کا ہی یہ ثمرہ تھا کہ ۷ ۱۳۳ھ بماہ ربیع الثانی مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ علمائے دیوبندی کی تکفیر پر اپنی مہر ثبت فرمادی۔ اس طرح حجۃ الاسلام کی حکمت عملی، بالغ نظری اور دور اندیشی نے ایک بڑا سنگین مسئلہ حل کردیا۔

□□□

حجۃ الاسلام اور مولانا سید معین الدین اجمیری کے مابین علمی مراسلت

حضرت شاہ محمد فصیح الدین نظامی

مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ ایک مخصوص فقہی مسئلہ میں بہت زیادہ ملتا ہے لیکن مولانا علیہ الرحمہ کے تصدیق حسام الحرمین کا چرچا بہت کم بلکہ شاذ و نادر دکھائی دیتا ہے جبکہ اس کا تعلق عقائد سے ہے۔ ذیل میں حسام الحرمین کے سلسلہ میں مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علامہ محمد حامد رضا خاں قادری علیہ الرحمہ کے درمیان ہوئی مراسلت ملاحظہ فرمائیں جسے حال ہی میں معارف رضا کراچی کے حوالے سے "الصوارم الہندیہ" میں شائع کیا گیا ہے۔

فخر المدرسین حضرت مولانا معین الدین اجمیری کا انہماک اور ذوق چونکہ تدریس میں تھا، اس لئے انہیں ابتداءً علمائے دیوبند کی ان تصانیف کے مطالعہ کا وقت نہ ملا۔ جن کی توہین آمیز عبارات پر علمائے حرمین شریفین نے ان پر فتویٰ کفر صادر فرمایا، اس لئے مولانا اجمیری ابتداءً علمائے دیوبند کی تکفیر میں خاموش تھے۔ بلکہ جن علمائے نے برصغیر میں ان عبارات کے قائل کو کافر کہا، ان سے ان کے روابط نہ تھے۔ تکفیر کے قائل علماء سے یک گونہ اظہار ناراضگی فرماتے۔ امام احمد رضا ان علماء میں تھے جن سے مولانا اجمیری بوجہ تکفیر ناراض تھے۔

1337ھ 1919ء میں حجۃ الاسلام غالباً اجمیر شریف میں تشریف فرما ہوئے۔ مسئلہ تکفیر پر مولانا اجمیری سے مراسلت ہوئی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مولانا اجمیری مسئلہ تکفیر میں دیگر علماء حرمین و برصغیر کے ہمنوا ہو گئے۔

حجۃ الاسلام اور مولانا اجمیری کی مراسلت سے چند مکتوبات پیش خدمت ہیں۔
(مراسلت کے یہ مکتوبات حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے کتب خانہ میں محفوظ ہیں)۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جناب مولوی معین الدین صاحب، ماھوالمسنون!

گرامی نامہ ملا۔ مجھے اگر آپ صاف الفاظ میں یہ تحریر فرمادیں کہ دیوبندی وگنگوہی وغیرہ انفار کے وہ کلمات جو "حسام الحرمین" میں ان کی کتابوں سے بحوالہ صفحہ وسطر منقول ہوئے فی الحقیقت کفریات ہیں اور ان پر جو احکام تکفیر حضرات علمائے حرمین شریفین زادھما اللہ تعالیٰ شرفاو تعظیما نے نام بنام ان قائلین پر محقق فرمائے ہیں۔ ان سب کی دل سے تصدیق کرتا ہوں۔ تو ہمیں اور میرے بعض ہم خیال اشخاص کے قلوب کی صفائی ممکن ہے۔ رہا "مسئلہ اذان" وہ ایک فروعی مسئلہ ہے، میں اس کے متعلق آپ پر جبر نہیں کرتا کہ اس کے متعلق ہماری حسب تحقیق آپ بھی معترف ہوجائیں۔ ہاں ذاتیات اعلیٰ حضرت قبلہ کی نسبت جناب کے کلمات ضرور قابل واپسی ہیں۔ ان دونوں باتوں کے بعد فقیر ہر طرح خادم خادمان احباب پائیں گے۔ فقط!

الفقیر محمد حامد رضا قادری غفرلہ

۱۳ ربیع الآخر ۷ ۳ھ

اس کے جواب میں مولانا معین الدین اجمیری نے یہ مکتوب لکھا۔

باسمہ تعالیٰ شانہ

جناب مولوی صاحب اعلی اللہ درجتہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جواباً عرض ہے کہ آپ اسلامی حسن ظن کو پیش نظر رکھ کر خانہ فقیر پر تشریف لائیے۔ ملاقات کا موقعہ دیجئے تو بہتر ہے ورنہ آپ مختار ہیں فقیر کو کسی قسم کا حق جبر حاصل نہیں نہ کوئی دنیاوی مطلب مطمح نظر ہے۔ رہے عقائد دیوبندیہ سو ان کا مجھ کو بالکل علم نہیں کہ کیا ہیں وجہ یہ کہ ان کی کتابیں دیکھنے کا آج تک نہ موقع ملا، نہ اس کا شوق۔ نہ کتاب "حسام الحرمین" نظر سے گزری البتہ حضرت خاتم الحکماء مولانا فضل حق خیرآبادی قدس سرہٗ نے مسئلۂ کذب وامکان نظیر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں طائفۂ دیوبندیہ کی تضلیل وتفسیق کی ہے اور ان کو گروہ مزداریہ سے قرار دیا ہے

۔سو اس کا فقیر مصدق ہے اور اس بارے میں جس قدر الزام حضرت خاتم الحکماء قدس سرہٗ نے ان پر وارد کئے ہیں وہ سب بجا اور سراسر حق ہیں و نیز اجلی انوار رضا میں جو عقائد دیوبند کے ظاہر کئے گیے ہیں وہ عقائد کفریہ ہیں۔ اس میں فقیر کو کسی قسم کا تامل نہیں بشرط کہ وہ ان کے عقائد ہوں۔ بہر حال آپ کی طرح فقیر بھی عقائد مستورہ فی الرسالہ کو کفری تسلیم کرتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ آپ کو اس کا یقین ہے کہ یہ عقائد اہل دیوبند کے ہیں اور فقیر کو اسباب یقین اس وقت تک فراہم نہ ہوئے۔ اس معذوری کی بنا پر اگر ترک ملاقات کو آپ ترجیح دیں تو یہ آپ کو اختیار ہے فقیر اگر صحیح المزاج ہوتا تو یہ دشواری بھی حائل نہ ہوتی۔ رہے ذاتیات تو ان سے بالکل بحث نہ کیجئے ان کا قلع قمع بعد از ملاقات آپ کی مرضی کے موافق ہو جاوے گا۔ اس کا اطمینان رکھئے۔ والسلام، فقط۔

فقیر معین الدین کان اللہ لہٗ

۱۳ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ

حجۃ الاسلام نے اس کے جواب میں لکھا۔

جناب مولوی صاحب وسع اللہ مناقبہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں انشاء اللہ کل بعد نماز جمعہ آسکوں گا۔ مزید علم کے لئے بعض کتب مثل ''حسام الحرمین'' وغیرہ صبح کسی کے ہاتھ بھیج دیں گے۔ تاکہ آپ اطمینان حاصل کرلیں۔ آپ کے علم میں شاید یہ بات نہیں کہ حضرت مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی مرحوم و مغفور نے اپنے رسالہ ''تحقیق الفتویٰ لرد الطغویٰ'' میں اس گروہ ناحق پژدہ کی تکفیر فرمائی ہے۔ نہ فقط تضلیل و تفسیق۔ اور قصیدہ مطبوعہ میں بھی غالباً تکفیر ہے۔ بہر حال میں چاہتا ہوں کہ آپ اطمینان فرما کر ان کے اقوال کے متعلق رائے ظاہر فرمائیں کہ پھر کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہ ہو۔ فقط

الفقیر محمد حامد رضا قادری غفرلہ

۱۳ ربیع الآخر ۳۷ھ

مکتوب کے ہمراہ حجۃ الاسلام نے متعدد کتب علمائے دیوبند ارسال فرمائیں۔ ان کو پڑھنے کے بعد مولانا معین الدین اجمیری نے یہ جواب لکھا۔

۷۸۶

جناب محترم مولانا زاد مجدہٗ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

"براہین قاطعہ" کے قول شیطانی کو، جس میں معاذ اللہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے علم اکمل کے مقابلہ میں اپنے شیخ "شیخ نجدی" یعنی شیطان کے علم کو وسیع کہا ہے۔ دیکھ کر فقیر کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ یہ کلمات قطعاً کلمات کفر ہیں اور ان کا قائل کافر۔ باقی ہفوات اہل دیوبند کو بعد صحت کے انشاء اللہ تعالیٰ دیکھ کر فیصلہ کروں گا۔ آپ اگر بعد جمعہ حسب وعدہ تشریف لے آئیں تو اس وقت اس کے متعلق بسط سے گفتگو ہو سکتی ہے۔

والسلام خیر ختام۔ فقط

فقیر معین الدین کان اللہ لہ

۱۴ ربیع الثانی ۷ ۳ ھ

حجۃ الاسلام کی پر خلوص مساعی سے ربیع الثانی ۷ ۱۳۳ھ جنوری ۱۹۱۹ء میں جبکہ امام احمد رضا ابھی بقید حیات تھے، مولانا معین الدین اجمیری علیہ الرحمہ کا علمائے دیوبند کی تکفیر کا تردد رفع ہوگیا۔

باب نہم

اسفار حجۃ الاسلام

حجۃ الاسلام کے اسفار

مولانا نشتر فاروقی: مدیر سنی دنیا بریلی شریف

حجۃ الاسلام عظیم آباد میں:

حجۃ الاسلام تاحیات وقت کی باطل قوتوں سے نبرد آزما رہے، گستاخان رسول سے مناظرے فرمائے، سیاسی بازیگروں کے دام وفریب سے مسلمانوں کو آزاد کیا، تحریک شدھی کی انسداد کیلئے بے پناہ کوششیں کیں الغرض ہر جہت سے باطل پرستوں کی دل فریبیوں کا سینہ چاک کر دیا۔ آپ بے پناہ مسلکی وخانقاہی مصروفیات کے باوجود ہر سال ماہ شوال سے لیکر شعبان تک ہندوستان کے اطراف واکناف میں دینی تبلیغی دورے فرماتے۔ پھر رمضان المبارک میں بھی، مسلسل سفر کرنا پڑتا۔

آپ کی مصروفیات کا اندازہ اس مکتوب گرامی سے ہوتا ہے جسے مولانا وجاہت رسول قادری کے نام سنہ ۱۳۵۲ھ/ سنہ ۱۹۳۴ء میں تحریر فرمایا نیز لاہور میں ''انجمن حزب الاحناف'' کے جلسے مقرر ہیں جہاں میری صدارت کی اشاعت کردی گئی اور میں وعدۂ شرکت کر چکا ہوں پھر فیروز پور کے احباب نے اصرار کیا کہ میں لاہور سے وہاں آؤں اور ایک شادی چند ماہ سے صرف میرے آنے پر ملتوی رکھی ہے جب میں وہاں پہونچوں گا تو تقرر تاریخ ہوگا اور تقرر تاریخ میرے ہی ذمہ رکھا ہے راہ میں امرتسر کے بعض احباب مصر ہیں کہ یہ یہاں بھی قیام ہو غرض یکسر ہزار سودا ا ہ

[تذکرۂ جمیل ابراہیم خوشتر صدیقی، علامہ مطبوعہ سنی رضوی اکیڈمی ماریشش ص ۱۳۱]

ان لاتعداد مصروفیتوں کے باوجود بھی کلکتہ، لاہور، راجستھان، یوپی، سی پی، اور بہار کے مختلف بلاد جیسے مظفر پور، اودے پور، کانپور، جودھپور، سیتامڑھی، دربھنگہ، پورنیہ، پٹنہ، چتوڑ گڑھ، بنارس اس کے علاوہ دیگر بلاد ہند اور ان کے قصبات ودیہات حجۃ الاسلام کے طوفانی حقانی تبلیغی دوروں سے روشن وتابناک ہوئے۔

حجۃ الاسلام نے شاید بہار کا پہلا دورہ اپنے والد ماجد امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی رکابت میں عظیم آباد پٹنہ کی عظیم الشان تاریخ ساز کانفرنس ''دربار حق وہدایت'' منعقدہ ۷/۸/۹/۱۰/۱۱/۱۲/۱۳/ رجب المرجب ۱۳۱۸ھ مطابق ۱/۲/۳/۴/۵/۶/۷/ نومبر ۱۹۰۰ء میں شرکت کی غرض سے فرمایا۔ یہ کانفرنس تحریک ندوہ کے غیر اسلامی اقوال وافعال کی اصلاح اور اس کے قومی نظریہ پر قرآن وحدیث کی روشنی میں خطابت کے اعتبار سے ایک سنگ میل کی رکھتی ہے، اس کانفرنس میں حضرت حجۃ الاسلام کو اپنے والد گرامی امام احمد رضا کی نیابت کا شرف حاصل رہا، تحفۂ حنفیہ پٹنہ اس طرح رقمطراز ہے۔

مجدد مائۃ حاضرہ، موید ملت طاہرہ، امام علمائے اہلسنت، والاحضرت جناب مولانا حاجی محمد احمد رضا خاں صاحب سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی دام فیضہ القوی کا بیان حق نشان ہو ہی رہا تھا کہ فاضل نوجوان مولانا مولوی محمد حامد رضا خاں سلمہ المنان نے آکر کان میں کچھ کہا کہ ندوی حضرات آگئے ہیں، پھر امام احمد رضا نے ندویوں کے غیر اسلامی افکار کا شدید رد فرمایا اور یہ بیان رات بارہ بجے تک جاری رہا ا۔

[تحفۂ حنفیہ بابت ماہ جمادی الثانی ور جب المرجب ۱۳۱۹ھ ص ۱۲۱ بحوالہ تذکرۂ جمیل ص ۱۲۱]

اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور حجۃ الاسلام کو امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی بارگاہ میں نہ صرف دینی امور میں خدمت کی سعادت حاصل تھی، بلکہ مزاج میں بھی خاصا دخل تھا، یہ عظیم الشان کانفرنس قاضی محمد وحید الدین صاحب فردوسی مہتمم مدرسہ ''ابر کرم اہلسنت'' ایڈیٹر ماہنامہ ''تحفۂ حنفیہ'' پٹنہ کے زیر اہتمام منعقد ہوئی تھی جس میں تقریباً سو سے زائد اکابر علماء اور اعاظم مشائخ نے شرکت فرمائی، اس ضمن میں حضرت تاج الفحول مولانا عبد القادر بدایونی، مجدد دین وملت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی، سید اسماعیل حسن صاحب مارہروی، استاذ العلماء مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب جونپوری، رئیس المحدثین مولانا وصی احمد محدث سورتی، مولانا ظہور الحسن صاحب فاروقی رامپوری، مولانا شاہ فاخر الہ آبادی، مولانا عبد السلام صاحب جبلپوری وغیرہم کے اسمائے گرامی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ ۲۔

[تذکرۂ جمیل، ابراہیم خوشتر صدیقی، علامہ، مطبوعہ سنی رضوی اکیڈمی ماریشش ص ۱۲۰۔۱۱۹ ص ۱۸۸]

حجۃ الاسلام اور مناظرۂ لاہور:

ملت اسلامیہ کے منتشر شیرازہ کو مجتمع کرنے کی خاطر ۱۵/ شوال المکرم ۱۳۵۲ھ

/ ۱۹۳۴ء میں اہلسنت وجماعت اور دیوبندی جماعت کے سربرآوردہ لوگوں کے نزاعی مسئلے پر غور وخوض کیلئے ایک مٹنگ رکھی گئی جو بعد میں مناظرے کی شکل اختیار کرگئی، طرفین کے ذمہ داروں کی یہ خواہش تھی کہ پرسکون ماحول میں گفت وشنید کے ذریعہ ہی مسئلہ طے ہوجائے اور حق واضح ہونے کی صورت میں حق کو تسلیم کرتے ہوئے دونوں فرقے ایک ہوجائیں۔

دیوبندی مکتبہ فکر کی طرف سے مولوی اشرف علی تھانوی کا انتخاب ہوا اور جماعت اہلسنت کی جانب سے حضرت حجۃ الاسلام منتخب ہوئے آپ بریلی شریف سے لاہور تشریف لے گئے، مگر ادھر سے تھانوی جی نہ دارد چشم فلک شاہد ہے کہ لاہور کی مشہور مسجد وزیر خاں کا وسیع وعریض صحن حق و باطل کا فیصلہ کن مناظرہ دیکھنے کے لئے ہزاروں فرزندان توحید ورسالت سے اٹا پڑا تھا، عوام کا بے پناہ ہجوم انسانوں کا موجیں لیتا ہوا سمندر سا دکھائی پڑ رہا تھا، لاہور کے اس تاریخی مناظرے میں حضرت حجۃ الاسلام کے علاوہ اہلسنت میں سے شیخ طریقت حضرت شاہ علی حسین کچھوچھوی، حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی، حضرت پیر صدر الدین سجادہ نشین حضرت موسیٰ پاک شہید ملتانی، حضرت فقیہ اعظم کوٹلوی، مولانا شاہ محمد سیالکوٹوی، وغیرہم بھی رونق بزم تھے، ہر شخص مناظرے کا بڑی شدت سے منتظر تھا، مناظرے کا وقت آگیا اور ختم بھی ہوگیا، مگر تھانوی جی کا دور دور تک کوئی پتہ ونشان نہ تھا، تھانوی جی اور انکے وکیل کو نہ آنا تھا نہ آئے مگر ملت اسلامیہ کا وہ ناسور جو ہنوز اہل حق وصداقت کے سینوں کو چھلنی کررہا ہے، ہمیشہ کے لئے باقی رہ گیا، لیکن یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی کہ حق کے سامنے باطل ہمیشہ مغلوب ومحجوب رہتا ہے اور یہی ہوا کہ حضرت حجۃ الاسلام جنکا چہرہ ہی خود برہان تھا اس تاریخی مناظرے میں بھی فاتح وغالب اور ظفریاب وکامیاب رہے، اور تھانوی جی اپنے تمام تر باطل عقیدوں کے ساتھ مفتوح ومغلوب۔

اہلسنت کی عظیم الشان کامیابی وکامرانی پر مرکزی انجمن ''حزب الاحناف'' لاہور کی جانب سے حضور حجۃ الاسلام کے اعزاز میں ایک شاندار پروقار جلسہ کا انعقاد کیا گیا، حضرت حجۃ الاسلام کی خدمت میں خطباء نے نذر عقیدت ومحبت پیش کیں، شعراء نے منظوم خراج الفت ومحبت سے اپنے جذبات کا اظہار کیا عوام نے دل کی گہرائیوں سے نعرۂ تکبیر ورسالت سے آپکا خیر مقدم کیا۔

اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سید ایوب علی صاحب رضوی بریلوی اپنے منظوم تہنیت نامے میں یوں فرماتے ہیں ا۔

[تذکرۂ جمیل ابراہیم خوشتر صدیقی مطبوعہ سنی رضوی اکیڈمی ص ۱۹۹۔۲۰۰]

ہم سنیوں کے پیشوا حامد رضا حامد رضا
کیا نام ہے پیارا ترا حامد رضا حامد رضا
اعدا پہ ہے تیرے قضا حامد رضا حامد رضا
احباب کی ہے تو بقا حامد رضا حامد رضا
چشم و چراغ اصفیا شمع جمال اتقیاء
ممتاز خاصان فدا حامد رضا حامد رضا
گھر گھر ترا افسانہ ہر دل ترا دیوانہ ہے
اے جان عبدالمصطفیٰ حامد رضا حامد رضا
صورت ہے نورانی تری سیرت ہے لاثانی تری
طینت ہے تری مرحبا حامد رضا حامد رضا
بنگال ترا محبرائی مشتاق تیرا بمبئی
پنجاب پروانہ ترا حامد رضا حامد رضا
ہندوستاں میں دھوم ہے کس بات کی معلوم ہے
لاہور میں دولہا بنا حامد رضا حامد رضا
سمجھے تھے کیا اور کیا ہوا ارماں دل میں رہ گیا
تیرے ہی سر سہرا رہا حامد رضا حامد رضا
جلتے رہیں گے حاسدیں تیرے ہمیشہ بالیقیں
پھولے پھلے گا تو سدا حامد رضا حامد رضا
ایوبؔ قصہ مختصر آیا نہ کوئی وقت پر
ترے مقابل منچلا حامد رضا حامد رضا

اس موقع پر حضرت حجۃ الاسلام نے وہ فقید المثال خطبہ دیا کہ سنکر بڑے بڑے علماء عش عش کر نے لگے اور آپ کی فصاحت و بلاغت و علم و فضل کی جلوہ سامانیاں دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے، اس وقت پر لاہور کے خوش قسمت مسلمانوں نے نعرہ لگایا کہ دیوبندی نہ آیا تو چھوڑو ان کے بھی چہرے

دیکھ لو (حجۃ الاسلام کی طرف اشارہ کر کے) اور انکے بھی چہرے دیکھ لو (دیوبندیوں کی جانب اشارہ کر کے) اور فیصلہ کر لو کہ حق کدھر ہے لاہور کا تاریخ ساز اور فیصلہ کن مناظرہ نہ صرف تاریخی بلکہ مسلک اہلسنت کی اعتقادی دنیا میں ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ یہ مناظرہ دیوبندیوں کے عظیم پیشوا اور حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی سے ہونا قرار پایا تھا تا کہ یہ اختلاف وانتشار ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا جائے جس کیلئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی اپنی حیات طیبہ میں بارہا کوشاں رہے خصوصا مراد آباد میں تھانوی صاحب کو امام اہلسنت نے آخری دعوت ملاقات بھی دی، جس میں تحریری گفتگو کی شرط تھی اور اس کے لئے ۲۷ رصفر المظفر ۱۳۳۹ھ کی تاریخ طے کر دی گئی، جسکا تفصیلی جائزہ رسالہ ''دافع الفساد عن مراد آباد'' میں پیش کیا گیا ہے اے

[حجۃ الاسلام، عبدالنعیم عزیزی، ڈاکٹر مطبوعہ ادارہ سنی دنیا بریلی شریف ص ۲۱۔۲۰]

اس موقع پر حجۃ الاسلام کی ملاقات ڈاکٹر اقبال سے ہوئی، جسکا ذکر حضرت علامہ تقدس علی خاں نے اپنے ایک مکتوب گرامی میں یوں کیا ہے،

ڈاکٹر اقبال کو جب حجۃ الاسلام نے دیوبندی مولوی کی گستاخانہ عبارتیں سنائیں تو وہ سن کر حیرت زدہ ہو کر رہ گئے، اور بیساختہ بولے کہ مولانا ایسی گستاخانہ عبارتیں ہیں کہ ان پر آسماں کیوں نہیں ٹوٹ پڑا، ان پر تو آسمان ٹوٹ پڑنا چاہیے۔ اسی مناظرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سید محمد ایوب علی صاحب رضوی علیہ الرحمہ نے اپنی ایک منقبت میں یہ اشعار کہے ہیں ،ہندوستاں میں دھوم ہے کس کی بات معلوم ہے

لاہور میں دولہا بنا حامد رضا حامد رضا
سمجھے تھے کیا اور کیا ہوا ارمان دل میں رہ گیا
تیرے ہی سر سہرا رہا حامد رضا حامد رضا
ایوب قصہ مختصر آیا نہ کوئی وقت پر
تیرے مقابل منچلا حامد رضا حامد رضا

لاہور میں حجۃ الاسلام کا قیام اکثر حضرت مولانا شاہ غوث قادری کے مزار پر انوار پر ہوتا لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے اور خوب خوب کسب فیض کرتے، بیعت وخلافت کا بھی سلسلہ جاری رہتا، علماء آپ سے سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ نوریہ میں ماذون ومجاز ہوتے، انہیں ایام میں مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد لاہوری کو بھی آپنے ماذون ومجاز

فرمایا ۱۹۲۳ء میں جامعہ نعمانیہ میں بغرض امتحان اور ۱۹۳۴ء میں مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب محدث الوری امیر انجمن حزب الاحناف کے عرس چہلم میں لاہور کے جلسے کی صدارت فرماتے رہے، اور لاہور اس تاریخی فیصلہ کن مناظرہ پر آپکا یہ سفر لاہور حسن اختتام کو پہنچا ا ہ
[''تجلیات حجۃ الاسلام'' عبدالنعیم عزیزی، ڈاکٹر۔ مطبوعہ ادارہ سنی دنیا بریلی شریف ص]

لکھنو کا خادم الحرمین کانفرنس اور حجۃ الاسلام:

بے شمار فرنگی محلی نے لکھنؤ میں نجدیوں کے خلاف خادم الحرمین کانفرنس کا انعقاد کیا تھا جس میں ملک کے نامور علماء کرام نے شرکت فرمائی تھی یہ کانفرنس نجدیوں کے ذریعہ حرمین شریفین کے قبہ جات کی مسماری و بے حرمتی کے سلسلے میں احتجاجاً منعقد کی گئی تھی حضرت علامہ خوشتر صدیقی فرماتے ہیں۔

''یہ سفر وسیلہ ظفر تاریخ کے صفحات میں ہنوز محفوظ اور الاستقامۃ فوق الکرامۃ کا بڑا روشن دستاویز ہے اندازہ کیجئے فرنگی محلی لکھنؤ کا تاجدار علم وفن مولانا محمد علی جوہر کا مرشد حضرت مولانا شاہ عبدالباری فرنگی محلی قدس سرہٗ ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۶ء لکھنؤ اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر اپنے تدریسی، خانقاہی اور سیاسی دوستوں کے جم غفیر کیساتھ استقبال کیلئے تشریف فرما ہیں، اور حجۃ الاسلام خادم الحرمین کے جلسہ میں شرکت کے لئے علماء کی معیت میں وارد ہوئے مولانا فرنگی نے بڑھ کر خوش آمدید کہا۔ مگر چشم ملک یہ نظارہ دیکھتی رہ گئی، اور مجمع ششدر رہ گیا کہ حجۃ الاسلام نے مصافحہ کرنے سے انکار کر دیا، حضرت مولانا عبدالحفیظ سابق مفتی آگرہ، ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۸ء مدفون ملتان اپنا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہیں کہ حضرت مولانا عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ سے زمانہ خلافت میں کچھ باتیں سرزد ہوگئیں۔ ان پر اعلیٰ حضرت نے گرفت فرمائی آخر کار وصال سے کچھ پہلے خدام الحرمین کے جلسہ میں علمائے بریلی شریک ہوئے، اس وقت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ نہ کیا، اور ان کے یہاں قیام سے بھی انکار کر دیا، اور فرمایا کہ اعلیٰ حضرت نے آپ پر جو اعتراضات کئے ہیں ان باتوں سے رجوع کیجئے چنانچہ حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کوشش سے تحریر دی، اس کے بعد حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود فرنگی محل گئے، دونوں میں مصافحہ و معانقہ ہوا، حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب نے حضرت مولانا عبدالباری کے ہاتھ چومے اس لئے کہ وہ صحابی کی اولاد میں ہیں، قیام فرمایا فقیر اس موقع پر موجود تھا، اسی خوشی میں دارالشفاء کی برفیاں آئیاں اور باقاعدہ فاتحہ ہوئی اور تقسیم ہوئیں۔ ا ہ

حجۃ الاسلام پیلی بھیت میں:

پیلی بھیت حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی کا مسکن تھا حضرت محدث سورتی سے امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی شہرہ آفاق مؤدت و محبت ضرب الامثال کی حیثیت رکھتی ہے، محدث سورتی کے صاحبزادے مولانا عبدالاحد اعلیٰ حضرت کے شاگرد رشید اور خلیفہ بھی تھے اعلیٰ حضرت ہی نے آپ کو سلطان الواعظین کا خطاب عطا فرمایا، آپ کو امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی اور حضرت حجۃ الاسلام کی معیت میں زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل تھی، حضرت محدث سورتی کی نماز جنازہ حجۃ الاسلام ہی نے پڑھائی انہیں سارے گہرے مراسم کے پیش نظر حجۃ الاسلام کا پیلی بھیت میں آنا جانا قدرے زیادہ ہی تھا حضرت مانا میاں قادری رضوی نبیرۂ محدث سورتی فرماتے ہیں۔

وہ بائیس سال میں دس بارہ مرتبہ پیلی بھیت تشریف لائے اور اپنے والد ماجد کی عادت کے مطابق سب سے پہلے محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر فاتحہ کیلئے تشریف لے جاتے، اور دو ہی جگہ قیام فرماتے سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد کے مکان یا مولوی عبدالحق صاحب کرگھنوی، سنہ ۱۳۵۰ھ/ ۱۹۳۲ء کے یہاں آخری میں ان دونوں حضرات کے وصال کے بعد آپکا قیام مولوی محمد ابراہیم صاحب کی کوٹھی میں محدث سورتی کے مزار کے قریب ہوا کرتا تھا پیلی بھیت میں آپ کی تشریف آوری اور چند روز قیام مسلمانوں کیلئے بڑی خوشی کا باعث ہوتا، اعلیٰ حضرت کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اہلبیت، صحابہ کرام اور بزرگان دین کے ادب واحترام کے قیام میں آپ ہمیشہ مصروف ومنہمک رہے اور اعلیٰ حضرت کے قیام کردہ مدرسہ اور انکی تصانیف فتاویٰ کی ترتیب واشاعت کی جانب خصوصی توجہ فرماتے رہے، آپ کی حیات میں اعلیٰ حضرت کی وفات اور جدائی کا غم بڑی حد تک لوگ محسوس نہیں کرتے تھے۔ اھ

[تذکرۂ جمیل، ابراہیم خوشتر صدیقی، علامہ مطبوعہ، سنی رضوی اکیڈمی ماریشش ص ۱۸۸۔۱۸۷ بحوالہ]

حجۃ الاسلام اودے پور میں:

راجستھان کو یہ شرف حاصل رہا کہ تقریباً سارا علاقہ حضرت حجۃ الاسلام کے گیسوئے ارادت کا اسیر تھا، یہاں آپ مسلسل قیام فرماتے، لوگ شب وروز آپ کی زیارت کرتے اور پروانہ وار نثار ہوتے، زائرین کے سیلاب میں آپکا روئے تاباں مہر درخشاں کی مانند چمکتا دمکتا مرکز زیارت وعقیدت ہوتا تھا، اس منظر کے چشم دید حالات جناب قمر الدین احمد انجم صدر نعت کونسل

کراچی پاکستان یوں بیان کرتے ہیں۔

''بارہ سال کی عمر میں پہلی بار حجۃ الاسلام کی زیارت کا شرف مجھے حاصل ہوا، اودے پور سلاوٹ واڑی محلہ کی جامع مسجد میں مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ انسانوں کا ایک سیلاب حجۃ الاسلام کی زیارت کیلئے رواں دواں دیکھا اور اتنے عظیم اجتماع میں مجھے بھی حجۃ الاسلام کی ایک جھلک دیکھنے کا موقع نصیب ہوا، اس سے پہلے میری آنکھوں نے ایسا گورا اور نورانی چہرا نہیں دیکھا تھا بس ایک ہی جھلک ہر بڑے اور چھوٹے کو مبہوت کر دیتی تھی، اور ہر آنے والا حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر (مرید ہو کر) ہی لوٹ پاتا تھا، چونکہ ہزاروں لاکھوں اس فیض سے استفادہ کررہے تھے، لہذا کپڑے کی ململ جو کئی گزوں پر مشتمل ہوتی تھی وہ لمبی کردی جاتی تھی، اور لوگ اس طرح ململ کپڑے کو اس طرح پکڑ لیتے تھے اور حلقہ ارادت میں داخل ہو جاتے تھے یہ عمل گھنٹوں جاری رہتا تھا ایک ایسی کشش آپ کے وجود میں موجود تھی جو نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں کو اسلام کی سعادت حاصل ہونے کا سبب ہوتی، اور یہ فیضان جب تک وہ ذات اودے پور میں رہی یہ سلسلہ بڑھتا ہی گیا۔

آپ اودے پور دور کے بعد بیس سال کی عمر تک میں نے دیکھا کہ اودے پور میں ایک بھی وہابی ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل پاتا تھا، اور ۱۹۴۸ء میں جب میں پاکستان آگیا تو پھر تقریباً ہر سال اودے پور اور اجمیر شریف عرس میں حاضری کی سعادت حاصل رہی ہر گھر میں محفل میلاد اور صلوٰۃ وسلام کی برکتیں آج بھی وہاں موجود ہیں۔ اھ

الغرض ہندو پاک کا بیشتر گوشہ حضور حجۃ الاسلام کے علمی تبلیغی وروحانی فیضان سے مستنیر ہوا۔ آپ رشد وہدایت کے ایک سیل رواں تھے، جس سے انسانوں کی ایک دنیا سیراب وشادکام ہوتی۔

حج وزیارت:

زیارت حرمین شریفین ایک سرمدی نعمت ہے جسے حاصل کرنے کیلئے ہر مومن کا دل مچلتا ہے اور وہاں کی حاضری کی لطیف تصور سے ہی روح جھوم جھوم جاتی ہے۔ پھر سراپا حاضری کا کیف آور روح پرور سماں، کا کیا پوچھنا حجۃ الاسلام کا قلب وجگر بھی اسی نعمت عظمیٰ کے حصول اور اسکے سوز گداز میں مچلتا تڑپتا رہا اور جب یہی جذبۂ عشق والفت اور شوق وفدائیت وذوق شیفتگی وسپردگی پروان چڑھا تو فراق یار میں یوں پکار اٹھے۔

اب تو مدینے لے بلا گنبد سبز دے دکھا

حامد و مصطفی تیرے ہند میں ہیں غلام دو

اور جذبۂ صادق کو روضۂ انور کی حاضری پہ اپنی نیاز مندانہ حالت اور عاشقانہ سج دھج کی فکر ہوئی تو یوں کہا۔

حضور روضہ ہوا جو حاضر تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامد
خمیدہ سر، بند آنکھیں، لب پر میرے درود و سلام ہوگا

حجۃ الاسلام نے ۳۱ سال کی عمر میں حج و زیارت کیلئے پہلا سفر سراپا ظفر ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں اپنے والد بزرگوار کی معیت میں فرمایا۔ اس سفر میں حضور کی والدۂ محترمہ اور آپ کے عم محترم مولانا محمد رضا خاں صاحب آپکے ہمراہ تھے۔ حجۃ الاسلام کے اس سفر سراپا ظفر کا واقعہ بھی بڑا ہی دلچسپ اور ایمان افروز ہے۔ حضرت علامہ ابراہیم خوشتر صدیقی صاحب اسکا ذکر یوں فرماتے ہیں۔

امام احمد رضا جھانسی تک زوّار مدینہ کو پہنچا کر بریلی واپس تو ہوئے مگر اضطراب کا یہ عالم تھا خود ہی ارشاد فرمایا۔

وائے محرومیٔ قسمت کہ پھر اب کے برس
رہ گیا ہمراہ زوّار مدینہ ہوکر

پورا ہفتہ اسی اضطراب میں گزرا۔

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

امام احمد رضا نے اس سفر جلیل کا تذکرۂ جمیل اس طرح فرمایا۔

یہاں ننھے میاں (برادر اصغر) اور حامد رضا خاں (خلف اکبر) مع متعلقین بارادۂ حج روانہ ہوئے۔ لکھنؤ تک ان لوگوں کو پہنچا کر میں واپس آ گیا۔ لیکن طبیعت میں ایک قسم کا انتشار رہا۔ ایک ہفتہ یہاں رہا طبیعت سخت پریشان رہی (الملفوظ ص ۳)

اور یہی اضطراب کا سبب بن گیا۔ تا آنکہ آپ نے حج و زیارت کا ارادہ فرما لیا۔ بریلی سے بمبئی تک ریزرویشن بھی ہو گیا۔ اور بمبئی سے جدہ تک تمام مراحل بخیر و خوبی آسانہ ہو گئے۔ ۱۔

الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیہ - اسی حج و زیارت کے دوران کی عظیم شاہکار ہے جس میں امام احمد رضا کی قلمی جولانی اور تصنیفی جواہرات کے ساتھ ساتھ حجۃ الاسلام کی سرعت قلمی اور تبییض کے انمول موتی بکھیر رہے ہیں۔ تصنیف و تبییض کے ان دو عظیم کارناموں کا از آغاز تا

انجام صرف ساڑھے آٹھ گھنٹے میں انجام پذیر ہو جانا یقیناً ایک مافوق الفطرت کارنامہ ہے جسے صرف مصنف اور تبیض کی کرامت کا نام دیا جا سکتا ہے اور بس۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ العزیز نے اس کا ذکر یوں فرمایا ہے۔

''حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے فرمایا۔ کل سہ شنبہ پرسوں چہار شنبہ ہے۔ ان دو روز میں ہو کر پنج شنبہ کو مجھے مل جائے کہ میں شریف کے سامنے پیش کر دوں۔ میں نے اپنے رب عزوجل کی عنایت اور اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعانت پر بھروسہ کر کے وعدہ کر لیا اور شان الٰہی کہ دوسرے ہی دن بخار نے عود کیا۔ اسی حالت میں رسالہ تصنیف کرتا اور حامد رضا خاں تبییض کرتے۔ چہار شنبہ کے دن بڑا حصہ یوں بالکل خالی نکل گیا اور بخار ساتھ ہے بقیہ دن میں اور بعد عشاء بفضل الٰہی وعنایت رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ کتاب کی تکمیل و تبییض سب پوری کرادی۔ ''الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ'' اس کا تاریخی نام ہوا اور پنج شنبہ کی صبح ہی کو حضرت مولانا شیخ صالح کمال کی خدمت میں پہنچا دی گئی۔

(الملفوظ۔ مصطفیٰ رضا خاں۔ مفتی اعظم ہند۔ مطبوعہ قادری کتاب گھر بریلی شریف حصہ ۲ ص ۱۳)

حجۃ الاسلام نے قیام مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے دوران شیخ العلماء حضرت علامہ محمد سعید بابصیل مکی اور فضیلۃ الشیخ حضرت علامہ سید احمد برزنجی جیسے اعاظم علمائے حرمین طیبین کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے اور ان سے اکتساب فیض کیا۔ اکابر علماء نے آپ کو سندات سے بھی نوازہ حضرت علامہ خلیل خربوطی نے آپ کو سند فقہ حنفی عطا فرمائی جو حضرت علامہ سید طحطاوی سے انہیں صرف دو واسطوں سے حاصل تھی۔

(حجۃ الاسلام۔ عبدالنعیم عزیز۔ ڈاکٹر۔ مطبوعہ ادارہ سنی دنیا بریلی شریف ص ۱۶)

حجۃ الاسلام نے دوسری بار حج و زیارت کا شرف ۱۳۲۴ھ میں حاصل کیا۔

□□□

حجۃ الاسلام اور ریاست راجستھان

امیر القلم ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی، بمبئی

حجۃ الاسلام ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۵ء میں پیدا ہوئے۔ چار سال چار ماہ چار دن کے ہوئے تو بسم اللہ خوانی ہوئی۔ ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۴ء میں تمام علوم وفنون کی تحصیل سے فارغ ہوئے۔ ۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۵ء میں مسند افتا کی ذمہ داری سونپی گئی۔ ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۶ء میں عظیم آباد پٹنہ کے تاریخی اجلاس میں شرکت فرمائی۔ ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں اپنے والد ماجد امام احمد رضا کے ہمراہ حج وزیارت کی سعادت حاصل کی۔ ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء میں آپ کے مرشد برحق حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں مارہروی کا وصال ہوا۔ ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء میں استاذ زمن علامہ حسن رضا خان کے وصال کے بعد آپ دار العلوم منظر اسلام بریلی کے مہتمم مقرر ہوئے۔ ۱۳۳۳ھ میں اعلیٰ حضرت نے آپ کو اپنا جانشین منتخب فرمایا۔ ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء میں حجۃ العصر حضرت شاہ وصی احمد محدث سورتی کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء میں جبل پور کا تاریخی سفر کیا۔ اسی برس اجمیر معلیٰ میں حاضری دی اور علامہ محمد معین الدین اجمیری سے مکتوبی مذاکرہ کیا۔ ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء میں بریلی کے مجمع عام میں مولانا ابوالکلام آزاد سے توبہ کا مطالبہ کیا۔ ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء میں والد ماجد امام احمد رضا کے وصال پر نماز جنازہ کی امامت فرمائی۔ انہی دنوں خرقہ خلافت وجانشینی کا اجلاس منعقد ہوا۔

اب آپ کی ذمہ داریاں بے حد بڑھ گئیں اور آپ حد درجہ مشغول ہو گئے۔ یہ سلسلہ آپ کے سال وصال ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء، مسلسل بائیس برسوں تک نہایت سرگرمی سے جاری رہا۔ خواجہ خواجگاں حضور غریب نواز قدس سرہ کی ذات بابرکات کی بنیاد پر اجمیر شریف صدیوں سے مسلمانان ہند کا مرکز عقیدت رہا ہے۔ حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان نے اجمیر معلیٰ میں

کتنی مرتبہ حاضری دی ہے۔ اس کا تعین قدرے مشکل ہے۔ البتہ چند اسفار کی داخلی وخارجی شہادتیں موجود ہیں۔ پہلا سفر حیات اعلیٰ حضرت میں ہی ۱۳۳۶ھ میں آپ درگاہ معلیٰ میں حاضر ہوئے اور دار العلوم عثمانیہ معینیہ کی 'مجلس العلما' کے رکن خاص منتخب ہوئے۔

۱۳۳۷ھ میں اجمیر معلیٰ کا سفر کیا اور بارگاہ خواجہ میں کئی دن رہ کر متعدد بار حاضر بارگاہ عالیہ ہوتے رہے۔ ۱۳۴۱ھ میں بھی حاضری کی تحریری شہادت ملتی ہے۔ اس سفر میں مبلغ اسلام حضرت شاہ محمد عبد العلیم میرٹھی بھی ساتھ تھے۔ اسی سفر میں آپ نے محدث آستانہ وخادم درگاہ عالیہ واستاذ دار العلوم عثمانیہ معینیہ حضرت مولانا سید شاہ غلام علی چشتی قادری رضوی مسند نشین بیت النور بالائے جھالرہ اجمیر معلیٰ کو اپنی خلافت واجازت عطا فرمائی۔ ۱۳۵۱ھ میں شہر جے پور اور وصال سے ایک سال پہلے ۱۳۶۱ھ میں شہر جودھ پور، اس کے علاوہ اودے پور، چتوڑ گڑھ، علاقہ میواڑ، بھیلواڑہ وغیرہ کے متعدد اسفار کیے۔ ظاہر ہے، ان اسفار میں ضرور حاضر درگاہ معلیٰ اجمیر شریف حاضری ہوئی ہوگی۔

رکن مجلس العلما: یہ ۱۳۳۶ھ کی بات ہے۔ برطانوی راج کے اس دور میں دار العلوم عثمانیہ معینیہ اجمیر شریف کی ایک عجب ہی نرالی واجالی شان بان تھی۔ دار العلوم اجمیر شریف کی مزید تعمیر و ترقی اور فلاح وصلاح کے لیے ایک 'مجلس العلما' کی تشکیل عمل میں آئی۔ دار العلم والعمل فرنگی محل کے آخری تاجدار علم وحکمت حضرت مولانا شاہ محمد عبد الباری کی تحریک وتجویز پر اس مجلس کا قیام عمل میں آیا۔ میر مجلس تو ظاہر ہے کہ حیدر آباد کے شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ فاروقی خان بہادر صاحب ہی تھے کہ انہی کی منظوری سے یہ کام ہوا۔ اراکین مجلس کی تعداد کل تیرہ تھی۔ محقق اہل سنت حضرت مفتی محمود احمد رفاقتی نے ۱۳۳۶ھ کی روداد دار العلوم کے حوالے سے ان تیرہ اراکین 'مجلس العلما' کے اسمائے گرامی یوں نقل کی ہے:

[۱] حضرت مولانا شاہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑہ شریف پنجاب

[۲] حضرت مولانا حکیم سید برکات احمد علیہ الرحمہ ریاست ٹونک راجستھان

[۳] رئیس المتکلمین حضرت مولانا سید سلیمان اشرف علیہ الرحمہ پروفیسر مدرسۃ العلوم علی گڈھ

[۴] حضرت مولانا شاہ قیام الدین محمد عبد الباری فرنگی محلی علیہ الرحمہ مرکز علم وعمل حضرت فرنگی محل لکھنؤ

[۵] حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان قادری چشتی پھلواروی، عظیم آباد

[۶] حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ محدث الوری، لاہور

براہ اور صدر المدرسین نامزد ہوئے۔

اول اول یہ نوتشکیل دار العلوم احاطہ درگاہ 'محفل خانہ' جاری ہوا۔ بعد میں اکبری مسجد کے دکھنی دالان میں منتقل ہو گیا۔ جہاں آج اکبری مسجد آباد ہے، وہاں خواجہ سید محمد حسین کی حویلی تھی۔ اکبر بادشاہ نے اسے حاصل کر کے ۹۷۷ھ میں مسجد تعمیر کرائی تھی، جو 'اکبری مسجد' کے نام سے موسوم ہے۔ علامہ محمد معین الدین کی جدوجہد سے یہ ادارہ کچھ ہی دنوں میں تعلیم و تدریس کے شعبہ میں خاصی ترقی اور شہرت حاصل کر لی۔ مولانا انوار اللہ خان فاروقی اور قیام ملت حضرت مولانا شاہ محمد عبد الباری فرنگی محلی کی صواب دید سے نصاب تعلیم وہی بحال رکھا گیا، جو علامہ محمد معین الدین اجمیری نے اپنے 'مدرسہ معین الحق' کے لیے ترتیب دیا تھا۔ ۱۳۳۳ھ میں دار العلوم کا پہلا سالانہ اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں تین فارغ التحصیل طلبہ کی دستار بندی کرائی گئی۔ جو اپنے وقت کے جید علما کہلائے۔ وقت قیام دار العلوم سے آخر ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ/ اگست ۱۹۱۹ء تک علامہ محمد معین الدین اجمیری ہی صدر المدرسین رہے۔

دوبارہ ۱۳۵۱ھ میں علامہ محمد معین الدین اجمیری پھر سے دار العلوم کے صدر بنائے گئے اور ۱۳۵۸ھ میں پھر کچھ ایسے ناگوار حالات پیش آئے کہ انہیں مستعفی ہو جانا پڑا اور تب پھر چند ہی ماہ بعد روز عاشورہ محرم الحرام ۱۳۵۹ھ میں حضرت علامہ محمد معین الدین اجمیری کا وصال ہوا اور خدام درگاہ اجمیر معلیٰ کے خاندانی قبرستان میں مدفون ہوئے، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے خلیفہ اجل رئیس المتکلمین حضرت سید شاہ سلیمان اشرف صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ بلا ناغہ ہر برس اجمیر قدس حاضر ہوا کرتے تھے۔ ۵/ رجب المرجب کو دار العلوم کے طلبہ کی دستار بندی ہوتی تھی۔ سالانہ امتحان لیتے تھے اور اپنے دست مبارک سے طلبہ کے سروں پر دستار فضیلت باندھتے تھے اور حاضرین و زائرین کے کثیر مجمع میں خطاب فرمایا کرتے تھے۔ انتظامی امور میں بھی بہت حد تک ان کو دخل تھا۔ ان کی اور خطیب الہند حضرت مولانا شاہ محمد عبد الماجد بدایونی کی سعی و کوشش سے علامہ اجمیری کے استعفیٰ [۱۳۳۷ھ] کے بعد متبحر عالم و فاضل یگانہ حضرت علامہ مشتاق احمد کان پوری کو دار العلوم کا صدر مدرس منتخب و مقرر کیا گیا۔ ماہ صفر ۱۳۳۸ھ/ اکتوبر ۱۹۱۹ء میں حضرت علامہ مشتاق احمد کان پوری دار العلوم عثمانیہ معینیہ اجمیر معلیٰ کے منصب صدارت پر تشریف لائے۔

یہ علامہ کان پوری استاذ العلما حضرت علامہ شاہ احمد حسن چشتی صابری کان پوری کے فرزند

اکبرواشہر پایہ اسلام میں قائم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں تیرہ برس صدرالمدرسین وشیخ الحدیث، مدرسہ اسلامیہ عربی میرٹھ میں صدرالمدرسین، جامعہ شمس العلوم بدایوں میں شیخ الحدیث وصدرالمدرسین کے مناصب جلیلہ پر فائز رہے۔ جامعہ نعیمیہ مرادآباد، اس وقت کے بہار کی معروف ومشہور درسگاہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدی پٹنہ میں شیخ التفسیر وصدر مدرس اور پھر مدرسہ عالیہ کلکتہ میں شیخ التفسیر وشیخ الحدیث کی حیثیت سے علمی فیوض وبرکارت کا ساون برساتے رہے۔ جب کہ عیدگاہ کان پور کی نماز دوگانہ اور خطاب نایاب کا فریضہ تاحیات انجام دیتے رہے۔ یہ رجل عظیم، بطل جلیل، علامہ دہر، فہامہ عصر حضرت علامہ مشتاق احمد چشتی صابری کان پوری ۱۳۳۸ھ میں دارالعلوم عثمانیہ معینیہ اجمیر معلیٰ تشریف لائے تھے۔ جو ۱۳۴۴ھ تک اس منصب جلیل وعہدہ جمیل پر فائز المرام رہے۔

تیسرے مرحلے میں خیرآبادی سلسلۂ علمی کے کثیر العلم والفیض بزرگ عالم دین شیخ الاسلام حضرت علامہ محمد ہدایت اللہ خان رام پوری ثم جون پوری کے شاگرد رشید اور امام احمد رضا قادری کے تلمیذ خاص وخلیفہ ارشد صدرالشریعہ حضرت مفتی امجد علی قادری گھوسوی علیہ الرحمہ صدر مدرس ثالث بن کر دارالعلوم عثمانیہ معینیہ اجمیر معلیٰ منصب صدارت پر تشریف لائے۔ حضرت اس وقت جامعہ منظر اسلام بریلی شریف میں اسی منصب پر جلوہ افروز تھے۔ امام احمد رضا قادری کے ممتاز خلیفہ مشہور آفاق عالم ومتکلم حضرت سید شاہ سلیمان اشرف صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسیٹی علی گڈھ کی بلیغ وبے لاگ کاوشوں سے حضرت صدرالشریعہ بریلی شریف سے اجمیر معلیٰ منتقل ہوئے اور ۱۳۴۴ھ سے ۱۳۵۰ھ تک حضرت صدرالشریعہ کا دریائے علم وہاں موجزن رہا۔ یہ دور دارالعلوم اجمیر معلیٰ کا بڑا ہی تعلیمی خیر وبرکت اور فنی کمال وعروج کا رہا۔

تب پھر دوبارہ حضرت علامہ محمد معین الدین اجمیری ۱۳۵۱ھ تا ۱۳۵۸ھ، حکمت وفلسفہ کے شہرۂ آفاق عالم وفاضل حضرت علامہ سید برکات احمد عظیم آبادی ثم ٹونکی کے شاگرد خاص حضرت مولانا محمد شریف صاحب اعظمی اور پھر ان کے بعد حضرت علامہ شفیع اللہ سہسرامی دارالعلوم اجمیر معلیٰ کے منصب صدارت پر زینت بخش ہوئے۔ لیکن محقق اہل سنت حضرت مفتی محمود احمد رفاقتی صاحب کے لفظوں میں 'مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی۔ دارالعلوم آج بھی جاری ہے۔ مگر مرکزیت اور علمی دبدبہ وشوکت پانچویں صدرالمدرسین کے عہد پر ختم ہوگیا'۔

یہ ایک اجمال واختصار ہے، اس تاریخی وتفصیلی بیان کا، جو حضرت مفتی محمود احمد رفاقتی

صاحب نے روداد دار العلوم ۱۳۳۱ھ اور ۲۷ رصفحات پر مشتمل علامہ معین الدین اجمیری کے استعفیٰ نامہ کے اسباب ووجوہ مرتبہ مولانا محمد حسین مرحوم کی روشنی میں قلم بند کیا ہے۔ ملاحظہ: سوانح رفاقتی، طبع مظفر پور ۲۰۱۰ء، ص: ۷۵ تا ۸۹۔ مفتی صاحب موصوف کی بیان کردہ یہ تفصیل واضح کرتی ہے کہ اساتذۂ دار العلوم اجمیر معلیٰ کے نظم ونسق اور عزل ونصب میں معتمد دار العلوم میر نثار احمد کا خاصا رول رہا ہے۔ ہر چند کہ ارکان دار العلوم کے میر مجلس ریاست حیدر آباد کے وزیر مذہبی امور مولانا انوار اللہ خان فاروقی تھے۔ لیکن میر نثار احمد صاحب کا اپنا ایک الگ مزاج تھا۔ اس کے لیے محولہ کتاب اور ماہنامہ 'اشرفیہ' مبارک پور کا 'صدر الشریعہ نمبر' شمارہ ستمبر ۲۰۰۰ء کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے اور یہ بھی ایک زندہ حقیقت ہے کہ دار العلوم کے اراکین واساتذہ اہل سنت کے سرکردہ افراد وحضرات ہی تھے اور ان میں بیشتر کا تعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری کے شجر علمی یا شجرۂ طریقت سے ضرور جڑا ہوا تھا۔ جیسا کہ 'مجلس العلما' کی فہرست سے روشن ہے۔ یہ فہرست ما سبق میں نقل ہو چکی ہے۔

سید سلیمان اشرف: بزرگ وبرگزیدہ عالم ربانی ومتکلم لاثانی حضرت سید شاہ سلیمان اشرف علیہ الرحمہ اجمیر معلیٰ اور بریلی شریف کے ارباب حل وعقد کے مزاج اور وہاں کے انتظامی امور میں بہت حد تک دخیل تھے۔ حضرت صدر الشریعہ کے نامور فرزند علامہ محمد عبد المصطفیٰ ازہری لکھتے ہیں:

> 'اس [دار العلوم عثمانیہ معینیہ اجمیر معلیٰ] کے پہلے صدر مدرس مولانا معین الدین اجمیری اور ان کے بعد مولانا مشتاق احمد کان پوری رحمۃ اللہ علیہ ہوئے۔ مولانا نے وہاں سے استعفیٰ دیا، تو حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے متولی مدرسہ سید نثار احمد صاحب مرحوم کو مشورہ دیا کہ یہاں پر صدر المدرسین کی حیثیت سے صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ حکیم حضرت سیدی مولانا محمد امجد علی صاحب مصنف 'بہار شریعت' نہایت ہی موزوں رہیں گے۔ حضرت اس زمانہ میں بریلی شریف میں صدر المدرسین تھے۔ آپ کے لیے پہلے تو حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان صاحب علیہ الرحمہ راضی نہ ہوئے۔ لیکن حضرت مولانا سید سلیمان اشرف علیہ الرحمہ کے اصرار شدید پر حضرت قبلہ کو وہاں سے جانے کی اجازت عطا فرمائی'۔

[ہفت روزہ محبوب حق لائل پور، ۱۳ر دسمبر ۱۹۶۲ء، ص:۱۔۳ر بحوالہ محدث اعظم پاکستان، علامہ جلال الدین قادری، مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۹۸۹ء، ص: ۴۴]

عربی زبان و ادب: حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کی مقناطیسی شخصیت فضائل وکمالات کی عطر مجموعہ تھی۔ عجب جامعیت، حسن و جمال ایسا کہ جو دیکھے، دیکھتا رہ جائے۔ جامہ زیبی ایسی کہ آنکھیں خیرہ ہونے لگیں۔ شیریں بیانی وہ کہ جو سنے، سنتا ہی رہے۔ زبان و ادب، خصوصاً عربی ادب و اسلوب پر عبور و مہارت ایسی کہ عقلائے روزگار عش عش کر اٹھیں۔ شواہد بہت ہیں۔ یہاں صرف ایک واقعہ، جو خاص اجمیر معلیٰ ہی میں وقوع پذیر ہوا۔ صدر الافاضل حضرت سید شاہ محمد نعیم الدین مرادآبادی کے اعتراف واستشہاد کے ساتھ یہاں ایک اقتباس پیش ہے۔ حجۃ الاسلام کے خلیفہ، حیدرآباد سندھ کے خطیب حضرت علامہ سید محمد ریاض الحسن قادری رضوی حامدی جودھ پوری مہاجر حیدرآبادی رقم طراز ہیں:

> 'حضور [حجۃ الاسلام] کا علمی فضل وکمال مہر منیر کی طرح درخشاں و تاباں ہے۔ مدینہ طیبہ میں شیخ عبدالقادر طرابلسی سے مباحثہ اور شیعی مجتہد سے گفتگو دو عظیم گواہ موجود ہیں۔ مجھ سے مولانا محمد اسلام صاحب سنبھلی زید مجدہم نے بیان فرمایا کہ حضرت صدر الافاضل استاذ العلما مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضور [حجۃ الاسلام جب اجمیر شریف تشریف لے گئے، تو جناب مولانا معین الدین صاحب اجمیری نے زبان عربی میں حضرت سے کچھ سوالات کیے۔ جن کا حضور نے برجستہ عربی اشعار میں جواب دیا اور اس کے بعد حضرت صدر الافاضل جیسی شخصیت نے اعتراف فرمایا کہ عربی زبان کا ماہر میں نے حضرت جیسا کسی کو نہ دیکھا'۔

[ہفت روزہ 'رضائے مصطفیٰ' گوجرانوالہ، ۱۶ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ، ص:۴ر بحوالہ محدث اعظم پاکستان، علامہ جلال الدین قادری، مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۹۸۹ء، ص:۹۹، ۱۰۰]

وکالت نامہ وخلافت نامہ حجۃ الاسلام بنام

محدث آستانہ اجمیر معلیٰ حضرت مولانا سید غلام علی قادری چشتی رضوی قدس سرہ [متوفی: ۱۹۵۵ء]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ و آلہ وصحبہ

المکرمین عندہ۔

فقیر بے نوا گدائے آستانہ رضویہ حاضر آستانہ فیض کاشانہ دارالخیر اجمیر ہوا، ولہ الحمد۔ عزیز محترم مولانا مولوی سید غلام علی صاحب رضوی سلمہ المولی الولی اپنی غایت محبت ونہایت کرم سے فقیر کو حاضری روضہ اطہر سے سرفراز کیا اور ردائے مبارک کے دامن اطہر میں فقیر کو لیا۔ مجھے اس عزت و شرف کے حاصل ہونے سے نہایت مسرت ہوئی اور حضرت سید صاحب خادم آستانہ مبارکہ نے فقیر کو مع ہمراہیان ایک ایک پگڑی عنایت فرمائی۔ متوسلانِ آستانۂ عالیہ رضویہ وعزیزان طریقت حضرت سید صاحب کی خدمت سے برکت حاصل کریں اور ان کی وساطت سے حاضری روضہ اقدس سے شرف اندوز ہوں۔

میں بڑی مسرت سے اس بات کا اظہار کرتا ہوں کہ حضرت سید صاحب کو اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ امام اہل سنت صاحب والدی مرشدی حضرت مولانا مولوی شاہ محمد احمد رضا خان صاحب قدس سرہ العزیز سے انتساب طریقت وسلسلہ بیعت واجازت وخلافت ہے۔ اس حقیر نے بھی تمام علوم عقلیہ ونقلیہ وجمیع سلاسل عالیہ اور تمام اذکار واشغال واوفاق واعمال کی اجازت دی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ قبول فرمائے آمین۔ و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ و عروش مملکتہ و امام حضرتہ سید المحبوبین محمد رسول رب العالمین و علی آلہ الطیبین و اصحابہ الطاہرین و اولیاء امتہ الکاملین و علماء ملتہ الراشدین و علینا معہم وبہم ولہم وفیہم ومنہم برحمتک یا ارحم الراحمین۔

[دستخط مولانا حامد رضا قادری]

قالہ بفمہ و امر برقمہ الفقیر الکتاب الاداۃ عبد العلیم کان لہ اللہ تعالیٰ۔

الکاتب شاہد بذلک واللہ خیر مالک

محمد عبد العلیم الصدیقی القادری الچشتی متوطن میرٹھ

۷رجب المرجب ۱۳۴۱ھ۔

[قلمی تحریر، مخذونہ ذخیرۂ مخطوطات بکتاب خانہ غلام جابر شمس پورنوی، نیز زیر طبع کتاب 'اجمیر معلی میں اعلیٰ حضرت' میں شامل]

اکرام اشرفی: محدث آستانہ حضرت مولانا سید شاہ غلام علی چشتی قادری رضوی اشرفی علیہ الرحمہ کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری اور حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا رضا قادری کے علاوہ شیخ المشائخ تاجدار مسند اشرفیہ حضرت سید شاہ علی حسین چشتی قادری اشرفی قدس سرہ نے بھی اپنی خلافت و اجازت عطا فرما کر مشرف و مکرم کیا تھا۔ تاریخ و سنہ کی عبارت یہ ہے:

'مولوی سید غلام علی معینی بن سید نور محمد فریدی المخاطب بہ 'عبید اللہ شاہ' یوم پنج شنبہ، ۲۸ محرم ۱۳۴۸ ہجری آستانہ عالیہ حضرت خواجہ غریب نواز اجمیر شریف'۔

[حیات مخدوم الاولیا محبوب یزدانی، مفتی محمود احمد رفاقتی، طبع مظفر پور، ۲۰۰۱ء، ص: ۳۷۰]

رسم بسم اللہ: درگاہ معلیٰ اجمیر مقدس کے خدام میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے ایک دوسرے خلیفہ حضرت مولانا سید شاہ حسین علی چشتی رضوی صاحب نے اپنے مرشد زادے حجۃ الاسلام سے وہی تعلق خاص قائم رکھا۔ چنانچہ اپنے فرزند گرامی مولانا سید احمد علی کی عمر جب چار سال کی ہوئی، تو رسم بسم اللہ خوانی کے لیے حجۃ الاسلام کو دعوت دی۔ حجۃ الاسلام نے تشریف لا کر یہ رسم ادا فرمائی۔ محقق خانوادۂ رضویہ مولانا محمد شہاب الدین رضوی لکھتے ہیں:

'جب مولانا سید احمد علی کی عمر چار سال کی ہوئی، تو والد ماجد نے بسم اللہ خوانی کی تقریب منعقد کروائی اور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی کو دعوت دی۔ مولانا حامد رضا بریلوی نے شرکت بھی فرمائی اور سید صاحب کی رسم بسم اللہ ادا کی اور دعاؤں سے نوازا'۔

[مفتی اعظم اور ان کے خلفا، جلد اول، طبع بمبئی ۱۹۹۰ء، ص: ۱۳۰]

کمال حسن: حسن و جمال کا کمال یہ تھا کہ اپنے تو اپنے، غیر بھی یعنی غیر مسلم بھی دل دے بیٹھتا تھا۔ چنانچہ محقق علامہ سید نور احمد قادری تحریر کرتے ہیں:

حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ مبارک نور مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جلوؤں سے ایسا روشن تھا کہ بس دیکھنے والوں کا یہی دل کرتا کہ وہ حضرت کے شمع کی طرح روشن چہرہ کو دیکھتا ہی رہے اور آپ کی یہ زندہ کرامت تھی کہ کئی بڑے

بڑے ہندو کائست ۱۹۳۴ء میں اجمیر شریف میں حضرت خواجہ غریب نواز کے عرس شریف کے موقع پر صرف آپ کا شمع کی طرح روشن چہرہ دیکھ کر ہی حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ وہ کہتے تھے کہ یہ روشن چہرہ بتاتا ہے کہ یہ حق و صداقت اور روحانیت کی تصویر ہیں'۔

[تذکرہ جمیل، مولانا محمد ابراہیم خوشتر رضوی، سنی رضوی اکیڈمی، ماریشش، ۱۴۱۲ھ، ص: ۱۹۷، ۱۹۸]

پنک سیٹی: ۱۷؍ربیع الاول ۱۳۵۱ھ/ ۱۰؍اگست ۱۹۳۲ء میں حجۃ الاسلام نے گلابی شہر جے پور کا دورہ کیا۔ عالی جناب محمد عبدالرحیم جوہری کے مکان پر قیام رہا۔ دیکھیے: محدث اعظم پاکستان، مولانا محمد جلال الدین قادری، طبع لاہور، ۱۹۸۹ء، ص: ۵۲۹۔ حضرت مفتی تقدس علی خان بیان کرتے ہیں:

جے پور [بھارت] آپ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی اور میرے ہمراہ مولانا عبدالرحمٰن [خلیفہ امام احمد رضا بریلوی] کے ہاں تشریف فرما ہوئے۔ کھانے کے بعد خلال کی بات چلی، تو اسی مادے [خ ل ل] کی مناسبت سے عربی اشعار کا تبادلہ ہوا'۔

[محدث اعظم پاکستان، مولانا محمد جلال الدین قادری، طبع لاہور، ۱۹۸۹ء، ص: ۵۴۰]

خلیفہ اعلیٰ حضرت: جے پور میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے ایک ممتاز خلیفہ قطب جے پور حضرت مولانا شاہ محمد الرحمٰن قادری رضوی قدس سرہ ہوا کرتے تھے۔ حضرت حجۃ الاسلام نے ۲۰؍ربیع الاول ۱۳۵۱ھ/ ۲۳؍اگست ۱۹۲۲ء کو آپ نے جے پور کا تبلیغی دورہ فرمایا اور یہیں حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد سردار احمد گرداس پوری کو جمیع علوم اسلامیہ اور سلاسل طریقت کی اجازت و خلافت مرحمت فرمائی۔ ملاحظہ ہو: 'حیات محدث اعظم پاکستان، محقق شہیر علامہ محمد جلال الدین قادری، مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۹۸۹ء، ۱۲۰۔

سند اجازت: اس سفر موج ظفر میں شیخ الحدیث حضرت مولانا شاہ محمد سردار احمد لائل پوری حجۃ الاسلام کے ہمراہ تھے۔ اسی سفر اور وہیں جے پور میں حجۃ الاسلام نے شیخ الحدیث حضرت مولانا شاہ محمد سردار احمد محدث اعظم پاکستان کو ۲۰؍ربیع الآخر ۱۳۵۱ھ/ ۲۳؍اگست ۱۹۳۲ء کو جمیع و علوم دینیہ و سلاسل طریقت کی اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ دیکھیے: محدث اعظم پاکستان، مولانا محمد جلال الدین قادری، طبع لاہور، ۱۹۸۹ء، ص: ۱۲۰، و ۵۲۹ حاشیہ، جب کہ اس سند کا عکس

اسی کتاب کے ص: ۵۹۸ پر دیکھا جا سکتا ہے۔

علاقہ میواڑ: جانشین اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مرجع الانام حضرت مولانا شاہ حامد رضا خان سجادہ نشین سجادۂ رضویہ اودے پور، چتوڑ گڑھ علاقہ میواڑ کے احباب و معتقدین کے بے حد اصرار ودعوت پر متعدد دورے فرمائے اور اپنے انفاس کریمہ کی برکت اور مواعظ حسنہ کی لذت سے مسلمانان میواڑ کو سرشار کیا۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم خوشتر رضوی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

> زندگی بھر آپ [حجۃ الاسلام] کے بیانات کی بنارس، کلکتہ، مظفر پور۔
> اودے پور، چتوڑ گڑھ، کان پور، لاہور، یوپی، سی پی اور بہار کے شہروں میں دھوم رہی۔ لوگ آپ کی تقریر سنتے، سر دھنتے اور تائب ہوتے'۔

[تذکرۂ جمیل، مولانا محمد ابراہیم خوشتر رضوی، سنی رضوی اکیڈمی، ماریشش۔ ص: ۱۸۶]

اشاعت سلسلہ: آپ کے تبلیغی دورے محض دورے ہی نہیں ہوتے تھے، نہ صرف گھن گرج تقریریں ہوتی تھیں، آپ جہاں تشریف لے جاتے تھے، آپ کے دیدار اور حصول برکت کے لیے انسانی و مسلمانی سروں کا ایک سیلاب ٹوٹ پڑتا تھا۔ جو اپنی دینی وروحانی پیاس بھی بجھاتا تھا اور ایمان وعرفان کی خالص دولت بے بہا لوٹتا تھا۔ چوں کہ باطنی کمالات وفضائل کے ساتھ ساتھ ظاہری حسن وجمال سے بھی قدرت نے آپ کو خوب نوازا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ راجستھان کے اس وسیع علاقے میں آپ کے مریدین ومعتقدین کی تعداد بکثرت تھی۔ اودے پور، بھیلواڑہ، چتوڑ گڑھ تو گویا آپ ہی کی جاگیر تھا۔ بعض مریدین تو آج بھی باحیات بتائے جاتے ہیں۔ ۱۳۵۷ھ کے ایک دورے کی منظر کشی کرتے ہوئے حضرت مولانا محمد ابراہیم خوشتر رضوی اپنی کتاب میں آگے لکھتے ہیں:

> اودے پور، میواڑ راجستھان کو یہ شرف رہا ہے کہ سارا کا سارا علاقہ آپ ہی کے گیسوئے ارادت کا اسیر اور آپ کی روحانی مملکت کی راجدھانی، یہاں آپ کا قیام مسلسل رہتا۔ لوگ شب وروز آپ کی زیارت سراپا کرامت کرتے، پروانہ وار نثار ہوتے، زائرین کے سیلاب رواں میں آپ کا روئے تاباں زیارت گاہ عالم ہوتا'۔

[تذکرۂ جمیل، مولانا محمد ابراہیم خوشتر رضوی، سنی رضوی اکیڈمی، ماریشش، ۱۴۱۲ھ، ص: ۱۹۵، ۱۹۶]

آگے ایک چشم دید رپورٹ بھی درج ہے، جو یہ ہے:

> بارہ سال کی عمر میں پہلی بار حجۃ الاسلام کی زیارت کا شرف مجھے

حاصل ہوا۔ اودے پور سلاوٹ واڑی محلہ کی جامع مسجد میں مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ انسانوں کا ایک سیلاب حجۃ الاسلام کی زیارت کے لیے رواں دواں دیکھا اور اتنے عظیم اجتماع میں مجھے بھی حجۃ الاسلام کی ایک جھلک دیکھنے کا موقع نصیب ہوا۔ اس سے پہلے میری آنکھوں نے ایسا گورا اور نورانی چہرہ نہیں دیکھا تھا۔ بس ایک جھلک ہر بڑے اور چھوٹے کو مبہوت کر دیتی تھی اور ہر آنے والا حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر [مرید ہو کر] ہی لوٹتا تھا۔ چوں کہ ہزاروں لاکھوں اس فیض سے استفادہ کر رہے تھے۔

لہٰذا کپڑے کی ململ، جو کئی گزوں پر مشتمل ہوتی تھی، وہ لمبی کر دی جاتی تھی اور لوگ اس طرح ململ کپڑے کو پکڑ لیتے تھے اور حلقۂ ارادت میں داخل ہو جاتے تھے۔ یہ عمل گھنٹوں جاری رہتا تھا۔ ایک ایسی کشش آپ کے وجود میں موجود تھی، جو نہ صرف مسلمانوں، بلکہ غیر مسلموں کو اسلام کی سعادت حاصل ہونے کا سبب ہوتی اور یہ فیضان جب وہ ذات اودے پور میں رہی، یہ سلسلہ بڑھتا ہی گیا'۔

[تذکرۂ جمیل، مولانا محمد ابراہیم خوشتر رضوی، سنی رضوی اکیڈمی، ماریشش، ۱۴۱۲ھ، ص: ۱۹۶]

مکتوب قمر: نعت کونسل کراچی کے صدر جناب قمر الدین احمد انجم اودے پوری اپنے ایک مکتوب بنام مولانا محمد ابراہیم خوشتر میں لکھتے ہیں:

آپ [حجۃ الاسلام] کے اودے پور دورے کے بعد بیس سال کی عمر تک میں نے دیکھا کہ اودے پور میں ایک بھی وہابی ڈھونڈنے سے نہیں مل پاتا تھا اور ۱۹۴۸ء میں جب میں پاکستان آگیا، تو پھر تقریباً ہر سال اودے پور اور اجمیر شریف عرس میں حاضری کی سعادت حاصل رہی۔ ہر گھر میں محفل میلاد اور صلوٰۃ وسلام کی برکتیں آج بھی وہاں موجود ہیں'۔

[تذکرۂ جمیل، مولانا محمد ابراہیم خوشتر رضوی، سنی رضوی اکیڈمی، ماریشش، ۱۴۱۲ھ، ص: ۱۹۶]

سفر جودھ پور: مصنف 'تذکرۂ جمیل' سفر جودھ پور کے حوالے سے لکھتے ہیں:

حجۃ الاسلام کا حسن خداداد اور پھر علم وفضل سونے پر سہاگہ تھا۔ آپ کا حلقۂ ارادت ہندوستان کے ہر صوبے میں تھا۔ لاہور سے کلکتہ تک، جودھ پور سے مظفر پور، نیپال کی سرحد تک، آپ کے مریدین وخلفا ہر

مقام پر پائے جاتے تھے۔ آپ کا سلسلہ طریقت [قادری رضوی نوری] ہر کوچہ میں ہر جگہ پھیلا ہوا تھا۔

جودھ پور، جہاں امام احمد رضا کے صرف گیارہ مرید تھے، وہاں جوق در جوق لوگ آتے۔ عمامہ کھول دیا جاتا۔ ہاتھوں میں لیتے اور بیک وقت سیکڑوں افراد حلقہ ارادت میں داخل ہوتے اور یہ تعداد ہزاروں سے متجاوز ہو جاتی۔ اس انداز بیعت کا مظاہرہ صرف جودھ پور یا اودے پور میں ہی نہیں ہوتا، بلکہ آپ جہاں جہاں تشریف لے جاتے، ارادت و عقیدت کا یہی نظارہ دیکھنے میں آتا'۔

[تذکرۂ جمیل، مولانا محمد ابراہیم خوشتر رضوی، سنی رضوی اکیڈمی، ماریشش، طبع ۱۴۱۲ھ، ص: ۲۷۷، ۲۷۸]

قبل وصال: جودھ پور کے اسفار میں یہ آپ کا آخری سفر تھا۔ جس کی منظر کشی کرتے ہوئے حضرت مولانا سید ریاض الحسن رضوی جودھ پوری خطیب حیدر آباد، سندھ لکھتے ہیں:

میری آنکھوں کے سامنے وہ منظر پھر رہا ہے، جب حضور [حجۃ الاسلام] ۱۳۶۱ھ میں، ہم غلاموں کی استدعا پر دوسری مرتبہ جودھ پور رونق افروز ہوئے۔ غریب کدہ پر مشتاقان دید کا ہجوم تھا۔ طالبان بیعت ہو رہے تھے۔ مردوں کے بعد عورتوں کا نمبر تھا۔ بالا خانے کے دو حصے تھے۔ جن کے درمیان فقط ایک دروازہ تھا۔ ایک حصہ میں حضور جلوہ فرما تھے۔ میں اور میرے برادر عزیز سید محمد مرغوب اختر الحامدی سلمہ اور عزیزان حافظ ظہور احمد سلمہ اور حافظ عبد الحکیم سلمہ وغیرہم حاضر خدمت تھے۔

[ہفت روزہ 'رضائے مصطفیٰ' گوجرانوالہ، پاکستان، ۱۶ر جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ، ص: ۴ر]

تین خلفا: حجۃ الاسلام کے تین خلفا پورے راجستھان میں تھے۔ ایک حضرت مولانا سید غلام علی چشتی رضوی درگاہ معلیٰ اجمیر شریف، جن کا تذکرہ اوپر گزرا۔ دوسرے حضرت مولانا شاہ محمد ظہیر الحسن صاحب اعظمی ثم اودے پوری، ان کا تذکرہ میری زیر طبع کتاب 'اجمیر معلیٰ میں اعلیٰ حضرت' میں پڑھیں۔ یہ دونوں پہلے سے اعلیٰ حضرت کے خلیفہ تھے۔ تیسرے حضرت مولانا سید ریاض الحسن شاہ صاحب جودھ پوری، جو تقسیم ہند کے بعد پاکستان چلے گئے تھے۔ وفات ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء میں ہوئی۔ حیدر آباد، سندھ میں ابدی نیند سو رہے ہیں۔ حوالے کے لیے دیکھیے: تذکرۂ جمیل، مولانا محمد ابراہیم خوشتر رضوی، سنی رضوی اکیڈمی، ماریشش، طبع ۱۴۱۲ھ، ص: ۱۸۳۔

مفسر اعظم: حجۃ الاسلام کے بعد ان کے شہزادے مفسر اعظم حضرت مولانا شاہ محمد ابراہیم رضا قادری اس خطے کے تبلیغی و دعوتی اسفار کیا کرتے تھے۔ بقول ڈاکٹر محمد عبد النعیم عزیزی، اللہ کریم ان کی قبر پر رحمتوں کی بارش برسائے، آمین:

> حجۃ الاسلام کے علاوہ آپ کے شہزادے مفسر اعظم ہند کے بھی اکثر دورے ہوتے رہتے تھے۔

[مفسر اعظم ہند، ڈاکٹر محمد عبد النعیم عزیزی، الرضا اسلامک اکیڈمی، بریلی، ص:۲۶ر]

دل بے تاب: یہ کسی اور کا نہیں، خود راقم خاکسار غلام جابر شمس پورنوی کا دل بے انتہا بے تاب ہے کہ یہاں ایک دل کش و دل گیر مضمون درج کر دوں، جو حضرت سید محمد مرغوب اختر القادری کے زر نگار قلم کی منظر کشی اور مرقع نگاری کا شاہکار ہے۔ یہ مضمون شہر جودھ پور کی پرانی پرتیں اٹھا کر دین و سنیت اور عشق رسالت میں ایسا ڈوبا ہوا نظارہ کراتا ہے کہ روح ایمان جھوم جھوم اٹھتی ہے۔ ساتھ ہی تاریخ کا شفاف آئینہ سامنے آجاتا ہے۔

حاصل زندگانی: یہ ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۴ء کی بات ہے۔ مسجد وزیر خان لاہور کا پرنور مجمع ہے۔ صدر الافاضل حضرت سید شاہ محمد نعیم الدین مراد آبادی نے نقابت کی اور حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان کی خطابت ہوئی۔ خطاب کیا تھا۔ غوث پاک کے وعظ کی تاثیر تھی۔ عطائے رسول غریب نواز کی پند و نصیحت کا سوز تھا۔ ایک نوعمر بالک بچہ مسحور و مخمور ہو کر رہ گیا اور پھر حجۃ الاسلام کے دامن میں آکر لوٹ پوٹ گیا۔ حجۃ الاسلام اسے لاہور سے اٹھا کر بریلی لے آئے۔ پالا پوسا اور پڑھایا لکھایا۔ وہی بالک اور طالع آزما بچہ بعد میں شیخ الحدیث حضرت مولانا شاہ محمد سردار احمد قادری رضوی محدث اعظم پاکستان بنا اور پھر پورے پاکستان میں علما و مفتیان کرام کی صفیں بچھ گئیں اور محدثین و مفسرین کی مسندیں آراستہ ہوگئیں۔ حجۃ الاسلام کے دفتر اعمال میں ایک سے بڑھ کر ایک کارنامے ہیں۔ لیکن محدث اعظم پاکستان کو 'حاصل زندگانی' بصد انداز زیبائی قرار دیا جائے، تو زیادہ مناسب ہوسکتا ہے۔

دسویں، گیارہویں اور بارہویں ربیع الاول شریف کو ہر برس محدث اعظم پاکستان، جو اس وقت محدث اعظم پاکستان ابھی نہ بنے تھے، جودھ پور تشریف لایا کرتے تھے۔ انھی پنجابی نژاد نوجوان فاضل اجل کا استقبال سرزمین جودھ پور میں کس طرح ہوتا ہے، ذرا آپ بھی لطف اندوز ہوں۔ حضرت سید محمد مرغوب اختر حامدی رضوی جودھ پوری ثم حیدر آبادی [سندھ] زیر

عنوان 'استقبال کا ایک یادگار منظر' لکھتے ہیں:

تاریک شب نے اپنی سیاہ چادر سمیٹی۔ عروس سحر نے زرتار آنچل منہ سے ہٹایا۔ مست انگڑائی لیتے ہوئے خمار آلود نگاہیں کائنات پر ڈالیں۔ پوری دنیا بادۂ سرمدی میں غرق ہوگئی۔ مطربۂ نسیم قدرتی ستار پر دھیمے سُروں میں گاتی، وجد کرتی، جھومتی جھامتی، پھولوں کو نمود سحر کا پیغام دینے لگی۔ کلیاں مسکرا اٹھیں۔ غنچے کھل کھلا پڑے۔ طائران خوش الحان نے آمد صبح نور پر ایک دوسرے کو مبارک باد دی۔ مرغان چمن نے نغمات حمد و نعت عالم رنگ و بو پر بکھیر دیئے۔ موذن نے اللہ اکبر کی صدا بلند کی۔ ہر ذی روح نے اس جاں آفریں وحیات پرور پیغام کو لبیک کہا۔ پوری زندگی بیدار ہوگئی۔ معبود حقیقی کی معبودیت کے جلوے کائنات کے ذرے ذرے میں نظر آنے لگے۔ کیا آج عید ہے؟۔ غیر منقسم ہندوستان کے شہر جودھ پور کے مسلمانوں کی عید، آج دسویں ربیع الاول شریف ہے۔ صبح کاذب سے قبل ہی محلہ چوبداران کے سنی مسلمان، رضوی صاحب ایمان باشندے بیدار ہو چکے ہیں۔ کوئی غسل کر رہا ہے۔ کوئی لباس تبدیل کر رہا ہے۔ لیجیے، مسجد سے پھر پیاری پیاری آواز بلند ہوئی:

الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیك یاحبیب اللہ

کتنی کشش ہے ان نورانی الفاظ میں۔ الٰہی! کشش، کتنا پیارا نغمہ ہے یہ، جو کانوں کے راستے سے دل کی گہرائیوں میں اترتا ہوا سارے جسم میں روح بن کر دوڑ جاتا ہے۔ یہ لطیف و نورانی اشارہ ہے کہ اب جماعت میں چند منٹ رہ گئے ہیں۔

وہ دیکھیے ایک سیلاب حسن و نور محو تحمید و ثنا بارگاہ معبود کی جانب اپنی عبدیت کا اقرار کرنے کے لیے رواں دواں ہے۔ لیجیے، جماعت قائم ہوگئی۔ فرائض امامت جودھ پور کے مشہور حضرت اخی المعظم ریاض العلما حضرت مولانا مفتی سید ریاض الحسن صاحب حسنی الحسینی حامدی رضوی دامت برکاتہم العالیہ انجام دے رہے ہیں۔ آپ کا شمار حضور پرنور مرشدی و مولائی امام حجۃ الاسلام علامہ شاہ

محمد حامد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ کے اجل و امجد خلفا میں ہے۔ جماعت ختم ہوئی۔

آج کثیر اجتماع ہے مسجد میں۔ چھوٹے بڑے بچے بھی کثیر تعداد میں اپنے ابا جان کے ساتھ جامع مسجد میں حاضر ہیں۔ پورے محلہ میں عجیب گہما گہمی، جگہ جگہ محرابیں سجائی جارہی ہیں۔ محلہ کے 'چوک' سے اسٹیشن تک پورے راستے کو جھنڈیوں سے آراستہ کیا جارہا ہے۔ ذرا سنیے، نعرۂ تکبیر ورسالت کی آواز سامعہ نواز ہوئی۔ سبحان اللہ! اہل محلہ نے حضرت مفتی سید ریاض الحسن صاحب مدظلہ کو قائد جلوس چن لیا ہے۔ ۷ ربجنے والے ہیں۔ اجمیر شریف کی گاڑی ۷ ربجے جودھ پور پہنچتی ہے۔ انسانوں کا سیلاب عظیم زرق برق لباس میں، ہاتھوں میں ہار پھول لیے ہوئے اپنے ننھے منے بچوں کو کاندھوں پر اٹھائے اسٹیشن کی جانب چل پڑا۔ نعرۂ تکبیر ورسالت سے فضا گونج رہی ہے۔ پیشانیوں پر مسرت وشادمانی کا نور، آنکھیں تصور جلوۂ دیدار سے مخمور، فضائیں نغمۂ نعت سے معمور، یوں تو پورا ماہ ربیع النور ہمہ نور وعید نور ہے، مگر آج اس عید ربیع النور ہی کے صدقے میں اللہ نے ہمیں ایک اور عید نور علیٰ نور سے ہم کنار فرمایا ہے۔ یہ اسی عید کا خیر مقدم ہے۔

جودھ پور اسٹیشن کا پلیٹ فارم کثرت اجتماع سے ایک چھوٹا سا شہر معلوم ہوتا ہے۔ اف اوہ! یہاں تو جودھ پور کی مشہور ومبارک ہستیاں پہلے ہی سے رونق افروز ہیں۔ غالباً ان بزرگوں نے نماز فجر یہیں قریب ہی کی مسجد میں ادا فرمائی ہے۔ یہ ہیں مفتی سید ریاض الحسن صاحب واختر الحامدی کے نانا جان قطب الوقت حضرت علامہ مفتی حافظ قاری سید محمد راحت علی صاحب قادری جیلانی [علیہ الرحمہ] ان سے ملیے۔ یہ ہیں حضرت سلطان الواعظین علامہ سید عنایت علی صاحب قادری حامدی رضوی، یہ حضرت مولانا سید ریاض الحسن صاحب کے والد ماجد ہیں، [علیہ الرحمہ] ان سے ملاقات کیجیے۔ یہ ہیں ارسطوئے زماں فخر الشعرا یادگار داغ دہلوی حضرت مولانا حکیم سید اصغر علی صاحب اصغر حامدی رضوی [علیہ الرحمہ] سید حضرت مفتی ریاض الحسن صاحب اور اختر الحامدی کے ماموں جان ہیں، ان سے دست بوس ہوجائے۔ آپ ہیں مناظر اسلام شیر اہل سنت مداح خیر الانام فصیح البیان حضرت علامہ کبیر احمد صاحب چشتی [علیہ الرحمہ]۔ یہی وہ بزرگ ہستیاں ہیں، جن کے دم قدم سے جودھ پور جیسے پس ماندہ شہر میں سنیت کا چراغ روشن ہے۔ انہیں حضرات کی کوششوں سے آج یہ شہر رضویت و بریلویت کا سرسبز وشاداب چمن بنا ہوا ہے۔ انہیں کے طفیل میں آج ہم اس عید کی مسرتوں سے ہم کنار ہورہے ہیں

فضا نعرۂ تکبیر ورسالت سے گونج اٹھی۔ لیجیے، سگنل ہوگیا۔ سب کی نگاہیں مشرق کی جانب بے تابانہ اٹھنے لگیں۔ رضوی آفتاب طلوع ہونے والا ہے۔ انجن کی وسل کی آواز سامعہ نواز

ہوئی۔ پی، پی، پی، ہوشیار ہو جاؤ کہ تمہارا 'پی' آرہا ہے۔ 'پی'؟۔ تم سب کا 'پی' تم سب کا محبوب، تم سب کا پیارا، اہل سنت کا سردار! نشاط و مسرت کی ہزاروں گھنٹیاں کانوں میں بجنے لگیں۔ دھوئیں کا غبارہ نظر آیا۔ غبارہ نے غبار کی شکل اختیار کی۔ غبار چھٹا۔ دور گاڑی نظر آئی۔ آج ٹرین بھی عجیب تمکنت و وقار سے خراماں خراماں چلی آرہی ہے۔ ہجوم دورویہ باادب ایستادہ ہو گیا۔ گاڑی بصد جاہ و کلال پلیٹ فارم پر داخل ہوئی۔ فضا نعرۂ تکبیر ورسالت و نعرۂ غوثیت سے معمور ہو گئی۔

ہجوم ہار و پھول لیے باادب سیکنڈ کلاس درجہ کی جانب بڑھا۔ پہلی صف علمائے کرام کی ہے، جس کی قیادت اسٹیشن پر حضور قطب الوقت علامہ سید راحت علی صاحب جیلانی [علیہ الرحمہ] نے سنبھالی ہے۔ سیکنڈ کلاس کی کھڑکی کھلی۔ رضوی آفتاب نے اپنی نورانی شعاؤں سے پلیٹ فارم کو منور فرمادیا۔ پروانے شمع امجدی، چراغ حامدی پر نثار ہونے لگے۔ ایک پر ایک سبقت لے جانے کی کوشش کر رہا ہے۔ رضوی دولہا ماشاء اللہ، ماشاء اللہ فرماتے جارہے ہیں اور ایک ایک سے مصافحہ فرمارہے ہیں۔ سب سے مزاج پرسی ہو رہی ہے۔ بچوں کے سروں پر پیار سے دست شفقت پھیر رہے ہیں۔

علمائے کرام نے بدقت بسیار لوگوں کے والہانہ جوش عقیدت ومحبت کو نہایت موثر الفاظ و حسن تنظیم سے سنبھالا۔ ہجوم مؤدبانہ سیکنڈ کلاس سے لے کر باادب صف بہ صف کھڑا ہو گیا۔ سیکنڈ کلاس کا دروازہ کھلا۔ مصور نے اپنے کیمرے کی نوک پلک درست کی۔ کسی دنیوی قائد کی بے جان تصویر لینے والا فوٹو گرافر نہیں، مصور فطرت شاعر، جس کے پاس مشینی کیمرہ نہیں، جس کے پاس قدرتی کیمرہ ذہنی ہے، جو آج اپنے لافانی مذہب حقہ اہل سنت و جماعت کے قائد کی جاندار حقیقی و ابدی تصویر اپنے ذہنی کیمرے میں منضبط و محفوظ کر رہا ہے۔ [جس کی نقل آپ بھی دیکھ رہے ہیں]

رضوی دولہا جلوہ آرائے پلیٹ فارم ہوا۔ پھولوں کی کثرت نے چہرۂ انور کو چھپا رکھا ہے۔ سردار اہل سنت حضرت قبلہ سردار احمد زندہ باد! رضوی دولہا زندہ باد! یہ اختر الحامدی کی آواز تھی۔ پورے ہجوم نے اس نعرہ کی تکرار کی۔ ارے! یہ ہے ہمارا رضوی دولہا۔ جی! ہاں یہ ہے ہمارا رضوی دولہا! تبع میں اعلیٰ حضرت کا حضور امام حجۃ الاسلام کا لخت جگر، سیدنا مفتی اعظم ھند کا نور بدر، حضور صدر الشریعہ کا پارۂ دل، حضرت صدر الافاضل مفسر اعظم مرادآبادی کا سرمایہ صد افتخار، بریلوی کچھار کا شیر نر، رضوی فوج کا سالار نڈر، شریعت کا پیکر، معرفت کا مہر انور، حقیقت کا مظہر، ضیغم ملت، سردار اہل سنت حضرت علامہ شاہ ابو المنظور سیدنا شیخ الحدیث محدث اعظم محمد سردار احمد صاحب قبلہ رضوی حامدی چشتی [رضی اللہ عنہ]۔

یہی وہ پاکیزہ ہستی ہے، جس کا جودھ پور والوں کو مدت سے انتظار تھا۔ وہ مقدس پیکر، جس کے قدم چومنے کے لیے سرزمین مارواڑ بے قرار تھی۔ وہ متبرک شخصیت، جس کی افضلیت و برتری کی دلیل آج کا یہ زبردست اجتماع ہے۔

زندہ باد اے سیدی سردار احمد زندہ باد
اے مجسم حق، مجسم سنیت، پائندہ باد

وکٹوریہ پہلے ہی سے پھاٹک سے آ گئی۔ حضرت اس میں رونق افروز ہوئے۔ ساتھ ہی مقامی علمائے کرام بھی تشریف فرما ہیں۔ تانگوں اور بیل گاڑیوں کی ایک لمبی قطار پیچھے پیچھے چل رہی ہے۔ نعت خوانی بھی ہو رہی ہے۔ راہ گیر اور عام لوگ بھی نعرۂ تکبیر و رسالت کا جواب نعرۂ تکبیر و رسالت سے دے رہے ہیں۔ حقانیت مصطفی، عظمت سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کا پرچم اڑاتا ہوا جلوس آہستہ آہستہ دار العلوم یادگار اسحاقیہ حنفیہ محلہ چوبداران پہنچ گیا۔ حضور شیخ الحدیث وکٹوریہ سے نیچے تشریف لائے۔ دار العلوم کا ایک بڑا کمرہ حضور کے لیے پہلے ہی مخصوص کر دیا گیا ہے۔ کمرہ خوشبوؤں سے معطر ہو رہا ہے۔ سامنے ایک مسند لگا دی گئی ہے۔

رضوی دولہا کمرہ میں علمائے کرام کے ساتھ تشریف لائے۔ حضرت قطب الوقت علامہ سید حافظ راحت علی صاحب [علیہ الرحمہ] سے رضوی دولہا فرما رہے ہیں کہ پہلے آپ مسند پر تشریف رکھیے۔ حضور قطب الوقت کا اصرار ہے کہ مسند تو صرف دولہا ہی کو زیب دیتی ہے اور اس وقت اس نورانی بزم، کے آپ ہی دولہا ہیں۔ مگر رضوی دولہا نے جب تک حضور قطب الوقت کو مسند نشین ہونے پر مجبور نہ کر دیا، خود بھی مسند نشین نہ ہوئے۔ اللہ! اللہ!! یہ عظمت و بلندی، یہ علمی دبدبہ، یہ خداداد شہرت و ہر دل عزیزی، مگر یہ انکساری اور کسر نفسی، یہ علمائے کرام اور سادات عظام اور بزرگان دین کا ادب و احترام! چہرہ پر سفر کی تکان کے آثار ہیں۔ اب تو حضور آرام کی سخت ضرورت ہے۔ رات کو تقریر بھی کرنا ہے۔ لوگ ایک ایک کر کے بعد مصافحہ و دست بوسی رخصت ہونے لگے۔'

[منقول از ہفت روزہ محبوب حق لائل پور، مجریہ ۱۳ر دسمبر ۱۹۶۳ء، ص: ۱۹، ۲۰، حیات محدث اعظم پاکستان، علامہ محمد جلال الدین قادری، مکتبہ قادریہ، لاہور، ۱۹۸۹ء، ص: ۵۴۳ تا ۵۴۹]۔

حجۃ الاسلام اور اہل بنارس

مولانا ڈاکٹر شفیق اجمل قادری بنارس
sajmalqadri@gmail.com:email

خانوادۂ رضویہ بریلی شریف سے اہل بنارس کے بڑے گہرے روابط رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ (م 1921ء) کے عہد سے ہی بنارس اور بریلی کے رشتہ نظر آتے ہیں۔ اعلیحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے بنارس کا سفر فرمایا اور اپنے مبارک قدموں سے اسے سرفراز فرمایا۔ قطب بنارس مولانا شاہ عبدالحمید فریدی بنارسی (م 1921ء) کے وصال پر تاریخی قطعہ تحریر فرمایا۔ اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی بارگاہ میں بنارس سے 62/ استفتا کیے گئے۔ جن میں قطب بنارس مولانا رضا علی بنارسی (م 1895ء)، قطب بنارس مولانا شاہ عبدالحمید فریدی بنارسی جیسی نابغۂ روزگار شخصیتیں اپنے لاینحل مسائل کی عقدہ کشائی کے لیے حاضر ہوئیں۔ شہزادۂ اعلیحضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری قدس سرہٗ (م 1943ء) نے متعدد بار بنارس کا دورہ فرمایا، مسلمانان بنارس کی علمی و روحانی پیاس کو بجھایا اور فتنۂ بابا خلیل داس کی سرکوبی میں نمایاں کردار ادا کیا۔ شہزادۂ اعلیحضرت حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں قادری قدس سرہٗ (م 1981ء) کو تو شہر بنارس سے خاص قلبی لگاؤ تھا۔ یہاں کی ایک بڑی تعداد آپ کے سلسلۂ ارادت میں تھی۔ مفسر اعظم مولانا ابراہیم رضا خاں قادری قدس سرہٗ (م 1965ء)، امین شریعت مولانا سبطین رضا خاں قادری قدس سرہٗ (م 2015ء)، صدر العلما مولانا تحسین رضا خاں قادری قدس سرہٗ (م 2007ء) کے بھی بنارس دورے ہوتے رہے۔ ایک طرف جہاں پوری دنیا ان بزرگوں کے علمی و روحانی فیضان سے مالا مال ہوئی وہیں شہر بنارس بھی اس سے مستثنیٰ نہ رہا۔ وارث علوم اعلیحضرت جانشین حضور مفتی اعظم حضور تاج

الشریعہ حضرت مولانا اختر رضا خاں قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ کے بنارس پر خاص فیضان رہے ہیں۔ شہر بنارس میں اہلسنّت و جماعت کی ایک بڑی تعداد آپ کے حلقۂ ارادت سے وابستہ ہے۔ غرضیکہ اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہٗ سے لے کر دور حاضر تک خانوادۂ رضویہ کا خاص فیضان سرزمین شہر بنارس پر رہا ہے۔

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری قدس سرہٗ اپنے والد ماجد اعلیٰحضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے فضل وکمال کے آئینہ تھے۔ اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہٗ کو اپنے اس فرزند سے بڑی محبت تھی اور وہ ان پر بڑا ناز بھی کرتے تھے اور کیوں نہ ہوا ایسا لائق و فائق، دیندار و پارسا بیٹا قسمت والوں کو ہی ملتا ہے۔ حجۃ الاسلام ہر اعتبار سے اپنے والد ماجد کے جانشین اور وارث و امین تھے۔ اعلیٰحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے بعد آپ خانقاہ رضویہ کے سجادہ نشین منتخب ہوئے تو آپ نے مسلمانانِ بنارس کی دینی رہنمائی فرمائی اور علمائے بنارس کی ہر تحریکات کی تائید وحمایت فرماتے رہے۔ چنانچہ کلکتہ علاج کے لیے آپ جب تشریف لے جا رہے تھے تو اس موقع سے بنارس میں اترنا ہوا۔ اس کی منظر کشی اس طرح کی گئی ہے:

> ”اتنے میں آپ کا ذکر بنارس میں ہونے لگا کہ حضور والا تشریف لا رہے ہیں۔ اس خبر کے سنتے ہی عوام کے دل خوشی سے اچھل پڑے اور بے ساختہ بول اٹھے کہ الحمد للہ خدا وہ دن جلد دکھلائے چنانچہ یہ ذکر ہو ہی رہا تھا کہ خبر معلوم ہوئی کہ حضور والا فلاں روز چھاونی اسٹیشن پر بنارس میں فلاں وقت آجائیں گے۔" [1]

حضرت حجۃ الاسلام کی بنارس تشریف آوری کے موقع پر شاہانہ طمطراق کا مظاہرہ کیا گیا۔ نعرۂ تکبیر ورسالت اور خانقاہ بریلی زندہ آباد کے نعروں سے فضائے آسمانی گونج اٹھی۔ کئی موٹر گاڑیاں پھولوں سے سنواری ہوئی آپ کے استقبال میں رواں دواں تھیں۔ راجہ بنارس کی مخصوص بگھی پہ حجۃ الاسلام کو بٹھایا گیا۔ اس روحانی منظر اور حضرت کی خوبصورتی کو دیکھ کر ہندو بھی متعجب تھے اور اپنے الفاظ میں بڑے تعظیمی جملوں سے یاد کر رہے تھے۔ آپ کے چہرے کی وجاہت نورانی سے متاثر ہو کر کئی غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام بھی ہو گئے۔ اسی سفر میں آپ نے بمقام

پتر کنڈہ مسجد سلامت علی میں صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی اور مخدوم بنارس مولانا عبدالرشید صاحب کے ساتھ جلسہ میں شرکت فرمائی۔ [2]

حجۃ الاسلام علاج کی غرض سے کلکتہ تشریف لے گئے واپسی پر بنارس پھر آنا ہوا۔ اس دفعہ بھی مسلمانانِ بنارس نے آپ کا استقبال اس انداز سے کیا کہ بادشاہوں کا دور نظروں کے سامنے پھرنے لگا۔ جامعہ فاروقیہ، جامعہ حمیدیہ رضویہ، خانقاہِ حمیدیہ میں برابر تشریف لائے۔ جلسوں اور کانفرنسوں میں روحانی پیشوا کی حیثیت سے یاد کیے جاتے۔ اسی طرح بنارس میں آپ برابر تشریف لاتے رہے۔

مدرسہ اہلسنّت و جماعت مشاغل العلوم فاروقیہ (موجود جامعہ فاروقیہ) کا چودہواں سالانہ اجلاس جو کہ 29، 30 رجب المرجب و یکم شعبان 1343ھ مطابق 23، 24، 25، فروری 1925ء میں منعقد ہوا۔ اس کا پوسٹر نظر نواز ہوا۔ جس میں اسمائے گرامی علمائے کرام میں سر فہرست حضور حجۃ الاسلام کا نام نامی درج ذیل القابات کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ "امام الشریعت، شیخ الطریقت، مقتداء اہلسنّت، حجۃ الاسلام حضرت مولانا مولوی حاجی قاری مفتی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب و نیز حضرت ناصر الملۃ قبلہ مولانا مولوی قاری مفتی شاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب قادری رضوی دامت برکاتہم صاحبزادگان مجددمأۃ حاضرہ موید ملت طاہرہ اعلیحضرت قبلہ نور اللہ مرقدہ" مزید پوسٹر کی شروعات ان الفاظ سے ہوتی ہے۔ "الحمد للہ کہ چودہ برس سے بغرض حمایت وحفاظت مذہب حق اہلسنّت و جماعت محلہ مدنپورہ میں جلسے ہوتے رہے اور ہمیشہ علمائے کرام اس جلسے کو مشرف فرماتے رہے۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جلسہ بڑی پابندی کے ساتھ ہوتا رہا اور اس میں اکابر علمائے اہلسنّت شرکت فرماتے رہے۔

1325ھ میں قطب بنارس مولانا عبدالحمید فریدی نے بنارس میں ایک انجمن بنام انجمن اہلسنّت و جماعت کی تشکیل فرمائی۔ جس کا اولین مقصد اصلاح عقائد و اشاعت مذہب حقہ تھا، لیکن اس کے تحت متعدد مدارس و یتیم خانہ وغیرہ بھی تھے۔ ان کے وصال کے بعد اس انجمن کی کارکردگی میں کمی آگئی۔ دوبارہ 1937ء میں مخدوم بنارس مولانا عبدالرشید صاحب نے حجۃ الاسلام کے مشورہ سے اس کی نشاۃ ثانیہ فرمائی۔ حضرت حجۃ الاسلام خود تحریر فرماتے ہیں:

"خدائے قدوس کا ہزار ہزار شکر کہ اس سگ بارگاہ قادری خادم سجادہ

گدائے آستانہ رضوی کی تحریک اتحاد میں اہلسنّت و جماعت کامیاب ہوئی
اور بنیاد ڈالی جس کا نام انجمن اہلسنّت و جماعت بنارس رکھا اور فقیر کی
موجودگی میں اس انجمن کی تشکیل ہوئی۔ امید کہ یہ انجمن تنظیم اہلسنّت
معتقدانِ حضور پرنور اعلیحضرت قدس سرہٗ کی پوری پوری سعی جمیل کرے
اور تمام اہلسنّت کے کاموں کے لیے ایک مرکز کی شان رکھے۔ مولیٰ تعالیٰ
ہماری ناچیز خدمات کو قبول فرمائے اور ہمیں خدمات دین کی توفیق رفیق
کرے اور اس انجمن کو ثبات و دوام عطا فرمائے اور اس کے فیوض و
برکات سے مسلمانوں کو مستفیض کرے۔ آمین"[3]

شیر بنارس مولانا عبدالوحید صاحب نے ایک رسالہ انجمن اہلسنّت و جماعت کے نام سے تحریر فرمایا جس میں آپ نے اس انجمن کے اغراض و مقاصد اور اس کے بانی اور اس کی خدمات پر روشنی ڈالی ہے۔

مخدوم بنارس مولانا عبدالرشید فریدی بنارسی کی تحریک پر 1930ء میں مسلمانان بنارس میں اسلامی حمیت اور جذبہ بیدار کرنے کے لیے ایک تنظیم "حزب اللہ وتحریک توبہ" کا قیام عمل میں آیا۔ آپ کی یہ تنظیم اتنی مضبوط ثابت ہوئی کہ اکابرین امت نے آپ کی خدمات جلیلہ کا اعتراف کیا اور مسلک حق اہلسنّت و جماعت کے لیے اس انقلابی تحریک کو نہایت مفید بتایا۔ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری اس تنظیم کی خدمات کو سراہتے ہوئے فرماتے ہیں:

"دور حاضرہ مسلمانوں کے لیے جس قدر آلام و مصائب سے پر گزر
رہا ہے اور وبائے فسق و فجور، مخالفت شریعت مطہرہ، بدمذہبیت والحاد اور
دہریت جس شباب پر ہے وہ ظاہر ہے۔ ایسے سخت وقت میں ان امراض
مہلکہ، روحانیہ کے استیصال و علاج کے لیے میرے خصوصاً اور جمیع
مسلمانانِ اہلسنّت و جماعت کے لیے عموماً محبت کیش و وفا شعار جناب
مولانا مولوی عبدالرشید صاحب سلمہ نے تنظیم و اصلاح مسلمین کے لیے
ایک جماعت تحریک کی بنام حزب اللہ وتحریک توبہ، بنارس میں بنیاد ڈالی
ہے جس سے غرض یہ ہے کہ اس کے شرکاء کو آیہ شریفہ اولئک حزب اللہ الا
ان حزب اللہ ہم المفلحون کے معنی و مقصد کا عملی جامہ پہنایا جائے اور اس

کے رضا کاروں کو سچا مصداق آیہ شریفہ التائبون العابدون الحامدون، الایہ
کا مصداق بنایا جائے۔ بانی جماعت و محرک تحریک ہذا کو اللہ جزائے خیر

"برادران اہلسنّت بنارس نے انجمن اشاعت الحق قائم فرمائی اور
اس کے مقاصد حسنہ اصلاح قوم وملت وحمایت وردفرق باطلہ وغیرہ رکھے
مولاتعالیٰ اس تازہ نونہال کوآب کرم وآبشار رحمت سے سیراب فرمائے اور
روز افزوں ترقیوں پر ترقیاں عطافرمائے اوراس کی امداد واعانت کی
اہلسنّت کوتوفیق رفیق فرمائے۔ مولاتعالیٰ انجمن کی اس بابرکت خدمت کو
قبول فرمائے اوراس کا بہترین صلہ اراکین انجمن کوعطافرمائے۔" [5]

شہر بنارس کے مذہبی ماحول اور علمائے بنارس اور عوام اہلسنّت کی بے لوث خدمات نے ہر ایک افراد کو متاثر کیااور عروج سنیت کا تابناک دور دیکھ کر حضور حجۃ الاسلام فرماتے ہیں کہ:

"میں نے ملک گیر دورے کیے اور بڑی سے بڑی تحریکات دینیہ کو
دیکھامگر بنارس کی اس دینی تحریک کی مثال ملنی مشکل ہے۔"[6]

شہر بنارس میں بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں خلیل داس کا فتنہ بڑے شدومد کے ساتھ اٹھا۔ بابا خلیل داس سیوان بہار کے رہنے والے تھے۔ سنسکرت اور وید کے ماہر تھے۔ بنارس میں آریوں سے آپ نے کئی کامیاب مناظرے کیے جس سے آپ کو بنارس میں کافی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ مگر بنارس میں ایک نئے فتنے کی بنیاد بھی ڈال دی۔ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں تحریر وتقریر کے ذریعہ گستاخیاں کرنے لگااور شہر بنارس میں اہلسنّت وجماعت کی خوشگوار فضا کو مکدر کرنے کی ناپاک کوشش کرنے لگا۔ مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی شہید فرماتے ہیں:

"خلیل داس کا فتنہ بنارس میں وہابیوں، دیوبندیوں کے بعد
چودہویں صدی کی سات دہائیوں کے بعد اپنی نئی گمراہیوں کے دستور
اساسی کے ساتھ اپنی خفیہ پناہ گاہ سے تولد ہوا جس نے بنارس کے اہلسنّت
وجماعت کو حیرت میں ڈال دیا اوراس کے گمراہ کن رسائل نے ایک عظیم
ہلچل پیدا کیا۔"[7]

خلیل داس کو راہ راست پر لانے کی علمائے اہلسنّت نے ہر ممکن کوشش کی۔ مفتی آگرہ حضرت علامہ مفتی شاہ عبدالحفیظ قدس سرہ (م 1958ء) نے خلیل داس کے باطل نظریات کے رد

میں مکمل ایک کتاب صیانۃ الصحابۃ عن خرافات بابا تحریر فرما کر زبردست گرفت فرمائی۔ مخدوم بنارس مولانا عبدالرشید نے فلاح الدارین کا خصوصی نمبر سوط اللہ عین اللہ کے نام موسوم فرما کر شائع کیا اور خلیل داس کے فتنے سے مسلمانان بنارس کے ایمان وعقیدے کی حفاظت فرمائی۔ اس رسالہ میں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری اور حضور مفتی اعظم مفتی شاہ مصطفیٰ رضا خاں قادری بریلوی کے فتوے بھی شامل ہیں۔ حضرت حجۃ الاسلام فرماتے ہیں:

"کلکتہ جاتے وقت باصرار بعض احباب کا بنارس اترنا ہوا۔ مقامی فضا مکدر پائی۔ فروعی اختلافات رونما تھے۔ فقیر نے فریقین میں اصلاح ذات بین کی کوشش کی۔ پھر علاج کے لیے کلکتہ روانہ ہو گیا۔"[8]

حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کلکتہ سے واپسی پر بنارس دوبارہ تشریف لائے اور آپ نے اس دفعہ بھی بابا خلیل داس کو سمجھانے کی کوشش کی۔ خلیل داس حضرت حجۃ الاسلام کے سامنے تو وعدہ کر لیتے مگر بنارس سے حضرت کے تشریف لے جانے کے بعد وعدہ خلافی کرتے اور اپنی پرانی روایت کو برقرار رکھتے حضرت مخدوم بنارس فرماتے ہیں:

"انصاف پسند مسلمانوں سے عرض ہے کہ خاکسار کو اس فتویٰ کو عام طور پر شائع کرنے کی اس حالت میں ضرورت نہ ہوئی جبکہ نجی سمجھوتوں سے جناب خلیل داس صاحب کی اصلاح ہو جاتی۔ ایک مخصوص نشست میں حاجی جلال الدین صاحب کے مکان پر جمعہ کے روز خاص طور پر خلیل داس صاحب کو سمجھایا گیا۔ اس نشست میں یہ خاکسار اور حامد رضا خاں صاحب مدظلہم العالی اور خلیل داس صاحب تھے اور کوئی چوتھا نہ تھا۔ خلیل داس صاحب نے ان باتوں کو جو ان سے کہیں گئیں اس وقت تو مان لیا اور ان کے پورا کرنے کا وعدہ کر لیا۔ مگر اس کے بعد انہوں نے اس پر عمل نہ کیا اور وعدہ پورا نہ فرمایا پھر حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب مدظلہم العالی کی دوبارہ تشریف آوری کے وقت مولانائے موصوف اور مولانا محمد نعیم الدین صاحب مدفیوضہ، نے سمجھایا اور جو کچھ ان حضرات نے فرمایا اسے اس وقت خلیل داس صاحب نے مان لیا اور وعدہ کر لیا۔ پھر ان پر عمل نہ کیا اور وعدہ پورا نہ فرمایا۔"[9]

مذکورہ بالا اقتباس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت حجۃ الاسلام اور دیگر علمائے اہلسنّت نے خلیل داس کو سمجھانے کی ہر امکانی کوشش کی مگر بار بار وعدہ کرنے کے باوجود وہ اپنے پرانے نظریات کو نہیں چھوڑتے اور اسی پر قائم رہتے۔

ایک بار حضرت حجۃ الاسلام نے بغیر کسی پروگرام کے اچانک بنارس جانے کی تیاری شروع کر دی اور خادم کو حکم دیا کہ جلد تیار ہو جاؤ بنارس چلنا ہے، گھر والے بھی حیران کہ اچانک ایسی کیا بات ہوگئی کہ بنارس جانا پڑ رہا ہے لوگوں نے عرض کی حضور موسم بھی ناسازگار ہے اور ہر طرف سیلاب ہے، خصوصاً بنارس واطراف میں سیلاب کا زیادہ زور ہے اس لیے ایسی حالت میں سفر مناسب نہیں ہے۔

مگر حجۃ الاسلام نے کسی کی نہیں سنی اور بنارس کے لیے گھر سے نکل پڑے اور ٹرین کے بعد کشتیوں اور پالکیوں سے بنارس کے ایک غیر معروف مقام پر پہنچ گئے، حضرت کے وہاں پہنچتے ہی ایک بزرگ نے بڑی بیتابی سے اٹھ کر آپ کا استقبال کیا جیسے وہ آپ ہی کے منتظر ہوں۔

حجۃ الاسلام سے ملاقات کے بعد وہ بزرگ بیٹھ گئے اور آپ بھی ان سے بہت قریب مگر مؤدب طریقہ پر دوزانو ہو کر بیٹھ گئے اور پھر دونوں ایک دوسرے سے اتنا قریب ہوئے کہ ایک دوسرے سے مل گئے، اب ان بزرگ نے اپنے دامن کو تین بار حجۃ الاسلام کی طرف جھٹکا پھر حجۃ الاسلام بڑے ہی اطمینان کے ساتھ ان سے مل کر رخصت ہوئے اور بنارس میں کسی کے یہاں رکے بغیر بریلی شریف واپس آگئے۔ سفر میں آپ کو کوئی دقت بھی نہ ہوئی، اس دن حجۃ الاسلام نے ذکر الٰہی بہت دیر تک کیا جس سے آپ کے چہرے پر ایک عجیب نکھار پیدا ہو گیا۔ آپ تو پہلے ہی حسین اور نکھرے سنورے چہرہ والے تھے کہ دیکھنے والے فدا ہو جاتے تھے اور جانے کتنے تاریک دل ان کے چہرے کے نور سے نور ایمان پا جاتے تھے، مگر اس روز سے نورانیت میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔ یہ راز آج تک نہیں کھل سکا کہ ان بزرگ نے آپ کو کیا دیا، کوئی خبر، کوئی پیغام یا کوئی امانت۔ یہ تو یہی دونوں بزرگ جانیں۔ ولی ہی ولی کو پہچانتا ہے، ایک ولی کو خبر ہوئی اور وہ دوسرے ولی سے ملنے کے لیے اچانک بہ ہزار دشواری بنارس پہنچ گیا۔ [10]

بنارس کے ایک مرید آپ سے بے پناہ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ ایک بار انہوں نے آپ کی دعوت کی۔ احباب میں گھرے رہنے کے سبب آپ ان کے یہاں وقت پر کھانے میں نہیں پہنچ سکے۔ ان صاحب نے کافی انتظار کیا اور جب آپ نہ پہنچے تو گھر میں تالا لگا کر بیوی کے ساتھ کہیں چلے گئے۔ ہجوم ختم ہونے کے بعد جب آپ ان کے یہاں تشریف لے گئے تو دیکھا

کہ گھر میں تالا لگا ہوا ہے اور صاحب خانہ ندارد۔ آپ مسکراتے ہوئے لوٹ آئے، بعد میں آپ سے ایک ملاقات میں انہوں نے اپنی ناراضگی کا اظہار بھی کیا لیکن حجۃ الاسلام نے بجائے ان پر ناراض ہونے یا اپنی ہتک عزت محسوس کرنے کے انہیں الٹا منایا اور ان کی دلجوئی فرمائی۔ یہ تھی احباب کے ساتھ آپ کی شان رحیمی وکریمی اور یہی شان ولایت بھی ہے۔ [11]

بنارس میں آپ کے تبلیغی دورے بہت ہوا کرتے تھے، یہاں کا ایک ہندو جس کی شادی کو برسوں ہو گئے تھے مگر کوئی اولاد نہیں ہوتی تھی۔ جب وہ اپنے پنڈتوں اور گروؤں سے مایوس ہو گیا تو آپ کا شہرہ سن کر حاضر خدمت ہوا اور آپ سے اولاد کے لیے درخواست کی۔ آپ نے اسے دعوت اسلام دی تو اس نے شرط رکھی کہ اگر لڑکا ہو گیا تو مسلمان ہو جاؤں گا اس پر آپ نے فرمایا ایک نہیں دو اور نام بھی تجویز فرما دیا۔ ایک سال کے بعد اس غیر مسلم کے یہاں لڑکا ہوا اور اس کے چند سال بعد دوسرا لڑکا ہوا۔ چنانچہ اولاد کی پیدائش کے بعد وہ آپ کے ہاتھوں پر مشرف بہ اسلام ہو گیا اور آپ سے مرید بھی ہو گیا۔ بنارس کی دعوت کا واقعہ آپ کی دعا سے پیدا ہونے والے اسی شخص کے بڑے لڑکے کا ہے۔ [12]

حضور حجۃ الاسلام ایک صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے۔ ایک مرتبہ قیام بنارس کے دوران مدنپورہ میں واقع برتلہ مسجد میں نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ وہاں ایک بزرگ کی مزار بھی ہے۔ اس پر فاتحہ خوانی کے لیے حاضر ہوئے تو آپ کی ایک کرامت پیش آئی جسے مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی شہید نے مشائخ قادریہ رضویہ میں تحریر فرمایا ہے:

> "ایک مرتبہ حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ مدنپورہ بنارس میں تشریف لائے۔ ادائے نماز کے لیے مسجد برتلہ میں تشریف لے گئے۔ بعد نماز مسجد مذکور میں واقع مزار شریف پر فاتحہ پڑھنے لگے۔ چند ہی لمحوں کے بعد اچانک آپ نے قدم کو پیچھے ہٹا لیا۔ اور ارشاد فرمایا: یہ قبر اپنی اصلی جگہ پر نہیں ہے؟ لوگوں نے جب اس بات کو سنا تو کہا کہ حضور! صف میں دشواری ہو رہی تھی۔ جس کی وجہ سے تابوت کو ذرا کھسکا دیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ فوراً اس تابوت کو اس کے اصل جگہ پر رکھا جائے۔" [13]

حضور حجۃ الاسلام سحر و آسیب زدہ افراد کو اپنی دعاؤں اور عمل سے مکمل صحت یاب فرمادیا کرتے تھے۔ بنارس جب آپ تشریف لاتے تو آپ سے استفادہ کرنے کے لیے عوام اہلسنّت کا ایک جم غفیر آپ کے پاس جمع ہو جاتا۔ صاحب مشائخ قادریہ رضویہ نے بنارس کے ہی ایک اور واقعہ کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

"ایک مرتبہ آپ مدنپورہ بنارس تشریف لائے۔ لوگوں کو جب علم ہوا کہ حضرت آسیب زدہ کو فی الفور صحت یاب فرمادیتے ہیں تو لوگوں کی بھیڑ جمع ہوگئی اور متعدد لوگوں نے اپنی حاجت بیان کی۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ مریض کے کپڑے کو سامنے لاؤ۔ آناً فاناً کپڑوں کا انبار لگ گیا۔ آپ نے ان تمام کپڑوں کو بنظر غور دیکھا اور اس میں سے چند کپڑوں کو الگ کر کے ارشاد فرمایا کہ یہی لوگ اصلی مریض ہیں۔ باقی سب یوں ہی ہیں ان کو آسیب کا کوئی عارضہ نہیں ہے۔ ان کپڑوں پر آپ نے کچھ پڑھا۔ چند ہی دنوں میں وہ تمام مریض صحت یاب ہو گئے اور پھر کبھی آسیبی خلل میں گرفتار نہ ہوئے۔ انہیں میں سے ایک شخص پر اتنا خطرناک قسم کا جن تھا جو رات میں چھتوں کی منڈیر پر خوب دوڑتا تھا۔ گھر والے اس کی اس حرکت سے کافی پریشان تھے۔ اور ہمہ وقت خطرہ لاحق رہتا کہ کہیں چھت سے نیچے گر کر ہلاک نہ ہو جائے۔ حضرت کی دعا سے وہ خبیث جن بھی تائب ہوا اور اس مذکورہ شخص کو چھوڑ دیا جس سے وہ صحت یاب ہو گیا۔" [14]

حجۃ الاسلام کی ذات بابرکات سے بنارس کی تاریخ وابستہ تھی اور آپ کی خداداد مقبولیت کی بہاروں سے پورا بنارس شگفتہ و معطر تھا۔ علم و فضل اور زہد و تقویٰ کی روشنی نے پورے بنارس کو منور و مجلّٰی کر رکھا تھا۔ میں بے حد شکر گزار ہوں ماہر رضویات مفتی ڈاکٹر امجد رضا امجد صاحب کا کہ انہوں نے اس عظیم موضوع کی جانب توجہ مبذول کرائی اور بنارس کے ایک زریں باب کو رقم کرنے کی میں نے کوشش کی اور ساتھ ہی حاجی عبد المجید حامدی بن عبد الغفور مرحوم کا بھی، جنہوں نے اپنی ضعیفی اور علالت کے باوجود حضور حجۃ الاسلام اور بنارس کے تعلق سے کافی معلوماتی باتیں

بتائیں اور انجمن اشاعت الحق اور اس دور کے کافی تحریری سرمایہ کو فراہم کیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان دونوں بزرگوں کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین!

حوالہ جات:

1۔ کھلی چھٹی، الحیات پریس سرائے ہڑہا 1931ء ص 5

2۔ ایضاً ص 8

3۔ رجسٹر جامعہ حمیدیہ رضویہ، مدنپورہ، بنارس

4۔ ہفت روزہ فلاح الدارین بنارس، یکم اگست 1930 ص 9

5۔ روداد انجمن اشاعت الحق بنارس ص 4

6۔ ہفت روزہ فلاح الدارین بنارس، یکم اگست 1930 ص 9

7۔ ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور، ستمبر 1997ء ص 31

8۔ سوط اللہ علیٰ عین اللہ ہفت روزہ فلاح الدارین کا فتویٰ نمبر ص 44

9۔ ہفت روزہ فلاح الدارین بنارس، 6 مارچ 1931 ص 8

10۔ فتاویٰ حامدیہ، مرتبہ مفتی عبد الرحیم نشتر فاروقی، زاویہ پبلی شرز، لاہور 2004، ص 76، 77

11۔ فتاویٰ حامدیہ، ص 70

12۔ فتاویٰ حامدیہ ص 75

13۔ مشائخ قادریہ رضویہ، مولانا عبد المجتبیٰ رضوی، المجمع المصباحی مبارک پور، 2002، ص 494

14۔ ایضاً ص 495

☆☆☆

خانقاہ شاہ ارزانی کے حوالے سے

حجۃ الاسلام اور عظیم آباد

انوار محمد عظیم آبادی، ایڈیٹر زبان ادب

بزرگان تصوف کی تاریخ میں حضرت شاہ ارزانی قدس سرہٗ العزیز کا نام نہایت ہی ادب واحترام سے لیا جاتا ہے۔ حضرت ارزانی کی درگاہ بھی مشہور ومعروف اور بڑی ہی بافیض درگاہ ہے جہاں ہر زمانے میں تاریخ کی بڑی بڑی شخصیتیں حاضر ہوتی رہیں اور پھر صدیوں تک اس خانقاہ کی علمی سرگرمیوں کا بھی ایک شاندار سلسلہ رہا ہے۔ یہاں کے مختلف سجادگان نے نہ صرف یہ کہ اپنے اپنے زمانے میں یادگار کارنامے انجام دیئے بلکہ تصنیفات وتالیفات کی دنیا میں بھی انہوں نے اپنا اپنا مقام پیدا کیا ہے اور دیگر علمی وروحانی مراکز سے اپنا معنوی رابطہ قائم رکھنے میں اُنہیں خاطر خواہ کامیابی ملتی رہی ہے۔ اس کی ایک نمایاں مثال سجادگان ارزانی اور اکابرین بریلی شریف ومارہرہ شریف کے علمی روابط کا مختصر ترین جائزہ لینے سے بھی بخوبی تمام سامنے آسکتی ہے۔

مذکورہ بیان کو ذرا اور کھول کر سامنے لانے کے لیے، بصورت تمہید شجرۂ قادریہ حضرت شاہ ارزانی اور شجرۂ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا شانہ بشانہ تجزیاتی مطالعہ یقیناً مفید مطلب ہوسکتا ہے۔ موخر الذکر شجرہ شریف میں ایک بزرگ حضرت جمال الاولیا قدس سرہٗ کا اسم شریف ملتا ہے جن کا سلسلہ ایک طرف گیارہ واسطوں سے حضرت غوث پاک تک پہونچ جاتا ہے اور دوسری طرف یہی سلسلہ آگے بڑھتا ہے تو آٹھ واسطوں سے حضرت ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہٗ تک آجاتا ہے جو کہ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے پیرومرشد ہیں۔

دراصل حضرت جمال الاولیا کے ذکر کی یہاں حسب موضوع خاص اہمیت یہ ہے کہ وہ حضرت شاہ ارزاں قدس سرہٗ کے ہم عصر بزرگ ہیں۔ ان کا زمانہ ۹۷۳ھ - ۶۶ - ۱۵۶۵ء سے

۱۰۴۷ھ/ ۱۶۳۸ء تک ہے اور کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہی دور ہندوستان میں حضرت شاہ ارزانی رحمۃ اللہ علیہ کی آمد، صوبہ بہار میں اقامت اور شہر پٹنہ میں قیام اور یہیں وصال پانے کا عہد بھی ہے، جن کا سلسلۂ تصوف محض چار واسطوں سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی تک پہونچتا ہے اور آگے بڑھتا ہے تو پانچ واسطوں سے حضرت شاہ عباداللہ (متوفی ۱۲۶۰ھ/ ۱۸۴۴ء) تک آجاتا ہے جو کہ حضرت شاہ غلام نجف قدس سرہٗ کے پیر و مرشد ہیں حضرت شاہ نجف، خانقاہ ارزانی کے آٹھویں سجادہ نشین گزرے ہیں جو کہ ۱۲۶۰ھ/ ۱۸۴۴ء سے ۱۳۰۸ھ/ ۹۱۔۱۸۹۰ء تک زیب سجادہ رہے۔ اُن کے بعد ۱۳۱۶ھ/ ۹۹۔۱۸۹۸ء تک حضرت حیدر علی، پھر ۱۳۸۷ھ/ ۶۸۔۱۹۶۷ء تک حضرت شاہ حامد حسین اور اس کے بعد حضرت عاشق حسین سجادہ نشین رہے جن کا سالِ وفات ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء ہے ان میں سے حضرت شاہ غلام نجف، حضرت شاہ حیدر علی اور حضرت شاہ حامد حسین قدس سرہم حضرت شاہ امام احمد رضا بریلی اور اُن کے صاحبزادے حضرت حامد رضا بریلوی کے ہم عصر ہیں جب کہ حضرت شاہ حیدر علی، حضرت شاہ حامد حسین اور حضرت شاہ عاشق حسین قدس سرہم مفتی اعظم حضرت مصطفےٰ رضا خاں نوری نور اللہ مرقدہٗ کے ہم زمانہ ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ان بزرگوں کے دور میں درگاہ ارزانی اور خانقاہ بریلی و مارہرہ کے روحانی و علمی روابط بہت ہی خوش گوار اور استوار رہے ہیں اور بلاشبہ بزرگان مارہرہ و بریلی کے علمی ثمرات اور ان کی تالیفات سے استفادہ کی کافی صورتیں پیدا ہوئی ہیں۔

حضرت شاہ ارزانی رحمۃ اللہ کی بارگاہ میں، بہ زمانہ حضرت شاہ نجف، فاضل بریلوی حضرت احمد رضا شاہ قادری (۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۶ء تا ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) کی حاضری کے واقعات معروف ہیں۔ جیسا کہ بزرگوں سے سنا گیا ہے، جناب قاضی وحیدالدین عظیم آبادی وغیرہ کے ہمراہ حضرت رضا کی اس آستانہ شریف پر حاضری کچھ ایسے والہانہ اور عقیدت مندانہ انداز سے ہوئی تھی کہ کافی دوری ہی پر آپ سواری سے اُتر گئے تھے اور معتقدین کی حیرت رفع کرتے ہوئے آپ نے فرمایا تھا کہ مزار اقدس پر ہونے والی بارش انوار کے چھینٹے ''یہاں'' تک پہونچ رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ: حضرت رضا نے یہ بات اُس جگہ کے قریب کہی تھی جو آج ''شاہ گنج'' سے منسوب ہے۔ حضرت احمد رضا بریلوی کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے حجۃ الاسلام حضرت حامد رضا خان (۱۲۹۱ھ/ ۱۸۷۵ء تا ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) کی بھی آستانہ ارزانی پر حاضری کا تذکرہ، بزرگوں کی زبانی مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے شاگرد اور خلیفہ حضرت مولانا محمد فضل کریم علیہ الرحمۃ کو لے کر بھی یہاں تشریف لائے تھے اور انہوں نے ازراہ احترام، شاہراہ پر ہی اپنی نعلین اُتار دی تھی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت شاہ حامد رضا کا علمی فیضان بہت

ہی خاص انداز سے یہاں پہونچا ہے۔ صرف یہ ایک حسن اتفاق نہیں کہ ان کے دور میں، ان ہی کے ہم نام بزرگ سجادۂ ارزانی پر رونق افروز رہے بلکہ اس سے کہیں زیادہ خوشگوار اتفاق یہ ہے کہ حضرت شاہ حامد رضا کے شاگرد اور خلیفہ حضرت مولانا محمد فضل کریم علیہ الرحمۃ عرصہ دراز تک درگاہ شریف کی مسجد میں امامت وخطابت کا فریضہ انجام دیتے رہے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ حضرت مولانا محمد فضل کریم علیہ الرحمۃ کے شاگرد خاص حضرت شاہ عاشق حسین اس خانقاہ کے گیارہویں سجادہ نشیں ہوئے جنہیں فاضل بریلوی کے خلیفہ ملک العلما مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ سے بھی شرف تلمذ حاصل تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ اواخر انیسویں صدی کے زمانے میں اس خانقاہ سے مارہرہ اور بریلی کے اکابرین کا بہترین علمی رابطہ ایک خاص انداز اور تسلسل کے ساتھ بہترین علمی نتائج سامنے لاتا رہا۔ اس زمانے میں نہ صرف یہ کہ حضرت رضا اور ان کے صاحبزادے حضرت حامد رضا نے آستانۂ شاہ ارزاں پر حاضری کی سعادت حاصل کی بلکہ مفتی اعظم حضرت مصطفیٰ رضا خاں نور اللہ مرقدہٗ کی حاضری بھی ہوئی۔ ایسے حضرات موجود ہیں جنہوں نے ایک ولی کی ولی کے دربار میں حاضری کا انداز اور وہاں ان کے تا دیر مراقب ہونے کا منظر دیکھا ہے۔

مارہرہ شریف سے خانقاہ ارزانی کے سجادگان کا علمی رابطہ کس قدر استوار تھا اس کا اندازہ بروقت صرف اس بات سے ہوسکتا ہے کہ حضرت حامد حسین کی ''کتاب المیلاد'' کے لیے قطعات تاریخ لکھنے والوں میں پہلا نام درگاہ مارہرہ کے سجادہ نشین حضرت شاہ علی احسن کا ہے انہوں نے ''ہے یہ ذکر میلاد رسول'' سے تاریخ نکالی ہے۔ حضرت احسن کا یہ قطعہ کتاب میں شامل ہے۔ اسی طرح بریلی شریف کے فیضان علم وادب اور خصوصاً حضرت شاہ احمد رضا بریلوی کے فتاوے سے، یہاں کی علمی ومذہبی اور تصنیفی سرگرمیوں میں، گزشتہ صدی کے دوران جو کچھ غذا حاصل کی جاتی رہی ہے اور جس طرح علمی وروحانی رابطہ کے استحکام میں پیش رفت کا سلسلہ جاری رہا ہے وہ بھی مطالعہ کا خاص موضوع ہے۔ اگر صرف ایک آدھ مثالیں مطلوب ہوں تو کہا جاسکتا ہے کہ گزشتہ صدی میں ایک مرتبہ عید الاضحیٰ کے تعلق سے اختلاف رویت کے بعد، یہاں سے جو مبسوط علمی رسالہ شائع ہوا تھا، اس میں حضرت امام احمد رضا کا رسالہ متعلقہ رویت ہلال بھی شامل اشاعت تھا۔ افسوس کہ فی الوقت یہ رسالہ سامنے نہیں کہ اس کی مزید تفصیل لکھی جائے۔ البتہ ایسی

مثال کے لئے دعائے قنوت نازلہ کے موضوع پر ۱۳۶۴ھ/ ۴۵۔۱۹۴۴ء میں اشاعت یافتہ ایک اور رسالہ ہمارے سامنے ہے۔اس میں جناب سید محمد ہاشم عرف حسنو، پٹنہ کے ذریعہ،قنوت نازلہ کے بارے میں پوچھے گئے فقہی سوال کا جواب علمائے کرام کی تصدیقات کے ساتھ حضرت سید شاہ عشق حسین کے قلم سے مہیا کیا گیا ہے۔تصدیق کرنے والے علما میں حضرت عاشق کے استاذ گرامی حضرت مولانا محمد فضل کریم،(خلیفہ حضرت شاہ حامد رضا) حضرت ملک العلما محمد ظفر الدین رضوی ہی شامل نہیں بلکہ ہمارے لیے بہت ہی خاص بات یہ بھی ہے کہ اس کتاب میں مہری دستخط کے ساتھ علمائے بریلی کے تصدیق ناموں کو جگہ ملی ہے۔شاید یہ منفرد رسالہ ہے جس میں ص ۱۲ اور ص ۱۳ پر ایک ساتھ حضرت احمد رضا بریلوی اور ان کے دونوں صاحبزادوں کی مہر کا عکس دیکھا جاسکتا ہے۔اگرچہ ابھی اس سلسلہ میں بہت کچھ لکھنے کی گنجائش باقی ہے لیکن فی الوقت یہ اشارات بھی یہ بتانے کے لیے از بس کافی ہو سکتے ہیں کہ گزشتہ صدی میں حضرت شاہ ارزاں قدس سرہٗ کی خانقاہ اور علمائے ماہرہ و بریلی کے علمی وروحانی روابط تاریخ کے ایک درخشاں باب کا درجہ پا چکے ہیں۔

اللہ اللہ رے شان شاہ ارزاں
کیا سمجھے کوئی عز و جاہ شاہ ارزاں
قدر اس کی ملائک کے دلوں سے پوچھو
قیمت میں گراں ہے بارگاہ ارزاں

عطا کاکوی

□□□

باب دہم

حجۃ الاسلام اور منظر اسلام

حجۃ الاسلام اور منظر اسلام

مولانا ریاض حیدر حنفی
سابق صدر المدرسین دارالعلوم حشمت الرضا حشمت نگر پیلی بھیت شریف

اللہ رب العزت علم نافع کی دولت سے سرفراز فرما کر اپنے جن نیک بندوں کو دنیا و آخرت میں مالا مال فرماتا ہے ان کو علمائے ربانی کہا جاتا ہے۔ انسانوں کا یہی وہ اعلیٰ اور مصلح قوم وملت طبقہ ہے جو شب و روز مخلوق کی علمی وروحانی تربیت وتعلیم میں سرگرم عمل رہتا ہے۔ اس کی امتیازی شان اور نمایاں خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ زندگی کے نازک سے نازک مرحلہ میں اسلامی مفاد کے خلاف ایک قدم بھی نہیں اٹھاتے۔ یعنی سرفروش تو ہو سکتے ہیں ضمیر فروش نہیں ہو سکتے۔ ان کے سامنے مال وزر کا انبار لگا ہو۔ بڑے بڑے ظالم وجابر حکمرانوں کے دربار میں پیش کئے جائیں۔ ان کو دنیا کا عظیم سے عظیم منصب دیا جائے مگر دنیا کا عظیم سے عظیم منصب ٹھکرا دیں اور ان کے لبوں پر جب کوئی کلمہ آئے تو کلمہ حق آئے۔ ذہن ودماغ میں جو تصور ابھرے گا وہ حق وصداقت کے جذبات واحساسات سے زندہ وتابندہ ہوگا۔ جو قدم اٹھے گا اس میں خدا ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضامندی وخوشنودی کا پر خلوص عزم شامل ہوگا۔ یہ سراپا مبارک ومسعود ہستیاں اپنے ماحول میں صلاح وفلاح کا روشن چراغ ہوتی ہیں انسانوں کے لیے شاہراہ حیات پر ہدایت وارشاد کی جگمگاتی ہوئی کرنیں ہوتی ہیں۔ انہیں نفوس قدسیہ میں شہزادۂ اعلیٰ حضرت شیخ الانام حضور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان ایک ممتاز مقام پر فائز ہیں۔

آپ نے اپنے زمانہ میں وہ کارہائے نمایاں انجام دئے جو آپ ہی کا حصہ ہے۔ رشد وہدایت، تصنیف وتالیف، تحقیق وتصدیق، تراجم کتب اعلیٰ حضرت وغیرہا بے شمار اہم دینی امور سے اسلام وسنیت کی جو بہترین خدمات انجام دیں یہ سعادت آپ کے لیے ازل میں مقدر ہو چکی تھی۔ انہیں کارہائے نمایاں میں عظیم الشان اور اہم کارنامہ منظر اسلام کو معرض وجود میں لانا

بھی ہے۔ بریلی شریف، جہاں امام اہل سنت حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم وفضل کا دریا بہہ رہا تھا وہاں ایک مرکزی دارالعلوم کی سخت ضرورت تھی۔ اسی ضرورت کے پیش نظر حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے والد ذیشان مفتی عرب وعجم سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے حکم وارشاد سے ۱۳۲۲ھ میں ایک دارالعلوم کی بنیاد ڈالی۔ جس کا تاریخی نام منظر اسلام رکھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ دارالعلوم آسمان علم وفضل کی آخری سرحدوں تک پہونچ گیا۔ باذوق طالبان علوم نبویہ اپنی علمی تشنگی بجھانے کے لیے مرکز اہل سنت بریلی شریف کی طرف رواں دواں ہو گئے۔ آپ کے دور اہتمام کے منظر اسلام کا منظر علامۂ زماں مولانا شاہ سراج الدین صاحب نقشبندی رامپوری قدس سرہٗ کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

ان میں سے تمام ہندوستان میں اس وقت جو دبدبہ وشوکت وجاہ وحشمت اور اقبال وہمت وقوت وسرعت ظاہری ومعنوی علمی عملی حق تعالیٰ نے جناب حامئ دین متین وارث برحق حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی متع اللہ المسلمین بطول بقاہ کو جس قدر عطا فرمایا ہے وہ آفتاب سے زیادہ روشن ہے اور ان کی سعئ بلیغ مقبول فی الدین اور آپ کی تصانیف مبارکہ رد مبطلین سے مدلل اور مبرہن ہیں اور بے شبہ مصداق ہیں مضمون حدیث ہٰذا کے۔ ان اللہ جند کل بدعۃ کید بھا الاسلام ولیا من اولیانہ یذب عن دینہ بے شک ہر بدعت و بدمذہبی جس سے اسلام پر داؤ کیا جائے اس کے مقابل اللہ کا لشکر اس کے اولیاء میں کوئی ولی ہوتا ہے جو اس کے دین کا دفع کرتا ہے۔ حضرت مولانا کے فیضان کا ادنیٰ اثر یہ ہے کہ ان کے فرزند ارجمند صاحب ہمت بلند جامع انحاء سعادت ماحئ بدعت، حامل لوائے شریعت قرۃ عین العلماء مولوی حامد رضا خانصاحب طول عمرہ وزید قدرہ نے ایک مدرسہ خاص اہل سنت کے بنام منظر اسلام بنیاد ڈالی جس کی صرف بریلی والوں کے لیے نہیں بلکہ تمام اہل سنت ہندوستان کے واسطے اشد ضرورت تھی اس کے وجوہ اور خوبیاں روداد مدرسہ اور اس کے مقاصد کے ملاحظہ سے مفصل ہونگی۔

ان ایام میں جلیل القدر معلمین اور طلباء کاملین سے منظر اسلام کا منظر کتنا دلکش تھا اور تعلیم کتنی ٹھوس تھی مولانا نقشبندی علیہ الرحمہ طلبہ کا امتحان لینے کے بعد یہ تاثر سپرد تحریر کرتے ہیں۔

بتقریب امتحان سالانہ مدرسہ مذکور حسب الطلب فقیر راقم الحروف وہاں حاضر ہوا اور احوال مدرسہ ومدرسین اور مبلغ علوم طلبہ اور طرز تعلیم سے واقف ہوا ہر قسم کے طلبہ مبتدی ومتوسط ومنتہی کے

متعدد جلسہ امتحان میں شریک اور علوم دینیہ ضروریہ معقول ومنقول خصوصاً علم تفسیر وحدیث وفقہ وسیر واصول وغیرہا میں امتحان کی کیفیت پر مطلع ہوا۔ الحمدللہ کہ ببرکت حسن سعی مدرسین اور خوبی انتظام ناظمین اکثر طلبۂ علوم دین کو مستعد اور اس بشارت سے مبشر پایا۔ لایزال اللہ یغرس فی ھذا الدین غرسا لیستعلھم فی طاعتہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ اس دین میں کچھ پودے لگاتا رہے گا۔ جن سے اپنی طاعت میں کام لے گا بالخصوص منتہی طلبہ کی علو ہمت اور حسن تقریر مطالب اور تحریرات فتاویٰ جو دیکھنے میں آئے اس سے نہایت شادمانی ہوئی۔

دارالعلوم منظر اسلام کے بے مثال تعلیمی ماحول سے متاثر ہو کر مولانا رام پوری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: اس مدرسہ مبارکہ جس کی نظیر اقلیم ہند میں کہیں نہیں ہے ایسی برکات فائز ہوں جو تمام اطراف وجوانب کے ظلمات اور کدورت کو مٹائیں اور ترویج عقائد حقہ منیفہ اور ملت بیضاء شریفہ حنفیہ کے لیے ایسی مشعلیں روشن ہوں جن سے عالم منور رہو۔

یہ نہیں کہ حضور حجۃ الاسلام قدس سرہٗ اپنے آپ کو تعلیم وتعلم سے دور رکھ کر صرف اور صرف بانی دارالعلوم منظر الاسلام تھے بلکہ معقول ومنقول کے اعلیٰ درجات کی کتابیں بھی آپ نے ایسی پڑھائیں کہ شاید ہی کسی نے پڑھائی ہوں۔۔۔۔ اور کیوں نہ ہو کہ بے مثال کی تعلیم بھی بے مثال ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ کی بے مثالی کی تصدیق خود امام اہلسنت مجدد اعظم دین وملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اکابر خلفاء کی موجودگی میں ان تاریخی کلمات سے کی کہ: ان جیسا عالم اودھ میں نہیں، اور کیا ہی اچھا کہا ہے کسی کہنے والے نے۔

وفی روح العلی حامد رضا من   غراس جدوۃ الغض الجدید

حضور حجۃ الاسلام شیخ الانام علیہ الرحمہ ظاہری وباطنی دونوں علوم کے جامع تھے۔ یہی وجہ ہے کہ علوم دینیہ کی ترویج واشاعت کو اپنی حیات کا اہم فریضہ تصور کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ کی مرضی وخوشی سے منظر اسلام کی بنیاد ڈال کر ملت اسلامیہ پر عظیم احسان فرمایا کہ ہزاروں تشنگان علم وفن اس سرچشمہ فیض سے سیراب ہو رہے ہیں طلباء کی تدریس اور قیام وطعام میں بنفس نفیس دلچسپی لیتے آپ کا دولت کدہ مہمانوں کے لیے مہمان خانہ اور طلباء کے لیے لنگر خانہ ہوتا۔ دارالعلوم کے انتظام وانصرام کے علاوہ جب آپ نے صدر المدرسین وشیخ الحدیث کا منصب سنبھالا تو دارالعلوم منظر اسلام پر جامعہ ازہر مصر کا شبہ ہوتا تھا آپ کی تعلیم وتربیت سے بڑے بڑے جید علماء فارغ التحصیل ہو کر شیخ الحدیث وشیخ العلماء ومناظر اعظم ہو گئے جو بجائے خود اپنے دور میں درس وتدریس، تعلیم وتربیت، رشد وہدایت تصنیف وتالیف کے امام شمار ہوتے ہیں۔

حجۃ الاسلام اور منظر اسلام

تحریر: محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی مرکزی دارالافتاء
۸۲ رسوداگران رضا نگر بریلی شریف

منظر اسلام کے تاسیسی پس منظر میں صحرائے نجد سے اٹھنے والا رسول دشمن کا وہ زہریلا طوفان تھا جو دیوبند کی فاسد توانائیوں سے سرشار ہو کر ملک کے گوشے گوشے اور چپے چپے میں ایک بلائے ناگہانی کی طرح پھیل گیا نتیجتاً اس طوفان کی زد میں آنے والے سادہ لوح مسلمان تذبذب کا شکار ہو گئے پھر تو ایسا قیامت خیز منظر سامنے آیا اور ایمان وعقیدہ کی آہنی چٹان میں ایسا شگاف پڑا کہ لوگ بریلوی (اہلسنت) اور دیوبندی دو مکتبہ فکر میں تقسیم ہو گئے۔

دین وایمان کے پرسکون سمندر میں بدعقیدگی کا پتھر پھینک کر سات سمندر پار سے آئے انگریزوں نے ایک پرشور زلزلہ برپا کر دیا ان کی گندی سیاست یہ تھی کہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈال کر عرصہ حکومت دراز کیا جائے کیونکہ انگریز یہ بخوبی جانتے تھے کہ مسلم ایک زندہ دل اور باطل شکن قوم ہے لہٰذا جب تک مسلمانوں میں بدعقیدگی کا زہر نہیں پھیلایا جاتا ہندوستان پر حکومت کا خواب جوئے شیر لانے کے مترادف ہوگا۔ چنانچہ انگریزوں کے اشارے پر مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی خاندانی روایت سے بغاوت کرتے ہوئے تقویۃ الایمان، صراط مستقیم جیسی زہریلی اور ایمان سوز کتابیں لکھیں اور پورے ملک میں آگ کے شعلے بھڑکا دیئے۔

یہ آتش طوفان دین وایمان کو خاکستر کرنے کے لئے کچھ کم نہ تھا کہ مولوی اسماعیل دہلوی کی ناپاک تحریروں کی روشنی میں علمائے دیوبند نے ایسے ایسے دو دو ورقی سہ ورقی رسالے تصنیف کئے جن سے الوہیت کا تقدس پامال ہو گیا اور ناموس رسالت مجروح ہو گئی ان رسالوں میں کہیں تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا خون کیا گیا کہیں ختم نبوت کی بیخ کنی کی گئی کہیں ذات باری پر امکان کا بہتان رکھا گیا غرض کہ اس طرح علمائے دیوبند نے ہزاروں ایسے گمراہ کن مسائل پیدا کئے جو اسلامی عقائد ونظریات سے یکسر متصادم تھے اور مسلمان بچارے جو سلف صالحین کے مسلک سے

وابستہ تھے وقت کے اس طوفان بلاخیز میں تنکے کی طرح ہچکولے کھا رہے تھے۔

ایسی سیاسی کشمکش اور مذہبی اضطراب میں بریلی کی دھرتی پر ایک امام احمد رضا کی ذات تھی جو مشترکہ ہندوستان کے مسلمانوں کی رہنمائی کا ذریعہ تھی انہوں نے اہل ایمان کی کشمکش میں اور نظریاتی بحران کے عالم میں اپنی باطل شکن تحریروں کے ذریعہ ایمان وعقیدے کی صحیح ترجمانی فرمائی اور باطل کی سرکوبی کا فریضہ انجام دیا۔ فاضل بریلوی نے دیکھا کہ رسول کے دشمن کا شعلہ بھڑک اٹھا جو ایسے سرد نہ ہوگا بلکہ شب وروز اس کی لو تیز ہوتی چلی جائے گی اور ایمان وعقیدے کے وادی و کہسار اس کی زد میں آتے چلے جائیں گے اور یہ حیات مستعار اس لمحے کی منتظر ہے کہ جس میں دھڑکنوں کو ابدی سکون مل جاتا ہے۔

اب سوال یہ تھا کہ تقدیس الوہیت اور ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی خالص ترجمانی کون کرے گا اور اس بدعقیدگی کے طوفان کون روکے گا حالات کے اس موڑ پر امام احمد رضا کی دوررس نگاہوں میں ایک حسین خواب جھلک رہا تھا جس کی تعبیر ایک اعلیٰ پیمانے کی دانش گاہ تھی جس میں مناظر ومحدث اور فقیہ ومفکر علماء کی ایسی جماعت تیار ہو جو ہر محاذ پر ایمان واسلام کی حفاظت اور تبلیغ وارشاد کا فریضہ انجام دیتے ہوئے فرقۂ ضالہ کی تردید کرتی رہے۔ امام اہلسنت کے ذہن میں باطل مذہبوں کی تردید، اہلسنت کی معیاری تعلیم اور نئی نسل کی عمدہ تربیت کا ایک مکمل خاکہ تھا آپ مذہبی تعلیم کے ذریعہ ذہنی بالیدگی اور فکری نشوونما کرکے علمائے اسلام کی ایسی منفرد جماعت تیار کرنا چاہتے تھے جو باطل قوتوں کی یلغار کو روک سکے ایسے حالات میں ایک اعلیٰ اور معیاری درسگاہ عظیم الشان تربیت گاہ کی تاسیس ناگزیر تھی حالانکہ ایک مذہبی درسگاہ کی ضرورت کا اندازہ آپ کے احباب کو بھی تھا آپ کی عدیم الفرصتی ان کی زبان کو روکے ہوئے تھی مگر مشیت ایزدی کو منظر اسلام کے قیام اور دین حنیف کا اعلام منظور ومقصود تھا چنانچہ ملک العلماء اور حجۃ الاسلام نے سید امیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ اس ضرورت کی طرف اعلیٰ حضرت کی توجہ مبذول کرائی اور سید صاحب نے کہا۔ ''حضرت اگر مدرسے کا قیام نہیں فرمایا تو بدعقیدہ لوگوں دیوبندیوں وہابیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہے گا اور میں قیامت کے دن شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آپ کے خلاف نالش کردوں گا یہ سننا تھا اور وہ بھی آل رسول کی زبان سے امام احمد رضا لرزہ براندام ہوگئے اور فرمایا سید صاحب آپ کا حکم بسر وچشم منظور ہے مدرسہ قائم کیا جائے اس کے پہلے ماہ کے اخراجات میں خود ادا کروں گا پھر بعد میں دوسرے لوگ اس کی ذمہ داری سنبھالیں گے۔ (تذکرۂ جمیل: ابراہیم خوشتر صدیقی علامہ، سنی رضوی اکیڈمی ماریشش، ص ۱۷۷)

امام احمد رضا خاں قادری بانی، حجۃ الاسلام مہتمم اور علامہ حسن رضا خاں صاحب منتظم ہوتے جبکہ سراج العلماء علامہ سلامت اللہ نقشبندی رامپوری نے اپنے معائنہ میں حجۃ الاسلام کو منظر اسلام کا بانی قرار دیا ہے۔

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت نے منظر اسلام کا تعلیمی افتتاح ملک العلماء اور مولانا عبد الرشید عظیم آبادی سے درس بخاری سے فرمایا۔ حجۃ الاسلام نے اہتمام کے ساتھ درس وتدریس کا بھی اہم فریضہ انجام دیا آپ نے معقولات ومنقولات کی اعلیٰ کتابیں بھی پڑھائیں۔ حجۃ الاسلام نے اپنے جس اہتمام کے ذریعہ تعلیمی وتدریسی میدان میں منظر اسلام کو ترقی کے بام عروج تک پہونچایا جس کا اندازہ حضرت علامہ سلامت اللہ صاحب نقشبندی مجددی رامپوری کی درج ذیل رپورٹ سے ہوتا ہے۔

حضرت مولانا (احمد رضا خاں قادری) کے فیضان کا ادنیٰ اثر یہ ہے کہ ان کے فرزند ارجمند صاحب ہمت بلند جامع انحاء سعادت، ماحی بدعت حامل لوائے شریعت قرۃ عین العلماء مولوی حامد رضا خاں صاحب طول عمرہ وزیدہ قدرہٗ نے بمشارکت بعض اہلسنت ایک مدرسہ خاص اہلسنت کے بنام ''منظر اسلام'' بنیاد ڈالی۔ جس کی صرف بریلی والوں کے لئے نہیں بلکہ تمام اہلسنت ہندوستان کے واسطے اشد ضرورت تھی اس کے وجوہ اور خوبیاں روداد مدرسہ اور اس کے مقاصد کے ملاحظہ سے مفصل ہونگی۔

بتقریب امتحان سالانہ مدرسہ مذکور حسب الطلب فقیر راقم الحروف وہاں حاضر ہوا اور احوال مدرسہ ومدرسین ومبلغ وعلوم طلبہ وطرز تعلیم سے ہر ہر قسم کے طلبہ مبتدی ومتوسط ومنتہی کے متعدد جلسہ امتحان میں شریک رہا اور علوم دینیہ ضروریہ معقول ومنقول خصوصاً علم تفسیر وحدیث وسیر اصول وغیرہا میں امتحان کی کیفیت پر مطلع ہوا۔ الحمد للہ! ثم الحمد للہ! کہ بہر کیف حسن سعی مدرسین اور خوبی انتظام ناظمین اکثر طلباء علوم دین کو مستعد اور اس بشارت کا مبشر پایا لایزال اللہ یغرس فی ھذا الدین غرسا یستعلمھم فی طاعتہ بالخصوص منتہی طلبہ کی علوہمت اور حسن تقریر مطالب اور تحریرات فتاویٰ جو دیکھنے میں آئے اس سے نہایت شادماں ہوا۔ الحمد للہ! اس مدرسہ کو حسن ترقی روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔ (روداد مدرسہ منظر اسلام سال دوم، ص ۵۰،۵۱)

اس رپورٹ سے منظر اسلام کا زریں منظر نگاہوں کے سامنے ہے کیسے تھے وہ ناظمین جنہوں نے منظر اسلام کی گود میں پروان چڑھنے والے عظیم فاضل کے ذریعہ دین وسنت پر ہونے والے باطل اور طاغوتی حملوں کا دندان شکن جواب دیا کیسے تھے، مدرسین جنہوں نے اپنے خون

جگر سے طلبہ کو مرد آہن بنا کر فرقہائے باطلہ کی سرکوبی اور ضلالت وگمراہی کے دبیز پردوں کا سینہ چاک کر دیا۔ کیسے تھے وہ مبلغین جنہوں نے اپنے علمی جوہر اور فن صلاحیت کے جذبہ سے مسلک اہلسنت کی ترویج واشاعت اور دین وسنت کا بول بالا کر دیا اور کیسے تھے وہ مصنفین ومناظرین جنہوں نے اپنی فکر انگیز تحریروں اور عطر بیز تقریروں کے ذریعہ باد مخالف اور حوادث زمانہ کا رخ موڑ کر ایک ایس انقلاب برپا کر دیا جس نے زنگ آلودہ پندار وخیال کے مقفل دروازے کھول دیئے اور دنیائے اسلام کو شعور وآگہی کی ظفر مند سوغات بخشی۔

حجۃ الاسلام نے اپنی خداداد صلاحیتوں کے ذریعہ اپنی خاندانی روایتوں کو برقرار رکھتے ہوئے باطل شکنی اور حق سازی میں اہم رول ادا کیا آپ بیک وقت منظر اسلام کے مہتمم بھی تھے مدرس بھی محدث بھی اور مبلغ بھی تھے آپ کی بے لوث خدمات کی تفصیل درجہ ذیل رپورٹ سے معلوم ہوتی ہے جسے حضرت مولانا شفاعت الرسول صاحب رامپوری نے منظر اسلام کے چودہویں سالانہ جلسہ کے موقع پر تیار کیا تھا۔

الحمدللہ! کہ بتوجہ وسرپرستی اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ مولانا مولوی مفتی حاجی قاری شاہ احمد رضا خاں صاحب قادری بریلوی مدظلہ الاقدس وبہی خواہان مدرسہ اراکین ومنتظمین امسال مدرسہ منظر اسلام معروف بہ اہلسنت وجماعت بریلی کا چودھواں سالانہ جلسہ مسجد بی بی جی میں نہایت خیر وبرکت سے ہوا۔

یہ بات حضرات خلفاء کرام کثرھم تعالیٰ امثاُھم پر بخوبی روشن ہے کہ اس وقت کفر وضلالت، الحاد وبدمذہبی کا طوفان عظیم برپا ہے اور چاروں طرف سے بدمذہبوں کا نرغہ حنفیہ پر کیا جارہا ہے۔ لیکن اس مبارک مدرسہ نے مسلمانوں کو نیچریت وغیر مقلدیت ووہابیت کی مذہبی وباد خارشت سے بچا کر سچی سنیت اور پکی عقیدت کی روحانی اور مقدس تعلیم دی ہے اور یہ ایسا احسان عظیم ہے جس پر ہم اور ہماری آئندہ نسلیں عہدہ برآنہیں ہوسکتی ہیں۔ یہی وہ درسگاہ ہے جس میں خالص مخلص مذہب حقہ اہلسنت کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اگر ہندوستان اور ہندوستان کے سچے مسلمان اس مایہ ناز مدرسہ کی قدر نہ کریں تو وہ بڑے ناحق شناس ثابت ہوں گے اس کے لائق مہتمم فاضل ادیب زمانہ فقیہ یگانہ جناب صاحبزادہ مولانا مولوی حاجی محمد حامد رضا خاں صاحب قادری ہیں۔ جنکی محنت شاقہ اور انتھک کوششوں نے مدرسہ کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ اپنی تمام ضروریات چھوڑ کر ہر وقت اسی کی نگہداشت فرماتے ہیں۔ کیا ایسے سچے دلسوز ہمدرد کی قدر افزائی ہمارا فرض اخلاق واسلام نہیں کیا ہم مذہب وبرکات مذہب کو بالکل پس پشت ڈال دیں گے۔ کیا

اس لاثانی وروحانی مدرسہ کی خدمت کا فرض ہمارے اوپر عائد نہیں ہوتا۔ سب سے زیادہ سنیوں کی خوش قسمتی کا یہ سبب ہے کہ حضرت مولانا مولوی شاہ ظہور الحسین صاحب نقشبندی مجددی رامپوری مدظلہ جو علوم معقول ومنقول کے جید عالم ہیں اس مدرسہ کے صدر مدرس ہیں آپ کے باعث طلبہ جوق در جوق چلے آرہے ہیں۔ اپ کا تبحر علمی خصوصاً فن معقول میں کسی خاص تشریح کا محتاج نہیں آپ کے دم قدم سے مدرسہ کو بڑی رونق حاصل ہوئی ہے۔ اور آپ کی کوششوں کا یہ نتیجہ ہے کہ اس سال جلسہ میں آٹھ فارغ التحصیل ہوئے جن کو سند اور دستار اسی جلسہ میں دی گئی۔
(ہفت روزہ دبدبہ سکندری بابت، ۱۸ردسمبر ۱۹۱۶ء، جلد ۵۳، ص ۵)

حجۃ الاسلام اپنے متعلق چھوٹے سے چھوٹا کام ازخود انجام دیا کرتے تھے حتی الامکان منظر اسلام کے سالانہ جلسوں میں مدعو علمائے کرام کے استقبال کو بنفس نفیس بریلی اسٹیشن پر تشریف لے جاتے جس کی منظر اسلام کے سالانہ جلسے کی درج ذیل رپورٹ شاہد عدل ہے۔

دوشنبہ کو پہلا جلسہ ہوا اور اسی روز مولانا شاہ محمد عمر صاحب حیدرآبادی مع سات عالموں کے بریلی شریف تشریف لائے اسٹیشن پر فاضل نوجوان فاضل ابن فاضل قبلہ وکعبہ جناب مولانا مولوی محمد حامد رضا خاں مدظلہ العالی مہتمم مدرسہ اہلسنت وجماعت وجناب مولانا مولوی محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب صاحبزادہ اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ مدظلہم وجناب مولوی محمد ظفرالدین بہاری مدرس مدرسہ اہلسنت وجماعت وجناب سید برکت علی صاحب رئیس وجناب مولانا اسماعیل صاحب واعظ پیلی بھیتی وجناب مولانا شفاعت الرسول صاحب ودوچپراسی مدرسہ اہلسنت برائے استقبال بوقت شب اسٹیشن پر حاضر تھے آٹھ بج کر چالیس منٹ پر مولانا ممدوح تشریف فرما ہوئے۔ جائے قیام پہلے سے مقرر کرلیا گیا تھا۔ (ہفت روزہ: دبدبہ سکندری بابت ۲۶ راکتوبر ۱۹۰۸ء جلد ۴۴، ص ۳ تا ۵)

ایسے پرفتن و پرآشوب دور میں منظر اسلام کی غیر معمولی تعلیم وترقی مجدد وقت اعلیٰ حضرت کی کرامت اور حجۃ الاسلام کی عمدہ نظامت ہی کا کرشمہ تھی کہ ایک مختصر سی مدت میں علوم ومعرفت کا سرچشمہ شعور وآگہی کا مرجع اور دنیائے سنیت کا مرکز بن گیا۔

حجۃ الاسلام نے منظر اسلام کو مزید ترقی سے ہم کنار کرنے کی غرض سے ایک مجلس شوریٰ کا انعقاد فرمایا اور اس ضرورت کی طرف عمائدین شہر اور اکابرین قوم وملت کی توجہ مبذول کراتے ہوئے سالانہ جلسے میں شرکت کی پرخلوص دعوت بھی دی جس کا تذکرہ آپ نے مولانا وزارت رسول صاحب حامدی کو لکھے اپنے ایک خط میں یوں فرمایا۔

یہاں آج کل دارالعلوم کے جلسہائے سالانہ کے انتظامات زیر نظر ہیں مجالس شوریٰ کا انعقاد ہورہا ہے اور

سارے عمائد شہر کی توجہ منعطف ہے اس سال نتیجہ امتحان بہترین صورت میں دیکھا جانا قرار پایا ہے۔ بیس طالب علم دستار فضیلت کے قابل تیار ہوئے ہیں اور سارے شہر کی رائے ہے کہ گورنر یوپی حافظ احمد سعید خاں صاحب (جو میری ملاقات کے اشتیاق میں دو مرتبہ بریلی آئے اور میرے موجود نہ ہونے کے باعث ملاقات نہ ہو سکی) چونکہ ایک مسلمان گورنر ہیں لہٰذا جلسہ سالانہ میں انہیں دعوت دی جائے اور نواب مزمل اللہ خاں اور محمد یوسف وغیرہ عمائد ہند اور مشائخ میں سے جناب دیوان صاحب اجمیر مقدس اور پیر جماعت علی شاہ صاحب پیر پنجاب وغیرہ حضرات کو بلایا جائے۔ (تذکرہ جمیل، ص ۱۸۲)

منظر اسلام کے اہتمام وانصرام اور آمد و خرچ کے حسابات کے معاملے میں حجۃ الاسلام کی دیانت داری و ذمہ داری کا یہ عالم تھا کہ ہر سالانہ جلسے میں آمد و اخراجات کا گوشوارہ تعلیمات و تعمیرات کی کیفیات۔ ترقیاتی پیش رفت اور مستقبل کے منصوبے قوم وملت کے سامنے من وعن پیش فرماتے تھے۔

حجۃ الاسلام مہتمم ہونے کے باوجود منظر اسلام کی فلاح وبہبود و تعمیر و ترقی کے لیے ایک ادنیٰ ملازم کی طرح کام کرتے تھے آپ نے کبھی بھی اپنے آپ کو ''پدرم سلطان بود'' کے خبط میں مبتلا نہیں ہونے دیا اور دن رات ایک کر کے منظر اسلام کو شاہراہ ترقی پر گامزن کر دیا۔ چنانچہ آپ کی اسی محنت شاقہ کا ذکر منظر اسلام کے ایک سالانہ جلسے کی رپورٹ میں یوں ہے۔

سب سے پہلے فاضل نوجوان عالم دوران جناب مولانا مولوی محمد حامد رضا خاں صاحب دام فیضہ مہتمم مدرسہ اہلسنت و جماعت کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ آپ نے ایسی جانفشانی سے اس کار خیر کو انجام دیا ہے کہ تعریف سے باہر ہے۔ جس نے دیکھا ہے خوب جانتا ہے کہ ہمارے مولانا ممدوح کس درجہ مدرسہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ آپ ہی کی جانفشانی سے یہ مدرسہ چل رہا ہے حضرت مولانا نہایت باخدا بزرگ ہیں۔ طالب علموں سے آپ نہایت درجہ شفقت فرماتے ہیں۔ (ہفت روزہ: دبدبہ سکندری بابت ۲۶ اکتوبر ۱۹۰۸ء جلد ۴۴، ص ۵)

مذکورہ حقائق وشواہد منظر اسلام کے تعلق سے حجۃ الاسلام کی ایثار و قربانی کے بین ثبوت ہیں آپ کے عہد مقدس میں منظر اسلام کے جلسوں میں مشائخ عظام علمائے کرام اور عمائد وروسائے ذوی الاحترام کی شرکت اس امر کا پتہ دیتی ہے کہ وہ واقعی قائدین قوم وملت ''حجۃ الاسلام'' کا ''منظر اسلام'' اس دور کا آپ ہی جیسا برہان اسلام تھا جب ہی تو قائدین قوم وملت آپ کی ایک آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس گلشن علم وفن کی آبیاری میں حصہ داری کے لیے حاضر ہو جاتے گویا حجۃ الاسلام منظر اسلام ہیں اور منظر اسلام حجۃ الاسلام۔

منظر اسلام کے ادوار اور حجۃ الاسلام

مفتی شمشاد بدایونی

دار العلوم منظر اسلام اب محتاج تعارف نہیں۔ آسمان شہرت کا یہ نیر تاباں ہے جس کی روشن کرنیں ملک اور بیرون ملک کے ہر گوشے اور ہر زاویئے میں پہونچ چکی ہیں۔ ہر شبستان علم وادب اور شعور وآگہی میں منظر اسلام کا ہی چراغ جل رہا ہے۔ اس چراغ کا اکتساب نور دار العلوم منظر اسلام سے براہ راست ہے۔ یا ذوالوسائط ہے، اسی کی بو ہے جو مایہ سمن ہے، اسی کا جلوہ ہے جو ہر طرف بکھر رہا ہے ہر صاحب علم، ارباب دانش وبینش اسی دار العلوم سے متاثر ہیں، دار العلوم منظر اسلام کے فارغ شدگان کئی ہزار ہیں جو اپنے اپنے دور کو جگمگار ہے ہیں دار العلوم کی کامیابی اور علمی فیضان کا سہرا ناظمین، مدرسین، علاقہ ومعاونین، اور محنتی طلبہ کے ذوق وشوق کو جاتا ہے، ہر ایک کے خلوص و پیار، ذوق وشوق، تلاش وجستجو اور کام کرنے کے حوصلوں، امنگوں اور ان کے جذبۂ محبت نے اس دار العلوم کو بلندی دی اور اسے اوج ثرویا تک پہونچا دیا، اس کے نصاب تعلیم نے مدرسہ کو بہت کچھ دیا ہے اور آئندہ دیتا رہے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے نصاب تعلیم میں وہ تمام عوامل عناصر پائے جاتے ہیں جو کسی نصاب پر اثر انداز ہوتے ہیں، دار العلوم کے اغراض و مقاصد نیک اور صالح ہیں جو کسی بھی طالب علم کو اپنے دائرے سے نہیں نکلنے دیتے، دار العلوم منظر اسلام کو قائم ہوئے سو سال ہو چکے ہیں، یہ دار العلوم پوری صدی کو محیط ہے اس سو سالہ مدت میں منظر اسلام نے قوم وملت کو کیا دیا، اس نے ہمارے عقائد اور ایمانیات کی حفاظت کی یا نہیں؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب از خود روشن ہے خوشبو کے بارے میں عطار نہیں بتاتا ہے کہ یہ خوشبو ہے ارے یہ تو خود اپنا اعلان کر دیتی ہے کہ ہم کہاں ہیں منظر اسلام خود اپنے وجود فلاح اور نصرت پر دلیل ہے بتانے کی چنداں حاجت نہیں۔

دار العلوم منظر اسلام کے کئی ایک ادوار ہیں اور ہر دور کی نمایاں خصوصیات ہیں، انفرادی امتیازات ہیں جو کسی اور ادارے کو حاصل نہیں میں نے دار العلوم کو اس کے ناظمین اور انتظام و

انصرام کے اعتبار سے مختلف ادوار میں دیکھنے کی کوشش کی ہے، میں کوشش کرونگا کہ اس کے ہر دور کی کچھ اہم خصوصیات آپ کے ذہن نشیں کرادوں تاکہ آپ محسوس کریں کہ ہاں دارالعلوم منظر اسلام ایک عظیم ادارہ ہے۔

قیام دارالعلوم سے قبل ہندوستان کے حالات:

۱۸۵۷ء میں تحریک آزادی کے ناکام ہوجانے کے بعد ہندوستان کی سیاست اور قیادت میں پژمردگی سی چھاگئی تھی۔ اس میں سب سے زیادہ نقصان مسلمانوں کا ہوا۔ انگریز حکمرانوں نے نہایت ہی ہوشیاری اور دانشمندانہ طریقوں سے مسلمانوں کو کمزور وناتواں کرنے کی کوشش شروع کردی انہوں ہر وہ خفیہ تدابیر کیں جن سے مسلمانوں، علمائے حق اور عشق ووفا کے پرستاروں کوزک پہونچ سکتی تھی۔ ہماری تہذیب، تمدن، ایمان اور ایقان کی مستحکم دیوار شکست و ریخت سے دوچار ہوسکتی تھی اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ انگریز اوران کے ہمنوا ہندوستانی مسلمانوں اوراہل سنت وجماعت کے اکابر علما کواپنا کٹر مخالف اوراپنے ناپاک منصوبوں کی تکمیل میں زبردست روڑا تصور کرتے تھے اس کے وہ مسلمانوں کی جرأت، بے باکی، حوصلہ اور شجاعت وبہادوری، اور جاں بازی وجاں نثاری کی داستان سن چکے تھے۔

ڈاکٹر ولیم میور نے اپنے وائسرائے کوایک رپوٹ پیش کی تھی جس میں یہ اقتباس بھی تھا۔

"ہندوستان کے لوگ جس میں مسلمان بہت بیدار ہیں مسلمانوں کے اندر جب تک جذبہ جہاد موجود ہے اس وقت تک ہم مسلمانوں پر حکومت نہیں کرسکتے اس لئے جذبہ جہاد ختم کرنا ضروری ہے اور جذبہ جہاد سے پہلے علما کو ختم کرنا اور قرآن کومٹانا ضروری" (روزنامہ راشٹریہ سہارا اردو دہلی ۲۵ جنوری ۲۰۰۴ء)

اس اقتباس کو پڑھئے اور اس پر غور کیجئے ڈاکٹر میور نے ہندوستانی مسلمانوں کو بیدار کہا ہے اس بیداری کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ ان کے اندر جذبہ جہاد پایا جاتا ہے اور یہ جذبہ جہاد اس لئے پایا جاتا ہے کہ ہندوستان میں کثیر تعداد میں علمائے حق موجود ہیں جن کی وجہ سے قرآن مقدس سے مسلمانوں کی وابستگی مستحکم ہوتی جارہی ہے بایں وجہ انگریزوں کی نگاہ میں علمائے حق اور قرآن مقدس کے نسخے کانٹوں کی طرح کھٹک نے لگے علمائے حق اور قرآنی نسخوں کو ہندوستان سے ختم کرنے میں مصروف ہوگئے یہ دونوں اقتباس بھی اشک بار آنکھوں سے پڑھئے۔

''انگریز مورخ ٹامسن کے مطابق ۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۷ء تک یہ تین سال ہندوستانی تاریخ کے الم ناک سال رہے ہیں ان تینوں سالوں میں چودہ ہزار علمائے کرام تختۂ دار پر چڑھادیئے گئے'' (حوالہ مذکور)

''چنانچہ ۱۸۶۱ء میں ہندوستان میں قرآن مجید کے تین لاکھ نسخے نذر آتش کئے گئے'' (حوالہ مذکور)

ذرا غور کیجئے تین لاکھ قرآن مقدس کے نسخوں کو نذر آتش کردیا۔ ۱۴ ہزار علمائے کرام کو تختۂ دار پر چڑھادینا اور کثیر تعداد میں علمائے حق کو کالے پانی کی سزادینا۔ اسلام اور قوم مسلم کے تئیں بغض وعداوت نہیں تو پھر کیا ہے؟

ایسے نازک اور پرآشوب حالات کے پیش نظر۔ ملت کے باقی ماندہ قائدین اور علمائے کرام کی ذمہ داری تھی کہ وہ قوم مسلم کی انفرادی، اجتماعی قوتوں کو منتشر ہونے سے بچاتے۔ ان کے احساس کمتری کو دور کرتے انہیں حوصلہ دیتے ان کے دل ودماغ میں عشق وایمان کا اجالا پھیلاتے ہیں۔ ان کی زندگی کے تاریک گوشوں کو منور وتاباں کرتے ہیں اور ان کے ضعف و اضمحلال کا ازالہ کرتے۔ کیا ایسا نہیں کیا گیا؟ تاریخ اٹھائیے اور دیکھئے کہ اس وقت کے دانشور افراد کہے جانے والوں نے ہماری قوم کے لئے کیا کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

آج سرسید کا نام اچھالا جارہا ہے۔ انہیں محسن کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے۔ ان کی خدمات سراہی جاتی ہیں۔ دیوبندی مکتبۂ فکر کے تعلق سے بھی بات کی جاتی ہے۔ اکابر دیوبند کو بھی اونچا مقام دیا جاتا ہے۔ ان کی خدمات کے گن گائے جاتے ہیں۔ حقائق کے اجالے میں تاریخ کا مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔ انصاف ودیانت کی خوشگوار فضا میں تاریخ پڑھنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ دودھ۔ پانی میں صاف امتیاز ہوجائے۔ اس نازک دور کی ضرورت یہ تھی۔ مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کو محفوظ کیا جائے۔ علمائے حق کی حفاظت وصیانت کی جائے۔ قرآن وسیرت کے تئیں ان کی وابستگی کو مستحکم کیا جائے۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔

سرسید نے ہمیں انگریزی تہذیب کے حوالے کردیا اور مشرقی تہذیب سے دور کردیا ہمارے ہاتھوں میں جدید علوم وفنون کے کھلونے دے دیئے گئے اور اس تعلیم سے رفتہ رفتہ دور کردیا جس سے ہمارے دلوں میں جذبۂ جہاد بیدار ہوتا تھا اور قرآن سے وابستگی مستحکم ہوتی تھی سرسید نے ہمیں دنیاوی نئی روشنی سے آشنا کیا اور الحاد وبے دینی کو ہمارے پیچھے لگادیا مکتبۂ دیوبند کے

حوالی موالی نے انگریز کارندوں اور اس کے بہی خواہوں کو رحم دل قرار دے کر ان کی طرف پیش قدمی کرنے کی ترغیب دی ساتھ ہی ساتھ ہمارے معتقدات پر ضرب لگا کر ہمیں تڑپنے پر مجبور کر دیا اب انگریزوں کا خونی پنجہ ہماری رگ وجان کی طرف براہ راست نہیں بڑھ رہا ہے بلکہ مذکورہ افراد کے ہاتھوں ہمارے جسم وجاں میں وہ سلو پائزن سرایت کیا جا رہا ہے جس سے ہم اور ہماری قوم خود بخود بے جان ہو کر رہ جائے یہ انگریز دوستی نہیں تو پھر کیا ہے؟

امام احمد رضا اور قائدانہ صلاحیت:

قائد وہی ہوتا ہے جو وقت کی اہم ضرورتوں کا احساس کرتا ہے اور افراد قوم وملت کے دلوں کی دھڑکنوں کو محسوس کرتا ہے جو وقت کا نباض اور زمانہ ساز ہوتا ہے اسے اپنی نہیں بلکہ اپنی ملت کی فکر ہوتی ہے وہ اپنی حیات وزیست کو نہیں سنوارتا بلکہ اپنے افراد ملت کے تئیں مضطرب رہتا ہے وقت کی رفتار ان کے ہاتھوں میں ہوتی ہے ماضی، حال، مستقبل پر ان کی گہری نظر ہوتی ہے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی ایک عظیم قائد تھے، سچے عاشق رسول تھے، اسلاف کے نمونہ تھے، علم وفن، شعور وآگہی اور فکر ونظر کے مینار تھے انہوں نے وقت کی اس ضرورت کا احساس کیا ۱۸۵۷ء کے بعد سے ہندوستان میں جو خلا ہو رہا تھا کہ قرآن سے مسلمانوں کی وابستگی کمزور اور علمائے حق تختۂ دار پر چڑھائے جا رہے تھے اسے پر کرنے کی کوشش میں جٹ گئے گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر انہوں نے تعلیمی نظریات پیش کئے قوم اور افراد قوم کی تعمیر وتشکیل میں مصروف عمل ہو گئے امام احمد رضا فاضل بریلوی نے جو نظریات قائم کئے وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) قرآن وحدیث اور سیرت سے مسلمانوں کی وابستگی محکم کی جائے۔

(۲) مسلمانوں کے دلوں میں عشق وایمان کوٹ کوٹ کر بھر دیا جائے۔

(۳) فقہ اسلامی کے ہر پہلو سے مسلمانوں کو آشنا کیا جائے۔

(۴) بچوں کی خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کیا جائے۔

(۵) ان کی ذوق استحسان کو جلا دی جائے۔

(۶) ان کی بہترین سیرت سازی کی جائے۔

(۷) اسلامی دائرہ میں رہتے ہوئے انہیں ہر علم وفن سے آگاہ کیا جائے۔

(۸) بچوں کی نفسیات کے اعتبار سے طریقہ تدریس عمل میں لایا جائے۔

(۹) قومی، ملی ضروریات کالحاظ رکھا جائے۔

(۹) تمام دینی بھائیوں سے رابطہ رکھا جائے۔

(۱۰) سماجی، معاشی اور معاشرتی حالات کی اصلاح کی جائے۔

یہ صرف ان کے نظریات ہی نہیں تھے بلکہ انہوں نے اپنے نظریات کو عملی شکل میں پیش کیا۔ گوشۂ تنہائی میں انہوں نے بیٹھ کر بہت سے طلباء کو پڑھایا ان کی شخصیتوں کی تعمیر کی۔ سماج و معاشرہ کے لئے انہیں خوب سے خوب تر کیا۔ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے اپنے اس عمل کو تیز گام کرنے کے لئے دار العلوم منظر اسلام کی شکل میں ایک عظیم ادارہ دیا۔ فقہ اسلامی کے تمام پہلوؤں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنے کے لئے بارہ جلدوں میں "فتاویٰ رضویہ" دیا۔ باطل قوتوں کے زور اور فتنہ توڑنے کے لئے بہت سے رسائل دیئے۔ جو زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ زندگی کے خاموش سمندر میں جہاں کہیں بھی اضطراب پیدا ہوا۔ امام احمد رضا نے بڑھ کر اس پر انگلی رکھ دی۔ اور اسے وہیں خاموش کر دیا۔ خواہ یہ اضطراب کسی بھی نوعیت کا ہو۔ سیاسی اضطراب ہو یا معاشی۔ اقتصادی ہو یا سائنسی، علمی ہو یا تہذیبی امام احمد رضا فاضل بریلوی نے ہر موضوع سخن پر قلم اٹھایا۔ اور ایک ماہر فن کی طرح اس کے ہر پہلو کو اپنے حیطۂ علم میں لے لیا۔ حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ہمیں نعتیہ شاعری میں حدائق بخشش کا وہ نایاب عطیۂ ربانی دیا۔ جس کا ایک ایک لفظ کوثر و تسنیم سے دھلا محسوس ہوتا ہے۔ یہ ایسے نغمات و ترنم ہیں جو سامعہ نوازی کے ساتھ ساتھ قلب و جگر میں سرایت کر جاتے ہیں اور سامعین و قارئین کو عشق باز ماحول میں پہونچا دیتے ہیں۔ اور ہمارے دلوں میں عشق و محبت جوت جگاتے ہیں، سوز و گداز کی کیفیت پیدا کر دیتے ہیں، جب کبھی ان کی نعتیہ شاعری گنگنائی جاتی ہے تو ہم محسوس کرتے ہیں کہ مدینہ مقدس کی عطر بیز فضاؤں میں آگئے یہ سیرت سازی، صفائی قلب، تطہیر ذہن کا نرالہ انداز ہے۔ جب کبھی ہمیں غفلت طاری ہوتی ہے اور ہم لاپرواہی سے کام لیتے ہیں امام احمد رضا فاضل بریلوی انقلاب زندہ باد کا نعرہ نہیں لگاتے۔ بلکہ خاموش نغمگی سے ہمیں بیدار کرتے ہیں اور ہماری زندگی کو ہر طرف سے چوکنا کر دیتے ہیں۔ یہ ہے آپ کی قائدانہ صلاحیت جس کا اعتراف اپنوں نے بھی کیا اور غیروں نے بھی۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی نے حتی المقدور اپنی انفرادی صلاحیتوں سے کام لیا فتاویٰ لکھے، کتابیں تصنیف کیں، باطل قوتوں سے نبرد آزما ہوئے۔ اسلام اور عشق رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اپنی زندگی کے لمحہ لمحہ کو وقف کر دیا تھا۔ انہیں کسی کی فکر نہ تھی نہ شہرت کے خواہاں تھے، نہ اس بات کے متمنی تھے کہ لوگ ان کی تعریف کریں۔ بس ان کی ایک تمنا تھی اسلام کی سربلندی، عشق وایمان کا تحفظ، مسلمانوں کی گرتی ہوئی ساکھ کی بحالی انہیں جینے کا حوصلہ دینا اعلان حق کی جرأت عطا کرنا۔ دارالعلوم منظر اسلام کے قیام کے اغراض ومقاصد بھی یہی تھے۔

کسی بھی دارالعلوم کی کامیابی کا انحصار مندرجہ ذیل پہلوؤں پر ہوتا ہے۔

۱۔ نصاب تعلیم کا وسیع تر ہونا۔

۲۔ مدرسین وملازمین کی کارکردگی۔

۳۔ منتظمین کی بلند خیالی اور تنظیمی صلاحیت۔

۴۔ طلباء کا ذوق وشوق اور ان کی اکتسابی صلاحیت۔

منظر اسلام اور اس کا دور اول:

دارالعلوم منظر اسلام کے ابتدائی دور کو دور اول سے موسوم کیا جا رہا ہے۔ اس دور کی کل مدت تین سال اور کچھ مہینے ہیں۔ جو ۱۹۰۴ء سے ۱۹۰۸ تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس دور کے منتظم خصوصی استاذ زمن حضرت علامہ مولانا حسن رضا خاں تھے جو امام احمد رضا فاضل بریلوی کے برادر اوسط تھے۔ آپ بذات خود علمی فن میں ماہر تھے۔ تصنیف وتالیف کا بھی ذوق رکھتے تھے۔ آپ کا ذوق استحسان اس قدر بلند تھا کہ داغ دہلوی جیسے نابغۂ روزگار شاعر نے آپ کو اپنا پیارا شاگرد بنایا آپ دارالعلوم منظر اسلام کے انتظام وانصرام میں کس قدر دخیل تھے اس کا اظہار روداد سال اول سے ہوتا ہے۔ اس دور کی یہ انفرادی خصوصیت ہے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی نے بذات خود دورۂ حدیث مکمل کرایا اور طلباء کو بخاری شریف پڑھائی۔ اس دور کے پڑھنے والے طلباء یہ لوگ تھے۔

۱۔ محمد ظفر الدین بہاری

۲۔ غلام محمد بہاری

۳۔ محمد عزیز غوث

۴۔ عبدالرشید عظیم آبادی

۵۔ غلام مصطفٰے ابراهیم بہاری

۶۔ محمد نذیر الحق بہاری

اس دور کی خصوصیت مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ مدرسین کی خدمات

۲۔ مدرسین میں سبھی کامل الاستعداد تھے، ان میں کوئی بھی مدرس ناقص الاستعداد نہیں تھا۔

۳۔ تدریس کے ساتھ ساتھ تقریر اور تحریر کا بھی انتظام

۴۔ بزبان عربی تقریر کرنے کی ہدایت وتاکید

۵۔ اردو زبان کا عربی میں ترجمہ کرنا

۶۔ فتاوٰی لکھنے کی مشق کرانا

۷۔ نظام الاوقات کی مکمل پابندی

حضرت علامہ مولانا حسن رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ نے اپنے حسن انتظام سے مدرسہ کو ترقی کی راہ پر گامزن کر دیا۔ انہوں نے اس بات کی بھی کوشش کی تھی کہ غریب نادار طلباء کو وظیفہ دیا جائے۔ اور انہیں تعلیم کے ساتھ ساتھ دستکاری کے ہنر دیا جائے تاکہ ان کی معیشت میں سدھار ہو۔ اور انہیں روزینہ کی کوئی فکر لاحق نہ ہو اور پوری لگن کے ساتھ علم دین کی خدمت کر سکیں۔ یہ دور کس قدر کامیاب رہا ہے اس کا اندازہ صرف اس بات سے ہو سکتا ہے کہ وہ طالب علم جس کا نام نامی اسم گرامی ''ظفر الدین بہاری'' تھا۔ ان کی علمی خدمات کے سبب ارباب دانش وبینش نے انہیں ''ملک العلماء'' کا خطاب دیا، وہ عظیم مصنف اور ماہر ہیئت داں تھے۔ آج پورے ہندوستان میں انہیں کا تخریج کردہ ''موذن الاوقات'' مروج ہے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی نے انہیں کس قدر والہانہ انداز میں یہ کہا ہوگا:

''میرے ظفر کو اپنی ظفر دے

اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں''

اس دور کے فارغین علماء ایسے باکمال اور ہنر مند تھے جو قوم وملت کی ترقی اور اس کی فلاح وبہودی پر گہری نظر رکھتے تھے۔ سیرت سازی شخصی تربیت طریقۂ تدریس اور قائدانہ صلاحیت کے اصول ورموز سے مکمل طور پر آشنا تھے۔

منظر اسلام اور اس کا دوسرا دور:

حضرت علامہ استاذ زمن علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ دارالعلوم منظر اسلام کے مہتمم اور ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔ اب مدرسہ کے صرف ناظم اعلیٰ ہی نہیں تھے بلکہ صدر المدرسین اور شیخ الحدیث بھی تھے۔ آپ ۱۹۰۸ء سے ۱۹۴۳ء تک مدرسہ ہٰذا کے مہتمم رہے۔ آپ کا دور اہتمام تقریباً ۳۶ر سال تک رہا۔ ان ۳۶ سالوں میں آپ کی مساعی جمیلہ اور محبت ولگن سے دارالعلوم منظر اسلام ترقی کی شاہ راہ پر گامزن رہا تعلیم وتربیت اور کردار سازی میں یہ دارالعلوم روز اول سے ہی کامیاب رہا۔ اور حضرت حجۃ الاسلام کے جہد مسلسل اور عمل پیہم سے اس میں مزید اضافہ ہوا۔ ہر سال منتہی طلباء کی دستار بندی ہوتی تھی۔ یہاں کے طلباء میں تحریر تقریر اور تحقیق وتدقیق کی صلاحیت بھی زبردست انداز میں پائی جاتی تھی۔ حضرت حجۃ الاسلام نے اس محبوب ادارہ کو کس قدر ترقی دی اس کا اندازہ مندرجہ ذیل تحریر سے ہوتا ہے۔

"یہاں آج کل دارالعلوم کے جلسہائے سالانہ کے انتظامات زیر نظر ہیں۔ مجالس شورا کا انعقاد ہو رہا ہے اور سارے عمائدین شہر کی توجہ منعطف ہے۔ اس سال نتیجۂ امتحان بہترین صورت میں دکھایا جانا قرار پایا ہے۔ ۲۰ر طالب علم دستار فضیلت کے قابل تیار ہوئے ہیں۔ اور سارے شہر کی رائے ہے کہ گورنر یوپی حافظ احمد سعید خاں صاحب جو میری ملاقات کے اشتیاق میں دو مرتبہ بریلی شریف آئے اور میرے موجود نہ ہونے کے باعث ملاقات نہ ہو سکی۔ چونکہ ایک مسلمان گورنر ہے لہٰذا جلسہ سالانہ میں انہیں دعوت دی جائے" (صد سالہ نمبر دوسری قسط، ص ۱۵۰)

کسی بھی دارالعلوم کی ترقی کا تعلق اس کے تعلیمی معیار، طلباء کی محنت وعرق ریزی اور اس کے نتائج امتحانات نیز مہتمم، مدرسین کے مصروف عمل سے ہوتا ہے۔ یہ بھی دیکھنا ہوتا ہے کہ ادارہ کے مقبولیت ومحبوبیت کا کیا حال ہے۔ اوپر کی مذکورہ تحریر سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت علامہ مولانا محمد حامد رضا خاں علیہ الرحمہ کی کس قدر گوناگوں مصروفیت تھی۔ اور پورے شہر میں ادارہ کی کس قدر مقبولیت ہے کہ عمائدین شہر سالانہ جلسۂ دستار بندی میں گورنر موصوف کو مدعو کرنے پر زور دے رہے ہیں۔ کسی بھی ادارے سے بیس طلباء کی دستار بندی اس بات کی واضح

دلیل ہے کہ ادارہ کامیابی کی منزل سے گذر رہا ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام کے دور اہتمام میں دستار بندی کے کس قدر جلسے ہوتے ہیں۔ اس کی عام رپورٹ تو دستیاب نہیں ہے حضرت علامہ سید شاہد علی رضوی صدر مدرس وشیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ رامپور نے اخبار دبدبۂ سکندریہ کے حوالہ سے سالانہ جلسے کی جو رپورٹیں اور طلبۂ کرام کی تعداد قلمبند کی ہے اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ دارُ العلوم منظر اسلام عہد رضا میں حضرت حجۃ الاسلام کے اہتمام سے نہایت ہی تیز گامی کے ساتھ ترقی پذیر رہا۔ یہ ترقی ہر اعتبار سے ہوئی، تعلیمی معیار، طلباء کی تعداد، مدرسین کی تعداد میں اضافے ،ان کی محنت اور تربیت وسیرت سازی جدید انداز۔ انتظامی معاملات میں وسعت اور برق رفتاری وغیرہ۔ کل ملا کر حامدی دور دارُ العلوم منظر اسلام کے لیے بہت زیادہ سود مند رہا اس دور میں اس مدرسے سے ایسے ایسے طلباء فارغ ہوئے جو آگے چل کر علم وفن کے آفتاب و ماہتاب بن گئے قوم کی سیادت، قیادت اور نمائندگی کا سہرہ انہیں کے سر رہا انہوں نے اپنی محنت وجانفشانی اور عرق ریزی سے قوم وملت کے سر کو اونچا کر دیا یہی حضرات صف اول کے علماء، فضلاء میں شمار ہوتے ہیں۔ کوئی مجاہد ہوئے تو کوئی شمس العلماء اور کسی کو صدر العلماء کا خطاب ملا۔ غرض یہ ہے کہ اگر انصاف ودیانت سے دیکھا جائے تو آپ یہ محسوس کریں گے کہ دارُ العلوم منظر اسلام کے حامدی دور میں ہی وہ لعل وجواہر پیدا کیے جن کی چمک ہندوستان میں ہر جگہ نظر آرہی ہے آج جس قدر علماء ہیں ان کا کسی نہ کسی حصے سے دارُ العلوم منظر اسلام کے اسی دور سے تعلق رہا۔

منظر اسلام اور اس کا دور سوم:

دارُ العلوم منظر اسلام کا دور سوم حضرت مولانا تقدس علی خاں کے دور سے شروع ہوتا ہے۔ ۱۹۴۷ کے بعد سے ہندوستان میں جو افراتفری پھیلی جس طرح کی لاقانونیت تھی اس کا اثر ہندوستان کے ہر چیز پر ہوا۔ دارُ العلوم منظر اسلام بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ حضرت مولانا تقدس علی خاں علیہ الرحمہ کا ترک وطن کرنا اور منظر اسلام کسی اور کے ہاتھوں چلا جانا یقیناً حیرت انگیز ہے۔ یہ کیوں اور کیسے ہوا اس سے صرف نظر ہی مناسب ہے۔ بقول مولانا اعجاز انجم صاحب کیوں کہ اس کی لمبی داستان ہے اس دور میں منظر اسلام کی کوئی ترقی نہ ہوئی بلکہ موجودہ پوزیشن میں بھی گراوٹ آئی۔ اور منظر اسلام زبوں حالی کا شکار ہو گیا۔

منظر اسلام اور اس کا دور چہارم:

دارالعلوم منظر اسلام کے دور چہارم کو جیلانی دور کہا جائے کیونکہ اس دور کی باگ ڈور حضرت علامہ مفسر اعظم ہند مفتی محمد ابراہیم رضا خاں صاحب عرف جیلانی میاں علیہ الرحمہ کے ہاتھوں میں رہی حضرت موصوف کے ہاتھوں میں مدرسے کا اہتمام آنے سے ان پر کئی قسم کی ذمہ داری عائد ہوگئی اول یہ کہ یہ مدرسہ زبوں حالی کا شکار ہو چکا تھا۔ اس کی مالی حیثیت نہ کے برابر تھی۔ اس عظیم ادارہ کو اس زبوں حالی سے نکال کر اوراسکی گذشتہ حیثیت کو بحال کرنا یا رکھنا بڑے ایثار وقربانی کی بات ہے۔ ثانیاً مدرسہ منظر اسلام کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنا اوراسے مزید استحکام دینا یہ بھی ایک امر مشکل ہے۔ آیئے آگے دیکھتے ہیں کہ حضرت جیلانی میاں علیہ الرحمہ نے کس علوئے ہمتی سے اس کا مقابلہ کیا۔ اور آپ ان صبر آزما حالات سے کس قدر عہدہ برآ ہوئے۔ اس میں کسی شک وتردد کی گنجائش نہیں۔ کہ حضرت جیلانی میں علیہ الرحمہ کے روبرو بہت سی مشکلات تھیں اوردل دہلادینے والے مصائب تھے۔ ایسے دشوار کن حالات میں وہی انسان نبرد آزما ہوسکتا ہے۔ جوحوصلہ مند جرأت والا ہواوراس کی سرشت میں صبر وتحمل کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہو۔ یہ مصیبت کیا کم تھی کہ مدرسین کو وقت پر تنخواہ نہیں مل پاتی تھی ایسے حالات کا مقابلہ حضرت جیلانی میاں علیہ الرحمہ نے کس قدر کیا۔ تذکرۂ جمیل کے مصنف لکھتے ہیں:

''منظر اسلام اوران کے آباواجداد کا شجر صدابہار تھا اس کی آبیاری گل وغنچہ جڑو پتی کے سنوارنے میں زندگی بھر مصروف رہے اس راہ پر بڑے صبر آزما مصائب سے آپ کو گذرنا پڑا۔ تاآنکہ مدرسین کی بروقت تنخواہ کے لیے گھر کے زیورات تک رہن رکھ دیئے جاتے۔'' (بحوالہ: صدسالہ نمبر، ص ۱۵۳)

یقیناً حضرت جیلانی میاں علیہ الرحمہ کا مدرسہ کے تئیں ایثار تھا، قربانی تھی اور منظر اسلام کے ساتھ ان کا قلبی لگاؤ تھا کہ انہوں نے مسکراتے ہوئے اس مصیبت اور دشواری کو قبول کرلیا۔ عام روش تو یہ ہے کہ دھوپ کی تمازت سے جھلسے ہوئے انسان کسی سایہ کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اور چند ثانیہ کے لیے رک کر تازہ دم ہوتے ہیں۔ مگر حضرت مفسر اعظم کی عجیب سرشت تھی کہ دھوپ کی شدید تمازت بھی ان کی تیز گامی کے لیے سدراہ نہیں ہوئی۔ ان کے پاؤں کے آبلے انہیں خاردار وادیوں کو عبور کرنے انہیں حوصلہ دیتے ہیں۔ یہ ان کا عزم وحوصلہ ہی تھا کہ حضرت مفسر اعظم نے مدرسہ کو زبوں حالی سے بچالیا۔ اوراس کی سابقہ حیثیت کو برقرار رکھا۔ حضرت بحرالعلوم مفتی

افضل حسین صاحب کا یہ ارشاد قدرے زیب دیتا ہے کہ: ''ایسا نرالہ مہتمم میری نگاہ نے نہیں دیکھا اگر صرف مکتب کی کرامت ہوتی تو ختم ہو جاتی مگر یہاں فیضان نظر بھی ہے۔ جو ہر دور میں اپنا کام کرتا رہا۔'' (بحوالہ: صد سالہ نمبر، ص ۱۵۳)

حضرت مفسر اعظم علیہ الرحمہ کے ایثار و قربانی نے دار العلوم منظر اسلام میں چار چاند لگا دیئے ہیں اور اس کے تعلیمی معیار میں بھی اضافہ ہوا۔ کسی بھی کام کی نوعیت میں اس وقت مزید اضافہ ہوتا ہے جب منتظم کار خود بھی شریک کار ہو جائے۔ حضرت جیلانی میاں علیہ الرحمہ خود بھی ۱۹۶۵ء تک امور تدریس سے جڑے ہوئے تھے اور طلبہ کی تعلیم و تربیت میں منہمک تھے یہ تعلیمی معیار کی بلندی کی واضح دلیل ہے۔ آزادی کے بعد بہت سے مدارس نے دم توڑ دیا کوئی چراغ سحر بن کر رہ گیا، کسی کا وجود مٹ گیا، نام نشان تک باقی نہ رہا۔ مگر منظر اسلام نہ صرف اپنی سابقہ پوزیشن میں رہا بلکہ اس میں بھی مزید اضافہ ہوا۔ حضرت جیلانی میاں علیہ الرحمہ نے منظر اسلام کو اپنے خون جگر سے سینچا اور اسے اونچا مقام عطا کیا۔ ان کے توسط سے جو جدید ترقیاں نصیب ہوئی وہ درجہ ذیل ہیں۔

(۱) انہیں کوششوں کا نتیجہ تھا کہ مصر سے ایک عالم دین حضرت علامہ مولانا عبد التواب صاحب مالکی تدریسی خدمات کے لئے منظر اسلام آئے اور منظر اسلام میں عربی سے عربی کے طریقۂ تدریس کی ابتدا کی۔ اس سے طلباء میں عربی ادب کا ذوق و شوق پیدا ہوا۔ بلکہ اس میں مزید اضافہ ہوا یہاں تک کے طلباء عربی زبان میں گفتگو اور مکالمہ کرنے لگے۔

(۲) یہ حضرت جیلانی میاں کی دور اندیشی کی بات تھی کہ انہوں نے منظر اسلام کو مستقبل میں مالی بحران کے شکار ہونے سے بچانے کے لئے ۱۹۴۸ء میں عربی فاسی امتحانات بورڈ اتر پردیش سے اپنے جامعہ کا الحاق کرا دیا۔ اس سے مدرسے کی سندوں کی اہمیت بڑھ گئی اور مدرسین کے اقتصادی اور معاشی حالات میں بھی سدھار ہو گیا۔ تعلیم و تربیت کے لئے جس ذہنی یکسوئی کی ضرورت ہوتی ہے یہ جبھی حاصل ہوتی ہے جب مدرسین معاشی ابتری سے دوچار نہ ہوں۔

(۳) آج کی سائنسی دنیا میں پریس کی جو اہمیت ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے اخبار ورسائل کے ذریعہ ہی ہم اپنی باتیں بہت دور دور تک پہونچا دیتے ہیں۔ بریلی شریف اور منظر

اسلام جو مرکز اہل سنت ہے مذہبی معتقدات اور تعلیمی تربیتی معاملات میں ''دبستان'' کی حیثیت رکھتا ہے۔ دور دراز علاقوں میں اس کی ترسیل کے لئے ضروری ہے کہ رسالہ کے توسط سے اسے عام کیا جائے دور دور تک پھیلایا جائے۔ حضرت مفسر اعظم علیہ الرحمہ نے اسی ضرورت کے پیش نظر سنہ ۱۹۶۰ء میں ایک ماہنامہ جاری فرمایا جو ''ماہنامہ اعلیٰ حضرت سے'' موسوم ہے یہ ماہنامہ بھی دار العلوم منظر اسلام کے ایک شعبہ سے جڑا ہے جس سے تبلیغ دین اور اشاعت علوم وفنون کا کام چل رہا ہے۔ یہ ماہنامہ آج تک نئی سج دھج کے ساتھ نکل رہا ہے۔ دار العلوم منظر اسلام کا جیلانی دور بھی کامیاب اور سنہرا دور رہا ہے۔ اس میں منظر اسلام نے کافی ترقی کی اور کامیابی کی نئی راہ پر گامزن رہا۔ اس دور میں بھی مسلمانوں کو کثیر تعداد میں عالم، فاضل، مقرر، خطیب، مدرس، حافظ، مفتی اور لاجواب معلم دیئے ہیں۔ مفسر، محدث، مصنف، مضمون نگار اور انشاء پرداز دیئے ہیں۔ ان علماء وفضلاء نے اپنے اپنے علاقے میں مذہبی تعلیمی خدمات انجام دی اور قوم وملت کے افراد نسل کی تعمیر تشکیل میں ایک عظیم اور اہم رول ادا کیا۔ اور کر رہے ہیں۔

منظر اسلام اور اس کا دور پنجم:

۱۹۶۵ء میں حضرت مفسر اعظم کے وصال کے بعد سے دارُ العلوم منظر اسلام کے دور پنجم کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس دور کے روح رواں کی حیثیت سے حضرت علامہ مولانا محمد ریحان رضا خاں صاحب قبلہ دارُ العلوم منظر اسلام اور خانقاہ عالیہ رضویہ کی مسند تولید پر جلوہ آرا ہوئے اور منظر اسلام کے انتظام وانصرام کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ حضور رحمانی میاں صاحب اپنے بزرگوں و اسلاف کے نمونۂ عمل اور دانش وبینش کے پیکر جمیل تھے۔ انہیں منظر اسلام سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ تنظیمی صلاحیت سے بھی آپ بھرپور تھے انہیں سیادت، قیادت اور سیاست کے نشیب وفراز سے بہت زیادہ واقفیت تھی۔ آپ راہ کی ناہمواری کو آسانی کے ساتھ محسوس کرلیا کرتے تھے ۔ آپ کے انداز تخاطب اور گفتگو کی روش میں بھی ندرت تھی۔ آپ کی جبین قیادت پر وہ نورانی چمک تھی کہ ہر دیکھنے والی نگاہ انہیں قائد ورہنما ماننے پر مجبور ہو جاتی تھی۔ جیلانی دور میں دارُ العلوم منظر اسلام جس مالی بحران اور زبوں حالی کا شکار رہا تھا۔ اس کا احساس حضرت رحمانی میاں قبلہ کو بہت زیادہ تھا۔ کیوں کہ انہوں نے اس زبوں حالی کو اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اور محسوس بھی کیا تھا۔ اسی وقت سے آپ نے اپنے دل میں ٹھان لی تھی کہ مدرسہ ھذا کو اوج ثریا تک

پہنچانا ہے۔ اور اس کی شناخت مرکزیت کی حیثیت سے پورے ورلڈ میں کرانا ہے۔ آپ نے ملک و بیرون ملک کے دورے کئے تبلیغ دین میں نکل پڑے اور رضوی خانقاہ کے ارادت مندوں عقیدت مندوں کو اس طرف راغب کیا اس دور تک منظر اسلام کی عمارت قدیم اور پرانی تھی جو کسی حد تک بوسیدہ ہو چکی تھی۔ حضرت رحمانی میاں نے دار العلوم منظر اسلام کی جدید تعمیر کرائی۔ یہ تعمیراتی کام کئی مرحلوں میں ہوا۔

۱۔ رضوی افریقی دار الاقامہ کی تعمیر، یہ دار الاقامہ تین منزلہ ہے۔ جو مزار اعلیٰ حضرت سے جانب شمال اور مشرق میں ہے۔ یہ ایک شاندار اور عظیم عمارت ہے۔ جو ناظرین کو دعوت نظارہ دیتی ہے۔ اور رحمانی میاں صاحب قبلہ کی تنظیمی صلاحیت پر داد و تحسین پیش کرتی ہے۔

۲۔ درسگاہ کی تعمیر۔ یہ بھی شاندار عمارت ہے اور سہ منزلہ ہے۔ اسی عمارت میں اساتذہ درس دیتے ہیں۔ کہیں دار الحدیث ہے تو کہیں دار التفسیر اور کہیں دار الافتاء یہ شاندار عمارت بھی کسی کی ذہنی صلاحیت اور اس کی خوبیوں کی نشاندہی کرتی ہے۔

۳۔ رضا مسجد کی جدید تعمیر۔ یہ تعمیر بھی نئے انداز کی ہے۔ جو خوب سے خوب تر ہے ایسا نہیں ہے کہ حضرت رحمانی میاں صاحب قبلہ نے صرف تعمیراتی کام کیے ہیں بلکہ منظر اسلام کے تعلیمی کام کو بھی آگے بڑھایا۔ آپ نے دار العلوم کو ایک دستور دیا۔ قواعد و ضوابط دیئے۔ دفتر کے لئے تمام امور ملازمہ کا انتظام کیا۔ مجلس شوریٰ کے فرائض عمومی خصوصی اراکین جامعہ کے اختیارات۔ اساتذہ کے لئے اختیارات حقوق، سہولتوں کو فراہم کیا۔ طلباء کے لیے اساتذہ و اراکین کے ادب واحترام کو ضروری قرار دیا۔ طریقۂ امتحان کو تعین فرمایا۔ طلباء کے داخلہ کے لیے شرائط کی وضع کی۔ اور خارجہ کے اسباب علل کو متعین کیا۔ آپ ہی کی مساعی جمیلہ سے بہار اکزامینیشن بورڈ نے دار العلوم منظر اسلام کی سند فراغت کو منظور کیا اور اپنے ملحق مدرسوں میں اس سند کی بنیاد پر جامعہ کے فارغین کے تقرر کے لیے جواز فراہم کر دیا۔ یہ جامعہ کے فارغین کی معیشت میں سدھار اور اصلاح لانے کا ایک اہم اقدام ہے۔ جسے فارغین جامعہ رہتی دنیا تک فراموش نہیں کر سکتے آپ کی راہ میں دشواریاں اور مشکلات بھی آئیں مگر آپ نے اپنے ہوش وخرد اور دانش و بینش سے اسے چٹکیوں میں حل کر دیا۔ اور اپنے سفر کو برابر جاری رکھا۔ آپ کے دور میں جامعہ کے فارغین میں زبردست اضافہ ہوا۔ جسے دیکھئے منظر اسلام کی طرف آرہا ہے۔ ملک کے دور دراز اعلاقوں

سے اسی طرف رُخ کرر ہے ہیں۔ اللہ اللہ منظر اسلام میں کیا کشش اور جذب ہے کہ متلاشیان حق اور علم وفن، شعور وادب، فکر وآگہی کے پیاسے یہاں آ آ کر جمع ہو رہے ہیں۔ کچھ تو ایسی خوبی ضرور ہے جو کہیں اور نظر نہیں آتی۔

کہاں کھولے ہیں گیسو یار نے خوشبو کہاں تک ہے

مجھے خوب یاد ہے کہ فارغین کی کثرت اور اس کے اضافہ پر کچھ یاران نکتہ داں نے اعتراض کیا اور زبردست تنقید کی کہ دارُ العلوم منظر اسلام والوں نے فارغین کی لائن لگادی ہے۔ ان کی صلاحیت کا کوئی معیار نہیں ہوتا ہے۔ حضرت رحمانی میاں قبلہ نے عرس رضوی کے اسٹیج سے ارشاد فرمایا کہ ہم دارُ العلوم منظر اسلام کے پلیٹ فارم سے جہاں علمی، تہذیبی اور فنی صلاحیت عطا کرتے ہیں۔ اور ان کے دلوں میں عشق ومحبت کی جوت جگا کر ان کے احساس کو بیدار کردیتے ہیں۔ اگرچہ ان میں سے کسی ایک میں معیاری صلاحیت اور قابلیت میں کمی رہتی ہے، کم از کم اس معیار کے ضرور ہوتے ہیں کہ وہ اپنے ایمان اور عشق پاک باز کا تحفظ تو کرسکیں۔ ہمارا مقصد عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تحفظ کرنا بھی ہے۔ اور وہ ہم کرتے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔

حضرت رحمانی میاں صاحب قبلہ کا یہ ارشاد زیادہ معنی خیز ہے اس ارشاد عالی وقار کو لااعتنائی کے ڈھیر میں نہیں ڈالنا چاہیے بلکہ ۱۸۵۷ء سے لیکر ۱۹۰۴ء کے تناظر میں اُسے دیکھنے کی ضرورت ہے جس کے پیش نظر دارُ العلوم منظر اسلام کا قیام عمل میں لایا گیا۔ یعنی علماء کی قلت اور کمی کو دور کرنا۔ اور اسلام وسنیت سے مسلمانوں کی وابستگی کو مضبوط کرنا جس پر انگریز حکمرانوں اور ان کے ہمنواؤں نے قدغن لگانے کی کوشش کی تھی۔ دارُ العلوم منظر اسلام کا یہ دور بھی بہت کامیاب رہا۔ اور ہر دور میں اس جامعہ نے ترقی کی نئی راہیں تلاش کرلیں۔ اسے مکتب کی کرامت کہئے یا فیضان نظر۔

دارُ العلوم منظر اسلام اور اس کا دور ششم:

حضرت علامہ مولانا ریحان رضا خاں علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد یہ احساس بار بار ستارہا تھا۔ کہ اب دارُ العلوم منظر اسلام کا کون مہتمم ہوگا اور کس میں اس قدر صلاحیت ہے کہ وہ اس کے اہتمام کو بحسن وخوبی چلاسکے۔ حضرت مولانا محمد سبحان رضا خاں عرف سبحانی میاں صاحب قبلہ نے اہتمام وانصرام کی ذمہ داری اپنے سرلیکر یہ ثابت کردیا کہ ہم اس آسمان کے ستارے ہیں کہ

جس کا ہر ایک ستارہ شب دیجور کے مسافروں کے لئے رہنمائی کا کام کرتا ہے۔ اور راہوں کو اپنی روشنی سے جگمگا دیتا ہے۔ یقیناً یہ بات حق ہے کہ خاندان رضا کا ہر ایک بچہ انفرادیت کا مالک ہوتا ہے۔ جس میں تنظیمی صلاحیت بھی ہوتی ہے اور قیادت کی سج دھج بھی۔ کام کرنے کی لگن ہوتی ہے اور آگے بڑھنے کا حوصلہ بھی، وہ عزم کا فولاد ہوتا ہے۔ اور اپنے اسلاف کا راز داں بھی۔ زندگی کے کسی موڑ پر انہیں شکست وریخت سے دو چار ہوتا ہوا آج تک نہ کسی نے دیکھا اور نہ آئندہ ایسا ہوسکتا ہے۔ دین ومذہب پر، اسلام وسنیت پر اور عشق وایمان پر جب بھی کوئی آنچ آتی ہے تو خاندان رضا کا ہر ایک فرد فولادی صفت ہوجاتا ہے۔ اور جب ان کی رگ حمیت پھڑکتی ہے۔ تو دیکھنے والے کی نگاہیں حیرت میں پڑ جاتی ہیں۔ حضرت سبحانی میاں کے دور اہتمام میں منظر اسلام نے ترقی کی ہے۔ اس کا تعلیمی معیار بھی بلند ہوا ہے۔ اساتذہ اور کاروان علم وادب۔ منظر اسلام کے فروغ ارتقاء میں شب وروز ایک کیئے ہوئے ہیں۔ تعمیر کا وہ کام جو حضرت رحمانی میاں کے دور میں ادھورا رہ گیا تھا حضرت سبحانی میاں نے اسے پورا کیا ہے اور اب تک کر رہے ہیں۔ ہر سال کثیر تعداد میں حفاظ کرام اور علمائے عظام سند فراغت حاصل کر رہے ہیں۔ دارُ العلوم منظر اسلام کے ایک ممتحن کی حیثیت سے میں نے طلباء کی علمی اور ذہنی صلاحیت کا جو تجزیہ کیا ہے۔ وہ پیش خدمت ہے۔ جماعت اولیٰ کے طلباء سے لیکر جماعت ثامنہ تک کے طلباء میں جو میں نے خصوصیات محسوس کی وہ یہ ہیں۔

۱۔ طلباء محنتی اور جدو جہد کرنے والے پائے گئے۔

۲۔ طلباء میں ذوق وشوق کا وافر حصہ ملا

۳۔ عبارت فہمی کے اعتبار سے بھی طلباء اچھے پائے گئے۔

۴۔ ان میں افہام وتفہیم کے ساتھ ساتھ ترسیل وابلاغ کا مادہ بھی نظر آیا ہے۔

۵۔ تحریری وتقریری دونوں امتحانوں میں طلباء کامیاب ہوئے۔

۶۔ زیادہ تر طلباء میں اظہار مافی الضمیر کی بہت زیادہ صلاحیت تھی۔

۷۔ طلباء میں استحسانی قوتیں بھی محسوس ہوئیں۔

۸۔ طلباء باادب پائے گئے

۹۔ بہت سے طلباء کی علمی صلاحیت بلند تھی۔

حضرت سبحانی میاں صاحب قبلہ نے دائرۃ العلوم منظر اسلام کی ترقی کے لیے۔اس کے معیار کو بلند کرنے کے لیے کچھ نئے اقدامات کیے۔

۱۔جامعہ منظر اسلام کے فاضل نظامی کو جامعہ اردو علی گڑھ سے منظور کرایا۔

۲۔مولانا آزاد اوپن یونیورسیٹی نے بھی غالباً اس کو منظوری دے دی ہے۔

۳۔جشن صد سالہ نمبر کا نکالنا۔اور کئی سال تک متواتر نکالنا۔

۴۔فارغین جامعہ کے حالات وخدمات کی فراہمی

۵۔علمائے اہل سنت کو ایوارڈ سے نوازنا

۶۔طلباء کے خورد ونوش کا انتظام کرنا

۷۔ماہنامہ اعلیٰ حضرت کو پابندی سے شائع کرنا

۸۔حضرت سبحانی میاں صاحب قبلہ نے منظر اسلام کو ترقی کی راہ پر لا کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ اپنے اسلاف کرام کے نقوش قدم سے سر مو بھی انحراف نہیں کر سکتے۔یقیناً حضرت مہتمم صاحب قبلہ ''الولد سر لابیہٖ'' کے پیکر جمیل ہیں۔خداوند کریم انہیں ایسی قوت وتوانائی عطا فرمائے۔ جس سے وہ منظر اسلام کو تن من دھن سے ترقی دیتے رہیں۔

مسلک اعلیٰ حضرت اور منظر اسلام:

آج بہت سے لوگ مسلک اعلیٰ حضرت کے استعمال پر انگشت نمائی کر رہے ہیں۔اور دبی زبان میں یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ مسلک اعلیٰ حضرت کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ہمارا مسلک تو مسلک امام اعظم ہے۔دراصل یہ انگشت نمائی مناسب نہیں۔بلکہ ذہن ودماغ کی ایک اختراع ہے جو بے موقع وبے محل نکل پڑتی ہے۔مسلک یہ کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس کی اضافت ونسبت کسی فرد یا شخص کی طرف نہیں ہوسکتی ہے۔مسلک ایک قسم کا نظریہ موقف ہے،قول مختار ہے جب یہ کسی فرد یا شخص سے جلا پاتا ہے۔تو اس کی طرف منسوب ہو جاتا ہے۔چونکہ عقائد اہلسنت اور مسائل فقہ حنفیہ نے امام احمد رضا خان سے جلا پائی ہے ورنہ دیوبندی مکتبہ فکر کے افراد اور دوسرے فرقہ ہائے باطلہ تو اس کو دھندلا کرنے کے درپے تھے ہی قریب تھا کہ اس میں دھیما پن آجاتا۔اور وہ ماند پڑ جاتا امام احمد رضا نے اس کی چمک دمک اور توانائی کو برقرار رکھا بلکہ اسے مزید ندرت اور بانکپن عطا کیا۔اگر اس وجہ سے وہ مسلک ان کی ذات بابرکات کی طرف منسوب

ہو گیا یا کر دیا گیا۔ تو اس سے کون سا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی نے قرآن وحدیث فقہ حنفی کے تناظر میں جو نظریات قائم کیے ان میں انفرادیت تھی۔ دارُ العلوم منظر اسلام نے انہیں انفرادی نظریات اجتماعیت کے روپ میں بدل دیا۔ اب یہ نظریہ فرد واحد کا نہیں بلکہ پورے سماج اور پورے معاشرے کا ہو گیا۔ پورے ملک اور تمام اہلسنت و جماعت کا ہو گیا۔ اس میں اب انفرادیت کے ساتھ ساتھ اجتماعیت کی قوت آ گئی۔ اسی اجتماعی قوت کو مسلک یا دبستان سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔ یہ قوت جس نے عطا کی وہی ہمارا مرکز ہے۔ ظاہر ہے اس قوت کو عطا کرنے والا کوئی اور نہیں بلکہ دارُ العلوم منظر اسلام ہے۔ اسی لیے اسے مرکز اہلسنت ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اور آئندہ بھی رہے گا۔ کوئی دارُ العلوم اپنی نئی سج دھج یا نہیں آن بان کے پیش نظر زیادہ فخر و ناز نہ کرے۔ کیونکہ وہ ایسا مقام حاصل نہیں کر سکتا۔ جو دارُ العلوم منظر اسلام نے حاصل کر لیا۔ اور پھر یہ کہ آج جسے بھی جو مرتبۂ بلند ملا در حقیقت اسے منظر اسلام کی بدولت ہی ملا ہے اس سے انکار احسان فراموشی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ یہ انسانیت، شرافت اور انصاف و دیانت کے برخلاف ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ و ارتقاء میں دارُ العلوم منظر اسلام کا زبردست رول رہا ہے۔

کچھ اہم گذارشات:

۱۔ دارُ العلوم منظر اسلام کے نصاب تعلیم میں کچھ ایسے اضافے کیئے جائیں جن سے طلبا کے معاشی زندگی میں سدھار آ سکے۔ مثلاً دستکاری وہ فن طب وغیرہ۔

۲۔ منظر اسلام میں دارُ التالیف والتصنیف کا شعبہ قائم کیا جائے۔

۳۔ مسلک اعلیٰ حضرت کو فروغ دینے والی اہم شخصیات کے حالات و کوائف اور ان کے کارنامے قلم بند کرائے جائیں۔

۴۔ عربی ادب پر زور دیا جائے اور عربی بول چال کا ماحول پیدا کیا جائے۔

□□□

باب یازدہم

مناقب در شان حجۃ الاسلام

حجۃ الاسلام کی علالت پر لکھی گئی دعائیہ نظم

مولانا حبیب احمد صاحب مدنی تلہری

دین کے پیشوا شاہ حامد رضا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
وارث مصطفیٰ شاہ حامد رضا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
نائب مرتضیٰ شاہ حامد رضا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
قادری رہنما شاہ حامد رضا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
جان احمد رضا شاہ حامد رضا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
تیرے بندے یہ کرتے ہیں تجھ سے دعا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
نیش سرطاں کا مٹ جائے نام اور پتا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
آئے طیبہ سے ایسی نسیم شفا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
بزم رضوی رہے تیرا روشن دیا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
دشمنان نبی دیکھیں نیچا سدا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
باغ سنت رہے یوں ہی پھولا پھلا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
پار بیڑا ہو دریائے غم سے مرا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
وہ مبارک گھڑی جلد سب کو دکھا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
تیری رحمت سے ہم کو یہ ہے آسرا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
گڑگڑا کر ترے آگے ہے التجا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
صدقہ عیسیٰ نفس پیارے محبوب کا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
بہر صدیق یار و رفیق حرا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
بہئے فاروق و عثمان امام وری — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
بہر مولا علی شاہ ملک ولا — اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا

پئے خیر النسا سیدہ فاطمہ | اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
بہر حسنین جان و دل مصطفیٰ | اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
پے غوث ورا محی دین ہدیٰ | اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
نوری سرکار مارہرہ کا واسطہ | اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
سینوں آؤ مل کر کہیں بر مالا | اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
شاہ اچھے میاں پیر کا واسطہ | اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا
خیریت سے رہیں مصطفیٰ رضا | اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا

ہے حبیب اپنی ہر لمحہ دل سے دعا
اچھے ہوں یا خدا شاہ حامد رضا

حجۃ الاسلام کی صحت یابی پر کہی گئی شکرانہ نظم

مولانا منشی ہدایت یار خاں صاحب نوری رضوی بریلوی
صدر جماعت رضائے مصطفیٰ، بریلی شریف

نوید دل و جان وایماں مبارک	ہمیں شاہ حامد رضا خاں مبارک
ابوبکر و فاروق و عثمان و حیدر	ہے سایہ فگن شاہِ جیلاں مبارک
یہ سب شاہِ برکات کی برکتیں ہیں	کہ گونج اُٹھیں شہروں کی گلیاں مبارک
تو اچھے کا اچھا ہے جب تو ہے اچھا	تجھے صحت جان وایماں مبارک
یہ ہے فیض آلِ رسول احمدی کا	جبیں پر ہے نور درخشاں مبارک
رضا کی رضا جوئیاں کام آئیں	ہوا مسند آرائے دوراں مبارک
اعزہ ترے شاد و آباد خرم	ترے دشمنوں کو ہو زنداں مبارک
ہمیں مدعائے دلی مل گیا ہے	تمھیں فتح نوشہ علی خاں مبارک
ملے قیس کو غسلِ صحت کا صدقہ	مرے شاہ حامد رضا خاں مبارک

حجۃ الاسلام کی رحلت پر

نظام آباد دکن کے ایک شاعر محمد خواجہ معین الدین عارف صاحب کی کہی گئی منقبت

الوداع اے حجۃ الاسلام معراج کمال	الوداع اے حجۃ الاسلام سرتاج کمال
الوداع اے محسن اسلام وایماں کے کمال	الوداع اے فخر دین احمد ائے لازوال
الوداع اے عالم وعلامہ اسلام ودیں	الوداع اے رہبر اے شیر اسلام امیں
دشمن دین نبی پر تو گرجتا شیر تھا	قطع اعدا کے لیے تو بالیقیں شمشیر تھا
تونے منہ توڑا تھا آکر دشمن توحید کا	بول بالا کر دیا اس گلشن توحید کا
رافضی وقادیانی خارجی کے سر کٹے	تیرے سیف خامہ سے ظالم تھے جتنے مرمٹے
المسیح الکذب میں جو اعلیٰ حضرت نے کہا	کیسی ہے توصیف تیری کسے تیرا گل کھلا
لکھ کے تو الصارم الربانی واصد مرحبا	قادیانی کے دہن میں سخت پتھر رکھ دیا
دیوبندی اور وہابی خارجی ناشاد تھے	یہ لٹیرے دین کے یوں خانماں برباد تھے
جانشین اعلیٰ حضرت تھا یہاں نعم البدل	موت نے مرجھائے کھلتے ہوئے دل کے کنول
تھانوی نانوتوی جبکڑالوی حیران تھے	قادیانی اور وہابی بھی یہاں ویران تھے
سیف خامہ سے اڑایا دشمنوں کی دھجیاں	چشمہ اسلام کو تو نے کیا بحر رواں
کیا قیامت کی مصیبت ہے دلوں پر آج کل	حجۃ الاسلام ہے تیرا نہیں نعم البدل
یہ مصیبت قوم کی آنکھیں بھلا سکتی نہیں	حیف کہ تجھ سے ہمیں پھر سے ملا سکتی نہیں

قوم کی ہے یہ دعا عارف ہوں وہ جنت نشیں
سایۂ احمد ملے ان کو ملے خلد بریں

(آمین)[۲۱،۲۸ر جولائی سنہ ۱۹۴۳ء ص۹]

(ماخوذ مقالہ مفتی ذوالفقار خاں نعیمی)

دل بہت بیچین ہے حامد رضا خاں کیلئے

جناب نواب حسنین احمد خاں عارف رضوی ہری پور ہزارہ

نائب محبوب رب دوسرا نے کی قضاء ۔۔۔ ہوگئی دردوغم ورنج والم کی انتہا
کر رہے ہیں اپنے بیگانے سبھی آہ وبکا ۔۔۔ ہر طرف سے آج محفل میں یہ آتی ہے صدا

دل بہت بے چین ہے حامد رضا خاں کے لیے

یاالٰہی وہ خوشی اور وہ مسرت کیا ہوئی ۔۔۔ وہ نشاط زندگانی اور وہ راحت کیا ہوئی
حسن اطمینان کی وہ شان وشوکت کیا ہوئی ۔۔۔ اب کہاں تسکین وہ تسکیں کی صورت کیا ہوئی

دل بہت بے چین ہے حامد رضا خاں کے لئے

وائے قسمت اہل قلب صاف نے پردہ کیا ۔۔۔ وائے قسمت پیکر الطاف نے پردہ کیا
وائے قسمت رحم اور انصاف نے پردہ کیا ۔۔۔ وائے قسمت حامل اوصاف نے پردہ کیا

دل بہت بے چین ہے حامد رضا خاں کے لئے

رہبر دین متیں رکن شریعت اُٹھ گیا ۔۔۔ شمع راہ معرفت اہل طریقت اُٹھ گیا
مظہر انوار سرکار رسالت اُٹھ گیا ۔۔۔ درحقیقت آئینہ دار حقیقت اُٹھ گیا

دل بہت بے چین ہے حامد رضا خاں کے لئے

طینت احمد رضا تھے اصل میں حامد رضا ۔۔۔ سیرت احمد رضا تھے اصل میں حامد رضا
صورت احمد رضا تھے اصل میں حامد رضا ۔۔۔ جلوت احمد رضا تھے اصل میں حامد رضا

دل بہت بے چین ہے حامد رضا خاں کے لئے

اب وہ عارف عالم وفاضل نہیں اس بزم میں ۔۔۔ اب وہ عارف عامل وکامل نہیں اس بزم میں
اب وہ عارف ذاکر وشاغل نہیں اس بزم میں ۔۔۔ اب وہ عارف چشم صاحب دل نہیں اس برم میں

دل بہت بے چین ہے حامد رضا خاں کے لئے

حجت راہ شریعت حجۃ الاسلام تھے

مولانا ظفر قادری حامدی پوکھریروی

(ماخوذ ماہنامہ اعلیٰ حضرت جنوری ۲۰۰۰ء، ص ۴۷)

عاشق ماہ نبوت حجۃ الاسلام تھے	واصف ذات رسالت حجۃ الاسلام تھے
غوث اعظم کی عنایت حجۃ الاسلام تھے	شمع بزم قادریت حجۃ الاسلام تھے
جانشین اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام تھے	مسند رضوی کی زینت حجۃ الاسلام تھے
حضرت حمزہ کی طلعت حجۃ الاسلام تھے	حضرت نوری کی نکہت حجۃ الاسلام تھے
پیشوائے اہل سنت حجۃ الاسلام تھے	رہنمائے دین وملت حجۃ الاسلام تھے
قاطع کفر وضلالت حجۃ الاسلام تھے	حامئ دین رسالت حجۃ الاسلام تھے
عالم علم شریعت حجۃ الاسلام تھے	واقف راز شریعت حجۃ الاسلام تھے
مخزن علم شریعت حجۃ الاسلام تھے	واقف سر حقیقت حجۃ الاسلام تھے
نوری صورت نوری سیرت حجۃ الاسلام تھے	پاک باطن پاک طینت حجۃ الاسلام تھے
مرشدی پیر طریقت حجۃ الاسلام تھے	حجت راہ شریعت حجۃ الاسلام تھے
نور چشم وجان راحت حجۃ الاسلام تھے	اے ظفر پیر طریقت حجۃ الاسلام تھے

■ ■ ■

صدر بزم اولیا حامد رضا حامد رضا

اختر الحامدی: پاکستان

جلوۂ شان خدا حامد رضا حامد رضا	طلعت ماہ دنیٰ حامد رضا حامد رضا
نائب غوث الوریٰ حامد رضا حامد رضا	صدر بزم اولیا حامد رضا حامد رضا
صاف چہرہ آپ کا حامد رضا حامد رضا	قادری ہے آئینہ حامد رضا حامد رضا
آپ کے رخ کی ضیا حامد رضا حامد رضا	پرتو نور رضا حامد رضا حامد رضا
آج بھی ہے مرکز فیضان علم مصطفیٰ	آپ کی دولت سرا حامد رضا حامد رضا
آج ہر روباہ باطل لرزہ بر اندام ہے	تو ہے شیر مصطفیٰ حامد رضا حامد رضا
خاک بوس آستان عالیہ ہیں روز و شب	اولیا و اصفیا حامد رضا حامد رضا
حجۃ الاسلام ہو تم مرکز ہر خاص و عام	اے امام الاولیا حامد رضا حامد رضا
دل شکستہ نرغۂ اعدائے دیں میں ہیں غلام	اک نظر بہر خدا حامد رضا حامد رضا
تجھ سے ہر ہر گام پر باطل نے کھائی ہے شکست	مرحبا صد مرحبا حامد رضا حامد رضا

دل گرفتہ کشتۂ آلام پیہم ہے حضور
آج اختر آپ کا حامد رضا حامد رضا

حامد میاں کے عرس مبارک کی دھوم ہے

سید محمد مرغوب صاحب اختر الحامدی

الطاف کبریا کی گھٹا چھا رہی ہے آج
گلزار قادری میں بہار آ رہی ہے آج
قطب زماں کے عرس مبارک کی دھوم ہے
حامد میاں کے عرس مبارک کی دھوم ہے

تبلیغ دین جس کا رہا مقصد حیات
آئین مصطفےٰ کی اطاعت رہا شعار
بکھرا ہوا تھا قوم کا شیرازہ نظام
دامان ضبط ملت بیضا تھا تارتار
اس دور پر فتن بصد جذبہ خلوص
اسلام کا بلند کیا پرچم وقار
ڈٹ کر مقابلہ کیا اک اک محاذ پر
گو دشمنان دیں تھے بہر گام بے شمار
حامد رضا وہ مرد نڈر شیر مصطفےٰ
جس کی زبان سیف سکم تیغ آبدار
وہ جنبش قلم میں تھا زور ید الٰہی
باطل نے ایک ضرب میں ڈھونڈی رہ فرار

اختر کی یہ دعا ہے بدرگاہ ذوالمنن
تابند رکھ الٰہی رضا کی یہ انجمن

لاہور میں دولھا بنا حامد رضا حامد رضا

سید ایوب علی صاحب رضوی زید مجدہم

اے سنیوں کے پیشوا حامد رضا حامد رضا	کیا نام ہے پیارا ترا حامد رضا حامد رضا
اعداء پہ ہے تیر قضا حامد رضا حامد رضا	احباب کی ہے تو بقا حامد رضا حامد رضا
چشم و چراغ اصفیا شمع جمال اتقیا	ممتاز خاصان خدا حامد رضا حامد رضا
گھر گھر تیرا افسانہ ہے ہر دل تیرا دیوانہ ہے	اے جان (۱) عبد المصطفیٰ حامد رضا حامد رضا
صورت ہے نورانی تیری سیرت ہے لاثانی تیری	طینت سے ہے تیری مرحبا حامد رضا حامد رضا
بنگال تیرا مجرائی مشتاق تیرا بمبئی	پنجاب پروانہ تیرا حامد رضا حامد رضا
ہندوستان میں دھوم ہے کس بات کی معلوم ہے	لاہور (۲) میں دولھا بنا حامد رضا حامد رضا
سمجھے تھے کیا اور کیا ہوا ارمان دل میں رہ گیا	تیرے ہی سر سہرا رہا حامد رضا حامد رضا
جلتے رہیں گے حاسدین تیرے ہمیشہ بالیقین	پھولے پھلے گا تو سدا حامد رضا حامد رضا
ایوب قصہ مختصر آیا نہ کوئی وقت پر	تیرے مقابل منچلا حامد رضا حامد رضا

(۱) مراد اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ (۲) اس فیصلہ کن مناظرہ کی طرف اشارہ ہے جو مسجد وزیر خاں لاہور میں منعقد ہوا تھا۔ جس میں شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام بریلوی علیہ الرحمۃ اور دیگر اکابر علماء مشائخ اہلسنت تشریف لائے لیکن مخالفین میں سے کسی کو بھی آپ کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوسکی۔

■ ■ ■

تخیل سے کہیں بالا ہے بام مرشدی حامد

از رشحات قلم: مولانا الحاج حافظ محمد ابراہیم صاحب خوشتر خطیب منٹگمری

سمجھ میں کچھ نہیں آتا مقام مرشدی حامد	تخیل سے کہیں بالا ہے بام مرشدی حامد
جسے دیکھو ہے مداح کلام مرشدی حامد	زمانہ بھر ہے اے خوشتر غلام مرشدی حامد
تعالیٰ اللہ یہ اوج مقام مرشدی حامد	جناب غوث اعظم ہیں ایام مرشدی حامد
کریں بیدار جلوے اپنے دامن کی ہواؤں سے	کوئی بیخود ہوا ہے لے کے نام مرشدی حامد
زباں پر العطش دل میں خلش چہرے پہ مایوسی	میسر کاش ایسے میں ہو جام مرشدی حامد
بحد بندگی انسان کو حق سے ملاتا ہے	مکمل ہے بہر صورت نظام مرشدی حامد
نگہ والوں نے دیکھا ہے خرد والوں نے سمجھا ہے	قعود مرشدی حامد قیام مرشدی حامد
تعالیٰ اللہ اسم با مسمیٰ اے تعالیٰ اللہ	ہزاروں بار قربان تجھ پہ نام مرشدی حامد
فضائیں جگمگا اٹھیں تجلی کی بہاروں سے	چمن آرائے عالم ہے خرام مرشدی حامد
یہ خوشتر آپ کا پھر آپ کے قدموں پہ حاضر ہے	عطا ہو جائے بس حب دوام مرشدی حامد
جلو میں حضرت احمد رضا کے حشر میں خوشتر	پکارا کاش میں جاؤں غلام مرشدی حامد

■ ■ ■

کوہ صبر و استقامت حجۃ الاسلام تھے

مولانا ابو لکرم احمد حسین قاسم الحیدری

مشعل نور ہدایت حجۃ الاسلام تھے
چشمۂ فیض ولایت حجۃ الاسلام تھے

تھے مناظر تھے محدث تھے مفسر تھے فقیہ
ناشر علم شریعت حجۃ الاسلام تھے

تھے مصنف تھے محقق تھے خطیب بے مثیل
مرد کامل در حقیقت حجۃ الاسلام تھے

مسلک رضوی نہ کیسے پھیلتا ہر ملک میں
جانشین اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام تھے

ہر جگہ ہارے مخالف ان کی ہستی کے طفیل
کوہ صبر و استقامت حجۃ الاسلام تھے

بے بہا اوصاف اللہ نے عطا ان کو کئے
جامع الاوصاف حضرت حجۃ الاسلام تھے

ہر طرف پھیلائی آکر روشنی اسلام کی
آفتاب علم وحکمت حجۃ الاسلام تھے

ان کے ملنے والوں سے قاسم سنا ہے میں نے یہ
نیک سیرت خوبصورت حجۃ الاسلام تھے

منقبت درشان حجۃ الاسلام

مشتاق احمد مشتاقؔ سیوانی
غریب نواز کالونی، پٹنہ
رابطہ: 8227911827

کتنا اعلیٰ مرتبہ ہے حجۃ الاسلام کا	ہر زباں پہ تذکرہ ہے حجۃ الاسلام کا
دہر میں جلسہ بپا ہے حجۃ الاسلام کا	وقت کا سلطاں گدا ہے حجۃ الاسلام کا
شہر علم وفن ہو یا ہو فلسفے کی انجمن	ہر طرف جلوہ نما ہے حجۃ الاسلام کا
ہے ردائے شب معطر ان کے زہدوذکر سے	دن میں ہر سو غلغلہ ہے حجۃ الاسلام کا
جامع حب سرور دیں بٹ رہا ہے صبح وشام	وا ہمیشہ میکدہ ہے حجۃ الاسلام کا
مسلک احمد رضا کا سارے عالم میں نفاذ	یہ مشن یہ مشغلہ ہے حجۃ الاسلام کا
ظلمت والحاد کی آئیں ہزاروں آندھیاں	ضوفشاں پھر بھی دیا ہے حجۃ الاسلام کا
کرلیا تسخیر جس نے بدعقیدوں کا قلعہ	یہ جگر یہ حوصلہ ہے حجۃ الاسلام کا
شہر طیبہ کا سفر شہر بریلی سے کرو	یہ منور راستہ ہے حجۃ الاسلام کا
گلشن علم وہنر میں یوں بشکل ازہری	پھول اک تازہ کھلا ہے حجۃ الاسلام کا
اس زمیں کے بیل بوٹوں میں ہے رنگ آگہی	جس زمیں پہ نقش پا ہے حجۃ الاسلام کا
کیوں نہ ہو مشتاقؔ کے ذوق سخن میں پختگی	اس کو حاصل واسطہ ہے حجۃ الاسلام

قطعات

مولانا محبوب گوہر: اسلام پور

وارث تھے علم دین کے فن کے امین تھے
پیشانی جگمگاتی تھی بے حد حسین تھے
کہتے ہیں جن کو حجۃ الاسلام ہم سبھی
وہ فاضل بریلوی کے جانشین تھے

خانوادہ رضویت کا قابل تقلید ہے
عام دنیا بھر میں یہ پیغام ہونا چاہئے
اعلیٰ درجہ کے محقق حجۃ الاسلام تھے
ان کی شخصیت پہ بھی اب کام ہونا چاہئے

آپ نے اسلام کی تبلیغ صبح و شام کی
داعئ اسلام بن کر دعوت حق عام کی
دیکھتے ہی یاد آتے حضرت احمد رضا
ایسی صورت تھی جناب حجۃ الاسلام کی

مذہبی احکام کے پابند تھے حامد رضا
دادطلبی کے نہ خواہشمند تھے حامد رضا
بس اسی سے شخصیت ان کی سمجھنی چاہئے
اعلیٰ حضرت کے بڑے فرزند تھے حامد رضا

ظلمت شب میں طلوع صبح کا پیغام تھے
لائق تعظیم تھے وہ قابل اکرام تھے
منصب تحقیق ہو یا مسند شعر وسخن
جانشین اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام تھے

عالم اسلام میں مشہور یہ دو نام ہیں
فضل رب سے دونوں تریاق غم وآلام ہیں
اعلیٰ حضرت کے ہیں،دو شہزادگان محترم
مفتئ اعظم ہیں اک،اک حجۃ الاسلام ہیں

باب دوازدہم

آثار و تبرکات

رضائے رب رضائے مصطفےٰ ہے　　　جو یہ چاہے اور بیشک با رضا ہے

ہفت روزہ ''رضائے مصطفےٰ'' گوجرانوالہ

۱۸ر جمادی الاولیٰ ۹ ۷ ۱۳ھ

حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا خانصاحب بریلوی علیہ الرحمۃ کا

ایک اہم مقالہ

جو ہر جگہ کام آئے گا اور ہزاروں گمراہیوں سے بچائیگا

مسلمانو! میں تمہیں ایک سہل پہچان گمراہوں کی بتاتا ہوں جو خود قرآن مجید وحدیث حمید میں ارشاد ہوئی۔ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم اتارا ''تبیانا لکل شیٔ'' جس میں ہر چیز کا روشن بیان، تو کوئی ایسی بات نہیں جو قرآن میں نہ ہو مگر ساتھ ہی فرمادیا ''وما یعقلھا الا العلمون'' اس کی سمجھ نہیں مگر عالموں کو، اس لیے فرماتا ہے ''فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون'' علم والوں سے پوچھو اگر تم نہ جانتے ہو۔ اور پھر یہی نہیں کہ علم والے آپ سے آپ کتاب اللہ سمجھ لینے پر قادر ہوں۔

نہیں بلکہ اس کے متصل ہی فرمایا ''وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم'' اے نبی ہم نے یہ قرآن تیری طرف اس لیے اُتارا کہ تو لوگوں سے شرح بیان فرمائے اس چیز کی جو ان کی طرف اتاری گئی۔

اللہ اللہ قرآن عظیم کے لطائف ونکات منتہی نہ ہونگے۔ ان دو آیتوں کے اتصال سے رب العالمین نے ترتیب وار سلسلۂ فہم کلام الٰہی کا منتظم فرمادیا کہ اے جاہلو! تم کلام علما کی طرف رجوع کرو۔ اور اے عالمو! تم ہمارے رسول کا کلام دیکھو تو ہمارا کلام سمجھ میں آئے۔

غرض ہم پر تقلید ائمہ واجب فرمائی اور ائمہ پر تقلید رسول اور رسول پر تقلید قرآن'' واللہ الحجۃ البالغۃ والحمد للہ رب العلمین'' امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ الربانی نے کتاب مستطاب میزان الشریعۃ الکبریٰ میں اس معنیٰ کو جا بجا بتفصیل تام

بیان فرمایا۔ ازانجملہ فرماتے ہیں ''لولا ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فصل یشمہ بعیہ ما اجمل فی القرآن بقی القرآن علی اجمالی کما ان الائمۃ المجتہدین لو لم یفصلہا ما اجمل فی السنۃ لبقت السنۃ علیٰ اجمائہا وھکذا الی عصرنا ھذا'' پس اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی شریعت سے مجملات قرآن عظیم کی تفصیل نہ فرماتے تو قرآن یونہی مجمل رہتا اور اگر ائمہ مجتہدین مجملات حدیث کی تفصیل نہ کرتے تو حدیث یونہی مجمل رہتی اور اسی طرح ہمارے زمانے تک کہ اگر کلام ائمہ کی علمائے مابعد شرح نہ فرماتے تو ہم اُسے سمجھنے کی لیاقت نہ رکھتے''۔ تو یہ سلسلۂ ہدایت رب العزت کا قائم فرمایا ہوا ہے۔ جو اِسے توڑنا چاہتا ہے وہ ہدایت نہیں چاہتا۔ بلکہ صریح ضلالت کی راہ چل رہا ہے۔

اسی لیے قرآن عظیم کی نسبت ارشاد فرمایا یضل بہ کثیراً ویھدی کثیراً۔ اللہ تعالیٰ اسی قرآن سے بہتیروں کو گمراہ کرتا اور بہتیروں کو سیدھی راہ عطا فرماتا ہے۔ جو سلسلے سے چلتے ہیں بفضلہٖ تعالیٰ ہدایت پاتے ہیں اور جو سلسلہ توڑ کر اپنی ناقص اور اوندھی سمجھ کے بھرسے قرآن مجید سے بذات خود مطلب نکالنا چاہتے ہیں۔ چاہ ضلالت میں گرتے ہیں۔

اسی لیے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

''سیاتی ناس یجادلونکم بشبہات القرآن فخذوھم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ'' قریب ہے کہ کچھ لوگ آئیں جو تم سے قرآن عظیم کے مشتبہ کلمات سے جھگڑینگے۔ تم انہیں حدیثوں سے پکڑو کہ حدیث والے قرآن کو خوب جانتے ہیں۔ (رواہ الدارمی واصرن المقدسی فی الحجۃ وللالکائی فی السنۃ وابن عبد البرفیالعلم وابن ابی زھنین فی اصول السنۃ والدا قطنی والاصبھانی فی الحجۃ وابن النجار)

اسی لیے امام سفیان بن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں الحدیث مضلۃ الا الفقہا حدیث گمراہ کردینے والی مگر ائمہ مجتہدین کو،، تو وجہ وہی ہے کہ قرآن مجمل ہے

جس کی توضیح حدیث نے فرمائی اور حدیث مجمل ہے جس کی تشریح ائمہ مجتہدین نے کردکھائی
تو جو ائمہ کا دامن چھوڑ کر خود قرآن وحدیث چھوڑ کر قرآن مجید سے لینا چاہے وادی ضلالت
میں پیاسا مرے گا۔ تو خوب کان کھول کر سن لو اور لوح دل پر نقش کر رکھو کہ جسے کہتا سنو ہم
اماموں کا قول نہیں جانتے ہمیں خود قرآن وحدیث چاہیے۔ تو جان لو یہ گمراہ ہے اور جسے کہتا
سنو کہ ہم حدیث نہیں جانتے ہمیں صرف قرآن درکار ہے سمجھ لو کہ یہ بددین و دین کا بدخواہ
ہے۔ پہلا فرقہ قرآن عظیم کی پہلی آیت ''فاسئلو اهل لذ کر'' کا مخالف و متکبر ہے۔ اور
دوسرا طائفہ قرآن عظیم کی دوسری آیت ''لتبين للناس مانزل اليهم'' کا منکر ہے۔
رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے فرقہ متنداولہ کا رد اس حدیث میں فرمایا کہ ارشاد فرماتے ہیں ''الا
سئلكم اذلم يعلموا فانما شفاء العشى'' کیوں نہ پوچھتا ہے،،۔ (رواہ ابوداؤد
عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور دوسرے طائفہ ملعونہ کا رد اس حدیث سے فرمایا،
ارشاد فرماتے ہیں۔

الا انی اوتيت القرآن ومثله معه الايوشك رجل شبعان على اريكته
يقول عليكم بهذ القرآن فما وجدتم فيه من حلال فاحلوه وما وجدتم
فيه من حرام فرموه..............

۔ سن لو مجھے قرآن عطا ہوا اور قرآن کے ساتھ اُس کا مثل خبردار نزدیک ہے کہ کوئی
پیٹ بھرا اپنے تخت پر پڑا کہے۔ یہی قرآن لئے رہو اس میں جو حلال پاؤ اسے حلال جانو اور
جو حرام پاؤ اسے حرام جانو۔ حالانکہ جو چیز رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حرام کی وہ اسی کے مثل ہے جو
اللہ نے حرام فرمائی،، (رواه الائمة احمد والدارمی وابو داؤد والترمذی وابن
ماجة عن المقدام بن معديكرب ونحوه عند هم ما خلاالدارمی وعند
البيهقی فی الدلائل عن ابی رافع وعند ابی داؤد عن العرباض بن ساريه رضی
الله تعالیٰ عنهم) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق اس زمانہ فساد میں ایک
تو پیٹ بھرے بےفکرے نیچری حضرات تھے۔ جنہوں نے حدیثوں کو یکسر اخلاف کردیا
اور بزور زبان صرف قرآن عظیم پر دار و مدار رکھا۔ حالانکہ اللہ وہ قرآن کے دشمن اور قرآن

اُن کا دشمن وہ قرآن مٹانا چاہتے ہیں اور راہ الٰہی کے خلاف اپنی ہوائے نفس کے موافق اُس کے معنیٰ گڑھنا۔

اب دوسرے یہ حضرات نئے فیشن کے مسیحی اس نوکھی آن والے پیدا ہوئے کہ سب کو صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہتے ہیں کہ تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں ہے۔ تو بات کیا ہے یہ دونوں گمراہ طائفے دل میں خوب جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں ان کا ٹھکانہ نہیں حضور کی روشن حدیثیں ان کے مردود خیالات کے صاف پرزے پارچے بکھیر رہی ہیں۔ اسی لیے اپنی بگڑتی بنانے کو پہلے ہی دروازہ بند کرتے ہیں کہ ہمیں صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہیے۔ جس میں عوام بیچاروں کے سامنے اپنے سے لگتے لگانے کی گنجائش ہو! مسلمانو! تم ان گمراہوں کی ایک نہ سنو اور جب تمہیں قرآن میں شبہ ڈالیں تم حدیث کی پناہ لو اگر اُس میں این وآن نکالیں تم ائمہ کا دامن پکڑو اس تیسرے درجے پر آکر حق و باطل صاف کھل جائے گا۔ اور ان گمراہوں کا اڑایا ہوا سارا غبار حق کے برستے ہوئے بادلوں سے دھل جائے گا۔ اسوقت یہ ضال و مضل طائفے بھاگتے نظر آئینگے ''کانھم حمو ہ مستنفرۃ فرت من قسورۃ''

اول تو حدیثوں ہی کے آگے اُنہیں کچھ نہ بنے گی۔ صاف منکر ہو بیٹھیں گے اور وہاں کچھ چوں و چرا کی تو ارشادات ائمہ معانی حدیث کو ایا روشن کر دیں گے کہ پھر یہی کہتے بن آئے گی۔ کہ ہم حدیث کو نہیں جانتے یا ہم اماموں کو نہیں مانتے اسوقت معلوم ہو جائے گا کہ ان کا امام ابلیس لعین ہے۔ جو انہیں لیے پھرتا ہے اور قرآن وحدیث وائمہ کے ارشادات پر نہیں جمنے دیتا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ نفیس وجلیل فائدہ ہمیشہ کے لیے محفوظ رکھو کہ ہر جگہ کام آئے گا۔ اور باذن اللہ تعالیٰ ہزاروں گمراہیوں سے بچائے گا۔

□□□

نگارستان لطافت کا تعارف

از: حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا حامد رضا بریلوی قدس سرہٗ

چمن مدحت سرائے مصطفوی کا عندلیب نغمہ سرا، گلشن نعت احمدی کا بلبل خوشنوا، محب محبوب جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے راز و نیاز کی بولتی چالتی تصویر، صحت روایات صدق حکایات، حلاوت بیان، سلاست زبان میں آپ ہی اپنا نظیر جس کو عم مکرم مفخم ومحترم شیرین بیان جناب مولانا مولوی حسن رضا خاں صاحب حسن صین عن المحن نے تصنیف فرمایا اور نظر فیض اثر، شمع بزم ہدایت، آئینہ ماہ رسالت، حکیم امت، حضرت عالم اہلسنت استاذنا ووالدماجدنا ومقتدانا وہادینا جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب باب رح المواہب سے نور پاکر ۱۳۰۳ھ میں ایک ہزار جلد چھپ کر شائع ہوا اور بفضلہٖ تعالیٰ قبول قبول کے سرد جھوکوں کے ساتھ خوشبو کی طرح پھیل کر دماغوں میں بسا دلوں میں سرور، آنکھوں میں نور ہو کر اُترا عزت کے ہاتھوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا حتی کہ ایک سال میں ایک نسخہ بھی باقی نہ بچا۔ مسودہ تک بعض احباب نے چھین لیا اور مشتاق نگاہوں کا انتظار آرزومند دلوں کا اضطرار فرمایشوں پر فرمایشوں کا تار، روز افزوں ترقی پر ترقی کرتا رہا، میرے معزز کرم فرما حافظ محمد ارشاد علی صاحب مہتمم مطبع اہلسنت نے مجھے اس خدمت عجاب، ہم خرما و ہم ثواب کے پورا کرنے پر اُبھارا۔ حضرت عم مکرم نے تھوڑی ترمیم کے بعد کچھ اپنا کلام اور زائد فرمایا میں نے بہ نیت معاونت مطبع اہلسنت و جماعت بریلی بقلم جلی دبیز کاغذ پر گلکاری وغیرہ اہتمام کے ساتھ بحسن انتظام چھپوانا شروع کیا اب کہ یہ مبارک رسالہ قریب اختتام ہے، مدح خوانی کے عاشقوں نعت سرائی کے شیدائیوں کو صلاح عام ہے کہ سہل انکاری کو کام میں نہ لائیں۔ فرمائشیں حتی الامکان جلد آئیں پہلے کی طرح کہیں اس دفع بھی محروم نہ رہ جائیں بنظر رفاہ عام اس رسالہ کی قیمت پانسو فرمایشوں تک چار آنہ بلا محصول اور پانسو کے بعد پانچ آنہ پچاس جلد پچاس سے زائد کے خریدار کو کمیشن بھی دیا جائے گا جو مشتہر سے بذریعہ خط و کتابت طے ہو سکتا ہے۔ فرمائشیں ذیل کے پتہ سے آنا چاہئیں۔

حضور حجۃ الاسلام کی کتاب ''الصارم الربانی علیٰ اسراف القادیانی'' کے سرورق کا عکس

اذان من اللہ

لقیام سنۃ نبی اللہ

حضور حجۃ الاسلام کی کتاب ''اذان من اللہ لقیام سنۃ نبی اللہ'' کے سرورق کا عکس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضور حجۃ الاسلام کی کتاب ''رمز شیریں چاہ شور'' کے سرورق کا عکس

اجلی انوار الرضا

۱۳۳۴ھ

مطبع اہلسنت و جماعت واقع بریلی میں طبع ہوا

حضور حجۃ الاسلام کی کتاب ''اجلی انوار الرضا'' کے سرورق کا عکس

مکتوب حجۃ الاسلام

بنام: حضرت محدث بہار محدث احسان علی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ حجۃ الاسلام محدث حضرت احسان علی صاحب کا اجازت نامہ اپنے صاحبزادہ مولانا فیضان علی کے نام جس میں انہوں نے حجۃ الاسلام کے لئے ''شیخی وسیدی کنزی وذخری لیومی وغدی'' فرمایا

سند الاجازة

صاحبزادہ محدث احسان علی کے لئے

حضور حجۃ الاسلام کا اجازت نامہ
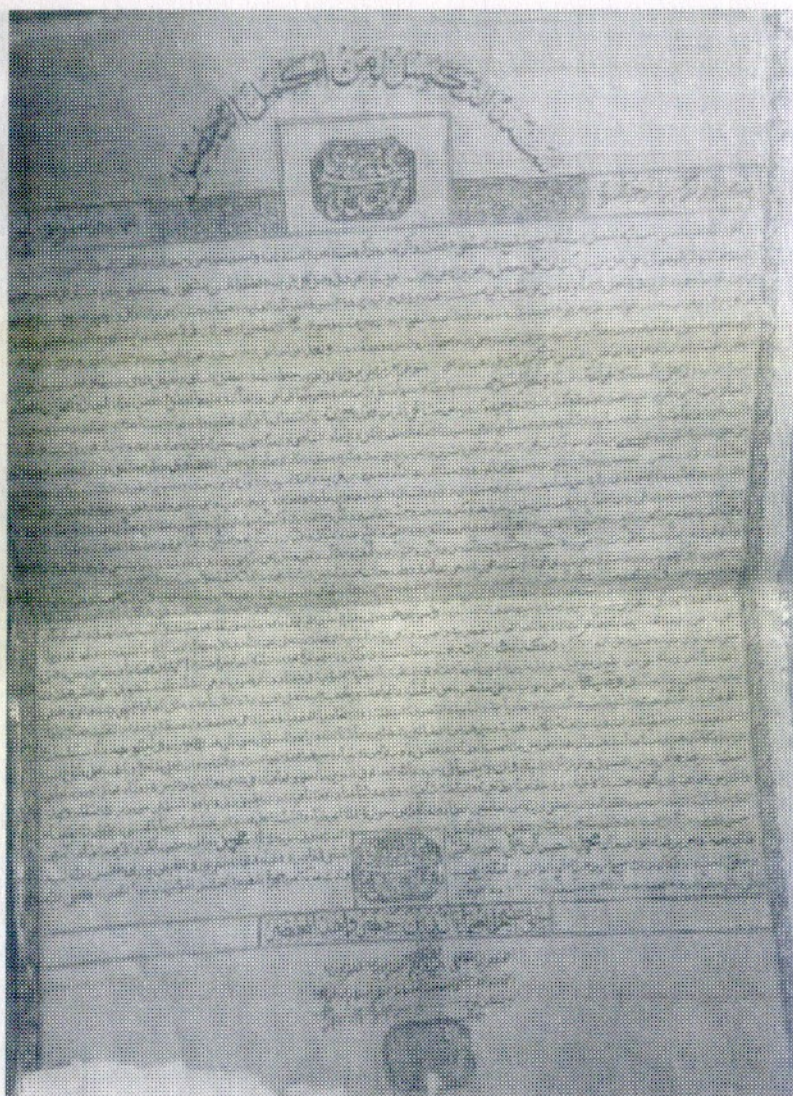
اشغال واوراد کی اجازت کانمونہ

جو حجۃ الاسلام سے حضرت محدث احسان علی صاحب کو ملی تھی
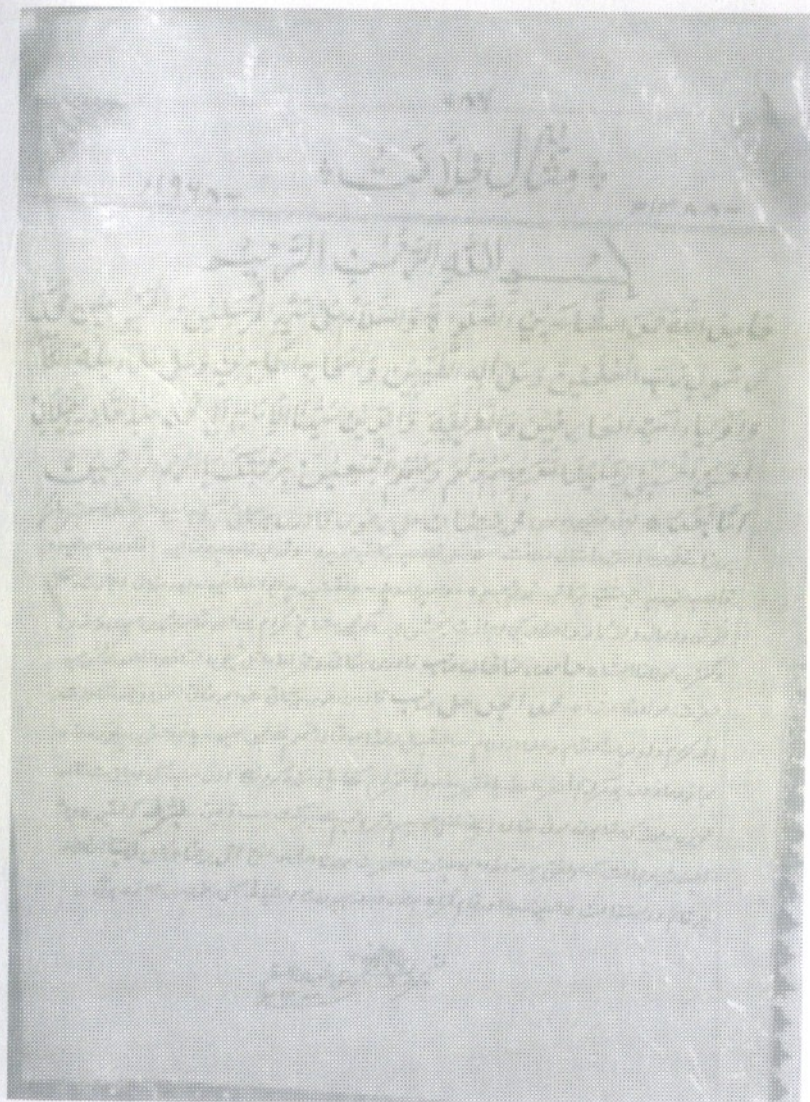
حجۃ الاسلام کے دستخط کا ایک

صاف نمونہ

بیاض حامدی

کا عکس جو حضرت محدث احسان علی صاحب نے جمع کیا تھا

تقیہ کا صاف اقرار

مؤلفہ

محمد حامد رضا خان

حضرت عالم اہل سنت

حجۃ الاسلام کی کتاب

مراسلت سنت وندوہ کا عکس

بیاض حامدی

کا عکس جو حضرت محدث احسان علی صاحب نے جمع کیا تھا

بیاض حامدی

کا عکس جو حضرت محدث احسان علی صاحب نے جمع کیا تھا

دعائے حزب البحر

کا عکس جو حضرت سید شاہ علقمہ شبلی صاحب کی خانقاہ تک پہنچا

رضائے مصطفےٰ

نغمۂ توحید

ہفتہ وار ''رضائے مصطفےٰ'' گجرانوالہ پاکستان کا حجۃ الاسلام نمبر کے سرورق کا عکس جو

20 نومبر 1959ء میں شائع ہوا تھا

منقبت درشان حجۃ الاسلام علامہ

شاہ حامد رضا خان علیہ الرحمہ والرضوان

حضرت علامہ سید اولاد رسول قدسی: امریکہ

SAYED AULADE RASUL

88-30 Moline Street, Queens Village, NY 11427, E-mail: auladerasul@yahoo.com
Tel: +1(832) 382-1992

منجانب فقیر
سید اولاد رسول قدسی مصباحی
نیویارک، امریکہ

حجۃ الاسلام

ہیں علم و فن کے گلستان حجۃ الاسلام
دلِ رضا کے ہیں ارمان حجۃ الاسلام

تمام عمر رہے مسلکِ رضا کے امین
ہیں ایسے صاحبِ ایمان حجۃ الاسلام

فروغ اہلِ نظر ان سے اب بھی ہے قائم
وہ خودِ عشق کے عنوان حجۃ الاسلام

سنن کا آئینہ پاکیزہ زیست کا ہر آن
اصولِ شرع کی پہچان حجۃ الاسلام

نہ جانے کتنے مسلمان بنے زیارت سے
جمال و حسن کے سلطان حجۃ الاسلام

اختر رضا سدا جگمگاتا رہے ان سے
رہے مناظرِ ذیشان حجۃ الاسلام

ہے باریاب یہ وابستگی میری ان سے
ہیں ایسے منبعِ فیضان حجۃ الاسلام

ہمیشہ سولو کی گھٹا نا برسا گئی باطل کو
ہیں حق کے قدسی نگہبان حجۃ الاسلام

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا قادری قدس سرہ

کے صد سالہ عرس ۱۴۴۰ھ کے موقع سے، کرناٹک کی متحرک وفعال تحریک
اور دو سو شاخوں پر مشتمل جماعتی ومسلکی خدمات انجام دینے والے ٹرسٹ

پیغام رضا ٹرسٹ بھدراوتی

کا چھ کروڑ کے تخمینہ پر مشتمل تاریخ ساز پروگرام

جشن صد سالہ امام احمد رضا

زیر سرپرستی

پیر طریقت حضرت مولانا الشاہ قاری لیاقت رضا صاحب قبلہ

اعلیٰ حضرت عرس صد سالہ کے موقع پر منعقد ہونے والا یہ جشن امام احمد رضا کے ۱۲ نکاتی منصوبہ کے پیش نظر ہوگا۔ جس کے تحت کالج، میڈیکل کالج، ہاسپٹل، جماعتی سرگرمیوں کے اہم شعبے اور دعوت وتبلیغ کے مراکز قائم کئے جائیں گے۔ یعنی یہ جشن ان شاء اللہ علمی ادبی تعمیری اور تعبیری ہوگا
جسے تاریخ ہمیشہ اپنے سینے میں محفوظ رکھے گی

زیر اہتمام

پیغام رضا ٹرست بھدراواتی، ضلع شیموگا کرناٹک

موبائل: ۹۵۳۸۷۷۸۶۹۲

ڈاکٹر محمد امجد رضا امجد کی

چند نگارشات

تحقیقات:

امام احمد رضا کی فکری تنقیدیں

ماہنامہ ''تحفہ حنفیہ''، تحقیقی جائزہ و اشاریہ

قصیدہ آمال لابرار، تحقیق و تقدیم

دربار حق وہدایت، تحقیق و تجزیہ

تالیف و ترتیب:

منتخب مسائل فتاویٰ رضویہ	(فتاویٰ رضویہ کے بعض مسائل کا انتخاب)
کلیات رضا	(عربی فارسی اردو، مکمل مجموعہ کلام)
لفظیات رضا	حدائق بخشش کی موضوعاتی ترتیب
غزلیات رضا	مع تقدیم و ترتیب

مجموعہ مقالات و مضامین:

مطالعہ رضویات	رضویات پر علمی، تنقیدی مقالات
عرفان ادب	علمی و ادبی مقالات
میزان ادب	تبصراتی مضامین
لمعان ادب	مذہبی مضامین
وادی نور کا سفر	تاثراتی سفرنامہ حج

رابطہ کریں:
Mobile : 9835423434 / 8804934757
Website: www.alqalam.in, Email: amjadrazaamjad@gmail.com

Published by:

MAKTABA WAJIDIA
ALJAMIATUL WAJIDIA, MUSAPUR TARAUNI
Po. Subhankarpur, Darbhanga - 6 (Bihar) INDIA
Telephone : 09304514097 / 06272 295592
Email- frsubhani@yahoo.com